سیرت رہبر عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد ارشاد علی قریشی

Marfat.com

سیرت رہبر عالم صلی اللہ علیہ وسلم

محمد ارشاد علی قریشی

ریٹائرڈ تحصلدار نیو ایڈن گارڈن، سرگودھا
فون نمبر: 0334-8881017
شناختی کارڈ نمبر: 38403-9551973-9

Marfat.com

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

کتاب کا نام	:	سیرت رہبر عالم ﷺ
مصنف	:	محمد ارشاد علی قریشی
اہتمام	:	علم وعرفان پبلشرز الحمد مارکیٹ، 40-اُردو بازار، لاہور
سن اشاعت	:	دسمبر 2016ء
تعداد	:	500
قیمت	:	-/800روپے

9

297-9921
345
145292

ملنے کے پتے......

علم وعرفان پبلشرز

الحمد مارکیٹ، 40-اُردو بازار، لاہور

اشرف بک ایجنسی اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی	**کتاب گھر** اقبال روڈ، کمیٹی چوک، راولپنڈی
خزینہ علم وادب الکریم مارکیٹ، اُردو بازار، لاہور	**ویلکم بک پورٹ** اُردو بازار، کراچی
بیکن بکس گلگشت کالونی، ملتان	**رشید نیوز ایجنسی** اخبار مارکیٹ، اُردو بازار، کراچی
بک مارٹ یونیورسٹی روڈ، سرگودھا	**فرید پبلشرز** اُردو بازار، کراچی

ادارہ کا مقصد ایسی کتب کی اشاعت کرنا ہے جو تحقیق کے لحاظ سے اعلیٰ معیار کی ہوں۔ اس ادارے کے تحت جو کتب شائع ہوں گی اس کا مقصد کسی کی دل آزاری یا کسی کو نقصان پہنچانا نہیں بلکہ اشاعتی دنیا میں ایک نئی جدت پیدا کرنا ہے۔ جب کوئی مصنف کتاب لکھتا ہے تو اس میں اس کی اپنی تحقیق اور اپنے خیالات شامل ہوتے ہیں۔ یہ ضروری نہیں کہ آپ اور ہمارا ادارہ مصنف کے خیالات اور تحقیق سے متفق ہوں۔ اللہ کے فضل وکرم، انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کمپوزنگ طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری احتیاط کی گئی ہے۔ بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہِ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاءاللہ اگلے ایڈیشن میں ازالہ کیا جائیگا۔ (ناشر)

Marfat.com

۲۵-۰۲-۲۰۱۶

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب!

اے اللہ! آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے والے اور ہر ظاہر و باطن کے جاننے والے، میں گواہی دیتا ہوں کہ نہیں کوئی معبود تیرے سوا، تو واحد ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں اور میں گواہی دیتا ہوں کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ والہ وسلم تیرے بندے اور تیرے رسول ہیں۔

میں تیری رحمت کے سوا کسی چیز پر بھروسہ نہیں کرتا۔

اے اللہ! تو نے اپنے محبوب حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شانِ مبارک میں ''سیرت رہبر عالم'' تحریر کروائی۔ کتابِ مقدس کے حقوق کے تحفظ کے لیے اپنی مونس و ہمدم محترمہ فہمیدہ ارشاد اور اپنے فرزندِ ارجمند کامران ارشاد قریشی کو نامزد کرتا ہوں میری اس تحریر کو بیان حلفی تصور کیا جاوے۔ شکریہ

مصنف: ''سیرت رہبر عالم''

محمد ارشاد علی

ولد حمید علی قریشی

نیو ایڈن گارڈن، سرگودھا

38403-9551973-9

۱۰۰/-

Marfat.com

فہرست

عنوان	صفحہ نمبر
﴿عربوں کی بود و باش﴾	17
پیداوار، عربوں کا رہن سہن	18
بازار عطاظ، امری القیس	19
شراب نوشی	19
شمسی تقویم، گائیڈ، اُونٹ	20
بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حام، معاشرتی حالت	21
﴿عرب کی تاریخ﴾	22
بنی اسرائیل، یہودیت، عیسائیت	22
بابل کے حکمرانوں کے حملے	24
یہودی ریاست کا قیام	25
یہودی یثرب میں	30
دارالہجرت	31
اوس، خزرج	31
یہودی سرداروں کا قتل، جنگ بعث	33
﴿طوفان نوحؑ کے بعد عرب کی تاریخ﴾	34
بت پرستی کا آغاز	38
حضرت نوح علیہ السلام	38
لات، عزیٰ، مناۃ، ذوالخلعہ، سعد، ذوالشریٰ	39
ذوالشریٰ، درخت پرستی، نکاح کی اقسام	40
ایک میلہ	41
بت پرستی کا پس منظر	41
﴿ولادت باسعادت بحوالہ کتب انجیلان﴾	42
انجیل یوحنا کی پیشگوئیاں، انجیل برناباس۔ لوقا کی انجیل	44
﴿آمد مبارک بحوالہ دیگر انبیاء کرام﴾	49
حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت عیسیٰ کی بشارت	49
حضور اکرم ﷺ اپنے لیے کیا بیان فرماتے ہیں	50
﴿نسب مبارک﴾	51
کعبہ پر حملہ	51
شجرہ نسب مبارک، قصی کی آمد، کارنامے	52
قصی کی اولاد اور دارلندوہ	53
ہاشم کی شادی اور وفات	55
حضرت عبدالمطلب کی پیدائش	55
چاہ زم زم	56
تاریخ عالم کی ایک منت	58
حضرت عبدالمطلب کی اولاد	60
حضرت عبداللہؓ، شادی مبارک اور وفات	60
حضرت عبداللہؓ کا مادری سلسلہ نسب	62
حضرت آمنہؓ کا مادری سلسلہ نسب ولادت باسعادت	62
حضرت آمنہؓ کے آخری ایام	66
واقعہ اصحاب فیل	68
﴿برکات نور محمدی ﷺ﴾	72
ولادت مبارک حضور نبی کریم ﷺ تغیرات بوقت تولد شریف	75
تولد شریف، تاریخ ولادت حضور نبی کریم ﷺ	75
کائنات کا مقدس ترین گھر	78
رضاعت، شق صدر، حضرت حلیمہؓ سعدیہ ہوازنیہ	79
﴿آپ ﷺ کا رضائی خاندان﴾	83

Marfat.com

صفحہ نمبر	عنوان
83	حضرت عبدالمطلب کی وفات، حضرت ابوطالب
84	شام کا پہلا تجارتی سفر
84	شغل تجارت، شرکائے تجارت
85	حرب فجار اور حلف الفضول
86	شام کا دوسرا سفر تجارت
87	حضرت خدیجہؓ سے نکاح
90	خانہ کعبہ، مقام ابراہیم، مقام ابراہیم کی فضیلت
92	مکہ کا پس منظر
93	حضرت ابراہیمؑ کی دُعائیں اور فضیلت
94	حجر یا حطیم
95	جنت المعلیٰ
96	مکہ زبور میں
97	آب زم زم
98	غلاف کعبہ
100	تعمیر کعبہ
101	احباب خاص
101	نبوت سے پہلے ☆ نزول وحی
101	کوہ حرا
104	﴿آغاز سال نبوی ﷺ﴾
105	نبوی ﷺ سال چہارم تک کے واقعات
105	تبلیغ علی الاعلان قریش کی ایذا رسانیاں
111	5 سال نبویؐ 615ء کے واقعات
111	پہلی ہجرت
113	6 سال نبویؐ 616ء کے واقعات
113	حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا
113	حضرت عمرؓ کا ایمان لانا
115	واقعہ مذکور کے اثرات
115	حضرت بلالؓ، حضرت عمارؓ، حضرت صہیب
116	حضرت ابوفکیہؓ، حضرت سمیہؓ، حضرت زنیرہؓ
116	حضرت نہدیہؓ، اُم عبسؓ
117	حضرت لبینہؓ، حضرت عثمانؓ، زبیرؓ بن العوام
117	حضرت ابوذرؓ، حضرت سعیدؓ بن زید
117	حضرت عبداللہ بن عثمان ابوقحافہؓ کا واقعہ
118	حضرت طفیلؓ، ابن عمرو کے ایمان لانے کا واقعہ
118	دوسری ہجرت حبشہ 616 سال نبوی
119	شعب ابی طالب 7 سال نبوی
	حضرت ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی
121	وفات 10 سال نبوی
122	سفر طائف 10 سال نبویؐ
124	حضرت عائشہؓ بنت ابی بکرؓ سے نکاح 629ء
125	11 سال نبویؐ کے واقعات
125	بیعت عقبیٰ اُولیٰ
127	12 سال نبوی 622ء، عقبیٰ بیعت ثانیہ
128	قبیلہ خزرج کے نقباء
128	قبیلہ اوس کے نقباء
129	﴿واقعہ معراج شریف﴾
129	خلائی سفر کا آغاز واثرات
130	معراج شریف کے مراحل
131	سفر معراج
134	دیدار الٰہی
136	فضیلت شب معراج
137	معراج کا پیغام
137	واقعہ معراج اور جدید سائنسی حقائق
138	دُنیا پر معراج شریف کے اثرات

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
خلائی سفر کی مثالیں	138
مسلمان سائنسدان	140
واقعہ معراج النبی ؐ کا سائنٹیفک استدلال	145
نوری سال	146
﴿واقعہ ہجرت﴾	147
غار ثور اور وجہ تسمیہ، واقعہ غار	149
غار ثور سے روانگی، سفر ہجرت کے واقعات	150
ایک غیر معمولی واقعہ	151
بستی قدید	152
موضع غنیم کا واقعہ	152
کاروان ہجرت کا استقبال، تعمیر مسجد قباء	153
ایک ہزار سال پرانا خط	155
یثرب/مدینہ منورہ	157
سال ہجری کا آغاز	157
﴿ہجری سال اوّل کے واقعات﴾	159
اہل بیتؓ کی مدینہ آمد	161
یہود مدینہ سے معاہدہ	161
مسجد نبوی کی تعمیر	161
حجروں کی تعمیر	162
مہاجرین کے مکانات کی تعمیر	162
صفہ اور اصحاب صفہ	163
مواخات مدینہ	164
حضرات اسدؓ وکلثوم کی وفات	165
حضور ﷺ کا پہلا جمعہ	166
سرایا و غزوات	166
سرایا عیص، وادی رابغ خرار	166
﴿ہجری سال دوم کے واقعات﴾	168
مسجد نبویؐ میں چراغ کی ابتداء	168
تحویل قبلہ	168
مسجد قبلتین، اذان کی ابتداء	169
اذان دنیا میں ہر وقت گونجنے والی آواز	170
حضرت بلالؓ مؤذن اوّل	170
غزوات ابواء، بواط، سفوان، ذی العشرہ	171
سریہ نخلہ	172
﴿غزوہ بدر﴾	173
اسباب	173
واقعات بدر	174
قافلہ بچ نکلا	175
نزول رحمت، عریش کا قیام	177
فوجوں کا آمنا سامنا، پہلے شہید	178
مبارز طلبی، اللہ کی مدد و نصرت	178
اُمیہ بن خلف کا قتل	179
ابو جہل کا قتل	180
شہدائے بدر	180
اسیران بدر سے سلوک	180
شہدائے بدر کا مقام	183
پہلی عید الفطر	184
یہودی شاعرہ کا قتل	184
حضرت فاطمہؓ کی شادی مبارک	185
جہیز مبارک	185
غزوہ سویق، پہلی عید الاضحیٰ، غزوہ بنو قینقاع	185
غزوہ بنی سلیم	186
﴿ہجری سال سوئم کے واقعات﴾	187
کعب بن اشرف کا قتل	187

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
غزوہ اُحد اور اس کا سبب	188
قریش کی تیاری، اُحد میں آمد	188
ایک خواب	189
مشاورتی اجلاس، جھنڈوں کی تقسیم	189
موضع شیخاں میں قیام ولشکر کی روانگی	190
لشکر اسلام کی اُحد آمد	190
لشکر قریش کی اُحد آمد، لڑائی کا آغاز	191
حضرت حمزہؓ کی شہادت	192
کفار کا زمین بوس جھنڈا، گھاٹی سے کفار کا حملہ	193
اعلانِ بخیریت	194
غزوہ اُحد کے دیگر واقعات	194
صحابہؓ کی جاں نثاری	195
اُبی بن خلف کا قتل	197
شہداء کی کیفیت	197
شہداء اُحد کے لیے دُعا، مسلم خواتین کی شرکت	200
غزوہ اُحد میں قریش کا نقصان	200
غزوہ اُحد میں مسلمانوں کا نقصان	201
جنگ اُحد میں فتح یا شکست	201
غزوہ اُحد کی اہمیت، قبرستان شہداء اُحد	202
سریہ زید بن حارثہؓ	202
﴿ہجری سال چہارم کے واقعات﴾	203
سرایا ابی سلمہ، ابن انیس	203
وابو ہراء کی حاضری	204
غزوہ بنی نضیر	204
بنو نضیر کے اموال کی تقسیم اور واقعہ رجیع	204
بنو قریظہ کی بدعہدی، غزوات ذات الرقاع، بدر دوم	206
متفرق واقعات	207
﴿ہجری سال پنجم کے واقعات﴾	208
غزوات، دومۃ الجندل، مریسیع، بنی مصطلق	208
حضرت جویریہؓ کا واقعہ	209
حضرت ریحانہؓ کا واقعہ	209
غزوہ احزاب/خندق	210
صحابہؓ سے مشورہ، خندق کی کھدائی ودیگر واقعات	211
مدینہ کا محاصرہ	213
مبارز طلبی، جنگی حکمت عملی	213
جنگ کا آخری دن	214
جنگ خندق کی اہمیت	215
غزوہ بنو قریظہ	215
غزوہ خندق اور قریظہ کے جنگی مہمات	219
ابورافع کا قتل	219
مدینہ سے ذلیل ترین کے نکالنے کا واقعہ	220
واقعہ افک	221
﴿ہجری سال ششم کے واقعات﴾	224
سریہ محمد بن مسلمہ، غزوہ بنولحیان	224
غزوہ ذی قرد، سریہ غمر، سریہ ذوالقصہ اوّل	225
سریہ ذوالقصہ دوم، جموم، عیص، طرف یا طرق	225
سرایا وادی القریٰ اوّل، خبط، بنی کلب	226
سرایا بنی سعد، وادی القریٰ دوم	227
اُم قرفہ، سریہ عرینین، عمرہ کے لیے روانگی	227
بیعت رضوان	231
بیعت رضوان کی اہمیت	231
عمرہ کو کیسے حلال فرمایا	232
صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط	232
صلح حدیبیہ کی اہمیت	233

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
حدیبیہ میں اللہ کی مدد	234
صلح حدیبیہ کے اثرات	235
﴿ہجری سال ہفت کے واقعات﴾	236
نامہ مبارک بنام اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ	236
حضرت اُم حبیبہؓ سے نکاح	237
نامہ مبارک بنام شاہ مصر	238
نامہ مبارک بنام کسریٰ ایران	239
نامہ مبارک بنام قیصر روم	240
حاکم بحرین منذر بن ساویٰ کے نام	242
ہوزہ بن علی الحنفی کو نامہ مبارک	243
شام کے گورنر حارث کو دعوت اسلام	243
والیان عمان کے نام نامہ مبارک	244
غزوہ خیبر	245
خیبر روانگی کا اعلان اور راستہ	246
خیبر کے باہر شب باشی، اسلامی لشکر کا پڑاؤ	247
جنگ کی تیاری، خیبر کی تقسیم	247
قلعہ ناعم کی فتح	248
قلعہ صعب کا معرکہ، قلعہ زبیر، قلعہ اُبی	249
قلعہ نزار اور باقی قلعوں کی فتح	249
صلح کی بات چیت	250
فریقین کے مقتولین، خیبر کے اموال کی تقسیم	250
حضرت صفیہؓ سے نکاح	251
غزوہ وادی القریٰ، اہل فدک کو دعوت اسلام	251
زیارت کعبہ، ایک غیر معمولی واقعہ، سریہ قدید	251
سرایا تربہ، اطراف فدک، خیبر،	252
سرایا یمن وجبار، نمار	253
سریہ ابوالعوجاء	253

عنوان	صفحہ نمبر
﴿ہجری سال ہشتم کے واقعات﴾	254
غزوہ موتہ، خالد بن ولید کی جنگی چال	254
حضرت جعفرؓ کا اعزاز، معرکہ کا اثر	255
وجوہات، افشائے راز	257
ابوسفیان اور ساتھیوں کی گرفتاری	258
لشکر اسلام کا مکہ میں داخلہ	258
تاریخ اسلام کا پہلا اجتماعی خطبہ	260
بیعت	261
مکہ میں نبی علیہ السلام کا قیام، خانہ کعبہ کی کنجی	262
خانہ کعبہ کی کنجی	262
مسجد حرام میں اذان بلالی	262
فتح مکہ کے بعد عفو عام، مجرمین کے قتل کا حکم	263
اکابر مجرمین کے قتل کا حکم	263
غزوہ حنین، مسلم فوج کی روانگی	264
اسلامی لشکر وادی میں	264
دشمن کا نقصان	265
جنگ اوطاس	265
محاصرہ طائف	267
غنیمت کی تقسیم	267
سرایا غالب، ذات عرق، ذات اطلح	268
غزوہ انہدام	268
عزیٰ، سواع، مناۃ کی تباہی	269
بنوحذیمہ کو دعوت اسلام	269
﴿ہجری سال نہم کے واقعات﴾	270
غزوہ تبوک	270
اکیدر کی گرفتاری	271
مسجد ضرار کی تعمیر وانہدام	271

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
غزوہ تبوک کے منافق	272
سرایہ بشکل فوجی مہمات	274
سریہ عینیہ بن حصن ضراری	274
سریہ قطبہ بن عامر، سریہ ضحاک	274
سریہ علقمہ، سریہ حضرت علیؓ	274
پہلا حج	275
دیگر واقعات	277
﴿ہجری سال دہم کے واقعات﴾	278
حج کی تیاری	278
مکہ معظمہ میں آمد، ادائیگی حج	278
خطبہ الوداع	280
خطبہ عرفات اور وقوف	281
خطبہ منیٰ	283
قربانی، حجام کی طلبی، طواف وزیارت، چاہ زمزم	283
نبی کریم ﷺ کا آخری خطبہ، مدینہ واپسی	284
طواف الوداع، وصال مبارک	284
مسجد نبوی میں آخری خطاب	285
ایک دن پہلے، امامت، وصیت، غمگساران	285
مسواک کی طلب، تجہیز و تکفین	286
﴿ازواج مطہرات﴾	288
احکامات قرآن	288
ازواج مطہرات اور اولاد پاک	289
حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ، رہائشگاہ	290
حضرت خدیجہؓ سے شادی	291
حضرت سودہؓ بنت زمعہ	292
حضرت عائشہؓ بنت ابوبکر	293
حضرت عائشہؓ کا مقام	293
حضرت حفصہؓ بنتِ عمر فاروقؓ	295
حضرت زینبؓ بنتِ جحش اسدی	295
حضرت زینبؓ بنتِ خزیمہ ہلالیہ	297
حضرت ریحانہؓ بنتِ زید نضر	297
حضرت اُم سلمہؓ بنتِ ابی اُمیہ	297
حضرت اُم حبیبہؓ بنتِ ابوسفیان	298
حضرت میمونہ بنتِ حارث ہلالیہ	299
حضرت جویریہؓ بنتِ حارث بن ابی ضرار	299
حضرت صفیہؓ اسرائیلیہ بنتِ حی بن اخطب	300
حضرت ماریہ قبطیہؓ	300
﴿جنت البقیع کا قیام﴾	302
ازواج مطہراتؓ سے حسن سلوک	304
ازواج مطہراتؓ اور مسئلہ تحریم	305
ازواج مطہراتؓ کی تعداد کا جواب	307
آنحضرت ﷺ کی اولاد پاک	310
حضرت قاسمؓ، حضرت زینبؓ	310
حضرت زینبؓ کی اولاد	312
حضرت رقیہ، حضرت اُم کلثوم	313
حضرت فاطمۃ الزہراؓ	313
حضرت فاطمہؓ کی اولاد	314
حضرت ابراہیمؓ، حضرت عبداللہؓ	314
﴿دورِ رسالت مآبؐ کے اساتذہ کرام﴾	316
﴿رسالت مآبؐ کے دور کے مفتی و جج و قاضی﴾	316
﴿خواتین صحابیہ جج و قاضی﴾	317
﴿حضور نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک﴾	318
رُوئے مبارک	318
چشم مبارک	319

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
ابرو، بینی مبارک	320
پیشانی، گوش، دہان مبارک	320
لعاب دہن مبارک	321
زبان مبارک	322
آواز مبارک، خندہ وگریہ مبارک	323
سر مبارک، دست وگردن، دست مبارک	324
سینہ مبارک وقلب شریف	330
پائے مبارک وقد مبارک	330
رنگ مبارک	331
بول براز مبارک، موئے مبارک	332
لباس مبارک	333
﴿نبی کریمؐ کے آثار شریفہ کی تعظیم وتکریم﴾	334
موئے مبارک	334
منبر مبارک کا تقدس	335
مسجد نبویؐ میں آتش زدگی	336
متروکات نبویؐ	336
پانی کے پیالہ کی برکات	337
پارچات ودیگر اشیاء	337
کھانے پینے کے برتنوں کی فضیلت	339
﴿حضور ﷺ کے خلق عظیم﴾	342
صبر وبرداشت، عفو درگزر	344
نضر کے قتل کا واقعہ	345
دعثور بن حارث کا ایمان لانا	345
قوم کے لیے دُعا	345
فرات بن حیان کا اقرار اسلام	346
ثمامہ بن اثال الیمامی کا اسلام لانا	346
کوہ تنعیم کا واقعہ، زہر آلود گوشت	346
حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں کا ایمان لانا	347
حضرت حاطبؓ سے درگزر، ابوسفیان سے مروت	348
عکرمہ، صفوان کا ایمان لانا	348
ثقیف کیلئے دُعا، ہبار بن اسود کی معافی	349
بجیر بن زہیر کا ایمان لانا	349
کعب کے قتل کا حکم اور قبول اسلام	350
حضرت وحشیؓ کا واقعہ، نرم گیری کی مثال	350
بخشش کی مثال، یہودی عالم کا ایمان لانا	350
اخلاق نبویؐ کا معراج	352
﴿حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص مبارک﴾	353
﴿دُورد شریف وزیارت مرقد مبارک﴾	363
دُرود شریف	363
روضہ مبارک کی زیارت	364
آداب زیارت، دُعا بتوسل حضور اقدسؐ	365
قحط کے واقعات، استغاثہ کی صورت	368
بیماری سے نجات	372
مسجد بنانے کا حکم، الزام سے بریت	374
قصیدہ بردہ شریف کی وجہ تسمیہ	374
دشمن سے نجات، نامۂ شفا، قید سے رہائی	375
﴿حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت ورحمت﴾	377
نمازوں میں تخفیف	380
آگ سے نجات، قیامت میں شفاعت	380
عورتوں پر شفقت ورحمت	382
بیوگان، یتامیٰ ومساکین وبچوں پر رحمت وشفقت	383
اُم خالد کے واقعات	385
غلاموں پر شفقت ورحمت	386
چوپاؤں پر شفقت ورحمت	387

Marfat.com

عنوان	صفحہ نمبر
پرندوں اور حشرات پر شفقت ورحمت	388
نباتات و جمادات پر رحمت	389
تواضع وحسن معاشرت	389
عدی بن حاتم کا واقعہ	390
سخاوت وایثار	393
شجاعت وقوت، عزم واستقلال	397
زُہد	398
خوف وعبادت	399
امانت وعدل	400
حسن عہد وفا	402
عفت وحیاء	403
﴿معجزات نبوی ﷺ﴾	404
رُوح انور ومادہ اطہر	406
بچپن کے معجزات، شق صدر	406
شق القمر	407
ردّ الشمس، مردوں کو زندہ کرنا	408
تغیر وتبدل کے واقعات	409
بچوں کی شہادت	410
بیماروں کے لیے شفاء	411
طعام قلیل کو کثیر بنا دینا	412
اجابت دُعاء	414
نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ	417
اُنگلیوں سے چشموں کی طرح پانی کا جاری ہونا	418
﴿حیوانات کی اطاعت وکلام﴾	419
اُونٹ کی شکایت وسجدہ	419
بکری کی طاعت وسجدہ	420
بھیڑیے کی شہادت وطاعت	420
نباتات کی، طاعت، سلام وشہادت	421
﴿جمادات کی طاعت، تسبیح وسلام﴾	423
﴿مغیبات پر مطلع ہونا﴾	426
اخبار بالغیبات	427
ایک سچا واقعہ	428
﴿قیامت کی علامات﴾	431
تاتاریوں کا فتنہ اور حادثہ بغداد	434
کعبہ شریف کی حجامت	435
﴿اُمت پر حضور ﷺ کے حقوق﴾	436
علامات حُب صادقین	437
تعظیم وتوقیر	439
آنحضرت ﷺ کا اَدب	441
﴿عبد اللہ ابی اور اس کی منافقت﴾	444
حکم ربی اور منافق	448
منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت	449
کفار اور منافقین کا کہنا نہ ماننا	452
﴿حضرت محمد ﷺ بحیثیت سپہ سالار اعظم﴾	455
﴿حضور نبی کریم ﷺ کا نظام حکومت﴾	460
﴿حضور ﷺ کے ایک دن کے مُعمولات﴾	464
﴿حضور نبی کریم ﷺ کے طبعی امور﴾	465
﴿عظمت قرآن﴾	468
﴿قرآن مجید کے قدیم ترین نسخے﴾	472
اصحاب کہف سے متعلق غار کی تحقیق	474
بلحاظ الفاظ قرآن کا نصف	474
قرآن مجید اور علم ریاضی	475

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرض مؤلف

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی تمام آیات میں سب سے فضیلت والی آیت سورۃ البقرہ میں نازل فرمائی:۔
''کوئی عبادت کے لائق نہیں بغیر اس کے، زندہ ہے سب کو زندہ رکھنے والا ہے، نہ اس کو اُونگھ آتی ہے اور نہ نیند، اس کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے، کون ہے جو سفارش کر سکے اس کے پاس بغیر اس کی اجازت، جانتا ہے جو ان سے پہلے (ہو چکا) ہے اور جو ان کے بعد ہونے والے ہیں اور وہ نہیں گھیر سکتے کسی چیز کو اس کے علم سے مگر جتنا وہ چاہے، سماں رکھا ہے اس کی کرسی نے آسمانوں اور زمین کو اور نہیں تھکاتی اسے زمین و آسمان کی حفاظت اور وہی ہے سب سے بلند عظمت والا۔'' آیت نمبر 255

وجہ تسمیہ شروع (اللہ) کے نام سے جس کے چار حرف ہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا اسم مبارک (احمد) اور (محمد) ہر دو نام کے حرف چار/ چار ہی ہیں۔ اس طرح اللہ، احمد اور محمد کے حروف کی تعداد 12 محسوب ہوتی ہے۔ شانِ ربی ہے کہ آپ حضور ﷺ کی ولادت مبارک چاند کی 12 تاریخ ماہ ربیع الاوّل میں ہوئی، ربیع کے بھی چار ہی حرف ہیں۔ قرآن اور مجید کے بھی چار/ چار حروف اور قرآن مجید میں حضور ﷺ کا اسم مبارک محمد بھی چہار بار آیا۔ چاند، سورج، نجوم (ستارے) زمین، سمندر اور پہاڑ اللہ کی نشانیاں ہیں۔ اسی طرح کلمہ، نماز، روزہ اور زکوٰۃ ان سب کے چار/ چار حروف ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے زمین کی چہار اطراف مقرر فرمائیں۔ ان اطراف کو مشرق، مغرب، جنوب، شمال کہا گیا۔ یہ سب چار چار حروف کا مجموعہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو چار صاحبزادیاں عطا فرمائیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کے محبوب غلام حضرت سیدنا بلالؓ کے نام کے بھی چار حروف ہیں۔ انہیں یہ بھی شرف حاصل ہے کہ وہ مؤذن اوّل ہیں اور (موذن) کے بھی چار حروف ہیں۔ یہاں یہ بیان کرنا بھی ضروری ہے کہ الہامی کتب کی تعداد بھی چار ہی ہے۔ ان حقائق کی بنا پر اس کتاب کا نام (سیرت رہبر عالم) تحریر ہوا۔ ہر سہ الفاظ، سیرت کے چار حرف، رہبر کے چار حرف اور عالم کے چار حرف مجموعی طور پر 12 حروف ہوئے۔ جو 12 ربیع الاوّل کی مناسبت سے کتاب کا عنوان منتخب ہوا۔ کوئی انسان حضور نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کی شان مبارک بیان نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو بے شمار انعامات سے نوازا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

"صرف اس لیے ہم نے آسان کر دیا ہے۔ قرآن کو آپ ﷺ کی زبان میں، تاکہ مژدہ سنائیں۔ اس سے پرہیز گاروں کو اور ڈرائیں۔ اب کے ذریعے اس قوم کو جو بڑی جھگڑالو ہے۔"

(سورہ مریم۔ آیت نمبر 97)

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی آخر الزمان ﷺ کی مادری زبان کو قرآن کی زبان قرار دے کر نہ صرف عالم اسلام بلکہ ساری دنیا میں بولے جانے والی زبان بنا دیا۔ بے شمار انعامات میں سے یہ بھی ایک عظیم الشان انعام ہے۔ سیرت رہبر عالم ﷺ میں سرور کونین رحمۃ اللعالمین، خاتم النبیین ﷺ کا اسم مبارک 4645 بار تحریر ہوا۔ جن کا مجموعہ 19 آیا۔ یہاں یہ بات انتہائی خوش آئند ہے کہ "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کے 19 حروف اور وحی اوّل کے بھی 19 حروف ہیں۔ قرآن مجید میں لفظ (اسلام) بھی 19 بار آیا۔ قرآن کی 444 آیات کے حوالہ جات کے علاوہ 207 احادیث مبارکہ کے حوالہ جات درج ہیں نبی آخر الزمان ﷺ کا اسم مبارک لکھنے سے پہلے ایک خاص مارکر (قلم) حاصل کیا گیا۔ جس کی روشنائی سبز تھی۔ اسم مبارک لکھنے سے پہلے (بسم اللہ الرحمٰن الرحیم) اور درود ابراہیمی پڑھ کر حاصل شدہ مارکر (قلم) سے اسم مبارک تحریر ہوتا رہا۔ حتیٰ کہ اس کی سبز روشنائی ختم ہوگئی۔ پھر اس نوعیت کا دوسرا مار کر لیا اور اسم مبارک تحریر کرنے کا عمل جاری رہا۔ یہاں تک کہ (سیرت رہبر عالم ﷺ) تکمیل پا گئی۔ اس عمل میں خاص بات یہ رہی کہ ہر دو مارکر نے سوائے اسم مبارک کے اور کوئی لفظ تحریر نہیں کیا۔ پہلا مار کر جس کی سبز روشنائی اسم مبارک لکھتے لکھتے ختم ہوگئی وہ میرے پاس محفوظ ہے جبکہ دوسرا مار کر تادم تحریر اپنا عمل جاری رکھے ہوئے ہے۔

راقم الحروف کا تعلق سلانوالی ضلع سرگودھا سے ہے۔ ابتدائی تعلیم ہائی سکول سلانوالی سے حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان اسی سکول سے سال 1959 میں پاس کیا۔ اس کے بعد گورنمنٹ کالج سرگودھا سے گریجویشن کی ڈگری سال 1964 میں پنجاب یونیورسٹی سے حاصل کی۔ مئی 1965 میں ملازمت سرکار کا آغاز ہوا۔ عرصہ ملازمت 40 سال پایا۔ مقررہ مدت 60 سال مکمل ہوئی تو بطور تحصیلدار ریٹائرمنٹ ملی۔ جو سال 2002 میں ہوئی۔ چونکہ میں تاریخ کے مضمون میں دلچسپی رکھتا ہوں اس لیے ریٹائرمنٹ کے بعد (تاریخ) لکھنا شروع کی جو ملک امریکہ کے متعلق تھی۔ وجہ یہ ہوئی کہ میرے خاندان کے چند افراد امریکہ میں رہائش پذیر ہیں۔ وہاں سے مجھے امریکہ کے متعلق بہت سی تاریخی معلومات آسانی سے حاصل ہوئیں۔ میری مونس و ہمدم رفیقہ حیات نے حسب معمول مجھے مشورہ دیا کہ دین اسلام سے متعلق لکھیں تو میں نے (اولیائے کرام کی سوانح حیات) لکھنا شروع کر دی۔ تادم تحریر 160 سے زیادہ اولیائے کرام کی زندگی کے حالات، پیدائش و اموات و کرامات کا مسودہ تحریر ہو چکا ہے۔ جس کے چھ والیوم بنائے ہر والیوم میں 24 اولیائے کرام کے حالات زندگی درج ہیں۔ ساتوں والیوم جاری تھا۔ اسی دوران اللہ تعالیٰ کے کرم سے ایک تبدیلی آئی تو (خلفائے

Marfat.com

راشدینؓ) کے واقعات وحالات تحریر کیے۔ جوایک مسودہ کی صورت میں موجود ہے۔ پھر رویائے صادقہ سے امر ہوا کہ جو (وجہ تخلیق کائنات ہیں) ان کے بارے لکھو۔

اللہ تعالیٰ کے کرم سے اس مقدس کام کا باقاعدہ آغاز سال 2006ء میں ہوا۔ یہاں اس ضمن میں اجمالی طور پر ان عنوانات کا ذکر پیش خدمت ہے جو ہمیں دیگر کتب ہائے سیرت سے ممتاز کرتے ہیں۔ جس میں عربوں کی بود و باش، پیداوار، رہن سہن، شمسی تقویم، گائیڈ کی اہمیت اور اونٹوں کی اقسام بحوالہ قرآن، معاشرتی حالت، عرب کی تاریخ میں بنی اسرائیل، یہودیت، عیسائیت، بابل کے حکمرانوں کے حملے، یہودی ریاست کا قیام، یہود کا یثرب میں وارد ہونا اور طوفان نوحؑ کے بعد عرب کی تاریخ کی ابتداء اور عرب میں بت پرستی کا آغاز، درخت پرستی کا آغاز، قبل از اسلام عربوں میں نکاح کی اقسام اور بہت سے عنوانات کے تحت سیر حاصل تاریخی مواد جمع ہے۔ ولادت باسعادت بحوالہ کتب انجیل ان مستند تاریخی حوالوں سے درج ہوئیں۔ حضور نبی کریم ﷺ کا نسب مبارک تحقیقی حوالوں سے حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ تک، چاہ زم زم کی کھدائی کا تاریخی واقعہ اور پھر تاریخ عالم کی ایک منت اس کے بعد حضرت عبدالمطلبؓ کی اولاد کی تفصیل، حضرت عبداللہ کی شادی اور وفات کے مفصل حالات، حضرت عبداللہؓ اور حضرت آمنہؓ ہر دو کا مادری سلسلہ نسب، اس کے بعد واقعہ اصحاب فیل قرآن مجید کی تفسیر کے ساتھ درج کیا گیا۔ ولادت مبارک سے قبل برکات نور محمدی ﷺ کا ظہور و تغیرات بوقت تولد شریف اور تاریخ ولادت کے متعلق متقدمین اور دور حاضر کے نامور محققین کی آراء، آپ حضور ﷺ کے مقدس ترین گھر کا تفصیلی ذکر، حضرت حلیمہ سعدیہؓ کی زندگی کے حالات اور رضاعت کے دوران پیش آنے والے واقعات کا مفصل بیان پڑھنے کو ملے گا۔ حضور نبی ﷺ کا شغل تجارت، شرکائے تجارت اور تجارتی اسفار کی تفصیل، حضرت خدیجہ الکبریٰ سے نکاح و دیگر تفصیلات، خانہ کعبہ کی تاریخ اور مکہ کی عظمت کا بیان، مکہ کا پس منظر، مقام ابراہیم، حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں، حجر یا حطیم کی وضاحت، جنت المعلیٰ، مکہ کا ذکر دیگر الہامی کتب میں، آب زم زم، تعمیر کعبہ اور غلاف کعبہ کے آغاز سے متعلق مکمل تفصیلات درج ہیں۔ سال نبوی کا آغاز پہلی ہجرت اور دوسری ہجرت حبشہ کی تفصیل اور دونوں ہجرتوں کا اعزاز پانے والے اصحابؓ کے اسمائے گرامی خاص طور پر تحریر کیے گئے ہیں۔ محصورین شعب ابی طالب کے کٹھن حالات، طائف اور سفر طائف کے مفصل واقعات، بیعت، عقبیٰ اولیٰ و بیعت عقبیٰ ثانی کے واقعات، قبیلہ اوس و خزرج کے نقباء کے اسمائے گرامی، واقعہ معراج شریف جس میں خلائی سفر کا آغاز و اثرات، معراج شریف کے مراحل، دیدار الٰہی، فضیلت شب معراج اور معراج مبارک کا پیغام علاوہ ازیں جدید سائنسی حقائق، دنیا پر معراج شریف کے اثرات، پھر جو مسلمان سائنسدان واقعہ معراج شریف کے بعد پیدا ہوئے ان کے کارناموں کا ذکر، واقعہ ہجرت اس میں غار ثور سے روانگی اور دوران سفر کئی غیر معمولی واقعات کا پیش آنا، یثرب/مدینہ منورہ کی تفصیل، ایک ہزار سال پرانا خط، سال ہجری کا آغاز 622ء میں ہوا۔ دوران سال پیش آنے والے واقعات، یہود مدینہ سے معاہدہ، مسجد نبوی ﷺ اور حجروں کی تعمیر، اصحاب صفہ کے حالات و واقعات، مواخات مدینہ تاریخ عالم کے ایک بے مثال بھائی چارے کی تفصیل، حضور نبی کریم ﷺ کا پہلا

Marfat.com

جمعہ، مسجد نبویؐ میں چراغ کی ابتداء کا واقعہ اور قبلہ کی تبدیلی، اذان کی ابتداء اور اذان دنیا میں ہر وقت (چوبیس گھنٹے) گونجنے والی آواز ہے۔

﴿سلسلہ غزوات و سرایہ﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں 27 غزوات اور 47 سرایہ وقوع پذیر ہوئے۔ سیرت مبارک میں 23 غزوات کی تفصیل درج ہے۔ صرف 9 غزوات میں قتال ہوا۔ جو یہ ہیں (بدر۔ اُحد۔ مریسیع۔ خندق۔ قریظہ۔ خیبر۔ فتح مکہ۔ حنین اور طائف)۔

سرایہ کی کل تعداد 47 میں سے 40 کے واقعات مفصل اور بڑی تصدیق کے بعد دلچسپی سے بیان ہوئے بلکہ بعض سرایہ تو معجزہ کے طور پر لڑے گئے۔ جیسے سریہ (خبط) میں تین سو جانبازوں کی خوراک کا انتظام اللہ تعالیٰ نے صرف ایک مچھلی سے پورا فرما دیا۔ ہجری سال ششم ۶۲۸ عیسوی کو غیر معمولی حیثیت حاصل رہی۔ اس سال میں سب سے زیادہ سرایہ یعنی 13 وقوع پذیر ہوئے۔ ان کے علاوہ اسی سال میں غزوہ (موتہ) پیش آیا۔ اسلامی فوج کے 30000 ہزار جوانوں نے کفار کی سب سے بڑی فوج جو تعداد میں تین لاکھ بتائی گئی ہے سے مقابلہ کیا۔ اس جنگ کا المیہ یہ تھا کہ حضرت زیدؓ، حضرت جعفر بن ابی طالبؓ اور حضرت عبداللہ بن رواحہؓ تینوں سپہ سالاروں نے جام شہادت نوش فرمایا۔ ان کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے کمان سنبھالی۔ اس دن ان کے ہاتھ سے 9 تلواریں ٹوٹیں۔ اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ دشمن کا کس قدر نقصان ہوا ہوگا۔ جبکہ مسلمانوں کے صرف 14 جوان شہید ہوئے۔ حضرت خالد بن ولیدؓ کی جنگی حکمت عملی سے 30000 ہزار کی نفری بچا کر لے آنا ایک معجزہ تھا۔

﴿ہجری سال دوئم﴾ بمطابق 624 عیسوی میں غیر معمولی واقعات پیش آئے۔ جیسے (تحویل قبلہ) جس کی تبدیلی کا 16/17 ماہ کے بعد حکم الٰہی نازل ہوا۔ جس کی تعمیل نماز ظہر کی تیسری رکعت ہی میں ہوئی۔ اسی سال میں اذان کی ابتداء ہوئی۔ اذان مبارک کا یہ اعزاز ہے کہ روئے زمین پر چوبیس گھنٹے بلا کسی توقف کے مشرق سے مغرب تک گونجتی رہتی ہے۔ غزوہ بدر 21 جون 624ء عیسوی بروز ہفتہ کفار کے خلاف 313 یا 309 جانثاروں کے ساتھ لڑی گئی۔ کفار کو شکست فاش ہوئی۔ قریش سے 70 مقتول اور 70 ہی جنگی قیدی بنائے گئے۔ جبکہ مسلمانوں سے صرف 14 شہید ہوئے۔ عربوں میں یہ رواج عام تھا کہ جنگ کی ابتداء فریقین کے بہادر سورماؤں کی انفرادی لڑائی سے ہوا کرتی تھی۔ اس عمل کو مبارزطلبی کہا جاتا تھا۔ شہداء بدر کو نمایاں مقام حاصل ہے۔ دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

﴿جنگ احد﴾ حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے خواب میں لڑائی کے نتائج سے آگاہ فرما دیا تھا۔ اس جنگ کا ایک اور اہم ترین پہلو وہ ہے کہ آپ ﷺ نے موضع شیخاں سے بعض کم عمر صحابہؓ کو واپس فرما دیا تھا۔ دیگر صحابہ کے علاوہ حضرت سمرہ بن جندبؓ اور رافع بن خدیجؓ جن کی عمریں 15/15 سال تھیں۔ انہیں بھی واپس کر دیا تھا۔ پھر بتایا گیا کہ یا رسول اللہ ﷺ رافع اچھا تیر انداز ہے۔ اسی طرح سمرہ کے بارے کہا گیا کہ وہ کشتی میں رافع کو پچھاڑ دے گا۔ تو کشتی کرائی گئی۔ سمرہ نے رافع کو پچھاڑ دیا۔ یہ دیکھ کر حضور نبی کریم ﷺ نے ان دونوں کو لڑائی میں شرکت کی اجازت فرما دی۔ اس جنگ

Marfat.com

میں مدینہ کی کچھ خواتین نے بھی شرکت فرمائی۔ جس میں حضرت فاطمہ الزہرہؓ بھی شامل تھیں۔ احد میں حضرت حمزہؓ شہید ہوئے۔ یہ واقعات 3 ہجری 625 عیسوی میں وقوع پذیر ہوئے۔

چار ہجری بمطابق 626 عیسوی کے اہم واقعات میں یہودیوں نے اپنا ایک مقدمہ آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ تو آپ ﷺ نے تورات کے مطابق (رجم) کا حکم صادر فرمایا۔ بعض مورخین نے حرمت شراب کا حکم بھی اسی سال میں نازل ہونا لکھا ہے۔ اسی سال حضرت زین بن ثابتؓ نے عبرانی زبانی سیکھ لی تھی۔ تاریخ کی کتابوں میں آیا کہ غزوہ (ذات الرقاع) میں بھی پہلی بار (صلوۃ الخوف) پڑھی گئی۔

پانچ ہجری 627 عیسوی میں غزوات (دومتہ الجندل، مریسیع، احزاب، (خندق)، بنوقریظہ) پیش آئے۔ غزوہ احزاب میں حضرت سلیمان فارسیؓ کے مشورے سے مدینہ کے گرد خندق کھودی گئی۔

سیرت رہبر عالم ﷺ میں بنوقرظیہ کے ساتھ جنگی واقعات تفصیل اور حوالہ جات کے ساتھ تحریر ہوئے ہیں۔ جنگ خندق اور قریظہ کے بعد جنگی مہمات کا سلسلہ جاری رہا۔

چھ ہجری 628 عیسوی میں 2 غزوات اور 13 سرایہ وقوع پذیر ہوئے۔ غزوہ بنولیحان سے پہلے کفار نے 10 صحابہ کو دھوکہ سے شہید کر دیا تھا۔ بنولیحان کے خلاف آپ ﷺ نے یلغار فرمائی تو وہ سب لوگ بھاگ گئے اور پہاڑیوں میں جا چھپے۔ ان کے تعاقب میں آپ ﷺ نے وہاں 2 روز قیام فرمایا۔ غزوہ ذی قرد کی مہم بھی کامیاب رہی۔ تمام اونٹنیاں واپس حاصل کر لی گئیں اور 30 یمنی چادریں بھی چھین لی گئیں۔

سات ہجری 629 عیسوی ایک طرح سے سفارتی سال تھا۔ آپ ﷺ نے گرد ونواح کے حکمرانوں کو اسلام قبول کرنے کے لیے خطوط ارسال فرمائے۔ بعض حکمرانوں منفی اور بعض نے مثبت رویہ اختیار کیا۔ جس کی آپ کو پوری تفصیل سیرت مبارک ﷺ میں ملے گی۔ سرایہ میں (قدید، تربہ، یمن، جبار، نمار، ابوالعوجا اور خیبر) شامل ہیں۔

آٹھ ہجری 630 عیسوی اس سال پانچ غزوات ہوئے۔ سب سے اہم غزوہ فتح مکہ پیش آیا۔ اس کے علاوہ تین سرایہ بھی وقوع پذیر ہوئے اور بتوں کے انہدام کی مکمل کاروائی عمل میں لائی گئی۔

نو ہجری 631 عیسوی۔ غزوہ تبوک کی مہم کے دوران آپ ﷺ کی اونٹنی پیچھے رہ گئی۔ تو لوگ اعتراض کرنے لگے کہ انہیں اپنی اونٹنی کا علم نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو اونٹنی کے متعلق آگاہ فرما دیا اور اونٹنی اس مقام سے مل گئی۔ جہاں کا شارہ دیا گیا تھا۔ غزوہ تبوک کے منافقین کا ذکر قرآن مجید کے بیان سے ثابت ہے۔ اس سال پہلا حج ادا ہوا۔ جبکہ 5 سرایہ وقوع پذیر ہوئے۔ حج کے موقع پر حضرت علیؓ نے وہ اعلانات کیے۔ جن کا حکم نبی کریم ﷺ نے انہیں دیا تھا جو بہت ہی اہم تھے۔ جن کی تفصیل کتاب میں درج ہے۔ سال کے دیگر اہم تاریخی واقعات میں نجاشی شاہ حبشہ نے وفات پائی۔ جس کی غائبانہ نماز جنازہ حضور نبی کریم ﷺ نے پڑھائی۔

آپ کی صاحبزادی ام کلثوم اسی سال میں فوت ہوئیں۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بھی اسی سال فوت ہوا۔

Marfat.com

منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے روکنے کا حکم بھی نازل ہوا۔ایک خامدیہ خاتون نے بدکاری کا اعتراف کیا تو بچے کے دودھ چھڑانے کے بعد اُسے رجم کیا گیا۔طائف کے سردار نے اسلام قبول کیا۔تو اہل طائف نے اسے قتل کر دیا۔پھر بعد میں اہل طائف ایمان بھی لے آئے۔

دس ہجری 632 عیسوی یہ سب سے افضل سال ہے۔وفود عرب پے در پے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اہل یمن وملوک حمیری ایمان لائے۔آپ ﷺ کا یہ پہلا اور آخری حج تھا۔جس کو حجتہ الوداع کہتے ہیں۔ادائیگی حج کے اعلان عام کے بعد ہر طرف سے مسلمانوں کا سیلاب اُمنڈ آیا۔قافلہ حج مدینہ سے روانہ ہوا۔تفصیل اس سال کے اہم وقاعات میں ملاحظہ فرمائیں۔مکہ معظمہ میں آمد، ادائیگی حج خطبہ الوداع، خطبہ عرفات اور وقوف، خطبہ منیٰ اس کے بعد حجام کی طلبی فرمائی اور طواف الوداع فرمایا اور اخیری خطبہ اور مدینہ واپسی مسجد نبوی میں آپ ﷺ کا آخری خطاب ہوا۔ تفصیل کیساتھ سیرت مبارک میں پڑھیے۔

رسالت مآب کے دور کے اساتذہ کرام، مشہور ومعروف معلمان، مفتی، جج، قاضی اور قاضیہ صاحبان کے اسم مبارک پڑھنے کے علاوہ خواتین جج اور قاضی کے نام بھی ملیں گے۔

ازدواج مطہرات اور اولاد پاک کا ذکر مستند حوالہ جات کے ساتھ درج ہے اور مسئلہ تحریم قرآن پاک کی روشنی میں لکھا گیا اور مکہ معظمہ اور مدینتہ النبی ﷺ کا تاریخی وجغرافیائی اور مذہبی حیثیت کو ہر چند بیان کرنے کی کوشش کی ہے۔ جنت المولیٰ اور جنت البقیع کی تفصیل درج ہے۔آپ ﷺ کے آثار شریفہ کی تعظیم وتکریم، مسجد نبوی ﷺ میں آتشزدگی، متروکات نبوی ﷺ کا حال، آپ حضور ﷺ کے خلق عظیم کا بیان، حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص مبارک، مرقد مبارک کی زیارت اور درود شریف، آداب زیارت، دعا بتوسل حضور نبی کریم ﷺ، قصیدہ بردہ شریف کی وجہ تسمیہ، حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت اور رحمت کا ذکر، عورتوں، بیوگان، یتامیٰ، غلاموں، چوپاؤں، پرندوں، حشرات الارض، نباتات، جمادات پر رحمت وشفقت کا الگ الگ عنوانات کے تحت بیان، تواضع وحسن معاشرت کے ضمن میں عدی بن حاتم کا واقعہ، سخاوت و ایثار، شجاعت وقوت، عزم واستقلال اور زُہد۔آپ ﷺ کی عبادت، امانت وعدل، حسن عہد وفا، عفت وحیاء۔حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات شق الصدر، پھر شق القمر، ردّ الشمس، مُردوں کو زندہ کرنا، بچوں کی شہادت، بیماروں کے لیے شفا، اجابت دعا، طعام قلیل کو کثیر بنا دینا، نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ، انگلیوں سے چشموں کی طرح پانی کا جاری ہونا جیسے معجزات شامل ہیں۔ان کے علاوہ حیوانات کی اطاعت وکلام کرنے کے واقعات درج ہیں۔اخبار بالغیبات، مغیبات پر مطلع ہونا، قیامت کی علامات، نورالدین محمود زنگی کا سچا واقعہ، تاتاریوں کا فتنہ اور حادثہ بغداد، کعبہ شریف کی حجابت، امت پر آپ حضور ﷺ کے حقوق، علامات حُبّ صادقین، تعظیم وتوقیر اور آپ حضور ﷺ کا ادب، حضور نبی کریم ﷺ بحیثیت سپہ سالار اعظم، جنگی حکمت عملی اور بروقت مناسب فیصلہ جات کا ذکر، منافقوں کے بارے میں احکاماتِ ربی کا حکم، حضور نبی کریم ﷺ کے نظام حکومت کا ذکر، آپ سرکار دو عالم ﷺ کے ایک دن کے معمولات کا بیان، حضور ﷺ کے طبعی امور

Marfat.com

تفصیلاً درج ہوئے۔ عظمت قرآن مجید کے حوالہ سے قدیم ترین نسخوں، اصحاب کہف سے متعلق غار کی تحقیق، بلحاظ الفاظ قرآن کا نصف اور قرآن مجید اور علم ریاضی کا بیان شامل ہے۔

آخر میں تمام سیرت نگاروں کا مشکور ہوں کہ ان کی قیمتی نگارشات سے استفادہ حاصل کیا اور میں ان سب احباب و اہل خانہ کا مشکور ہوں جنہوں نے اس مبارک کام میں میری رہنمائی فرمائی۔ خاص طور پر میرے برادر نسبتی فضل الرحمٰن خان حال مقیم کینیڈا اور سید فیصر گیلانی ایڈووکیٹ ہائیکورٹ، محمد افضل ملک ایڈووکیٹ (ریٹائرڈ ایس پی) اور میرے دیرینہ دوست ملک نذر محمد گاہی ایڈووکیٹ آف نور پور تھل شامل ہیں۔ ان کے علاوہ ملک مشتاق (سابقہ نعمت کدہ ہوٹل والے حال نور جنرل سٹور سلانوالی والے) بھی میرے خاص شکریہ کے مستحق ہیں۔ وماتوفیقی الاباللہ۔

سپردم بتو مایہ خویش را
تو دانی حساب کم و بیش را

۲ جمادی الاوّل ۱۴۳۶ھ

22 فروری 2015ء

11 پھاگن 2071 ب

خیر اندیش!

محمد ارشاد علی قریشی

(تحصیلدار ریٹائرڈ)

نیو ایڈن گارڈن، سرگودھا

Marfat.com

محمد سراج گیلانی
سجادہ نشین دربار قادریہ پیرکوٹ ضلع جھنگ
تاریخ 04.06.2016 رہائش: گوجرہ روڈنز دریلوے، کراسنگ جھنگ صدر
فون: (جھنگ): 04715233 فون: پیرکوٹ: 1-620910

مکرمی سلامِ مسنون!
السلام و علیکم رحمت الله و بر کاته

آپ کی کتاب ''سیرت رہبر عالم ﷺ'' کا جو میں نے مطالعہ کیا اس سے بہت سکون ملا۔ آپ نے سیرۃ النبی ﷺ کی اس تالیف میں نہایت محنت اور تحقیق کی ہے اور تمام حالات کو اسنادقوی کے ساتھ تاریخی اور جغرافیائی حقائق کے ساتھ درج کیا ہے اور دورجدید کے ساتھ اس کا بہت اچھی طرح سے تطابق کیا ہے۔ حوالہ جات جو قرآن مجید کے ہیں یا حدیث شریف کے، ان کے صرف تراجم پر اکتفا کیا یہ۔ جو شاید اختصار ضخامت کی وجہ سے ہے۔ تاہم ان کے بھی باقاعدہ حوالہ جات سے تائید پیش کی ہے۔ یہ ایک طرح سے جدید تاریخی دستاویز بن گئی ہے۔ جس کا ہر ایک مبتدی قاری کو ضرور مطالعہ کرنا چاہئے۔ آپ کی حضور ﷺ کے ساتھ محبت و عقیدت بھی اس میں واضح طور پر موجود ہے۔ جو ایمان کا جزو لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر دے۔

والسلام۔ دعا گو

محمد سراج گیلانی
سجادہ نشین دربار عالیہ قادریہ غوثیہ
پیرکوٹ شریف ضلع جھنگ

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد اللہ رب العالمین "سیرت رہبر عالم" سیرت رسول اللہﷺ پر آج تک جتنی کتب تحریر کی گئی ہیں یہ ان میں ایک خوبصورت اضافے کی شکل میں ہمارے ہاتھ میں ہے۔ اس حسین مرقع کو لکھنے کی سعادت محمد ارشاد علی قریشی کے لیے اللہ تعالیٰ کا انعام اور اس کا خاص فضل ہونے کی دلیل ہے۔

موصوف کا اسلوب بیان اتنا دلنشین ہے کہ قاری اس کا مطالعہ کرتے ہوئے اپنے آپ کو آپﷺ کے دور میں موجود پاتا ہے۔ میری جناب سیرت نگار سے کئی ملاقاتیں ہوئیں۔ جب بھی سیرت پر گفتگو ہوئی تو حُب رسولﷺ کی وجہ سے جب بھی آپﷺ کا اسم مبارک ان کی زبان پر آتا ہے تو ان کی آنکھوں میں آنسوں تیرتے نظر آتے ہیں۔ یہ ان کی رسول اللہﷺ سے عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ سیرت رہبر عالم کو کئی ابواب میں تقسیم کیا گیا ہے اور یہ تقریباً پانچ سو سے زائد صفحات پر مشتمل ہے۔ جن کے مطالعہ سے قاری کو سیرت کے مختلف واقعات یاد رکھنے میں بڑی آسانی محسوس ہوتی ہے۔ ان کا ترتیب وار مطالعہ دل و دماغ پر گہرے نقوش ثبت کرتا چلا جاتا ہے۔ آپﷺ کا دنیا میں تشریف لانا انسانیت پر اللہ تعالیٰ کا ایک بہت بڑا انعام اور احسان ہے۔

"سیرت رہبر عالم" کا آغاز قدیم عربوں کی بود و باش سے کیا گیا ہے اور اختتام "قرآن مجید اور علم ریاضی" پر ہوا۔ اس دوران میں محسن انسانیت پر جو کچھ لکھا گیا اس میں اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ آپﷺ کی حیات طیبہ کا کوئی گوشہ تشنہ نہ رہ جائے۔ آپﷺ کی حیات مبارکہ کے مختلف پہلوؤں کو قرآن و حدیث اور اسلامی تاریخ کے حوالہ جات سے مزین کیا گیا ہے۔

تخلیق کائنات سے قیامت تک کی دنیا میں آپﷺ کی تخلیق اور آمد آپﷺ کے ذکر سے معمور ہے۔ ورفعنا لک ذکرک۔ اس بات کا ثبوت ہے۔

"سیرت رہبر عالم" میں جزیرۃ العرب کے ذکر کے ساتھ ساتھ مختلف علاقوں میں بسنے والی دیگر اقوام کا ذکر کسی دلچسپی سے خالی نہیں۔ ایک جگہ مصنف لکھتے ہیں:۔

"عرب کے لوگوں نے شمسی تقویم کی پابندی نہ کی۔ وہ ہر تیسرے سال کو بارہ ماہ کی بجائے تیرہ ماہ کا

Marfat.com

شمار کرتے تھے۔ وہ تیرہویں مہینے کو صفر ''خالی مہینہ'' یا ''ماہ صفر'' کے نام سے یاد کرتے تھے۔ یہ ماہ صفر شروع شروع میں سال کے بارہ مہینوں میں شامل نہ تھا۔ جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔''

مصنف محمد ارشاد علی قریشی ایک جگہ رقمطراز ہیں کہ حضور ﷺ کی پرورش کی ابتداء کیسے ہوئی۔ اس بارے وہ بیان کرتے ہیں:۔

''اللہ تعالیٰ نے حضرت حلیمہ سعدیہؓ کو نبی کریم ﷺ کی رضاعت کے لیے منتخب کیا۔ جس طرح آپ ﷺ کی ولادت کے لیے شریف ترین اصلاب اور پاکیزہ ترین ارحام کو منتخب کیا۔''

آپ ﷺ کے رہن سہن اور معمولات زندگی کے بارے میں مصنف لکھتے ہیں:۔

''جب حضور ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو گھر میں قیام کرتے ہوئے گھریلو اوقات کو تین حصوں میں تقسیم فرماتے ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لیے، دوسرا حصہ اپنے اہل خانہ کے لیے، تیسرا حصہ لوگوں کے ساتھ میل وملاقات کے لیے استعمال کرتے۔''

دنیا میں آج تک جتنے سپہ سالار ہو گزرے ہیں۔ اگر ان کی زندگی کا بغور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے کس طرح بیگناہ لوگوں کے خون سے ہولی کھیلی، لاکھوں لوگوں کا ناحق خون بہایا، کھوپڑیوں کے مینار بنائے۔ جنگ عظیم اوّل (1914ء تا 1918ء) جنگ عظیم دوئم (1939ء تا 1944ء) کے دوران جو قتل عام ہوا اس کی مثال ملنا مشکل ہے۔ ان کے متبادل جناب رسول اللہ ﷺ کے دور کو مدنظر رکھا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ کے دور اطہر میں تقریباً 74 جنگی مہمات ہوئیں۔ جن میں 259 مسلمان مجاہد شہید ہوئے اور 759 کفار قتل ہوئے۔ صرف 9 غزوات میں قتال ہوا اور 47 سرایہ ہوئے۔ کل غزوات جن میں آپ ﷺ نے شمولیت فرمائی ان کی تعداد 27 ہے۔ نبی کریم ﷺ بحثیت سپہ سالار دنیا کے سب سے بڑے جرنل ہو گزرے ہیں۔ آپ نے جنگ کرنے کے قواعد وضوابط کو نافذ فرمایا اور ان پر عملدرآمد کرایا۔

مصنف سیرت رہبر عالم نے اس تناظر میں آپ کی جنگی حکمت عملی کا یوں نقشہ کھینچا ہے:۔

''دنیا کا کوئی جرنیل آپ ﷺ کی عسکری صفات کے سایہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ آپ نے اعلیٰ کردار کی بدولت مجاہدین اسلام کے جو لشکر مرتب کیے ان کے سپہ سالار ہمیشہ اعلیٰ کردار کے مالک تھے۔ انہوں نے آپ ﷺ کے فرمان کے مطابق جنگیں لڑیں۔ کہیں ناحق خون نہیں بہایا۔ مفتوح علاقوں میں بسنے والے غیر مسلم لوگوں کے ساتھ وہی حسن سلوک کیا۔ جس کی مثال قیامت تک نہیں ملے گی۔ آپ ﷺ نے صرف اور صرف امن وامان برقرار رکھنے، نظریاتی سرحدوں کی حفاظت اور دفاع کے لیے جنگیں لڑیں۔ کبھی ملکوں کی ہوس گیری کے لیے ہتھیار نہیں اٹھائے۔''

آپ ﷺ نے مسلمان مجاہدین کو درس دیا کہ دشمنوں کے ساتھ کس طرح کا سلوک روا رکھا جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ جنگ کے دوران اور جنگ کے بعد بھی بچوں، بوڑھوں، عورتوں، زخمیوں درگوشہ نشینوں کو کچھ نہ کہا جائے۔ ان

Marfat.com

کے تحفظ اور احترام کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔

مصنف سیرت رہبر عالم نے معراج مصطفیٰ ﷺ پر کتاب میں بڑا تفصیلی اور سیر حاصل تبصرہ کیا ہے۔ معراج کو حضور ﷺ کے جسمانی طور پر آسمانوں پر تشریف لے جانے پر سائنسی نقطہ نظر پیش کیا ہے۔ اس سلسلے میں جدید سائنسدانوں جن میں مسلم اور غیر مسلم سائنسدان شامل ہیں کی آراء پیش کی گئی ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:۔

''آپ ﷺ جسم مبارک کے ساتھ حالت بیداری میں ایک خارق العادۃ سرعت کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے۔ معراج کی سرعت رفتاری روشنی کی سرعت سے زیادہ تھی۔ بقول پروفیسر غلام جیلانی اصغر واقعہ معراج نے ثابت کیا ہے کہ حضور ﷺ کی رفتار معراج آسمانی نور کی سرعت رفتار سے زیادہ تھی۔ معراج میں آپ ﷺ کا جسم مبارک خود ''مبدل بہ نور'' ہوگیا تھا۔ وہ نور بھی روشنی کی رفتار سے زیادہ تھا۔'' لہٰذا آپ ﷺ نے اپنے سفر معراج کو بروئے نیروبی جاذبہ یہ سرعت عکس العمل سے شروع کیا اور اسی پر ختم فرمایا۔''

مصنف سیرت رہبر عالم ﷺ میں کہیں کہیں دوسری اسلامی تاریخی کتب میں دیئے گئے واقعات اور ان واقعات کے ظہور پذیر ہونے کی Dates سے اختلاف بھی کیا ہے۔ اپنے نقطہ نظر کو پیش کرنے کے لیے قرآن وحدیث سے حوالہ بھی دیئے ہیں۔ اسے مصنف کا اختلاف تو کہا جاسکتا ہے مخالفت نہیں۔ مصنف نے سیرت رسول ﷺ پر جس طرح تحقیق سے اپنے خیالات تحریر فرمائے ہیں اس عظیم کام پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ان کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور ہمیں آپ ﷺ کی سیرت طیبہ پر عمل کرنے کی توفیق دے۔ اس کتاب کو مصنف کے لیے دنیا اور آخرت میں کامیابی کا ذریعہ قرار دے۔ آمین

پروفیسر محمد حنیف صدیقی
پرنسپل سائنس کالج طائف سعودی عرب
184 نیو ایڈن گارڈن سرگودھا
18 جنوری 2016ء

Marfat.com

عربوں کی بود باش

ملک عرب براعظم ایشیا کے جنوب میں واقع ہے۔سمندر نے اس ملک کو تین طرف اور چوتھی طرف سے دریائے فرات نے گھیرا ہوا ہے جس کی وجہ سے اس ملک کی شکل جزیرہ نما بن گئی ہے۔اسی لیے ملک عرب کو جزیرہ نما عرب بھی کہتے ہیں۔اس کے شمال میں مملکتِ شام وعراق جنوب میں بحرِ ہند، مشرق میں خلیج عمان اور خلیج فارس جبکہ مغرب میں بحرہ احمر یعنی بحرہ قلزم واقع ہیں۔ملک عرب کا کل رقبہ ایک لاکھ بیس ہزار مربع میل ہے۔جس کی شکل مستطیل نما ہے۔

ماہرین نے علاقائی لحاظ سے ملک کے آٹھ حصے قائم کیے ہیں جو یہ ہیں:

1:اقلیم حجاز، 2:اقلیم یمن، 3:اقلیم حضرموت، 4:اقلیم مہرہ، 5:اقلیم عمان، 6:اقلیم الاسا، 7:اقلیم نجد، 8:اقلیم الاحقاف

مشہور شہروں میں مکہ مشرفہ جہاں مناسک حج کے مشہور مقامات صفاء، مروہ، منیٰ، مزدلفہ اور میدانِ عرفات ہیں۔مکہ کی بندرگاہ جدہ ہے۔مدینہ منورہ کا مقدس ترین شہر جہاں نبی کریم ﷺ کی دنیاوی آرام گاہ ہے اسی اقلیم میں واقع ہے۔حرمین شریفین کے علاوہ اسلامی تاریخ کے مقدس مقامات احد، خیبر، فدک، حنین، طائف، تبوک اور غدیر خم ہیں۔طائف اہل مکہ کو میوے فراہم کرتا ہے۔شہر مدین بحیرہ احمر پر واقع ہے۔جو اقلیم حجاز کا حصہ ہے۔حضرت شعیب علیہ السلام اِسی شہر کے رہنے والے تھے۔نجران، صفاء اور سباء و مارب اقلیم یمن کے شہر ہیں۔صفاء اس صوبے کا دارالحکومت ہے۔اقلیم حضرموت کے مشہور شہر تریم، مرباط، شحر، ظفار اور مکلّہ ہیں۔مکلّہ سے لوبان دیگر ملکوں کو بھیجا جاتا ہے۔اقلیم مہرہ میں اُونٹوں کی اعلیٰ نسل پائی جاتی ہے۔لوگوں کی عمومی خوراک مچھلی ہے۔اقلیم عمان کے شہروں میں مسقط اور صحار مشہور ہیں۔اقلیم الاحساء کا نام بحرین ہے۔بحرین کے جزائر میں موتیوں کے مغاص ملتے ہیں۔مشہور شہر قطیف اور بحر ہیں۔اقلیم نجد کے شمالی حصہ میں حرب واحس اور حرب بسوس وقوع پذیر ہوئی تھیں یہ لڑائیاں چالیس چالیس سال تک جاری رہیں۔اقلیم الاحقاف ایک وسیع اور بے آباد صحرا ہے۔جو احساء، نجد، حضرموت اور مہرہ کے درمیان واقع ہے۔

Marfat.com

پیداوار عرب میں کھجور، مکی، چاول اور اب گندم بھی پیدا ہوتی ہے۔ بلسان مکہ مشرفہ کے نزدیک اور حنا مغربی ساحل پر پائی جاتی ہیں۔ یمن میں بن کے پیڑ اور صمغ عربی کے درخت (اقاقیا) ہوتے ہیں۔ حضر موت میں نباتات عطریہ اور مشمومات اور عود قاقلی ہوتا ہے۔ سناء جنوبی حجاز اور تہامہ میں ہوتی ہے۔ نجد کے گھوڑے اور مہرہ کے اُونٹ مشہور ہیں۔ بھیڑ، بکریاں، دُنبے اور دیگر مویشی بکثرت پائے جاتے ہیں۔ وحوش جانوروں میں چیتا، پلنگ، کفتار، سیاہ گوش اور شتر مرغ پائے جاتے ہیں۔

عربوں کا رہن سہن عرب باشندے ابتدا سے ہی جزیرۃ العرب کے جنوب میں زندگی بسر کرتے تھے۔ یہ علاقہ سرسبز و شاداب تھا۔ یونانی اس خطے کو ''عربیہ فلیکس'' کہتے تھے۔ یعنی ''بارونق بلادِ عرب'' عرب قوم نے بہت سی جنگیں لڑیں۔ خشک سالیوں، ڈیموں کی خرابی اور ویرانی کے باعث مختلف اَدوار میں ترک سکونت کرنا پڑی۔ جانبِ جنوب سمندر رہونے کی وجہ سے انہیں شمال کی طرف جانا پڑا جہاں انہیں وسیع صحراؤں میں مشکلات کا سامنا ہوا۔ ایسی آزمائشوں کے بعد عرب ایک مضبوط اور باحوصلہ قوم بن کر اُبھری۔ صحرائے عرب کی بے آب و گیاہ سرزمین میں کھانے کے لیے صرف خارِ مغیلاں یا صحرائی جانور ہی دستیاب ہوا کرتے تھے۔ زندگی گزارنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ جسمانی استقامت اور رُوحانی پائیداری کا ہونا۔ عرب ابتدا سے ہی قبیلوں میں منقسم ہیں اس لئے انفرادی حیثیت بے معنی اور اجتماعی حیثیت ذریعہ عافیت، جس کی وجہ سے یہاں قبائلی نظام کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ وہاں دورِ قدیم میں ایک صحرانشین بھوک اور پیاس کو یوں برداشت کرتا جیسے یہ اس کی فطرت میں شامل ہے۔ عرب لوگ ہمیشہ نقل مکانی کرتے تھے۔ اس لئے ان کے پاس کوئی زیادہ سامان نہیں ہوا کرتا تھا۔ ان کے پاس اُونٹ کے سوا کوئی اور ظاہری آن بان والی چیز نہ ہوتی تھی۔

جزیرۃ العرب ایک وسیع و عریض خطہ زمین ہے۔ بقول عربوں کے ''رمل'' تلے چھپا ہوا ہے۔ اگر دنیا کی ساری ریت جمع کرلی جائے تو بھی شاید جزیرۃ العرب کے صحراؤں کی ریت کے برابر نہ ہو۔ ان بیابانوں میں ایک عرب کا بنیادی سرمایہ ایک خیمہ، ایک اُونٹ سواری کے لیے، اُونٹنی کا دودھ خوراک کے لئے، ایک تلوار بغرض دفاع بس یہی اس کا سرمایہ حیات ہوا کرتا تھا۔

عرب سخن وری کے ماہر تھے۔ جزیرۃ العرب کا ایک شاعر صرف شاعر ہی نہیں بلکہ وہ ایک حکیم، ایک مذہبی پیشوا، ایک محتسب اور ایک دانشور تصور ہوا کرتا تھا۔ ایک شاعر اپنے کلام سے دشمن کا ملیامیٹ کر دیتا تھا۔ عرب کے شاعروں کے پاس خوش قسمتی یا بدقسمتی، خوشی یا غمی، پیدائش یا موت اور صلح یا جنگ وغیرہ سے متعلق اشعار کا خزانہ بیکراں ہوتا تھا۔ عہد قدیم کے شعراء میں زہیر، نابعہ، اعشیٰ اور عنترہ معروف ہیں۔ ان کے لئے پابندی تھی کہ وہ ہر قدم پر قبیلے یا خاندان کے اَفکار و رَوایات کو مدنظر رکھیں لیکن شاعر کی سوچ کسی رَسم و رَواج کی پابند نہیں ہوتی اسی لیے عرب کے اکثر شعراء صحرا کا رُخ کرلیا کرتے تھے جو بوجہ بھوک پیاس کا شکار ہوکر موت کی آغوش میں چلے جاتے تھے۔

Marfat.com

﴿بازارِ عکاظ﴾ میں شعراء کا سالانہ اجتماع ہوا کرتا تھا۔ محفل سخن میں اوّل آنے والے شاعر کے کلام کو سنہری لفظوں سے ریشمی کپڑے پر لکھ کر کعبہ کی دیوار سے آویزاں کر دیا جاتا۔ شاعر کو انعام و اکرام سے نوازا جاتا۔ ایسے اشعار پورے ایک سال تک دیوار کعبہ کے ساتھ لٹکے رہتے، ان اشعار کو 'معلقات'' کہا جاتا تھا۔ عربوں میں رَواج تھا کہ قبیلے کا سردار ہونے کے لیے سخن ور ہونا ضروری ہوتا تھا۔

﴿امری القیس﴾ عرب کے اُن سات شاعروں میں سے ہیں جن کے قصیدے دیوار کعبہ سے آویزاں ہوتے تھے۔ مکہ میں قریش کے دس قبیلے آباد تھے۔ خاندان بنو ہاشم میں شاعروں اور شاعرات کی تعداد چالیس بتائی گئی۔ حضرت عبدالمطلب، حضرت ابوطالب کے علاوہ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ بھی شاعرہ تھیں۔

رؤساء عرب کا رواج تھا وہ بچوں کی بہتر پرورش اور نشوونما کے لیے دیہات کی عورتوں کے سپرد کر دیا کرتے تا کہ صحرائی زندگی گزارنے کے عادی ہو جائیں۔ اس طرح رضاعت کے عمل سے دو خاندانوں میں معاشرتی تعلقات مستحکم ہو جاتے تھے۔ اُن کے ہاں رواج تھا کہ نومولود بچے کے بالوں کے برابر چاندی یا سونا کی رقم حسب حیثیت خیرات کرتے۔

اہل مکہ کی معاشی زندگی کا دارومدار بازارِ عکاظ کے انعقاد پر مبنی تھا، اگر مقدس مہینوں کی وجہ سے بازارِ عکاظ منعقد نہ ہوتا تو لوگ زیارت کے لیے مکہ نہ آ سکتے تھے۔ سالانہ خرید و فروخت نہ ہوتی تو اہل مکہ اور دیگر متعلقہ لوگوں پر اس کا اثر پڑتا۔ اُس زمانے میں مکہ میں ایک اُونٹ کی قیمت چار سو درہم تھی۔ اگر ایک غلام خریدنا ہوتا تو اُس کی قیمت 150 سے لے کر 800 درہم تک ہوتی، لیکن قیمت کا تعین غلام کی جوانی، بڑھاپے، خوبصورتی یا بدصورتی کے لحاظ سے ہوتا۔ ایک نیزے کی قیمت چار درہم، ایک کجاوہ تیرہ درہم، ایک کدال چھ درہم میں ملتا تھا۔ مکہ کے بازار میں گندم کی ایک روٹی کی قیمت چھ درہم ہوا کرتی تھی۔ اُس وقت گندم صرف طائف میں پیدا ہوتی تھی۔ رئیس لوگ ہی گندم کی روٹی کھا سکتے تھے۔ اسی لیے دوسرے لوگ کھجور اور اُونٹنی کا دودھ پی کر زندگی بسر کرتے تھے۔

﴿شراب نوشی﴾ عربوں میں بت پرستی کا رواج عام تھا ہر قبیلے کا بت الگ تھا۔ بتوں پر جانوروں کی قربانیاں دیتے اور اُن پر مال و زر چڑھاتے۔ منتیں مانتے اور نذرانے پیش کرتے۔ اسی طرح شراب نوشی بھی عام تھی شراب فروشوں نے اپنی دکانوں پر جھنڈے لگائے ہوتے تھے، شراب ختم ہونے کی صورت میں دکان سے جھنڈا اُتار دیا جاتا۔ غیر ممالک سے بھی شراب منگوائی جاتی تھی جُوا بھی عام ہوتا تھا۔ عرب ان اعمال بد پر بے دریغ مال خرچ کرتے اس لیے انگور اور کھجور سے بنی ہوئی ملکی شراب کم پڑ جاتی تو ملحقہ ممالک جیسے شام، فلسطین، الجزیرہ سے شراب منگوائی جاتی تھی۔

﴿زنا﴾ عرب کے لوگوں میں ازواج کی کثرت تھی۔ جب حضرت خیلان ثقفی ایمان لائے تو اُن کے تحت دس عورتیں تھیں۔ عرب میں عورتوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہ تھی۔ ضحاک بن فیروز کے مطابق جب اُس کا باپ فیروز ایمان لایا تو اُس کی ازواج میں دو سگی بہنیں تھیں۔ جب کوئی مر جاتا تو اُس کا بڑا بیٹا اپنی سوتیلی ماں کو میراث میں پاتا۔ چاہتا تو خود شادی

Marfat.com

کر لیتا یا اپنے کسی بھائی یا رشتہ دار کو شادی کے لیے دے دیتا۔ زنا کاری کا رواج عام تھا وہ اسے جائز خیال کرتے، زنا کار عورتوں کے گھر زنا کے اڈے بنے ہوئے تھے۔

﴿بچوں کو زندہ درگور کرنا﴾ عالم انسانیت کی بدترین رسم عرب میں پائی جاتی تھی۔ اس عمل کی بیخ کنی کی گئی وضاحت آگے آئے گی۔

﴿شمسی تقویم﴾ عرب کے لوگوں نے شمسی تقویم کی پابندی کی، وہ ہر دو سال بعد تیسرے سال کو بارہ ماہ کی بجائے تیرہ ماہ کا شمار کرتے تھے۔ وہ تیرہویں مہینے کو ''خالی مہینہ'' یا ماہ صفر کے نام سے پکارا کرتے تھے۔ ''خالی مہینہ'' یا ماہ صفر شروع شروع میں سال کے بارہ مہینوں میں شامل نہ تھا جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ یہ مہینہ ایک فالتو مہینہ تصور ہوتا تھا۔ پہلے زمانے میں محرم کے دو مہینے ہوتے تھے۔ ایک کو ''محرم الحرام'' اور دوسرے کو ''محرم الحلال'' کہا جاتا تھا، پھر رفتہ رفتہ صفر کے مہینہ نے دوسرے یعنی محرم الحلال کی جگہ لے لی۔

﴿گائیڈ﴾ یہاں گائیڈ کا مطلب راستہ بتانے والا، عرب کے ریگستان میں گائیڈ کے بغیر منزل مقصود پر پہنچ جانا ممکن نہ تھا۔ صحرائی راستوں کو جاننے والے شخص کی حیثیت بمنزلہ پاسپورٹ تھی۔ صحرا کے لوگ گائیڈ کو جانتے تھے اور گائیڈ بھی انہیں جانتا اور پہچانتا تھا۔ وہ جب کوئی خطرہ محسوس کرتا تو بلند اور بارُعب آواز نکالتا اور اپنا تعارف کرواتا تو راستہ روکنے والے ہٹ جاتے تھے۔ اور مسافر آسانی سے گزر جایا کرتے۔ راستے کی رہنمائی کرنے والوں کی حدود متعین ہوتی تھیں۔ گائیڈ اپنے قبیلے کی حدود میں مسافر اور اُس کے مال کی حفاظت کرتا۔ اِس ضمن میں حضور نبی کریم علیہ السلام نے جب ہجرت فرمائی تو قافلہ ہجرت غار ثور سے روانہ ہوا، راستہ کی رہنمائی کے لیے ''بدرقہ'' نامی شخص کو لیا گیا تا کہ راستہ کی رہنمائی ہو سکے۔ یہ عمل عربوں کی تہذیب و تمدن کا حصہ ہے۔

﴿اُونٹ﴾ صحرا کا جہاز اُونٹ ہے جو ریگستانی علاقہ میں کثرت سے پایا جاتا ہے۔ جزیرۃ العرب کا زیادہ تر حصہ ریگستان ہے، جبکہ کچھ علاقہ پہاڑی بھی ہے۔ اُونٹ کے چند خواص پیش خدمت ہیں۔ یہی وہ جانور ہے جو عرب کے دہکتے صحراؤں میں جہاں سارا دن سورج کی سوزن شعاعیں بغیر کسی وقفے پڑتی رہتی ہیں۔ وہاں اُونٹ بغیر پانی پیئے دس دن تک زندہ رہ سکتا ہے۔ جبکہ انسان کے بدن سے ایک گھنٹہ میں چالیس گرام پسینہ خارج ہوتا ہے۔ اور اگر سرد ملکوں کا باشندہ صحرائے عرب میں بغیر کسی حفاظت کے، جیسے عرب لوگ سفر کیا کرتے تھے، سفر کرے تو ایسے شخص کے بدن سے ایک گھنٹہ میں ایک ہزار دو سو گرام یعنی ایک لیٹر سے کچھ زیادہ پسینہ خارج ہوگا۔ پانی کی یہ خاصیت ہے کہ اگر انسان کے جسم سے پانچ فیصد پانی کم ہو جائے تو آنکھوں کے سامنے سیاہی چھا جاتی ہے۔ اور اگر یہ شرح زیادہ ہو جائے تو شدید بخار ہو جاتا ہے۔ اگر بارہ فیصد پانی کم ہو جائے تو پھر بے ہوشی کا غلبہ بھی ہو سکتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ عرب قوم برداشت کرنے کی عادی تھی۔ اگر اُونٹ کے جسم سے پچیس فیصد پانی کم ہو جائے تو وہ کسی کمزوری یا نقاہت کے بغیر سفر جاری رکھ سکتا ہے۔ اُونٹ دس روز تک پانی پیئے بغیر صحرا کا سفر جاری رکھنے کی طاقت رکھتا ہے۔ اس دوران اگر اُونٹ کو ہر دو دن بعد ایک بار کچھ وقفہ کے لیے اُسے آزاد چھوڑ دیا جائے، تا کہ جڑی بوٹیوں سے اپنا پیٹ بھر لے۔ دس روز کے طویل سفر کے بعد بھی اُونٹ سوتا نہیں بلکہ آرام

Marfat.com

کی خاطر بیٹھ جاتا ہے، اگر اسے اُٹھایا نہ جائے، بھوک اور پیاس کا احساس ہونے تک وہ اپنی جگہ سے نہیں اُٹھتا۔ عرب کے باشندے کسی بھی اُونٹنی کا دودھ پینے کے بعد بتا دیتے کہ اس اُونٹنی کی عمر کتنی ہے اور یہ کہ اس نے کون سی خوراک کھائی ہے، وہ حاملہ ہے یا نہیں اور اگر حاملہ ہے تو کتنے عرصہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے جن جانوروں کا گوشت اور دودھ حلال کیا، کفار نے اس میں مداخلت کی۔ اللہ تعالیٰ نے سورہ المائدہ آیت نمبر 103 نازل فرمائی جس کا ترجمہ ہے:

"نہیں مقرر کیا اللہ تعالیٰ نے بحیرہ اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حام، لیکن جنہوں نے کفر کیا وہ تہمت لگاتے ہیں اللہ تعالیٰ پر جھوٹی اور اکثر اُن میں سے کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں۔"

اس آیت میں جن چار جانوروں کے نام آئے وہ دراصل اُونٹ ہیں، اللہ تعالیٰ نے اُونٹ کا گوشت اور اُونٹنی کا دودھ حلال قرار دیا۔ اُن سے خدمت لینے، اُن پر سواری کرنے اور بوجھ لادنے کی اجازت فرمائی۔ کفار نے اپنی من گھڑت تجویزوں سے اُن کو اپنے اُوپر حرام کر لیا۔ وہ کہتے کہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے، لیکن یہ صریحاً جھوٹ اور بہتان ہے۔ جن اُونٹوں کو مشرکین نے اپنے اُوپر حرام کیا اور جس صورت میں کیا وہ یہ ہیں:

بحیرہ : لغوی معنی ہیں "کان چیرا" یہ وہ اُونٹنی ہے جو پانچ بچوں کی حد تک بچے جنتی ہے۔ اس کا آخری بچہ نر ہوتا ہے۔ عرب کے کفار اُس اُونٹنی کا کان چیر کر اُسے چھوڑ دیتے اُس پر سواری کرنا اور اس کا گوشت کھانا حرام تصور کرتے تھے۔

سائبہ : سفر اور حالت بیماری میں عرب کے لوگ منت مانتے تھے۔ سفر سے واپسی پر گھر بخیریت پہنچنے اور بیماری سے صحت یاب ہونے پر اُونٹنی کو سائبہ قرار دیتے پھر اُس پر سواری کرنا، اُس کا دودھ پینا اور اُس کا گوشت کھانا اُن کے لیے حرام ہوتا۔

وصیلہ : جزیرہ نما عرب میں بھیڑ بکریاں کثرت سے پائی جاتی ہیں۔ عہد قدیم میں بکری اگر مادہ جنتی تو اُسے اپنے لیے رکھ لیتے اور اگر نر جنتی تو وہ اُن کے بتوں کا ہوتا۔ اگر بکری ایک ہی بار میں مادہ اور نر جنتی تو اُن دونوں کو بتوں کی نذر کر دیتے۔ ایسی مادہ کو وہ **وصیلہ** کہتے تھے۔

حام : ایسا اُونٹ جس کی جفتی سے دس بچے پیدا ہوتے تو اُس کی سواری وہ اپنے اُوپر حرام کر لیتے۔

اہل عرب حرمت والے مہینوں رجب، ذیقعد، ذی الحجہ اور محرم کا بہت احترام کرتے، ان مہینوں میں پیشہ ور لٹیرے بھی قافلوں پر حملہ نہ کرتے اور نہ ہی لوٹتے۔ ارض مقدس میں آج بھی قانون کی بالادستی ہے۔ چوری نہ ہونے کے مترادف تھی اور آج بھی ہے۔ چور کی سزا ہاتھ کاٹ دینا ہے۔ مذکورہ مہینوں کی حرمت کا یہ حال تھا کہ خون کے پیاسے بھی اپنی تلوار پھینک کر ایک دوسرے کے شانہ بشانہ خانہ کعبہ میں حاضر ہوتے۔

﴿**معاشرتی حالت**﴾ عرب شجاعت و جوانمردی میں فقید المثال تھے۔ انہیں عزت نفس جان سے زیادہ عزیز تھی، ہر حال میں اپنی آزادی کی حفاظت کرتے۔ اُن کی سخاوت ضرب المثل تھی۔ وفا اور امانت اُن کے ہاں قابل تحسین صفات تھیں۔ وہ ان صفات کو "مروۃ" کے نام سے موسوم کرتے تھے۔ عرب کے قدیم باشندے مذہب، آخرت اور خدا کے قائل ہی نہ تھے۔ وہ مناظر قدرت کی پرستش کرتے بالخصوص اُن میں ستارہ پرستی بہت مقبول تھی جو مسلک کی حیثیت رکھتی تھی۔

ایسے میں اللہ تعالیٰ نے اس سرزمین پر اپنے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت فرمائی پھر جو نہایت قلیل عرصہ میں انقلاب آیا جس نے ساری دنیا کی روش بدل کر رکھ دی۔ جس کی تفصیل مختصراً پیش خدمت ہے۔

Marfat.com

عرب کی تاریخ

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ولادت پاک بحوالہ ''ضیاء القرآن'' 2160 قبل از مسیح میں ہوئی۔ دنیا کے معروف دریائے فرات کے کنارے ایک ٹیلہ تھا جہاں ایک شہر آباد تھا، جس کا نام ''اُر'' (UR) تھا۔ یہاں ابراہیمؑ پیدا ہوئے۔ اُن کے دو بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام تھے۔ دونوں ہی جلیل القدر پیغمبر ہوئے۔ اہل قریش اور دیگر عرب قبائل کا تعلق حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد سے ہے۔ جبکہ حضرت اسحاق علیہ السلام کی اولاد میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور اُن کی اولاد حضرت یوسف علیہ السلام پھر اُن کی نسل سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، اُن ہی کی نسل سے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت سلیمان علیہ السلام سے حضرت زکریا علیہ السلام پھر اُن کے فرزند حضرت یحییٰ علیہ السلام اور اُن کی خالہ حضرت مریم علیہا السلام کے فرزند حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوئے۔

﴿بنی اسرائیل﴾ کے معنی (عبداللہ کا بندہ، یہ یعقوب علیہ السلام کا لقب تھا۔ جو اُنہیں اللہ تعالیٰ کی جانب سے عطا ہوا۔ وہ حضرت اسحاق علیہ السلام کے فرزند اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پوتے تھے۔ حضرت اسحاق علیہ السلام کی نسل آگے چل کر ''بنی اسرائیل'' کہلائی۔ بنی اسرائیل کے لفظی معنی ''خدا سے کشتی لڑنے والے'' بیان کیے گئے ہیں۔ یہ معنی (یہودیوں کی جدید ترین مقدس کتاب The Holy Scpuichre) میں تحریر ہیں۔ حتیٰ کہ عیسائی علماء نے بھی یہی مفہوم اپنی مشہور عالم کتاب ''انسائیکلوپیڈیا آف سپلیٹکل لٹریچر'' میں پیش کیا ہے۔

﴿یہودیت اور عیسائیت﴾ دونوں مذہب اسلام کے بعد کی پیداوار ہیں۔ یہودی مذہب تیسری چوتھی صدی قبل از مسیح میں پیدا ہوا۔ جبکہ عیسائیت جو خالص عقائد اور مخصوص مذہبی تصورات کے مجموعے کا نام ہے، وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بھی ایک مدت طویل کے بعد وجود میں آئی۔ قرآن مجید کی ابتدائی سورتوں کے حوالہ سے جب خاندان فراعنہ اور مصر کے حکمران طبقہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل کو نجات دلائی تو یہ قوم جزیرہ نمائے سینا پہنچ گئی۔ ان لوگوں کی تعداد کثیر تھی۔ وہ مصر سے نکل کر دشت و بیابان میں بے خانماں سرگرداں پھرتے رہے۔ اُس قوم کو کسی ایسے مقام کی تلاش تھی جہاں وہ مستقل طور پر رہائش پذیر ہو سکتی۔ عرصہ چالیس تک سرگرداں پھرتے رہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے ایماں سے بنی اسرائیل کو حکم دیا کہ وہ ظالم کنعانیوں کو ارضِ فلسطین سے نکال دیں، اور علاقہ کو فتح کر کے وہاں

۱۳۵۲۹۲

Marfat.com

قابض ہو جائیں۔لیکن اُنہوں نے بزدلی کا مظاہرہ کیا اور آگے بڑھنے سے اِنکار کر دیا۔سرگردانی کی حالت میں اُن کی ایک نسل ختم ہوگئی، جب دوسری نسل صحراؤں کی گود میں پرورش پا کر اُٹھی تو اللہ تعالیٰ نے اُنہیں کنعانیوں پر غلبہ عطا فرمایا۔

کنعان پر قبضہ کے وقت دنیا کی قوموں میں بنی اسرائیل ہی ایک ایسی قوم تھی جس کے پاس اللہ تعالیٰ کا دیا ہوا علم ''علم حق'' موجود تھا۔اُسے اقوام عالم کا امام اور رہنما بنا دیا گیا۔تاکہ وہ سب قوموں کو ایک خدا کی بندگی پر لا سکیں۔لیکن وہ ایسا کرنے میں بری طرح ناکام ہوئے۔اُنہوں نے کتاب اِلٰہیہ میں تحریف، خدائی احکامات کی نافرمانی، انبیاءؑ کا قتل اور شرک سے وابستگی اختیار کر لی۔آخرت کے متعلق اُن کے عقیدہ میں خرابی پیدا ہو چکی تھی۔

نزول تورات کے بعد بھی بنی اسرائیل نے احکامات خداوندی کی پیروی نہ کی۔اس کتاب کے نزول کا اہم ترین مقصد یہ تھا کہ اللہ کی وحدانیت پر یقین محکم قائم کیا جائے اور ہر معاملہ میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو اپنا کارساز حقیقی سمجھا جائے۔تورات تمام جہانوں کے لیے صحیفہ بنا کر نہیں اُتاری گئی بلکہ بنی اسرائیل کے لیے ایک محدود وقت کے ساتھ سامان ہدایت عطا کیا گیا تھا، کیونکہ ہادی عالم ﷺ کی تشریف آوری ہونے والی تھی۔بنی اسرائیل نے فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری کی انتہا کر دی تھی۔''یہودیہ'' ریاست کے حکمران نے اپنی معشوقہ کی فرمائش پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کو گرفتار کروا کر زندان میں ڈلوا دیا، ریاست کے فرمانروا ''ہیروڈلین'' نے برگزیدہ پیغمبر کا سر قلم کروا کر ایک تھال میں رکھوا کر اپنی محبوبہ کو پیش کیا، جو ظلم وستم کی انتہا تھی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آنے والے انبیائے کرام نے قوم بنی اسرائیل کو آنے والے عذاب سے ڈرایا۔اس سلسلہ میں ''یسیعاہ'' کا صحیفہ اسی قسم کے واقعات اور ہدایات سے پُر ہے۔حضرت یرمیاہ کے لہجہ میں بھی اپنی قوم کے لیے بڑا درد و سوز تھا۔اُنہوں نے آنے والے عذاب کے متعلق اپنی قوم کو خوب آگاہ کیا۔بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام تک آنے والے تمام انبیاء کے پیغامات اور تعلیمات کو نظر انداز کر دیا اور وہ عقیدۂ توحید سے منحرف ہو گئے۔

قرآن مجید کی سورۂ مائدہ کے حوالہ سے جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بنی اسرائیل کو ساتھ لے کر مصر سے بحیرہ اُحمر کو عبور کر کے سینا میں فروکش ہوئے تو ایسے میں فرعون اور اُس کا لشکر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل کا تعاقب کرتے ہوئے سمندر میں غرق ہو گیا تھا۔حضرت موسیٰ علیہ السلام اور بنی اسرائیل نے وادیٔ سینا میں ایک سال قیام کیا۔اس دوران اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو تورات عطا فرمائی، اس کے بعد آپؑ نے اپنی قوم کو آبائی وطن شام کی طرف جانے کے لیے آمادہ کیا۔تو وہاں کے لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے لیے بارہ نقیب منتخب کیے، جو چالیس روز تک شام کے حالات کا مشاہدہ کرتے رہے۔اُن کی واپسی پر موسیٰ علیہ السلام نے اُن سے فرمایا کہ قوم کے سامنے برملا ایسی کوئی بات نہ کرنا جس سے اُن کی حوصلہ شکنی ہو۔اِن بارہ افراد میں سے دس نے تو وہاں کے لوگوں کی قوت و جبروت، ان کے قد و قامت اور ان کے قلعوں کی مضبوطی کا ایسا نقشہ کھینچا کہ بنی اسرائیل چلا اُٹھے، اُنہوں نے اپنے نبی کو صاف طور پر یہ کہہ دیا کہ ہم ایسی جابر قوم سے ٹکرا لے کر اپنے بچوں کو یتیم اور اپنی بیویوں کو بیوہ کروانا نہیں چاہتے۔لہٰذا آپ خود اور

Marfat.com

آپ کا خدا اُن سے جا کر لڑیں، اور ملک کو اُن جابر اور طاقت ور لوگوں سے پاک کرا دیں تو پھر ہم اپنے آبائی وطن کا رُخ کریں گے۔ بنی اسرائیل نے کہا ہم شام کی زرخیز زمین، ٹھنڈے پانی کے چشمے، پھل دار درخت اور وہاں کی عزت کی زندگی سے باز آئے۔ ہمارا ارادہ تو واپس مصر جانے کا ہے۔ دوسرے دو نقیبوں میں حضرت یوشع بن نون اور کالب نے اپنی قوم کو بہت سمجھایا اور دشمن پر حملہ آور ہونے کی تلقین کی، لیکن اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ چنانچہ ان کی اس بزدلی اور پیغمبر کے حکم کی نافرمانی پر اللہ تعالیٰ نے سورہ مائدہ کی آیت نمبر ۲۶ نازل فرمائی۔ جس کا ترجمہ ہے:

''تو یہ سرزمین حرام کردی گئی ہے اُن پر چالیس سال تک سرگرداں پھریں گے زمین پر۔''

پھر بنی اسرائیل کو فلسطین میں آباد مشرکین کا مقابلہ کرنے کی سکت نہ ہوئی تو وہ چالیس سال تک لق ودق صحرا میں خاک چھانتے رہے۔ جب بنی اسرائیل کی دوسری نسل فلسطین میں داخل ہوئی تو وہاں مختلف قومیں آباد ہو چکی تھیں، جیسے حطی، اُمووی، کنعانی، فریزی، فلستی وغیرہ۔ ان اقوام نے فلسطین کے علاقہ کو آپس میں تقسیم کرلیا تھا۔ اور الگ الگ ریاستیں قائم کررکھی تھیں۔ یہ سب قومیں مشرک تھیں اس وقت وہاں مشرکانہ اور اخلاق باختہ ماحول تھا۔ جب خاندان بنی اسرائیل وہاں پہنچا تو حق کی جو شمع انہیں مرحمت کی گئی تھی اس کی کرنوں سے یہاں کے مشرکوں کو منور بادین حق کرتے اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا حلقہ بگوش بناتے۔ لیکن ان کے تو اپنے ہی قدم ڈگمگا گئے تھے۔ ان کے ماحول سے اتنے متاثر ہوئے کہ مشرک اور اخلاق باختہ اقوام کی جملہ خرابیاں اُنہوں نے خود اپنا لیں۔

وقت گزرتا گیا بالآخر 1020 قبل از مسیح میں حضرت طالوت کی سرکردگی میں بنی اسرائیل نے اپنی سلطنت قائم کرلی۔ ان کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام فائز ہوئے۔ ان کا عرصہ عہد حکومت 1000 ق م، سے 971 ق م، تھا۔ اُن کا عہد حکومت امن وامان کا زمانہ شمار ہوتا ہے۔ حضرت داؤد علیہ السلام کے بعد ان کے صاحبزادے حضرت سلیمان علیہ السلام برسر اقتدار آئے۔ آپؑ کا عہد حکومت 971 ق م، تا 922 ق م، کا تھا۔ یہ دور بنی اسرائیل کے لیے ایک زرّیں دور تصور کیا جاتا ہے، پھر اُن کے انتقال کے بعد بنی اسرائیل کا شیرازہ بکھر گیا۔

بابل کے حکمرانوں کے حملے

آنے والے ہر عہد کے نبی نے بنی اسرائیل کو راہِ راست پر لانے کی ہر چند کوشش کی، جس کا اُن پر کوئی اثر نہ ہوا۔ اُنہیں عذاب الٰہی سے ڈرایا گیا لیکن وہ بے راہ رَوی سے نہ ہٹے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی مہلت کی گھڑیاں ختم کردیں تو عذاب الٰہی بابل کے جابر اور سفاک بادشاہوں کے حملوں کی صورت میں ظاہر ہوا۔

599-89 ق م، میں بابلیوں نے بنی اسرائیل پر حملے کیے اور اُن کے ملک میں تباہی مچادی۔ بڑے بڑے شہروں کو پیوند خاک کردیا۔ اس کے باوجود بنی اسرائیل بیدار نہ ہوئے۔ 587 ق م، میں بابل کا حکمران بخت نصر ایک لشکر جرار کے ساتھ اُن پر حملہ آور ہوا۔ اس نے یروشلم کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔ ہیکل سلیمانی مسمار کردیا، بے شمار یہودیوں کا

Marfat.com

قتل عام ہوا۔ جن میں بوڑھے، بچے، نوجوان مرد وزن کو گاجر مولی کی طرح کاٹا گیا۔ اُن کے شاندار محلات کو آگ لگادی گئی۔ کچھ یہودیوں کو زندہ گرفتار کر کے بابل لایا گیا۔ وہاں کی رعایا میں ان کو غلاموں کی حیثیت سے اس طرح تقسیم کیا گیا کہ یہ قوم کبھی متحد ہونے کا خواب نہ دیکھ سکے۔

بخت نصر کی موت کے بعد پھر حالات پلٹنے لگے، اور بابل کی سلطنت روبہ زوال ہونے لگی۔ سیریس دوئم شاہ فارس (CyrusII) کا نام بائبل میں ''خورس'' لکھا گیا ہے۔ اس نے لیڈیا اور بابل پر 549ق م، میں حملہ کیا اور فتح یاب ہو کر سب سے پہلے یہودا کی سلطنت کو بحال کیا۔ اس کے بعد یروشلم کے ہیکل سلیمانی کو دوبارہ تعمیر کرنے کا فرمان جاری کیا۔ بابل میں جلاوطنی کی ذلیل زندگی بسر کرنے والے بے شمار یہودیوں کو فلسطین واپس جانے کی اجازت دی۔

445ق م، تک بنی اسرائیل کے حالات تشویش ناک ہی رہے۔ حتیٰ کہ نحمیہ کی کوششوں سے اسی سال شاہ فارس کے حکم سے ایک وفد یروشلم بھیجا گیا اور حضرت عزیر علیہ السلام کو دین موسوی کی ترویج و نفاذ کا کام سونپا گیا۔ آپ نے یروشلم پہنچ کر اپنی مساعی جمیلہ سے سیاسی استحکام کے ساتھ ساتھ اصلاح عقائد اور تربیت اخلاق کی نعمت سے ایک بار پھر بنی اسرائیل کو بہرہ ور کیا۔ اس طرح غم والم کے ایک طویل دور کا خاتمہ ہوا، اور بنی اسرائیل کو چین کا سانس لینا نصیب ہوا۔

(بحوالہ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، ج:17، ص:127-126)

یہودی ریاست کا قیام حضرت عزیر علیہ السلام کی کوششوں سے اصلاح وعقائد واخلاق میں جونئی روح پھونکی گئی تھی، وہ زیادہ دیر تک قائم نہ رہ سکی۔ آپؑ کے وصال کے بعد بنی اسرائیل دنیاوی لذتوں اور خواہشات کی لعنت میں گرفتار ہو گئے۔ ایرانی سلطنت کے زوال کے ساتھ یونانیوں کا عروج شروع ہوا تو سکندر اعظم نے مشرق وسطیٰ کے دیگر ممالک کے علاوہ فلسطین پر بھی قبضہ جمالیا۔ یونانی قوم عقائد کے لحاظ سے بدترین قسم کے شرک کا شکار تھی۔ اُنہوں نے فلسطین کے علاقہ میں اپنی مادر پدر تہذیب وتمدن کو فروغ دینے کی انتہائی کوششیں کیں۔

فلسطین ایک الگ ریاست تھی، جس کے سردار کا تقرر یونانی کیا کرتے تھے۔ لیکن وہ سردار یہودی ہی ہوا کرتا تھا۔ انتظامی لحاظ سے اس کا الحاق شام کے ساتھ تھا۔ شام کا گورنر بھی یونانی ہی ہوا کرتا تھا۔ چنانچہ یونانی تہذیب وتمدن کا اثر رنگ لایا اور یہودی دولت مند طبقہ اس کا شیدائی ہو گیا۔ سال 168ق م، میں حالات کے سازگار ہونے سے شام کے رومی حکمران اینٹی اوکس چہارم (Antiochus iv) نے یونانی رسم ورواج کو مسلط کرنے کا ارادہ کیا اور ہیکل سلیمانی میں سابقہ قربان گاہ کے اُوپر جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت کے مطابق سوختنی قربانیاں دی جایا کرتی تھیں وہاں اُس نے ایک قربان گاہ تعمیر کروائی جس پر مشرکانہ رسم ورواج کے مطابق یونانی دیویوں اور دیوتاؤں کے نام سے قربانیاں دی جانے لگیں، جو شخص انکار کرتا اسے سزا دی جاتی۔ اس ظالمانہ حکم نے ایک انقلابی تحریک کو جنم دیا، جو تاریخ میں ''مکابی تحریک'' کے نام سے مشہور ہوئی۔ یروشلم کے نزدیک Modin ''موڈین'' کا قصبہ آباد تھا۔ وہاں ایک بوڑھا یہودی مذہبی رہنما بھی قیام پذیر تھا۔ اُس نے اس تحریک کی مخالفت کی جس کا نام ''میتاتھیس'' Mattahias تھا۔ اُس نے بے ہودہ

Marfat.com

احکام کی تعمیل سے انکار کیا۔ جن مرتد یہودیوں نے مکابی تحریک کے احکامات کی تعمیل کی تھی، میٹا تھائیس نے اُنہیں تہہ تیغ کیا اور اپنے پانچ بیٹوں کے ساتھ وہاں سے نکل کر ایک پہاڑ کی غار میں رہنے لگا۔ یہودیوں کی ایک کثیر تعداد اس کے جھنڈے تلے جمع ہوگئی، جن کی کوششوں سے ایک آزاد یہودی مملکت معرض وجود میں آئی۔

(بحوالہ انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا، ج:14، ص:549)

مکابی تحریک کوئی زیادہ کامیاب نہ ہوئی کچھ عرصہ بعد سرد پڑ گئی۔ ذاتی اقتدار کو قومی مفاد پر ترجیح دینا، اُنہوں نے اپنا اصول بنالیا تھا۔ چنانچہ یہودیوں کے ایک شخص اینٹی پیٹر Antipater کی تحریک پر رومی بادشاہ Pompey کے نمائندہ سیکاروس M.A. Scaurus نے یروشلم پر حملہ کر کے یہودیوں کو پھر اپنا غلام بنالیا۔ اس قومی غداری کے صلہ میں اینٹی پیٹر کو رومی دربار میں بڑی اہمیت حاصل ہوگئی۔ لیکن قوم نے اس کی غداری کو معاف نہ کیا، اور کسی پادری نے اُسے زہر دے کر ہلاک کر دیا۔ اُس کا لڑکا ہیروڈ Herod جان بچا کر روم چلا گیا۔ شاہ روم Antony نے 40 ق م، میں ہیروڈ کو یہودا کی ریاست کا حکمران مقرر کر دیا۔ ہیروڈ کے بعد اُس کا لڑکا ہیروڈ اینٹی پاس فرمانروا بنا۔ اُس کا عہد حکومت 4 ق م، سے 39 عیسوی تک تھا۔ یعنی اس نے 43 سال حکومت کی، اس دور میں حضرت مسیح علیہ السلام مبعوث ہوئے اُنہوں نے اپنے وعظ و ارشادات کا آغاز فرمایا، آپ کے خطبوں کے مطالعہ سے یہ معلوم ہوتا ہے جیسے ایک بار پھر بنی اسرائیل اخلاقی انحطاط کی انتہائی پستیوں میں گر گئی تھی۔ پھر بھلا اس بگڑے معاشرہ میں حضرت مسیح علیہ السلام کی دعوت حق کو کیسے اپنایا جاسکتا تھا۔ چنانچہ اُنہوں نے رومی گورنر پیلاطیس کی عدالت میں مقدمہ دائر کر دیا اور اُن پر کفر والحاد کا الزام لگا کر گورنر کو مجبور کیا کہ وہ حضرت مسیح علیہ السلام کو سولی چڑھادے۔ ورنہ وہ علم بغاوت بلند کر دیں گے۔

ہیروڈ اینٹی پاس، بداخلاق انسان تھا ایک بار جب وہ روم گیا ہوا تھا، وہاں اس کی ملاقات اپنے بھائی فلپ کی بیوی ہیروڈیاس سے ہوئی تو وہ اس پر فریفتہ ہوگیا۔ اور اُسے اپنے گھر میں ڈال لیا۔ اس کے بھیانک اور اخلاق سوز فعل پر حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شدید احتجاج کیا اور اُسے فعلِ قبیح سے باز آنے کی تلقین کی وہ اقتدار کے نشہ میں چُور تھا۔ اس نے آپؑ کی تلقین پر کوئی توجہ نہ دی۔ بلکہ آتش زیر پا ہوگیا اور اپنی داشتہ بھابھی کے اُکسانے پر حضرت یحییٰ علیہ السلام کا سر مجمع عام میں قلم کروادیا۔ (بحوالہ: مرقس باب: 6 آیات: 17-29 انسائیکلوپیڈیا آف برٹانیکا ج: 11 ص: 511)

اُس کے بعد اس کا لڑکا ''اگر پادوئم'' تخت نشین ہوا، وہ بداخلاقی میں باپ سے کچھ کم نہ تھا۔ اُس نے اپنی بہن بیرنیاس Brenice کے ساتھ ناجائز تعلقات اِستوار کر رکھے تھے۔ یہ خاندان صرف سیاسی حکمران ہی نہ تھا، بلکہ یہودیوں کا رُوحانی سردار بھی تھا۔ اُس خاندان کو بڑے بڑے مذہبی پیشوا مقرر کرنے کا بھی اختیار حاصل تھا۔

(انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا، ج: 11 ص: 512)

آخیر پادوئم کو موت نے آ گھیرا اُس کے بعد فلسطینیوں کا علاقہ رومیوں کے قبضہ میں آ گیا جس سے بے اطمینانی کی لہر دوڑ گئی اور یہودیوں نے رومی حکومت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔ ابتداء میں اُنہیں کچھ کامیابیاں بھی

Marfat.com

نصیب ہوئیں، لیکن شام کا رومی گورنر بھی اُس سے شکست کھا کر بھاگ گیا۔

ولی عہد ٹیٹس (Titus) کی قیادت میں ساٹھ ہزار کا رومی لشکر فلسطین پر حملہ آور ہوا۔ اسی سال گلیلی فتح ہوا۔ پھر 70 عیسوی میں اس نے یروشلم پر قبضہ کیا۔ اور ہیکل کے معبد کو تباہ و برباد کر دیا۔ دس لاکھ یہودی مارے گئے، جبکہ ایک لاکھ یہودی مرد و زن کو غلاموں اور لونڈیوں کی حیثیت سے فروخت کر دیا گیا۔ اِس فتح عظیم کی یاد میں ایک یادگار روم میں ٹیٹس تعمیر کی گئی۔ (بحوالہ اگرولر، انسائیکلو پیڈیا، ج:19 ص:156)

بنی اسرائیل کو دوسری بار سزا ملی تھی۔ جو اُن کے اعمال بد کی وجہ سے تھی۔ اس کے بعد یہودیوں کی بربادی کا طویل دور شروع ہوا، جو تا ہنوز جاری ہے۔

﴿بنی اسرائیل کی بداعمالیاں﴾ 1...... حضرت سلیمان علیہ السلام نہایت پاکیزہ کردار کے حامل برگزیدہ اللہ کے محبوب نبی تھے۔ یہود و نصاریٰ نے آپؑ کی رسالت کو تسلیم اور بحر و بر پر آپؑ کی حکمرانی کا ذکر بڑے فخر سے کیا۔ اُنہوں نے یہ بھی کہا کہ آخر عمر میں سلیمانؑ نے توحید کو چھوڑ دیا تھا اور اپنی مشرک بیوی کے باطل خداؤں کی پرستش کرنے لگے تھے۔

2...... ''اور سلیمان بادشاہ فرعون کی بیٹی کے علاوہ بہت سی اجنبی عورتوں...... محبت کرنے لگا، اور اُنہی کے عشق کے دم بھرنے لگا۔ اور اس کی بیویوں نے اس کے دل کو پھیر دیا۔ کیونکہ جب سلیمان بوڑھا ہو گیا تو اس کی بیویوں نے اُس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کر دیا۔ اور اُس کا دل خداوند کے ساتھ کامل نہ رہا۔ سلیمانؑ نے خدا کے آگے بدی کی اور خداوند سلیمانؑ سے ناراض ہوا۔ اُس کا دل خداوند اسرائیل کے خدا سے پھر گیا تھا۔ (باب نمبر 11 آیت نمبر 1 تا 9 سلاطین)

بائبل میں تحریف کر کے ایک پاک باز برگزیدہ نبی کے خلاف اس ہرزہ سرائی کی تحقیقات کے بعد محققین نے اور فضلاء نے اس کی تردید کی۔ انسائیکلو پیڈیا بیلیکا میں انجیل کی ان آیات کے متعلق صراحتاً لکھ دیا کہ یہ غلط ہیں۔ حضرت سلیمان علیہ السلام تہمت و شرک سے مبرا تھے۔ (ملاحظہ ہو: کالم 3689 انسائیکلو پیڈیا بیلیکا)

اس طرح محققین کے قلم کو لکھنا پڑا کہ سلیمان علیہ السلام خدائے واحد کے مخلص پرستار تھے۔ جس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کی کتاب قرآن مجید نے کی۔ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد بنی اسرائیل کی سلطنت کے دو حصے ہو گئے۔ ایک یہودیہ جس میں یروشلم شامل ہے اور دوسری ریاست کا نام اسرائیل تھا۔ جس میں سامریہ کا علاقہ بھی شامل تھا۔ ان دونوں ریاستوں میں سلسلہ جنگ و جدل شروع ہوا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ دمشق کی حکومت سے اپنے ہی بھائیوں کے خلاف مدد مانگی۔ اس پر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اُس وقت کے نبی حنانیؑ نے یہودیہ کے حاکم ''آسا'' کو سخت تنبیہ کی۔ آسا نے اس تنبیہ کو قبول کرنے کی بجائے اس وقت کے پیغمبروں کو جیل بھیج دیا۔ (حوالہ تواریخ باب: 7 آیات نمبر 7 تا 10)

3...... بنی اسرائیل کا یہ معمول تھا کہ وہ اپنے پیغمبروں سے سند کے طور پر مختلف قسم کے معجزات پیش کرنے پر اصرار کیا کرتے تھے۔ اُن میں سے بعض پیغمبروں نے آتشیں قربانی کا معجزہ پیش کیا۔ بائبل میں حضرت الیاس علیہ السلام کے متعلق لکھا ہے کہ اُنہوں نے بعل (بیل) کی پرستش پر یہودیوں کی ملامت کی اور از سرِ نو توحید کا صور پھونکنا شروع کیا تو

Marfat.com

سامریہ اسرائیلی بادشاہ ''اخی'' ناراض ہوا، اُس پر حضرت الیاس علیہ السلام نے بیل کے پجاریوں کو چیلنج کر دیا کہ مجمع عام میں سے ایک بیل کی قربانی میں کرتا ہوں اور ایک کی قربانی تم کرو، جس کی قربانی کو آگ آ کر کھا لے گی وہی حق پر ہوگا۔

چنانچہ لوگوں کے ایک جم غفیر کے سامنے یہ مقابلہ منعقد ہوا، آگ نے حضرت الیاس علیہ السلام کی قربانی کو کھا لیا، نتیجتاً بیل پرست یہودی اور بادشاہ اخی کی ملکہ جو خود بھی بیل پرست تھی وہ حضرت الیاس علیہ السلام سے سخت ناراض ہوئے۔ بادشاہ زن پرست تھا وہ ملکہ کی خوشی کی خاطر حضرت الیاس علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوگیا۔ حضرت الیاس علیہ السلام کا ذکر قرآن مجید میں تین بار آیا ہے۔ اُنہیں مجبوراً جزیرہ نمائے سینا میں پناہ لینا پڑی۔ اس موقع پر آپؑ نے جو دعا مانگی اُس کے الفاظ یہ ہیں: ''بنی اسرائیل نے تیرے عہد کو ترک کر دیا تیرے نبیوں کو تلوار سے ختم کیا اور ایک میں ہی اکیلا بچا ہوں، سو وہ میری جان لینے کے درپے ہیں۔''

(سلاطین باب:ا□1819 آیات 1 تا 10)

4...... بادشاہ اخی نے ایک اور نبی حضرت میکایاہؑ کو حق گوئی کے جرم میں جیل بھیج دیا تھا اور حکم دیا تھا کہ اس شخص کو مصیبت کی روٹی کھلانا اور مصیبت کا پانی پلانا۔

(سلاطین باب:22 آیات 26.27)

یہودیہ کی ریاست میں اعلانیہ بت پرستی اور بدکاری ہونے لگی تو حضرت زکریا علیہ السلام نے اس کے خلاف آواز اُٹھائی، شاہ یہودہ یواسس نے حکم دیا کہ اُنہیں عین ہیکل سلیمانی ''مقدس'' اور ''قربان گاہ'' کے درمیان سنگسار کر دیا جائے۔ اسرائیلی ریاست سامریہ آشوریوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی تھی۔ جبکہ یروشلم کی یہودی ریاست کے سر پر تباہی کے بادل منڈلا رہے تھے۔ ایسے میں حضرت یرمیاہ جو نبی تھے نے اپنی قوم کے زوال پر کوچے کوچے قریہ قریہ میں جا کر تبلیغ کی اور خبردار کیا کہ سنبھل جاؤ ورنہ تمہارا انجام سامریہ ریاست کے لوگوں جیسا ہی ہوگا، بلکہ اُس سے بھی بدتر ہوگا۔ مگر اُس قوم نے ہدایت لینے کی بجائے اُن پر لعنت اور پھٹکار کی بارش کر دی۔ اُنہیں پیٹا گیا، قید کیا اور رسیوں سے باندھ کر کیچڑ بھرے حوض میں لٹکا دیا گیا، تاکہ وہ اذیت سے مر جائیں۔ مزید اُس قوم نے الزام لگایا کہ یہ یرمیاہ قوم کے غدار ہیں اور وہ بیرونی دشمن سے ملے ہوئے ہیں۔

(بحوالہ: یرمیاہ باب:ا□15 آیت ا□10 باب:ا□18 آیات 30 تا□33 باب ا□209 آیات 1 تا 18)

حضرت عاموس علیہ السلام بھی بنی اسرائیل کے انبیاء میں سے ہیں۔ اُن سے متعلق لکھا گیا کہ جب اُنہوں نے سامریہ کی اسرائیلی ریاست کو اُس کی بداعمالیوں، گمراہیوں اور بدکاریوں پر ٹوکا اور ان اعمال کے برے انجام سے متنبع کیا تو اُنہیں نوٹس دیا گیا کہ تم ملک سے نکل جاؤ، نبوت کا یہ کام سامریہ کی ریاست کی حدود سے باہر جا کر کرو۔

(بحوالہ: عاموس، باب 7، آیت 10 تا 13)

5...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت کے تقریباً ایک ہزار سال پہلے عمالقہ قوم نے بنی اسرائیل پر برتری حاصل کر لی تھی۔ اسرائیلیوں کے قبضہ سے فلسطین کا علاقہ چھین لیا گیا تھا۔ سموئیل علیہ لسلام نبی تھے۔ وہ بنی اسرائیل کے حکمران اور اُن پر عدالت بھی کرتے تھے۔ لیکن وہ بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ ایسے میں سرداران بنی اسرائیل نے محسوس کیا کہ کوئی ایسا شخص اُن کا سربراہ ہو جس کی قیادت میں وہ جنگ کر سکیں۔ لیکن اُس وقت قوم بنی اسرائیل انتہائی جاہلیت اختیار

Marfat.com

کر چکی تھی۔ وہ غیر مسلم قوموں کے طور طریقوں سے ایسے متاثر ہوئے کہ انہیں خلافت اور بادشاہی میں کوئی فرق نظر نہ آتا تھا۔ وہ خلیفہ کی بجائے بادشاہ کا تقرر چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں بائبل کی کتاب سموئیل اوّل میں تفصیلات بیان کی گئی ہیں۔

6.....قرآن مجید میں بنی اسرائیل کی نافرمانیوں کے بہت سے واقعات بیان ہوئے ہیں۔ جن میں ایک واقعہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تقریباً تین سو سال بعد اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت سے ہزار گیارہ سو سال پہلے کا ہے۔ جس کا مختصر حال یہ ہے کہ عمالقہ نے فلسطین کے اکثر حصوں پر قبضہ کر لیا تھا۔ جبکہ بنی اسرائیل کو "رامہ" کے علاقہ میں محدود کر دیا گیا تھا۔ اُس وقت بنی اسرائیل کے نبی حضرت سموئیل علیہ السلام تھے۔ جو بہت بوڑھے ہو چکے تھے۔ عمالقہ نے بنی اسرائیل پر بہت زیادتیاں کیں اور ایذا رسانی کی حد کر دی۔ اب بنی اسرائیل نے خواہش کی کہ عمالقہ کی سرکوبی کا کوئی انتظام کیا جائے۔ تاکہ اپنا کھویا ہوا مقام اقتدار اور حکومت واپس لے سکیں۔ اس مقصد کے حصول کے لیے انہوں نے اپنے نبی حضرت سموئیل سے درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ سے اُن کے لیے ایک ملک (سردار) کا سوال کریں۔ اُنہوں نے اپنی قوم سے فرمایا کہ میں دعا تو کرتا ہوں لیکن کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ اللہ تعالیٰ تم پر جہاد فرض کر دے، اور تم جہاد سے منہ موڑ لو۔ وہ کہنے لگے کہ ہمیں تو صرف اذن ربی درکار ہے، اور ہم کیوں نہ جہاد کریں گے۔ ہمیں تو اپنی گھروں سے نکالا گیا اور اپنے بچوں سے جدا کر دیا گیا۔ لیکن جب اُنہیں جہاد کی اجازت مل گئی تو چند کے سوا سب نے جہاد کرنے سے انکار کر دیا۔

بنی اسرائیل کی خواہش اور حضرت سموئیل علیہ السلام کی دُعا کی منظوری کے بعد اللہ تعالیٰ نے "طالوت" کو اُن کا سردار مقرر فرما دیا۔ تو اُنہوں نے اِعتراض کیا کہ یہ شخص نہ لاوی بن یعقوب کی اولاد سے ہے جس میں نبوت نسل در نسل چلی آ رہی ہے۔ اور نہ ہی وہ یہودا ابن یعقوب کی اولاد سے ہے۔ جن میں حکومت و سلطنت پشت در پشت چلی آ رہی ہے۔ تو ایسا شخص کب سردار قوم اور سالار لشکر بن سکتا ہے۔ اس منصب کے حقدار تو ہم ہیں جن کے پاس دولت کی فراوانی ہے۔ بائبل میں ہے کہ طالوت تیس سالہ نوجوان اپنے حسن و جمال میں بے نظیر تھا۔ اتنا طویل القامت تھا کہ دوسرے لوگ مشکل سے اس کے کندھے تک پہنچ پاتے۔ وہ "بنیامین" کی نسل سے تھا۔ حضرت سموئیل نے اپنی قوم کو بتایا کہ یہ انسانی انتخاب نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ نے خود اُسے تمہاری قیادت کے لیے منتخب فرمایا ہے۔ لہٰذا اللہ کی بخشش وعطا پر اعتراض نہیں کرنا چاہیے۔ بنی اسرائیل نے اس کے ثبوت کے لیے دلیل پیش کرنے کا مطالبہ کیا، کہ طالوت کا انتخاب واقعی اللہ نے کیا ہے۔ تو اُن کے نبی نے فرمایا کہ اُس کی حکومت کی نشانی یہ ہے کہ وہ صندوق جس میں تمہاری تسکین وطمانیت کا سامان ہے اور جس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہم السلام کے تبرکات تھے، اور جو عمالقہ تم سے چھین کر لے گئے تھے، وہ تمہیں فرشتے واپس کر دیں گے۔ جب فرشتے اس صندوق کو اُٹھائے ہوئے یا بیل گاڑی کو ہانکتے ہوئے جس پر تابوت رکھا تھا، بنی اسرائیل کے پاس لے آئے تو اُنہیں طالوت کے ملک (سردار) بننے کا اطمینان ہو گیا۔ بنی اسرائیل کو یقین ہو گیا کہ انبیاء کرام کے تبرکات والا صندوق جس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا عصا اور پارچات اور حضرت ھارون علیہ السلام کا عمامہ تھا اُنہیں واپس مل گیا۔

جب طالوت عمالقہ کی سرکوبی کے لیے روانہ ہوئے تو اُن کے ہمراہ بنی اسرائیل کی کثیر تعداد تھی۔ راستہ میں ایک

Marfat.com

نہر (ممکن ہے دریائے اُردن ہی ہو) پر سے گزر ہوا تو حکم ہوا اب تمھارا امتحان لیا جائے گا۔ وہ یہ کہ اس نہر (دریا) سے پانی پینے کی اجازت نہیں۔ جس نے پانی پیا وہ میرا سپاہی نہیں۔ ہاں گر شدت پیاس ہو تو ایک چلّو بھر کر پی لو، اس سے زیادہ نہیں، سب نے سیر ہو کر پانی پیا، سوائے چند مخلصوں کے۔ جو اس امتحان میں کامیاب رہے۔ صحیح روایت کے مطابق اُن کی تعداد تین سو تیرہ تھی۔ باقی ہزاروں نے لشکر سے کنارہ کشی کر لی۔ پھر طالوت مٹھی بھر سپاہیوں کو لے کر جالوت کے لشکر کے سامنے پہنچے تو طالوت کے سپاہی سہم گئے۔ جن مخلص ساتھیوں نے ہمت بندھائی اور بتایا کہ فتح و نصرت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔ وہ جانباز سر ہتھیلیوں پر رکھ کر میدان میں نکلے اور بارگاہ رب العزت میں دعا کے لیے ہاتھ پھیلائے، صبر و استقامت کی دعا کی اور دشمن کی شکست کا سوال کیا۔ مٹھی بھر مجاہدین نے اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے دشمن کے لشکر جرار کو شکست دی۔ عمالقہ کے سپہ سالار جالوت جو بڑا بہادر اور کہنہ مشق جرنیل تھا حضرت داؤد علیہ السلام نے اُسے پتھر مار کر ہلاک کر دیا۔ حالانکہ حضرت داؤد علیہ السلام اُس وقت بالکل کم سن بچے تھے۔ اور بیمار بھی تھے۔ یہ واقعہ قرآن مجید کی سورۃ البقرہ میں آیا ہے۔

﴿یہودی یثرب میں﴾ ابن خلدون اور دیگر عربی کتب سے اس امر کی تائید ہوتی ہے کہ یہودیوں کا اصل وطن فلسطین تھا۔ یثرب شہر کو بسانے والے کا نام ''یثرب'' تھا۔ اس لیے یہ شہر اُس کے نام پر ''یثرب'' مشہور ہوا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عمالقہ کی سرکوبی کے لیے حضرت یشوع علیہ السلام کی قیادت میں بنی اسرائیل کا جو لشکر یثرب پر حملہ کشی کے لیے بھیجا تھا، اُس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے یہ حکم دیا تھا کہ عمالقہ نسل کے تمام لوگوں کو قتل کر دیا جائے۔ بنی اسرائیل کو عمالقہ پر فتح نصیب ہوئی، اُنہوں نے عمالقہ کے تمام لوگوں کو قتل کر دیا۔ البتہ سمیدع بن ہومر بادشاہ کے بیٹے کو قتل نہ کیا۔ وہ نوجوان اور بہت خوبصورت تھا، تاکہ موسیٰ علیہ السلام خود اُس کے بارے میں فیصلہ فرمائیں۔ فاتح لشکر وطن واپس لوٹا تو وطن پہنچنے سے پہلے ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام انتقال فرما چکے تھے۔ یہودیوں کے سرداروں کو جب یہ اطلاع ملی کہ یوشعؑ نے یثرب کے باشاہ کے بیٹے کو قتل نہیں کیا تو وہ سخت برہم ہوئے، اور حضرت یوشعؑ پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حکم کی نافرمانی کا الزام لگا کر فاتح یثرب کو اپنے علاقہ میں سکونت کی اجازت دینے سے انکار کر دیا۔ پھر یوشعؑ اور اس کے ساتھیوں نے سوچا کہ بجائے اس کے کہ وہ مارے مارے اِدھر اُدھر پھرتے رہیں کیوں نہ وہ یثرب میں جا کر آباد ہو جائیں۔ جس کو اُنہوں نے ابھی ابھی فتح کیا تھا۔ چنانچہ بنی اسرائیل کی یہ جماعت یثرب میں آ کر آباد ہو گئی۔ حضرت یوشعؑ اور اُن کے ساتھیوں کا یہ پہلا یہودی گروہ تھا، جو یثرب میں آباد ہوا۔

مؤرخین کی تصریحات کے مطابق جو کتاب ''دائرۃ المعارف'' میں تحریر کی ہیں اُن کے حوالہ سے یثرب 2200 اور 1600 قبل مسیح کے درمیان عمالقہ قوم نے آباد کیا تھا۔ کثرت رائے اور جامع شہادتوں سے شہر مقدس کی بنیاد 2200 قبل از مسیح میں پڑی۔ عمالقہ قبائل جنگ وجدل میں بڑی مہارت رکھتے تھے۔ اُنہوں نے شہر کے گرد و نواح میں آباد بہت سی قوموں کو تباہ و برباد کیا اور علاقہ پر قابض ہوئے۔ اسی قوم کا ''یثرب'' خود شہر مذکور اور خیبر و گرد نواح کے علاقے کا بادشاہ بن

Marfat.com

گیا۔ ”کتاب البروج“ کے مطابق بنوعمالقہ تین بار یثرب آئے۔ پہلی بار اُنہوں نے یثرب کو آباد کیا، دوسری بار اُنہوں نے جب وہ عراق میں ”بنوجام“ کے ظلم وستم سے تنگ آ گئے تو وہ حجاز کے علاقہ ہی میں پناہ گزین ہوئے تھے۔ تیسری بار بنو عمالقہ اُس وقت یثرب آئے جب ”مکہ“ سمیدع بن لاؤذ بن عملیق اور قحطانی قبائل کے درمیان زبردست جنگ ہو رہی تھی۔ سمیدع فتح یاب ہوئے اور قحطانی قبائل کو مکہ چھوڑ کر دوسرے علاقوں کی طرف جانا پڑا اُن میں سے بنوعبیل بن مہلائل بن عوض بن عملیق یثرب میں آباد ہوئے۔

دار الہجرت بنی اسرائیل کو اپنی الہامی کتاب تورات سے سرکار دو عالم حضور نبی کریم ﷺ کے دار الہجرت کی بابت معلوم ہوا تھا۔ اُنہوں نے یہ بھی پڑھا تھا کہ وہ شہر سرسبز و شاداب ہوگا۔ ان یہودی لشکریوں نے پہلے ”تیما“ میں قیام کیا، لیکن یہ جگہ اُن اوصاف کے مطابق نہ تھی۔ جس کا ذکر تورات میں کیا گیا تھا۔ پھر بھی کچھ لوگ یہاں رہے، اور دیگر خیبر میں آباد ہو گئے۔ لیکن اُس جگہ بھی وہ نشانیاں نہ ملی جو تورات میں پائی گئی تھیں۔ پھر اُن میں سے ایک جماعت نے یثرب کا رُخ کر لیا وہ وہاں آباد ہو گئی۔ اُنہوں نے کھیتی باڑی کا سلسلہ شروع کر دیا۔ یثرب میں آباد ہونے والے اولین یہودیوں کا تعلق بنو قریظہ اور بنونضیر سے تھا۔ بنو قریظہ نے وادی مہروز جبکہ بنونضیر نے مذنیب میں رہائش اختیار کر لی۔ یہودیوں کی یثرب میں اس آبادکاری کے عمل کو مشہور و معروف مؤرخین ابوالفرج الاصبہانی، اسماعیل ابوالفداء اور ابن خلدون نے تسلیم کیا ہے۔

احمد بن یحیٰ بن جابر البلاذری نے ”فتوح البلدان“ میں لکھا کہ جب بابل کے بادشاہ بخت نصر نے بیت المقدس کو تخت و تاراج کیا تو بنی اسرائیل کے بعض لوگوں کو جلاوطن اور بعض کو قید کر لیا، جلاوطن اسرائیلی لوگوں کی ایک جماعت (گروہ) حجاز میں آباد ہو گیا۔ وہ وادی القراء تیما اور یثرب میں رہنے لگے۔ یثرب میں پہلے ہی جرہم اور عمالیق قبائل کے لوگ آباد تھے۔ ان کا پیشہ کھیتی باڑی اور باغبانی تھا۔ بنی اسرائیل نے ان کے ساتھ مل جل کر رہنا شروع کر دیا۔ رفتہ رفتہ اسرائیلیوں کی طاقت بڑھتی گئی جبکہ جرہم اور عمالیق کمزور ہوتے گئے۔ آخر کار بنی اسرائیل نے بزور طاقت ان قبیلوں کو یثرب سے نکال دیا اور وہاں خود قابض ہو گئے۔ یہودیوں کا دوسرا گروہ یثرب میں اس وقت آیا جب بخت نصر نے 586 ق م، میں یروشلم کو تباہ و برباد کر دیا تھا۔ یروشلم کے یہودیوں نے بھاگ کر یثرب میں پناہ لی، جہاں یہودی پہلے ہی موجود تھے۔ جس کی تفصیل آ چکی ہے۔

بنوعمالقہ اور اسرائیلی تو پہلے ہی یثرب میں آباد تھے، اُن کے علاوہ اُوس اور خزرج بھی 115 ق م، میں یہاں آباد ہو گئے تھے۔ ان قبیلوں کا شجرہ نسب بھی اہل یمن کی طرح بنوقحطان سے جا ملتا ہے، اور یہ یثرب بن قحطان کی نسل سے تھے۔ جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اُولادمیں سے ہوئے ہیں۔ ابن خلدون اور امام سہیلی نے اُن کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا ہے:

اوس، خزرج حارث بن ثعلبہ بن عمرو بن حارثہ بن امراء القیس بن ثعلبہ بن مازن بن عبداللہ بن الازد بن الغوث بن بنت بن مالک بن زید بن کہلان بن سبا بن یشمب بن یثرب اور بن قحطان۔ اوس اور خزرج دو بھائی تھے، مسماۃ ہنداء

Marfat.com

اَوس کی بھتیجی اور خزرج کی بیٹی تھی۔ اُن کے شوہر کا نام مالک تھا۔ اوس اور خزرج پانچ پانچ بڑے خاندانوں پر مشتمل قبائل تھے۔ جمرۃ النساب کے مطابق بنواَوس کے مرۃ، عوف، عمرو، جشم اور امراء القیس پسران مالک بیان ہوئے ہیں۔ اور بنو خزرج کے عمرو، عوف، جشعم، کعب اور الحارث تھے۔ یہ دونوں قبیلے پانچ پانچ بڑے خاندانوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے قبیلے کو اپنا ہم مرتبہ تصور نہ کرتے تھے۔ یہ قبائل یمن میں آباد ہوئے۔ یہاں ایک عظیم الشان تاریخی آبی ذخیرہ گاہ (ڈیم) جس کا نام ''سدماَرب'' تھا۔ قوم سباء کے باغات اور کھیتوں کو یہ ڈیم سیراب کرتا تھا، نظام آب پاشی لاجواب تھا۔ ایک شخص عمرو مزلیقیا بن عامر بن حارثہ نے اطلاع دی کہ ایک چوہا بند کی دیوار میں سوراخ کر رہا ہے۔ جس سے بند کی دیوار ٹوٹنے کا خطرہ ہوسکتا ہے۔ عمرو مزلیقیا نے اپنے جان ومال کی حفاظت کے پیش نظر خفیہ طور پر یمن سے نکل جانے کی تیاری شروع کر دی۔ پھر وہ اپنی آل اولاد کے ساتھ یمن سے نکل گیا۔ ایک اور قبیلہ جس کا نام ارزد تھا وہ عمرو مزلیقیا کے لوگوں کے ساتھ ہولیا۔ یہ لوگ عک اور نجران سے ہوتے ہوئے مکہ میں آباد ہوگئے۔ ان لوگوں کو مکہ کی آب وہوا راس نہ آئی اور وہ معاشی تنگی کا شکار ہوئے تو عمرو مزلیقیا، اوس وخزرج اپنے اپنے قبیلے کے ہمراہ یثرب آگئے۔ یہاں اس وقت یہودیوں کا قبضہ تھا۔ اُنہوں نے نو وارد قبیلوں کو یثرب میں داخل نہ ہونے دیا۔ اس لیے آنے والے قبائل نے شہر سے باہر رہائش اختیار کر لی۔

فتوح البلدان کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نو وارد قبیلوں کے رزق میں برکت دے دی اور اتنی طاقت عطا کر دی کہ اوس وخزرج کے قبائل نے یہودیوں کو اپنی قوت سے یثرب سے نکال دیا اور خود یہاں قابض ہوگئے۔ تاریخ یعقوبی کے مطابق اس وقت اَوس وخزرج کا سردار مالک بن زید بن عجلان تھا، اُس نے لوگوں کو بادشاہ کی بربریت سے نجات دلائی۔ اسی کتاب میں اَوس وخزرج کے یمن سے نقل مکانی کی وجہ تحریر کی کہ عمرو بن عامر کی بیوی جس کا نام ''کائن'' تھا نے پیشگوئی کی تھی کہ سدماَرب (ڈیم) ٹوٹنے والا ہے۔ ''اخبار مکہ'' کے مصنف ابوالولیہ مہر بن عبداللہ بن احمد بن الازرلی نے بھی یہی وجہ تحریر کی ہے۔ البتہ سیرت ابن ہشام نے نقل مکانی کی وجہ یہ بتائی کہ عمرو بن عامر اور قبیلہ ازرد یمن سے نکلنے کے بعد پہلے عک میں آباد ہوئے تو عک کے لوگوں نے عمرو اور اس کے لوگوں کے ساتھ جنگ کی۔ عمرو کو شکست ہوئی اور وہ اپنے بندوں کے ساتھ مختلف شہروں میں چلا گیا۔ ''ارض القرآن'' کے مطابق سدماَرب (ڈیم) یمن کے ٹوٹنے کا واقعہ 115 ق م، میں پیش آیا۔ اہل سباء کے عروج کا زمانہ بھی 900 قبل مسیح سے 115 ق م، کا ہی ہے۔ یمن اور اس کے گرد ونواح جو یہودی قبائل آباد تھے، اُن میں بنو قریظہ، بنونضیر، بنوزعورا، بنوقینقاع، بنوثعلبہ، بنوعامصہ، اہل زہرہ، اہل زبامہ اور اہل یثرب، بنوماسلہ، بنومزایہ، بنو زیدالملات اور اہل العیص شامل تھے۔ یثرب سے شام تک کا تمام علاقہ سرسبز وشاداب تھا۔ اس علاقہ میں بھی تمام بستیاں یہودیوں کی تھیں، جن میں مشہور ومعروف خیبر، فدک، تبوک، تیما، مدین، وادی القریٰ اور حجر تھیں۔ ان بستیوں میں تجارت، زرگری، مہاجنی لین دین یعنی سود وغیرہ کا کاروبار، مال ودولت کی فراوانی نے یہودیوں کو

Marfat.com

درندہ صفت بنا دیا تھا۔ان کی شرافت اور اخلاق کا دیوالیہ نکل چکا تھا۔اَوس وخزرج کی مظلوم عورتوں کی عزت وناموس سے کھیلنا اُنہوں نے شغل بنالیا تھا۔یہودیوں کا ایک رئیس فطیوُن بڑا ہی بدکار اور بدمعاش تھا۔اُن دونوں قبیلوں کی کوئی دوشیزہ سہاگ رات اُس کے پاس بسر کیے بغیر اپنے شوہر کے گھر نہیں جاسکتی تھی۔بصورت دیگر اُس دوشیزہ کو قتل کر دیا جاتا تھا۔جب اَوس اور خزرج کے سردار مالک بن عجلان کی بہن کی شادی طے پائی تو رَواج کے مطابق مالک بن عجلان کی بہن کو دلہن بنا کر یہودی رئیس فطیوُن کے گھر پہنچایا گیا۔یہودی کے گھر جانے سے پہلے دوشیزہ نے اپنے بھائی مالک اور دُیگر کو برہنہ ہوکر دکھایا،ایسے میں دونوں قبیلوں کے لوگ بہت پریشان ہوئے۔لڑکی نے اپنے بھائی مالک سے کہا کہ یہ حالت اُس حالت سے بہتر ہے جو یہودی رئیس فطیوُن اَوس اور خزرج کی دوشیزاؤں سے کرتا ہے۔مالک کو بہن کی یہ بات کھا گئی۔اور وہ آگ بگولا ہو گیا۔

﴿یہودی رئیس کا قتل﴾ وفا الوفاء اور کامل ابن اثیر میں درج ہے کہ مالک کی بہن دلہن بن کر اپنی سہیلیوں کے ساتھ فطیوُن کی خواب گاہ میں گئی تو اس کے بھائی مالک نے بھی زنانہ لباس زیب تن کر لیا اور بہن کے ساتھ ہی یہودی بدکار کی رہائش میں داخل ہو گیا۔جیسے ہی مالک کو موقع ملا اُس نے فطیوُن کو قتل کر دیا۔اس واقعہ کی اطلاع مالک بن عجلان نے اپنے ہم نصب اُردن کے بادشاہ کو ایک وفد کے ذریعہ پہنچائی۔وفد نے اُردن کے بادشاہ کو تمام واقعات تفصیل سے بتائے۔ایک روایت یہ بھی ہے کہ مالک نے اس واقعہ کی اطلاع بذات خود اُردن کے بادشاہ کو پہنچائی تھی۔

﴿یہودی سرداروں کا قتل عام﴾ مالک بن عجلان نے اُردن کے ہم نسب بادشاہ غسان کو اَوس اور خزرج کی دوشیزاؤں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کی داستان سنائی تو بادشاہ پر غیض وغضب کی کیفیت طاری ہو گئی۔اور اس نے اپنی فوج کو یثرب پر حملے کا حکم دے دیا،تاکہ یہودیوں سے بدلہ لیا جاسکے۔اُردنی لشکر ''ذی مرض'' کے مقام پر جو جبل اُحد کے شمال مغرب میں واقع ہے خیمہ زن ہوا۔ایسے میں یہودی قلعہ بند ہو گئے۔شاہ غسان نے حکمت عملی سے کام لیا اور ایک عالیشان محل تعمیر کرایا۔یہودی سرداروں کو دعوت طعام دی،اس تقریب میں قبیلہ اَوس اور خزرج کے سرداروں کو ابوحبلیہ نے بیش بہا تحائف دیئے۔اس کے بعد یہودی رؤسا کو بھی دعوت دی وہ لالچ میں آ گئے اور دعوت قبول کر لی۔ایک روایت کے مطابق تقریب میں 385 یہودی سرداروں کے سر قلم کیے گئے۔باقی ماندہ یہودی سرداروں کو مالک بن عجلان نے قتل کیا،یوں یہودیوں کی شان خاک میں مل گئی۔اکثر یہودیوں نے بھاگ کر جان بچائی۔جو باقی بچ رہے اُنہوں نے اَوس وخزرج کی پناہ حاصل کی۔یہودی سرداروں کے قتل کے بعد یثرب پر قبیلہ اَوس اور خزرج کی حکومت قائم ہو گئی۔یہ دونوں قبیلے عرصہ دَراز تک متحد رہے اور حکمرانی کرتے رہے۔اُنہوں نے اپنے دفاع میں متعدد قلعے بھی تعمیر کروائے۔

﴿جنگ بعث﴾ عرصہ دراز متحد رہنے کے بعد اَوس اور خزرج میں اختلافات پیدا ہو گئے۔جس کی وجہ سے اُن

Marfat.com

کے درمیان جنگ چھڑ گئی۔ دونوں قبیلوں کا بڑا نقصان ہوا۔ سیرت ابن ہشام کے مطابق آخر میں دونوں قبیلوں کے سرداروں نے صلح کر لی اور یہ طے پایا کہ دونوں کسی ایک کو متفقہ سردار منتخب کر لیں۔ چنانچہ قبیلہ عوف بن خزرج کے رئیس عبداللہ بن ابی مسئول کو دونوں قبیلوں نے اپنا سردار منتخب کر لیا، پھر اُس کی رسم تاج پوشی ادا کی۔ عبداللہ بن مسئول کے انتخاب سے 120 سال تک دونوں قبائل میں جاری رہنے والی جنگ کا سلسلہ ختم ہوا۔ اس کے بعد اُن دونوں قبیلوں کو عروج حاصل ہوا، دین اسلام کی روشنی پھیلنے تک یہ دونوں قبیلے یثرب پر حکمران رہے۔

طوفان نوحؑ کے بعد عرب کی تاریخ

طوفان نوحؑ کے بعد جزیرہ نما عرب میں سام بن نوح کی نسل کے لوگ آباد تھے۔ بنو یعرب بن قحطان بن عامر بن شالخ اور ارفخشد بن سام کے لوگ یمن میں، جبکہ بنو جرہم بن قحطان اور بنو عملیق بن لوذ بن سام حجاز میں، بنو طسم بن لوذ اور بنو جدلیس بن عامر بن آرم بن سام یمامہ میں بحرین تک پھیلے ہوئے تھے۔ قوم عاد بن عوض بن آرم شحر و عمام حضر موت کے درمیان احقاف میں آباد تھی۔ اس قوم کی جانب اللہ تعالیٰ نے حضرت ھود علیہ السلام کو بھیجا تھا، جس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 65 میں آیا۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں قوم عاد کی طرف مبعوث فرمایا تاکہ اس قوم کو باطل معبودوں سے قطع تعلق کرنے اور اپنے مولائے حقیقی سے رشتہ عبودیت جوڑنے کی دعوت دیں۔ قوم ثمود بن جاثر بن آرم حجاز و شام کے درمیان حجر میں آباد تھی۔ اُس قوم کی جانب اللہ تعالیٰ نے حضرت صالح علیہ السلام کو مبعوث فرمایا تھا۔ اُن کا ذکر قرآن مجید کی اسی سورت کی آیت نمبر 73 میں ہے۔

اقوام عاد و ثمود و جدلیس و عمالیق اور جرہم ایک زمانہ گزرنے کے بعد فنا ہو گئے۔ اسی وجہ سے عرب ان کو بائدہ بولتے ہیں۔ ان میں اگر کوئی بچے تو وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد کے ساتھ مل جل گئے۔ آپؑ کا ذکر مبارک سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 125 میں آیا ہے۔ آپؑ کی شادی قبیلہ بنو جرہم میں ہوئی تھی۔ اس وجہ سے اہل عرب ان کی اولاد کو مستعربہ کہتے ہیں۔ بنو قحطان کو عرب عاربہ (اصلی عرب) کہا کرتے تھے۔ عرب کی وجہ تسمیہ مختلف آراء پر مشتمل ہے۔ اہل لغت کا خیال ہے کہ عرب اور اعراب کے معنی وضاحت اور زبان آوری کے ہیں، اہل عرب اپنی زبان آوری کے مقابلہ میں دنیا کو ہیچ سمجھتے تھے۔ اس لیے وہ اپنے آپ کو عرب اور دیگر اقوام کو عجم کہتے۔ عجم کا مفہوم ''ژولیدہ بیانی'' ہے۔ القصہ مذکورہ بالا اقوام کی تباہی و اختلاط کے بعد عرب میں دو بڑے قبیلے رہ گئے۔ بنو قحطان اور بنو عدنان۔ بنو عدنان بنو اسماعیل علیہ السلام ہیں، عرب کی آبادکاری کا بڑا حصہ اسی خاندان سے ہوا۔ ان دونوں اقوام کی بہت سی شاخیں ہیں۔

ماضی بعید میں عربوں پر بہت سے حملے ہوئے لیکن اُنہوں نے کسی کی ماتحتی قبول نہ کی۔ حتیٰ کہ مصری فاتح شیشک بھی عربوں کو زیر نہ کر سکا۔ قیروش فارسی نے عرب کے شمالی علاقہ کے بعض عربوں کو مغلوب کیا۔ لیکن وہ 529 ق م۔ میں فوت ہو گیا۔ مؤرخ ہیرودوٹس (متوفی 424 ق م) یقین دلایا تھا کہ داراشتاسپ نے سلطنت فارس میں توسیع کی اس کے

Marfat.com

عہد حکومت میں عرب خراج سے بری تھے۔ بخت نصر بابلی نے ان پر حملہ کیا تو بہت سے شہر فتح کر لیے، مگر غنیمت لے کر واپس اپنے وطن چلا گیا۔ سکندر اعظم کا جانشین انطیفونس نے 30 ق م میں عربوں پر حملہ کیا مگر اُس کو عربوں کے ساتھ عربوں ہی کی شرائط پر صلح کرنی پڑی۔ رومی فاتح پومپلے جو 106 ق م، میں پیدا ہوا تھا۔ اس نے ملک عرب کے ایک حصہ کو تخت وتاراج کیا مگر اُس کی فوج کو پسپا ہونا پڑا۔ عربوں نے بھگوڑی فوج کا شدت سے تعاقب کیا، رومی فوج شام کے علاقہ میں داخل ہوگئی تو عربوں نے وہاں بھی اُن کا تعاقب کیا اور رومیوں کو خوب پریشان کیا۔

ولادت مسیح علیہ السلام سے 23 سال پہلے رومی سپہ سالار الیوس گالس بحیرہ قلزم تک آیا اُس کی خواہش تھی کہ ملک عرب کو فتح کرے۔ مگر ناکام واپس جانا پڑا۔ طراجان رومی نے 120 عیسوی کے لگ بھگ عربوں پر حملہ کیا، شہر حجر کا محاصرہ کر لیا مگر رعد، ژالہ باری، گرد و غبار اور مکھیوں کے جھنڈ کے سبب وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اُس نے بار بار حملے کیے، لیکن جب بھی وہ حملہ آور ہوتا تو یہی آفتیں پیش آتیں۔ یسواروس رومی نے 200 عیسوی کے قریب لشکر کثیر اور سامان حرب کے ساتھ شہر حجر کا دوبارہ محاصرہ کیا، مگر لشکر اور شاہ کے درمیان ایک بے وجہ تنازعہ کے باعث شاہ کو محاصرہ اُٹھانا پڑا۔

شاہ فارس شاہ پور نے عرب پر حملہ کیا تو بحرین، حجر و یمامہ میں کشت و خون کرتا ہوا یثرب تک پہنچ گیا۔ عرب کے جن سرداروں کو گرفتار کر کے شاہ فارس کے سامنے پیش کیا جاتا تو وہ اُن کے مونڈھے نکالنے کا حکم دیتا۔ اس وجہ سے اُسے ذوالاکتاف کہتے تھے۔ اس بادشاہ نے ہی 360 عیسوی میں عربوں کے ایک مضبوط قلعہ پر حملہ کیا تو ناکام ہوا۔

دسویں صدی قبل مسیح میں ایک اہم واقعہ پیش آیا، وہ یہ کہ یمن میں ملوک حمیر بن سبا میں سے ایک بدکردار بادشاہ جس کا نام ''مالک'' تھا۔ اُس کی عادت تھی کہ وہ باکرہ عورتوں کو بلا کر اُن کی آبروریزی کرتا تھا۔ اُس کی چچازاد بہن بڑی خوبصورت تھی، جس کا نام ''بلقیس'' تھا۔ مالک نے بلقیس سے یہی ارادہ ظاہر کیا۔ چنانچہ بلقیس نے مالک کو اپنے محل میں آنے کی دعوت دے دی۔ بلقیس نے اُس کے قتل کرنے کے لیے اپنے اقرباء میں سے دو آدمی مقرر کیے، جب مالک بلقیس کے محل میں داخل ہوا تو اُن آدمیوں نے اُسے قتل کر دیا۔ اہل یمن نے بلقیس کی اس بہادری پر اُس کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا، حالانکہ اہل یمن عورت کی حکومت کو ناپسند کرتے تھے۔ اس واقعہ کے بعد بلقیس کو ملکہ سباء کے نام سے پکارا جانے لگا۔ ملکہ کے تخت کے بارے میں مختلف روایات آئیں ہیں، ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ وہی تخت ہے جو ہُدہُد نے دیکھا تھا۔ اُس نے تخت کے متعلق حضرت سلیمان علیہ السلام کو بتایا تھا کہ ملکہ بلقیس کا تخت جہاں رکھا تھا اُس کا فاصلہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پایہ تخت سے پندرہ سو میل دور تھا۔ اس تخت کا طول 80 ہاتھ اور عرض 40 ہاتھ تھا۔ جبکہ اُونچائی 30 ہاتھ تھی۔ اُس میں سرخ یاقوت، سبز زمرد اور کئی اقسام کے موتی جڑے ہوئے تھے۔ اسی بلقیس کا قصہ قرآن مجید کی سورۃ ''سباء، آیات ۱۶،۱۵'' میں ہے۔

بلقیس کے بعد حمیر خاندان کے بہت سے بادشاہوں نے تخت یمن پر حکمرانی کی، اہل یمن نے خدا کی نافرمانی کی تو اُن پر سیل عرم بھیجا گیا۔ جس سے اُن کے باغات اور فصلات تباہ و برباد ہوگئیں۔ سیل عرم کے بعد لوگ رزق کی تلاش

Marfat.com

میں مختلف اطراف کو ہجرت کر گئے۔ چنانچہ بنولخم بن عدی کی ایک جماعت خراسان کی طرف چلی گئی اُنہوں نے دریائے فرات کے کنارے شہر ''حیرہ'' کی بنیاد ڈالی جو بعد میں اسی خاندان کا دارالسلطنت رہا۔ اس خاندان کا عراق پر 634ء تک گورنروں کا تقرر ہوتا رہا۔ بنوقحطان میں سے لوگوں کی ایک جماعت نے ہجرت کر کے دمشق کے متصل ایک چشمہ پر جسے غسان کہتے تھے ڈیرے ڈال دیئے۔ یہ لوگ آخرکار شام کے حکمران بن گئے۔ ملوک غسان جنہیں عرب مؤرخین عرب متصرہ کہتے تھے، اُنہوں نے قیصر روم کی طرف سے 436 سال یعنی 200 عیسوی سے لے کر 635 عیسوی تک ملک شام پر حکومت کی۔ اس خاندان کا آخری بادشاہ حبلہ بن ایہم تھا۔ جو بھاگ کر قیصر روم کے پاس چلا گیا۔ اُس کے بعد یہ ملک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے عہد حکومت میں مسلمانوں کے قبضہ میں آیا۔

سیل عرم کے بعد یمن میں رہنے والے لوگوں پر بنوقحطان بدستور حکمرانی کرتے رہے۔ اُن حکمرانوں میں سے ایک کا نام شمر بن افریقیس بن ابرہہ تھا۔ شمر نے عراق پر لشکر کشی کی اور فتح یاب ہو کر چین کی طرف روانہ ہوا۔ جب حیرہ کے مقام پر پہنچا تو وہاں کے باشندوں نے حملہ آور کے خوف سے ایک مقام پر پناہ لے لی۔ شمر نے چاروں طرف سے اُن لوگوں کا محاصرہ کر کے اُن کو قتل کر دیا۔ اُس نے جائے مقتل کو کھدوا کر مقتولین کو وہاں دفن کروا دیا۔ اس وجہ سے اس مقام کو ''شمر کند'' کہنے لگے۔ جسے عربوں نے معرب کر کے ''شمرقند'' بولنا شروع کر دیا۔ شمر چین کی طرف بڑھا، لیکن پانی کی عدم دستیابی ہونے کی وجہ سے وہ اور اُس کی فوج ہلاک ہو گئی۔

سیرت ابن ہشام میں ہے کہ کنعنان اسد ابوکرب مشرق ریاستوں کو فتح کر کے واپس آتے ہوئے یثرب میں اُترا۔ یثرب سے جاتے ہوئے وہاں اپنے بیٹے کو چھوڑ گیا، مگر اس کے بیٹے کو کسی نے قتل کر دیا۔ جب ابوکرب کو بیٹے کے قتل کی اطلاع ملی تو اُس نے یثرب پر فوج کشی کا ارادہ کر کے فوج کو کوچ کا حکم دے دیا۔ اس فوج کشی کے متعلق بنوقریظہ کے دو یہودی عالموں کو خبر پہنچی تو اُنہوں نے حملہ کرنے سے منع کیا۔ تبان اسد ابوکرب نے یثرب پر حملہ نہ کرنے کی وجہ پوچھی تو اُن یہودی عالموں نے اُسے بتایا کہ نبی آخرالزمان قریش میں سے ایک پیغمبر پیدا ہوگا، اُس کی ہجرت شہر یثرب کی طرف ہوگی۔ یہ سن کر ابوکرب نے اپنا ارادہ بدل لیا۔ اور یہودی مذہب اختیار کر لیا۔ پھر اس نے یثرب پر کوئی کاروائی نہ کی۔ ابو کرب مذکور یثرب کے لیے روانہ ہوا تو راستہ میں اُس نے مکہ میں 10 دن قیام کیا۔ اور طواف کر کے مکہ پر بردیمانی چڑھائی۔ تبان ابوکرب حاکم یمن نے ''خانہ کعبہ'' پر سب سے پہلے اوّلین پردہ یا غلاف چڑھایا۔ یہ واقعہ تاریخ اسلام میں ایک سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ پھر جب وہ مکہ سے یمن آیا تو اس دوران وہ دونوں یہودی عالم بھی اُس کے ساتھ تھے۔ تبان نے اپنی قوم یعنی حمیر کو یہودیت کی دعوت دی۔ قوم حمیر اُس وقت تک بت پرست تھی۔ تبان کی دعوت پر اُس کی قوم نے یہودی مذہب اختیار کر لیا۔ غلاف کعبہ کی تفصیل آگے بیان کی گئی ہے۔

تبان اسد کے بعد اُس کے بیٹے حسان کو عمرو بن تبان اسد نے حکومت کے لالچ میں قتل کر دیا۔ لیکن عمرو مذکور بھی جلد ہی مارا گیا۔ اس طرح بنوحمیر کی سلطنت کا شیرازہ بکھر گیا۔ نیوف ذوشناتر جس کا تعلق شاہی خاندان سے نہ تھا، وہ

Marfat.com

یمن کا بادشاہ بن بیٹھا۔وہ فاسق، خبیث تھا اور ابنائے ملوک سے لواطت کیا کرتا تھا۔تاکہ وہ بادشاہ نہ بن سکیں، چونکہ اس زمانے میں اہل عرب کی عادت تھی کہ ایسے فعل کے مرتکب شہزادے کو بادشاہ تسلیم نہیں کیا کرتے تھے۔جب حسان قتل ہوا تھا اُس کا چھوٹا بھائی زرعہ بن تیبان اسد بچہ ہی تھا لیکن وہ بہت خوبصورت تھا۔اُس کے سر کے بال اتنے لمبے تھے کہ وہ پیٹھ تک پہنچتے تھے۔خوبصورتی کی وجہ سے اُسے یوسف کہا جاتا تھا۔ذوشناتر نے زرعہ کو بلا بھیجا زرعہ سمجھ گیا، وہ ایک چُھری جوتے میں پاؤں تلے چھپا کر لے گیا، جب وہ خلوت میں پہنچا تو اُس نے چُھری سے ذوشناتر کا کام تمام کر دیا۔

زرعہ کو لقب ذونواس کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔وجہ یہی تھی کہ اس کے سر کے بال بہت لمبے تھے۔ذونواس کی یہ بہادری دیکھ کر بنو حمیر نے اُسے اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا۔اور 523 عیسوی میں یہودی حکومت قائم کر لی۔نجران میں عیسائی لوگ آباد تھے۔ذونواس نے نجران پر حملہ کیا اور فتح یاب ہوا۔مفتوحہ علاقہ کے جو لوگ یہودیت اختیار کرنے سے انکار کرتے، وہ اُنہیں آگ سے بھری خندق میں ڈال دیتا۔ذونواس کے اس واقعہ کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ البروج میں آیا ہے۔آگ سے بھری خندق میں زندہ انسانوں کو ڈالنے کی وجہ سے اس واقعہ کو ''اصحاب الاخدود'' کے نام سے موسوم کیا گیا۔نجران کے عیسائیوں میں سے ایک شخص جس کا نام دوس ذوثعلیان تھا وہ قیصر روم جٹنین کے پاس پہنچا، اُس نے قیصر روم کو اصحاب الاخدود کا سارا واقعہ سنایا۔قیصر نے سارا ماجرا سن کر جواب دیا کہ تمہارا ملک ہم سے بہت دور ہے، لہٰذا ہم شاہ حبشہ نجاشی کو جو عیسائی ہے تمہاری مدد کے لیے شاہی فرمان لکھ دیتے ہیں۔دوس ذوثعلیان قیصر رُوم کا خط لے کر نجاشی کے دربار میں حاضر ہوا۔نجاشی نے اپنے ایک امیر ارباط کو لشکر جرار دے کر دوس ذوثعلیان کے ساتھ روانہ کیا۔اسی لشکر میں ''ابرہہ اشرم'' بھی شامل تھا۔ذونواس کو 528ء میں شکست ہوئی، دشمن کے ہاتھ چڑھ جانے کے خوف سے اُس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور مر گیا۔ارباط 529ء سے 549 عیسوی تک یمن کا حکمران رہا۔رعایا اُس کی بدسلوکی سے تنگ تھی، لہٰذا بہت سی رعایا ابرہہ سے مل گئی۔ابرہہ اور ارباط کے درمیان لڑائی ہوئی تو ابرہہ کے ایک غلام نے ارباط کو قتل کر دیا۔اُس کے بعد حبشہ اور یمن نے ابرہہ ہی کو اپنا حکمران تسلیم کر لیا۔نجاشی ابرہہ کی اس حرکت پر ناراض ہوا، ابرہہ نے نجاشی سے معافی مانگ لی پھر اس نے ''صنعاء'' میں ایک گرجا گھر تعمیر کروایا تاکہ عرب کعبۃ اللہ کی بجائے صنعاء کے گرجے میں طواف کریں۔دراصل کعبہ کی اہمیت کم کرنا مقصود تھی۔اس گرجے میں لوگوں نے بول و براز کر دیا اور گرجے کو آگ لگا دی، جس کی وجہ سے ابرہہ نے کعبۃ اللہ کو مسمار کرنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔اور ساٹھ ہزار کا لشکر جرار لے کر مکہ پر حملہ آور ہوا۔تو اس کی فوج تباہ ہو گئی اور شکست خوردہ زخمی ہو کر پسپا ہوا، واقعہ کی تفصیل آگے بیان کی گئی ہے۔

ابرہہ کے بعد اُس کا بیٹا یکسوم تخت یمن کا حکمران ہوا، مگر وہ جلد ہی ہلاک ہو گیا۔پھر اُس کا بھائی مردق تخت نشین ہوا، ایسے میں اہل یمن اجنبیوں کی حکومت سے تنگ آ گئے تھے۔اس لیے سیف بن ذی یزن حمیری قیصر روم کے پاس پہنچ گیا اور اپنے ملک کو غیروں کی حکمرانی سے نجات حاصل کرنے کے لیے اُس سے مدد کی درخواست کی۔قیصر نے مدد کرنے سے انکار کر دیا۔اس نااُمیدی کے بعد سیف کسریٰ نوشیرواں کے دربار میں پہنچا اور اِستدعا کی کہ ہمارے ملک میں

Marfat.com

اجنبیوں کی حکومت ہے، ہمیں اُن کی حکومت سے نجات دلائی جائے۔ تو یمن کی رعایا آپ کے زیر فرمان آنا پسند کرے گی۔ کسریٰ کے ایک مشیر نے مشورہ دیا کہ شاہی قید خانے میں 800 کے قریب قیدی موجود ہیں، اُنہیں وہاں بھیج دیا جائے، اگر وہ ہلاک ہو گئے تو فہوالمراد اور اگر فتح یاب ہوئے تو علاقہ مفتوحہ کسریٰ نوشیرواں کی مملکت میں شامل ہو جائے گا۔ چنانچہ سب قیدیوں کو ایک قیدی وہرز کی سرکردگی میں اُن سب قیدیوں کو یمن کی مہم پر بھیج دیا۔ اہل فارس کو فتح نصیب ہوئی، جبکہ مروق مارا گیا یا کسریٰ نوشیرواں کی قیدی فوج نے اپنا راستہ صاف کرنے کے لیے ہلاک کر دیا۔ اس طرح اہل یمن پر حبشہ کا تصرف 529 عیسوی سے لے کر 601 عیسوی تک یعنی 72 سال تک قائم رہا۔ وہرز کے بعد کسریٰ کی طرف سے مرزبان بن وہرز پھر تینجان بن مرجان نائب السلطنت مقرر ہوا۔ تینجان کے بعد اُس کا بیٹا جانشین ہوا مگر کسریٰ نے اُسے معزول کر دیا اور یازان کو اپنا نائب مقرر کر لیا۔

آنحضور ﷺ کی ولادت پاک کے وقت یہی یازان حاکم یمن تھا۔ خسرو پرویز فارس کو جب حضور اقدس ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو اُس نے یازان کو لکھا کہ تم اُس مدعی نبوت کے پاس جاؤ اور اُسے کہہ دو کہ اپنے دعویٰ سے باز آ جائے ورنہ اُس کا سر قلم کر کے ہمارے پاس بھیج دو۔ یازان نے وہ خط حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں بھیج دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے یازان کو جواب میں لکھا کہ کسریٰ (خسرو پرویز) فلاں مہینے کی فلاں تاریخ کو قتل ہو جائے گا۔ جب یہ نامہ یازان کو ملا تو کہنے لگا کہ وہ نبی ہے تو پھر ایسا ہی ہوگا اور پھر ایسا ہی ہوا۔ کسریٰ کے بیٹے شیرویہ نے اُسی مہینے اور اُسی تاریخ کو اپنے باپ کو قتل کر دیا جیسا کہ نبی رحمت ﷺ کی پیش گوئی تھی۔ اس واقعہ کے بعد یازان اور دیگر اہل فارس جو یمن میں مقیم تھے مشرف بہ اسلام ہو گئے۔

﴿بت پرستی کا آغاز﴾ بت پرستی کا رواج ابتداء آفرینش سے چلا آ رہا ہے۔ قرآن مجید کی سورۃ نوح آیت نمبر 23 جس کا ترجمہ ہے: ''اور رئیسوں نے کہا (اے لوگو) نوح کے کہنے پر ہرگز نہ چھوڑنا اپنے خداؤں کو اور خاص طور پر وَدّ اور سواع کو مت چھوڑنا اور نہ یغوث، یعوق اور نسر کو۔''

اسی طرح سورۃ النجم کی آیت نمبر 19 و 20 میں بھی بتوں کا ذکر ہے۔

﴿حضرت نوح علیہ السلام﴾ اُن کے زمانے میں رئیس لوگ خود ہی گمراہ و بدکار نہ تھے، بلکہ وہ لوگوں کو بھی حضرت نوح علیہ السلام کے بتائے ہوئے سیدھے رستے پر چلنے سے روکتے تھے۔ اور کہتے کہ نوحؑ تو ہماری طرح کا ایک بشر ہے، اُس پر کیسے وحی نازل ہو گئی۔ یہ ذکر سورۃ الاعراف آیت نمبر 83 کی تفسیر میں بیان کیا گیا۔ اسی طرح سورۃ ھود کی آیت نمبر 27 میں بت پرستی سے ممانعت اور نوح علیہ السلام کی اپنی قوم کو راہ راست پر چلنے کی تلقین کا ذکر ہے۔ اُنہوں نے اپنی قوم کو سمجھایا کہ تم نے بے جان بتوں کو خدا بنا لیا ہے حالانکہ وہ کسی کو نہ کوئی فائدہ دے سکتے ہیں اور نہ نقصان۔ حضرت نوح علیہ السلام کے زمانے میں پانچ بت یا بڑے دیوتا تھے، جن کی پرستش بڑی دھوم دھام سے کی جاتی تھی۔ اہل تحقیق نے صنم پرستی کے رواج کے متعلق دو طریقے بیان کیے، پہلا یہ کہ جو طریقہ صائبین نے اختیار کیا تھا اُن کے اعتقاد کے مطابق

Marfat.com

اجرام سماوی یعنی ستارے، چاند، سورج ذی رُوح ہیں۔ جس کی وجہ سے سارے تغیرات پیدائش، موت، صحت، بیماری، فتح وشکست، عزت وذلت وغیرہ روپذیر ہوتے ہیں۔ جب یہ عقیدہ اُن کے ذہن میں راسخ ہوگیا تو اُنہوں نے اُن کی عبادت شروع کردی، لیکن یہ اجرام فلکی اُن کی رسائی سے بالاتر تھے۔ بیشتر اجرام کو تو وہ دیکھ بھی نہیں سکتے تھے۔ اُنہوں نے ان کے نام پر بت بنا کر سامنے رکھ لیے تاکہ اُن کے ذکر کی اور تصور کی وہاں تک رسائی ہوسکے۔ چنانچہ اس طریقہ سے بت معرض وجود میں آئے۔ مذاہب باطلہ میں سب سے قدیم مذہب اُن ہی صابئین کا ہے۔ یہ ہوسکتا ہے کہ یہ پانچ بت جن کی پرستش حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں ہوتی تھی، بعض ستاروں کے نام ہوں اور اُن کے ناموں پر یہ اصنام تراشے گئے ہوں۔ اصنام پرستی کی دوسری وجہ بیان کی گئی کہ اُس زمانے کے لوگوں میں بعض ایسے لوگ پائے گئے جو شجاعت، قوت، علم واخلاق میں عام لوگوں کی سطح سے بہت اُونچے تھے تو عوام اس غلط فہمی میں مبتلا ہوگئے کہ اُن میں رُوح الٰہی پائی جاتی ہے۔ اس لیے اُن میں سے یہ مافوق البشر اعمال صادر ہوتے ہیں۔ جب ایسے لوگ مرجاتے تو اُن کے معتقدین اُن کے مجسمے تراش لیتے اور ان کی عبادت کرتے تھے۔

کتب تفسیر کے حوالہ سے حضرت آدم علیہ السلام کے پانچ بیٹے تھے: ودّ، سواع وغیرہ جو سب بڑے نیک اور پارسا تھے۔ اُن کے انتقال پر لوگوں کو بڑا صدمہ ہوا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور نیکی کی دعوت دیتے تھے۔ اُن کے نورانی چہروں کو دیکھ کر لوگ خدا کو یاد کرتے تھے۔ کسی کے مشورے پر (ابلیس) جو انسانی شکل میں آیا۔ لوگوں میں مرنے والوں کی تصویریں بنالیں تاکہ اُن کی شبیہوں کو دیکھ کر اُن کے دلوں کو سکون حاصل ہوسکے اور اللہ کی یاد کا جذبہ کمزور نہ ہونے پائے۔ اُن کی کئی نسلیں اس عمل میں گزر گئیں، وقت گزرتا گیا آنے والی نسلوں نے رفتہ رفتہ اصل مقصد کو بھلادیا۔ قوم نوح نے شیاطین، جن وانس کے اغوا کرنے پر اُنہیں اپنا معبود سمجھ لیا، اور اُن کی عبادت شروع کردی۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو بت پرستی سے بہت سمجھایا لیکن وہ باز نہ آئے۔ یہاں تک کہ اُن کی بداعمالیوں اور بتوں کو خدا کا شریک ٹھہرانے کی نتائج سے آپؑ نے اُنہیں آگاہ کیا آخر اللہ تعالیٰ کا غضب طوفان کی صورت میں نمودار ہوا، پھر جب کافی عرصہ گزر گیا تو سابقہ گمراہیاں دوبارہ عود کرآنے لگیں، حتیٰ کہ بت پرستی کی رسم بد پھر سے شروع ہوگئی۔ لوگوں نے اپنے جذبہ مذاہب پرستی کی تسکین کے لیے نئے بت تراش لیے اور اُنہیں سابقہ بتوں کے نام سے پکارنے لگے۔ ذیل میں چند ایسے بتوں کا ذکر ہے:

﴿لات﴾ قتادہ نے لات کو دیوی لکھا جو طائف میں رکھی ہوئی تھی۔ بنوثقیف اُس کے پجاری تھے۔

﴿عزیٰ﴾ یہ بھی ایک دیوی تھی۔ جو وادی نخلہ میں خراض نام کی ایک بستی کے مندر میں رکھی ہوئی تھی۔ بنوغطفان اس کی پوجا کیا کرتے تھے۔ بنوشیبان بھی یہاں قربانی کرتے اور پوجا کرتے۔

﴿منات﴾ یہ بھی ایک دیوی تھی، جس کا مندر "قدید" کے مقام پر تھا، جو مکہ اور یثرب کے درمیان بحیرہ احمر کے کنارے ایک آبادی ہے، اُوس اور خزرج کے علاوہ بنوخزاعہ بھی اس کی پوجا کرتے تھے۔ ابوعبیدہ نے کہا کہ ان ناموں سے منسوب بت، خانہ کعبہ میں بھی رکھے ہوئے تھے۔ ان بتوں کی پوجا کرنے والوں کا عقیدہ تھا کہ یہ بت نعوذ باللہ اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ یہ بت جنات کا مسکن ہیں اور جنات بھی اللہ کی بیٹیاں ہیں۔ (معاذ اللہ)

Marfat.com

﴿ذوالخلصہ﴾ یہ بت ایک سفید پتھر پر منقش تھا، جو طویل تھا، جس پر خون بہایا جاتا، اُس کی پوجا قبائل خثعم، بجیلہ اور ازدستره کرتے تھے۔

﴿سعد﴾ یہ بت ساحل جدہ پر واقع تھا، اس کی پوجا مالک اور ملکان پسران کنعانہ کرتے تھے۔

﴿ذوالشریٰ﴾ مکہ کے نزدیک ایک مقام کا نام تھا، اسی نسبت سے بت کو ذوالشریٰ کہتے تھے۔ ان کے علاوہ اور بہت سے بت تھے۔ جن کے نام، اُوقیصر، نہم، عائم، ذوالکفین، رُحنار یا رُضی، سعیر، عمیانس، ہبل، مناف، اساف، نائلہ اور فنس کے علاوہ وہ درختوں کی پوجا بھی کیا کرتے تھے۔ مےنوشی عام تھی اور قمار بازی کا رواج بھی تھا۔ کفارِ عرب بے شمار بتوں کی پوجا کرتے تھے، تین سو ساٹھ بت تو کعبہ ہی میں رکھے ہوئے تھے۔

﴿درخت پرستی﴾ عرب میں درختوں کی بھی پوجا کی جاتی تھی، جیسے مکہ مشرفہ کے قریب ایک بڑا درخت تھا، جس کے پتے گہرے سبز رنگ کے تھے۔ لوگ سال میں ایک بار جب یہاں آتے تو اپنے ہتھیار اُس درخت پر لٹکا دیتے، جانوروں کو ذبح کرتے حج کے دوران وہ اپنی چادریں اس درخت پر لٹکا لیتے اور حرم میں چادر کے بغیر داخل ہوتے، ایسا کرنے میں وہ حرم کی تعظیم تصور کرتے تھے۔ اس لیے اس درخت کو ''انواط'' کہتے تھے۔ سیرت ابن ہشام میں قصہ اصحاب الاخدود میں تحریر ہے کہ ابن اسحاق نے حدیث وہب بن عتبہ سے ذکر کیا کہ فیمیون نصرانی اپنی سیاحت میں نجران میں بطور غلام فروخت ہوا تو اس وقت اہل نجران ایک بڑے درخت کی پوجا کیا کرتے تھے۔ اس درخت کے پاس سال میں وہ ایک بار عید منایا کرتے، عید کے موقع پر اچھے سے اچھے کپڑے اور عورتوں کے زیورات اُس درخت پر ڈال دیا کرتے، بتوں پر عموماً حیوانات کا خون بہایا جاتا۔ وہ بعض اوقات انسان کو بھی ذبح کر دیا کرتے۔ اسی قسم کی ایک قربانی کا ذکر نیلوس نے کیا ہے۔ جو مذہب واخلاق کے انسائیکلو پیڈیا میں بعنوان عرب قدیم 410 عیسوی میں درج ہے۔

﴿نکاح کی اقسام﴾ تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ دور جاہلیت میں عربوں کے چار قسم کے نکاح ہوتے تھے۔ ایک نکاح متعارف جیسے کہ آج کل ہے۔ دوسرا نکاح استبضاع بدیں طور کہ شوہر اپنی زوجہ کو حیض سے پاک ہونے کے بعد کہتا کہ فلاں شخص سے استبضاع (طلب ولد) کر لے اور خود شوہر اپنی بیوی سے مقاربت نہ کرتا۔ یہاں تک کہ حمل ظاہر ہو جاتا۔ اس کے بعد شوہر چاہتا تو اپنی بیوی سے مجامعت کرتا۔ تیسرا نکاح جمع بدیں طور کے دس سے کم مرد ایک عورت پر یکے بعد دیگرے داخل ہوتے یہاں تک کہ وہ عورت حاملہ ہو جاتی بچے کی پیدائش کے چند روز بعد عورت اُن افراد کو بلاتی اور کہتی تم نے جو کیا وہ تمہیں معلوم ہے، میرے ہاں بچہ پیدا ہوا پھر وہ عورت مردوں میں سے ایک مرد کی طرف اشارہ کر کے کہتی کہ یہ تیرا بچہ ہے۔ پس وہ بچہ اُس مرد کا سمجھا جاتا، ایسے میں وہ مرد انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چوتھے نکاح کی قسم اور طریقہ کار یہ تھا کہ بہت سے مرد ایک ساتھ جمع ہو کر زنا کار عورت کے گھر بلا روک ٹوک داخل ہوتے ایسی عورتیں اپنے گھروں کی چھت پر اور دروازوں پر جھنڈے لگا لیا کرتی تھیں۔ جو چاہتا اُن کے پاس جا سکتا تھا۔ ایسی عورتوں میں سے جب کسی کو حمل ہو جاتا تو وضع حمل کے بعد وہ سب مرد اس عورت کے پاس جمع ہو جاتے اور قافہ کو بلاتے تو قافہ بچے کے اعضاء فہم وفراست سے دیکھ کر بچے کو جس مرد سے منسوب کرتا وہ اس کا ہی سمجھا جاتا۔ پھر وہ شخص انکار نہ کر سکتا تھا۔

Marfat.com

﴿ایک میلہ﴾ سیرت ابن ہشام مطبوعہ مصر صفحہ نمبر 76 کے حوالہ سے ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ ایک دفعہ بتوں کے سالانہ میلہ میں ورقہ بن نوفل عبداللہ بن جحش، عثمان بن الحویرث اور زید بن عمرو بن نفیل شریک ہوئے۔ ان لوگوں کے دلوں میں دفعتاً یہ خیال آیا کہ ہم ایک پتھر کے سامنے سر جھکاتے ہیں جو نہ سنتا ہے اور نہ دیکھتا ہے، وہ نہ کسی کا نقصان کر سکتا ہے اور نہ ہی کسی کو فائدہ پہنچا سکتا ہے۔ ان چاروں کا تعلق قریش سے تھا۔ زید دین ابراہیمی کی تلاش میں شام گئے جہاں وہ یہودی اور عیسائی پادریوں سے ملے۔ اُن میں سے کوئی زید بن عمرو کی تسلی نہ کرا سکا۔ اس جمالی اعتقاد پر اکتفاء کیا کہ ''میں ابراہیم کا مذہب قبول کرتا ہوں۔'' حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ سے روایت ہے کہ ''میں نے زید کو اس حالت میں دیکھا کہ وہ کعبہ سے پیٹھ لگائے ہوئے بیٹھے لوگوں سے کہتے تھے کہ اے اہل قریش تم میں سے کوئی شخص بجز ابراہیم علیہ السلام کے دین پر نہیں ہے۔'' عرب میں لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کی رسم عام تھی۔ زید بن عمرو وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے اس بری رسم کی مخالفت کی۔ جب کوئی شخص ایسا ارادہ کرتا تو زید خود اُس شخص کے پاس اُس کی لڑکی کو مانگ لیتے پھر خود ہی اُس بچی کی پرورش کرتے، ورقہ، عبداللہ بن جحش اور عثمان نے بت پرستی کو چھوڑ کر عیسائیت قبول کر لی۔ اُسی دور میں اُمیہ بن ابی صلت جو طائف کا رئیس زادہ اور شاعر تھا اُس نے بھی بت پرستی کی مخالفت کی تھی۔ اُمیہ نے دور جاہلیت میں الہامی کتابوں کا مطالعہ کیا اُس نے بت پرستی چھوڑ کر دین ابراہیمی اختیار کر لیا۔ اُس کے پاس کتابوں کا ایک بڑا ذخیرہ تھا۔ اُس نے غزوۂ بدر تک زندگی پائی۔ عتبہ رئیس مکہ اور امیر معاویہؓ کا نانا تھا۔ جب کہ وہ اُمیہ بن ابی صلت کا ماموں زاد بھائی تھا۔ عتبہ کے قتل ہونے پر اُمیہ نے ایک نہایت ہی پر درد مرثیہ لکھا، شاید اسی وجہ سے وہ اسلام قبول نہ کر سکا۔ ان چار کے علاوہ ایک اور اہل نظر نے بھی بت پرستی کی مخالفت کی وہ عرب کا نامور خطیب قیس بن ساعدۃ الایادی تھا۔

﴿بت پرستی کا پس منظر﴾ اہل عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر تھے، حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبہ کے متولی ہوئے۔ جب اُن کا وصال ہو گیا تو کعبہ کی تولیت اُن کے صاحبزادے حضرت ثابتؓ نے سنبھال لی، اُن کے بعد قبیلہ جرہم متولی ہوا۔ قبیلہ خزاعہ کے مورث اعلیٰ عمرو بن لحی بن قمعہ نے کعبہ (بیت اللہ شریف) سے بنو جرہم کو نکال دیا اور خود متولی بن بیٹھا۔ اُس نے 340 سال عمر پائی تھی۔ عمرو ایک بار سخت بیمار ہوا تو اُسے مشورہ دیا گیا کہ ملک شام میں ''بلقاء'' کے مقام پر گرم پانی کا ایک چشمہ ہے اگر تم اُس چشمے کے پانی سے غسل کر لو تو تمھاری بیماری دور ہو جائے گی۔ اور تم صحتیاب ہو جاؤ گے، چنانچہ حصول مقصد کی خاطر عمرو بلقاء پہنچ گیا۔ وہاں اُس نے چشمہ کے گرم پانی سے غسل کیا تو وہ تندرست ہو گیا۔ جہاں اُس نے لوگوں کو بتوں کی پوجا کرتے دیکھا تو اُس نے لوگوں سے سوال کیا کہ یہ تم کیا کرتے ہو؟ لوگوں نے جواب دیا ہم ان بتوں کے وسیلہ سے بارش کی دعا کرتے ہیں اور اُنہی کے وسیلہ سے دشمن پر فتح پاتے ہیں۔ بت پرستوں کی یہ بات سُن کر عمرو نے درخواست کی کہ ان بتوں میں سے کچھ بت اُسے بھی دے دیں۔ اُنہوں نے کچھ بت عمرو کو دے دیئے، جنہیں وہ لے کر مکہ پہنچا۔ اُس نے بتوں کو کعبہ کے گرد نصب کر دیا پھر اہل عرب کو اُن بتوں کی پوجا کی دعوت دی۔ اس طرح عرب میں بتوں کی پوجا کا عمل شروع ہوا۔

Marfat.com

ولادت باسعادت بحوالہ کتب انجیلان

❖ ❖ ❖

قرآن مجید کی سورۃ الصف کی آیات 6 تا 8 کا ترجمہ ہے:

''اور یاد کرو عیسیٰ ابن مریم کی وہ بات جو اُس نے کہی تھی کہ اے بنی اسرائیل! میں تمہاری طرف اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں، تصدیق کرنے والا ہوں اُس تورات کی جو مجھ سے پہلے آئی ہوئی موجود ہے۔ اور بشارت دینے والا ہوں، ایک رسول کی، جو میرے بعد آئے گا، جس کا نام ''احمد'' ہوگا۔ مگر جب وہ اُن کے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آگیا تو اُنہوں نے کہا کہ یہ تو صریح دھوکا ہے، اب بھلا اُس شخص سے بڑا ظالم اور کون ہوگا جو اللہ پر جھوٹ، بہتان باندھے، حالانکہ اُسے اسلام کی دعوت دی جارہی ہے۔ ایسے ظالموں کو اللہ ہدایت نہیں دیا کرتا، یہ لوگ اپنے منہ کی پھونکوں سے اللہ کے نور کو بجھانا چاہتے ہیں اور اللہ کا فیصلہ یہ ہے کہ وہ اپنے نور کو پورا پھیلا کر رہے گا، خواہ کافروں کو یہ کتنا ہی ناگوار ہو۔''

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ میں کوئی الگ اور نرالا دین نہیں لایا بلکہ وہی دین لایا ہوں جو موسیٰ علیہ السلام لائے تھے۔ میں، تورات کی تصدیق کر رہا ہوں جیسا کہ ہمیشہ سے خدا کے رسول اپنے سے پہلے آئے ہوئے رسولوں کی تصدیق کرتے رہے ہیں۔ لہٰذا تم بھی میری رسالت کو تسلیم کرو اور یہ کہ اللہ کے رسول احمد (ﷺ) کی آمد کے متعلق تورات کی دی ہوئی بشارت کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور خود بھی اُن کے آنے کی بشارت دیتا ہوں۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے پہلے اپنی قوم کو خطاب کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کی بشارت دی تھی۔ اُنہوں نے فرمایا تھا:

''خداوند تیرا تیرے لیے تیرے ہی درمیان سے یعنی تیرے ہی بھائیوں سے میری مانند ایک نبی برپا کرے گا تم اس کی سننا یہ تیری اُس درخواست کے مطابق ہوگا جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی۔ کہ مجھ کو نہ تو خداوند اپنے خدا کی آواز پھر سننی پڑے اور نہ ایسی بڑی آگ ہی کا نظارہ ہو، تاکہ میں مر نہ جاؤں اور خداوند نے مجھ سے کہا کہ وہ جو کچھ کہتے ہیں سو ٹھیک کہتے ہیں۔ میں اُن کے لیے اُن ہی کے بھائیوں میں سے تیری مانند ایک نبی برپا کروں گا۔ اور اپنا کلام اُس کے منہ میں ڈالوں گا، اور جو کچھ میں اُسے حکم دوں گا وہی وہ اُن سے کہے گا۔ اور جو کوئی میری ان باتوں کو جن کو وہ میرا نام لے کر کہتے نہ سنے تو میں اُن کا حساب اُس سے لوں گا۔'' (استثناء باب:i :18 آیت نمبر:15 تا 19)

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل سے جتنے بھی نبی آئے وہ شریعت موسوی کے پیرو تھے۔ اُن میں سے کوئی ایک نبی بھی مستقل شریعت لے کر نہیں آیا، یہ خصوصیت صرف اور صرف حضور نبی کریم ﷺ کے سوا کسی اور نبی میں نہ تھی۔ اس حقیقت کو مزید تقویت اُس پیش گوئی کے اُن الفاظ سے ملتی ہے۔ جو اُس سے پہلے پیرے میں درج ہے۔ ''کہ یہ تیری (بنی اسرائیل) کی اُس درخواست کے مطابق ہوگا، جو تو نے خداوند اپنے خدا سے مجمع کے دن حورب میں کی تھی۔'' یہاں حورب سے مراد وہ پہاڑ ہے جہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو پہلی بار احکام شریعت عطا ہوئے تھے۔ اور بنی اسرائیل کی جس درخواست کا ذکر آیا ہے اُس کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ کوئی شریعت ہم کو دی جائے تو وہ اُن خوفناک حالات میں نہ دی جائے جو حورب پہاڑ کے دامن میں شریعت دیتے وقت پیدا کیے گئے تھے۔ ان حالات کا ذکر قرآن مجید میں بھی اور بائبل میں بھی ہے۔ (بحوالہ سورۃ البقرۃ، آیات نمبر 55,56,63 سورۃ الاعراف آیات نمبر 155,171 اور بائبل کتاب خروج باب: 19 آیات 17,18)

حضور نبی کریم ﷺ کا اسم گرامی ''احمد'' ہے جس کے معنی ہیں اللہ کی سب سے زیادہ تعریف کرنے والا، دوم جس کی سب سے زیادہ تعریف کی گئی ہو۔ ابوداؤد میں حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا انا محمد وانا احمد والحاشر ۔۔۔ میں محمد ہوں، میں احمد ہوں اور میں حاشر ہوں۔۔۔ اس مضمون کی روایت جبیر بن مطعمؓ سے امام مالک، مسلم، دارمی، ترمذی اور نسائی نے نقل کی ہیں۔ حضور ﷺ کا یہ اسم گرامی ہے۔ حضرت حسان بن ثابتؓ کے ایک شعر کا ترجمہ ہے کہ ''اللہ نے اور اُس کے عرش کے گرد جمگھٹا لگائے فرشتوں نے اور سب پاکیزہ ہستیوں نے بابرکت احمد پر درود بھیجا ہے۔'' عرب کا پورا لٹریچر اس بات سے خالی ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے کسی کا نام احمد رکھا گیا ہو۔

انجیل یوحنا اس کی گواہ ہے کہ مسیح کی آمد کے زمانے میں بنی اسرائیل تین شخصیتوں کے منتظر تھے۔ ایک مسیحؑ اور دوسرے ایلیا یعنی حضرت الیاس علیہ السلام کی آمد ثانی اور تیسرے ''وہ نبی'' یہ انجیل کے الفاظ ہیں اور یوحنا (حضرت یحییٰ علیہ السلام) کی گواہی یہ ہے کہ جب یہودیوں نے یروشلم سے کاہن اور لادی یہ پوچھنے کو اُس کے پاس بھیجے کہ تو کون ہے؟ تو اُس نے اِقرار کیا اور اِنکار نہ کیا، بلکہ اقرار کیا کہ میں تو مسیح نہیں ہوں، اُنہوں نے اُس سے پوچھا پھر کون ہے؟ کیا تو ایلیا ہے؟ اُس نے کہا میں نہیں ہوں، کیا تو وہ نبی ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ نہیں۔ پس اُنہوں نے اُس سے کہا پھر تو کون ہے؟ اُس نے کہا میں بیابان میں ایک پکارنے والے کی آواز ہوں کہ تم خداوند کی راہ سیدھی کرو، اُنہوں نے اُس سے یہ سوال کیا کہ اگر تو نہ مسیح ہے نہ ایلیا ہے نہ وہ نبی ہے تو پھر بپتسما کیوں دیتا ہے۔؟

یہ مکالمہ اس بات پر صریح دلالت کرتا ہے کہ بنی اسرائیل حضرت مسیح اور حضرت الیاسؑ کے علاوہ ایک اور نبی کے بھی منتظر تھے، اور وہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نہ تھے۔ اس نبی کی آمد کا عقیدہ بنی اسرائیل کے ہاں اس قدر مشہور و معروف تھا کہ وہ نبی کہہ دینا گویا اُس کی طرف اشارہ کرنے کے لیے بالکل کافی تھا۔ یہ کہنے کی ضرورت بھی نہ تھی کہ ''جس کی خبر تورات میں دی گئی ہے۔'' اس طرح جس نبی کی طرف بنی اسرائیل اشارہ کر رہے تھے۔ اُن کا آنا قطعی طور پر ثابت تھا۔ چونکہ جب حضرت یحییٰ علیہ السلام سے یہ سوالات کیے گئے تو اُنہوں نے یہ نہیں کہا کہ کوئی اور نبی آنے والا نہیں ہے۔ تم

Marfat.com

کس نبی کے متعلق پوچھ رہے ہو۔

انجیل یوحنا کی پیشگوئیاں وہ پیشگوئیاں جو انجیل یوحنا کے باب 14،15 اور 16 میں منقول ہوئیں وہ درج ہیں۔

☆...... ''اور میں باپ سے درخواست کروں گا تو وہ تمہیں دوسرا مددگار بخشے گا، کہ ابد تک تمہارے ساتھ رہے۔ یعنی رُوح حق جسے دنیا حاصل نہیں کر سکتی کیونکہ نہ اُسے دیکھتی ہے نہ جانتی ہے۔ تم اُسے جانتے ہو اور کیونکہ وہ تمہارے ساتھ رہتا ہے، اور تمہارے اندر ہے۔'' (16,17=14)

☆...... ''میں نے یہ باتیں تمہارے ساتھ رہ کر تم سے کہیں، لیکن مددگار یعنی رُوح القدس جسے باپ میرے نام سے بھیجے گا، وہی تمہیں سب باتیں سکھائے گا، اور جو کچھ میں نے تم سے کہا وہ سب تمہیں یاد دلائے گا۔'' (25,26=14)

☆...... ''اس کے بعد میں تم سے بہت سی باتیں نہ کروں گا، کیونکہ دنیا کا سردار آتا ہے، اور مجھ میں اُس کا کچھ نہیں۔'' (30=14)

☆...... ''لیکن جب وہ مددگار آئے گا جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا، یعنی سچائی کا روح جو باپ سے صادر ہوتا ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔'' (46=15)

☆...... ''لیکن میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لیے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا، لیکن اگر جاؤں تو اُسے تمہارے پاس بھیج دوں گا۔'' (7=16)

☆...... ''لیکن جب وہ یعنی سچائی کا روح آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہیں دکھائے گا۔ اس لیے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا، لیکن جو کچھ سُنے گا وہی کہے گا۔ اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا، وہ میرا اجلال ظاہر کرے گا، اس لیے کہ مجھ ہی سے حاصل کر کے تمہیں خبریں دے گا۔ جو کچھ باپ کا ہے وہ سب کچھ میرا ہے، اس لیے میں نے کہا کہ وہ مجھ ہی سے حاصل کرتا ہے اور تمہیں خبریں دے گا۔'' (12,15=16)

یہ بات بھی نہایت اہم ہے کہ بائبل کی چاروں انجیلیں یونانی بولنے والے عیسائیوں کی لکھی ہوئی ہیں۔ جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بعد اس مذہب میں داخل ہوئے تھے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قول و اعمال کی تفصیلات اُنہیں سریانی زبان بولنے والے عیسائیوں کے ذریعہ سے کسی تحریر کی صورت میں نہیں بلکہ زبانی روایات کی شکل میں پہنچی تھیں۔ پھر اُن روایات کو اُنہوں نے اپنی زبان میں ترجمہ کر کے درج کیا اُن میں سے کوئی انجیل بھی 70 عیسوی سے پہلے کی لکھی ہوئی نہیں ہے۔ جبکہ انجیل یوحنا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ایک صدی بعد غالباً ایشیائے کوچک کے شہر افسس میں لکھی گئی، مزید یہ کہ انجیلوں کا کوئی نسخہ بھی یونانی زبان میں محفوظ نہیں جس زبان میں وہ ابتداءً لکھی گئی تھیں جو بھی یونانی مسودات تلاش کر کے لکھے گئے اُن مسودات میں سے کوئی بھی چوتھی صدی سے پہلے کا نہیں۔ اس لیے یہ کہنا مشکل ہے کہ تین صدیوں کے دوران اُن کے اندر کیا کچھ ردّ و بدل نہ ہوئے ہوں گے۔

Marfat.com

﴿انجیل برنا باس﴾ مسیحی کلیسا نے یوحنا کی چار انجیلوں کو معتبر و مسلم قرار دے رکھا ہے، جبکہ اُن کے لکھنے والوں میں سے کوئی بھی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صحابی نہ تھا۔ لکھنے والوں نے معلومات حاصل کرنے کا کوئی ذریعہ بیان نہیں کیا، جس سے یہ پتا چل سکے کہ راوی نے یہ واقعات خود دیکھے یا اقوال سنے ہیں، جنہیں وہ بیان کر رہا ہے۔ بخلاف اس کے کہ انجیل برناباس کا لکھنے والا کون تھا؟ بائیل کی کتاب اعمال میں اس نام کے ایک شخص کا بڑی کثرت سے ذکر آتا ہے، جو قبرص کے ایک یہودی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ مسیحیت کی تبلیغ اور پروان کے سلسلہ میں اُس کی خدمات کی بڑی تعریف کی گئی۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ اُس نے مسیحیت کب اختیار کی، اور جن بارہ حواریوں کی ابتدائی فہرست تین انجیلوں میں دی گئی اُن میں بھی اُس کا نام درج نہیں۔ اس لیے یہ کہنا مناسب نہ ہوگا کہ انجیل کا مصنف وہی برناباس ہے یا کوئی اور۔ غنی اور مرقس نے حواریوں کی جو فہرست دی ہے، برناباس کی دی ہوئی فہرست سے صرف دو ناموں میں مختلف ہے۔ ایک 'توما' جس کی بجائے برناباس خود اپنا نام دیتا ہے اور دوسرا 'شمعون قنائی' جس کی جگہ وہ یہوداہ بن یعقوب کا نام لیتا ہے۔ 'لوقا' کی انجیل میں یہ دوسرا نام ہے۔ تاکہ اُس کی انجیل سے پیچھا چھڑایا جا سکے۔

محققین نے برناباس کی انجیل کو ان چار انجیلوں سے بدرجہا بہتر اور برتر قرار دیا ہے۔ اس انجیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حالات زیادہ تفصیل سے بیان ہوئے۔ جیسے یہ واقعات چشم دید ہیں۔ ان چار انجیلوں کی بے ربط داستانوں کے مقابلہ میں تاریخی بیان زیادہ مربوط ہیں اور سلسلہ واقعات اچھی طرح سمجھ آتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعلیمات اس انجیل میں مقابلتاً ان چاروں انجیلوں سے زیادہ واضح مفصل اور مؤثر طریقہ سے بیان ہوئیں ہیں۔ اناجیل اَربعہ کی بہ نسبت برناباس کی انجیل اپنی اصلی شان میں بہت زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آئی۔ یہ انجیل تضادات سے پاک ہونا بیان کی گئی۔ انجیل برناباس میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معجزات کو دیکھ کر روم کے مشرک سپاہیوں نے اُن کو خدا اور بعض نے خدا کا بیٹا کہنا شروع کر دیا۔ پھر یہ چھوت کی بیماری بنی اسرائیل میں پھیل گئی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے شدت سے اس غلط عقیدے کی تردید کی اور لوگوں پر لعنت بھیجی۔ اس میں اس پولوسی عقیدے کی بھی تردید کی کہ مسیح علیہ السلام نے صلیب پر جان دی۔ مصنف نے بیان کیا کہ جب یہوداہ نے اسکریوتی یہودیوں کے سردار کاہن سے رشوت لے کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو گرفتار کیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے چار فرشتے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اُٹھا کر لے گئے تھے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہوداہ کی شکل و آواز بالکل وہی کر دی جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تھی۔ صلیب پر یہوداہ کو چڑھایا گیا نہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، قرآن مجید اس واقعہ کی پوری توثیق کرتا ہے۔ بحوالہ سورہ النساء آیت نمبر (156-157-158)

اب وہ بشارتیں درج کی جا رہی ہیں، جو رسول عربی ﷺ کے بارے میں برناباس نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے روایت کی ہیں۔ کہیں ''رسول اللہ'' کہتے ہیں کہیں آپ ﷺ کے لیے ''مسیح'' کا لفظ استعمال کرتے ہیں، اور کہیں ''قابل تعریف' Admir Ablé کہتے ہیں۔ اور کہیں صاف صاف ایسے فقرے ارشاد فرماتے ہیں جو بالکل کلمہ طیبہ کے ہم معنی ہیں۔ ساری بشارتیں نقل کرنا مشکل ہے، البتہ چند بشارتوں کا ذکر کرتے ہیں:

Marfat.com

☆...... ''تمام انبیاء جن کو خدا نے دنیا میں بھیجا اُن کی تعداد ایک لاکھ چوالیس ہزار تھی، اُنہوں نے ابہام کے ساتھ بات کی مگر میرے بعد تمام انبیاء اور مقدس ہستیوں کا نور آئے گا، جو انبیاء کی کہی ہوئی باتوں سے اندھیرے پر روشنی ڈال دے گا۔''

☆...... ''فریسیوں اور لادیوں نے کہا اگر تو نہ مسیح ہے نہ الیاس نہ کوئی نبی، تو کیوں تو نئی تعلیم دیتا ہے اور آپ اپنے کو مسیح سے بھی زیادہ بنا کر پیش کرتا ہے۔؟ یسوع نے جواب دیا جو معجزے خدا نے میرے ہاتھ سے دکھائے ہیں وہ یہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں وہی کچھ کہتا ہوں جو خدا چاہتا ہے۔ ورنہ حقیقت میں آپ کو اُس مسیح سے بڑا شمار کیے جانے کے قابل نہیں قرار دیتا۔ جس کا تم ذکر کر رہے ہو۔ میں تو اُس خدا کے رسول کے موزے کے بند یا اس کی جوتی کے تسمے کھولنے کے لائق بھی نہیں۔ جس کو تم مسیح کہتے ہو، جو سب سے پہلے بنایا گیا تھا اور میرے بعد آئے گا اور صداقت کی باتیں لے کر آئے گا۔ تاکہ اُس کے دین کی کوئی انتہا نہ ہو۔'' (باب:42)

☆...... ''بالیقین میں تم سے کہتا ہوں کہ ہر نبی جو آیا ہے وہ صرف ایک قوم کے لیے خدا کی رحمت کا نشان بن کر پیدا ہوا ہے۔ اس وجہ سے انبیاء کی باتیں اُن لوگوں کے سوا کہیں اور نہیں پھیلیں جن کی طرف وہ بھیجے گئے تھے۔ مگر خدا کا رسول جب آئے گا، خدا اُس کو اپنے ہاتھ کی مہر دے گا۔ یہاں تک کہ وہ دنیا کی تمام قوموں کو جو اس کی تعلیم پائیں گی، نجات اور رحمت پہنچا دے گا۔ وہ بے خدا لوگوں پر اقتدار لے کر آئے گا اور بت پرستی کا ایسا قلع قمع کرے گا کہ شیطان پریشان ہو جائے گا۔'' (باب:43)

اس کے آگے شاگردوں کے ساتھ ایک طویل مکالمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام تصریح کرتے ہیں کہ وہ بنی اسرائیل میں سے ہو گا۔

☆...... ''اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کا رسول وہ رونق ہے جس سے خدا کی پیدا کی ہوئی قریب قریب کی تمام چیزوں کو خوش نصیبی ہو گی۔ کیونکہ وہ فہم اور نصیحت و حکمت اور طاقت، خشیت اور محبت، حزم اور ورع کی رُوح سے آراستہ ہے۔ وہ فیاضی اور رحمت، عدل و تقویٰ، شرافت اور صبر کی رُوح سے مزین ہے۔ جو اس نے خدا سے ان تمام چیزوں کی بہ نسبت تین گنا پائی جاتی ہیں۔ جنہیں خدا نے اپنی مخلوق میں سے روح بخشی ہے۔ کیسا مبارک وقت ہو گا جب وہ دنیا میں آئے گا۔ یقین جانو میں نے اُس کو دیکھا ہے اور اُس کی تعظیم کی ہے، جس طرح ہر نبی نے اُس کو دیکھا میری رُوح سکون سے بھر گئی۔ یہ کہتے ہوئے کہ اے ''محمد''! خدا تمہارے ساتھ ہو، اور وہ مجھے تمہاری جوتی کے تسمے باندھنے کے قابل بنا دے۔ کیونکہ یہ مرتبہ بھی پا لوں تو میں ایک بڑا نبی اور خدا کی ایک مقدس ہستی ہو جاؤں گا۔'' (باب:44)

☆...... ''میرے جانے سے تمہارا دل پریشان نہ ہو، نہ تم خوف کرو کیونکہ میں نے تم کو پیدا نہیں کیا بلکہ خدا ہمارا خالق ہے، جس نے تمہیں پیدا کیا وہی تمہاری حفاظت کرے گا۔ رہا میں تو اُس وقت میں دنیا میں اُس رسول خدا کے لیے

Marfat.com

راستہ تیار کرنے آیا ہوں، جو دنیا کے لیے نجات لے کر آئے گا۔ ایک شاگرد نے کہا کہ اُستاد ہمیں اُس کی نشانی بتا دے تا کہ ہم اُسے پہچان لیں، یسوع نے جواب دیا وہ تمہارے زمانے میں نہیں آئے گا۔ بلکہ تمہارے کچھ سال بعد آئے گا، جبکہ میری انجیل ایسی مسخ ہو چکی ہوگی کہ مشکل سے کوئی تیس آدمی مؤمن رہ جائیں گے۔ اُس وقت دنیا پر اللہ رحم فرمائے گا اور اپنے رسول کو بھیجے گا، جس کے سر پر سفید بادل کا سایہ ہوگا۔ جس سے وہ خدا کا برگزیدہ جانا جائے گا۔ اور اس ذریعے سے خدا کی مغفرت دنیا کو حاصل ہوگی۔ اور بے خدا لوگوں کے خلاف بڑی طاقت کے ساتھ آئے گا۔ اور زمین پر بت پرستی کو مٹا دے گا۔ اور مجھے اُس کی بڑی خوشی ہے۔ کیونکہ اُس کے ذریعے سے ہمارا خدا پہچانا جائے گا۔ اور اُس کی تقدیس ہوگی، اور میری صداقت دنیا کو معلوم ہوگی۔ اور وہ اُن لوگوں سے انتقام لے گا، جو مجھے انسان سے بڑھ کر کچھ اور قرار دیں گے۔ وہ ایسی صداقت کے ساتھ آئے گا جو تمام انبیاء کی لائی صداقت سے زیادہ واضح ہوگی۔'' (باب:72)

☆...... ''خدا کا عہد یروشلم میں معبد سلیمانی کے اندر کیا گیا تھا، نا کہ کہیں اور مگر میری بات کا یقین کرو کہ ایک وقت آئے گا جب خدا اپنی رحمت سے ایک اور شہر میں اُسے نازل فرمائے گا، پھر ہر جگہ اُس کی صحیح عبادت ہو سکے گی اور اللہ ہر جگہ اپنی رحمت سے سچی نماز کو قبول فرمائے گا۔ میں دراصل اسرائیل کے گھرانے کی طرف نجات کا نبی بنا کر بھیجا گیا ہوں، مگر میرے بعد مسیح آئے گا، خدا کا بھیجا ہوا تمام دنیا کی طرف جس کے لیے خدا نے یہ ساری دنیا بنائی ہے۔ اُس وقت ساری دنیا میں اللہ کی عبادت ہوگی اور اُس کی رحمت نازل ہوگی۔'' (باب:83)

☆...... ''(یسوع نے سردار کاہن سے کہا) زندہ خدا کی قسم جس کے حضور میری جان حاضر ہے، میں وہ مسیح نہیں ہوں، جس کی آمد کی دنیا کی تمام قومیں انتظار کر رہی ہیں، جس کا وعدہ خدا نے ہمارے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے کہہ کر کیا تھا کہ ''تیری نسل کے وسیلہ سے زمین کی سب قومیں برکت پائیں گی۔'' (پیدائش، باب:22=18)

☆...... ''مگر جب خدا مجھے دنیا میں سے لے جائے گا تو شیطان پھر یہ بغاوت برپا کرے گا تا کہ پرہیزگار لوگ مجھے خدا اور خدا کا بیٹا مانیں۔ اس کی وجہ سے میری باتوں اور میری تعلیمات کو مسخ کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ بمشکل تیس صاحب ایمان باقی رہ جائیں گے۔ اُس وقت خدا دنیا پر رحم فرمائے گا، اور اپنا رسول بھیجے گا، جس کے لیے اُس نے دنیا کی یہ ساری چیزیں بنائی ہیں۔ جو قوت کے ساتھ جنوب سے آئے گا اور بتوں کو بت پرستوں کے ساتھ برباد کر دے گا۔ شیطان سے اقتدار چھین لے گا جو اس نے انسانوں پر کر لیا ہے۔ وہ خدا کی رحمت اُن لوگوں کے لیے اپنے ساتھ لائے گا، جو اُس پر ایمان لائیں گے اور مبارک ہے وہ جو اُس کی باتوں کو مانیں۔ (باب: 96)

☆......سردار کاہن نے پوچھا کیا خدا کے اُس رسول کے بعد دوسرے نبی بھی آئیں گے؟ یسوع نے جواب دیا۔'' اس کے بعد خدا کے بھیجے ہوئے سچے نبی نہیں آئیں گے، مگر بہت سے جھوٹے نبی آ جائیں گے۔ جن کا مجھے بڑا غم ہے۔ کیونکہ شیطان کے فیصلے کی وجہ سے اُن کو اُٹھائے گا اور وہ میری انجیل کے پردے میں اپنے آپ کو چھپائیں

Marfat.com

گے۔ (باب:97)

☆......''سردار کاہن نے پوچھا کہ وہ مسیح کس نام سے پکارا جائے گا، اور کیا نشانیاں اُس کی آمد ظاہر کریں گی۔ یسوع نے جواب دیا۔ ''اُس مسیح کا نام (قابل تعریف) ہے، کیونکہ خدا نے جب اس کی روح پیدا کی تھی، اُس وقت اس کا یہ نام خود رکھا تھا۔ اور وہاں اُسے ایک ملکوتی شان میں رکھا گیا تھا۔ خدا نے کہا (اے محمد!) انتظار کر تیری ہی خاطر میں (خدا) جنت دنیا اور بہت سی مخلوق پیدا کروں گا، اور تجھے تحفہ کے طور پر دوں گا۔ یہاں تک کہ جو تیری تبریک کرے گا، اُسے برکت دی جائے گی۔ اور جو تجھ پر اعتراض کرے گا، اُس پر لعنت کی جائے گی۔ جب میں تجھے دنیا کی طرف بھیجوں گا، تو میں تجھ کو اپنے پیغامبر نجات دہندہ کی حیثیت سے بھیجوں گا۔ تیری بات سچی ہوگی یہاں تک کہ زمین و آسمان ٹل جائیں مگر تیرا دین نہیں ٹلے گا۔ سو اُس کا مبارک نام (محمد) ہے۔'' (باب:97)

☆......برناباس لکھتا ہے کہ ایک موقع پر شاگردوں کے سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بتایا کہ ''میرے ہی شاگردوں میں سے ایک (جو بعد میں یہوداہ اسکریوتی نکلا) ۳۰ سکّوں کے عوض دشمنوں کے ہاتھ بیچ دے گا۔ پھر فرمایا اس کے بعد مجھے یقین ہے جو مجھے بیچے گا وہی میرے نام سے مارا جائے گا۔ کیونکہ خدا مجھے زمین سے اُوپر اُٹھالے گا اور اُس غدار کی صورت ایسی بدل دے گا کہ ہر شخص یہ سمجھے گا کہ وہ میں ہی ہوں۔ تاہم جب وہ ایک بری موت مرے گا تو ایک مدت تک میری ہی تذلیل ہوتی رہے گی۔ مگر جب (محمد) خدا کا مقدس رسول آئے گا تو میری وہ بدنامی دور کردی جائے گی۔ اور خدا یہ اس لیے کرے گا کہ میں نے اُس مسیح کی صداقت کا اقرار کیا ہے۔ وہ مجھے اس کا یہ انعام دے گا کہ لوگ یہ جان لیں گے کہ میں زندہ ہوں اور اس ذلت کی موت سے میرا کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

(باب:113)

☆......شاگردوں سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ ''بے شک میں تم سے کہتا ہوں کہ اگر موسیٰ کی کتاب سے صداقت مسخ نہ کردی جاتی تو خدا ہمارے باپ داؤد کو ایک دوسری کتاب نہ دیتا اور اگر داؤد کی کتاب میں تحریف نہ کی گئی ہوتی تو خدا مجھے انجیل نہ دیتا کیونکہ خداوند ہمارا خدا بدلنے والا نہیں ہے۔ اور اس نے سب انسانوں کو ایک ہی پیغام دیا ہے۔ لہٰذا جب اللہ کا رسول آئے گا تو وہ اس لیے آئے گا کہ ان ساری چیزوں کو صاف کردے جن سے بے خدا لوگوں نے میری کتاب کو آلودہ کردیا ہے۔ (باب:174)

﴿لوقا کی انجیل﴾ اس انجیل میں بھی یہ ذکر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو اس بات سے منع کیا تھا کہ وہ آپ کو مسیح کہیں۔ لفظ ''مسیح'' درحقیقت ایک اسرائیلی اصطلاح ہے جسے قرآن مجید میں مخصوص طور پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لیے صرف اس بناء پر استعمال کیا گیا کہ یہودی اُن کے مسیح ہونے کا انکار کرتے تھے۔ ورنہ یہ نہ قرآن کی اصطلاح ہے اور نہ ہی قرآن میں کہیں اس کو اسرائیلی اصطلاح کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لیے رسول اللہ ﷺ کے حق میں اگر عیسیٰ علیہ السلام نے لفظ مسیح استعمال کیا ہو اور قرآن میں آپ حضور کے لیے استعمال نہ کیا گیا ہو تو اس سے یہ نتیجہ نہیں نکالا جاسکتا کہ انجیل برناباس آپ کی طرف کوئی ایسی چیز منسوب کرتی ہے جس سے قرآن انکار کرتا ہے۔

Marfat.com

دراصل بنی اسرائیل کا یہ قدیم طریقہ تھا کہ کسی چیز یا کسی شخص کو جب کسی مقدس مقصد کے لیے مختص کیا جاتا تو چیز یا اُس شخص کے سر پر تیل مل کر اُسے متبرک کیا جاتا تھا۔عبرانی زبان میں تیل ملنے کے اس فعل کو ''مسح'' کہتے تھے۔اور جس پر یہ تیل ملا جاتا تھا اُسے مسیح کہا جاتا تھا۔عبادت گاہوں کے ظروف مسح کر کے وقف کیے جاتے تھے۔کاہنوں کو کہانت کے منصب پر مامور کرتے وقت مسح کیا جاتا تھا۔غرضیکہ بادشاہ اور نبی بھی جب خدا کی طرف سے بادشاہت یا نبوت کے لیے نامزد کیے جاتے تو اُنہیں بھی مسح کیا جاتا۔بائبل کے مطابق بنی اسرائیل کی تاریخ میں بکثرت مسیح پائے جاتے ہیں۔

حضرت ھارون علیہ السلام کاہن کی حیثیت سے مسیح تھے۔حضرت موسیٰ علیہ السلام کاہن اور نبی کی حیثیت میں،طالوت بادشاہ کی حیثیت میں،حضرت داؤد علیہ السلام بادشاہ اور نبی کی حیثیت سے،ملکہ سباء بادشاہ اور کاہن کی حیثیت سے اور حضرت السیع نبی کی حیثیت سے مسیح تھے۔بعد میں تیل ملنے کا رواج ضروری نہ رہا تھا۔بلکہ کسی کا مامور من اللہ ہونا ہی مسیح کے ہونے کا ہم معنی بن گیا تھا۔باالفاظ دیگر اسرائیلی تصور کے مطابق مسیح درحقیقت ''مامور من اللہ'' تھا۔اس معنی میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے رسول اللہ ﷺ کے لیے اس لفظ کو استعمال کیا تھا۔لوقا کی انجیل میں یہ ذکر موجود ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنے شاگردوں سے کہا تھا کہ وہ آپ کو مسیح نہ کہا کریں۔''اُس نے ان سے کہا لیکن تم مجھے کیا کہتے ہو؟ پطرس نے جواب میں کہا خدا کا مسیح اس نے ان کو تاکید کر کے حکم دیا کہ کسی سے نہ کہنا۔''(20,21:9)

﴿آمد مبارک بحوالہ دیگر انبیائے کرام﴾ حضرت ادریس علیہ السلام نے صحیفہ ''نیموث العرفات'' کے باب پنجم آیت نمبر ۱۰ میں حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کا اعلان ان الفاظ میں فرمایا،جس کا ترجمہ ہے: ''خدا کے جو پاک احکام میں نے پہنچائے اور جو پہنچانے والے پہنچائیں گے وہ سب تم بھول جاؤ گے،تو ایک روشن چہرے والا تمہیں یاد دلائے گا۔''

(تاریخ العرب ص:۲۰۱)

﴿حضرت نوحؑ کی بشارت﴾ صحیفہ کی کتاب بشارت آیت نمبر ۹ میں حضرت نوح علیہ السلام نے فرمایا:''میں تم سے ایک عظمت والی بات کہتا ہوں،اس کو تم یاد رکھو اور آنے والوں کو بشارت دو کہ سب ہادیوں سے افضل ایک راہ حق دکھانے والا آئے گا جو تمہاری ضعیف صنف اور حقیر طبقے کو بلندی کو پہنچائے گا وہ حق کا سب سے بڑا امداد ہے۔'' (تاریخ العرب ص:۱۴۶ طبع بیروت)

﴿حضرت ھودؑ کی بشارت﴾ کنز المعارف جلد ۲ باب ہفتم میں ان الفاظ میں درج ہے جس کا ترجمہ ہے:''تحقیق میرے زمانے کے بعد ایک عظیم الشان نبی آنے والا ہے،میں خوشخبری دیتا ہوں کہ وہ تمام آدمیوں کے حق میں رحمت ہوگا اور اُس کے بعد پھر کوئی نبی نہیں آئے گا۔وہ خاتم الانبیاء ہے۔''

﴿حضرت عیسیٰؑ کا ارشاد﴾ یوحنا کے باب ۱۵،آیت نمبر ۲۶،۲۵ میں یوں منقول ہے کہ:

''یہ اس لیے ہوا کہ وہ قول پورا ہو جو اُن کی شریعت میں آیا ہے کہ اُنہوں نے مجھ سے بے سبب عداوت کی لیکن وہ ''وکیل'' آئے گا،جس کو میں تمہارے پاس باپ کی طرف سے بھیجوں گا،یعنی رُوح حق،جو باپ کی طرف سے نکلی ہے تو وہ میری گواہی دے گا۔''

Marfat.com

حضور ﷺ اپنے لیے کیا بیان فرماتے ہیں

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ فرماتے ہیں ایک جگہ بہت سے اصحاب رسولؐ جمع تھے۔ حضور ﷺ دفعتاً اُن میں تشریف لے آئے تو حضور ﷺ نے سنا کہ بعض صحابہؓ کہہ رہے ہیں کہ موسیٰؑ کو اللہ نے کلیم بنایا، بعض فرما رہے ہیں کہ عیسیٰؑ کو کلمۃ اللہ و روح اللہ بنایا اور بعض کہہ رہے ہیں کہ اللہ نے آدمؑ کو برگزیدہ خاص کہا۔

حضور ﷺ نے فرمایا ہم نے تمہاری گفتگو کو جو تم تعجب کے ساتھ کر رہے تھے سنا۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ ابراہیم علیہ السلام اور موسیٰ علیہ السلام ایسے ہی تھے جیسا تم کہہ رہے ہو۔ مگر ہمیں جانتے ہو ہم کون ہیں۔؟ اگر ابراہیمؑ خلیل اللہ ہیں تو ہم ''حبیب اللہ'' ہیں اور اس پر بھی ہمیں فخر نہیں اور ہم بروز قیامت حامل ''لواء الحمد'' ہیں۔ (جانتے ہو، لواء الحمد کیا ہے۔) لواء الحمد وہ جھنڈا ہے جس کے نیچے آدمؑ اور اُن کے علاوہ جملہ مرسلین عظام کھڑے ہوں گے اور ہمیں اس پر بھی فخر نہیں اور ہم ہی سب سے پہلے شفاعت کے لیے کھڑے ہوں گے اور ہماری ہی شفاعت سب سے پہلے قبول ہوگی، مگر ہمیں اس پر بھی فخر نہیں اور ہم ہی سب سے پہلے زنجیر دروازۂ جنت ہلائیں گے اور ہمارے ہی واسطے سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھلے گا۔ اور ہم ہی سب سے پہلے جنت میں شان سے جائیں گے کہ ہمارے ساتھ غرباء و مومنین کی جماعت ہوگی اور اس پر بھی ہمیں فخر نہیں اور ہم ہی اللہ کے نزدیک تمام اوّلین و آخرین سے بزرگ تر اور باعث عزت ہوں گے۔ (بحوالہ مشکوٰۃ شریف)

ایک دوسری محفل میں فرمایا ''میں (محمد ﷺ) اُس وقت بھی اللہ کے نزدیک خاتم النبیین لکھا ہوا تھا جب کہ آدم علیہ السلام اپنی مٹی کے خمیر میں تھے۔ اور میں تمہیں اپنی ابتداء کی خبر دیتا ہوں۔ میں دعائے ابراہیم علیہ السلام کا نتیجہ ہوں اور میں ہی بشارت عیسیٰ علیہ السلام ہوں، جو اُنہوں نے اپنی قوم کو دی تھی، اور میں ہی وہ خواب ہوں جو میری والدہ نے ولادت کے وقت دیکھا تھا۔ والدہ محترمہ سے میری ولادت کے وقت ایک ایسا نور ظاہر ہوا جس کی روشنی سے ملک شام کے محلات روشن ہو گئے تھے۔''

Marfat.com

نسب مبارک

عرب میں قریش خاندان ہمیشہ سے ممتاز و معزز چلا آ رہا ہے۔ اس خاندان کے سرداران 'نضر' اور 'فہر' سے پہلے یہ خاندان 'کنعانی' کہلاتا تھا۔ قریش کی وجہ تسمیہ میں مختلف اقوال بیان ہوئے ہیں۔ جیسے صحیح بخاری شریف میں ہے:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے بھیجا گیا ہوں ایک قرن بعد دوسرے قرن کے، یہاں تک کہ میں اُس قرن سے ہوا جس سے ہوا۔''

حدیث مسلم میں ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنعانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنعانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے مجھے (محمد) کو، اُن کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا، پھر قبیلوں کو چنا تو مجھ کو سب سے اچھے قبیلے میں بنایا۔ پھر گھروں کو چنا تو مجھے اُن کے سب سے اچھے گھر میں بنایا۔ پس میں رُوح اور ذات کے لحاظ سے سب سے اچھا ہوں۔''

کعبہ پر حملہ خاندان کے سردار نضر کے بعد فہر کو رئیس عرب ہونے کا اعزاز حاصل تھا۔ اُن کے عہد میں حسان بن عبد کلال حمیری یمن کا حکمران بنا۔ اُس نے یہ کوشش کی کہ کعبہ سے پتھر اُٹھا کر یمن لے آئے تاکہ حج کے لیے یمن میں ہی کعبہ بنالیا جائے۔ حسان جب اس ارادے سے بنی حمیر کو لے کر یمن سے آیا تو وہ مکہ سے پہلے مقام نخلہ پر خیمہ زن ہوا۔ فہر نے قبائل عرب کو جمع کر کے حملہ آور کا مقابلہ کیا۔ بنی حمیر کو شکست فاش دی، حسان گرفتار ہوا جو تین برس تک اسیر رہا۔ آخر فدیہ ادا کر کے رہائی پائی۔ اس فتح و نصرت کی وجہ سے اہل عرب کے دلوں پر فہر کی ہیبت و عظمت طاری ہو گئی۔

اس خاندان کے ایک اور سردار 'زید' جو قصی بن کلاب کے نام سے مشہور ہیں، اُنہوں نے بھی عزت و اقتدار حاصل کیا۔ رشتہ میں وہ حضور نبی کریم ﷺ کے جد خامس تھے۔ قصی کے والد کلاب فوت ہو گئے تو اُن کی والدہ نے بنوعذرہ میں سے ایک شخص ربیعہ بن حزام سے شادی کر لی اس کے بعد وہ فاطمہ کو اپنے ساتھ ملک شام لے گیا۔ جب زید المعروف قصی جوان ہوئے تو وہ واپس مکہ آ گئے۔

تورات میں ذکر آیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بارہ بیٹے تھے۔ ان کے ایک بیٹے 'قیدار' کی اولاد حجاز میں آباد ہوئی اور خوب پھیلی، انہی کی اولاد میں سے 'عدنان' ہیں۔ عرب میں یہ رواج عام تھا کہ وہاں کے نسب دان تمام پشتوں کے شجرہ نسب مکمل نہ رکھتے تھے، بلکہ اکثر نسب ناموں میں 'عدنان' سے اسماعیل علیہ السلام تک صرف آٹھ، نو پشتوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو صحیح نہیں حضرت اسماعیل علیہ السلام سے لے کر عدنان تک اگر نو، دس پشتیں بھی ہوں تو بھی یہ عرصہ کم و بیش تین سو سال تک ہو گا۔ جو کہ تاریخی حقائق اور شہادتوں کے بالکل خلاف ہے۔ اس کی وضاحت میں علامہ شبلی نعمانی نے علامہ سہیلی کے حوالہ سے لکھا کہ یہ عادتاً محال ہے کہ دونوں مین چار یا سات پشتوں کا فاصلہ ہو اور جیسا کہ ابن اسحاق نے ذکر کیا

Marfat.com

کہ دس یا بیس پشتیں ہوں، کیونکہ زمانہ اس سے بہت زیادہ ہے۔علامہ سہیلی موصوف نے بہت سے تاریخی حوالوں اور شہادتوں سے ثابت کیا ہے کہ عدنان سے حضرت اسماعیل علیہ السلام تک چالیس پشتوں کا فاصلہ ہے۔جیسا کہ پہلے لکھا گیا کہ عربوں میں یہ رواج عام تھا کہ وہ غیر اہم اشخاص کے ناموں کو نظر انداز کر دیا کرتے تھے۔صرف غیر معمولی شخصیات کا ہی شمار کیا کرتے۔اس طرح درمیان میں کئی کئی پیڑھیاں چھوڑ دیا کرتے تھے۔علاوہ ازیں اہل عرب کے نزدیک عدنان کا حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے تعلق قطعی اور یقینی تھا۔اس لیے وہ صرف اس بات کی کوشش کرتے کہ عدنان تک کا سلسلہ نسب صحیح طور پر نام بہ نام پہنچ جائے۔عام اشخاص کا نام لینا غیر ضروری سمجھتے تھے۔اس لیے معروف اور غیر معمولی اشخاص کے ناموں کا ہی اندراج کیا جاتا تھا۔تاہم عرب میں ایسے محققین بھی موجود تھے جو فروگزاشت سے آگاہ تھے۔علامہ طبری نے تاریخ میں لکھا کہ ''مجھ سے نسب دانوں نے بیان کیا ہے کہ ہم نے عرب میں ایسے علماء دیکھے جو معد سے لے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک چالیس پشتوں کے نام لیتے تھے۔اور اس کی شہادت میں وہ عرب کے اشعار پیش کرتے تھے۔راوی نے یہ کہا کہ میں نے اس سلسلہ کو اہل کتاب کی تحقیقات سے موازنہ کیا تو پشتوں کی تعداد برابر تھی۔

(بحوالہ تاریخ طبری، مطبوعہ یورپ ج: دوم، ص:1118)

اُسی مؤرخ نے اپنی کتاب میں لکھا کہ شہر قدمر میں ایک یہودی رہتا تھا جس کا نام ابو یعقوب تھا۔وہ مسلمان ہو گیا تھا، ابو یعقوب نے بیان کیا کہ آرمیا پیغمبر کے منشی نے عدنان کا جو نسب نامہ لکھا تھا وہ میرے پاس موجود ہے۔اس شجرے میں بھی عدنان سے لے کر حضرت اسماعیل علیہ السلام تک چالیس نام ہیں۔

شجرہ نسب مبارک

آپ ہیں (1) محمد ﷺ بن (2) عبداللہ بن (3) شیبہ (عبدالمطلب) بن (4) عمرو (ہاشم) بن (5) عبد مناف (مغیرہ) بن (6) زید (قصی) بن (7) کلاب بن (8) مرہ بن (9) کعب بن (10) لوئی بن (11) غالب بن (12) فہر بن (13) مالک بن (14) نضر بن (15) کنعانہ بن (16) خزیمہ بن (17) مدرکہ بن (18) الیاس بن (19) مضر بن (20) نزار بن (21) معد بن (22) عدنان بن (23) اُو بن (24) ہمیسع بن (25) سلامان بن (26) عوص بن (27) یوز بن (28) قموال بن (29) اُبی بن (30) عوام بن (31) ناشد بن (32) حزا بن (33) بلداس بن (34) یدلاف بن (35) طابخ بن (36) جاحم بن (37) ناحش بن (38) ماخی بن (39) عیض بن (40) عیقر بن (41) عبید بن (42) الدعا بن (43) حمدان بن (44) سنبر بن (45) یثربی بن (46) یحزن بن (47) یلحن بن (48) ازعوی بن (49) عیض بن (50) ذیشان بن (51) عیصر بن (52) افناد بن (53) ایہام بن (54) مقصر بن (55) ناحث بن (56) زارح بن (57) سمی بن (58) مزی بن (59) عوضہ بن (60) عرام بن (61) قیدار بن (62) حضرت اسماعیل علیہ السلام بن (63) حضرت ابراہیم علیہ السلام بن (64) تارح (آزر) بن (65) ناخور بن (66) ساروع

Marfat.com

یاساروغ بن (67) راعو بن (68) فالخ بن (69) عابر بن (70) شالخ بن (71) ارفخشد بن (72) سام بن (73) حضرت نوح علیہ السلام بن (74) لامک بن (75) متوشلخ بن (76) اخنوخ (حضرت ادریس علیہ السلام) (77) بن یرد بن (78) مہلائیل بن (79) قینان بن (80) آنوشہ بن (81) شیثؑ بن (82) حضرت آدم علیہ السلام۔

﴿قصی کی مکہ آمد اور کارنامے﴾ قصی (زید) عالم شباب کو پہنچے تو ملک شام سے واپس اپنے ملک آ گئے۔ یہاں مکہ میں اُس نے خلیل خزاعی کی بیٹی حُبّی سے شادی کر لی۔ خلیل خزاعی اُس وقت کعبہ کا متولی تھا۔ کعبہ کی تولیت قصی کے ہاتھ آئی اس نے بنوخزاعہ کو بیت اللہ سے نکال دیا۔ اور قریش کو گھاٹیوں، پہاڑیوں اور وادیوں سے بلا کر مکہ کے اندر اور گردنواح میں آباد کیا۔ اس بناء پر قصی کو مجمع بھی کہتے ہیں۔ علاوہ ازیں قصی نے کئی کارہائے نمایاں انجام دیئے۔ اُس نے ایک کمیٹی گھر قائم کیا جس کو 'دارلندوہ' کہتے تھے۔ یہاں مکہ کے تمام قبیلے جمع ہو کر مہماتی مشورے کیا کرتے تھے۔ جھنڈے کی تیاری، نکاح کی رسومات بھی اسی مقام پر ادا کی جاتی تھیں۔ رفادت یعنی حاجیوں کے کھانے پینے کا انتظام اور سقایت یعنی حاجیوں کو آب زم زم پلانے کا انتظام بھی کیا۔ وہ ہر سال حج کے موقع پر قریشیوں کو جمع کر کے تقریر کیا کرتے اور کہتے "تم خدا کے پڑوسی اور خدا کے گھر کے متولی ہو۔ اور حجاج خدا کے مہمان اور خدا کے گھر کے زائرین ہیں وہ اور مہمانوں کی نسبت تمہاری میزبانی کے زیادہ مستحق ہیں۔ اس لیے ایام حج میں اُن کے کھانے پینے کے لیے کچھ مقرر کرو۔" قصی کے اس خطاب کے بعد قریش نے اس نیک کام کے لیے سالانہ رقم مقرر کی جس سے ہر سال منیٰ میں حاجیوں کو کھانا کھلایا جاتا۔ سقایت کے لیے چرمی حوض بنوائے جو ایام حج میں صحن کعبہ میں حجاج کی خاطر رکھے جاتے، ان حوضوں کے بھرنے کے لیے مکہ کے کنوؤں کا پانی مشکوں میں بھر کر اُونٹوں پر لایا جاتا، حجاج کی حجامت کے لیے بھی معقول بندوبست کیا۔ قصی نے کعبہ کی کلید برداری، تولیت اور لواء یعنی علم بندی اور قیادت یعنی سپہ سالاری کے امور اپنے ہاتھ میں رکھے اُن کا ایک اور غیر معمولی کارنامہ یہ بھی تھا کہ اُنہوں نے مزدلفہ میں روشنی کا انتظام بھی کیا۔

﴿قصی کی اولاد﴾ قصی کی اولاد میں چار لڑکے تھے جن کے نام عبدالدار، عبدمناف، عبدالعزیٰ اور عبد اور دو لڑکیاں تخمر اور برہ تھیں۔ عبدالدار سب بھائیوں سے بڑے تھے، لیکن شرافت و وجاہت میں اپنے بھائیوں کے برابر نہ تھے۔ جبکہ عبد مناف تو سب بھائیوں میں اشرف تھے، اُن کا اصل نام 'مغیرہ' تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے جدرابع تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے نور مبارک کی جھلک اُن کی پیشانی میں ایسی تھی کہ عرب میں اُنہیں قمر البطحا یعنی وادیٔ مکہ کا چاند کہا جاتا تھا۔ قصی بوڑھے ہوئے تو اُنہوں نے اپنے بڑے بیٹے عبدالدار سے کہا کہ میں تجھے تیرے بھائیوں کے برابر کرتا ہوں اور حرم شریف کے تمام مناصب تیرے سپرد کرتا ہوں۔ اس تبدیلی پر قصی کی ہیبت، خوف اور دبدبہ کی وجہ سے کسی نے اعتراض نہ کیا۔ قصی کی وفات کے بعد اُن کے بیٹے عبدالدار اور عبدمناف بھی فوت ہو گئے۔ عبدالمناف کے فوت ہونے کے بعد اُن کے بیٹوں ہاشم یعنی (عمرو) عبدشمس مطلب اور نوفل نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ عبدالدار کی اولاد سے حرم شریف کے وظائف چھین لیے جائیں اور استحقاق کے مطابق ہمیں دیئے جائیں۔ اس مطالبے پر قریش میں اختلاف پیدا ہو گیا۔ قریش کے قبیلے دو

Marfat.com

گروہوں میں تقسیم ہوگئے۔ بنوعبد مناف کی حمایت میں بنواسد، بنوعزیٰ، بنوزہرہ بن کلاب، بنوتیم بن مرہ اور بنوحارث بن فہر جبکہ دوسری طرف عبدالدار کی اولاد کی حمایت میں بنومخزوم، بنوسہم اور بنوجمح اور بنوعدی بن کعب ہوگئے۔ بنوعبد مناف اور اُن کے اعلاف نے ایک دوسرے کا ساتھ نہ چھوڑنے کی قسمیں کھائیں اُنہوں نے یکجہتی کے اظہار میں ایک پیالہ خوشبو سے بھر کر حرم شریف میں رکھا، اُن کے اتحادی قبیلوں کے سب لوگوں نے اپنی انگلیاں خوشبو سے بھرے پیائے میں ڈبوئیں جس کی وجہ سے بنوعبد مناف اور اُن کے پانچوں اتحادی قبیلوں کو مطیبین کہتے ہیں۔

اسی طرح دوسرے فریق نے بھی معاہدہ کیا، اُنہوں نے ایک پیالہ خون سے بھر کر اپنی اُنگلیاں ڈبوئیں اور پھر اُنگلیوں کو چاٹ لیا اس بناء پر اُنہیں لعقۃ الدم یعنی خون چاٹنے والے کہا گیا۔ فریقین لڑائی کے لیے تیار ہوگئے پھر اُن میں چند شرائط پر صلح ہوگئی۔ طے یہ پایا کہ سقایت، رفادت اور قیادت بنوعبد مناف کو دی جائے۔ حجابت ولواء وندوہ بدستور عبدالدار کے پاس رہے۔ ہاشم جو بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اُنہیں سقایت ورفادت وقیادت ملی۔ یہ سلسلہ ہاشم سے عبدالمطلب اور پھر ابوطالب تک پہنچا۔ ابوطالب نے یہ منصب اپنے بھائی عباس کے حوالے کر دیا۔ اور قیادت عبد شمس کو اس کے بعد اس کے بیٹے اُمیہ کو پھر اُس کے بیٹے حرب پھر حرب کے بیٹے ابوسفیان کو عطا ہوئی۔ اس لیے جنگ اُحد اور جنگ احزاب میں ابوسفیان ہی قائد بنا تھا۔

﴿دارالندوہ﴾ قصی کے کارناموں میں یہ نہایت ہی اہم کارنامہ ہے جس کا قیام عمل میں لایا گیا۔ دور حاضر کی زبان میں اسے قومی اسمبلی یا سینٹ کے اداروں کے ہم پلہ کہا جا سکتا ہے۔ اس ادارے میں قبائل کے سردار جمع ہو کر مشورے کیا کرتے تھے۔ دشمن سے لڑائی کے وقت جھنڈے کی تیاری، تجارتی معاملات بھی زیر بحث لائے جاتے۔ نکاح اور دیگر سماجی ومعاشرتی رسومات کی ادائیگی اسی ادارہ کی چاردیواری میں ادا کی جاتی تھیں۔ حاجیوں کے کھانے، پینے آب زم زم کے پلانے کا بھی اہتمام کیا جاتا۔ یہ منصب قصی نے ہی قائم کیے تھے۔ موسم حج کے انتظامات باہم مشورے سے طے پاتے آپس کے اختلافات، لڑائی، جھگڑے اور صلح صفائی کے سارے معاملات یہاں ہی طے کیے جاتے تھے۔ ہاشم نے رفادت اور سقایت کا خوب انتظام کیا وہ ذی الحجہ کی پہلی تاریخ کو صبح کے وقت کعبہ سے پشت لگا کر قریش سے یوں مخاطب ہوا کرتے

''اے قریش کے گروہ! تم خدا کے گھر کے پڑوسی ہو خدا نے بنی اسرائیل میں سے تم کو اس کی تولیت کا شرف بخشا ہے، اور تم کو اس کے پڑوس کے لیے خاص کیا ہے، خدا کے زائرین تمہارے پاس آرہے ہیں، جو اس کے گھر کی تعظیم کرتے ہیں۔ پس وہ خدا کے مہمان ہیں اور خدا کے مہمانوں کی میزبانی کا حق سب سے زیادہ تم پر ہے۔ اس کے لیے تم خدا کے مہمانوں اور اس کے گھر کے زائرین کا احترام کرو۔ جو شہر شہر سے تیروں جیسی اُونٹنیوں جو لاغر اور سبک اقدام ہیں سفر کر کے غبار آلود ہو کر آرہے ہیں۔ اس گھر کے رب کی قسم! اگر میرے پاس اس کام کے لیے کافی سرمایہ ہوتا تو میں تمہیں تکلیف نہ دیتا۔ میں اپنے کسب حلال کی کمائی میں سے دے رہا ہوں اور جو بھی زائرین کے لیے اپنے مال سے دے وہ بجز حلال کی کمائی کے نہ ہو۔''

Marfat.com

اس تقریر کے اثرات کے نتیجہ میں قریش اپنے حلال مال سے زائرین کی خدمت کے لیے دارالندوہ میں رقم جمع کرواتے۔ ہاشم کو عمرو العلاء بھی کہتے تھے۔ وہ مہمان نواز اور وسیع دستر خوان کے مالک تھے۔ ایک سال قریش کو قحط کا سامنا کرنا پڑا تو اُنہوں نے زائرین کے لیے ملک شام سے خشک روٹیاں خرید کر منگوائیں، روٹیوں کا چورا کر کے اُن کو اُونٹوں کے گوشت کے شوربے میں ڈال کر ثرید بنایا اور زائرین کو پیٹ بھر کر کھلایا۔ اُس دن سے اُنہیں عمرو کی بجائے 'ہاشم' یعنی روٹیوں کا چورا کرنے والا کہنے لگے۔

عبد مناف کے بیٹے پیشہ تجارت سے منسلک تھے۔ اُنہوں نے گرد و نواح کے حکمرانوں سے اچھے خارجہ تجارتی تعلقات قائم کیے۔ چند فرمانرواؤں سے حفظ و امان کے فرمان بھی حاصل کیے۔ ہاشم نے قیصر روم اور غسان سے۔ عبد شمس نے حبشہ کے بادشاہ نجاشی سے۔ نوفل نے کاسرہ عراق سے اور مطلب نے یمن کے شاہ حمیر سے اس قسم کے فرمان حاصل کیے۔ ہاشم نے قریش کے تجارتی معاملات کو دو حصوں میں تقسیم کیا، جس کے مطابق سال کے دوران وہ موسم سرما میں یمن اور حبشہ موسم گرما میں عراق، شام، ایشیائے کوچک کے مشہور شہر انقرہ (انگوریا) تک مال تجارت لے کر جایا کرتے تھے۔

﴿ہاشم کی شادی اور وفات﴾ ہاشم کی پیشانی نور محمدی سے چمک رہی تھی۔ اغیار میں سے دیکھنے والا ہر شخص آپ کے ہاتھ کو بوسہ دیتا، قبائل عرب اور اغیار سے شادی کے پیغامات آنے لگے۔ آپ ایک بار سامان تجارت لے کر ملک شام گئے تو راستہ میں یثرب کے مقام پر عمرو بن زید بن لبید خزرجی کے ہاں قیام کیا، اُن کی بیٹی سلمٰی خوبصورت، خوب سیرت اور شرافت میں اپنی قوم کی تمام خواتین سے نمایاں تھیں۔ اس قیام کے دوران ہی آپ نے اُن سے شادی کر لی۔ نکاح سے قبل فریقین کے درمیان ایک معاہدہ طے پایا وہ یہ کہ سلمٰی جو اولاد جنے گی وہ اپنے میکے میں ہی جنے گی۔ یہاں یہ امر قابل ذکر ہے کہ اس نکاح سے قبل سلمٰی کا نکاح اصیحہ بن جلاح سے ہوا تھا۔ جس سے ایک لڑکا عمرو بن اصیحہ پیدا ہوا۔ حضرت ہاشم 472 عیسوی میں پیدا ہوئے اور 497ء میں اُنہوں نے وفات پائی۔

ہاشم شام سے واپس مکہ آتے ہوئے یثرب میں ٹھہرے وہاں سے اپنی منکوحہ زوجہ سلمٰی کو مکہ لے آئے۔ جب حمل کے آثار نمودار ہونے لگے تو آپ واپس سلمٰی کو یثرب میں چھوڑ کر پھر شام چلے گئے۔ پھر وہیں غزہ میں جو مصر کی طرف اقصائے شام میں واقع ہے۔ پچیس برس کی عمر میں وفات پا گئے۔ اُنہیں غزہ ہی میں دفن کیا گیا۔

﴿حضرت عبدالمطلب کی پیدائش﴾ مائی سلمٰی اپنے والدین کے ساتھ یثرب میں قیام پذیر تھیں، اللہ تعالیٰ نے 469 عیسوی میں اُنہیں ایک بیٹا عطا فرمایا اُن کے سر میں کچھ بال سفید تھے۔ اس لیے اُن کا نام شیبہ رکھا گیا۔ وہ سات، آٹھ سال اپنی والدہ کے ساتھ اپنے ننہال میں ہی رہے۔ مطلب جو مکہ میں مقیم تھے اُنہیں بھتیجے کی خبر ملی تو وہ اُنہیں لینے یثرب آئے۔ واپسی پر شیبہ کو اپنے پیچھے اُونٹ پر سوار کر لیا، شیبہ کے کپڑے پھٹے پرانے تھے، جب وہ مکہ پہنچے تو لوگوں نے مطلب سے اُس لڑکے کے بارے میں پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ مطلب نے کہا یہ لڑکا میرا غلام ہے، اس وجہ سے شیبہ کو عبدالمطلب کہنے لگے۔

Marfat.com

﴿حضرت عبدالمطلب سردار مکہ﴾ قصی کی وفات کے بعد اُن کے دو بیٹے عبدالدار اور عبد مناف بھی فوت ہو گئے تھے۔عبدمناف کے بیٹوں نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ عبدالدار کی اولاد سے حرم شریف کے وظائف چھین لیے جائیں۔قریش کے درمیان تنازعہ پیدا ہو گیا۔لیکن بغیر کسی جھگڑے فساد کے فریقین میں صلح ہو گئی،جس کے نتیجہ میں ہاشم جو اپنے بھائیوں میں سب سے بڑے تھے اُنہیں سقایت،رفادت اور قیادت (سپہ سالار) کا منصب ملا۔ہاشم فوت ہو گئے تو اُن کے بعد یہ منصب اُن کے بھائی حضرت مطلب کو ملا۔جب وہ فوت ہوئے تو مکہ کی سرداری حضرت عبدالمطلب کو ملی۔ عبدالمطلب نے زائرین کے کھانے،پینے کا نہایت اعلیٰ انتظام کیا،نور کی وہ جھلک جو ہاشم کی پیشانی میں تھی،وہی نوری جھلک اُن کی پیشانی میں بھی موجود تھی۔اُن سے کستوری کی سی خوشبو آیا کرتی تھی۔قریش کو جب کوئی حادثہ پیش آتا تو وہ عبدالمطلب کے پاس آتے اور اُن کے وسیلہ سے دعا مانگتے۔قحط کے ایام میں بھی لوگ عبدالمطلب کے واسطے سے طلب باراں کرتے۔وہ ہر سال ماہ رمضان میں کوہ حرا میں جا کر خدا کے گیان و دھیان میں گوشہ نشین رہا کرتے۔وہ موحد تھے،شراب و زنا کو حرام جانتے،نکاح محارم سے اور بحالت برہنہ طواف کعبہ سے منع کرتے،لڑکیوں کو قتل کرنے سے روکتے،چور کا ہاتھ کاٹ دیتے،اسی لیے اُنہیں مطعم الطیور کے لقب سے مشہور ہوئے۔آگے کے واقعات لکھنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ آب زم زم کا تاریخی وجغرافیائی پس منظر کے متعلق کچھ وضاحت کی جائے۔

﴿چاہ زم زم﴾ مکہ معظمہ کی مسجد الحرام دیوار کعبہ سے کچھ فاصلہ پر حجر اسود کی سیدھی جانب شرق چار گز چوڑا اور اُنہتر گز گہرا ایک کنواں ہے،جسے چاہ زم زم کہتے ہیں۔کنویں کے پانی کو آب زم زم کہا جاتا ہے۔حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے تین بار آزمایا،جس کا ذکر سورۃ البقرہ کی آیت نمبر 124.125 کی تفسیر بیان کرتے ہوئے مفسرین نے لکھا۔دوسری آزمائش کے متعلق کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی اہلیہ مائی ہاجرہ اور اپنے شیر خوار بچے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو مکہ کے بے آب وگیاہ میدان میں اللہ کے سپرد کر کے جانے لگے تو چلتے چلتے اُن کے لیے پانی کا ایک مشکیزہ چھوڑ گئے،جب مشکیزے کا پانی ختم ہو گیا تو مائی ہاجرہ کو تشویش ہوئی اُن کی گود میں شیر خوار بچہ تھا اور دور دور تک پانی کا کہیں کوئی نام ونشان نظر نہ آتا تھا۔بچے کی وجہ سے مائی صاحبہ زیادہ پریشان تھیں۔وہ صفاء ومروہ کی پہاڑیوں کے درمیان پانی کی تلاش میں دوڑ رہی تھیں ایسے میں اللہ تعالیٰ کی رحمت جوش میں آئی جس مقام پر شیر خوار بچہ اسماعیل علیہ السلام ایڑیاں رگڑ رہے تھے اُس مقام پر پانی کا ایک چشمہ پھوٹ پڑا۔مائی ہاجرہ نے جب یہ منظر دیکھا تو وہ دوڑتی ہوئیں اپنے بچے کے پاس آئیں اور کہا ''زم زم'' پانی رُک گیا تو مائی صاحبہ نے اس چشمے کے اِرد گرد ریت کا ایک بند باندھ دیا۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام زمین پر ایڑیاں رگڑتے رہے تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرئیل علیہ السلام وہاں آئے اُنہوں نے ایڑیاں رگڑنے والے مقام پر اپنا 'پر' مارا تو وہاں سے پانی کا چشمہ پھوٹ پڑا۔اس چشمے کو اکتالیس سو سال سے زائد عرصہ گزرا جو تا حال تسلسل سے پانی فراہم کر رہا ہے۔

تاریخی لحاظ سے چاہ زم زم کی کھدائی کا پس منظر یوں بیان کیا گیا کہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بعد کعبہ کی

Marfat.com

تولیت ثابت بن اسماعیل کے سپرد ہوئی۔ ثابت کے بعد اُن کا نانا مضاض بن عمر جرہمی متولی ہوا، مضاض جرہمی نے حرم شریف کی بے حرمتی اور کعبہ کے اموال اپنی ذات پر خرچ کرنا شروع کر دیئے تو بنو بکر بن عبد مناف بن کنعانہ اور غبشان خزاعی نے جرہمی کو مکہ سے یمن کی طرف نکال دیا۔ اُس کے بعد بنو خزاعہ متولی ہوئے۔ بنو خزاعہ کا آخری متولی خلیل بن حبشیہ تھا۔ اُس کے بعد تولیت قصی کے ہاتھ آئی۔

عمرو بن مضاض جرہمی نے یمن جاتے ہوئے کعبہ کے دو غزال طلائی، سات تلواریں، پانچ مکمل زرہیں اور پرانے کپڑے چاہِ زم زم میں ڈال کر اُسے ایسا بند کیا کہ مدت گزرنے کے بعد بھی کسی کو اس کا نشان تک معلوم نہ رہا۔ طبقات ابن سعد کی روایت ہے کہ حضرت عبدالمطلب کو خواب میں آب زم زم کے کنوئیں کی اطلاع دی گئی، پہلے دن اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی کہہ رہا ہے کہ طیبہ کو کھودو، پوچھا کہ طیبہ کیا ہے۔؟ دوسرے دن کہا گیا برہ کو کھودو، اُنہوں نے کہا کہ برہ کیا ہے۔؟ تیسرے دن سنا کہ حضونہ کو کھودو، کہا حضونہ کیا ہے۔؟ پھر چوتھے دن آواز آئی 'احفر زم زم' جواب ملا کہ زم زم وہ ہے کہ نہ اُس کا پانی ختم ہوگا اور نہ ہی اُس کی خدمت کم ہوگی۔ حاجیوں کو سیراب کرے گا اور وہ اس جگہ ہے جہاں گندگی اور خون کے درمیان ایک جگہ واقع ہے اُسے غراب المصم، چونچ سے کرید تا رہتا ہے۔ (غراب المصم سے مراد وہ کوا تھا جس کے دونوں پاؤں اور چونچ سرخ رنگ کے ہوتے ہیں۔ اور پیروں میں کچھ سفیدی ہوتی ہے۔) ان دنوں اس نوع کا ایک کوا مقام زم زم پر آ کر بیٹھتا اور مٹی کرید تا رہتا تھا۔ کیونکہ اُس جگہ قریش قربانی کیا کرتے تھے۔ اس لیے وہاں خون اور گندگی رہتی تھی۔ اور اسی وجہ سے کوا وہاں سے نہ ہٹتا تھا۔ حضرت عبدالمطلب نے اس مقام کی کھدائی کے لیے قریش سے مدد مانگی، لیکن اُنہوں نے مدد نہ کی جبکہ حضرت عبدالمطلب کو اپنے خواب کی صداقت کا یقین تھا۔ اُنہوں نے اپنے بیٹے حارث کو ساتھ لیا اور زمین کھودنے کا عمل شروع کر دیا۔ مٹی کو برتن میں بھرتے جسے اُٹھا کر حارث باہر ڈال آتے۔ تین دن تک کھدائی جاری رہی، پھر نم آلود مٹی کے ساتھ زم زم کا نشان اُبھر آیا۔ حضرت عبدالمطلب نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔ یہ وہ ہی زم زم چشمہ تھا جو حضرت اسماعیل علیہ السلام کے لیے جاری ہوا تھا۔ اور پھر بنو جرہم نے اُسے چھپا دیا تھا۔ کھدائی کے بعد جو اشیاء برآمد ہوئیں اُنہیں دیکھ کر قریش مکہ لالچ میں آ گئے صورت حال لڑائی جھگڑے کی پیدا ہوگئی۔ حضرت عبدالمطلب نے کہا میں تو شریک کرنے والا نہیں، یہ معاملہ میرے ہی ساتھ مخصوص ہے۔ تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں، اگر متصادم ہو گئے تو بنو ہاشم تو میرے ساتھ ہوں گے، میں یثرب سے بنو نجار کو بھی اپنی نصرت کے لیے بلالوں گا، اور پھر ہمارا فیصلہ تلوار کرے گی۔ البتہ اس معاملے میں اگر تم کسی کو ثالث بنانا چاہتے ہو تو مجھے منظور ہے، وہ ہی فیصلہ دے۔ قریش نے کہا ٹھیک ہے، اُنہوں نے قبیلہ بنی اسد کی کاہنہ حزیم کو ثالث بنایا۔ یہ کاہنہ شام کے راستہ میں مقام دمان میں رہتی تھی۔ اگلے روز دونوں فریق کاہنہ کی طرف چل پڑے۔ بیس آدمی عبد مناف کی اولاد سے جناب عبدالمطلب کے ساتھ اور بیس آدمی قریش کے مختلف قبائل کے تھے۔ جب یہ لوگ 'مقام فقیر' کے قریب پہنچے تو راستہ بھول گئے اور سب کے پانی کا ذخیرہ ختم ہو گیا، فقیر ایک سوکھے نالے کے مخزن کا نام تھا۔ جس میں کبھی پانی رہتا ہوگا۔ مگر ان دنوں مدت سے خشک تھا۔ سب لوگ بے بسی کے

Marfat.com

عالم میں بیٹھ گئے۔ جناب عبدالمطلب نے کہا، خدا کی قسم خود کو اپنے ہاتھوں سے اس طرح ہلاکت میں ڈالنا تو بڑی عاجزی اور بے بسی کی بات ہے۔ ہم کیوں نہ چلیں پھریں اور قدم بڑھائیں بیٹھے کیوں رہیں، شاید اللہ ہمیں کہیں سے پانی عطا کر دے۔ یہ سن کر سب اُٹھ کھڑے ہوئے، جناب عبدالمطلب بھی سوار ہو کر چلے، سواری ابھی چلی ہی تھی کہ اُس کے سُم کے نیچے سے ایک میٹھے پانی کا چشمہ ظاہر ہو گیا۔ حضرت عبدالمطلب اور ساتھیوں نے تکبیر کہی سب نے پانی پیا اور قریش نے کہا حقیقت یہ ہے کہ ہمارے خلاف تیرے حق میں فیصلہ ہو چکا، جس نے اس بیابان میں تجھے پانی عطا کیا اُس نے یقیناً تجھے آب زم زم کا حقدار ٹھہرایا۔ خدا کی قسم! اب ہم اس معاملہ میں کبھی تجھ سے جھگڑا نہ کریں گے۔

کنویں کی کھدائی کے دوران حضرت عبدالمطلب نے افرادی قوت کی کمی کو شدت سے محسوس کیا تو اللہ تعالیٰ سے منت مانی کہ اگر میں اپنی زندگی میں بارہ فرزند جوان دیکھ لوں تو اُن میں سے ایک کو تیری راہ میں قربان کر دوں گا۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کی منت کو قبول فرمایا اور اُنہیں بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں عطا فرمائیں۔ چاہ زم زم سے برآمد شدہ اشیاء سونے کے دو ہرن کعبہ کے لیے اور سات تلواریں کعبہ کے دروازہ پر لٹکا دی گئیں، پانچ مکمل زرہیں بھی بحق کعبہ ادا کر دی گئیں۔ ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ یہ دونوں ہرن قبیلہ جرہم کے تھے۔ سونے کی تمام چیزیں کعبہ کو قرعہ اندازی میں ملیں، لیکن قریش کے تین اشخاص نے آپس میں سازش کر کے اُنہیں چُرا لیا۔

حضرت عبدالمطلب جب یمن جاتے تو وہاں وہ ایک حمیری سردار کے مہمان ہوا کرتے تھے۔ وہ حمیری سردار خضاب استعمال کرتا تھا۔ واپسی پر حضرت عبدالمطلب نے بہت سا خضاب اُن سے حاصل کیا اور اپنے ساتھ مکہ لے آئے۔ پھر اس خضاب کو اُنہوں نے استعمال کیا تو اُن کے بال ایسے نظر آئے جیسے کوّے کے سیاہ پر ہوں۔ عباس بن عبدالمطلب کی ماں قبیلہ بنت خباب نے کہا شیبہ! الحمد للہ یہ رنگ اگر ہمیشہ رہ جائے تو بڑی خوبصورتی ہے۔ جواب میں حضرت عبدالمطلب نے اَشعار میں یہ جواب دیا، ترجمہ ہے: ''یہ سیاہی اگر میرے لیے ہمیشہ رہتی تو میں اس کی تعریف کرتا اور یہ اس مدت میں اس جوانی کا بدلہ ہوتی، جو ختم ہو چکی ہے۔ میں نے اس سے فائدہ تو اُٹھایا، مگر زندگی تھوڑی ہے اور اے قبیلہ! آخر کار بوڑھا ہونا اور مرنا بھی ناگزیر ہے۔'' یہ واقعہ یہاں بیان کرنے سے مراد یہ ہے کہ حضرت عبدالمطلب ایک شاعر بھی تھے۔ وہ اپنے قبیلہ کے نامور سردار تھے۔ تمام قریش میں خوبصورت ترین، سب سے بلند، سب سے زیادہ بردبار، متحمل مزاج اور سخی اور فیاض تھے۔

﴿ تاریخ عالم کی ایک منت ﴾ حضرت عبدالمطلب نے کنویں کی کھدائی کے وقت اپنے معاونین کی کمی محسوس فرمائی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کی خواہش کو پورا فرمایا، اب وہ اُس منت کی تکمیل کی فکر میں لگ گئے۔ اور دعا کرتے رہے کہ:

''یا اللہ میں نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کی قربانی کی منت مانی تھی، اب میں اُن پر قرعہ اندازی کرتا ہوں تو جسے چاہتا ہے، اُس کا نام نکال دے۔ اتفاق سے عبداللہ کا نام نکلا وہ عبدالمطلب کو سب بیٹوں میں پیارے تھے۔

ایک شب حضرت عبدالمطلب خانہ کعبہ کے نزدیک سو رہے تھے۔ اُنہیں قریش کے ایک بزرگ رقیقہ نے

Marfat.com

خواب میں کہا کہ ''پیغمبر مبعوث ہونے والا ہے، تم ہی لوگوں میں سے ہوگا، اُس کے ظہور کا زمانہ یہی زمانہ ہے۔ اُس کے سبب تمہیں فراخی اور کشائش نصیب ہوگی۔ دیکھو ایسا شخص تلاش کرو جو تم میں اوسط نسب ہو، یعنی شریف خاندان سے ہو، بلند وبالا، بھاری و بھرکم ہو۔ سفید رنگ یعنی گورا چٹا، بھوئیں گھنی ہوں، پلکیں لمبی ہوں، بال گھونگھر والے ہوں۔ رُخسار بہت بھرے ہوں، ناک پتلی ہو یعنی ناک کا بانسہ پتلا ہو۔ وہ نکلے اُس کی اولاد نکلے اور تم میں سے ہر گھرانے کا ایک ایک فرد نکلے سب کے سب طہارت کرو، خوشبوئیں لگاؤ، رُکن حرم کو بوسہ دو، قیس پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ جاؤ وہ شخص آگے بڑھے، طلب باراں کرے، تم سب آمین کہو، ایسا کرو گے تو سیراب کیے جاؤ گے۔'' رقیقہ کے اس خواب کا تذکرہ قریش سے کیا جو حلیہ خواب میں بتایا گیا تھا، اُس کے مطابق یہ تمام صفات صرف جناب عبدالمطلب میں ہی پائی جاتی تھیں۔ پھر لوگ اُن کے پاس حاضر ہوئے ہر گھر سے ایک ایک فرد آیا، حکم کی تعمیل کی اور ابوقیس پہاڑ پر چڑھ گئے۔ حضرت عبدالمطلب نے باران رحمت کی دعا یوں مانگی۔ ''اے اللہ یہ تیرے بندے ہیں، تیرے بندے کے بیٹے ہیں، یہ تیری لونڈیاں اور غلام ہیں تو دیکھ رہا ہے، کہ ہم پر مصیبت نازل ہے۔ یہ خشک سالی ایسی طویل ہوئی ہے کہ اس نے تمام جانوروں کو ہلاک کر ڈالا ہے، جو بچے اور سُم رکھتے تھے۔ اب تو جانوروں پر بھی آ بنی ہے۔ یا اللہ ہم سے اس قحط کو دور فرما، رحمت کی بارش برسا، فراخی اور کشائش عطا فرما۔'' لوگ ابھی واپس راستہ ہی میں تھے کہ اِس قدر مینہ برسا اور اتنی بارش ہوئی کہ وادیاں جل تھل ہوگئیں، پرنالے بہنے لگے گویا سیلاب آ گیا۔

پھر ایک شب خواب میں کسی نے کہا اے عبدالمطلب اپنے اللہ کے لیے جو منت مانی تھی اس کو پورا کرو۔ عبدالمطلب بیدار ہوئے، اگلے روز ایک مینڈھا ذبح کیا جو فقراء و مساکین میں تقسیم کیا۔ اگلی رات پھر خواب آیا کہا جو چیز مفید ہے، بڑی ہے وہ قربانی کرو، صبح ہوئی تو ایک بیل ذبح کیا۔ تیسری رات حکم ہوا اس سے بھی بڑی قربانی دے۔ اگلے روز اُونٹ قربان کیا، اور گوشت تقسیم کیا۔ لیکن رات کو آواز آئی اس سے بھی اکبر ذبح کرو۔ حیرت سے پوچھا اُونٹ سے اکبر کیا ہے۔؟ آواز آئی اپنی اولاد میں سے ایک بیٹا قربان کر، جس کی منت تو نے مانی تھی۔ بیدار ہوئے اپنی منت یاد آ گئی بیٹوں کو جمع کیا اور خواب سے آگاہ کیا۔ سب بیٹوں نے قربانی دینے سے اتفاق کیا۔ اور ہر نے اپنے آپ کو پیش کیا۔ ہر بیٹے نے اپنا نام لکھ کر پیالے میں ڈال دیا۔ پھر حضرت عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے اندر آ کر خادم سے کہا کہ اِن سب کو لے کر قرعہ ڈالو، خادم نے بذریعہ قرعہ نام نکالا تو عبداللہ کا نام نکلا۔ عبداللہ سے باپ کو خاص محبت تھی۔ حکم ایزدی کے آگے سر جھکا دیا۔ عبداللہ کو لے کر قربان گاہ کی طرف چل دیئے۔ عبداللہ کی بہنیں عاتکہ، بیضاء اور براہ وہاں موجود تھیں وہ رونے لگیں اُنہوں نے اِلتجا کی کہ قربانی کے بدلے کوئی اور تدبیر کر لی جائے۔ وہاں سرداران قریش بھی موجود تھے۔ اُنہوں نے رائے دی کہ اگر یہ قربانی کی گئی تو یہ ایک رسم قائم ہو جائے گی۔ پھر اس رسم کو ختم کرنا اور اس پر عمل کرنا دونوں ہی کام مشکل ہوں گے، اسے حجت نہ بنایا جائے۔ پھر یہ طے ہوا کہ خیبر میں رہنے والی کاہنہ سے مشورہ کیا جائے۔ چنانچہ قریش کا ایک وفد کاہنہ کے پاس گیا۔ سارا قصہ سنایا کاہنہ نے سوال کیا کہ نفس کی دیت تم لوگوں میں کیا ہے۔؟ دس اُونٹ بتائے گئے۔ کاہنہ

Marfat.com

نے کہا کہ پھر تم دس اُونٹوں پر قرعہ ڈالو اگر قرعہ عبداللہ کے نام نکلے تو ٹھیک ورنہ مزید دس اُونٹوں کی تعداد بڑھا کر قرعہ ڈالو۔اس طرح تعداد بڑھاتے رہو، یہاں تک کہ قرعہ اُونٹوں کے نام نکلے، پھر سمجھ لینا خدا راضی ہو گیا۔

قریش کا وفد واپس مکہ آ گیا اور کاہنہ کی تدبیر سے آگاہ کیا۔حضرت عبدالمطلب نے خانہ کعبہ کے خادم سے کہا عبداللہ اور دس اُونٹوں پر پانسہ ڈالو، خادم نے پانسہ ڈالا تو قرعہ عبداللہ کے نام نکلا۔پھر اُونٹوں کی تعداد بیس کر دی لیکن نام عبداللہ ہی کا آیا۔پھر اُونٹوں کی تعداد میں اضافہ کرتے گئے یہاں تک کہ ۹۰ اُونٹوں تک عبداللہ ہی کا نام آتا رہا۔اس طرح اُونٹوں کی تعداد ۱۰۰ کر دی گئی تو قرعہ اُونٹوں پر نکلا۔لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی اور کہنے لگے، اب خدا راضی ہو گیا۔حضرت عبدالمطلب نے کہا نہیں! قرعہ پھر ڈالو تو قرعہ ڈالا گیا جو اُونٹوں پر ہی نکلا۔ایسے میں حضرت عبدالمطلب نے پھر کہا کہ تیسری بار پانسہ ڈالو تو خادم کعبہ نے قرعہ آخری بار ڈالا جو اُونٹوں پر ہی نکلا۔حضرت عبدالمطلب نے ۱۰۰ اُونٹوں کی قربانی دے کر اپنے لاڈلے فرزند حضرت عبداللہ کو اللہ سے پالیا۔

﴿حضرت عبدالمطلب کی اولاد﴾ محمد بن تائب نے ہاشمی سردار کے گھرانے کا ذکر کیا تو انہوں نے لکھا کہ حضرت عبدالمطلب نے چھ شادیاں کیں، جن سے بارہ فرزند اور چھ صاحبزادیاں تولد ہوئیں۔

﴿زوجگان﴾ میں سب سے پہلے سمراء بنت جندب ہوازنیہ دوسری لبنیٰ بنتِ ہاجرہ خزاعیہ تیسری زوجہ محترمہ فاطمہ بنت عمرو مخزومیہ، چوتھی ہالہ بنتِ وہب زہریہ، پانچویں شریک حیات نتیلہ بنتِ خباب خزاعیہ اور آخری صفیہ بنتِ جندب قصی۔

﴿فرزندگان﴾ حارث سب سے بڑے اُن کی کنیت ابوالحارث تھی۔چاہِ زم زم کی کھدائی میں والد کے ساتھ رہے۔وہ والد کی زندگی میں ہی فوت ہوئے۔واقدی نے حارث کی ماں کا نام صفیہ بنت جندب لکھا اور اروئی حارث کی سگی بہن تھیں (2) ابولہب نام عبدالعزیٰ تھا وہ دشمنِ اسلام ہوا۔اُس کی ماں لبنیٰ بنتِ ہاجرہ خزاعیہ تھی (3) عبد مناف اصل نام ہے ان کی کنیت ابوطالب ہے وہ تاریخ اسلام کے اہم ترین کردار ہیں اُن کے سگے بھائی (4) زبیرؓ اور (5) حضرت عبداللہ ہیں اُن کی والدہ محترمہ کا اسم مبارک فاطمہ بنتِ عمرو ہے۔حضرت زبیر شاعر بھی تھے اور بارعب شخصیت کے مالک تھے اور وہ اپنے والد کے وصی بھی تھے۔

﴿حضرت عبداللہ﴾ والد شریف ہیں حضرت محمد ﷺ کے۔(6) حضرت حمزہؓ (7) مقوم اور (8) حجل یہ تینوں سگے بھائی تھے اُن کی ماں ہالہ بنت وہب تھیں۔حضرت حمزہؓ نہایت خوبصورت اور خوب سیرت تھے انہیں شکار کا بے انتہا شوق تھا غزوہ بدر میں اپنی عسکری مہارت دکھائی غازی بنے۔غزوہ احد میں شہادت پائی انہوں نے ازدواجی زندگی کا آغاز نہیں کیا تھا وہ شیرِ خدا اور شیرِ رسول ﷺ ہوئے۔(9) مقدم معروف نہ تھے (10) حجل اُن کا اصل نام مغیرہ تھا اُن کی ماں ہالہ بنتِ وہب زہریہ تھیں اُن کی بیٹی صفیہ تھیں۔(11) حضرت عباسؓ دانشمند اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔(12) حضرت ضرارؓ وہ جمال اور سخاوت میں ممتاز تھے۔

﴿صاحبزادیوں﴾ میں بیضاء، عاتکہ، براء، امیمہ، اروئی اور صفیہ شامل ہیں۔یہی آپؐ کی پھوپھیاں ہیں۔

Marfat.com

آپؐ کے ننھیال میں آپ کے نانا وہب بن عبد مناف قبلہ بنو زہرہ کے سردار تھے اور آپ کی نانی حضرت زہرہ بنتِ براء ان کی ماں قلابہ، ان کی امیمہ، ان کی ماں دبّ، ان کی عاتکہ، ان کی لیلیٰ جو بنت عوف قصی تھیں اس طرح یہ سلسلہ نسب بنو ہاشم سے جاملا اور یہ سب آپ کی نانیاں تھیں۔

حضرت عبدالمطلب کے سب سے خوبصورت فرزند حضرت عبداللہ تھے۔ آپ کی کنیت ابو محمد اور لقب ذبیح معروف ہوا، ۱۰۰ اُونٹوں کی قربانی نے خاندان عبدالمطلب کو چار چاند لگا دیئے، باپ کے لاڈلے تھے، یہ اس لیے کہ حضرت عبدالمطلب نے چاہ زم زم کی کھدائی میں مشقت اُٹھائی تھی اور افرادی قوت کی کمی محسوس کی تھی۔ اللہ تعالیٰ سے منت مانی تھی اور دعا کی تھی جو اللہ تعالیٰ نے قبول فرمائی۔ حضرت عبداللہ کے نام مبارک سے عرب کے سب مرد وزن آشنا ہو گئے تھے۔ اب اُن کی شادی کے پیغامات کی آمد کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ عرب کے سرداران قبائل میں سے ہر کسی کی خواہش تھی کہ وہ حضرت عبداللہ سے اپنی بیٹی کا رشتہ کرے۔ حضرت عبدالمطلب کو بتایا گیا کہ بنوزہرہ میں وہب بن عبد مناف کی بیٹی آمنہ حسن وجمال میں عدیم النظیر اور عفت و پارسائی میں بے مثل ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے حضرت عبداللہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت عمرو کو بنو زہرہ میں بھجوایا تو اہل خانہ نے اُن کے لیے آنکھیں بچھادیں۔ حضرت عبداللہ کی والدہ نے جناب آمنہ کو دیکھا تو اُن کی صباحت و ملاحت دیکھ کر حیران رہ گئیں۔ گوہر کمال کو دیکھا تو کہا میں اپنے بیٹے عبداللہ کا پیغام آپ کی بیٹی کے لیے لائی ہوں۔ یہ پیغام سن کر بنوزہرہ کی عورتیں خوشی سے اُچھلنے لگیں پھر خواتین بنوزہرہ نے کہا کہ ہم قریش کے سردار عبدالمطلب کے گھرانے کی لونڈیاں بننے پر فخر کریں گی۔ اس طرح حضرت عبداللہ کی نسبت حضرت آمنہؓ سے طے پا گئی۔

اُن دونوں کا سلسلہ نسب یوں بیان کیا گیا: آمنہؓ بنت وہب بن عبد مناف، بن زہرہ بن کلاب بن مرہ۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عبدالمطلب بن ہاشم بن۔ عبد مناف بن قصی بن کلاب بن مرہ۔ اس طرح کلاب پر رسول کریم ﷺ کا مادر اور پدر دونوں سلسلے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔

شادی سے قبل ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک حسین وجمیل عورت نے خود کو حضرت عبداللہ کے لیے پیش کیا، وہ عورت کون تھی؟ طبقات ابن سعد نے ذکر کیا کہ وہ عورت ورقہ بن نوفل کی بہن قتیلہ یعنی نوفل کی بیٹی تھی۔ نسب ایسے ہوا کہ نوفل بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی یہ بھی کہا گیا کہ وہ عورت فاطمہ بنت مرالخشمعہ ایک کاہنہ تھی۔ حافظ ابن کثیر نے امام زہری کا قول نقل کیا ہے کہ آپ کے والد تمام قریش میں سب سے زیادہ حسین وجمیل تھے، دراصل حضرت عبداللہ نور محمدیؐ کے سبب بہت زیادہ خوب رُو اور مردانہ حسن و وجاہت کے شاہکار تھے۔ آپ جس گلی کوچہ سے گزرتے تو حسیناؤں کے دل مچل جاتے۔ سینکڑوں مخدرات چُھپ چُھپ کر جناب عبداللہ کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے بیتاب ہوا کرتی تھیں۔ جب حضرت عبداللہؓ کی نسبت طے پا گئی تو مکہ کی کئی دوشیزائیں اس غم میں جاں بحق ہو گئیں تھیں۔ (پیغمبر اسلام از کونستان ویئرل جارج)

حضرت عبداللہؓ کو اپنے بھائی حضرت حمزہؓ کی طرح شکار کا بہت شوق تھا۔ دُور دراز کے جنگلوں میں نکل جاتے ایک دفعہ جنگل میں تھے کہ کچھ نامعلوم افراد نے آپ پر حملہ کر دیا۔ آپ اکیلے تھے، ناگہاں چند افراد آپ کی مدد کو پہنچ گئے تو

Marfat.com

حملہ آور بھاگ گئے۔ سیرت نگاروں نے لکھا کہ حملہ آوروں کا تعلق ملک شام سے تھا، اور وہ یہودی تھے۔ ایک ایسا ہی واقعہ اُنہیں شام کے سفر میں پیش آیا تھا، جہاں اُنہیں دھوکے سے قتل کرنے کی ناکام کوشش کی گئی تھی۔

حضرت عبداللہؓ میں نور محمدیؐ کی دل رُبائی کی شان یہ تھی کہ عرب کے بڑے بڑے رؤسا کی خواہش تھی کہ اپنی بیٹیاں حضرت عبداللہ کے عقد میں دیں۔ گھر گھر میں اُن کا چرچا ہوتا تھا، ایسے میں حضرت عبدالمطلب نے اپنے فرزند حضرت عبداللہؓ کو یمن اور شام کے تجارتی قافلوں کے ساتھ بھیجنا شروع کر دیا۔ لوگوں نے آپ کے طرز عمل کو مثالی پایا تجارت اور لین دین میں کبھی کوئی ناخوش گوار واقعہ پیش نہ آیا۔

شادی مبارک اور وفات حضرت عبداللہؓ کی عمر چوبیس پچیس سال ہوئی تو آپ کا نکاح ہمراہ حضرت آمنہؓ زہریہ، قرشیہ بنت وہب سے 570ء میں قرار پایا۔ عربوں کے رَواج کے مطابق شادی کی رسومات تین دن تک ہوا کرتی تھیں۔ حضرت آمنہؓ سے شادی اور آمنہؓ کے اُمید سے ہونے کے چند ہفتوں کے بعد ہی حضرت عبداللہؓ قریش کے تاجروں کے ساتھ ملک شام کی جانب روانہ ہوئے۔ پردیس میں جناب عبداللہؓ بیمار ہو گئے، قافلہ تجارت شام سے فارغ ہو کر واپسی پر یثرب سے گزرا۔ عبداللہؓ علیل تھے اُن کی خواہش تھی کہ وہ اپنی ننہال بنی عدی بن النجار میں رہ جائیں۔ صحت یاب ہونے کے بعد مکہ چلے جائیں گے، قافلہ والے مکہ پہنچ گئے اور حضرت عبداللہؓ ایک ماہ تک یثرب میں ٹھہرے رہے۔ تجارتی قافلہ نے مکہ پہنچ کر حضرت عبدالمطلب کو حضرت عبداللہؓ کی علالت کے متعلق آگاہ کیا تو حضرت عبدالمطلب نے اپنے بڑے بیٹے حارث کو خبر گیری کے لیے یثرب بھیجا۔ جب حارث یثرب پہنچے تو اُنہیں حضرت عبداللہؓ کی وفات کی خبر ملی، حضرت عبداللہؓ 545ء میں پیدا ہوئے اور اُنہوں نے 570ء میں وفات پائی تھی۔ ورثہ میں پانچ اور اک اُونٹ، بھیڑوں کا ایک مختصر ریوڑ اور کنیز اُم ایمنؓ جن کا اصل نام ''برکہ'' تھا۔ اور اک اُن اُونٹوں کو کہا جاتا ہے جن کی خوراک اراک (پیلو) درخت کے پتے ہوتے ہیں۔ حضرت اُم ایمنؓ کو رسول اللہ ﷺ کی دایہ ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ رسول اللہ ﷺ سن کبیری کو پہنچے تو اُنہوں نے حضرت اُم ایمنؓ کو آزاد کر دیا تھا۔ پھر عبید خزرجی نے اُن سے نکاح کر لیا تھا۔ اُن کے ہاں بیٹی پیدا ہوئی جس کا نام ''ایمن'' رکھا، اس نسبت سے وہ بعد ازاں اُم ایمنؓ کہلائیں۔

حضرت عبداللہؓ کا مادری سلسلہ حضرت عبدالمطلب کی زوجہ حضرت عبداللہؓ کی والدہ اور نبی کریم ﷺ کی دادی فاطمہ تھیں۔ فاطمہ کے والد عمرو بن عائذ تھے، فاطمہ کی ماں صخراء بنت عبد بن عمران بن مخزوم، صخرا کی ماں تخمرہ بنت عبد بن قصی تخمرہ کی ماں سلمٰی بنت عامر بن عمیر بن ودیقہ تھیں اور سلمٰی کی ماں عاتکہ بنت عبداللہ بن وائلہ تھیں۔

حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا حضرت عبداللہؓ اور سیدہ آمنہؓ کا نکاح ہو گیا تو عربوں کے رسم و رواج کے مطابق دُولہا تین دن تک دولہن کے گھر رہا کرتا تھا، چنانچہ حضرت عبداللہؓ نے بھی تین دن تک بی بی آمنہؓ کے گھر قیام فرمایا، جب یہ نکاح ہو گیا تو حضرت عبدالمطلب نے وہب کی بیٹی ہالہ سے اپنا نکاح پڑھوالیا۔ جن سے حضرت حمزہؓ، مقوم، حجل اور صفیہ پیدا ہوئیں۔ شادی کے فوراً بعد ہی حضرت آمنہؓ اُمید سے ہو گئیں تھیں۔ یزید بن عبداللہ بن وہب بن زمعہ نے اپنی پھوپھی کے حوالہ

Marfat.com

سے بیان کیا کہ جب آمنہ ؓ اُمید سے ہوگئیں تو وہ کہتی تھیں کہ مجھے یہ محسوس ہی نہ ہوتا تھا کہ میں اُمید سے ہوں۔ نہ کبھی بھاری پن، نہ کبھی کوئی تکلیف یا شکایت ہوئی اور نہ ہی کبھی کسی چیز کے کھانے کی خواہش ہوئی، طبیعت میں فرحت، جسم سے خوشبو اور چہرے پر چمک آ گئی تھی۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت آمنہ ؓ نے بیان کیا کہ میں ایک رات نیم خفتگی میں تھی کہ کسی نے پوچھا ''تو نے محسوس کیا کہ تو اُمید سے ہے۔؟'' میں نے جواب دیا، میں کیا جانوں؟ پھر آواز آئی ''تو اس اُمت کے سردار اور پیغمبر کی ماں بننے والی ہے۔'' اللہ تعالیٰ نے بی بی آمنہ ؓ کو کائنات کے افضل ترین ہستی کے نور سے منور فرمایا۔ دوسری طرف اُن پر غم کا پہاڑ ٹوٹ پڑا تھا، آپ کے شوہر جناب عبداللہ ؓ قریش کے قافلہ تجارت کے ساتھ شام کے سفر سے واپسی پر طبیعت ناساز ہوگئی تھی وہ جب یثرب پہنچے تو اپنے ننہال میں ہی رُک گئے، پھر وہیں آپ انتقال فرما گئے۔

نو بیاہتا بی بی آمنہ ؓ کے دل پر کیا گزری ہوگی، لیکن اُنہوں نے شوہر کی وفات پر گریہ زاری کرنے کی بجائے وقار اور ہمت کا مظاہرہ کیا وہ صبر و شکیب کا پیکر بن گئیں۔ اُنہوں نے شوہر کی وفات کے بعد میکے کا رُخ نہ کیا بلکہ سسرال کے ساتھ ہی رہیں۔ عرب میں اکثر عورتیں اپنی زندگی میں ہی بیوہ ہو جایا کرتی تھیں، پھر سہاگن بن جاتیں۔ کیونکہ عربوں کے شب و روز تلوار کی دھار پر بسر ہوتے تھے۔ جنگ و جدل میں مرد مارے جاتے عورتیں بیوہ ہو جاتیں یہ عمل بعض عورتوں کے ساتھ بار بار بھی ہوا۔ عرب کی عورتوں کے لیے مردوں کا مر جانا کوئی مسئلہ نہ تھا۔ لیکن حضرت آمنہ ؓ کو شوہر کے انتقال نے صدمہ سے دوچار کر دیا، پھر اُنہوں نے اپنے جذبات کا اظہار واویلا مچا کر نہیں کیا بلکہ اپنے اشعار میں اپنے جذبات کا اظہار بڑے وقار سے کیا۔ وہ شاعرہ تھیں، شعر و سخن کا ذوق رکھتی تھیں۔ حضرت عبداللہ ؓ کے سانحہ پر جو مرثیہ اُنہوں نے لکھا اُن اشعار کا ترجمہ درج ہے:

(1)...... فرزند ہاشم کی وفات سے بطحاء کی زمین خالی ہوگئی، اور وہ کفن لپیٹے ہوئے اپنے اہل سے دُور قبر میں چلے گئے۔

(2)...... موت نے اُن کو اچانک پکارا اور اُنہوں نے اس کی دعوت کو قبول کر لیا۔ افسوس موت نے ابن ہاشم (عبداللہ ؓ) کی مثل لوگوں میں کوئی نہ چھوڑا۔

(3)...... اُن کے دوست شام کے وقت اُن کا جنازہ اُٹھا کر محبت و پیار سے چلے تو ازراہِ محبت وہ باری باری کندھا دینے میں ایک دوسرے سے آگے بڑھتے تھے۔

(4)...... گر موت نے اور اس کے اَسباب نے عبداللہ ؓ کو اچانک پکڑ لیا اور وہ ہم سے جدا ہو گئے لیکن بلاشبہ وہ بہت زیادہ سخی اور بہت زیادہ مہربانی اور پیار کرنے والے تھے۔ (طبقات ابن سعد)

حضرت آمنہ ؓ کہتی ہیں کہ اس اُمید کا ذکر میں نے عورتوں سے کیا تو اُنہوں نے عرب کے رواج کے مطابق کہا کہ تم اپنے دونوں بازوؤں اور گلے میں لوہا لٹکا لو، تو میں نے ایسا ہی کیا مگر چند روز بعد لوہے کو کٹا ہوا پایا، پھر میں نے لوہا دوبارہ نہ پہنا۔

Marfat.com

حضرت آمنہؓ کا مادری سلسلہ رسول اللہ ﷺ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں، اُن کے والد وہب بن عبد مناف تھے، اُن کی والدہ زہرہ بنت کلاب تھیں۔ حضرت آمنہؓ کی ماں برہ تھیں جو بنت عوف بن عبید، برہ کی ماں قلابہ تھیں وہ بنت حارث بن مالک بن مباشہ تھیں، قلابہ کی ماں اُمیمہ وہ بنت مالک بن غنم بن طبان تھیں۔ اُمیمہ کی ماں دب وہ بنت تعلبہ بن الحارث بن تمیم بن سعد تھیں۔ دب کی ماں عاتکہ تھیں جو بنت غاضرہ بن قطبط بن جشم تھیں، عاتکہ کی ماں لیلیٰ جو بنت عوف بن قصی تھیں۔ وہب بن عبد مناف بن زہرہ (رسول اللہ ﷺ) کے نانا تھے۔ زہرہ کی والدہ قیلہ تھیں وہ بنت ابی قیلہ بن غالب بن الحارث تھیں۔ قیلہ کی ماں سلمیٰ تھیں جو بنت لوئی بن غالب بن فہر۔ سلمیٰ کی ماں ماویہ تھیں جو بنت کعب بن القین۔ ابی قیلہ بن غالب کی ماں سلافہ تھیں وہ بنت وہب بن البکر۔ سلافہ کی ماں قیس کی بیٹی تھیں اور قیس ربیعہ کے بیٹے جو بنی ماذن میں سے تھے۔ عبد مناف بن زہرہ کی ماں جمل تھیں، بنت مال بن قضیہ۔ زہرہ بنت کلاب کی ماں اُم قصی تھیں جن کا نام فاطمہ تھا، وہ بنت سعد بن سیل بن جمالہ بن عوف تھیں۔

محمد بن السائب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سلسلہ مادری میں پانچ سو عورتوں (ماؤں) کے نام جمع کیے، مگر اُن میں سے کسی ایک کے متعلق میں نے کوئی ایسی بات نہ پائی جس کا تعلق رسومات جاہلیہ سے ہو۔ جعفر بن محمد اپنے والد محمد بن علی بن الحسینؓ بن علیؓ بن ابی طالب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "میں فقط نکاح کا ثمر ہوں آدم سے لے کر اب تک چلی آئی رسومات جاہلیت کے اثرات میرے اسلاف پر نہیں پڑے، میں صرف طہارت کا ثمر ہوں۔"

(پہلی لڑی) آمنہؓ، برہ، قلابہ، امیمہ، دب، عاتکہ، لیلیٰ (دوسری لڑی) زہرہ، قیلہ، سلمیٰ، ماویہ، سلافہ، قیس۔

(تحقیق: طاہر منصور فاروقی "حضور کے والدین سے ماخوذ")

ولادت باسعادت 22 اپریل 571ء صبح صادق کے وقت اُفق مکہ پر ہدایت ورحمت کا آفتاب طلوع ہوا، ولادت باسعادت مکہ مکرمہ کے محلہ شعب بن ہاشم میں اُس مقام پر ہوئی جو آج کل مولد النبیؐ کے نام سے مشہور ہے، ولادت باسعادت کے وقت آپ ﷺ کی والدہ نے ایک نور دیکھا جس سے شام تک محلات روشن ہو گئے۔ حضرت آمنہؓ نے فرمایا کہ جب آپ پیدا ہوئے تو نہایت لطیف اور پاک وصاف تھے، جسم اطہر پر کسی قسم کی آلائش نہ تھی۔ (طبقات ابن سعد)

علاوہ ازیں متعدد روایات میں ہے کہ آپ ﷺ مختون (ختنہ شدہ) اور ناف بریدہ تھے۔ ابن القبطیہ نے روایت کی کہ آنحضرت ﷺ کی والدہ نے کہا میں نے دیکھا گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا ہے، کہ زمین اُس سے روشن ہو گئی، عبداللہ بن عباسؓ اپنے والد عباسؓ بن عبد المطلب سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ پیدا ہوئے تو ختنہ شدہ تھے اور ناف کٹی ہوئی تھی۔ حضرت حسانؓ بن ثابت نے فرمایا کہ میں سات، آٹھ سال کا تھا اور دیکھی سنی بات کو سمجھتا تھا۔ ایک دن صبح کے وقت ایک یہودی نے یکا یک چلانا شروع کر دیا، اُس کی چیخ وپکار سن کر تمام یہودی جمع ہو گئے۔ پوچھنے لگے کہ تجھے کیا ہوا، کہنے لگا فارقلیط (ﷺ) کا وہ ستارہ جس کی ساعت میں اُنہوں نے پیدا ہونا تھا، وہ آج شب طلوع ہو گیا ہے۔ (سیرت ابن ہشام)

Marfat.com

عقیمہ کے آزاد کردہ غلام سہیل مریش نصرانی تھے، وہ انجیل کے عالم تھے اُن کا بیان ہے کہ انجیل میں رسول اللہ ﷺ کی صفات اور شناخت موجود ہیں کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے خاندان سے ہوں گے اور ان کا نام احمد ہوگا۔ احمد کا متبادل فارقلیط ہے۔ ابو جعفر محمد بن علیؒ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ ابھی شکم مادر ہی میں تھے کہ حضرت آمنہؓ کو حکم ہوا کہ اُن کا نام احمد رکھنا، ولادت مبارک کی اطلاع آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو پہنچائی گئی، اُس وقت وہ خانہ کعبہ میں تھے۔ وہاں سے اُٹھے اور گھر آئے، اپنے پوتے کو دیکھ کر نہایت مسرور اور مطمئن ہوئے۔ تیسرے روز پوتے کو کعبہ میں لے گئے تو گود میں لے کر خانہ کعبہ کا طواف کیا۔ پھر ساتویں روز رسم عقیقہ ادا کی اور برادری کے سامنے آپ ﷺ کا نام محمدؐ رکھنے کا اعلان کیا۔ حافظ ابن کثیر نے لکھا کہ اسم ''محمدؐ'' اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالمطلب کو الہام کیا تھا۔

عرب کے اشراف نومولود بچوں کو دایہ کے سپرد کر دیا کرتے تھے، پھر بچے کا رضاعت کا عرصہ بادیہ نشین قبائل کی عورتوں کے پاس گزرتا تھا، ایسی عورتیں شہر کا چکر لگاتی رہتی تھیں، قبیلہ بنی سعد کی عورتوں کو بچے سنبھالنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ اُن کی زبان خالص عربی تھی جبکہ اُن کے علاقے کی آب وہوا بھی بچوں کے لیے صحت بخش تھی۔ ابتدائی تین دن میں حضرت آمنہؓ نے بچے کو اپنا دودھ پلایا، پھر عارضی طور پر حضرت ثوبیہؓ کی رضاعت میں دے دیا۔ ثوبیہؓ ابولہب کی کنیز تھیں۔ حضرت آمنہؓ کی خواہش کے مطابق نومولود بچے کو بنو سعد کی مائی حلیمہ کو دے دیا۔ وہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ لے گئیں۔ دو سال کا عرصہ مکمل ہوا، آپ ﷺ کو واپس والدہ ماجدہ کے پاس لے آئیں۔ اُس وقت یثرب وباء کی زد میں تھا، حلیمہؓ نے بی بی آمنہؓ سے اصرار کیا کہ وہ آپ ﷺ کو دوبارہ اُن کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں۔ لیکن حضرت آمنہؓ نے حلیمہؓ کی درخواست مسترد کر دی۔ پھر حلیمہؓ نے اپنے اصرار اور منت سماجت میں شدت ظاہر کی اور دلائل پیش کیے، تو حضرت آمنہؓ نے آپ ﷺ کو دوبارہ حلیمہؓ کے ساتھ جانے کی اجازت عنایت فرما دی۔

حضرت آمنہؓ سمجھتی تھیں کہ حلیمہؓ بچے کو بڑے شوق اور محبت سے لے گئی ہے، بچے کی واپسی کا پیغام بھیجنا پڑے گا۔ ابھی حضرت آمنہؓ بچے کی واپسی کے لیے سوچ ہی رہی تھیں کہ ایک دن اچانک حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کو لے کر مکہ آ گئیں، تو حضرت آمنہؓ فرزند ارجمند چندِ آفتاب وچندے ماہتاب کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئیں۔ حلیمہؓ سے پوچھا تم خود ہی آ گئی ہو، بی بی حلیمہ نے عرض کی کہ شاید اس بچے پر کسی جن کا سایہ ہے، حیرت انگیز واقعات ہوئے ہیں، کسی اندیشے کے خوف کے باعث بچے کو لے آئی ہوں، اپنی امانت لے لیں۔ حضرت آمنہؓ نے سن کر فرمایا میرے بچے پر جنات کا اثر نہیں ہوسکتا، یہ تو برکتوں والا بچہ ہے، یہ تو نبی اور پیغمبر ہوگا۔ پھر حضرت آمنہؓ نے حلیمہؓ کو رسم ورواج کے مطابق ہدیہ وانعامات سے نوازا۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ راوی ہیں کہ آپ ﷺ پانچ برس کے تھے کہ اپنی والدہ کے پاس آ گئے۔ بعض نے چار سال کی عمر کا ہونا بیان کیا ہے، ابو عمرؒ کا کہنا ہے کہ جس روز آپ ﷺ واپس اپنی والدۂ ماجدہ کے پاس آئے اُس روز آپ ﷺ کی ولادت کو پانچ سال اور دو دن ہو چکے تھے۔ یعنی اس دن ا□ 24 اپریل 576ء کا دن تھا۔

آپ ﷺ اپنی والدہ کی تحویل میں آئے تو تر وتازہ اور خوش وخرم دکھائی دینے لگے۔ اُس دور کے بچے مٹی میں

Marfat.com

لتھڑے ہوتے تھے لیکن آپ ﷺ کے بالوں میں نہ کبھی خشکی اور نہ ہی بے ترتیبی نظر آتی تھی۔ آنکھوں میں کبھی گدنہ آئی، ہمیشہ صاف اور پاک ہوتے تھے۔ آپ ﷺ اپنے دادایا تایا حضرت زُبیرؓ کے ساتھ مکہ کی گلیوں، بازاروں میں سے نکلتے تو لوگ آپ ﷺ کو بڑے شوق وذوق سے دیکھتے۔

حضرت آمنہؓ اپنے صاحبزادے کو اسلاف کی کہانیاں اور لوریاں سناتیں، والدہ کی تعلیم وتربیت کا عکس آپ ﷺ کے عادات واطوار میں جھلکتا تھا۔ جیسے عید کے ایک موقع پر آپ ﷺ کے طرزِ عمل کا ذکر اُم ایمنؓ نے کیا کہ آپ ﷺ کی عمر ابھی دس سال تھی وہاں ایک بت تھا، قریش حاضر ہو کر بت کی تعظیم کرتے اور سر منڈواتے، لوگ شوق سے شرکت کرتے مگر آپ ﷺ شرکت سے انکار کر دیتے، اُم ایمنؓ کا کہنا ہے کہ میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کی پھوپھیاں کہتیں محمد (ﷺ) تو جو ہمارے دیوتاؤں سے اجتناب کر رہا ہے، اس عمل سے ہم خود تم سے خوف زدہ ہیں۔ اور یہ کہ تم اپنی قوم کے کسی میلے میں شریک نہیں ہوتے۔ اُم ایمنؓ نے کہا کہ آپ ﷺ نے کبھی کسی میلے میں شرکت نہ فرمائی، دراصل نبی اُمی ﷺ کی تربیت آپ کی والدہ صاحبہ نے کی، وہ آپ ﷺ کو اشعار اور قصیدے سناتیں جن میں آپ ﷺ کے اسلاف کا ذکر ہوتا اور خیر وشر کی تمیز ہوتی۔

حضرت آمنہؓ کے آخری ایام ابھی کم سن محمد (ﷺ) کو بنوسعد سے واپس آئے ایک سال ہی گزرا تھا کہ بی بی آمنہؓ کی طبیعت خراب رہنے لگی۔ بخار نے آپؓ کو نڈھال کر دیا اور کمزور ہو گئیں، ایسے میں اُنہیں حضرت عبداللہؓ اور یثرب بہت یاد آیا کرتے تھے۔ بے چینی اور بے قراری بڑھتی گئی آخر آپؓ نے اپنے سسر حضرت عبدالمطلب سے یثرب جانے کی اجازت چاہی تو اُنہوں نے حضرت آمنہؓ کی استدعا کو پذیرائی بخشی۔ اجازت مل گئی تو حضرت آمنہؓ کی صحت روز بروز سنبھلتی گئی، پھر وہ پوری طرح صحت مند ہو گئیں، اُنہیں ملک شام جانے والے ایک قافلہ کے ساتھ بھیجا گیا، حضرت آمنہؓ کے ساتھ اُم ایمنؓ بھی تھیں، دو اُونٹ سواری کے لیے تھے، قافلہ چلا تو یثرب آ گیا، حضرت آمنہؓ نابغہ کے گھر اُتریں جو آپ ﷺ کے ننہال تھے، یہاں ایک ماہ قیام فرمایا۔ ابن سعد نے طبقات میں ابن ایمنؓ کا بیان نقل کیا ہے جو یوں ہے:

قیام یثرب کے دوارن ایک یہودی عالم نے محمد (ﷺ) کو دیکھا تو وہ کچھ اور لوگوں کو بھی اپنے ہمراہ لے آیا اُنہوں نے آپ (ﷺ) کو بڑے غور سے دیکھا، اگلے روز اُن لوگوں کو پھر دیکھا کہ اُن میں کوئی بحث ہوتی تھی۔ میں نے ایک یہودی کو کہتے سنا یہ کہ یقیناً یہ اس اُمت کا نبی ہے اور اگر یہ وہی نبی ہے جس کے بارے کتابوں میں لکھا ہے تو یہی شہر اس کا دارالہجرت ہوگا۔

جب بی بی آمنہؓ کو ان باتوں کا پتہ چلا تو انہیں تشویش ہوئی پھر اُنہوں نے یثرب میں اپنا قیام مختصر کر دیا اور واپسی کا سفر اختیار کیا، قافلہ یثرب سے چلا تو بی بی آمنہؓ علیل ہو گئیں، قافلے کے چلنے کے ساتھ ساتھ مرض میں اضافہ ہوتا گیا۔ قافلہ جب مقام ابواء پر پہنچا تو بیماری شدت اختیار کر گئی۔ ابواء مدینہ اور جحفہ کے درمیان واقع ہے جو یہاں سے ۲۳ میل کے فاصلہ پر تھا۔ اب سفر کو جاری رکھنا ممکن نہ تھا، لہٰذا ابواء کی بستی میں اُترنا پڑا۔ ایک قاصد کے ذریعے یثرب میں

Marfat.com

عزیز واقارب کو اطلاع بھجوائی گئی حضرت اسماء بنت ابی رہم فرماتی ہیں کہ میری والدہ حضرت آمنہؓ کی بیماری کے دنوں میں اُن کے پاس حاضر رہا کرتی تھیں، اس وقت حضرت محمد ﷺ کی عمر مبارک چھ سال ہوگی۔ ایسے میں آپ ﷺ اپنی والدہ کے سرہانے بیٹھے تھے تو آپ ﷺ نے اپنی والدہ کی طرف دیکھا پھر حضرت آمنہؓ نے اپنے لختِ جگر کو دیکھتے ہوئے اپنے ہی اشعار پڑھے جن کا ترجمہ ہے: ''اے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے برکت دے تو اس کا فرزند ہے جس نے موت کی سختی سے ملک العلام کی مدد سے نجات پائی تھی۔ صبح کے وقت عبدالمطلب نے اپنی نذر کو پورا کرنے کے لیے اس کے اور اس کے بھائیوں کے درمیان قرعہ ڈالا اور تمہارے باپ کا نام نکلا، ان کے عوض سو قیمتی اُونٹوں کو قربان کیا گیا، بیٹا! جو کچھ میں نے خواب میں دیکھا ہے اگر وہ رویائے صادقہ ہیں تو تُو جن وانس کی طرف مبعوث ہوا ہے، اللہ صاحب جلال واکرام کی طرف سے اور تو مبعوث ہوا ہے سرزمین حرام اور جلال (کل روئے زمین) کی طرف اور تو مبعوث ہوا ہے حق و باطل کو ظاہر کرنے اور دین اسلام کو پھیلانے کے لیے اور اللہ نے تجھ کو بتوں کی عبادت اور تعظیم سے منع فرمایا اور ان کے لیے قربانی سے بھی، ہر زندہ مرے گا اور ہر نئی چیز پرانی ہوگی اور ہر بڑے سے بڑا بھی فنا ہوگا، میں بھی مرجاؤں گی مگر میرا ذکر باقی رہے گا، کیونکہ میں نے خیرِ عظیم (رسول اللہ ﷺ) کو چھوڑا ہے اور میں نے طاہر و طیب کو جنم دیا ہے۔''

عربوں میں رواج عام تھا کہ جب کوئی شخص قریب المرگ ہوتا تو عزیز واقارب اس کے گرد جمع ہوجاتے، وہ متواتر اس سے بات چیت کرتے رہتے۔ شاید اس لیے کہ مرنے والا اپنے آپ کو موت کے دروازے پر تنہا نہ سمجھے۔ مقام ابواء پر جو لوگ حضرت آمنہؓ کے پاس موجود تھے وہ ان سے مسلسل گفتگو کرتے رہے، پھر وقت آگیا جب کم سن محمد (ﷺ) نے دیکھا کہ ان کی ماں کوئی جواب نہیں دے رہیں۔ ایسے میں آپ ﷺ اپنی ماں کے سینے پر لیٹ گئے اور روتے ہوئے بولے، ماں، ماں تم بولتی کیوں نہیں، جواب کیوں نہیں دیتیں، مگر ماں تو ہمیشہ کے لیے خاموش ہوگئیں تھیں۔

حضرت آمنہؓ کو دفن کرنے کے بعد لوگ واپس آگئے، دیکھا تو محمد (ﷺ) وہاں موجود نہ ہیں، ایک شخص قبر مبارک کی طرف تلاش میں گیا اُس نے دیکھا کہ آپ ﷺ قبر کے پاس بیٹھے ہیں اور ماں کو پکار رہے ہیں اور کہہ رہے ہیں ماں گھر کیوں نہیں چلتیں، آپ کو معلوم ہے آپ کے سوا میرا کوئی نہیں۔ حضرت آمنہؓ کے انتقال پر اُم ایمنؓ غم زدہ تھیں، محمد ﷺ کو لے کر مکہ پہنچیں حضرت عبدالمطلب کو سانحہ انتقال کا حال سنایا، بنو مطلب کے گھروں میں صف ماتم بچھ گئی۔ دادا پوتے کو ہر وقت ساتھ رکھتے اور حفاظت فرماتے۔ حضرت آمنہؓ 557ء میں پیدا ہوئیں اُنہوں نے تقریباً ۲۰ سال عمر پائی اور 577ء میں انتقال فرمایا۔

برکہ (اُم ایمنؓ) کا کہنا ہے کہ حضرت آمنہؓ بنت وہب کا حجاب اور حیاء غیر معمولی تھی وہ کبھی کسی غیر کے سامنے نہ آتی تھیں، چار دیواری کے اندر بھی وہ اپنے جسم کو ڈھانپ کر رکھتیں اُن کا کہنا تھا کہ حضرت آمنہؓ کی خدمت میں شب روز رہنے کے باوجود بھی کبھی اُن کا جسم ٹخنوں سے اُوپر برہنہ نہیں دیکھا۔ یہاں تک کہ میں اپنی مالکن کی کلائی یا گردن بھی نہ دیکھ سکی۔ حضرت آمنہؓ بلند کردار اور اعلیٰ اطوار کی مالکہ تھیں۔

Marfat.com

واقعہ اصحابِ فیل حضرت عبداللہؓ کی وفات کے بعد تاریخ عالم میں ایک نہایت ہی غیر معمولی واقعہ پیش آیا۔اس واقعہ کی اہمیت اس بات سے بخوبی لگائی جاسکتی ہے کہ واقعہ مذکور مندرجہ عنوان سے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں ایک مفصل سورت نازل فرمائی۔واقعہ کی تفصیل یوں بیان کی گئی ہے۔

بحیرہ احمر کے دائیں طرف یمن کا ملک واقع ہے۔جس کے بالمقابل براعظم افریقہ کا ملک حبشہ ہے جس کو ماضی بعید میں ایتھوپیا بھی کہتے تھے۔ماہرین کا خیال ہے کہ حبش (حبشہ) کے باشندے دراصل یمن کی قوم سباء کے لوگ تھے۔اُن لوگوں نے یمن سے نقل مکانی کر کے سیناء کے ساحل پر اپنی تجارتی منڈیاں قائم کرلی تھیں۔یمن سے آنے والوں نے افریقہ کے باشندوں کے ساتھ شادی بیاہ کا سلسلہ شروع کر دیا تھا۔اس لیے اُن کو حبش کہا جاتا ہے۔جس کے معنی اختلاط و امتزاج کے ہیں۔گویا قوم سباء دو حصوں میں تقسیم ہوگئی،جو اصل وطن یمن میں قیام پذیر رہے وہ سبائے حمیر کہلائے،جبکہ ترک وطن کر کے آنے والوں کو سبائے حبش کہا گیا۔

یمنی باشندے ستارہ پرست تھے۔اُس وقت براعظم افریقہ پر قیصرِ روم کا قبضہ تھا جو عیسائی تھا۔اس کی وجہ سے افریقہ میں عیسائی مذہب کو خوب مقبولیت حاصل ہوئی۔جس کی وجہ سے حبشہ کے باشندے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔نجران کے خطہ میں عیسائی مبلغین کی کوششیں رنگ لائیں،ذونواس جو حمیر کا آخری بادشاہ تھا۔وہ عیسائیت کے فروغ سے آگ بگولہ ہوگیا،اُس نے گڑھے کھدوائے اُن میں آگ جلائی،پھر اس جلتی آگ میں عیسائیوں کو زندہ جلا دیا۔یمن میں ایک عیسائی امیر دوس بن تعلبان بچ نکلنے میں کامیاب ہوگیا۔وہ حبشہ میں نجاشی بادشاہ کے پاس فریادی ہوا۔نجاشی نے قیصرِ روم سے مشورہ کیا،اور یمن پر حملہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

حبشہ کا لشکر یمن پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا تو قیصرِ روم نے اپنا بحری بیڑا انہیں فراہم کیا تا کہ بحیرہ احمر کو حبشی لشکر عبور کر سکے۔قیصرِ روم کی اس امداد کے پس منظر میں مذہبی انتقام اور تجارتی مفاد مخفی تھا۔شاہ یمن ذونواس نے حبشی لشکر کا عدن اور حضر موت کے ساحل پر سامنا کیا اور حبشی لشکر کو پسپا ہونے پر مجبور کر دیا۔پھر حبشی لشکر نے دوبارہ لڑائی کی تیاری کی اور حملہ کر دیا۔ذونواس نے شکست کھائی اُس کا حمیری لشکر بری طرح شکست سے دوچار ہوا۔ذونواس نے راہِ فرار اختیار کی اُس نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا لیکن قتل ہوا۔قتل کے بعد اُس کا نائب ذوجدان مقابلہ کے لیے آگے بڑھا تو وہ بھی قتل ہوا۔پھر ذوالنیران نے حبشی فوج کا مقابلہ کرنے کی کوشش کی لیکن وہ بھی ناکام ہوا۔اُس کے بعد 525ء میں سارا یمن حبشیوں کے قبضہ میں چلا گیا۔عرب مؤرخین نے اس حبشی سالار کا نام ارباط لکھا ہے۔شاہ نجاشی نے اُس کو یمن کا والی مقرر کر دیا۔یونانی مؤرخ اس سالار کا نام اسمینوس بتاتے ہیں۔اور اُس وقت کے نجاشی کا نام الیباس لکھتے ہیں۔

عرب رَوایات سے معلوم ہوا کہ ارباط نے تقریباً 20 سال یمن پر حکومت کی۔حبشی فوج نے ایک فوجی افسر ابرہہ کی قیادت میں ارباط کے خلاف بغاوت کر دی۔ارباط مارا گیا تو ابرہہ یمن کا والی بن بیٹھا۔اس واقعہ کے سال کا تعین نہ کیا جاسکا،البتہ ایک کتبہ نصب شدہ ملا جس پر 657 یمنی سال مرقوم تھا۔جنہوں نے یمنی اور عیسوی سال کو محسوب کیا تو

Marfat.com

657 یمنی سال کے مطابق عیسوی سال 543 ہوا۔ یہ کتبہ ابرہہ کا نصب کردہ کہا گیا۔

نجاشی ابرہہ کی بغاوت اور ارباط کے قتل کی اطلاع پا کر بہت غضب ناک ہوا۔ اس نے خاک یمن کو روندنے اور خون بہانے کی قسم کھائی۔ اُدھر ابرہہ نے ایک شیشی میں اپنا خون بھرا اور یمن کی مٹی ایک خریطہ میں بند کی پھر خون اور مٹی نجاشی بادشاہ کے پاس روانہ کر دی۔ اور ایک خط لکھا:

''میں آپ کا حلقہ بگوش غلام ہوں، آپ نے جو قسم کھائی ہے اُس کو پورا کرنے کے لیے اپنا خون اور یمن کی مٹی بھیج رہا ہوں۔ آپ اس مٹی کو اپنے پاؤں سے روند ڈالیے اور میرا خون جو شیشی میں ہے اُس کو زمین پر بہا دیجئے۔''

اَبرہہ کی اس پیش کش سے نجاشی بہت خوش ہوا اور اُسے یمن کا والی برقرار رکھا۔ اس کے بعد اَبرہہ نے یمن میں عیسائیت کی تبلیغ شروع کر دی۔ یمن کے دارُالسلطنت صنعاء میں ایک عظیم الشان گرجا تعمیر کروایا، اُس کی زیب وزینت پر دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ اُس نے دیگر شہروں میں بھی گرجے تعمیر کروائے۔ لیکن اپنے مقصد میں ناکام رہا، وجہ یہ تھی کہ مکہ مکرمہ میں جو کعبہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اور اُن کے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اپنے ہاتھوں سے تعمیر کیا تھا، اُس سے ہر عربی باشندے کو قلبی اور فطری عقیدت تھی۔ ابرہہ نے اس رکاوٹ کو دور کرنے کے لیے عرب کے تمام علاقوں میں منادی مشتہری عام کرادی کہ کعبہ کی بجائے وہ صنعاء میں آ کر حج ادا کیا کریں۔ کیونکہ یہ گرجا جنت نظیر وادی میں اِنسانی فن تعمیر کا ایک شاہکار ہے۔ لیکن اُس کی صدا پر کسی نے کان نہ دھرا۔ خانہ کعبہ پر حملہ کرنے کی جو وجوہات بتائی گئیں ان میں بنو کنعانہ کے کسی شخص نے رات کو کلیسا میں جا کر قضائے حاجت کر دی، بعض کی رائے میں اس کلیسا کو چند نوجوانوں نے نذر آتش کرنے کی کوشش کی تھی۔ مقاتل بن سلیمان کی رائے یہ ہے کہ چند مسافر رات بسر کرنے کے لیے کلیسا کے نزدیک اُترے، اُنہوں نے کھانا پکانے کے لیے آگ جلائی اس دوران آندھی چل پڑی تو ایک چنگاری اُڑ کر اُس گرجا گھر میں جا پڑی، جس کی وجہ سے کلیسا میں آگ بھڑک اُٹھی۔ اس واقعہ سے ابرہہ برافروختہ ہو گیا۔ اُس نے فوری طور پر مکہ پر چڑھائی کا عزم کر لیا۔

ایک لشکر جرار جس کا سالار اعلیٰ خود ابرہہ تھا، مکہ پر حملہ کرنے کے لیے روانہ ہوا۔ یہ خبر جزیرہ نما عرب میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ یمن کے اُمراء وسرداروں نے کعبہ مقدس کو بچانے کے لیے اپنی پوری کوششیں کیں، یمن کے ایک رئیس ذونفر نے اپنی قوم اور جملہ قبائل عرب کو ابرہہ کا مقابلہ کرنے کے لیے پکارا، بے شمار لوگ اس کے ساتھ آملے، ابرہہ اور ذونفر کے درمیان گھمسان کی لڑائی ہوئی مگر ذونفر نے شکست کھائی اور گرفتار ہوا۔

ابرہہ اور اس کی فوج ذونفر کو لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوئی، جب اُس کا گزر بلاد خشعم سے ہوا تو بنی خشعم کے سردار نفیل خشعمی نے اُس کا مقابلہ کیا، بنو خشعم کے دونوں قبیلے شہران اور ناہث اُس کے ساتھ تھے۔ لیکن اُنہوں نے بھی شکست کھائی۔ نفیل کو گرفتار کر لیا گیا پھر قتل کا ارادہ کر کے اُسے چھوڑ دیا، لیکن نفیل کو ابرہہ اپنے ساتھ لے کر حجاز مقدس کی جانب روانہ ہوا۔ جب یہ لشکر طائف کے علاقہ میں پہنچا تو وہاں کے لوگوں اور سرداروں کو یہ خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں ابرہہ اُن

Marfat.com

کے معبودوں کو منہدم نہ کردے۔ چنانچہ روسائے طائف نے جمع ہو کر ابر ہہ سے درخواست کی کہ ہمارا یہ معبد ہے یہ وہ نہیں جس کو تم منہدم کرنا چاہتے ہو۔ وہ تو آگے ہے، جو مکہ میں ہے، اور یہ کہ ہم اس سلسلہ میں آپ کی پوری پوری مدد کو حاضر ہیں۔ ابر ہہ نے طائف کے وفد کی بات مان لی۔ اہل طائف نے ابورخال کو ابر ہہ کے لشکر کے ہمراہ راستہ دکھانے کے لیے روانہ کیا۔

ابر ہہ اور اس کا لشکر مکہ کے نزدیک وادیٔ مغمس میں خیمہ زن ہو گیا تو اس کے لشکریوں نے مار دھاڑ شروع کردی۔ بھیڑ، بکریاں، اُونٹ اور جو بھی اُن کے ہاتھ لگا وہ ہانک کر لے گئے۔ لوٹ کھسوٹ کے اس عالم میں حضرت عبدالمطلب کے دوسو کے قریب اُونٹ بھی شامل تھے۔ ابر ہہ نے حمیر قبیلہ کے حناط نامی شخص کو مکہ بھیجا تا کہ وہاں کے لوگوں کو یہ بتائے کہ وہ اُن سے جنگ کرنے نہیں بلکہ خانہ کعبہ کو گرانے آئے ہیں۔ اگر اہل مکہ نے مزاحمت نہ کی تو اُنہیں کچھ نہ کہا جائے گا۔ لیکن اگر اُنہوں نے ایسا نہ کیا تو نتائج کے وہ خود ذمہ دار ہوں گے۔ حناط مکہ پہنچا تو اس نے بستی کے سردار کے متعلق سوال کیا کہ اس بستی کے سردار کون ہیں؟ بتایا گیا کہ سردار عبدالمطلب ہیں۔ حناط نے سردار قوم حضرت عبدالمطلب سے ملاقات کی اور ابر ہہ کا پیغام پہنچایا۔ سردار قوم نے کہا کہ ابر ہہ سے جنگ کرنے کا ہمارا کوئی ارادہ نہیں اور نہ ہی ہم میں ہمت ہے۔ یہ اللہ کا گھر ہے اور اُس کے خلیل کا حرم اگر وہ چاہے گا تو خود اُس کی حفاظت کرے گا، ورنہ جیسے اُس کی مرضی۔ حناط نے آپ کو ابر ہہ کے پاس چلنے کو کہا، تو حضرت عبدالمطلب ابر ہہ کے پاس تشریف لے گئے۔ آپ کا نورانی چہرہ اور بارُعب شخصیت کو دیکھ کر ابر ہہ بہت متاثر ہوا۔ تخت سے نیچے اُترا اور آپ کے ساتھ فرش پر بیٹھ گیا۔ ترجمان کی وساطت سے اُس نے پوچھا کوئی ارشاد؟ آپ نے فرمایا کہ تمہارے لشکری میرے دوسو اُونٹ ہانک لائے ہیں، وہ مجھے واپس کردیئے جائیں۔ یہ سن کر ابر ہہ حیران ہو گیا اور کہا آپ کو اپنے اُونٹوں کا تو اتنا خیال ہے اور کعبہ کا ذرہ خیال نہیں، جس کی وجہ سے تمہاری عزت ہے۔ حضرت عبدالمطلب نے بڑی سادگی سے فرمایا! میں اُونٹوں کا مالک ہوں اُن کی حفاظت میری ذمہ داری ہے۔ اس گھر کا بھی ایک مالک ہے وہ خود اُس کی حفاظت کرے گا۔

ابر ہہ نے بڑے غرور سے کہا کہ اب اس گھر کو میری تاخت و تاراج سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ حضرت عبدالمطلب واپس آئے تو قریش کو حکم دیا کہ سب مکہ سے کوچ کر جائیں اور پہاڑوں کی چوٹیوں پر چڑھ جائیں، تا کہ یمنی لشکر اُن کو تہس نہس نہ کر سکے، پھر آپ اپنی قوم کے رئیسوں کو لے کر کعبہ کے پاس آئے، تا کہ اللہ کے حضور دُعا کریں کہ وہ اُنہیں اور خانہ کعبہ کو ابر ہہ کے دست برد سے بچائے، کعبہ کے دروازے کا کنڈا پکڑ کر حضرت عبدالمطلب نے بڑے عجز و نیاز سے فریاد کی جس کا ترجمہ یہ ہے: ''اے اللہ! ہر شخص اپنے گھر کی حفاظت کرتا ہے، تو بھی اپنے گھر کی حفاظت فرما، کل اُن کی صلیب اور اُن کی قوت تیری قوت پر غالب نہ آ جائے۔''

ابن جریر نے حضرت عبدالمطلب کے یہ اشعار نقل کیے ہیں، جن کا اُردو ترجمہ ہے: ''اے میرے پروردگار! تیرے بغیر میں اُن کے مقابلے کی کسی سے توقع نہیں رکھتا، اُن کی دست برد سے اپنے حرم کی حفاظت فرما، اس گھر کا دشمن تیرا

Marfat.com

دشمن، اُن کو روک دے کہ وہ تیری بستی کو ویران نہ کرے۔''

سب قریش پہاڑوں پر فروکش ہو گئے۔ ابرہہ نے صبح سویرے مکہ پر چڑھائی کر دی، لشکر میں ایک ہاتھی بھی تھا، جب اُس ہاتھی کو مکہ کی طرف پیش قدمی کے لیے ہانکا جاتا تو وہ زمین پر بیٹھ جاتا۔ فیل بان نے آنکس سے بڑے کچوکے دیئے اور برسے اُسے مارا لیکن اُس نے اُٹھنے کا نام نہ لیا، اُس ہاتھی کو اگر کسی اور طرف چلنے کا اشارہ دیا جاتا تو وہ بغیر توقف چلنے لگتا۔ نفیل بن حبیب جو بنی خشعم کا سردار تھا، وہ اب تک ابرہہ کے ہمراہ تھا۔ وہ بھاگ کر پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا، اسی دوران فضاء میں چھوٹے چھوٹے پرندے غول در غول نمودار ہوئے۔ ہر پرندے کے پاس تین تین سنگریزے ایک چونچ میں اور ایک ایک دونوں پنجوں میں پکڑا ہوا تھا۔ سنگریزوں کی ساخت چنے یا مسور کے دانے کے برابر تھی۔ ہر سوار پر ایک پرندہ ایک کنکر مارتا جو اُس کے فولادی خود، آہنی زرہ اور اُس کے جسم کو چیرتا ہوا زمین میں دھنس جاتا تھا۔ اس طرح لشکر کا زیادہ حصہ موقع پر ہی تباہ ہو گیا۔ ایک مختصر تعداد جن میں ابرہہ بھی شامل تھا موقع سے بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئی۔ بھاگنے والوں کے جسم پر خارش شروع ہو گئی کھجلانے سے زخم بننے لگے، زخموں سے پیپ اور خون بہنے لگا، گوشت گل سڑ کر جسم سے جدا ہونا شروع ہو گیا۔ ابرہہ صنعاء پہنچا تو اُس کا سارا جسم ناسور بنا ہوا تھا۔ پھر اُس کا سینہ شق ہو گیا اور دم توڑ گیا۔ یہ واقعہ ماہ محرم کی ۱۷ تاریخ بمطابق 571ء میں وقوع پذیر ہوا تھا۔ جس میں ابرہہ کے لشکر کی تعداد 60 ہزار سپاہ پر مشتمل بتائی گئی۔

واقعہ اصحاب فیل سے متعلق بعض نے آپ ﷺ کی ولادت پاک سے پچاس یوم اور بعض نے پچپن یوم پہلے ہونا لکھا ہے۔ اگر پچاس یوم پہلے ہونے کو تسلیم کر لیا جائے تو پھر یہ واقعہ اصحاب فیل (فروری کے آخر یا مارچ) 571ء کے ابتدائی ایام میں پیش آیا ہو گا۔

❖❖❖

Marfat.com

برکات نور محمدی صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورہ آل عمران آیت نمبر ۸۱ میں فرمایا جس کا ترجمہ ہے:

''اور یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے لیا انبیاء سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اُس کی جو میں دوں تم کو کتاب اور حکمت سے، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسولؐ جو تصدیق کرنے والا ہو، اُن (کتابوں) کی جو تمہارے پاس ہیں، تو تم ضرور ایمان لانا اُس پر اور ضرور مدد کرنا اُس کی، فرمایا کہ تم نے اقرار کیا اور اُٹھالیا، تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ؟ سب نے عرض کی ہم نے اقرار کیا (اللہ نے فرمایا) تم گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔''

اس عہد کے سب حضرات انبیاء سابقین علیہم السلام اپنی اپنی اُمتوں کو حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری کی بشارت اور اُن کے اتباع و مدد کی تلقین فرماتے رہے۔ نبی کریم ﷺ دنیا پر ظاہر نہ ہوتے تو تمام انبیاء سابقین علیہم السلام کی نبوتیں باطل ہو جاتیں، اور تمام بشارتیں بھی ناتمام ہوتیں۔ پس حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت نے تمام انبیاء سابقینؑ کی نبوتوں اور کتابوں کی تصدیق فرمادی۔ اسی نوعیت کا نزول اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ الصافات کی آیت نمبر ۳۷ میں بھی فرمایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کا نور از ہر من انوار الانبیاءؑ ہے، اسی طرح آپ حضور نبی کریم ﷺ کے جسم کا مادۂ اطہر بھی لطیف ترین تھا۔ حضرت کعب احبارؓ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبرائیل علیہ السلام کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ، پس جبرائیل علیہ السلام بہشت کے فرشتوں کی ایک جماعت کے ساتھ زمین پر اُترے اور حضور نبی کریم ﷺ کی قبر شریف کی جگہ سے مٹھی بھر خاکِ سفید چمکتی دمکتی ہمراہ لے گئے، پھر اُس مشتِ خاک کو بہشت کے چشمہ میں تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا، یہاں تک کہ خاک پاک سفید موتی کی مانند ہوگئی، جس کی بڑی شعاع تھی، پھر فرشتے اُس کو لے کر عرش و کرسی کے گرد آسمانوں اور زمین پر پھرے، یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ حضور نبی کریم ﷺ (رُوح انور و مادۂ اطہر) کو حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا۔ حضرت جابر بن عبداللہ انصاریؓ سے روایت ہے کہ (مصنف عبدالرزاق متوفی ۲۱۱ھ بمطابق 826ء) نے تحریر کیا کہ اسی نور کو خلق عالم کا واسطہ ٹھہرایا اور عالم اَرواح ہی میں حضور نبی کریم ﷺ کو وصف نبوت سے سرفراز فرمایا۔ اُنہوں نے یہ بھی تحریر کیا کہ حضرت جابرؓ ہی کے حوالہ

Marfat.com

سے ایک روز صحابہ کرامؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ کی نبوت کب ثابت ہوئی، تو آپ ﷺ نے فرمایا (وآدم بین الروح والجسد) یعنی میں اُس وقت بھی نبی تھا جب آدم کی رُوح نے جسم سے تعلق نہ پکڑا تھا۔

جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، تو اپنے حبیب نبی کریم ﷺ کے نورِ مقدس کو اُن کی (آدم علیہ السلام) کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا۔ اِسی نور کے اَنوار حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں یوں نمایاں تھے، جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں۔ اُن سے یہ عہد لیا گیا کہ یہ نورِ انور پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے، اِسی لیے جب حضرت آدم علیہ السلام حضرت حوا علیہا السلام سے مقاربت کا اِرادہ کرتے تو اُنہیں پاک و پاکیزہ ہونے کی تلقین فرماتے۔ جب وہ نور حضرت حوا علیہا السلام کے رحم میں منتقل ہوگیا تو اُس وقت وہ اَنوار جو حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی میں عیاں تھے وہ حضرت حوا کی پیشانی میں نمودار ہوئے۔ ایام حمل میں حضرت آدم علیہ السلام نے بپاسِ اَدب و تعظیم حوا سے مقاربت ترک کردی۔ یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ نور اُن کی پشت میں منتقل ہوگیا۔ حضرت محمد ﷺ کی کرامت تھی کہ حضرت شیث علیہ السلام اکیلے پیدا ہوئے۔ اُن کے بعد بطن مائی حوا سے جوڑا جوڑا پیدا ہوتا رہا۔ جو ایک لڑکا اور ایک لڑکی ہوتی۔ نورِ پاک کی منتقلی کا یہ سلسلہ پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور نبی کریم ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ تک پہنچا۔ پھر یہ نور آپ ﷺ کی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ اس نورِ مقدس کو پاک وصاف رکھنے کے لیے نبی کریم ﷺ کے تمام آباء و اُمہات کو شرک و کفر کی نجاست اور زنا کی آلودگی سے پاک رکھا۔ آپ نبی کریم ﷺ کے تمام آباء واجداد حسین و جمیل اور مرجع خلائق تھے۔ اِسی نور کی برکت سے آدم علیہ السلام کی خطا معاف ہوئی اور ملائکہ نے اُنہیں سجدہ کیا۔ اِسی نور کی برکت سے حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی طوفان میں غرق ہونے سے بچی۔ اِسی نور کی برکت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام پر آتش نمرود گل وگلزار بن گئی اور اِسی نور کے باعث حضرت اسماعیل علیہ السلام کی قربانی کو فضیلت دوام حاصل ہوئی۔ غرضیکہ اِسی نور کے طفیل سے حضرات انبیاءِ سابقین پر اللہ کی عنایات ہوئیں۔

قرآن مجید کی سورۃ الانبیاء آیت نمبر ۱۰۷ میں، جس کا ترجمہ ہے:

''ہم نے آپ (ﷺ) کو سارے جہانوں کے لیے رحمت اللعالمین بنا کر بھیجا۔''

قرآن کریم کی ممتاز ترین آیات میں سے یہ ایک آیت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کو آخری کتاب دینِ حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم ظاہری و باطنی اور رُوحانی نعمتوں سے مالا مال فرما کر مبعوث فرمایا، اور رحمت جامع سے نوازا۔ آپ حضور نبی کریم ﷺ وہ آفتاب ہیں جس کی تابانیوں سے صرف عالم رنگ و بو ہی روشن نہیں بلکہ وہ پوشیدہ جہان بھی جو بنی نوع انسان کے علم میں نہیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی شان رحمت سے نقاب سرکاتے ہوئے یوں فرمایا، ترجمہ ہے:

''میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔''

علامہ سیّد محمود آلوسی بغدادی نے تفسیر یوں بیان فرمائی کہ، حضور نبی کریم ﷺ کا تمام کائنات کے لیے رحمت ہونا

Marfat.com

اس لحاظ سے ہے کہ عالم امکاں کی ہر چیز کو حسب استعداد جو فیض الٰہی ملتا ہے وہ حضور ہی کے واسطہ سے ملتا ہے۔اسی لیے نبی کریم ﷺ کو تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا۔حدیث شریف میں ہے کہ اے جابرؓ! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبی کے نور کو پیدا فرمایا۔" دوسری حدیث میں ہے "اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (حضور نبی کریم ﷺ) اُس (اللہ تعالیٰ کے خزانوں کو) بانٹنے والا ہوں۔"

Marfat.com

ولادت مبارک حضور نبی کریم ﷺ

حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت سے قبل جزیرہ نما عرب برائیوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا۔ ہر قبیلے میں بت پرستی عام تھی، وہ بتوں کو اپنا خدا مانتے کعبہ کا طواف برہنہ حالت میں بھی کرتے، طواف کے دوران سیٹیاں بجاتے اور تالیاں پیٹتے، شراب نوشی، زنا، قتل اور ڈکیتی وغیرہ اُن کے مشاغل تھے۔ بات بات پر تلواریں نیام سے باہر نکل آتیں۔ قبیلہ خزرج اور اَوس کی ایک سو بیس سال تک جاری رہنے والی لڑائی تاریخ عرب میں غیر معمولی اہمیت کی حامل ہے۔

تغیرات بوقت تولد شریف ولادت مبارک حضور نبی کریم ﷺ سے تین سال پہلے کے دوران جزیرہ نما عرب میں بارش نہ ہوئی تھی، جس کی وجہ سے قحط کی صورت حال عام تھی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول رحمت اللعالمین حضرت محمد ﷺ کو دنیا کی رہنمائی اور بھلائی کے لیے بھیجا۔ ولادت باسعادت کے بعد فوری طور پر ایک انقلاب آ گیا، جیسے خانہ کعبہ کے بت سجدہ ریز ہو گئے، فارس کے آتش کدہ کی آگ جو ہزاروں سال سے روشن تھی وہ بجھ گئی۔ شیطان دھاڑیں مار مار کر رونے لگا۔ ایران کے بادشاہ کے محل کے چودہ کنگرے گر پڑے۔ آسمانوں کی حفاظت شہاب ثاقب سے کر دی گئی۔ شیاطین ولادت مبارک سے پہلے آسمانوں پر چلے جایا کرتے تھے اور کاہنوں کو بعض مغیبات کی خبر دیتے اور وہ لوگوں کو اپنی طرف سے ملا کر بتا دیا کرتے۔ ولادت پاک کے بعد شیطانوں کا آسمانوں پر آنا جانا بند ہو گیا۔ ہمدان اور قم کے درمیان چھ میل لمبا چوڑا ایک بحیرہ تھا جس کا نام ساوہ تھا اُس کے کناروں پر شرک اور بت پرستی ہوا کرتی تھی وہ بحیرہ یکا یک خشک ہو گیا۔ جب کہ شام اور کوفہ کے درمیان والی ندی جو بالکل خشک پڑی تھی وہ لبالب بہنے لگی۔ ستارے جھک کر تعظیم کے لیے آپ ﷺ کے قریب آ گئے، ستاروں کے نور سے حرم شریف کی پست زمین اور ٹیلے روشن ہو گئے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ایسا نور نکلا کہ مکہ مشرفہ کے رہنے والوں کو ملک شام کے قیصری محل نظر آنے لگے۔

حضرت آمنہؓ حضرت عبداللہؓ سے نکاح کے بعد پہلے ہی ہفتہ میں امانت دار بن گئیں تھیں، اُس زمانے میں گھروں کی بوڑھی عورتیں حاملہ خواتین کے ہاتھ پاؤں میں لوہے کے کڑے و کنگن پہنا دیا کرتی تھیں، لیکن جب بھی حضرت آمنہؓ کو لوہے کے زیور پہنائے گئے تو وہ خود بخود ہاتھ پاؤں سے نکل کر گر جایا کرتے تھے۔ شیر خواری کے دوران

Marfat.com

آپ ﷺ نے رضاعی ماں کا دودھ ایک طرف سے پیا دوسری جانب کا دودھ اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیا۔ حضرت عبدالمطلب خشک سالی میں آپ ﷺ کا نام لے کر اور واسطہ دے کر اللہ تعالیٰ سے بارش کے لیے دعا کرتے تو دعا مستجاب ہوتی اور خوب بارش ہوتی۔ شہر مدائن میں محل کسریٰ پھٹ گیا اور اُس کے چودہ کنگرے گر پڑے، جو اس بات کا اشارہ تھا کہ چودہ حکمرانوں کے بعد فارس خادمان اِسلام کے قبضہ میں آجائے گا۔

﴿تولد شریف﴾ 12 ربیع الاوّل بروز پیر بوقت فجر آسمان پر بعض ستارے نظر آرہے تھے۔ آپ حضور ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے۔ آپ حضور ﷺ کا بدن مبارک بالکل پاکیزہ اور تیز بوئے کستوری کی طرح خوشبودار ختنہ ہوئے، ناف بریدہ، چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی طرح نورانی، آنکھیں قدرت الٰہی سے سرمگیں، دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں، ولادت پاک کے بعد آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہؓ نے آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کو بلا بھیجا، وہ اس وقت خانہ کعبہ میں طواف فرما رہے تھے۔ پوتے کی ولادت پاک کی اطلاع پا کر وہ طواف سے فارغ ہوتے ہی گھر تشریف لائے۔ چاند جیسے پوتے کو دیکھ کر بہت خوش ہوئے، اور اللہ کا شکر ادا کیا۔ پھر دادا اپنے پوتے کو بیت اللہ شریف میں لے گئے۔ صدق دل سے دعا کی اور خالق کائنات کا شکر ادا کیا، اُدھر آپ کے چچا ابولہب کی لونڈی ثوبیہؓ نے چچا کو بھتیجے کی آمد کی اطلاع دی تو ابولہب نے خوش ہو کر ثوبیہؓ کو آزاد کر دیا۔

﴿تاریخ ولادت حضور نبی کریم ﷺ﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کے متعلق سیرت نگاروں، مفسرین اور مؤرخین نے بے شمار کتب میں تحریر کیا ہے، اُن کے مطابق سب سے پہلے:

☆...... حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا قول تحریر کیا جاتا ہے اُنہوں نے کہا کہ ''رسول اللہ ﷺ سال عام الفیل بروز پیر ۱۲ ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ پیر کے دن کو تاریخ اسلام میں بڑی فضیلت اور اہمیت حاصل ہے، کیونکہ آپ ﷺ کو بروز پیر بعثت ہوئی اور اسی روز معراج نصیب ہوئی، پھر اسی روز مکہ سے یثرب کے لیے ہجرت فرمائی۔ اور آپ ﷺ نے بروز پیر دنیا سے پردہ فرمایا۔

☆...... بقول قاضی سلیمان منصور پوری جنہوں نے اپنی مشہور و معروف کتاب ''رحمۃ اللعالمین'' تحریر فرمائی، اُنہوں نے امام ابن اسحاق کے حوالہ سے لکھا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک بروز پیر ۱۲ ربیع الاوّل سال عام الفیل میں ہوئی۔

☆...... مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام متوفی 828ء اُنہوں نے بھی رسول کریم ﷺ کی پیدائش پیر کے دن ۱۲ ربیع الاوّل سال عام الفیل میں ہونا لکھی ہے۔ (بحوالہ سیرت النبویہ ص:۱۵۸ مطبوعہ بیروت)

☆...... امام رازیؒ نے ابوبکر بن ابی شیبہ کے حوالہ سے لکھا کہ اُنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی تاریخ ولادت ۱۲ ربیع الاول بتائی، اسی طرح ایک اور نہایت اہم راوی سعید بن سیناء بھی اس تاریخِ پیدائش سے متفق ہیں۔

☆...... معروف مفسر و مؤرخ امام ابن جریر طبری جنہوں نے 922ء میں وفات پائی، اُنہوں نے اپنی کتاب تاریخ

Marfat.com

الامم والملوک المعروف ''تاریخ طبری'' کی جلد دوم کے صفحہ ۱۲۵ پر لکھا کہ رسول کریم ﷺ کی ولادت مبارک بروز پیر ۱۲ ربیع الاول سال عام الفیل میں ہوئی۔

☆...... علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی اُنہوں نے 1038ء میں وفات پائی تھی، اُن کا شمار سیاست اسلامیہ کے ماہرین میں ہوتا ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب ''احکامات السلطانیہ'' تحریر کی جو طلباء سیاست کے لیے بہترین ماخذ ہے۔ موصوف نے آپ ﷺ کی تاریخِ ولادت کے متعلق لکھا کہ آپ ﷺ کے والد ماجد حضرت عبداللہؓ کی وفات اور واقعہ اصحاب الفیل کے پچاس روز بعد بروز پیر ۱۲ ربیع الاول کو ہوئی۔ (بحوالہ اعلام النبوۃ، ص:۱۹۲)

☆......قاضی عبدالرحمٰن المعروف علامہ ابن خلدون 1403ء میں فوت ہوئے۔ وہ تاریخ اور فلسفہ کے امام مانے جاتے ہیں۔ بعض مؤرخین نے اُنہیں فلسفہ تاریخ کا موجد بھی کہا ہے۔ اُنہوں نے اپنی کتاب ''تاریخ ابن خلدون'' کی جلد نمبر ۲، صفحہ نمبر ۱۰۷ مطبوعہ بیروت میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت پاک ۱۲ ربیع الاول درج کی ہے۔

☆......امام الحافظ ابوالفتح بن محمد بن عبداللہ بن محمد بن یحییٰ بن سید الناس الشافعی الاندلسی کا انتقال 1372ء میں ہوا۔ اُنہوں نے اپنی کتاب ''عیون الاثر'' جلد اول، صفحہ نمبر ۲۶ مطبوعہ دار المعارف بیروت میں پیارے آقا ہمارے نبی کریم ﷺ کی ولادتِ پاک ۱۲ ربیع الاول بروز پیر کو سال عام الفیل میں ہونا تحریر کی ہے۔

☆......علامہ شبلی نعمانی برصغیر کے مشہور عالم دین، اُنہوں نے اپنی کتاب ''سیرت النبیؐ'' میں سرکار دو عالم ﷺ کی تاریخ پیدائش بروز سوموار ۹ ربیع الاول بمطابق 20 اپریل 571ء لکھی ہے۔

☆......مولانا محمد ادریس کاندھلوی نے بھی اس مضمون کو اپنی کتاب ''سیرت المصطفیٰؐ'' میں سجایا ہے۔ اُنہوں نے نبی کریم ﷺ کی تاریخ پیدائش ۸ ربیع الاول 570ء لکھی ہے۔

☆......مولانا حفظ الرحمٰن سیوھاروی نے اپنی کتاب ''قصص القرآن'' میں ۹ ربیع الاوّل 571ء بروز پیر 21 اپریل درج کی ہے۔

☆......ایک اور صاحب حضرت نعیم صدیقی نے اپنی کتاب ''محسن انسانیت'' میں حضور نبی کریم ﷺ کی تاریخ پیدائش 22 اپریل 571ء تحریر فرمائی ہے۔

☆......دورِ حاضر کے مشہور عالم دین ریٹائرڈ جسٹس شرعی کورٹ آف پاکستان پیر سیّد محمد کرم شاہ صاحب الازہری مرحوم نے اپنی مشہور عالم تصنیف ''ضیاء النبیؐ'' تحریر فرمائی، ولادت پاک کی تاریخ ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر ہی تحریر فرمائی ہے۔

☆......اسی طرح وقت کے ایک دینی سکالر جو مقبول عام ہیں اُنہوں نے اپنی تصنیف میلاد النبیؐ میں ۱۲ ربیع الاوّل بروز پیر لکھی ہے۔ اُس میں ولادت پاک کو نہایت اعلیٰ انداز میں پیش کیا گیا۔ وہ علامہ ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب ہیں۔

☆...... معروف مفسر شاہ عبدالقادر صاحب دہلوی نے رسول کریم ﷺ کی تاریخ ولادت 22 اپریل 571ء بمطابق 25 بیساکھ 628 بکرمی سال لکھا ہے۔

Marfat.com

☆...... پاک وہند کے بعض سیرت نگاروں نے ولادت پاک ﷺ کی تاریخ مبارکہ ۹ ربیع الاول تحریر کی ہے۔ اس تاریخ کا اندراج انہوں نے محمود پاشا فلکی کے حوالہ سے کیا ہے۔ اُس نے ۱۲ ربیع الاول کو پیر کا دن نہ ہونا ثابت کیا ہے۔ جن لوگوں نے محمود پاشا فلکی کی تحریر کو مستند تصور کیا انہیں اُس کی حیثیت کا علم نہیں۔ جیسے مولانا شبلی نعمانی اور قاضی سلیمان منصور پوری نے محمود پاشا کو مصر کا باشندہ جبکہ مفتی محمد شفیع اُسے ملکی لکھتے ہیں۔ مولانا حفظ الرحمٰن سیوہاروی نے اُسے قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت دان اور منجم شناس بتایا ہے۔ پاشا فلکی کی کوئی کتاب یا رسالہ دستیاب نہ ہے، البتہ ایک مقالہ ملا تھا، جو فرانسیسی زبان میں تھا، اُس کا ترجمہ سب سے پہلے احمد زکی آفندی نے ''نتائج الافہام'' کے نام سے عربی زبان میں کیا۔ عربی زبان سے اُردو میں اُس کا ترجمہ حیدرآباد دکن ہائی کورٹ کے جج مسٹر جسٹس مولوی سیّد محی الدین خان نے کیا۔ جو 1898ء میں نول شور پریس بمبئی نے شائع کیا، لیکن اب یہ ترجمہ بھی دستیاب نہیں۔ محمود پاشا نے علم فلکیات سے کچھ تحقیقات بھی کی ہیں۔ لیکن صحابہ کرامؓ، تابعین اور دیگر قدماء کی روایات سے اختلاف نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ سائنسی علوم کی کوئی بات بھی قطعی نہیں ہوتی۔ محمود پاشا فلکی کے مطابق ولادت مبارک ۹ ربیع الاول بروز پیر بمطابق 20 اپریل 571ء بتائی ہے۔

اس سلسلہ میں علامہ قسطلانی لکھتے ہیں کہ اہل زیچ یعنی جنتریوں سے حساب نکالنے والوں کا اجماع ہے کہ ۸ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا۔ لہٰذا مذکورہ سے ثابت ہوا کہ علم نجوم اور علم ریاضی کے ذریعے حساب لگا کر تاریخ نکالنے کا نتیجہ مختلف ہوگا۔ پس ہمیں سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین، صحابہ کرامؓ اور تابعین کی بات ماننا پڑے گی۔

کائنات کا مقدس ترین گھر کائنات کا مقدس ترین شہر مکہ (بکہ) ہے۔ پھر اس شہر کا مقدس ترین گھر (مکان) وہ ہے جس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت پاک ہوئی اور جس مقدس و متبرک گھر سے آفتاب نبوت طلوع ہوا، یہ گھر آپ کے والد حضرت عبداللہؓ کی ملکیت تھا۔ بوقت ہجرت آپ ﷺ نے یہ گھر اپنے چچازاد بھائی عقیل بن ابی طالب کو ہبہ کر دیا تھا، اُن سے یہ گھر حجاج بن یوسف کے بھائی محمد بن یوسف ثقفی نے خرید کر اپنے پہلے مکان کے ساتھ شامل کر لیا تھا۔ اس گھر کو ''بیت یوسف'' کا نام دیا گیا تھا۔

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کی والدہ الخیزان نے ۱۷۱ ہجری بمطابق 787 عیسوی میں جب وہ ادائیگی حج کے لیے مکہ آئیں تو انہوں نے اس گھر کو خرید کر وہاں مسجد تعمیر کرا دی۔ رفعت پاشا نے (مراۃ الحرمین جلد دوم کے صفحہ نمبر ۱۸۰) پر لکھا کہ نبی کریم ﷺ کا یہ گھر سڑک سے تقریباً ڈیڑھ میٹر نشیب میں واقع تھا۔ گھر میں داخل ہونے کے لیے پتھر کی بنی چند سیڑھیاں اُترنا پڑتی تھیں۔ شمالی دروازے سے اندر داخل ہوتے ہی بارہ میٹر لمبا اور چھ میٹر چوڑا صحن تھا۔ اُس کے دائیں جانب ایک دروازہ چھوٹے سے کمرے کی طرف کھلتا تھا۔ جس کے اندر لکڑی کا ایک چبوترہ بنا ہوا تھا۔ اُس چبوترے میں سنگ مرمر کا ایک پتھر نصب تھا۔ جسے درمیان سے کھود کر گہرا کر دیا گیا تھا، اُس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ولادت گاہ ہے، جس کا کل رقبہ ۸۰ مربع میٹر ہے۔ ہارون الرشید کی والدہ کی تعمیر کرائی ہوئی مسجد مصری سلطنت کے محکمہ

Marfat.com

اوقات کے زیر انتظام تھی۔ جس میں مؤذن اور امام مقرر تھے۔ ایک طویل عرصہ کے بعد مسجد کو گھر کی حالت میں تبدیل کر دیا گیا۔ پھر اس کی تعمیر اور مرمت کا کام مختلف اَدوار کے سلاطین نے سرانجام دیا۔ خلافت عثمانیہ میں یہاں ایک دینی درسگاہ قائم کر دی گئی تھی۔

۱۳۴۳ ہجری بمطابق 1926 عیسوی میں یہ عمارت منہدم ہوگئی تھی۔ جسے شیخ عباس بن یوسف نے ۱۳۷۰ھ بمطابق 1955ء میں اپنے ذاتی خرچ سے تعمیر کرانا شروع کیا، لیکن دو ماہ بعد ان کا انتقال ہوگیا۔ پھر ان کے بیٹے شیخ امین نے یہ کام مکمل کرایا۔ مرحوم نے وصیت کی تھی کہ یہاں ایک شاندار لائبریری بنائی جائے۔ اُس وقت مولد النبی ﷺ والی جگہ پر عالی شان لائبریری قائم کی گئی۔ اور دروازہ پر ''المکتبۃ المکہ'' کا بورڈ آویزاں کر دیا گیا۔ جائے مولد النبی ﷺ اب حرم پاک کے توسیعی منصوبے کے تحت بیرونی صحن (جو صفا اور مروہ کی جانب ہے) میں شامل ہے۔

﴿رضاعت﴾ ابن القبطیہ نے روایت کی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی والدہ نے فرمایا کہ ''میں نے دیکھا گویا ایک شہاب مجھ سے نکلا کہ زمین اُس سے روشن ہوگئی۔'' حضرت عبدالمطلب نے آپ ﷺ کے سر مبارک کے بال کٹوائے اور اُن کے وزن کے برابر چاندی تقسیم فرمائی۔ عرب کے اشراف نومولود بچوں کو دایہ کے سپرد کر دیا کرتے تھے۔ پھر بچے کی رضاعت کا عرصہ بادیہ نشین قبائل کی عورتوں کے پاس گزرتا تھا۔ ایسی عورتیں شہر کا چکر لگاتی رہتی تھیں، قبیلہ بنی سعدؔ کی عورتوں کو بچے سنبھالنے کا خاص ملکہ حاصل تھا۔ اُن کی زبان خالص عربی تھی، جبکہ اُن کے علاقے کی آب و ہوا بچوں کے لیے صحت بخش تھی۔ ابتدائی تین دن حضرت آمنہؓ نے آپ ﷺ کو دودھ پلایا، پھر عارضی طور پر حضرت ثوبیہؓ کی رضاعت میں دے دیا۔ حضرت آمنہؓ کی خواہش کے مطابق نومولود کو بنو سعد کی مائی حلیمہ کے سپرد کر دیئے گئے۔ وہ ننھے حضور کو اپنے ساتھ لے گئیں، دو سال کا عرصہ مکمل ہوا، تو آپ ﷺ کو واپس لے آئیں۔ اُس وقت یثرب وباء کی زد میں تھا۔ حلیمہ بی بی نے حضرت آمنہؓ سے اصرار کیا کہ وہ آپ ﷺ کو دوبارہ حلیمہ کے ساتھ جانے کی اجازت دے دیں اور حلیمہؓ نے اپنے اصرار اور منت سماجت میں شدت ظاہر کی اور دلائل پیش کیے تو حضرت آمنہؓ نے آپ ﷺ کو دوبارہ ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی۔

﴿شق صدر﴾ حضرت حلیمہ سعدیہؓ فرماتی ہیں کہ اُنہیں مکہ سے واپس آئے ہوئے تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ ایک روز آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے ساتھ ہمارے گھروں کے پیچھے بھیڑوں کے باڑے میں تھے کہ عبداللہ دوڑتا ہوا پریشانی کی حالت میں آیا اور کہنے لگا کہ میرے قریشی بھائی کے پاس دو شخص آئے ہیں، اُنہوں نے سفید کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کو پہلو کے بل لٹا کر ان کا پیٹ پھاڑ دیا۔ یہ سن کر میں اور عبداللہ کا باپ دوڑے دوڑے آئے دیکھا کہ آپ حضور ﷺ کھڑے ہیں، لیکن چہرہ مبارک کا رنگ بدلا ہوا ہے، پھر ہم دونوں آپ ﷺ کے گلے لپٹ گئے۔ ہم نے پوچھا تمہیں کیا ہوا، تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''دو شخص میرے پاس آئے جن پر سفید کپڑے تھے، اُنہوں نے مجھے پہلو کے بل لٹا کر میرا پیٹ پھاڑ دیا اور اس میں سے خون کی ایک پھٹکی نکال کر کہا کہ یہ تجھ سے شیطان کا حصہ ہے، پھر اسے ایمان

Marfat.com

اور حکمت سے بھر کر سی دیا۔"

شق صدر کا یہ پہلا واقعہ 573ء کے وسط میں پیش آیا۔ اس کے بعد مائی حلیمہؓ آپ حضور ﷺ کو لے کر مکہ آئیں اور حضور نبی پاک ﷺ کو ان کی والدہ حضرت آمنہؓ اور دادا حضرت عبدالمطلب کے حوالے کر دیا۔

﴿حضرت حلیمہؓ سعدیہ ہوازنیہ﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی رضاعی ماں کا نام حلیمہؓ سعدیہ بنت ابی ذویب ہے۔ قبیلہ بنوسعد بن بکر بن ہوازن طائف کے قریب بود و باش رکھتا تھا۔ ان قبیلے کے لوگ فصاحب و بلاغت میں مشہور تھے۔ قبیلے کی عورتیں شیر خوار بچوں کی نگہداشت کا خاص ملکہ رکھتیں تھیں۔ حضرت آمنہؓ چاہتی تھیں کہ اُن کا نورنظر بنوسعد کی کسی خاتون کی تحویل میں رہے، جس سال رسول کریم ﷺ اس دنیا میں تشریف لائے اُس سال بنوسعد سے ۱۰ عورتیں مکہ آئیں جن میں حلیمہؓ بھی شامل تھیں۔ عرب کی اکثر عورتیں شیر خوار بچوں کو دودھ پلانے کے عوض معاوضہ لینا معیوب خیال کرتی تھیں۔ جن قبیلوں میں خالص عربی زبان بولی جاتی، قریش نے ایسے قبائل کا انتخاب کیا ہوا تھا جن میں بنوسعد کا قبیلہ بھی شامل تھا۔ اسی بناء پر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: "میں تم سے زیادہ شستہ اور صحیح عربی بولنے والا ہوں اور میں قریشی ہوں، میں نے قبیلہ بنوسعد بن بکر میں دودھ پیا ہے۔" (سیرت ابن ہشام)

"میری زُبان سعد بن بکر کی زبان ہے، جو عرب کے فصحاء میں مشہور ہیں۔" (طبقات ابن سعد)

حضرت آمنہؓ کو بنی سعد کی کسی عورت کا انتظار تھا یہ قبیلہ طائف کے قریب رہتا تھا۔ یہاں کی آب و ہوا صحت افزا تھی، اس قبیلے کے مرد و زن فصاحت و بلاغت میں ایک منفرد مقام رکھتے تھے۔ اُنہیں شیر خوار بچوں کی پرورش اور نگہداشت میں خاص ملکہ حاصل تھا۔ اس سال بنوسعد سے ۱۰ عورتیں آئیں جن میں حلیمہؓ بنت ابی ذویب بھی تھیں۔ حلیمہؓ سعدیہ کا کہنا ہے کہ ان دِنوں ہمارے علاقہ میں قحط پڑا ہوا تھا، چراگاہیں سوکھی پڑ گئیں تھیں۔ چارہ مویشیاں نہ ہونے کے برابر تھا۔ فاقہ کشی کی وجہ سے میری چھاتیوں میں دودھ نہ تھا، میرا بچہ بھوک سے بلکتا رہتا، ہم دونوں میاں بیوی ساری ساری رات آنکھوں میں کاٹتے، ہماری اُونٹنی بھی دودھ سے خالی تھی۔ ایسے میں قبیلے کی عورتیں بچے لینے کے لیے جا رہی تھیں، میں اور میرا خاوند حارث بن عبدالعزیٰ اُن کے ساتھ مکہ پہنچے اس اُمید پر کہ ہمیں بھی کسی رئیس گھرانے کا بچہ مل جائے، رضاعت کے عوض جو رقم یا اناج ملے گا اس سے ہمارے کچھ دن گزر جائیں گے۔ حلیمہؓ کا بیان ہے کہ اُن کی اُونٹنی اتنی کمزور تھی کہ ہم قافلہ سے پیچھے رہ گئے۔ پہلے پہنچنے والی عورتوں نے شہر میں گھوم پھر کر بچے رضاعت کے حاصل کر لیے، یہ عورتیں حضرت آمنہؓ کے گھر میں بھی گئیں اُنہوں نے سوچا کہ یہ یتیم بچہ ہے اس کی بیوہ ماں ہمیں کیا دے سکے گی اور وہ چلی گئیں، حلیمہ سعدیہؓ بعد میں مکہ پہنچیں تو اُسے کسی امیر گھرانے کا بچہ نہ مل سکا۔ حضرت آمنہؓ کا گھرانہ اگرچہ سردار قریش کا گھر تھا۔ حلیمہؓ نے کہا کہ میرے ساتھ والیاں تو امیر گھرانوں کے بچے لے کر چلی گئیں، اب ایک یتیم بچے کے سوا اور کوئی نومولود بچہ نہ تھا۔ میرے خاوند نے کہا کہ اسی بچے کو لے لو شاید اللہ تعالیٰ اس میں ہمارے لیے کوئی بہتری پیدا کر دے۔ چنانچہ حلیمہؓ حضرت آمنہؓ کے ہاں حاضر ہوئیں اور عرض کی کہ میں رضاعت کے لیے آپ کا بچہ لینے کو تیار ہوں۔ حضرت آمنہؓ نے (حضور نبی

Marfat.com

کریم ﷺ) کو حلیمہ کے سپرد کر دیا۔ یوں حلیمہؓ خالی ہاتھ نہ گئیں اور بی بی آمنہؓ کی بھی اپنی سہیلیوں میں آنکھ نیچی نہ ہوئی، حضرت آمنہؓ نے حلیمہؓ سے کہا: ''اس بچے پر خصوصی توجہ دینا یہ بہت بابرکت ہے، اس کی ولادت کے وقت حیرت انگیز واقعات رونما ہوئے ہیں، یہ کہ مجھ سے مسلسل تین رات کہا گیا کہ اپنے بچے کو پہلے قبیلہ بنو سعد بن بکر اور اس کے بعد آل ذویب میں دودھ پلوانا۔''

اس کے بعد حلیمہؓ کہتی ہیں کہ میں نے بی بی صاحبہ کی اجازت سے آپ ﷺ کو گود میں لینے کی کوشش کی، وہ اس وقت سو رہے تھے، میں نے جیسے ہی ہاتھ آگے بڑھائے تو آپ ﷺ نے تبسم فرماتے ہوئے آنکھیں کھول دیں، آنکھوں سے ایک نور مبارک برآمد ہوا جو آسمان تک جاتا ہوا دکھائی دیا، میں نے آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں کے درمیان بوسہ دیا اور آپ ﷺ کو گود میں لے کر خوشی خوشی مکہ کی عارضی قیام گاہ پر پہنچی۔ اُونٹنی پر سامان رکھا، رسول اللہ ﷺ کو گود میں لے کر اُونٹنی پر بیٹھ گئی، آگے حارث بیٹھ گئے، چلے تو اُونٹنی تیز رفتار ہو گئی، ساتھ والیوں کو جو پہلے روانہ ہوئی تھیں اُنہیں وادی المر میں جالیا۔

امام سہیلی نے ''الروض الانف'' میں لکھا کہ سیدہ حلیمہ سعدیہؓ اپنے قبیلہ میں عالیظرف مانی جاتی تھیں، اُن کی بلند فطرت کی دلیل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول مقبول ﷺ کی رضاعت کے لیے اُنہیں منتخب کیا جس طرح آپ ﷺ کی ولادت کے لیے شریف ترین اصلاب اور پاکیزہ ترین ارحام کو منتخب فرمایا تھا۔ روایت ہے کہ ابولہب کو ثوبیہ نے آپ ﷺ کی ولادت کی خوشخبری سنائی تو اس نے بھتیجے کی پیدائش کی خوشی میں ثوبیہ کو آزاد کر دیا، چونکہ دودھ پلانا بھی نسب کا درجہ رکھتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کے لیے کنیز ثوبیہ کی بجائے آزاد ثوبیہ کا انتظام فرما دیا۔

اُم المومنین حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے فرمایا:

''اپنے بچوں کو احمق عورتوں کا دودھ نہ پلاؤ، کیونکہ دودھ پلانے والی کا دودھ اثر انداز ہوتا ہے۔''

''میں ہی ابوالقاسم ہوں کہ تمہارے درمیان خدا کی نعمتیں تقسیم کرتا ہوں۔''

حضرت حلیمہؓ حضور نبی کریم ﷺ کو لے کر گھر پہنچیں تو اُن کی چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں، آپ حضور ﷺ نے اور آپ کے رضاعی بھائی نے خوب دودھ پیا۔ دودھ آنے کے ساتھ ہی مائی حلیمہؓ میں بھی توانائی آ گئی اور اس رات سب آسودہ ہو کر سوئے۔ مائی حلیمہؓ نے بیان کیا کہ آپ ﷺ کی برکتوں سے ہماری اُونٹنی نے بھی اتنا دودھ دیا کہ ہم میاں بیوی نے سیر ہو کر پیا۔ بنو سعد کی زمین پر ابھی قحط کے اثرات تو تھے لیکن حیرت کی بات یہ تھی کہ جب ہماری بکریاں چراگاہ سے شام کو گھر آتیں تو ان کے پیٹ چارہ سے بھرے ہوئے ہوتے اور تھن دودھ سے۔ دوسروں کی بکریاں بھوکی ہوتیں اور تھن دودھ سے خالی ہوتے۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح خیر برکت عطا کرتا رہا۔ (ابن ہشام)

متعدد روایات میں حلیمہ سعدیہؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ کی نشوونما بہت تیزی سے ہوئی۔ آپ ﷺ کی ایک ہفتہ کی نشوونما ایسی ہوتی جیسے ایک ماہ کے بچے کی، ایک ماہ میں ایسے بڑھے جتنا دوسرے بچے ایک سال میں بڑھتے ہیں۔

Marfat.com

(نہایۃ الادب، عیون الاثر، تاریخ اسلام ذہبی)

حضرت حلیمہؓ نے کہا کہ آپ ﷺ کا معمول تھا کہ آپ ﷺ صرف دائیں پستان سے دودھ پیتے جب میں بایاں پستان آگے کرتی تو آپ ﷺ منہ ہٹا لیتے۔ دوسرے پستان کا دودھ آپ ﷺ اپنے رضاعی بھائی کے لیے چھوڑ دیتے۔ گود کے بچے عام طور پر کپڑوں ہی میں پیشاب، پاخانہ کر دیتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے کبھی ایسا نہیں کیا، ہمیشہ وقت پر رفع حاجت کرتے اگر کبھی برہنہ ہو جاتے تو رونے لگتے حلیمہؓ کا کہنا ہے کہ میں اُنہیں فوراً کپڑے سے ڈھک دیتی، اگر ستر پوشی میں میری طرف سے دیر ہو جاتی تو غیب سے کوئی ہاتھ آپ ﷺ کی برہنگی کو ڈھانپ دیتا۔ پیدل چلنا شروع کیا تو لڑکوں سے دور رہتے، جو چیز اُنہیں ملتی وہی چیز اپنے رضاعی بھائی عبداللہ کے لیے پسند فرماتے۔ آپ ﷺ کی دو رضاعی بہنیں تھیں۔

رضاعت کا عرصہ دو سال مکمل ہونے پر مائی حلیمہؓ نے آپ ﷺ کا دودھ چھڑا دیا اور آپ کو لے کر مکہ آئیں تو حضرت حلیمہؓ نے عذر پیش کیا کہ مکہ میں آج کل وباء پھیلی ہوئی ہے اندیشہ ہے کہ ان کی صحت پر وباء کا برا اثر نہ پڑ جائے۔ حضرت آمنہؓ نے حلیمہؓ کی بات کو مان لیا اور بچے کو واپس حلیمہ کے ساتھ بھیج دیا۔ مزید دو برس پرورش کی عمر مبارک چار سال ہو چکی تھی رضاعی بہنوں کے ساتھ بستی سے باہر جاتے، اسی دوران شق صدر کا واقعہ پیش آیا جس کی تفصیل آ چکی ہے۔ اس واقعہ کے بعد بی بی حلیمہؓ خوف زدہ ہو گئیں پھر دوسری بار آپ ﷺ کو لے کر حضرت آمنہؓ کی خدمت میں مکہ میں حاضر ہوئیں تو شق القلب کا واقعہ بیان کیا اور بچے کی حفاظت میں اپنے ناکامی کا اظہار کیا۔ حلیمہؓ لوٹتے ہوئے نبی کریم ﷺ کو تیسری بار پھر اپنے ساتھ لے آئیں دراصل حضرت آمنہؓ نے مائی حلیمہ کی تسلی کرا دی تھی کہ ''تم (حلیمہ) میرے بیٹے کی قدر و منزلت کا ادراک نہیں رکھ سکتی، قدرت اس کی نگہبان ہے اس لیے کوئی ناپسندیدہ قوت اس کا بال بیکا نہیں کر سکتی، دل سے ہر قسم کا خوف و خطرہ نکال دو اور مطمئن ہو جاؤ اور خوش و خرم جاؤ'' اس واقعہ کے بعد بھی آپ ﷺ ایک سال تک مائی حلیمہؓ کے پاس رہے۔ اُنہوں نے بیان کیا کہ ایک بادل آنحضرت ﷺ پر سایہ کیے ہوئے ہے، جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے تو بادل بھی ٹھہر جاتا اور جب آپ ﷺ چلتے تو وہ بادل بھی چل پڑتا۔

اسحاق بن عبداللہ سے روایت ہے کہ حلیمہؓ کے پاس سے چند یہودی عالم گزرے تو حلیمہؓ نے اُن سے کہا کہ میرے اس بچے کے متعلق بتاؤ؟ یہ میرے پیٹ میں رہا اور اس دوران میں نے یہ یہ عجائبات دیکھے اور یہ اس طرح پیدا ہوا۔ اُن یہودی عالموں میں سے ایک نے کہا کہ اس بچے کو قتل کر دو، دوسرے نے پوچھا کیا وہ یتیم ہے، حلیمہؓ نے کہا نہیں، یہ (اپنے شوہر کی طرف اشارہ کر کے) کہا کہ یہ بچے کا باپ ہے اور میں اس کی ماں ہوں۔ یہ سن کر سب یہودی عالموں نے کہا کہ اگر یہ بچہ یتیم ہوتا تو ہم اسے قتل کر ڈالتے، چونکہ اس بچے میں وہ تمام نشانیاں ہیں جو سرزمین عرب میں انقلاب لانے والے نبی کی ہیں۔ یہ بچہ یہاں سے تمام مذاہب کو ختم کرے گا اور بتوں کی پوجا بند ہو جائے گی، یہودیوں کی یہ باتیں سن کر حلیمہؓ کو تشویش ہوئی کہ کہیں یہودی اس بچے کو کوئی نقصان نہ پہنچا دیں وہ آپ ﷺ کو بی بی آمنہؓ کے پاس مکہ لے آئیں۔ حضرت آمنہؓ کو خدائے واحد پر یقین کامل تھا کہ اللہ تعالیٰ اس بچے کا محافظ ہے، دنیا کی کوئی چیز انہیں نقصان نہیں

Marfat.com

دے سکتی۔ مائی حلیمہؓ ایک بار پھر حضور ﷺ کو لے کر اپنے سکونت پر پہنچ گئیں۔

عربوں کا بین الاقوامی میلہ **"سوق عکاظ"** تھا۔ دور و نزدیک کے لوگ اس میلہ میں شریک ہوتے ہر طبقہ کے لوگ یہاں شمولیت کرتے۔ کاہنوں اور نجومیوں کی بھی بھرمار ہوتی، ایک کاہن اپنے فن میں بہت طاق تھا، لوگ اس کے پاس اپنے بچوں کو لے جاتے اور ان کے بارے پیشگوئیاں لیتے۔ مائی حلیمہؓ بھی حضور نبی کریم ﷺ کو میلہ میں لے گئیں، کاہن کی نظر رُخ زیبا پر پڑی تو کاہن سکتے میں آ گیا، جب کاہن کو ہوش آیا تو اُس نے حضور نبی کریم ﷺ کے شانہ مبارک سے کپڑا ہٹا کر "مہر نبوت" دیکھی تو سراسیمہ رہ گیا، پھر کاہن ہذیانی انداز میں چیخنے لگا، اے بنو ہذیل، اے قریش! اس بچے کو قتل کر دو، ایسے میں حلیمہؓ نہایت عقلمندی سے بچے کو لے کر اپنے خیموں کی طرف نکل گئی۔ اب پھر حضرت حلیمہؓ نے سوچا کہ بچے کو ان کے خانوادے میں پہنچا دیا جائے۔ حضرت حلیمہؓ آپ ﷺ کو لے کر مکہ پہنچیں تو آپ (محمد ﷺ) کو گم کر بیٹھیں، پھر حضرت عبدالمطلب نے پوتے کو تلاش کروا لیا۔ حضرت عباسؓ کے فرزند حضرت عبداللہؓ کا بیان ہے کہ حلیمہؓ آپ حضور نبی کریم ﷺ کو پانچ سال کی عمر میں اُن کی والدہ کے پاس چھوڑ گئیں، اکثر روایات میں عمر مبارک چار سال بتائی گئی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کا رضاعی خاندان

رضاعی باپ: حضرت حارث رضاعی ماں: حضرت حلیمہ سعدیہؓ رضاعی بھائی: عبداللہ رضاعی بہنیں: انیسہ، خذافہ (شیما)، رضاعی چچا: ابو یرقان بن عبدالعزیٰ اسدی

حضرت عبدالمطلب کی وفات حضرت عبدالمطلب کے متعلق پہلے مختصر حالات زندگی تحریر ہوئے۔ آپ قریش کے نامور سرداروں میں سے تھے۔ 469ء میں مکہ میں پیدا ہوئے۔ آپ نے اپنے پوتے نبی کریم ﷺ کی نگہداشت اور پرورش احسن طریق سے سرانجام دی، پوتے سے آپ کو بہت پیار تھا۔ اسی لیے ہمیشہ آپ ﷺ کو اپنے ساتھ رکھتے۔ اُن کے وسیلہ سے دعائیں مانگتے جو مستجاب ہوتیں۔ حضرت عبدالمطلب کی اولاد میں بارہ بیٹے اور چھ بیٹیاں تھیں۔ ایک بیٹے ابو طالب ان کا اصل نام عبد مناف جو تاریخ اسلام کے معروف کرداروں میں سے ہیں۔ اُنہوں نے اپنے بھتیجے کی پرورش اور نشو و نما میں اہم کردار ادا کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ آٹھ سال کی عمر کو پہنچے تو حضرت عبدالمطلب بیماری کے باعث ضعیف ہو گئے تھے اور صحت کمزور پڑ گئی تھی۔ ایسے میں اُنہوں نے 110 سال کی عمر میں 579ء میں وفات پائی۔ اُنہیں جیجون کے مقام پر دفن کیا گیا۔

حضرت ابو طالب آپ، زبیر اور حضرت عبداللہؓ ایک ہی ماں کے بیٹے تھے۔ اُن کی ماں کا نام فاطمہ تھا۔ ابو طالب مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ لیکن سرداران قریش سے تھے۔ حضرت زبیر کی مالی حالت مستحکم تھی۔ حضرت عبدالمطلب کی وفات کے بعد نبی کریم ﷺ کے تمام اخراجات کی ذمہ داری آپ کے تایا حضرت زبیر نے اُٹھائی۔

Marfat.com

شام کا تجارتی سفر ہمراہ ابوطالب جب آپ ﷺ کی عمر مبارک گیارہ برس ہوئی تو جناب ابوطالب شام کے تجارتی سفر پر روانہ ہوئے اور آپ ﷺ کو اپنے ہمراہ لے گئے۔ وہ عطر فروشی اور کبھی کبھی غلہ کی تجارت کیا کرتے تھے۔ قافلۂ تجارت بصرہ پہنچا تو وہاں ایک راہب نے قافلہ والوں کو دعوت طعام دی۔ دعوت دینے کی وجہ یہ تھی کہ راہب بحیرا نے دیکھا کہ اہل قریش کے قافلہ پر ایک بادل نے سایہ کیا ہوا تھا۔ اس اشارے سے وہ سمجھ گیا کہ جس نبی کی آمد کا مدت سے انتظار کیا جا رہا تھا وہ اس قافلے میں ہے۔ قافلہ والے دعوت کھانے کی غرض سے راہب کے گھر پہنچے تو بحیرا نے دیکھا کہ بادل کا سایہ قافلہ والوں پر سے غائب تھا۔ اُس نے پوچھا کیا تم میں سے کوئی اور بھی ہے، بتایا گیا کہ ہاں، راہب نے کہا اُسے بھی بلاؤ، جب (محمد ﷺ) آئے تو راہب نے دیکھا کہ بادل نے آپ ﷺ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ قافلہ والوں نے آپ ﷺ کو اس لیے پیچھے چھوڑ دیا تھا کہ وہ عمر میں سب سے چھوٹے تھے اور سامان کی حفاظت کی غرض سے۔ راہب نے آپ ﷺ کو دیکھا اور ایک طرف لے گیا، پھر کہا کہ تم قسم اُٹھاؤ اُن دیوتاؤں لات اور عزیٰ کی جو قریش کے عظیم دیوتا ہیں، جو کہو گے سچ کہو گے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھے اُن دیوتاؤں کی قسم کھانے کو نہ کہو، اُن سے زیادہ مکروہ میرے لیے اور کوئی نہیں۔'' آپ ﷺ نے اللہ کی قسم کھائی، راہب نے آپ ﷺ کی زندگی کے بارے میں سوال کیے، پھر راہب بحیرا نے آپ ﷺ کے شانے ٹٹولے اور کندھوں کے درمیان مہر نبوت دیکھ کر اُس کی تصدیق کی۔ پھر راہب نے حضرت ابوطالب سے کہا تم اسے واپس لے جاؤ، یہ لڑکا پروان چڑھ گیا تو دنیا میں انقلاب لے آئے گا۔ لیکن راستہ میں مشکلات ہیں، بالخصوص یہودیوں سے بچا کر رکھنا۔ اگر یہودیوں نے اُنہیں پہچان لیا وہ ان کی جان کے لیے خطرہ ہوں گے۔ یہ سن کر حضرت ابوطالب نے اس سفر کو منقطع کر دیا اور اپنے بھتیجے کو لے کر واپس مکہ تشریف لے آئے۔

آپ ﷺ تجارتی قافلوں کے ساتھ شام، دجلہ وفرات کی سرزمین تک گئے، سفر میں رہنمائی فرمایا کرتے تھے۔ آپ ﷺ ایک تاجر قیس بن زید کا سامان لے کر دور دراز کا سفر کرتے، مال تجارت فروخت کر کے منافع ہزاروں طلائی سکوں کی شکل میں اجیر کو دیتے۔ مکہ کے تجارتی حلقوں میں آپ ﷺ کو بطور امین اور صادق کی حیثیت سے پکارا جانے لگا۔

شام کا پہلا سفر تجارت مکہ کی ایک دولت مند خاتون جو پیشہ تجارت سے منسلک تھیں اُنہوں نے آپ ﷺ کی شہرت کے چرچے سنے تو اُنہوں نے آپ ﷺ کو اپنا وکیل تجارت بنانے کی خواہش کا اظہار کیا۔ حضرت ابوطالب تک یہ بات پہنچی تو اُنہوں نے آپ ﷺ کو وکیل تجارت بننے کی اجازت دے دی۔ اُن دنوں وہ خاتون اپنے وکیل تجارت کو معاوضہ میں دو اُونٹ دیا کرتی تھیں۔ حضرت ابوطالب کی خواہش پر اُنہوں نے چار اُونٹ بطور معاوضہ دینا قبول کیا۔ آپ ﷺ اُن کا سامان تجارت اور اُن کے غلام کو ساتھ لے کر شام گئے۔ اس سفر میں منافع کثیر حاصل ہوا، جو پہلے کبھی ایسا نہ ہوا تھا۔ یہ قافلہ تجارت 583ء میں بصرہ گیا تھا۔ اس سفر تجارت کو شام کا پہلا سفر تجارت کہا گیا۔

شغل تجارت عرب خصوصاً قریش ہزاروں برس سے پیشہ تجارت میں مشغول تھے۔ حضرت عبد مناف

Marfat.com

کے بیٹے بھی پیشہ تجارت سے وابستہ رہے۔اُنہوں نے گردنواح کے حکمرانوں سے اچھے تجارتی تعلقات قائم کیے۔حضرت ابوطالب بھی تاجر تھے اِسی لیے رسول کریم ﷺ کے لیے تجارت سے بہتر اور کوئی پیشہ نہ تھا۔

﴿شرکائے تجارت﴾ آپ ﷺ نے پیشہ تجارت میں ہر قسم کا تجربہ حاصل کرلیا تھا، آپ ﷺ کے حسن معاملہ کی شہرت ہر طرف پھیل چکی تھی۔لوگ اپنا سرمایہ کسی شرط کے بغیر حضور نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں دے کر اُس کے منافع میں شریک ہوجایا کرتے اور آپ ﷺ اُن کی شرکت کو گوارا فرمایا کرتے۔آنحضرت ﷺ تو منصب نبوت پر فائز ہونے سے قبل ہی امین کی حیثیت سے شہرت پا چکے تھے۔جن اصحاب نے آپ ﷺ سے مل کر تجارت کی اُن میں حضرت عبداللہ ابن ابی الحماء، حضرت سائب اور حضرت قیس بن سائب مخزومی شامل تھے۔ایک بار حضرت عبداللہ ابن ابی الحماء نے حضور نبی کریم ﷺ سے خرید وفروخت کا کوئی معاملہ طے کیا کچھ رقم کی ادائیگی کردی جبکہ بقایا رقم کی ادائیگی کا وعدہ کیا کہ میں پھر آؤں گا۔تیسرے دن جب عبداللہ مقام وعدہ پر پہنچا تو آنحضرت ﷺ کو اسی جگہ منتظر پایا۔اس وعدہ خلافی پر آپ حضور ﷺ کی پیشانی پر بل تک نہ آیا۔حضرت سائب آپ ﷺ کے ساتھ شریک تجارت تھے، وہ ابھی ایمان نہ لائے تھے کہ ایک بار لوگوں نے سائب کی تعریف کی تو آپ ﷺ نے فرمایا ''میں اُن کو تم سے زیادہ جانتا ہوں۔'' اسی طرح قیس بن سائب مخزومی اور ایک اور صحابیؓ بھی آپ حضور ﷺ کے شریک تجارت رہے۔اُنہوں نے بھی انہیں الفاظ کے ساتھ آپ حضور ﷺ کے حسن معاملہ کی شہادت دی۔مجاہد بن جبر ایک مشہور مفسر ہوئے ہیں وہ قیس بن سائب مخزومی کے غلام تھے۔اُن کا بیان ہے کہ شرکائے تجارت کے ساتھ آپ حضور ﷺ کا معاملہ نہایت صاف ستھرا رہا اور کبھی کوئی جھگڑا نہ ہوا۔شام اور بصرہ کے علاوہ بھی دیگر مقامات پر آپ حضور ﷺ کا سامان تجارت لے جانا ثابت ہوتا ہے۔

مکہ کی امیر ترین خاتون نے آپ ﷺ کو تجارت کی غرض سے جن شہروں میں بھیجا اُن میں شہر جرس بھی شامل ہے، یہ شہر یمن میں واقع ہے۔حاکم نے مستدرک میں لکھا جس کی علامہ ذہبی نے بھی تصدیق کی ہے کہ 'جرس' میں حضور نبی کریم ﷺ دومرتبہ تشریف لے گئے تھے۔

﴿حرب فجار اور حلف الفضول﴾ بعثت سے قبل قریش اور قبیلہ قیس کے درمیان 585ء میں جنگ چھڑ گئی۔یہ لڑائی حرمت والے مہینوں میں لڑی گئی، اُن چار مقدس مہینوں کا ذکر سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۳۶ میں یوں آیا، جس کا ترجمہ ہے: ''بے شک مہینوں کی تعداد اللہ تعالیٰ کے نزدیک بارہ ہے، کتاب الٰہی میں جس روز سے اُس نے پیدا فرمایا آسمانوں اور زمین کو، اُن میں چار ماہ عزت والے ہیں۔یہی دین قیم ہے، پس نہ ظلم کرو ان مہینوں میں اپنے آپ پر اور جنگ کرو تمام مشرکوں سے جس طرح وہ سب تم سے جنگ کرتے ہیں۔اور خوب جان لو کہ اللہ پرہیزگاروں کے ساتھ ہے۔''

یہ لڑائی اُن ہی مہینوں میں لڑی گئی جن میں لڑنا جائز نہیں تھا۔اس لیے اسے 'حرب فجار' کہنے لگے۔عرب کے لوگ ہر وقت کی خانہ جنگیوں سے تنگ آ چکے تھے۔ایسے میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت زبیرؓ بن عبدالمطلب کی تحریک سے بنو ہاشم، بنو زہرہ اور بنو تمیم نے مل کر معاہدہ کیا۔جس کے مطابق طے پایا کہ وہ جنگ وجدل سے گریز کریں

Marfat.com

گے، غریبوں کی اِمداد جبکہ مظلوموں کی حمایت کریں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس معاہدہ میں شرکت فرمائی۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک تقریباً 15 سال ہو چکی تھی۔ اس جنگ میں آپ حضور ﷺ نے بذات خود شرکت فرمائی، لیکن آپ ﷺ نے کسی پر تیر اندازی نہ کی بلکہ تیر اُٹھا کر اپنے چچاؤں کو دیتے تھے۔ آپ ﷺ عہد نبوت میں بھی اکثر اس معاہدہ پر پسندیدگی کا اظہار فرمایا کرتے تھے۔ چونکہ اس معاہدہ کے سربراہوں کے ناموں کے الفاظ میں 'فضل' کا مادہ مشترک تھا، اس لیے اس معاہدے کا نام ''حلف الفضول'' مشہور ہو گیا۔

عرب مؤرخ امام سہیلی نے لکھا کہ جنوبی عرب کا ایک باشندہ اپنی بیٹی کے ہمراہ کعبہ کی زیارت کے لیے آیا تو ایک مالدار تاجر نے اُس کی لڑکی کو اغوا کر لیا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی اطلاع ملی تو قریش کے نوجوانوں سے فرمایا کہ ''وہ اس بات پر رضامند نہ ہوں کہ مکہ میں ایسا ظلم وستم رَوا رکھا جائے۔'' قریش کے نوجوان رضا کارانہ طور پر مظلوموں کے حامی تھے، پھر وہ خانہ کعبہ میں جمع ہوئے اور یہ حلف اُٹھایا: ''ہم حلف اُٹھاتے ہیں کہ مظلوم کی مکمل حمایت کریں گے، ظالم کو اُس کا حق دینے پر مجبور کریں گے اور ہم قسم اُٹھاتے ہیں کہ اس راہ میں ہمیں کوئی لالچ نہیں خواہ مظلوم مالدار ہو یا غریب۔''

حلف برداری کے بعد نوجوانان قریش نے جن میں حضور نبی کریم ﷺ بھی شامل تھے، اُنہوں نے حجر اسود کو آب زم زم سے دھویا، پھر وہ پانی پیا، تا کہ اُن کی قسمیں پکی ہو جائیں اور اُن کے باہمی عہد کی توثیق ہو جائے۔ اس کے بعد وہ جماعت اُس تاجر کے گھر پہنچی۔ جس نے عربی باشندے کی بیٹی کو اغوا کر لیا تھا۔ بحث وتکرار کے بعد اس جماعت نے مغویہ لڑکی کو اُس کے باپ کے حوالے کرا دیا۔

اسی طرح ابوجہل نے ایک اجنبی سوداگر جس کا نام اَراشی تھا، سے اُونٹ خریدے، لیکن رقم ادا نہ کی، سوداگر نے اُونٹوں کی قیمت کا مطالبہ کیا لیکن ابوجہل نے قیمت ادا نہ کی۔ ایسے میں سوداگر اَراشی مایوس ہو کر حرم شریف میں پہنچ گیا۔ وہاں سرداران قریش جمع تھے اُس نے قریش کے سرداروں کو اپنا ماجرہ بیان کیا تو اُنہوں نے سوداگر کا مذاق اُڑایا اور ازراہِ تفنن کہا کہ ہمارے شہر میں محمد (ﷺ) نے ایک جماعت نوجوانان قریش کی تیار کی ہے جو ایسے مجبور لوگوں کی مدد کے لیے کام کرتی ہے۔ تم اُن (ﷺ) کے پاس چلے جاؤ وہ تمہارا حق تمہیں دلوا دیں گے۔ اَراشی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنی رُوداد بیان کی اور استدعا کی کہ اس کے اُونٹوں کی قیمت ابوجہل سے دلوائی جائے۔ ایسے میں آپ ﷺ اپنی جماعت کو لے کر ابوجہل کے گھر پہنچے، اُس سے کہا کہ اجنبی سوداگر سے خریدے ہوئے اُونٹوں کی قیمت ادا کرو۔ ابوجہل آپ ﷺ کے فرمان مبارک کو نظر انداز نہ کر سکا اور مرعوب ہو کر ابوجہل نے اُونٹوں کی قیمت ادا کر دی۔ جو سوداگر اَراشی کو دے دی گئی۔

﴾شام کا دوسرا سفر تجارت﴿ آپ ﷺ کی امانت اور دیانت داری کا شہرہ ملک کے طول وعرض میں سورج کی روشنی کی مانند پھیل چکا تھا۔ یہاں تک کہ زبان خلق نے آپ ﷺ کو امین کا لقب دے دیا تھا۔ حضرت خدیجہ ؓ مکہ کی ایک مالدار خاتون تھیں، اُنہوں نے آپ ﷺ کی شہرت سنی تو متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکیں۔ آپ ﷺ کو حضرت خدیجہ ؓ نے پیغام بھیجا کہ آپ (ﷺ) اُن کا مال تجارت لے کر شام جائیں اور جو معاوضہ اس کام کے عوض دوسروں کو دیتی ہیں، آپ

Marfat.com

ﷺ کو اس کا منافع بھی دیا جائے گا، حضور ﷺ نے یہ منظور فرمایا، چنانچہ مال تجارت لے کر ملک شام کی طرف روانہ ہوئے۔ اس سفر میں حضرت خدیجہؓ کا غلام میسرہ آپ ﷺ کے ساتھ تھا اور حضرت خدیجہؓ کا بھتیجا بھی۔ غلام آپ ﷺ کی خدمت کرتا اور ضروریات کا خیال رکھتا۔ ملک شام پہنچے تو بصرہ کے بازار میں ناسطوریس (ناسطورین) ایک راہب کی خانقاہ کے نزدیک قیام کیا۔ وہ راہب میسرہ کو جانتا تھا۔ راہب نے پوچھا! ''اے میسرہ یہ کون ہے، جو اس درخت کے نیچے اُترا ہے۔'' تو میسرہ نے جواب دیا کہ اہل حرم میں سے قریش سے ہیں۔ یہ سن کر راہب بولا: ''سوائے نبی کے اس درخت کے نیچے کبھی کوئی نہیں اُترا۔'' راہب نے سوال کیا ''کیا اُن کی آنکھوں میں سرخی ہے۔'' میسرہ نے اثبات میں جواب دیا اور یہ کہ آنکھوں کی سرخی کبھی جدا نہیں ہوتی۔ یہ سن کر راہب بولا ''یہ وہی ہیں اور یہی آخرالانبیاء ہیں، کاش میں اُن کو پاؤں جس وقت یہ مبعوث ہوں گے۔'' پھر راہب نے میسرہ سے کہا کہ ان سے جدا نہ ہونا، اور نیک نیتی سے ساتھ رہنا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں نبوت کا شرف عطا کیا ہے۔

نبی کریم ﷺ نے بصرہ کے بازار سے خرید و فروخت مکمل فرمائی اور مکہ کے لیے واپسی کا سفر شروع فرمایا۔ جس وقت آپ ﷺ مکہ پہنچے تو اُس وقت حضرت خدیجہؓ عورتوں کے درمیان ایک بالا خانے میں تشریف رکھتی تھیں۔ آپ حضور ﷺ کو دُور سے آتے دیکھا کہ فرشتے آپ ﷺ کے سر مبارک پر دھوپ میں سایہ کیے ہوئے تھے۔

میسرہ نے اپنی مالکن سے سفر کی رُوداد بیان کرتے ہوئے کہا کہ تمام سفر کے دوران یہی کیفیت دیکھی گئی پھر حضرت خدیجہؓ کو بصرہ کے راہب ناسطورین کے قول و نصیحت کی خبر دی۔ اللہ تعالیٰ نے اس سفر میں منافع کثیر عطا فرمایا۔ یہ سفر تجارت 596ء میں پیش آیا۔ اس سفر میں آپ ﷺ نے تجارتی معاملات کو بہتر انداز میں مکمل فرمایا، جس کی وجہ سے حضرت خدیجہؓ کو توقع سے زیادہ منافع حاصل ہوا۔ اس سفر تجارت نے آپ ﷺ کو حضرت خدیجہؓ کی توجہ کا مرکز بنالیا۔

﴿حضرت خدیجہؓ سے نکاح﴾ حضرت خدیجہؓ مکہ میں 556ء میں پیدا ہوئیں۔ اُنہوں نے دو شادیاں کی تھیں، لیکن وہ بیوہ ہوگئیں تھیں۔ اُن کا سلسلہ نسب پانچویں پشت میں حضرت محمد ﷺ کے خاندان سے جاملتا ہے۔ اُنہیں حضور نبی کریم ﷺ کی امانت، دیانتداری اور پاکدامنی نے اِتنا متاثر کیا کہ شام کے تجارتی سفر کے تقریباً تین ماہ بعد لیلیٰ بنت منیہ کی بہن نفیسہ کی وساطت سے آپ حضور محمد (ﷺ) کو نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپ حضور ﷺ نے اس پیغام نیک سے متعلق اپنے چچاؤں کو مطلع کیا تو اُنہوں نے اس پیغام کو بخوشی قبول کیا۔ تاریخ معینہ پر حضرات ابو طالب، امیر حمزہؓ اور دیگر رؤسائے خاندان حضرت خدیجہؓ کے گھر پہنچے تو اُن کا چچا عمرو بن اسد اور بقول بعض اُن کا بھائی عمرو بن خویلد نے اُن کا نکاح کر دیا۔ حضرت ابو طالب نے بوقت نکاح خطبہ پڑھا اور پانچ سو طلائی درہم حق مہر قرار پایا۔ اُس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 25 سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر 40 سال تھی۔ حضرت خدیجہؓ نے ساری عمر نہایت محبت، عقیدت اور وفاشعاری سے آپ ﷺ کی خدمت سرانجام دی۔ آپ ﷺ سے دو صاحبزادے اور چار صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ صاحبزادگان کم سنی میں ہی اللہ کو پیارے ہوئے۔ حضرت خدیجہؓ اور اُن کی اُولاد کا مفصل ذکر ازواج مطہرات کے

Marfat.com

عنوان میں آئے گا۔

حضرت ابوطالب آپ کے چچا جن کے ذمہ آپﷺ کی کفالت کا فریضہ تھا۔ اُنہوں نے اپنے فرائض کو حسن وخوبی کے ساتھ نبھایا اور اپنے بھتیجے (ﷺ) کے لیے اپنی اور اپنی اولاد کی جان کی بھی پرواہ نہ کی۔ چونکہ ذکر ہو رہا تھا حضرت ابوطالب کا اُن کی زیر سرپرستی اور اُن کی زیر نگرانی اس دوران حضور نبی پاکﷺ نے جو امور سرانجام فرمائے اُن میں آپﷺ کا شغل تجارت، شرکائے تجارت سے مراسم، حرب فجار اور حلف الفضول کا قیام اور آپﷺ کے شام کے دوسرے تجارتی سفر کے حالات بیان کرنا ضروری تھے۔

ایک صحابیؓ نے بیان کیا کہ میں مسجد حرام میں پہنچا تو دیکھا قریش مکہ وہاں اکٹھے ہیں اور ارادہ کر رہے ہیں کہ بارش کیسے مانگی جائے، کیونکہ قحط سالی کی انتہاء ہو گئی تھی۔ چند قریش نے لات وعزیٰ اور بعض نے مناۃ بتوں کے پاس جا کر بارش مانگنے کی دُعا کا اظہار کیا۔ حاضرین میں سے ایک معمر شخص جن کا حسین وجمیل چہرہ تھا اُنہوں نے رائے دی کہ تم لوگ کہاں بھاگے پھرتے ہو، حالانکہ تم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی برکت اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کا خلاصہ موجود ہے۔ قریش بول اُٹھے کیا آپ کی مراد جناب ابوطالب سے ہے۔؟ اُنہوں نے فرمایا ہاں، پھر فرمایا اُٹھو! سارے کے سارے تو وہ اُٹھ کھڑے ہوئے اور میں بھی اُن کے ساتھ چل دیا۔ ہم نے جا کر ابوطالب کے دروازہ پر دستک دی، گھر سے ایک بزرگ باہر آئے جو نہایت حسین وجمیل تھے اُنہوں نے چادر اُوڑھی ہوئی تھی۔ قریش اُنہیں دیکھ کر اُن کی طرف لپکے، اور بولے اے ابوطالب! کتنا قحط ہو چکا، بچے بھوکے ہیں اور بارش کے لیے دعا کرو۔ یہ سن کر حضرت ابوطالب نے فرمایا ٹھہرو، اور زوال تک صبر کرو، تو جب سورج ڈھل گیا اور دھوپ میں کچھ نرمی آئی تو ابوطالب آئے اُن کے ساتھ ایک بچہ تھا وہ بچہ گویا سورج ہے کہ بادل سے ابھی نکلا ہے۔ اُس بچے کو ابوطالب نے ساتھ لیا اور خانہ کعبہ کے ساتھ بچے کی پشت لگا دی۔ پھر اُس بچے نے اپنی اُنگلی اُٹھائی اُس وقت آسمان پر بادل کا نام ونشان تک نہ تھا۔ پھر اچانک اِدھر سے بادل، اُدھر سے بادل، ہر طرف سے بادل آ گئے۔ خوب بارش ہوئی شہر ودیہات سب کے سب سیراب ہو گئے۔ ہر طرف سرسبز وشادابی پھیل گئی۔ پھر حضرت ابوطالب نے یہ شعر پڑھا:

وابیض لیستسقی الغمام بوجھه ....ثمال الیتامیٰ عصمة للآرامل

ترجمہ: نورانی چہرہ والے، اُن کے چہرہ مبارک کی برکت سے بارش حاصل کی جاتی ہے اور یتیموں کے ماویٰ بیواؤں کے ملجا وسہارا ہیں۔ (ﷺ) (خصائص کبریٰ ص:۱۲۴، ج:۱)

حضرت ابوطالب کا یہ شعر سرکار دو عالمﷺ کو بہت پسند تھا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی لکھتے ہیں ایک مرتبہ مدینہ منورہ میں قحط پڑ گیا تو ایک اعرابی نبی کریمﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہوا، اور عرض کی یا رسول اللہﷺ ہم آپؐ کے پاس حاضر ہوئے ہیں، اب تو ہمارا یہ حال ہو گیا ہے کہ بھوک کی وجہ سے نہ تو بچوں کی آواز نکلتی ہے اور نہ ہی اُونٹ کی۔ پھر کچھ اشعار پڑھے جن میں یہ شعر بھی تھا۔

Marfat.com

ولیس لنا الا الیک فرارنا ....واین فرار الناس الاالی الرسل

''آپ (ﷺ) کا در چھوڑ کر ہم کہاں جائیں، کیونکہ اللہ کے رسول لوگوں کی جائے پناہ ہوتے ہیں۔''

سرکار دو عالم ﷺ اپنی چادر مبارک کو کھینچتے ہوئے کھڑے ہوگئے، اور منبر مبارک پر جلوہ افروز ہوئے، پھر دعا مانگی ''یا اللہ! بارش عطا فرما۔'' پھر بارش ہوگئی حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ آپ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر ابوطالب زندہ ہوتے تو اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتیں۔'' یعنی وہ بہت خوش ہوتے۔ اور یہ بھی فرمایا: ''کوئی ہے جو ابوطالب کے اُشعار پڑھ کر سنائے۔'' حضرت علی المرتضٰی کرم اللہ وجہہ الکریم کھڑے ہوگئے اور عرض کی، یا رسول اللہ! ﷺ کیا آپ کی مراد یہی اشعار ہیں: (فتح الباری شرح صحیح بخاری، ص:۴۹۵، ج:۲)

وابیض لیستسقی الغمام بوجهه ....ثمال الیتامیٰ عصمة للاَ رامل

امام بدرالدین عینی نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے اور اس میں یہ الفاظ بھی ہیں:

لله در ابی طالب لو کان حاضراً لقرت عینا (عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری، ص:۳۱، ج:۷)

حضور نبی کریم ﷺ نے چچا کے لیے دعا فرمائی سیّدنا حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ ایک وقت حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب بیمار ہوگئے تو حضور نبی کریم ﷺ اپنے چچا کی بیمار پرسی کے لیے تشریف لائے، چچا نے بھتیجے کو دیکھ کر کہا، اے میرے بھتیجے! تو جس رب کی عبادت کرتا ہے اُس سے دعا کر کہ مجھے شفاء عطا کرے، نبی رحمۃ اللعالمین، شاہ کونین نے ابھی یہ دعا کی ہی تھی ''اللّٰھم اشف عمّی'' یا اللہ! میرے چچا کو شفاء عطا کر۔ تو اُسی وقت ابوطالب ایسے اُٹھ کھڑے ہوئے جیسے کہ اُونٹ کی گوڈی کھول دی جائے تو وہ فوراً اُٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اور پھر عرض کیا: اے میرے بھتیجے میں دیکھ رہا ہوں کہ تیرا رب تیری بات مان لیتا ہے۔ یہ سن کر اُمت کے والی نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے چچا! اگر تو بھی اللہ کی اطاعت کرے تو وہ تیری بات بھی مان لے گا۔ (خصائص کبریٰ، ص:۱۲۴، ج:۱، مدارج النبوۃ، ص:۴۳۸، ج:۱)

اکثر مفسرین نے لکھا ہے کہ جب حضور ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کا آخری وقت آیا تو حضور ﷺ نے جا کر کہا: چچا تم اتنا کہہ دو ''لا الہ الا اللہ'' تاکہ میں اپنے رب سے تیری شفاعت کر سکوں، لیکن اُنہوں نے ایسا کہنے سے انکار کر دیا۔ تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ ترجمہ ہے ''اور اُنہوں نے کہا اگر ہم اتباع کریں ہدایت کا آپ کی معیت میں تو ہمیں اُچک لیا جائے گا، ہمارے ملک سے۔ کیا ہم نے بسا نہیں دیا اُنہیں حرم میں جو امن والا ہے، کھچے چلے آتے ہیں اُن کی طرف ہر قسم کے پھل، یہ رزق ہے ہماری طرف سے لیکن اُن کی اکثریت کچھ بھی نہیں جانتی۔''

حضرت عباس ؓ سے یہ بات بھی مروی ہے کہ آخری وقت میں حضرت ابوطالب کے ہونٹ ہل رہے تھے۔ تو حضرت عباس ؓ نے کان لگا کر سنا، حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا کہہ رہے تھے۔ تو حضرت عباس ؓ نے جواباً عرض کیا کہ وہی کہہ رہے تھے، جس کا آپ ﷺ نے اُن سے مطالبہ فرمایا تھا۔ (سیرت ابن ہشام)

لیکن اگر کسی کے نزدیک دوسری روایتوں میں سے اس روایت سے زیادہ قابل اعتبار ہوں تب بھی اُسے آپ

Marfat.com

کے حق میں کوئی ناشائستہ بات کہنے سے احتراز کرنا چاہیے، آپ کی بے نظیر خدمات کا یہ صلہ نہیں دیا جانا چاہیے۔ حضرت ابوطالب کے ایمان کا مسئلہ اخلاقی مسئلہ ہے جولوگ اُن کے ایمان کے قائل نہیں اُنہیں یہ مناسب نہیں کہ کوئی ناروا جملہ استعمال کریں۔ کیونکہ اُن کے ناروا الفاظ سے نہ صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ بلکہ حضور نبی کریمﷺ کو بھی دُکھ پہنچے گا۔ حضرت ابوطالب حضور نبی کریمﷺ کے دنیا میں عظیم محسن ہیں۔ اُن کی خدمات کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔

﴿خانہ کعبہ﴾ حضرت آدم علیہ السلام اور مائی حوا علیہا السلام جنت سے اُتر کر کرۂ ارض پر رہنے لگے۔ اُنہوں نے محسوس کیا کہ جنت میں فرشتے اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لیے بیت المعمور کا طواف کرتے ہیں، جبکہ زمین پر کوئی ایسی عبادت گاہ موجود نہیں۔ اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دُعا کی کہ مجھے عبادت گاہ سے محروم نہ رکھا جائے، اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی دُعا کو قبول کیا اور فرشتوں کو اُن کی مدد کے لیے مقرر کردیا۔ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ زمین پر بیت المعمور کی طرح عبادت گاہ تعمیر کی جائے۔ فرشتوں نے زمین پر عین بیت المعمور کے نیچے ایک مقام کا انتخاب کیا۔ یہ جگہ وہی ہے جہاں اب کعبہ موجود ہے۔ یہ کعبہ جو حضرت آدم علیہ السلام کے لیے بنایا گیا وہ حضرت نوح علیہ السلام کے طوفان کے زمانے تک قائم رہا۔ طوفان نوحؑ کے بعد کعبہ کے آثار باقی نہ رہے۔ اُن کے بعد جو بڑے پیغمبر آئے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی اَز سرِ نو تعمیر کا ارادہ کیا اُنہوں نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی کہ اُنہیں یہ معلوم نہیں کہ کعبہ کس جگہ پر واقع تھا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دیکھو اس وقت تمھارے سامنے بادل کا جو ٹکڑا حرکت کررہا ہے اُس کے سائے کے پیچھے پیچھے چلو، جس مقام پر یہ سایہ رُک جائے گا وہ ہی مقام ہوگا، جہاں کعبہ تھا۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس سائے کے پیچھے چلتے گئے، بادل نے ایک مقام پر پہنچ کر اپنی حرکت بند کردی۔ آپؑ نے بادل کے سائے کے مطابق طول عرض پر نشان لگائے۔ یہ وہ ہی مقام تھا، جہاں اب کعبہ ہے۔ کھدائی شروع کی تو نیچے پرانی بنیاد کے آثار موجود پائے۔ اس بنیاد پر آپؑ نے نئی عمارت کی تعمیر شروع کردی۔ آپؑ کے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام نے اس سعادت میں اپنے والد کی بھرپور مدد کی۔ ایک سادہ سی عمارت بمعہ چاردیواری تعمیر ہوئی، دیواریں قد آدم سے اُونچی ہونے لگیں تو دیواروں کو مزید اُونچا کرنے کے لیے سہارے کی ضرورت محسوس ہوئی، چنانچہ وہ ایک پتھر پر کھڑے ہوکر تعمیر کرنے لگے۔ یہ پتھر ''مقام ابراہیم'' کے نام سے موجود ہے۔ جب دیواریں اُونچی ہوگئیں اور حجرِ اسود کی تنصیب کی جگہ پر پہنچ گئیں تو آپؑ نے فرمایا بیٹا اسماعیل ایک پتھر لاؤ، میں اُس پتھر کو یہاں نصب کردوں۔ اسماعیلؑ پتھر کی تلاش میں نکلے ہی تھے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام پتھر لے کر حاضر ہوگئے۔ اس ''جنتی پتھر'' کو نصب کردیا گیا۔ دراصل طواف اس پتھر سے شروع کیا جاتا ہے۔

﴿مقام ابراہیم علیہ السلام﴾ مقام ابراہیم علیہ السلام سے مراد وہ پتھر ہے جس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاؤں کے نقش موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی زبان میں اُنہیں مصلیٰ یا نماز کی جگہ قرار دیا۔ یہ وہ مبارک پتھر ہے جسے حضرت اسماعیل علیہ السلام کعبۃ اللہ کی تعمیر کے لیے وادی سے اُٹھا لائے تھے۔ تاکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اس

Marfat.com

مبارک پتھر پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کی تعمیر کر سکیں۔اور اس کی دیواریں اُوپر تک اُٹھالیں۔دوران تعمیر حضرت اسماعیل علیہ السلام اپنے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کو پتھر اُٹھا اُٹھا کر دیتے اور حضرت ابراہیمؑ اپنے مبارک ہاتھوں سے اُن پتھروں کو ایک دوسرے پر چُنتے جاتے۔قدرت کی شان یہ ہے کہ جیسے جیسے دیواریں بلند ہوتی گئیں تو یہ مبارک پتھر بھی ساتھ ساتھ بلند ہوتا گیا۔(سبحان اللہ)

﴿مقام ابراہیم کی فضیلت﴾ مقام ابراہیمؑ کو یہ شرف حاصل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ وہ اس پتھر کے قریب جا کر نماز ادا کریں۔اس کی فضیلت میں کہا گیا کہ یہ وہ مقام ہے جہاں دعائیں قبول ہوتیں ہیں۔حضرت خلیل اللہ کے پاؤں کے وہ نشان جو چار ہزار سال قبل پتھر پر ثبت ہوئے تھے وہ آج بھی موجود ہیں۔اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیات ۹۶،۹۷ میں مقام ابراہیمؑ کی فضیلت کے بارے میں فرمایا، ترجمہ ہے:''(آپ ﷺ) بے شک پہلا عبادت خانہ جو بنایا گیا لوگوں کے لیے، وہ ہی ہے جو مکہ میں ہے، بڑا برکت والا، ہدایت (کا سرچشمہ) ہے۔سب جہانوں کے لیے اس میں روشن نشانیاں ہیں۔(اُن میں سے ایک) مقام ابراہیمؑ ہے اور جو بھی داخل ہوا اُس میں، ہو جاتا ہے (ہر خطرہ سے) محفوظ، اور اللہ تعالیٰ کے لیے فرض ہے لوگوں پر حج اس گھر کا، جو طاقت رکھتا ہو وہاں تک پہنچنے کی اور جو شخص (اُس کے باوجود) اِنکار کرے تو بے شک اللہ بے نیاز ہے، سارے جہان سے۔''

اس پتھر پر ایک قدم مبارک کے نشان دس سینٹی میٹر گہرے اور دوسرے قدم مبارک کے نشان ۹ سینٹی میٹر گہرے ہیں۔اس پر اُنگلیوں کے نشانات نہیں، ہر قدم (پیر) کی لمبائی ۲۲ سینٹی میٹر جبکہ چوڑائی ۱۱ سینٹی میٹر ہے۔اس پتھر کو اللہ تعالیٰ نے لوگوں کی پوجا پاٹ سے پاک اور مبرا رکھا۔پتھر مبارک کی حفاظت کے لیے ایک حفاظتی خول بنوا کر چاندی کے ایک صندوق میں محفوظ کیا گیا۔اُس کے اُوپر ایک گنبد نما کمرہ بنایا گیا، جس کی وسعت ۱۸ مربع میٹر ہے۔پھر جب طواف کرنے والوں میں روز افزوں اضافہ ہوتا گیا تو یہ کمرہ اُن کی راہ میں رکاوٹ بننے لگا، چنانچہ اُس حصے کو ختم کر کے اس پتھر مبارک کو ایک خول میں رکھ دیا، اُس کے گرد مضبوط جالی لگا دی گئی۔جس کو سنگ مرمر کے ایک بڑے پتھر میں نصب کر دیا۔اس خول کے ڈھانچے کو پیتل سے بنا کر اندرونی جالی پر سونے کی پالش کر دی۔بیرونی جانب دس میٹر شفاف شیشہ نصب ہے، یہ شیشہ شدید حرارت برداشت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے جو ضرب لگانے سے بھی نہیں ٹوٹتا۔پاؤں مبارک کے نشانات اندر سے صاف طور پر نظر آتے ہیں، مقام ابراہیمؑ کے نیچے سفید سنگ مرمر نصب ہے۔

روایات میں ہے کہ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے جس پتھر پر کھڑے ہو کر اپنی نسل میں تاجدار انبیاء ﷺ کی ولادت باسعادت کی دعا مانگی تھی، یہ وہی پتھر تھا، جس پر کھڑے ہو کر حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کعبہ کا کام کیا تھا۔رب العالمین نے اس پتھر سے کہا: ''اے بے جان پتھر! خبر ہے تجھ پر کھڑے ہو کر ابراہیمؑ نے ہم سے کیا مانگ لیا ہے۔اُس لمحے کو اپنے سینے میں محفوظ کر لے کہ یہ مقبولیت کا لمحہ ہے۔اس لمحے ہمارے محبوب محمد ﷺ کی آمد کا ذکر ہو رہا ہے۔اس وقت رسول کریم ﷺ کے ذکر سے رُوحِ کائنات معطر ہے۔'' قدرت خداوندی وہ پتھر موم ہو گیا اور حضرت ابراہیمؑ کے قدموں کے

Marfat.com

نشان قیامت تک کے لیے اس پتھر میں پیوست ہو گئے۔ اس پتھر کا اعزاز یہ ہے کہ اللہ کے ایک جلیل القدر پیغمبر نے اس پتھر پر کھڑے ہو کر اللہ کے محبوب ﷺ کا تذکرہ چھیڑ دیا۔ اللہ کے نبیؑ کی نسبت سے وہ پتھر بھی محترم ہو گیا جو حرم شریف میں مقام ابراہیمؑ پر قیامت تک کے لیے محفوظ ہو گیا۔ ارشاد ہوا ''اس پتھر کو کعبہ کے سامنے گاڑھ دو، میرے گھر کا طواف اُس وقت تک مکمل نہ ہوگا جب تک طواف کرنے والے اس پتھر کے سامنے سے شروع نہ کریں گے۔''

مقام ابراہیم کو اصل مقام سے ہٹائے جانے کے متعلق مسلم مؤرخین نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ طغیانی آئی جو اس پتھر کو بہا لے گئی۔ کوشش بسیار کے بعد پتھر کو تلاش کر لیا گیا۔ اُس کو پرانے مقام پر رکھنے کی بجائے کعبہ کے اندر رکھ دیا گیا تھا۔ پھر کچھ زمانہ گزرا تو اس مقدس پتھر کو خانہ کعبہ سے باہر نکال کر ایک اور مقام پر رکھ دیا۔ موجودہ سعودی حکومت کے دور میں صورت حال یہ ہے کہ کعبہ کے سامنے اس پتھر کو کانچ کے صندوق کے اندر رکھ دیا گیا ہے۔ تاکہ زائرین آسانی سے زیارت کر سکیں۔

﴿مکہ کا پس منظر﴾ شہر مقدس کا ذکر قرآن مجید میں پچاس مقامات پر آیا۔ جیسے کہ سورۃ آل عمران آیت نمبر ۹۶ میں ہے: ''بے شک وہی ہے پہلا عبادت خانہ بنایا گیا لوگوں کے لیے وہ ہی ہے جو مکہ میں ہے بڑا برکت والا ہدایت کا سرچشمہ ہے سب جہانوں کے لیے۔''

مکۃ المکرّمہ سطح سمندر سے 350 فٹ کی بلندی پر واقع ہے، اس کا عرض البلد 21 درجے اور طول البلد 39.5 درجے پر ہے۔ شہر مشرق تا مغرب کی جانب لمبائی میں 5 میل سے زیادہ تک پھیلا ہوا ہے۔ جبکہ اس کی وسعت چوڑائی 2 میل سے زیادہ ہے۔ سمندر سے فاصلہ 48 میل یعنی 78 کلومیٹر ہے۔ بارش کا سالانہ اوسط 4 سے 5 انچ تک ہے۔ موسم تقریباً سارا سال ہی گرم رہتا ہے۔ مکہ روئے زمین پر سب سے مقدس اور اوّل القدیم ترین عبادت گاہ ہے۔ مکہ دنیا کے دل اور کرۂ ارض کے وسط میں واقع ہے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ نے فرمایا کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ زمین پر سب سے پہلی مسجد کون سی بنائی گئی، تو حضور ﷺ نے فرمایا ''مسجد حرام'' میں نے عرض کیا اُس کے بعد، تو آپ ﷺ نے فرمایا ''مسجد اقصیٰ'' میں نے پھر عرض کی کہ ان دونوں کی تعمیر کے دوران کتنا عرصہ تھا۔ سرکار دوعالم ﷺ نے فرمایا ''چالیس سال''۔ بعض نے لکھا کہ لغت میں مکہ بھی آیا ہے در اصل مکہ اور بکہ ایک ہی شہر کے دو نام ہیں۔ امام مالک رحمۃ اللہ نے فرمایا خانہ کعبہ کی جگہ کو بکہ اور سارے شہر کو مکہ کہتے ہیں۔ اسی طرح محمد ابن شہاب سے مروی ہے کہ صرف خانہ کعبہ ہی کو نہیں بلکہ ساری مسجد حرام کو بکہ کہا جاتا ہے اور دوسرے سارے شہر کو مکہ۔

مسجد حرام کی برکتوں کا یہ عالم ہے کہ یہاں اگر ایک نماز پڑھی جائے تو ایک لاکھ نمازوں کا ثواب ملتا ہے۔ اور اگر ایک بار قرآن مجید ختم کیا جائے تو ایک لاکھ ختم قرآن کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ نیز حج اور عمرہ ادا کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت کی بارش ہوتی ہے۔ مسجد حرام کی عظمت یہ ہے کہ جس ظالم نے بھی اس کے تقدس کو پامال کرنے کا قصد کیا تو قہر الٰہی نے اُسے نیست و نابود کر کے رکھ دیا۔ جیسا کہ ابرہہ کا ہولناک انجام ہوا۔ دور جاہلیت میں جب عرب میں ہر طرف کشت و خون کا بازار گرم ہوا کرتا تھا اور کسی کو کہیں بھی گوشۂ عافیت نصیب نہ ہوتا تھا، اُس وقت بھی حرم پاک کی حدود میں جو

Marfat.com

داخل ہو جاتا وہ ہر قسم کی گرفت اور بالا دستی سے محفوظ ہو جاتا۔ دور حاضر میں بھی کسی کے خلاف کوئی حملہ کشی نہیں ہوتی، البتہ 1979ء میں کچھ مخالفین نے حرمین شریفین کے خادمان کے خلاف حملہ کیا، جس کی پاداش میں باغیوں کو موت کے گھاٹ اُتار دیا گیا۔

مکہ ایک مقدس شہر ہے جس کی قسم اللہ تعالیٰ نے سورۃ التین میں کھائی اِرشاد باری تعالیٰ ہے: ''قسم ہے انجیر اور زیتون کی اور طور سینین کی اور امن والے شہر کی۔'' پھر سورۃ بلد میں میں ارشاد ہوا ''میں قسم کھاتا ہوں اُس شہر کی اور اُس شہر میں آپ (ﷺ) پر ممانعت نہیں رہے گی۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ''روئے زمین میں بہترین شہر اور اللہ کا محبوب مقام مکۃ المکرّمہ ہے۔'' آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ''جس شخص کا وصال مکہ میں ہوا گویا اُس نے آسمان دنیا میں وفات پائی۔'' ایک اور مقام پر نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''مکۃ المکرّمہ کی گرمی پر جس نے ایک ساعت بھی صبر کیا، اللہ تعالیٰ اس کے عوض اُسے دوزخ کی آگ سے ایک سو سال کے فاصلہ پر دور کر دے گا۔'' مکہ کی عظمت بیان کرتے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے مزید فرمایا ''جو آدمی مکۃ المکرّمہ میں ایک دن بیمار ہوا، پھر بیماری کی وجہ سے اس کے روزمرہ کے معاملات میں سے کوئی نیک عمل نہ کر سکا تو اللہ تعالیٰ اُسے ساٹھ سال کی عبادت کا اجر مرحمت فرمائیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا ''مکۃ المکرّمہ میں قیام (رہائش) سعادت مندی ہے اور اس کی سکونت ترک کرنا بدبختی۔''

شہر مقدس میں شراب ابرار اور حطیم ہیں، اس شہر سے روز قیامت انبیاء، صدیقین، فقہا، متقی، صالح عبادت گزار مرد و زن اُٹھیں گے۔ وہ لوگ عذاب سے بے خوف و خطر اور خوش و خرم ہوں گے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''اگر مجھے ہجرت کا حکم بارگاہ الٰہی سے نہ ملا ہوتا تو میں مکہ کی سکونت ہرگز ترک نہ کرتا۔ میں نے آسمان کو مکۃ المکرّمہ کی زمین سے زیادہ قریب کہیں بھی نہیں دیکھا۔ اور نہ ہی میرے دل نے مکہ معظمہ کی سرزمین کے سوا کہیں قرار اور سکون حاصل کیا۔ مجھے اس شہر میں چاند بے حد حسین و جمیل دکھائی دیتا ہے۔''

مکہ معظمہ ایک مستطیل شہر ہے، ایام حج میں انسانوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر رہتا ہے بیت اللہ اُس نقطے کی مانند ہے جو کسی بڑے دائرے کے وسط میں واقع ہوتا ہے۔ یہاں حضور نبی کریم ﷺ نے رُوح فرسا مظالم برداشت کیے۔

﴿حضرت ابراہیمؑ کی دعائیں اور فضیلت﴾ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شہر مکہ کی عظمت اور فضیلت کے لیے جو دعائیں کیں اُن کا ترجمہ ذیل میں درج ہیں:

☆ ''اور یاد کرو جب ہم نے بنایا اس گھر (خانہ کعبہ) کو مرکز لوگوں کے لیے اور امن کی جگہ اور (اُنہیں حکم دیا کہ) بنالو ابراہیمؑ کے لیے کھڑے ہونے کی جگہ کو جائے نماز اور ہم نے تاکید کردی ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو کہ خوب صاف ستھرا رکھنا میرا گھر، طواف کرنے والوں، اعتکاف بیٹھنے والوں اور رکوع و سجود کرنے والوں کے لیے۔'' (سورۃ البقرہ آیت: ۱۲۵)

Marfat.com

☆ ”اور یاد کرو جب عرض کی ابراہیمؑ نے، اے میرے رب! بنادے اس شہر کو امن والا اور روزی دے اس کے باشندوں کو طرح طرح کے پھلوں سے (یعنی) جو اُن میں سے ایمان لائے اللہ پر اور روز قیامت پر، اللہ نے فرمایا (اُن میں سے) جس نے کفر کیا اُسے بھی فائدہ اُٹھانے دوں گا، چند روز پھر مجبور کروں گا اُسے دوزخ کے عذاب کی طرف اور یہ بہت ہی برا ٹھکانہ ہے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۲۶)

☆ ”اور یاد کرو جب اُٹھارہے تھے ابراہیمؑ بنیادیں خانہ کعبہ کی اور (اسماعیلؑ بھی) اے پروردگار قبول فرما ہم سے (یہ عمل) بے شک تو ہی سب کچھ جاننے والا ہے، سننے والا ہے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۲۷)

☆ ”اے ہمارے رب! بنادے ہم کو فرمانبردار اپنا اور ہماری اولاد میں سے ایک ایسی جماعت پیدا کرنا جو تیری فرمانبردار ہو، اور بتادے ہمیں ہماری عبادت کے طریقے اور توجہ فرما ہم پر (اپنی رحمت سے) بے شک تو ہی بہت توبہ قبول کرنے والا ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۲۸)

☆ ”اے ہمارے رب! بھیج اُن میں سے ایک برگزیدہ رسول تاکہ پڑھ کر سنائے اُنہیں تیری آیتیں اور سکھائے اُنہیں یہ کتاب اور دانائی کی باتیں اور پاک صاف کردے اُنہیں بے شک تو ہی بہت زبردست (اور) حکمت والا ہے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۲۹)

اس آیت مبارکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام نے جو دعا اللہ تعالیٰ کے حضور پیش کی دونوں کے علاوہ تیسرا اور کوئی نہیں تھا۔ دونوں نے اپنی نسل سے ایک رسول مبعوث فرمانے کی اِلتجا کی، اللہ تعالیٰ نے کرم کیا اور حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔ اس دوران کسی نے جھوٹا دعویٰ نبوت بھی نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے خلیل علیہ السلام اور ذبیح علیہ السلام کی دعائیں قبول فرمائیں تو حضور نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا۔

☆ ”اور کون روگردانی کرسکتا ہے دین ابراہیمؑ سے بجز اس کے جس نے احمق بنالیا ہو اپنے آپ کو اور بے شک ہم نے چُن لیا ابراہیم علیہ السلام کو دنیا میں اور بلاشبہ وہ قیامت کے دن نیکوکاروں میں سے ہوں گے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۳۰)

☆ ”اور یاد کرو جب فرمایا اُس کو اُس کے ربّ نے (اے ابرہیمؑ) گردن جھکا دو، عرض کی میں نے اپنی گردن جھکا دی، سارے جہانوں کے پروردگار کے سامنے۔“ (سورۃ البقرہ، آیت: ۱۳۱)

☆ ”اور (اے حبیبؐ) یاد کرو جب عرض کی ابراہیم علیہ السلام نے کہ اے میرے رب، بنادے اس شہر کو امن والا اور بچالے مجھے اور میرے بچوں کو، ہم پوجا کرنے لگیں بتوں کی پس جو کوئی میرے پیچھے چلا تو وہ میرا ہوگا اور جس نے میری نافرمانی کی (تو اس کا معاملہ تیرے سپرد) بے شک تو غفور رحیم ہے۔“ (سورۃ ابراہیم، آیت: 34-35)

﴿حجر یا حطیم﴾ خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے نفقہ حلال کثیر مقدار میں نہ ملنے کی وجہ سے بنائے خلیلؑ میں سے جانب غرب کا کچھ حصہ چھوڑ دیا گیا تھا، لیکن اُس کے گرد چار دیواری کھینچ دی تا آنکہ پھر جب موقع ملے تو اس جگہ کو کعبہ کے اندر شامل کرلیں گے۔ خالی جگہ کو حجر یا حطیم کہتے ہیں۔ بنائے خلیلؑ میں کعبہ کا دروازہ سطح زمین کے برابر تھا۔ قریش نے

Marfat.com

نشیب کی وجہ سے اس دروازے کو اُونچا کر دیا تھا۔ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حجر کو حطیم نہیں کہنا چاہیے کیونکہ یہ دورِ جاہلیت میں وضع ہوا جس کی وجہ یہ ہے کہ ایام جاہلیت میں قریش اور دیگر قبائل اس جگہ باہم قسمیں اُٹھایا کرتے تھے۔ اور عقد حلف کی علامت یہ ہوا کرتی تھی کہ معاہدین اپنا جوتا یا چابک حجر میں پھینک دیا کرتے تھے۔ اس لیے حجر کو حطیم کہا کرتے تھے۔ قریش نے تعمیر کعبہ کا یہ عمل 606ء میں مکمل کیا تھا۔ علامہ زرقانی نے تاریخ مکہ میں تحریر کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ کی جو عمارت پتھروں سے تعمیر کی تھی، اُس کی پیمائش (طول و عرض) یہ تھا۔

ارتفاع ۹ گز: طول: ۳۲ گز جو سامنے کی طرف حجر اسود لے کر رُکن شامی تک

عرض: ۲۲ گز رُکن شامی سے لے کر رُکن غربی تک

جانب پشت طول: ۳۱ گز رُکن غربی سے رُکن یمانی تک

عرض: ۲۰ گز رُکن یمانی سے حجر اسود تک

شہر مقدس میں داخل ہونے والا عاجزی، انکساری اور خشیت کے ساتھ ننگے سر اور دُنیا کا لباس ترک کر کے حالت احرام میں ہوتا ہے۔ اللہ کے حضور انتہائی سادہ لباس میں حاضری دیتا ہے۔

جنت المعلّٰی اس مکرم شہر میں جنت المعلّٰی واقع ہے۔ یہاں سے روز قیامت ستر ہزار انسان اُٹھائے جائیں گے جو بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے۔ اُن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند چمک رہے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو دجال کے داخلہ سے محفوظ فرما دیا ہے۔ کعبہ کے گرد تین سو انبیائے کرام علیہم السلام کی قبریں ہیں۔ حجر اسود اور رُکن یمانی کے درمیان ستر انبیاء علیہم السلام کی قبریں ہونا بتائی گئی ہیں۔ حطیم کے اندر کعبہ کے نیچے سیّدنا حضرت اسماعیل علیہ السلام اور اُن کی والدہ حضرت ہاجرہؓ کی قبریں ہیں۔ اتنی کثیر تعداد میں انبیاء کی قبریں دنیا کے کسی خطے میں تا حال دریافت نہیں ہوئیں۔ اہل مکہ نماز میں بیت اللہ کی چاروں سمتوں سے رُخ کرتے ہیں۔ ساری دنیا میں کوئی بھی ایسا شہر نہیں جہاں نماز میں چاروں طرف سے رُخ کیا جا سکتا ہو۔ فتح مکہ کے موقع پر حضور نبی کریم ﷺ نے اس شہر کی فضیلت بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا تھا: ”بے شک اللہ تعالیٰ نے اس شہر کو زمین و آسمان کی پیدائش کے دن سے ہی حرمت والا بنا دیا۔ وہ اللہ کی حرمت کے ساتھ قیامت تک حرمت والا رہے گا۔ نہ اس کے درخت کاٹے جائیں گے اور نہ اُس میں شکار کیا جائے گا۔ اور نہ ہی اس کی حدود میں کوئی گری ہوئی چیز اُٹھائی جائے گی، مگر وہ جو اپنی چیز شناخت کر لے۔“ تفسیر کبیر کی جلد سوم میں ایک روایت دی گئی ہے کہ اُس کے مطابق مکۃ المکرمہ رُوئے زمین کے عین وسط میں ہے اور یہ زمین کی ناف ہے۔ اس لیے شہر مقدس کو اُم القریٰ کہا گیا۔ اور مزید یہ کہ یہ بیت المعمور کا سایہ بھی ہے۔ سیّدنا عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ دنیا میں تخلیق سے دو ہزار سال پہلے پانی کے چار ستونوں پر کھڑا کیا گیا، جن کی بنیادیں زمین کی جڑ تک گہری تھیں، پھر زمین اُس کے نیچے پھیلا دی گئی۔ نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے شہر مقدس کو تبلیغ و ترویج دین کی مرکزیت کا مقام حاصل ہوا۔ اس شہر کی عظمت کے بارے میں نبی کریم ﷺ نے بوقت ہجرت مکہ سے یثرب رُخصت ہوتے ہوئے

Marfat.com

فرمایا تھا: ''اے مکہ تو ذیشان شہر ہے اور مجھے کس قدر محبوب ہے، اللہ کی قسم! تو اللہ کی بہترین زمین ہے اگر میری قوم مجھے یہاں سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی دوسری جگہ قیام نہ کرتا۔'' ابن ماجہ میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا مسجد نبوی میں ایک نماز پچاس ہزار گنا فضیلت رکھتی ہے جبکہ مسجد الحرام میں ایک لاکھ گنا فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۵ میں تین قسم کے احکامات صادر فرمائے، پہلا یہ کہ مکہ معظمہ کو دنیا کا مرکز قرار دیا گیا۔ اور خانہ کعبہ کو دنیا کے وسط میں بنایا تاکہ مخلوق کو سفری سہولت میسر آسکے۔ خانہ کعبہ کے کرۂ ارض کے وسط میں ہونے کی تصدیق غیر مسلم سائنسدان اور علم جغرافیہ کے جاننے والوں نے بھی کی۔ یہ مرکز ابتداء سے قائم ہے اور تاقیامت قائم رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ آیت مذکور کا دوسرا حکم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنے محبوب بندوں کی ہر ادا اور ان سے تعلق رکھنے والی ہر چیز ہی بڑی پیاری ہوتی ہے۔ جس حقیر اور بے جان پتھر نے حضرت خلیل علیہ السلام کے پاؤں چھونے کا شرف حاصل کیا وہ خالق کائنات کے دربار میں اِتنا ذی شان ہوا کہ اُمت مصطفویؐ کو حکم دیا گیا کہ اسے اپنی جائے نماز بنالو۔ تیسرا حکم یہ ہوا کہ خانہ کعبہ کو ہر آلائش اور آلودگی سے پاک صاف رکھو، فرش کو غبار سے، دیواروں کو بدنما دھبوں سے اور چھتوں کو مکڑی کے جالوں سے صاف رکھو۔ کوڑا کرکٹ نہ پھیلانا، غسل خانوں کی صفائی کرنا، اگر صفائی ہوگی تو اللہ کے مہمان دل جمعی سے عبادت کرسکیں گے۔ ظاہری پاکیزگی کی بھی تاکید کی گئی، اسی لیے مساجد کو صاف ستھرا رکھنا فرض ہو گیا ہے۔ شہر مقدس مکہ مکرمہ کی اہمیت یہ ہے کہ کرۂ ارض کا اوّلین قدیم ترین شہر ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس شہر کے پرامن ہونے کی دعا مانگی، دعا یوں مستجاب ہوئی کہ اُس زمانے میں بھی سارا جزیرہ نما عرب غارت گری، خون ریزی اور لوٹ مار کا میدان بنا ہوا تھا۔ لیکن مکہ مکرمہ فتنہ وفساد کی آگ سے محفوظ تھا، یہاں تک کہ اگر کسی کے باپ کا قاتل بھی حرم میں پناہ لے لیتا تو وہ محفوظ ہو جاتا۔ اسی طرح جنگل میں چیتا کسی ہرن کو شکار کرتے ہوئے اُس کے تعاقب میں دوڑتا اور ہرن حدود حرم میں داخل ہو جاتا تو چیتا واپس ناکام لوٹ جاتا۔ اس شہر کے درختوں اور گھاس وغیرہ کو بھی کوئی نہیں کاٹتا۔ اس شہر کی فضیلت اور عروج کی کوئی حد نہیں، اسی شہر مقدس میں حضور نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی۔

﴿ مکہ زبور میں ﴾ قرآن مجید میں مکہ کا نام (بکہ) بھی آیا ہے۔ اسی طرح کتاب زبور کی آیت نمبر ۶۴ پر یہ نام بکہ تحریر ہے۔ وہ بکہ کی وادی سے گزرتے ہوئے اسے ایک کنواں بتاتے ہیں۔ زبور کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے مکہ معظمہ، مروہ اور قربان گاہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کا ذکر حسرت سے کیا۔

حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں: ''اے فوجوں کے خدا تیرے مسکن اس قدر شیریں ہیں، میرا نفس خدا کے گھر کا مشتاق، اے خدا تیری قربان گاہ میرے مالک اور میرے خدا ہیں، مبارکی ہو، مبارکی ہو، جو تیرے گھر میں ہمیشہ رہتے ہیں اور تیری تسبیح پڑھتے ہیں۔'' اس کلام میں حسب ذیل باتیں پائی جاتی ہیں: (۱)......قربان گاہ (۲)......حضرت داؤد علیہ السلام کا وطن سے دور ہو کر خانہ کعبہ تک سفر کرنا (۳)......وہ وادی بکہ کہلاتا ہو (۴)......وادی مقام مورۃ بھی ہو۔ ان باتوں کے پیش نظر قطعاً یقین ہو جائے گا کہ ''بکہ'' وہ ہی مکہ معظمہ ہے اور صورت وہ ہی ''مروہ'' ہے۔

Marfat.com

یہودی تعصب کی وجہ سے الفاظ کی ردّوبدل کر دیتے ہیں۔ ڈاکٹر ہیٹنگس نے ''ڈکشنری آف دی بائبل'' نے وادیٔ بکہ (بکال) پر جو مضمون لکھا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے: یہ ایک وادی ہے جس سے گزر کر زائرین بیت المقدس جاتے ہیں، وادیٔ اخور ہے جو یشوعا باب:۷، آیات:۲۴ تا ۲۶ وغیرہ میں مذکور ہے، وادی رفایون ہے، جو سامویل دوئم، باب:۵ آیات:۱۸ تا ۲۲ وغیرہ میں درج ہیں۔ کوہ سینا کی ایک وادی ہے۔ بیت القدس تک جو کاروانی راستہ شمال سے آتا ہے، اِس راستہ کی آخری منزل ہے، لیکن یہ عجب بات ہے کہ ڈاکٹر ہیٹنگس اتنے احتمالات کثیرہ کے باوجود کہیں مکہ معظمہ کا نہیں لکھتا۔ حالانکہ بکہ بالکل ایک لفظ ہے، فرق صرف تلفظ کا ہے۔ (بحوالہ ریان کی کتاب ''حیات عیسیٰؑ'')

پروفیسر دوزی مشہور محقق اور عربی زبان کے عالم فاضل ہیں اُن کا تعلق فرانس سے ہے۔ اُنہوں نے لکھا، بکہ وہ مقام ہے جس کو یونانی جغرافیہ دان ''مارکروبہ'' لکھتے ہیں۔ کارلائل نے اپنی کتاب ''ہیروز اینڈ ہیروز'' میں لکھا کہ رومن مؤرخ سلیس نے کعبہ کا ذکر کیا ہے لکھا ہے کہ وہ دنیا کے تمام معبودوں سے قدیم ہے اور اشرف ہے۔ اور یہ ولادت مسیحؑ سے پچاس برس پہلے کا ذکر ہے۔ اگر کعبہ حضرت عیسیٰؑ کی ولادت سے پہلے موجود تھا تو مکہ بھی اُسی زمانے کا شہر ہوگا۔ کیونکہ جہاں کہیں کوئی مشہور عبادت گاہ ہوتی ہے، وہاں گردونواح میں ضرور کوئی آبادی یا شہر آباد ہو جاتا ہے۔ یاقوت حموی نے ''معجم البلدان'' میں لکھا ہے کہ مکہ معظمہ کا طول البلد ۷۸ درجہ اور عرض بلد ۴۳ درجہ، بطلموس قدیم زمانے کا مصنف ہے، اُس نے بھی اپنے جغرافیہ میں مکہ کا ذکر کیا ہے۔ علامہ زرقانی نے تاریخ مکہ میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ خانہ خدا کا طول البلد و عرض البلد تحریر کیا ہے۔ اس وقت خانہ خدا کی تعمیر ایسی ہوئی تھی کہ نہ چھت تھی اور نہ دروازے نہ کھڑکیاں۔

﴿آبِ زم زم﴾ چاہ زم زم کے بند ہونے اور کھدائی کا کام جو حضرت عبدالمطلب اور اُن کے صاحبزادے حضرت حارث نے سرانجام دیا اُس کی تفصیل پہلے بیان کی جا چکی ہے۔ خانہ کعبہ اور چاہ زم زم کا فاصلہ 21 کلومیٹر بتایا گیا۔ چاہ زم زم سے 1952ء بمطابق ۱۳۷۳ھ تک بذریعہ ڈول پانی نکالا جاتا تھا۔ جب جدید ٹربائنز نصب ہوئیں تو پانی کا اخراج 660 لیٹر فی منٹ یعنی ایک گھنٹہ میں 39600 لیٹر پانی نکلنے لگا۔ چاہ زم زم کے کئی چشمے ہیں، ایک کا دہانہ حجر اَسود کی طرف ہے، اُس کا طول 75 سینٹی میٹر اور بلندی 30 سینٹی میٹر ہے۔ سب سے زیادہ پانی بھی اسی چشمے سے حاصل ہوتا ہے۔ دوسرے چشمے کا دہانہ مکبّر کے مقام کے سامنے جس کا طول 70 سینٹی میٹر اور بلندی 30 سینٹی میٹر ہے۔ اُن کی آمد صفا و مروہ کے اطراف سے ہوتی ہے۔ یہاں جو عمارت تعمیر کی گئی اُس کا رقبہ 88.8 مربع میٹر ہے۔ آب زم زم کے پینے کا انتظام تہ خانہ میں کیا گیا۔ تہ خانہ سے متصل 350 ٹونٹیاں نصب ہیں۔ 220 مردوں کے لیے اور 130 خواتین کے لیے۔ لیکن اب اس تعداد میں اضافہ ہو گیا ہے۔ آب زم زم کو مسجد نبوی تک پہنچانے کے لیے 1993ء بمطابق ۱۴۱۵ھ ٹینکی بنوائی گئی جس سے زائرین کو مدینہ منورہ میں آب زم زم کی نعمت حاصل ہوئی۔ رسول کریم ﷺ نے آب زم زم کو غیر معمولی اہمیت اور احترام دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آب زم زم ہر بیماری کے لیے شفا ہے۔'' محدثین نے آب زم زم کے مشاہدات کا ذکر فرمایا کہ دنیا کے کیمیاء گروں نے ہمیشہ یہ جاننے کی کوشش کی کہ آخر زم زم کے پانی میں ایسے کون

Marfat.com

سے اجزاء شامل ہیں کہ یہ پانی عالمی معیار صحت کے لیے عین موزوں ہے۔ یہ متبرک پانی پیاس کو بجھاتا ہے، بھوک کے لیے باعث تسکین اور بیماری کے لیے شفا ہے۔ اس پانی کا ذائقہ معمولی سا نمکین ہے، اس پانی میں یہ خصوصیت بھی پائی جاتی ہے کہ خون کی کمی کو دُور کرتا ہے۔ جبکہ دماغ کو تیز اور توانائی بخشتا ہے۔ نظام انہضام کو بھی تقویت پہنچاتا ہے۔ اس متبرک پانی کے پینے سے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی سنت کی پیروی ہوتی ہے۔ یہ اعداد وشمار اور عمارت کی تعمیر چند سال قبل کے ہیں۔

﴿تجارتی معاہدہ﴾ آب زم زم کی وجہ سے عبدمناف بن قصی نے اپنے بیٹوں میں سے ایک کو قیصر دوسرے کو کسریٰ، تیسرے کو نجاشی اور چوتھے کو یمن کے حکمرانوں کے پاس بھیجا۔ اُن حکمرانوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اُس معاہدے کا نام ''ایلف'' یعنی یہ کہ ہمیں اس بات کی اجازت ہو کہ ہم اپنے تجارتی قافلے تمہارے ملکوں میں لائیں اپنا مال وہاں فروخت کریں اور تمہارا مال اپنے ملک لے جائیں۔ اُن سب حکمرانوں نے اس تجارتی معاہدہ کی تصدیق کی معاہدہ کی پاسداری اور بحفاظت عمل درآمد کے لیے ضروری تھا کہ مکہ کے لوگ جو عام طور پر قافلوں کو لوٹ لیا کرتے تھے، اُن کے سدّ باب کے لیے عبدمناف نے تمام قبائل کے سرداروں کو جو کاروانِ تجارت کے راستہ میں پڑتے تھے، اُن سے مذاکرات کیے اور یہ طے کیا کہ مال تجارت سے جو فائدہ ہوگا اُس کا کچھ حصہ قبائلی سرداروں کو بھی دیا جایا کرے گا۔ اس لالچ میں قبائلی سرداروں نے یہ معاہدہ بھی قبول کرلیا۔ عبدمناف اور دیگر روسائے مکہ نے قبائلی سرداروں سے یہ بھی کہا کہ اگر اُن کے پاس بھیڑ، بکریاں، کھالیں اور زیتوں کا تیل وغیرہ ہو تو وہ اس مال تجارت کو قافلوں کو فروخت کردیا کریں، قافلوں والے بلامنفعت اُس مال کی قیمت ادا کیا کریں گے۔ ان اقدامات کی وجہ سے قبائلی سردار مکمل طور پر مطمئن ہوگئے۔ اس معاہدے سے اور آب زم زم کی وجہ سے قافلوں کی آمدورفت بلا کسی رکاوٹ کے عام ہوگئی۔ اس وجہ سے مکہ ایک بڑا تجارتی مرکز بن گیا۔

﴿غلاف کعبہ﴾ مکہ معظمہ کی فضیلت بیان کرنا ممکن ہی نہیں، خانہ کعبہ پر ہر سال نیا غلاف چڑھایا جاتا ہے۔ غلاف چڑھانے سے متعلق تاریخ کے اَوراق سے یہ حقائق معلوم ہوئے کہ سب سے پہلے یمن کے بادشاہ حکمران تبع الاوّل نے مکہ پر فوج کشی کا ارادہ کیا۔ یمن کا حکمران اور وہاں کی رعایا بت پرست تھی۔ اُمراء اور درباریوں کے علاوہ قبیلہ بنو ہذیل کے لوگوں نے بھی یہی مشورہ دیا، یہ لوگ حرمت کعبہ اور اُس کی عظمت سے بے خبر تھے۔ آخر کار تبع الاوّل مکہ پر حملہ آور ہوا، حالانکہ یمن کے کچھ لوگوں نے حملہ کی مخالفت بھی کی اور بتایا کہ خانہ کعبہ کی بڑی عظمت ہے۔ اگر ایسا کیا گیا تو وہ ہلاکت و بربادی کا باعث ہوگا۔ حملہ کے وقت حاکم یمن کے ساتھ ایک لاکھ بیس ہزار فوج تھی اور سینکڑوں علماء ہمراہ تھے۔ یثرب میں یہودی آباد تھے وہاں دو جید یہودی عالم بھی موجود تھے۔ اُنہوں نے بادشاہ کو مشورہ دیا کہ آپ ایسا نہ کریں اور تبع کو بیت اللہ کے پس منظر سے آگاہ کیا۔ مکہ کے لوگوں کی طرح خانہ کعبہ کی تعظیم کریں، حملہ کرنے کی بجائے اُس گھر میں عجز وانکساری سے داخل ہوں اور حسب ہدایت سر کے بال کٹوائیں۔

تبع الاوّل حاکم یمن نے اُن دو یہودی عالموں کی ہدایت پر عمل کیا اور کعبہ پر حملہ کشی سے باز رہا۔ پھر اُس نے

Marfat.com

قبیلہ بنو ہذیل کے اُن لوگوں کو طلب کیا جنہوں نے حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی۔ بادشاہ نے ایسے لوگوں کے ہاتھ اور پاؤں کاٹ دیئے جانے کا حکم جاری کیا۔ تبع خود خانہ کعبہ میں عجز وانکساری اور ادب واحترام کے ساتھ داخل ہوا، طواف کیا، سر کے بال منڈوائے اور قربانی کی رسم ادا کی۔

تبع الاوّل حاکم یمن دس دن تک مکہ میں قیام پذیر رہا، ایک رات خواب میں اُسے کعبہ پر غلاف چڑھانے کا حکم ملا۔ اس مقصد کے لیے اُس نے موٹا یمنی کپڑے کا غلاف تیار کروایا اور کعبہ پر چڑھایا۔ اس طرح یہ پہلا غلاف تھا جو خانہ کعبہ پر چڑھایا گیا اس سے قبل خانہ کعبہ پر غلاف نہیں ہوتا تھا۔ مکہ میں قیام کے دوران تبع نے ہر روز سو اُونٹ قربان کیے۔ اس کے بعد غلاف چڑھانے کی رسم چل نکلی۔ اسلام سے پہلے قبائل قریش ہر دوسرے سال غلاف چڑھاتے، پہلا غلاف اُتارا بھی نہ جاتا۔ قرآن حکیم میں ہے: ''اور جو شخص شعائر اللہ کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کے تقویٰ کی نشانی ہے۔'' اسی لیے جو کپڑا بطور غلاف کعبہ پر چڑھایا جاتا ہے وہ بھی قابل تعظیم ہے۔ غلاف کعبہ سیاہ سوتی اور ریشمی کپڑا ہے۔ غلاف اُتار کر خانہ کعبہ کو آب زم زم سے غسل دیا جاتا ہے۔ پھر ہزاروں من عرق گلاب لگایا جاتا ہے، اس کے بعد نیا غلاف کعبہ کو پہنا دیا جاتا ہے۔

آنحضرت ﷺ کی سوتیلی دادی نطیلہ بن خباب خزرجیہ نے نذر مانی تھی کہ اگر اُن کا بیٹا حضرت عباسؓ جو گم ہو گئے تھے مل جائیں تو وہ کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھائیں گی، جب حضرت عباسؓ مل گئے تو اُن کی والدہ نے کعبہ پر ریشمی غلاف چڑھایا۔ پھر نبی کریم ﷺ نے غلاف چڑھانے کی رسم کو جاری رکھا۔ حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں دھاری دار کپڑے کا غلاف چڑھایا جاتا رہا۔ آپ ﷺ نے یمنی چادر کا غلاف بھی چڑھایا۔ حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور عبدالملک بن مروان نے نبی کریم ﷺ کی تقلید میں یمنی کپڑے کا غلاف چڑھایا، لیکن یہ روایت بھی بیان کی گئی ہے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے مصری کپڑے کے بنے ہوئے غلاف کو ترجیح دی۔ جبکہ امیر معاویہؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ اُنہوں نے دیبا کا انتخاب کیا جو اُن کے دور میں ہر سال آتا رہا۔

بنو عباس کے دورِ حکومت کے خلیفہ مہدی جن کا دورِ حکومت 775ء تا 785ء تھا، ایک بار جب وہ حج بیت اللہ کی ادائیگی کے لیے مکہ آئے تو اُنہوں نے تین کروڑ درہم خیرات میں تقسیم کیے، صرف اہل مکہ کو ۱۵۰ خلعتیں بخشیں۔ اُنہوں نے خانہ کعبہ اور مسجد نبوی کی آرائش اور توسیع بھی کی۔ مکہ جانے والی سڑک کو پختہ بنوایا جبکہ سرائیں، کنویں اور حوض بنوائے۔ خلیفہ مہدی نے ایک غلاف پر دوسرا غلاف چڑھانے کے عمل کو ترک کرنے کا حکم جاری کیا۔ اس نوعیت کا اُس نے پہلا غلاف تیار کروا کر قربانی کے پہلے دن نیا غلاف چڑھایا یہ رسم آج تک جاری ہے۔ موجودہ خاندان کے برسر اقتدار آنے تک خلفائے عباسیہ کے علاوہ سلاطین مصر، سلاطین یمن اور خلفائے عثمانیہ بھی بیش بہا قیمتی تحائف کے ساتھ غلاف کعبہ بھیجتے رہے۔ اور حکومت پاکستان نے 1960ء میں پہلی مرتبہ یہ سعادت حاصل کی تھی۔

غلاف کعبہ کے چاروں طرف زری کے کام کی پٹی بنانے اور اُس پر کعبہ سے متعلق قرآن مجید کی آیات لکھوانے کا کام مصر کے سلطان حسن نے شروع کیا۔ یہ عمل تاہنوز جاری ہے۔ غلاف کعبہ پر سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۲۷، ۱۲۸، دوسری طرف

Marfat.com

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۹۶،۹۷ لکھی جاتی ہیں۔تیسری طرف سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۹۷ اور چوتھی طرف اُس فرمانروا کا نام لکھا جاتا ہے جس نے وہ غلاف تیار کروایا ہو۔غلاف کعبہ پر ایک ہزار گز کپڑا درکار ہوتا ہے اور غلاف کعبہ پر 150 کلو سے زیادہ خالص سونا اور 670 کلو چاندی کل مالیتی زائد از دو کروڑ ریال صرف ہوتے ہیں۔

تعمیر کعبہ حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں خانہ کعبہ کی عمارت خستہ حال ہوگئی تھی ویسے بھی جائے کعبہ نشیب میں واقع تھی۔بارش کے پانی سے نقصان پہنچتا تھا۔قریش نے فیصلہ کیا کہ خانہ کعبہ کی عمارت از سرِ نو مستحکم طور پر تعمیر کی جائے۔حسن اتفاق یہ کہ ایک رُومی تاجر جس کا نام ''باقوم'' تھا۔اُس کا بحری جہاز ساحل جدہ سے ٹکرا کر ٹوٹ گیا تھا۔جہاز کا مالک خود کارپینٹر تھا۔جہاز کے ساحل سمندر سے ٹکرانے کی خبر قریش کو ملی تو ولید بن مغیرہ جو ایک دولت مند شخص تھا وہ چند قریشیوں کو ساتھ لے کر جدہ کی بندرگاہ پر پہنچا، اُس نے خانہ کعبہ کی تعمیر کے لیے تختے خرید لیے اور وہ باقوم کو بھی اپنے ساتھ مکہ لے آیا۔

تعمیر خانہ کعبہ کا کام شروع ہو چکا تھا اتفاق رائے سے دیواروں کی تعمیر کے لیے قریش کے ہر قبیلہ نے الگ الگ پتھر ڈھونڈنے شروع کر دیئے۔دُور دُور سے پتھر اُٹھا کر لائے جاتے، اس کام میں آپ حضور ﷺ اپنے چچا حضرت عباسؓ کے ساتھ شریک تھے۔وہ کوہ صفا سے متصل اجیاد سے پتھر لاتے۔سامان عمارت جمع ہوگیا اور وہب بن عمرو بن عائذ مخزومی کے مشورہ سے قبائل قریش نے بیت اللہ کے چاروں اطراف کو آپس میں تقسیم کر لیا تھا۔ابو وہب، آپ حضور ﷺ کے والد حضرت عبداللہؓ کے ماموں تھے۔اُنہوں نے تمام قریش کو مشورہ دیا کہ کعبہ کی تعمیر میں کسب حلال کی کمائی کے سوا اور مال خرچ نہ کیا جائے، جب عمارت حجر اَسود کی تنصیب کے مقام تک پہنچ گئی تو قبائل قریش میں شدید جھگڑا پیدا ہوگیا۔ہر قبیلہ کی خواہش تھی کہ وہ ہی حجر اَسود کو اُٹھا کر نصب کرے۔چار دن تک مسلسل کشمکش جاری رہی، تلواروں تک نوبت پہنچ گئی۔بنو عبدالدار اور بنو عدی بن کعب نے تو حجر اَسود نصب کرنے کے لیے جان تک دینے کی قسم کھالی اور عرب کے دستور کے مطابق اُس حلف کی تائید کے لیے ایک پیالہ خون کا بھر کر اپنی اُنگلیاں اس میں ڈبو کر چاٹ لیں۔پانچویں روز سب قریش جمع ہوئے ابواُمیہ بن مغیرہ مخزومی جو حضرت اُم المؤمنین حضرت اُم سلمہؓ کے والد اور قریش میں سب سے معمر شخص تھے اُنہوں نے رائے دی کہ کل صبح جو شخص اس مسجد کے باب ''بنی شیبہ'' سے حرم میں داخل ہوگا اُسے ثالث قرار دیا جائے گا۔سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔دوسرے روز صبح سب سے پہلے بنی شیبہ سے حرم میں داخل ہونے والے حضرت محمد ﷺ تھے تمام قریشی بول اُٹھے! یہ امین ہے، ہم اُن سے راضی ہیں۔حجر اَسود کی تنصیب کے مسئلے کو حل کرنے کے لیے آپ ﷺ نے ایک چادر بچھائی، اُس میں حجر اَسود کو رکھا، پھر فرمایا ہر طرف سے اپنے اپنے ایک سردار کا انتخاب کر لیں اور وہ چاروں سردار چادر کے چاروں کونے تھام لیں، پھر چادر اُوپر اُٹھائی گئی، اس طرح جب چادر مقام نصب کے برابر پہنچ گئی تو آپ ﷺ نے حجر اسود کو اپنے دست مبارک سے اُٹھا کر دیوار میں نصب فرما دیا اور سب قریش خوش ہوگئے۔واقعہ تنصیب حجر اَسود سال 606ء میں وقوع پذیر ہوا، اُس وقت آپ ﷺ کی عمر مبارک 35 سال تھی۔ (تاریخ ابوالفدا)

Marfat.com

﴿احبابِ خاص﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے اعلان نبوت سے پہلے کچھ لوگ احبابِ خاص میں شمار ہوتے تھے۔ یہ لوگ نہایت پاکیزہ اخلاق، بلند مرتبہ اور عالی مرتبت تھے۔ اُن میں مقدم عبداللہ بن ابی قحافہ بن عثمان تھے، وہ برسوں آپ حضور ﷺ کے شریک صحبت رہے۔ اُنہوں نے اپنی وفاداریوں کی وجہ سے "صدیق" کا لقب پایا۔

حکیم بن حزام قبیلہ قریش کے اعلیٰ، معزز، رئیس اور حضرت خدیجہؓ کے چچا اور اُن کے بھائی کا شمار بھی احبابِ خاص میں ہوتا ہے۔ حرم کا شعبہ رفادت اُن ہی کی تحویل میں تھا۔ وہ دارالندوہ کے بھی منتظم اعلیٰ تھے۔ اُنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد دارالندوہ کو ایک لاکھ درہم میں امیر معاویہؓ کے ہاتھوں فروخت کر دیا تھا۔ وہ آپ حضور ﷺ سے عمر میں پانچ سال بڑے تھے۔ جبکہ امیر معاویہؓ ۸ ہجری بمطابق 629ء تک ایمان نہ لائے تھے۔

ایک بار کعبہ میں کچھ سامان نیلام ہوا جس میں ایک نہایت عمدہ حلّہ بھی تھا۔ یہ حلّہ حکیم بن حزام نے پچاس اشرفیوں میں خرید لیا، پھر وہ مدینہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ عمدہ حلّہ بطور نذر آپ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا "میں مشرکوں کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتا، البتہ قیمت لو تو میں لے سکتا ہوں۔" مجبور ہو کر حکیم نے قیمت لینا گوارا کیا تو آپ ﷺ نے قیمت دے کر وہ حلّہ لے لیا۔

حضرت ضماد بن ثعلبہ کا تعلق قبیلہ اَزد سے تھا۔ وہ دور جاہلیت میں طبابت اور جراحی کا کام کرتے تھے، اُن کا شمار بھی احبابِ خاص ہی میں ہوتا ہے۔ وہ اعلان نبوت کے بعد مکہ آئے تو آنحضرت ﷺ کو ایسی حالت میں دیکھا کہ آپ ﷺ راستہ میں جا رہے تھے، اُن کے پیچھے لونڈوں کے غول کو دیکھ کر ضماد نے بھی یہی قیاس کیا، پھر وہ آپ ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے محمد (ﷺ) میں جنون کا علاج کر سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے حمد و ثناء کے بعد چند نہایت مؤثر جملے ادا فرمائے تو ضماد مسلمان ہو گئے۔ اس واقعہ کو امام مسلم اور امام نسائی نے بھی بیان کیا ہے۔ مزید اس کی تفصیل مسند امام حنبل جلد اول کے صفحات دو اور تین پر درج ہے۔

﴿نبوت سے پہلے﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک 40 برس ہوا چاہتی تھی، وحی کی ابتداء رویائے صادقہ سے ہوئی، چھ ماہ تک جو کچھ آپ ﷺ خواب میں دیکھتے بعینہٖ ظہور میں آتا۔ اس دوران آپ ﷺ کے تفکر میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اکثر خاموش رہتے زیادہ وقت تنہائی میں گزارتے۔

﴿نزول وحی﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی زندگی بعثت تک ہر لحاظ سے بے لوث رہی، آپ ﷺ اخلاق حمیدہ سے متصف اور صدق و امانت میں مشہور تھے۔ حتیٰ کہ قوم قریش کے علاوہ دیگر اقوام بھی آپ حضور ﷺ کو امین مانتی تھیں۔ آپ ﷺ نے کبھی لہو و لعب کی مجلس میں شمولیت نہ فرمائی، وہ افعال جن کی شریعت میں ممانعت ہے آپ ﷺ کبھی ان کے مرتکب نہ ہوئے۔ بتوں پر ذبح کیے جاتے آپ ﷺ نے کبھی اُن کا گوشت نہیں کھایا۔ اور فسانہ گوئی، شراب خوری، قمار بازی اور بت پرستی سے علیحدگی اختیار کیے رکھی۔

﴿کوہ حرا﴾ آپ حضور ﷺ سال میں ایک بار رمضان کے مہینے میں کوہ حرا میں جو مکہ مشرفہ سے تین میل کے

Marfat.com

فاصلہ پر منیٰ کو جاتے ہوئے بائیں طرف کو ہے، وہاں اعتکاف فرمایا کرتے۔ ذکر وفکر میں مشغول رہتے، چند راتوں کا کھانا (ستو اور پانی) ساتھ لے جاتے، کھانا ختم ہوتا تو گھر تشریف لاتے، پھر اور کھانا لے کر حرا میں جا معتکف ہوتے۔ غار حرا کا طول: 4 گز اور عرض: پونے 2 گز ہے۔

ربیع الاوّل کے مقدس مہینہ کی ۱۲ تاریخ بروز پیر موسم نہایت خوشگوار تھا، ایسے میں آپ ﷺ غار حرا میں محو عبادت تھے کہ جبرائیل علیہ السلام آئے اور کہا کہ "اقراء" آپ پڑھیے، حضور ﷺ نے فرمایا "ما انا بقاری" میں تو پڑھا ہوا نہیں ہوں، جبرائیل امینؑ نے آپ ﷺ کو سینے سے لگا کر خوب زور سے بھینچا، جس سے آپ ﷺ کو کافی تکلیف پہنچی پھر جبرائیلؑ نے کہا "اقراء" آپ ﷺ نے اب بھی وہی جواب دیا۔ جبرائیلؑ نے دوسری بار پھر سینے سے لگا کر خوب بھینچا اور کہا "اقراء" حضور ﷺ نے وہی جواب دیا۔ جبرائیلؑ نے تیسری بار زور سے سینے سے لگا کر پھر بھینچا اور کہا "اقراء باسم ربک الذی خلق" حضور ﷺ نے سورۃ العلق کی ابتدائی پانچ آیات تلاوت فرمائیں۔

اس واقعہ سے حضور نبی کریم ﷺ پر خوف طاری ہوگیا۔ گھر لوٹے تو دہشت سے دل کانپ رہا تھا۔ حضور ﷺ نے حضرت خدیجہؓ کو فرمایا: "زملونی زملونی" (مجھ پر کپڑا ڈال دو، مجھ پر کپڑا ڈال دو) اُنہوں نے آپ حضور ﷺ پر کپڑا ڈال دیا۔ جب آپ ﷺ معتدل ہوئے تو حضور ﷺ نے سارا واقعہ حضرت خدیجہؓ سے بیان فرمایا اور فرمایا مجھے تو اپنی جان کا اندیشہ ہے۔ آپ ﷺ کی دانشمند رفیقۂ حیات نے تسلی دیتے ہوئے عرض کیا کہ یہ اندیشہ آپ ﷺ ہرگز نہ فرمائیں۔ بخدا! آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کبھی ضائع نہ کرے گا۔ صلہ رحمی آپ ﷺ کا شیوہ ہے، لوگوں کا بوجھ آپ ﷺ برداشت کرتے ہیں، دوسروں کی امداد اور مہمانوں کی خاطر و تواضع آپ ﷺ کا شعار ہے، مصیبت میں لوگوں کی مدد کرنا آپ ﷺ کا اصول ہے۔ پھر حضرت خدیجہؓ آپ ﷺ کو اپنے ہمراہ ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں، وہ رشتہ میں حضرت خدیجہؓ کے چچا زاد بھائی تھے۔ اُنہوں نے زمانہ جاہلیت میں عیسائی مذہب اختیار کر لیا تھا، ورقہ عبرانی زبان سے عربی زبان میں لکھا کرتے، لیکن وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور بینائی بھی جاتی رہی تھی۔

حضرت خدیجہؓ نے ورقہ سے کہا اے میرے چچا کے بیٹے! اپنے بھائی کی بات سنو۔ ورقہ نے کہا بتایئے آپ ﷺ نے کیا دیکھا ہے۔ آپ ﷺ نے سارا ماجرا کہہ سنایا، ورقہ نے سن کر کہا کہ آپ ﷺ پر وہی "ناموس" وحی لانے والا فرشتہ نازل ہوا ہے۔ جو موسیٰ علیہ السلام پر نازل ہوا تھا۔ کاش! میں اس وقت تک زندہ رہوں، جس وقت آپ ﷺ کی قوم آپ ﷺ کو جلاوطن کر دے گی۔ حضور ﷺ نے فرمایا میری قوم مجھے یہاں سے نکال دے گی، ورقہ نے کہا کہ جو بھی وہ "پیغام" لے کر آیا جو آپ ﷺ لے کر آئے ہیں، تو اُسے اذیت دی گئی، اگر اُس وقت میں زندہ ہوا تو آپ ﷺ کی بھرپور مدد کروں گا۔ اس کے بعد ورقہ جلد ہی انتقال کر گئے۔

مفسرین کا تقریباً اس پر اتفاق ہے کہ سب سے پہلے سورۃ العلق کی اوّل پانچ آیات نازل ہوئیں۔ اس سلسلہ میں سب سے صحیح روایت وہ ہے جس کی راویہ حضرت عائشہ صدیقہؓ ہیں۔ جسے امام بخاری اور امام مسلم نے صحیحین میں

Marfat.com

روایت کیا ہے۔اُم المومنین کے علاوہ حضرات ابن عباسؓ،ابوموسیٰ اشعریؓ کے اسماء اس فہرست میں شامل ہیں۔''اور بلاشبہ یہ کتاب رب العالمین کی اُتاری ہوئی ہے،اُترا اُسے لے کر رُوح الامین (جبرائیلؑ) آپ ﷺ کے قلب منیر پر تاکہ بن جائیں آپ ﷺ لوگوں کو ڈرانے والوں سے۔'' (سورۃ شعراء،آیات:۱۹۴تا۱۹۲)

اس کتاب قرآن مجید کا نزول حضور ﷺ کے قلب منیر پر ہوا جس فرشتے کے ذریعے یہ کتاب نازل ہوئی اُنہیں رُوح الامین کہا گیا،وہ سراپا روحانیت اور امین ہیں۔وہ اپنی طرف سے کوئی ملاوٹ نہیں کرتے،وہ دی گئی امانت کو حفاظت کے ساتھ بلا کسی ردّوبدل کے پہنچاتے ہیں۔

نزول وحی کے وقت آپ ﷺ کی کیا کیفیت ہوا کرتی تھی علامہ سید محمود آلوسی لکھتے ہیں کہ صحیح قول یہ ہے کہ جس طرح معانی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوا کرتے تھے اُسی طرح الفاظ بھی اُس ہی کی طرف سے ہوتے تھے۔ایسا نہیں ہوا کہ جبرائیلؑ نے اُن الفاظ کو اپنے الفاظ میں پیش کیا ہو۔جبرائیلؑ سنتے اور الفاظ کو محفوظ رکھتے۔جبرائیلؑ جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو۔تو آپ حضور ﷺ وہ الفاظ اور معانی قوائے الٰہیہ قدسیہ کے ساتھ اُنہیں سنتے اور محفوظ رکھتے۔وہ سماع بشری حواس سے نہیں ہوا کرتا تھا۔اسی وجہ سے نزول وحی کے وقت آپ ﷺ کے جسم اطہر پر اغماں کی سی کیفیت ہو جایا کرتی تھی،اس کی وضاحت میں علامہ محمود آلوسی نے لکھا ہے کہ حضور ﷺ کی دو جہتیں تھیں،ایک جہتِ ملکی جس کے ذریعے حضور ﷺ فیضان حاصل کرتے دوسری جہت بشری جس سے لوگوں کو فیض عام پہنچاتے۔علامہ موصوف نے امام اصفہانی کی تفسیر کا حوالہ دیا کہ جبرائیل امینؑ سے وحی قبول کرنے کے دو طریقے تھے ایک یہ کہ حضور ﷺ جامع بشری کو اُتار کر صورت ملکی کی طرف عروج فرماتے اور جبرائیلؑ سے وحی سنتے،دوسرا طریقہ یہ کہ فرشتہ مقام ملکی سے مقام بشریت کی طرف نزول کرتا اور حضور ﷺ تک وحی پہنچاتا۔وحی اوّل کا ذکر نزول کے پہلے طریقہ کے مطابق ہوا۔قرآن کے بیشتر حصہ کا نزول اسی طریقہ سے ہوا۔

نزول وحی اوّل کے متعلق لکھنے والوں نے اُس کی تاریخ 12 فروری 610ء لکھی ہے یعنی نزول وحی اوّل کے وقت حضور نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک عیسوی سن کے لحاظ سے 38 سال 9 ماہ اور 20 دن محسوب ہوتی ہے۔اور اگر چاند کے مطابق شمار کی جائے تو بے شک عمر مبارک 40 سال ہی بنتی ہے۔نزول وحی کے ساتھ آپ ﷺ کو منصب نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔جبرائیل علیہ السلام نے خود وضو کیا،اُسی طرح حضور نبی کریم ﷺ نے بھی وضو فرمایا،پھر دونوں نے مل کر نماز پڑھی جو رُوح الامین نے پڑھائی۔

Marfat.com

آغاز سال نبویؐ

ابھی اعلان دعوت اسلام کا حکم نہ آیا تھا، البتہ حضور نبی کریم ﷺ نے پہلے خفیہ طور سے اُن لوگوں کو دعوتِ اسلام دی جن پر آپ ﷺ کو اعتماد تھا اور جو آپ ﷺ کے خیالات سے بخوبی واقف تھے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ المدثر کی آیات نازل فرمائیں پہلی چند آیات کا مفہوم بیان کرنے سے پہلے یہ بتانا ضروری ہے کہ وحی اوّل کے نزول کے بعد کچھ عرصہ سلسلہ نزول وحی نہ ہوا، اس دوران حضور سرور دو عالم ﷺ پر بڑے قلق و اضطراب کی کیفیت طاری رہی، کلام الٰہی میں جو چاشنی اور مٹھاس ہے کان اس سے آشنا ہو چکے تھے، اُس کو دوبارہ سننے کے لیے بے حد بیتاب تھے۔ اتنا لطف و کرم پھر سکوت، وہ بھی اِتنا طویل، قبض کی سی یہ کیفیت بڑی صبر آزما تھی۔ کان بیتاب، آنکھیں مشتاق، آخر پھر درِ رحمت کھلا اور سلسلہ نزول وحی شروع ہوا۔ اس سلسلہ کے متعلق خود حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک روز میں چلا جا رہا تھا کہ آسمان کی طرف سے ایک آواز سنائی دی، میں نے نگاہ آسمان کی طرف اُٹھائی تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ فرشتہ جو حرا میں میرے پاس آیا تھا زمین و آسمان کے درمیان ایک زرّیں کرسی پر بیٹھا ہوا ہے یہ منظر دیکھ کر مجھے خوف محسوس ہوا، گھر واپس لوٹ آیا، میں نے کہا زملونی، زملونی، قد شرونی تو اُنہوں نے چادر یا کمبل مجھ پر ڈال دیا اُس وقت جبرائیل امینؑ آ گئے اور یہ پیغام خداوندی آ کر سنایا ''یا ایھا المدثر'' کے محبت بھرے خطاب کے بعد پہلا یہ حکم دیا کہ اُٹھیے! کاہلی اور بے پرواہی سے نہیں، پکے عزم اور پوری سنجیدگی کے ساتھ، آپؐ کے گرد و پیش بسنے والی مخلوق غفلت کی نیند سوئی پڑی ہے۔ اُسے خبردار کر دیجئے کہ آنکھیں کھولو اور اپنی روش بدلو ورنہ عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے۔ اس عذاب سے بچنا چاہتے ہو تو راستہ تمہیں دکھاتا ہوں، وقت ضائع کیے بغیر اس پر گامزن ہو جاؤ۔''

اس خطاب کے اوّلین مخاطب قریش اور اہل مکہ تھے۔ جو صدیوں سے شرک کے مرتکب چلے آ رہے تھے۔ وہ اپنی برتری کا ایک انوکھا احساس رکھتے تھے۔ وہ اپنے آپ کو سب سے بڑا سمجھتے اس لیے اُن کو خدا کے عذاب سے ڈرانا یا دعوت حق دینا کوئی آسان کام نہ تھا۔ اللہ نے فرمایا آپ ﷺ ان فانی بڑوں کی پرواہ مت کریں، اُن کا جتنا جی چاہے آپ ﷺ کے راستوں میں رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کر دیں۔ آپ ﷺ کا رب جو حقیقی بڑا ہے وہ اُنہیں رائی بنا کر اُڑا دے گا۔ دل میں اُس کی کبریائی کا عقیدہ اور زُبان سے اُس کی کبریائی کا اعلان یہی تو وہ فریضہ ہے جو آپ ﷺ نے ادا کرنا ہے۔ سورۃ مذکور کی آیت تین سے نماز کا آغاز ''اللہ اکبر'' سے ماخوذ ہے۔ اگلی آیت میں فرمایا آپ ﷺ کو نبوت کے منصب رفیعہ پر فائز کیا گیا ہے، اب رب کا جمال یہ گوارا نہیں کرتا کہ آپ ﷺ میلے کچیلے ہوں یا آپ ﷺ کے کپڑے گندے یا

Marfat.com

ناپاک ہوں۔لباس اُجلا،صاف اور پاک ہونا چاہیے،بالفاظ دیگر آپ ﷺ دشمن کو انگشت نمائی کا موقعہ نہ دیں،فرمایا وہ تمام گناہ جو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور عذاب کا باعث بنتے ہیں،جن میں سب سے بڑا گناہ بتوں کی پرستش ہے اُن سے کنارہ کش رہو،ورنہ آپ ﷺ پر زبان طعن دراز کریں گے۔اور تبلیغ کی کوششیں نتیجہ خیز ثابت نہ ہوں گی۔

نبوی سال چہارم تک کے واقعات سلسلہ وحی چھ ماہ تک بند رہنے کے بعد اگست 610ء میں جاری ہوا تو شرک اور بت پرستی کے خلاف احکامات صادر ہوئے۔دعوت اسلام کا آغاز ہوا تو مردوں میں سب سے پہلے عبداللہ بن ابو قحافہ بن عثمان ایمان لائے۔لڑکوں میں حضرت علیؓ،عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ اور غلاموں میں سب سے پہلے حضرت زید بن حارث جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے آزاد کردہ غلام تھے وہ ایمان لائے۔حاضر غلاموں میں سب سے پہلے حضرت بلالؓ ایمان لائے تھے۔

دعوت اسلام کا آغاز ہو چکا تھا،پہلی جماعت جو دین اسلام پر ایمان لائی اس کے بعد حضرت عثمان غنیؓ،سعد بن ابی وقاصؓ،طلحہؓ بن عبداللہؓ،عبدالرحمٰن بن عوفؓ اور زبیر بن العوامؓ بھی ایمان لائے۔ان پانچوں حضرات کا شمار عشرہ مبشرہ میں ہوتا ہے۔ان کے بعد دعوت اسلام قبول کرنے والوں میں سعید بن زیدؓ،ابوذر غفاریؓ،ارقم بن ارقمؓ،عبداللہ بن مسعودؓ،عثمان بن مظعونؓ،ابوعبیدہ بن الجراحؓ،عبیدہ بن حارثؓ،حصین والد عمران بن حصینؓ،عمار بن یاسرؓ،خباب بن الارتؓ،خالد بن سعیدؓ بن العاص اور صہیب رُومی حضرات شامل ہیں۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

خواتین میں فاطمہ بنت خطاب ہمشیرہ عمر فاروقؓ،اسماء بنت ابوبکر صدیقؓ،اسماء بنت سلامہ تمیمیہؓ اسماء بنت عمیس خثعمیہؓ،فاطیہ بنت المجلل قرشیہ عامریہؓ،فکیہ بنت یسارؓ،رملہ بنت ابی عوفؓ اور امینہ بنت خلف خزاعیہؓ سابقات الاسلام میں سے ہیں۔(رضی اللہ تعالیٰ عنہا اجمعین)تمام خواتین وحضرات نے چُھپ کر اسلام قبول کیا تھا۔یہ سب پردہ پوشی سے مکہ کے شعب میں نماز پڑھا کرتے تھے۔مشرکین نے اُنہیں دیکھ لیا اور برا بھلا کہا۔نوبت لڑائی پر آ گئی،حضرت سعدؓ نے اُونٹ کے تالو کی ایک ہڈی سے نابکاروں میں سے ایک کے سر پر دے ماری۔اس کا سر پھٹ گیا،اس واقعہ کے بعد آنحضرت ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ دارارقم جو کوہ صفا کی تلی میں ہے وہاں رہنے لگے۔اور وہیں نماز ادا کرتے۔یہ سلسلہ نبوت کے ابتدائی تین سال تک یعنی 610ء تا 612ء تک جاری رہا۔

تبلیغ علی الاعلان نزول وحی کے بعد جن اصحابؓ نے دین اسلام قبول کیا تھا اُن کی روزمرہ کی زندگی انتہائی متاثر ہوئی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے مقرب فرشتے کو پیغام دے کر بھیجا جو سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۴ میں آیا،جس کا ترجمہ ہے: ''سو آپ اعلان کر دیجئے اُس کا جس کا آپ (ﷺ) کو حکم دیا گیا اور منہ پھیر لیجئے مشرکوں سے۔'' یہ سورۃ مکی ہے اللہ تعالیٰ اپنے پیارے محبوب نبی کریم ﷺ سے فرما رہا ہے کہ جو حکم آپ ﷺ کو دیا گیا ہے اُس کو برملا لوگوں کے سامنے بیان کیجئے اور کسی کی مخالفت کی پرواہ نہ کیجئے۔اس سے قبل سلسلہ تبلیغ پوشیدہ تھا لہٰذا آیت مذکورہ کے نزول کے بعد نبی کریم ﷺ نے برسرعام اسلام کی تبلیغ کا سلسلہ شروع فرمایا۔ایک اور مقام پر سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۱۴ میں حکم ہوا،جس کا ترجمہ ہے:

Marfat.com

''اور آپ (ﷺ) ڈرایا کریں اپنے قریبی رشتہ داروں کو۔''

صحیحین میں ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی تو نبی کریم ﷺ صفا کی پہاڑی پر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے پکارا ! یا بنی فہر، یا بنی عدی (یعنی جتنے بھی قریش کے قبائل تھے۔) اُن کے نام لے لے کر بلایا، یہاں تک کہ سب حاضر ہو گئے اور جو خود نہ آسکا اُس نے اپنا کوئی آدمی بھیج دیا، جو بات سن کر اُسے بتائے۔ جب سب اکٹھے ہو گئے تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا : ''کہ اگر میں تمہیں یہ بتاؤں کہ اس وادی میں سواروں کا دستہ ہے جو تم پر شب خون مارنا چاہتا ہے تو کیا تم میری بات مانو گے۔'' سب نے جواب دیا، ضرور مانیں گے، کیونکہ آج تک ہم نے آپ ﷺ کو غلط بیانی کرتے نہیں سنا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''کہ میں تمہیں عذاب شدید کے آنے سے پہلے متنبہ کر رہا ہوں کہ کفر وشرک سے باز آجاؤ، اللہ تعالیٰ کو واحد ولاشریک مان لو تو تم عرب وعجم کے مالک بن جاؤ گے ورنہ تمہیں برباد کر دیا جائے گا۔'' یہ سن کر گستاخ ابولہب اُنگلی سے اشارہ کر کے کہنے لگا، تمہیں سارا دن خرابی ہو کیا تو نے ہمیں اس لیے جمع کیا۔ حضور ﷺ خاموش رہے، لیکن اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے ایک پوری سورۃ لہب نازل فرمائی، ترجمہ ہے: ''کہ ٹوٹ جائیں ابولہب کے دونوں ہاتھ اور وہ تباہ وبرباد ہو گیا، کوئی فائدہ نہ پہنچایا اُسے اس کے مال نے اور جو اُس نے کمایا عنقریب جھونکا جائے گا، شعلوں والی آگ میں اور اُس کی جورو بھی، اُس کے گلے میں مونج کی رسی ہو گی۔'' یہ واقعہ چار سال نبوی بمطابق 614ء میں پیش آیا۔ اس کے بعد قریش نے شدت سے رَدِّعمل کا اظہار کیا۔ اُدھر مسلمانوں کی چھوٹی سی جماعت نے برسر عام دعوت اسلام کا اعلان کر دیا۔ بت پرستی کی خوب مذمت کی تو قریش کے سرداران عتبہ، شیبہ پسران ربیعہ بن عبد شمس، ابوسفیان، ابوجہل، ولید بن مغیرہ، عاص بن وائل سہمی اور اسود بن مطلب اور دیگر اہل قریش اکٹھے ہو کر آپ حضور ﷺ کے چچا حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے تیرا بھتیجا محمد (ﷺ) ہمارے بتوں کو بہت برا کہتا ہے اور ہمارے آباواجداد کو بھی گمراہ کہتا ہے اور ہمیں احمق۔ تم اس کو منع کر لو یا بیچ میں سے ہٹ جاؤ، ہم اُسے خود سمجھ لیں گے۔ حضرت ابوطالب نے سرداران قریش کو بڑی دانشمندی سے سمجھا کر اُس وقت تو واپس کر دیا۔

اس واقعہ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے خاندان عبدالمطلب کو ایک دعوت پر مدعو کیا طعام کے اختتام پر آپ ﷺ نے اپنے خاندان کے اصحاب سے فرمایا: ''میں وہ چیز لے کر آیا ہوں جو دین ودنیا کو کفیل ہے، اس بار گراں کے اُٹھانے میں میرا کون ساتھ دے گا۔'' حاضرین پر سکتا طاری ہو گیا، ایسے میں حضرت علیؓ بول اُٹھے: ''گو مجھ کو آشوب چشم ہے جبکہ میری ٹانگیں بھی پتلی ہیں اور یہ کہ میں سب میں نوعمر بھی ہوں، تاہم میں آپ ﷺ کا ساتھ دوں گا۔'' اس واقعہ کے متعلق مولانا شبلی نعمانی کے الفاظ ہیں: ''قریش کے لیے یہ ایک حیرت انگیز منظر تھا کہ وہ شخص جس کے ساتھ ایک تیرہ سال کا نوجوان ہے وہ دنیا کی قسمت کا فیصلہ کر رہے ہیں۔'' مجمع نے جب حضرت علیؓ کے الفاظ سُنے تو اُنہیں بے ساختہ ہنسی آگئی۔ لیکن آنے والے وقت نے اُس کو سچ ثابت کر دیا۔

سلسلہ تبلیغ دین حق جاری تھا کہ قریش دوبارہ حضرت ابوطالب کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ بے شک

Marfat.com

ابو طالب ہم تیری قدر کرتے ہیں، لیکن تم نے اپنے بھتیجے کو منع نہیں کیا۔ اب ہم اپنے معبودوں اور آباؤ اجداد کی توہین برداشت نہیں کر سکتے۔ تم اس کو روک لو اور اگر روک نہیں سکتے تو تم بھی اس کے ساتھ میدان میں آجاؤ تا کہ اس بات کا فیصلہ ہوجائے! یہ دھمکی دے کر سرداران قریش چلے گئے۔

حضرت ابو طالب نے اپنے پیارے بھتیجے کو بلایا اور اُن سے بات کی کہ اے میرے بھتیجے محمد (ﷺ) میری قوم نے مجھ سے کہا کہ تم اپنے بھتیجے کو روک لو ورنہ تم بھی اُس کے ساتھ میدان میں آجاؤ تا کہ اب اس بات کا فیصلہ ہوجائے۔ چچا نے مزید کہا کہ تو اپنے آپ پر رحم کر اور مجھے تکلیف نہ دے۔ چچا کے یہ الفاظ سُن کر نبی کریم ﷺ نے خیال فرمایا کہ اب میرے چچا نے مجھے چھوڑ دیا ہے۔ اور میری مدد سے عاجز آ گئے ہیں۔ چچا کی بات سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے میرے چچا! اللہ کی قسم! اگر وہ میرے دائیں ہاتھ پر سورج اور بائیں ہاتھ پر چاند رکھ دیں، تا کہ میں اُس کام کو چھوڑ دوں یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اسے غالب کردے یا میں خود اس میں ہلاک ہوجاؤں۔'' بھتیجے کا یہ جواب سن کر حضرت ابو طالب آب دیدہ ہوگئے اور کہا اے میرے بھتیجے آپ جو چاہیں کریں، میں کبھی آپ ﷺ کا ساتھ نہیں چھوڑوں گا۔ اس طرح قریش کے تمام حربے ناکام ہوئے۔ اب اُنہوں نے ایک اور آخری چال چلی وہ عمارہ بن ولید بن مغیرہ کے پاس آئے جو قریش کا نہایت قوی اور خوبصورت نوجوان تھا۔ اُس کو لے کر ابو طالب کے پاس پہنچے اور کہا کہ عمارہ کو ہم تجھے دیتے ہیں تو اُسے اپنا بیٹا بنالے اور اُس کے عوض اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کو ہمارے حوالے کردے۔ ابو طالب نے کہا: ''اللہ کی قسم! تم مجھے بری تکلیف دیتے ہو، کیا تم مجھے اپنا بیٹا دیتے ہو کہ میں اُسے پالوں اور اپنا بیٹا تمہیں دے دوں کہ تم اُسے قتل کردو۔ اللہ کی قسم! ایسا ہرگز نہ ہوگا۔'' ابو طالب کے جواب سے قریش اور بھی مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ ولید بن مغیرہ کے بارے میں قرآن مجید میں سورۃ المدثر میں ذکر آیا اللہ نے اپنی ناراضگی اور غضب کا اظہار فرمایا اُس کی احسان فراموشی اور کفران نعمت کا ذکر ہے، مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اُس کو اس حالت میں پیدا کیا کہ وہ تنہا تھا، نہ اس کے پاس مال تھا نہ دولت نہ زمین نہ باغات اور نہ ہی اس کے پاس بیٹا تھا اور نہ ہی کوئی خادم۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہم نے اُس پر احسان کیا کہ اس کو اتنا مال دے دیا جو ختم ہونے میں نہیں آتا۔ اُسے بارہ بیٹے دیئے جو کسبِ رزق سے مستثنیٰ ہیں۔ اُنہیں دور دراز ملکوں کی خاک چھاننا نہیں پڑتی، کھیتی باڑی میں سارا دن مصروف نہیں رہتے بلکہ تمام ضروریات سے بے نیاز ہو کر ہر وقت اپنے باپ کے پاس حاضر رہتے ہیں۔ سورۃ مذکور کی آیت نمبر ۱۶ کے مطابق اب اس کے لیے انعام واکرام کے دروازے بند کیے جارہے ہیں۔ عتاب وعذاب کے دروازے بھی کھولے جارہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس کے بعد اس کا کاروبار ماند پڑ گیا تجارت وزراعت کی ترقی رُک گئی اور خسارے کا چکر چلنے لگا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو دعوت اسلام کا آغاز کیے کچھ ہی عرصہ گزرا تھا کہ حج کا موسم آ گیا، اُس موقع پر عرب کے اطراف سے لوگ یہاں جمع ہوتے اور رسم ورواج کے مطابق عبادات کرتے زائرین کی آمد کے موقع پر اہل مکہ پریشان ہوئے کہ آنے والوں کو وہ نئے دین کے داعی کے متعلق کیا بتائیں گے۔ ایک اجتماع کیا گیا چونکہ ولید بن مغیرہ کو فصاحت وبلاغت میں سرداری کا مقام حاصل تھا اُس نے قریش سے مخاطب ہو کر یہ کہا، اے قریش! حج کا موسم آ گیا ہے قبائل عرب مکہ میں آئیں

Marfat.com

گے، اُنہوں نے ابوطالب کے بھتیجے کے متعلق سب کچھ سن لیا ہے۔ اس لیے اُس کے بارے میں رائے قائم کرلو، ایسا نہ ہو کہ تم ایک دوسرے کی تکذیب کرنے لگو۔ قریش نے تجویز دی کہ حج پر آنے والے قبائل سے کہا جائے کہ وہ دیوانہ ہے، شاعر ہے، جادوگر ہے۔ ولید نے گروہ قریش کی تجویز سے اختلاف کیا اور کہا کہ وہ دیوانہ نہیں، چونکہ اُس نے دیوانوں کا غیض وغضب دیکھا ہوا ہے وہ شاعر بھی نہیں کیونکہ وہ شعر گوئی کی اقسام، رجز، قریض، مقبوض اور مبسوط کے متعلق جانتا ہے۔ ولید کا یہ جواب سن کر گروہ قریش پریشان ہو گیا۔ ابو عبدالشمس بولا کہ پھر بتاؤ کہ ہم کیا کریں؟ ولید نے بڑی سوچ وبچار کے بعد جواب دیا کہ یہ بتایا جائے کہ وہ جادوگر ہے اور ایسا کلام لایا ہے جو جادو ہے، اُس کلام سے وہ باپ، بیٹے، بھائی بھائی، میاں بیوی اور خویش واقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ جب موسم حج آیا تو لوگ آنے لگے اور قریش زائرین کے راستوں میں بیٹھ گئے۔

اس کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ الحجر کی آیت نمبر ۹۰ میں بھی آیا، اُنہیں مقتسمین کہا گیا۔ یہ سولہ لوگ تھے جو ایام حج میں مختلف راستوں پر بیٹھ جایا کرتے تھے، اُن کا کام یہ تھا کہ ہر آنے والے کو نبی کریم ﷺ کے متعلق بدظن کرتے اور کہتے کہ اُس شخص کے نزدیک نہ جانا، وہ تو مجنون ہے، جادوگر ہے اور کبھی کہتے وہ شاعر ہے۔ پھر یہ مقتسمین زائرین سے کہتے کہ اگر ہماری بات پر یقین نہیں تو ولید بن مغیرہ سے پوچھ لو جو قریش کا سردار ہے۔ ایسے لوگوں میں عاص بن وائل، عتبہ، شیبہ، ابوجہل، ابوالبختری، نضر بن حارث، اُمیہ بن خلف، ابوضمع اسود بن عبد یغوث اور منبہ بن الحجاج شامل تھے۔

عرب کا جو قبیلہ آتا وہ اُسے ڈراتے کہ محمد (ﷺ) کے پاس ایسا کلام ہے، جو اس کو سنتا ہے تو وہ اُن کے تابع ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ولید بن مغیرہ کے بارے میں سورۃ مدثر کی آیات ۱۱ تا ۲۶ نازل فرمائیں ان آیات کے علاوہ بھی اور کئی آیتیں نازل ہوئیں۔ پھر سردار قوم عتبہ بن ربیعہ اور عبد شمس اور قریش میں جو گفتگو ہوئی سیرت ابن ہشام میں اُس گفتگو کو یوں بیان کیا گیا ہے:

عتبہ: اے گروہ قریش! کیا محمد (ﷺ) کے پاس جاؤں، تاکہ اُن سے کلام کروں اور چند باتیں اُن کے پیش کروں شاید اُن باتوں میں سے کسی بات کو وہ (ﷺ) پسند کر لیں۔ قریش: ہاں اے ابوالولید، آپ جائیے اور اُن سے گفتگو کریں۔ عتبہ: حضرت محمد (ﷺ) سے مخاطب ہوا، اے بھائی کے بیٹے! آپ کو معلوم ہے کہ خویش واقارب کے آپ (ﷺ) بزرگ وبرگزیدہ اور نسل میں عالی رُتبہ ہیں، آپ (ﷺ) اپنی قوم میں ایک نیا مذہب لائے ہیں، جس سے ہماری جماعت پراگندہ ہو گئی ہے۔ آپ (ﷺ) نے ہمارے داتاؤں کو نادان بتایا۔ اور ہمارے معبودوں اور ہمارے دین کو برا کہا، ہمارے آباء واجداد کو کافر بتایا۔ سنیے چند باتیں پیش کرتا ہوں، شاید اُن میں سے آپ (ﷺ) کوئی ایک بات پسند کر لیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ابوالولید بیان کر میں سنتا ہوں۔'' عتبہ: اے بھائی کے بیٹے! اس نئے مذہب سے آپ کا مقصد اگر مال ہے تو ہم آپ کے لیے اتنا مال جمع کر دیتے ہیں کہ آپ ہم سب سے زیادہ مالدار بن جائیں۔ ہم آپ کو اپنا سردار تسلیم کر لیتے ہیں اور آپ کے بغیر کوئی کام نہ کیا کریں گے۔ اگر ملک کی تمنا ہے تو ہم آپ کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیتے ہیں۔ اگر ہم اُس جن کو نہ روک سکے تو ہم آپ کا علاج کرائیں گے جو جن آپ کے پاس آتا ہے۔ عتبہ کی یہ باتیں سن کر آپ ﷺ نے سورۃ السجدہ کی آیات اوّل تا پندرہ آیت سجدہ کی تلاوت فرما کر سجدہ کیا، اس دوران عتبہ کھڑا ہو کر

Marfat.com

تلاوت سنتا رہا، ترجمہ یہ ہے:

''اس میں کچھ شک نہیں کہ اس کتاب کا نازل کیا جانا تمام جہانوں کے پروردگار کی طرف سے ہے، کیا یہ لوگ یہ کہتے ہیں کہ پیغمبر نے اُس کو از خود بنالیا ہے، (نہیں) بلکہ وہ تمہارے پروردگار کی طرف سے برحق ہے، تاکہ تم اُن لوگوں کو ہدایت کرو جن کے پاس تم سے پہلے کوئی ہدایت کرنے والا نہیں آیا، تاکہ یہ سیدھے راستے پر چلیں۔ خدا ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو جو چیزیں ان میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا۔ پھر عرش پر جا ٹھہرا، اُس کے سوا تمہارا کوئی دوست ہے نہ سفارش کرنے والا، کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہ زمین سے آسمان تک ہر کام کا انتظام کرتا ہے، پھر وہ ایک روز جس کی مقدار تمہارے مطابق ایک ہزار برس ہوگی اُس طرف (رجوع) کرے گا۔ وہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا ہے اور غالب اور رحم والا خدا ہے۔ جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا یعنی اُس کو پیدا کیا۔ اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا پھر اس کی نسل کو یعنی حقیر پانی سے پیدا کیا، پھر اُس کو درست کیا پھر اس میں اپنی طرف سے رُوح پھونکی اور تمہارے کان، آنکھیں اور دل بنایا، مگر تم بہت کم شکر ادا کرتے ہو۔ اور کہنے لگے کہ ہم زمین میں ملیامیٹ ہو جائیں گے تو کیا ازسرِ نو پیدا ہوں گے، حقیقت یہ ہے کہ یہ لوگ اپنے پروردگار کے قائل ہی نہیں، کہہ دو موت کا فرشتہ جو تم پر مقرر کیا گیا ہے تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے، پھر تم اپنے پروردگار کی طرف لوٹائے جاؤ گے۔ اور جب دیکھو گے کہ گناہ گار اپنے پروردگار کے سامنے سر جھکائے ہوں اور کہیں گے، اے پروردگار! ہم نے دیکھ لیا اور سن لیا، تو ہم کو دنیا میں واپس بھیج دے کہ نیک عمل کریں، بے شک ہم یقین کرنے والے ہیں اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔ تو اب آگ کے مزے چکھو۔ اس لیے کہ تم نے اس دن کے آنے کو بھلا رکھا تھا۔ آج ہم بھی تمہیں بھلا دیں گے۔ اور جو کام تم کرتے تھے اُن کی سزا میں ہمیشہ کے مزے چکھتے رہو، ہماری آیتوں پر تو وہی لوگ ایمان لاتے ہیں کہ جن کو نصیحت کی جاتی ہے۔ تو وہ سجدے میں گر پڑتے ہیں اور اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے ہیں اور غرور نہیں کرتے۔''

یہ آیات تلاوت فرمانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے اللہ کی بارگاہ میں سجدہ فرمایا اس دوران عتبہ اللہ کا کلام سنتا رہا، تلاوت کے اختتام پر خاموش ہو کر چلا گیا۔ پھر عتبہ نے اپنی ملاقات کا حال یوں بیان کیا، اللہ کی قسم! میں نے ایسا کلام سنا کہ اُس مثل کبھی بھی نہ سنا تھا۔ اللہ کی قسم! وہ نہ شاعر ہے نہ جادوگر اور نہ کہانت۔ اے گروہ قریش! میرا کہا مانو تو اُس کو کرنے دو، جو وہ کرتا ہے اور اس سے الگ ہو جاؤ۔ اللہ کی قسم! میں نے جو کلام اُن (ﷺ) سے سنا اُس کی بڑی عظمت اور شان ہے۔ اگر عرب اُس کو مغلوب کر لیں تو تم غیر کے ذریعے اُن (محمد ﷺ) سے بچ گئے۔ اور اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو پھر اُن (ﷺ) کا ملک تمہارا ملک ہوگا۔ اور اُن کی عزت تمہاری عزت۔ تم اُن (ﷺ) کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔ عتبہ کی زبانی قریش تک یہ باتیں پہنچیں تو قریش نے کہا کہ عتبہ تم پر بھی جادو کر دیا گیا ہے۔ بلادِ عرب میں دور دور تک حضور نبی کریم ﷺ کا ذکر سچائی اور دیانت داری کا پھیل چکا ہے۔ قریش کا رویہ روز بروز شدت اختیار کرتا جا رہا تھا، قریش

Marfat.com

نے آپ ﷺ کو بیشمار اذیتیں پہنچانا شروع کر دیں، کمینے لوگوں کو آپ ﷺ پر برانگیختہ کیا گیا۔

قریش کی ایذا رسانیاں آپ ﷺ ایک روز حرم شریف کے نزدیک نماز ادا فرما رہے تھے۔ عین اُس وقت حرم شریف میں قریش کی ایک جماعت بھی موجود تھی۔ عقبہ بن ابی معیط نے ابوجہل کی ترغیب پر ذبح شدہ اُونٹوں کے اُوجھ دورانِ نماز آپ ﷺ کے دونوں شانوں کے درمیان ڈال دیئے۔ اِس صورتحال کو دیکھ کر وہ نابکار قہقہے مارتے رہے۔ جب یہ اِطلاع بد حضرت فاطمہؓ تک پہنچی تو وہ فوراً حرم شریف میں آئیں اور آپ حضور ﷺ کی پشت مبارک سے وہ پلیدی دُور کی۔ اُس وقت نبی کریم ﷺ نے یہ دعا فرمائی: "یا اللہ تو ابوجہل بن ہشام، عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، عقبہ بن ابی معیط اور اُمیہ بن خلف کو پکڑ۔" (صحیح بخاری کتاب الجہاد، باب جیف المشرکین)

حدیث مذکور کے راوی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ میں نے اُن سب کو بدر کے میدان میں مقتول حالت میں دیکھا۔ اُمیہ بن خلف کے سوا باقی سب کو چاہِ بدر میں پھینک دیا گیا، اُمیہ فربہ تھا جب اُسے گھسیٹا گیا تو اُس کے جسم کے اعضاء ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔

ایک اور واقعہ جو سیرت ابن ہشام میں ہے کہ شیاطین مکہ خانہ کعبہ میں جمع تھے اور حضور نبی کریم ﷺ حالت سجدہ میں تھے۔ ایسے میں ابوجہل ایک بھاری پتھر اُٹھا کر لایا تاکہ حضور کے سر مبارک پر مار کر اُن کا سر کچل دیا جائے۔ جیسے ہی ابوجہل پتھر لے کر نزدیک پہنچا، پھر وہ خوف زدہ ہو کر پیچھے کی طرف بھاگا، اُس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ قریش نے پوچھا ابوالحکم! تجھے کیا ہوا؟ وہ بولا جب میں نزدیک گیا تو میں نے دروازہ کے باہر ایک اُونٹ دیکھا، اللہ کی قسم میں نے اُس اُونٹ کا سر گردن اور دانت ایسے دیکھے کہ کبھی کسی اُونٹ کے دیکھنے میں نہیں آئے۔ وہ اُونٹ مجھے کھانے لگا تھا۔

اس واقعہ کے متعلق جب حضور نبی کریم ﷺ سے صحابہؓ نے سوال کیا تو آپ حضور ﷺ نے فرمایا: "وہ جبرائیل (علیہ السلام) تھے، اگر ابوجہل نزدیک آتا تو جبرائیل اُسے پکڑ لیتے۔" (صحیح بخاری، باب مناقب ابی بکر)

اسی ضمن میں کہ کفار قریش کعبہ کے سائے میں بیٹھے ہوئے تھے، اور حضور نبی کریم ﷺ مقام ابراہیمؑ کے نزدیک نماز ادا فرما رہے تھے۔ عقبہ بن ابی معیط نے آپ ﷺ کی گردن مبارک میں اپنی چادر ڈال کر آپ ﷺ کو گھسیٹا یہاں تک کہ آپ ﷺ گھٹنوں کے بل گر پڑے۔ لوگوں کو گمان ہوا کہ آپ ﷺ کا انتقال ہو گیا، حضرت عبداللہ بن ابوقحافہ دوڑے آئے، فرمایا تمہیں حیاء نہیں آئی، تم آپ حضور ﷺ کو قتل کرنا چاہتے ہو، اس لیے کہ وہ کہتے ہیں کہ میرا پروردگار اللہ ہے۔ یہ سن کر وہ نابکار ہٹ گئے۔
(صحیح بخاری، باب مناقب ابی بکر)

کفار مکہ نے جو اذیتیں حضور نبی کریم ﷺ اور اُن کے اصحابؓ کو پہنچائیں وہ لامحدود ہیں۔ غریب مسلمان جن کا مکہ میں کوئی قبیلہ یا اُن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا، قریش نے اُن پر خاص تشدد کیا۔ کفار کی شدید ترین ایذا رسانیوں کا شکار غلام اور کنیزیں بھی ہوئیں، جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابوجہل، اُمیہ بن خلف بڑے ہی مشہور سردار تھے، وہ لوہے کو آگ پر گرم کر کے جسموں کو داغتے، سرخ آگ کے انگاروں پر ننگے جسم لٹاتے، حضرت خبابؓ کو دہکتے کوئلوں پر لٹایا گیا، ایک

Marfat.com

شخص اُن کی چھاتی پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو گیا، یہاں تک کہ کوئلے ٹھنڈے ہو گئے۔ حضرت خبابؓ نے حضرت عمر فاروقؓ کو اُن کے عہد حکومت میں اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی تو وہ برص کے داغ کی طرح سفید تھی۔ حضرت بلالؓ اُمیہ بن خلف کے غلام تھے، اُمیہ اُن کے گلے میں رسی باندھ کر سارے شہر میں گھسیٹتا اور گرم ریت پر لٹاتا۔ حضرت عمارؓ وہ چوتھے صحابیؓ تھے جو مشرف بہ اسلام ہوئے تھے۔ اُنہیں اس قدر پیٹا جاتا کہ بے ہوش ہو جاتے۔ اُن کے والدین حضرت یاسرؓ اور حضرت سمیہؓ کو اس قدر اذیتیں پہنچائیں کہ وہ دونوں شہید ہو گئے۔ اُن کی شہادت کا ذکر آگے آئے گا۔ حضرت صہیب رومیؓ نے حضرت عمارؓ کے ساتھ ہی اسلام قبول کیا تھا۔ اُنہیں اِتنا مارا جاتا کہ حواس باختہ ہو جاتے۔ حضرت ابوفکیہؓ بھی اُن مظلوموں میں شامل تھے، بہت سی کنیزوں پر ظلم کیا گیا اُن میں خاص طور بنیہؓ، نہدیہؓ، اُم جیسؓ اور زنیرہؓ شامل ہیں۔

5 سال نبوی بمطابق 615ء کے واقعات اہل عرب حبشہ کے عیسائی حکمران کو نجاشی کہتے تھے۔ وہ عدل وانصاف کے باعث مشہور تھا۔ آنحضرت ﷺ نے دیکھا کہ مسلمانوں کا مکہ میں رہنا مشکل ہو گیا ہے، اُس وقت حرم کعبہ میں کوئی شخص قرآن مجید کی وہ آیات جو اب تک نازل ہو چکی تھیں آزادی کے ساتھ نہ پڑھ سکتا تھا۔ البتہ عبداللہ بن مسعودؓ جو ابھی ابھی ایمان لائے تھے اُنہوں نے یہ فرض پورا کرنے کا ارادہ کیا۔ لوگوں نے اُنہیں منع کیا لیکن وہ نہ مانے، حرم میں گئے اور مقام ابراہیمؑ کے پاس کھڑے ہو کر تلاوت قرآن مجید شروع کر دی۔ ایسے میں کفار ہر طرف سے ٹوٹ پڑے اس کے باوجود وہ تلاوت کرتے رہے، کفار نے اُنہیں زخمی کر دیا۔

پہلی ہجرت حبشہ مسلمانوں کا ان حالات میں مکہ کی سکونت رکھنا دشوار ہو گیا تھا۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ ملک حبشہ کا بادشاہ اپنے ملک میں کسی پر ظلم ہونے نہیں دیتا، لہٰذا تم میں سے جو چاہیں حبشہ چلے جائیں۔ ماہ رجب میں گیارہ مرد اور چار عورتیں جن میں آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ بھی شامل تھیں۔ جن اصحابؓ نے حبشہ کے لیے پہلی ہجرت فرمائی اُن کے اسمائے مبارک یہ ہیں:

1......حضرت عثمانؓ بن عفان — مع اپنی زوجہ محترمہ حضرت رقیہؓ دختر رسول کریم ﷺ

2......حضرت ابوحذیفہؓ بن عتبہ — مع اپنی زوجہ حضرت سہلا بنت سہیل، عتبہ قریش کا مشہور سردار تھا، وہ انتہا پسند کافر تھا اس لیے اُن کے بیٹے کو گھر چھوڑنا پڑا

3......حضرت زبیر بن العوامؓ — وہ رسول اللہ ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔

4......حضرت مصعب بن عمیرؓ — یہ ہاشم کے پوتے تھے۔

5......حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ — ان کا تعلق قبیلہ زہرہ سے تھا، عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں، حضورؐ کے ننہالی رشتہ دار تھے۔ اُن کی زوجہ اُم کلثوم تھیں۔

6......حضرت ابوسلمہ مخزومیؓ — مع زوجہ اُم سلمیٰؓ بنت ابی اُمیہ۔ ابوسلمہؓ کے مرنے کے بعد حضور ﷺ کے عقد میں آئیں۔

7......حضرت عثمان بن مظعون جمحی ایک معروف صحابیؓ ہیں۔ جنت البقیع میں اُن کی اول قبر قائم ہوئی۔

Marfat.com

8.....حضرت عامرؓ بن ربیعہ اپنی زوجہ کے ساتھ جن کا نام حضرت لیلیٰ بنت ابی حمہ تھا۔

9.....حضرت ابو سیدہ بن ابی رُہم آنحضرت ﷺ کی پھوپھی تھیں۔

10.....حضرت سہیلؓ بن بیضار

11.....حضرت عبداللہؓ بن مسعود مشہور صحابی اور مجتہد صحابہ میں شامل ہیں۔

ہجرت کرنے والوں میں آنحضرت ﷺ کے چار نزدیکی رشتہ دار اور ایک ننہالی رشتہ دار شامل تھے۔سیرت نگاروں نے گیارہ کی بجائے بارہ کو تسلیم کیا جن میں حضور نبی کریم ﷺ کی دایہ حضرت اُم ایمن بھی شامل تھیں۔جن اصحاب نے اول ہجرت حبشہ فرمائی اُن کو محسوب کرنے سے تعداد سولہ بنتی ہے۔سیرت نگاروں نے جو تحریر فرمایا وہ زیادہ مقدم اور مستند ہے۔حُسن اتفاق کہ جب یہ قافلہ جدہ کی بندرگاہ پہنچا تو وہاں دو تجارتی جہاز مال تجارت لے کر حبشہ جانے کے لیے لنگر اُٹھانے ہی والے تھے، جہاز والوں نے اُن کو کم کرایہ پر جہاز میں سوار کر لیا۔پھر جہاز نے لنگر اُٹھا لیا ایسے میں قریش مکہ کو اُن کے جانے کی اطلاع ملی تو وہ تعاقب میں بندرگاہ تک پہنچے،لیکن اب دیر ہو چکی تھی یہ قافلہ حبشہ پہنچ گیا۔نجاشی نے اپنے ملک میں آنے والے مسلمانوں سے بہتر سلوک کیا۔مسلمان تین چار ماہ تک حبشہ میں بڑے آرام سے رہے۔قریش مکہ کو یہ بات پسند نہ تھی اُنہوں نے حبشہ سے مسلمانوں کو نکلوانے کے لیے ایک چال چلی،مکہ والوں نے کسی طرح حبشہ کے مسلمانوں کو یہ اطلاع پہنچا دی کہ اہل مکہ نے دین اسلام قبول کر لیا ہے۔یہ خبر سن کر حبشہ میں مقیم مسلمان واپس مکہ آ گئے۔

Marfat.com

6 سال نبوی بمطابق 616ء

حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا اس سال کا اہم ترین واقعہ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کا ایمان لانا تھا۔ حضرت حمزہؓ آپ ﷺ کے چچا ہونے کی وجہ سے حضور ﷺ سے بہت محبت کرتے تھے، وہ نبی کریم ﷺ سے عمر میں دو یا تین سال بڑے تھے۔ یعنی اُن کی پیدائش 568ء میں ہوئی تھی۔ مزید یہ کہ دونوں نے مائی ثوبیہ کا دودھ پیا جس کی وجہ سے وہ رضاعی بھائی بھی ہوئے۔ اُن کا بچپن ایک ساتھ گزرا لیکن ابھی تک وہ اسلام نہ لائے تھے۔ حضرت حمزہؓ کو شکار کا بہت شوق تھا۔ وہ منہ اندھیرے تیر کمان لے کے نکل جاتے اور سارا دن شکار میں مصروف رہتے۔ شام ہوتی تو واپس گھر آتے۔ سب سے پہلے حرم میں جاتے طواف کرتے، اُدھر قریش کے رؤساء بھی وہاں جا کر بیٹھا کرتے تھے۔ حضرت حمزہؓ اُن سے صاحب سلام کرتے کبھی کبھار اُن کے ساتھ بیٹھ بھی جاتے حضرت حمزہؓ کے حسن سلوک کی وجہ سے سب لوگ اُن کی عزت وتوقیر کیا کرتے تھے۔

آنحضرت ﷺ کے ساتھ مخالفین کا رویہ ناقابل برداشت حد تک پہنچ گیا، ایک دن ابوجہل نے آپ ﷺ کے ساتھ بڑی گستاخی کی تو اس صورت حال کو حضرت حمزہؓ کی ایک کنیز دیکھ رہی تھی۔ جب شام کو حضرت حمزہؓ شکار سے واپس گھر آئے تو اُس کنیز نے سارا چشم دید واقعہ حضرت حمزہؓ سے بیان کیا۔ حضرت حمزہؓ غصے میں آ گئے اُسی وقت تیر کمان لے کر حرم میں آئے ابوجہل وہاں موجود تھا۔ حضرت حمزہؓ نے بھتیجے کی محبت سے جذبات میں آ کر کہا: ''ابوجہل! میں مسلمان ہو گیا ہوں، الحمدللہ'' اور اب میں اپنے بھتیجے محمد (ﷺ) کے ساتھ ہوں۔

حضرت عمرؓ کا ایمان لانا حضرت عمرؓ کا اسلام قبول کرنا تاریخ اسلام میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے۔ وہ 584ء میں مکہ میں پیدا ہوئے اُن کی عمر 27 سال تھی مکہ اور گردونواح کے قبائل میں اُن کا رُعب، دبدبہ، جرأت اور بہادری میں کوئی مثال نہ تھی۔ وہ بڑے جذباتی اور جوشیلے تھے۔ آفتاب رسالت (ﷺ) طلوع ہو چکا تھا، حضرت عمرؓ کے گھرانے میں حضرت زیدؓ کی وجہ سے توحید کی آواز بلند ہوئی۔ چنانچہ سب سے پہلے اُن کے بیٹے سعیدؓ اسلام لائے۔ سعید کا نکاح حضرت عمرؓ کی بہن حضرت فاطمہؓ سے ہوا تھا۔ اُنہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی خاندان کے ایک اور شخص نعیمؓ بن عبداللہ نے بھی کلمہ شہادت پڑھ لیا تھا۔ خاندانِ عمرؓ کی ایک کنیز لبلبینہؓ نے بھی دائرہ اسلام میں شرکت فرما

Marfat.com

تی تھی۔ حضرت عمرؓ اُس کنیز کو بے حد مارتے جب تھک جاتے تو کہتے: ''دم لے لوں پھر ماروں گا۔'' اِن سختیوں کے باوجود وہ کسی ایک کو بھی اپنے خاندان کے لوگوں میں سے دین اسلام سے بدظن نہ کر سکے۔ حضرت نعیمؓ مکہ کے رہنے والے تھے اور آپ ہی کی قوم بنی عدی بن کعب میں سے تھے۔ یہ سب پوشیدہ طور پر دائرہ اسلام میں داخل ہوئے، حضرت خباب الارت حضرت فاطمہؓ کو قرآن پڑھانے آیا کرتے تھے۔

ایک روز حضرت عمرؓ کو اطلاع ملی کہ رسول اللہ ﷺ اور قریباً چالیس مرد و زن کوہ صفاء کے قریب ایک گھر میں جمع ہو رہے ہیں۔ تو تلوار آڑے لٹکائے ہوئے حضور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحاب کے قصد سے نکلے۔ اُن لوگوں میں حضرت عبداللہ بن ابوقحافہؓ، حضرت علیؓ، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہم موجود تھے۔ راستہ میں حضرت نعیمؓ ملے تو حضرت عمرؓ نے اللہ کی قسم کھا کر بتایا کہ میں محمد (ﷺ) اور اُن کے احباب کا فیصلہ کرنے چلا ہوں۔ حضرت نعیمؓ نے کہا کہ پہلے اپنے اہل بیت کی تو خبر لے لو، تیرا بہنوئی سعیدؓ بن زید بن عمرو بن فضیل اور تیری بہن دونوں ہی مسلمان ہو گئے ہیں۔

یہ سن کر عمرؓ اپنی بہن کے گھر پہنچے وہاں حضرت خبابؓ آپ کی بہن اور بہنوئی کو قرآن کی سورۃ طٰہٰ پڑھا رہے تھے۔ اُن کی آواز عمرؓ کے کانوں میں پڑ گئی۔ عمرؓ کے رُعب اور دبدبے کے باعث حضرت خبابؓ ایک کوٹھڑی میں جا چھپے اور فاطمہؓ نے وہ صحیفہ قرآن چھپا لیا۔ عمرؓ نے بہن اور بہنوئی سے پوچھا، یہ آواز جو میں نے سنی، کیسی تھی؟ اُنہوں نے کہا کہ تو نے کچھ نہیں سنا۔ عمرؓ نے کہا اللہ کی قسم! مجھے خبر ملی ہے کہ تم مسلمان ہو گئے ہو۔ عمرؓ نے بہنوئی کو پکڑ لیا، بہن نے چھڑانے کی ہمت کی تو اُنہیں بھی لہولہان کر دیا۔ بہن اور بہنوئی نے کہا کہ ہاں ہم سب مسلمان ہو گئے ہیں۔ اللہ اور اُس کے رسول ﷺ پر ایمان لے آئے ہیں۔ تم جو کر سکتے ہو کر لو، عمرؓ بہن کو لہولہان حالت میں دیکھ کر ندامت سے کہنے لگے، بہن! وہ کتاب تو دکھاؤ جو ابھی تم پڑھ رہے تھے۔ بہن بولیں، مجھے ڈر ہے کہ تم وہ کتاب واپس نہ دو گے۔ عمرؓ نے کہا کہ پڑھنے کے بعد وہ کتاب واپس کرنے کا عہد کرتا ہوں۔ بہن کے کہنے پر عمرؓ نے غسل کیا، سورۃ طٰہٰ کی ابتدائی آیات تلاوت کیں اور کہا: ''یہ کلام اچھا اور پیارا ہے۔'' ایسے میں حضرت خبابؓ بھی کوٹھڑی سے باہر نکل آئے اور کہنے لگے کہ میں نے کل سنا تھا کہ حضور نبی کریم ﷺ یوں دعا فرما رہے تھے۔

''یا اللہ! تو ابوالحکم بن ہشام یا عمر بن الخطاب کے ساتھ اِسلام کو تقویت دے۔''

اے عمرؓ! تو اللہ سے ڈر۔ عمرؓ نے درخواست کی کہ مجھے محمد (ﷺ) کے پاس لے چلو، تاکہ میں مسلمان ہو جاؤں۔ پھر وہ حضرت ارقمؓ کے مکان جو کوہ صفاء میں واقع تھا اور جہاں حضور نبی کریم ﷺ اپنے اصحابؓ کے ساتھ مقیم تھے وہاں پہنچے۔ حضرت عمرؓ نے دستک دی، چونکہ وہ شمشیر بکف تھے، اصحابؓ پریشان ہوئے لیکن حضرت حمزہؓ جو تین روز قبل ہی مشرف بہ اسلام ہوئے تھے، اُنہوں نے فرمایا: ''آنے دو، وہ مخلصانہ آیا ہے تو بہتر، ورنہ اُس کی ہی تلوار سے اُس کا سر قلم کر دوں گا۔''

حضرت عمرؓ نے اندر قدم رکھا تو رسول کریم ﷺ نے عمرؓ کا دامن پکڑ کر فرمایا: ''عمر! کس ارادے سے آئے ہو۔''

Marfat.com

عمرؓ جواب نہ دے سکے۔ نبوت کی پُر جلال آواز مبارک نے عمرؓ پر کپکپی طاری کردی، جب ہوش ٹھکانے آئے تو نہایت ادب واحترام کے ساتھ عرض کی "ایمان لانے کے لیے۔"

نبی کریم ﷺ بے ساختہ "اللہ اکبر" پکار اُٹھے، پھر اصحاب کرامؓ نے پر جوش اور ولولہ انگیز انداز میں "اللہ اکبر" کا نعرہ لگایا کہ مکہ کی تمام پہاڑیاں گونج اُٹھیں۔

واقعہ مذکور کے اثرات حضرت عمرؓ کے ایمان لانے پر خطہ عرب میں ہل چل مچ گئی۔ اب تک پچاس سے زائد لوگ مسلمان ہو چکے تھے۔ آپؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد اُن کے ایمان کی حالت یہ تھی کہ ایک روز حضرت عمرؓ اُونٹ پر سوار ہو کر ایک کوچے سے گزرے کہ ایک قاری نے سورۃ طور کی آیت نمبرے پڑھی جس کا ترجمہ ہے: "یقیناً آپ کے رَبّ کا عذاب ہونے والا ہے، اُس کو کوئی ٹالنے والا نہیں۔" یہ سن کر حضرت عمرؓ بے ہوش ہو گئے اور اُونٹ سے زمین پر گر پڑے۔ وہاں سے اُٹھا کر آپؓ کو گھر لایا گیا، کئی روز تک بیمار رہے، یہاں تک کہ لوگ آپؓ کی بیمار پرسی کے لیے آتے تھے۔ مسلمان مذہبی فرائض کھلے طور پر سرانجام نہ دے سکتے تھے، حضرت عمرؓ کے مشرف بہ اسلام ہونے کے بعد قریش مکہ کی شدید مخالفت کے باوجود مسلمانوں کی جماعت نے کعبہ میں نماز ادا فرمائی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمان کعبہ میں کھلے عام نماز اَدا کر رہے تھے۔ ابن ہشام نے اس واقعہ کو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی زبانی یوں بیان کیا کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو قریش سے لڑے یہاں تک کہ کعبہ میں نماز پڑھی اور اُن کے ساتھ ہم نے بھی نماز اَدا کی۔ اس واقعہ کا ذکر بخاری شریف میں یوں ہے کہ جب حضرت عمرؓ اسلام لائے تو ایک ہنگامہ برپا ہو گیا۔ اِتفاق سے عاص ابن وائل نے پوچھا کہ کیا ہنگامہ ہے؟ لوگوں نے کہا کہ عمر مرتد ہو گیا یہ سن کر عاص ابن وائل نے کہا "اچھا تو کیا ہوا میں نے عمرؓ کو پناہ دی۔" اب اسلام آہستہ آہستہ پھیلنا شروع ہوا تو رسول اللہ ﷺ اور اکابر صحابہؓ کو اُن کے قبیلوں نے اپنی حفاظت میں لے لیا۔ قریش طیش وغضب میں آ گئے پھر یہ طیش وغضب اُن پر ٹوٹا جن کا کوئی یار و مددگار نہ تھا۔ اُن مظلوموں میں غلام، کنیزیں اور کچھ غریب الوطن لوگ جو ایک دو پشت سے مکہ میں آباد ہو گئے تھے، قریش نے اُن لوگوں پر جو ظلم کیے عبرت ناک مظالم ڈھائے یہاں ایسے ہی چند اصحابؓ کا مختصر حال پیش ہے۔

حضرت بلالؓ حضرت بلالؓ مؤذن رسولؐ کے لقب سے مشہور ہیں۔ وہ حبشی النسل اور اُمیہ بن خلف کے غلام تھے، دوپہر کو جلتی بالو ریت پر لٹائے جاتے، سینے پر پتھر رکھے جاتے، گلے میں رسی باندھ کر شہر کے شریر اوباش لڑکوں کے حوالے کر دیئے جاتے۔ وہ شہر کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک گھسیٹ کر لے جاتے، کوڑے مارے جاتے، اُنہیں کوئی بھی تکلیف اپنے مقام سے نہ ہٹا سکی۔

حضرت عمارؓ حضرت عمارؓ کے والد یاسرؓ یمن کے رہنے والے تھے۔ وہ مکہ آئے تو ابوحذیفہ مخزومی نے اپنی کنیز سمیہؓ کی شادی یاسرؓ سے کر دی۔ حضرت عمارؓ اُن ہی کے بطن سے تھے۔ ان کے اسلام قبول کرنے سے پہلے صرف تین اصحابؓ نے اسلام قبول کیا تھا۔ قریش اُن پر اتنا تشدد کرتے کہ وہ بے ہوش ہو جاتے۔ اِن کے والدین کے ساتھ بھی

Marfat.com

یہی سلوک ہوتا رہا۔ مشرکین نے حضرت یاسرؓ کو اس قدر تکالیف دی تھیں کہ وہ شہید ہو گئے تھے۔

﴿حضرت صہیبؓ﴾ اِن کا خاندان موصل میں آباد تھا۔ وہ رُومی کے نام سے معروف ہیں۔ لیکن وہ رُومی نہ تھے بلکہ اُن کے والد سیستان کسریٰ کی طرف اُبلہ کے حاکم تھے۔ ایک بار رُومیوں نے اُبلہ پر حملہ کیا تو حضرت صہیبؓ کو قیدی بنا کر رُومی فوج اُنہیں روم لے گئی۔ اُن کے بچپن اور نوجوانی کے آغاز کی عمر رُوم میں ہی گزری، اور اُنہوں نے وہاں کی مقامی زُبان سیکھی۔ لیکن عربی زبان آسانی سے نہ بول سکتے تھے۔ ایک عرب نے اُنہیں خرید لیا اور مکہ لے آیا۔ یہاں اُنہیں عبداللہ بن جدعان نے خرید کر آزاد کر دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب دعوت اسلام شروع کی تو حضرات صہیبؓ اور عمارؓ دونوں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اسلام کا سبق سن کر دونوں ہی مسلمان ہو گئے۔ قریش نے اُنہیں سخت اَذیتیں پہنچائیں۔ حضرت صہیبؓ نے مدینہ ہجرت کا اِرادہ کیا تو قریش نے شرط عائد کر دی کہ اپنا تمام مال و متاع چھوڑ کر خالی ہاتھ جا سکتے ہو۔ چنانچہ اُنہوں نے نہایت خوشی سے یہ شرط قبول فرمائی۔

﴿حضرت ابوفکیہؓ﴾ وہ صفوان بن اُمیہ کے غلام تھے اور حضرت بلالؓ کے ساتھ ایمان لائے تھے۔ اُن کے ایمان لانے پر اُمیہ نے اُن کے پاؤں رسی سے باندھ دیئے پھر لوگوں سے کہا اُسے گھسیٹو راستہ میں ایک ''گریلا'' جا رہا تھا۔ اُمیہ نے اُن سے پوچھا: ''تیرا خدا یہ تو نہیں'' آپؓ نے کہا ''میرا اور تیرا ہم دونوں کا خدا ایک اللہ ہے۔'' یہ جواب سن کر اُمیہ نے آپؓ کا گلا ایسا دبایا کہ لوگ سمجھے کہ وہ فوت ہو گیا۔ ایک بار آپؓ کے سینے پر اس قدر بھاری بھر کم پتھر رکھے کہ آپؓ کی زبان باہر نکل آئی۔

﴿حضرت سمیہؓ﴾ آپؓ حضرت عمارؓ کی والدہ اور حضرت یاسرؓ کی زوجہ تھیں۔ کفار نے آپؓ کو بڑی اذیتیں دیں۔ ابو جہل نے اُنہیں ایک میدان میں لے جا کر زمین پر لٹا دیا اور اُن کی دونوں ٹانگوں کو الگ الگ رسّوں سے باندھ دیا پھر وہ رسّے دو الگ الگ اُونٹوں سے باندھ دیئے، ابو جہل نے دین اسلام ترک کرنے کی آخری مہلت دی تو حضرت سمیہؓ نے دین اسلام چھوڑنے سے انکار کر دیا۔ ایسے میں ابو جہل نے اُن کی دونوں ٹانگوں کے درمیان نیزہ مارا اور اُونٹوں کو مخالف سمت میں دوڑا دیا۔ جس کے باعث وہ شہید ہو گئیں۔ یہ منظر اُن کے بیٹے حضرت عمارؓ دیکھ رہے تھے۔ کفار کے ظلم کے باعث وہ اپنے حواس قابو نہ رکھ سکے اور نیم رضامندی کا اظہار کر دیا۔ اس کے بعد حضرت عمارؓ حضور نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ بیان کیا، آپ ﷺ نے اُنہیں حوصلہ دیا اور اُن کے والدین کے لیے جنت کی خوشخبری سنائی۔

﴿حضرت زنیرہؓ﴾ یہ خاتون حضرت عمرؓ کے گھرانے کی کنیز تھیں۔ حضرت عمرؓ ایمان لانے سے پہلے حضرت زنیرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو شدت سے زد و کوب کیا کرتے اور مارتے مارتے طاقتور شخصیت تھک جایا کرتی تو کہتے ''دم لے لوں، پھر ماروں گا۔'' لیکن حضرت زنیرہؓ کا ایمان ٹس سے مس نہ ہوا۔ ان پر ابو جہل نے بھی تشدد کیا، جس کی وجہ سے اُن کی بینائی جاتی رہی۔

﴿حضرت نہدیہؓ اور اُم عبسؓ﴾ یہ دونوں کنیزیں تھیں۔ اسلام لانے کی پاداش میں بڑی مصیبتیں

Marfat.com

برداشت کرنا پڑیں۔ اُن کے آقاؤں نے بے انتہا تکالیف دیں۔ لیکن اُن کے ایمان میں کوئی لغزش نہ آئی۔

حضرت لبینہؓ یہ حضرت عمرؓ کی کنیز تھیں جن کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ مذکورہ سب غلاموں اور کنیزوں کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھاری داموں خرید کر آزاد کر دیا تھا۔

حضرت عثمانؓ حضرت عثمانؓ کی عمر کم تھی لیکن صاحب جاہ و اعزاز تھے۔ اُن کے دین اسلام قبول کرنے پر کسی اور نے اُنہیں تکالیف نہ پہنچائیں بلکہ اُن کے چچا نے اُنہیں رسّی سے باندھ کر مارا تھا۔

حضرت زبیر بن العوامؓ مسلمان ہونے والوں میں اُن کا پانچواں مقام ہے۔ جب وہ ایمان لائے تو اُن کے چچا اُنہیں چٹائی میں لپیٹ کر اُن کی ناک میں دھواں دیا کرتے تھے، تاکہ وہ دین اسلام سے منحرف ہو جائیں۔

حضرت ابوذرؓ اسلام قبول کرنے والے اصحابؓ میں اُن کا ساتواں مقام ہے۔ اُنہوں نے کعبہ میں اسلام لانے کا اعلان کیا تو قریش نے اُنہیں بہت مارا پیٹا۔ ان کی اس قدر تذلیل کی کہ اُنہیں زمین پر بڑی حقارت سے بٹھایا گیا۔

حضرت سعید بن زیدؓ وہ حضرت عمرؓ کے چچا زاد بھائی اور بہنوئی تھے۔ اُن کے اسلام قبول کرنے پر حضرت عمرؓ نے اُنہیں رسیوں سے باندھ دیا تھا۔

یہ تمام مظالم اور سفاکانہ بے رحمیاں ایک بھی مسلمان کو دین حق سے گمراہ نہ کر سکیں اور اسلام کی روشنی بڑی سرعت سے پھیلتی گئی۔

حضرت عبداللہ بن عثمان ابوقحافہؓ کا واقعہ چھ سال نبوی میں حضرت عبداللہ بن عثمان ابوقحافہ نے حبشہ کی جانب ہجرت کا ارادہ کیا تو، ابن الدغنہ جو اُن کو ''برک الغماد'' کے مقام سے واپس لے آیا، قریش نے ابن الدغنہ کی مخالفت نہ کی لیکن قریش نے اُس سے کہا کہ ابوبکرؓ سے کہہ دو کہ وہ اپنے گھر میں رہ کر اپنے ربّ کی عبادت کرے۔ اور نماز میں چپکے چپکے جو چاہے پڑھے، مگر ہمیں اذیت نہ دے اور آواز سے قرآن نہ پڑھے۔ قریش نے کہا کہ ہمیں ڈر ہے کہ مبادا ہماری عورتوں اور بچوں پر قرآن کا اثر پڑ جائے۔ ابن الدغنہ نے قریش کی یہ شرط حضرت ابوبکرؓ کو سنادی۔ کچھ ایام حضرت ابوبکرؓ نے اس پر عمل کیا لیکن بعد ازاں آپؓ نے اپنے گھر کے نزدیک ایک مسجد بنالی، جہاں آپؓ نماز ادا کرتے اور قرآن با آواز بلند پڑھتے۔ جب آپؓ قرآن کی تلاوت فرماتے تو قریش مکہ کی خواتین اور بچے اکٹھے ہو جاتے وہ تعجب سے آپؓ کی طرف دیکھتے چونکہ آپؓ رقیق القلب تھے قرآن پڑھتے ہوئے بے اختیار رو پڑتے۔ حضرت ابوبکرؓ کی قرأت و رقت سے سرداران قریش پر خوف طاری ہو گیا۔ اُنہوں نے ابن الدغنہ کو بلا کر کہا، ابوبکرؓ نے خلاف شرط اپنے گھر کے پاس ایک مسجد بنالی ہے، جس میں وہ با آواز بلند قرآن پڑھتا ہے اور نماز اَدا کرتا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ ہماری عورتوں اور بچوں پر اس کا اثر پڑے گا۔ تم اس کو روک دو اور ہاں اگر وہ اپنے گھر کے اندر خاموشی سے عبادت کرنا چاہے تو کیا کرے۔ اور اگر وہ ایسے نہ کرے تو اس کی حفاظت کی ذمہ داری واپس لے لو۔ ہم کسی بھی صورت ابوبکرؓ کو قرأت با آواز بلند

Marfat.com

کی اجازت نہیں دے سکتے۔

قریش کی یہ بات سن کر ابن الدغنہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپؓ نے شرط کی پابندی نہیں کی لہٰذا میں آپؓ کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ میں نہیں چاہتا کہ عرب یہ سنیں کہ ایک شخص کی حفاظت کا عہد جو میں نے کیا تھا وہ توڑ دیا گیا۔ یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے جواب دیا میں تمہاری شرط کو واپس کرتا ہوں، اللہ جو چاہے گا وہ ہوگا۔
(صحیح بخاری، باب ہجرت نبیؐ)

﴿حضرت طفیلؓ بن عمرو الدوسی کے ایمان لانے کا واقعہ﴾ آپؓ ایک شاعر اور داناء انسان تھے۔ اُنہوں نے اپنے اسلام لانے کا واقعہ از خود یوں بیان کیا کہ میں مکہ میں آیا تو قریش کے لوگوں نے مجھ سے کہا کہ اے طفیل تو ہمارے شہر میں آیا ہے، یہاں ہمیں محمد (ﷺ) نے تنگ کر رکھا ہے اور ہماری جماعت کو پراگندہ کر دیا ہے۔ اُس کا قول جادوگروں جیسا ہے باپ بیٹا، بھائی بھائی، میاں بیوی میں جدائی ڈال دیتا ہے۔ تم داناء آدمی ہو کہیں اُس کے جادو میں نہ آ جانا، لہٰذا تمہارے لیے بہتر ہے کہ اُس سے کلام نہ کرنا اور نہ اُس کی کوئی بات سننا۔ ایک روز جب میں کعبہ کی طرف جا رہا تھا تو آپ ﷺ کی آواز میرے کانوں میں پڑ نہ جائے تو میں نے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی۔ پھر ایک صبح رسول اللہ ﷺ کعبہ میں نماز ادا فرما رہے تھے۔ میں آپ ﷺ کے قریب کھڑا ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کا کلام مجھے سنا دیا۔ میں نے ایک عمدہ کلام سنا، اس لیے میں وہاں ٹھہرا رہا۔ آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے اپنے دولت خانہ کی طرف چلے، میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے ہو لیا۔ گھر کے دروازہ پر پہنچے تو میں نے عرض کی اے محمد (ﷺ) آپ کی قوم نے مجھے آپؐ سے ڈرایا ہے، اللہ کی قسم میں نے اُس خوف سے اپنے کانوں میں روئی ٹھونس لی تا کہ آپ ﷺ کا قول (کلام) نہ سنوں، مگر اللہ تعالیٰ نے سنا ہی دیا۔ ایک اچھا قول سنا، پھر میں نے التجا کی کہ آپ ﷺ اپنا دین مجھ پر پیش کریں۔ آپ ﷺ نے اسلام پیش کیا اور مجھے قرآن پڑھ کر سنایا۔ اللہ کی قسم میں نے کبھی اس کی نسبت نہ کوئی اچھا قول اور نہ کوئی راست اَمر سنا، پس میں مسلمان ہو گیا۔

﴿دوسری ہجرت حبشہ 616ء﴾ حضرت حمزہؓ اور حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے بعد قریش مکہ نے مسلمانوں کے گرد دائرہ تنگ کرنا شروع کر دیا۔ مسلمانوں کو کثرت سے اذیتیں دینے لگے، حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حبشہ کی جانب ہجرت کا حکم فرمایا۔ اس ہجرت میں 83 مرد اور 18 عورتیں شامل تھیں۔ اُن میں حضرت ابوبکرؓ شامل نہ تھے۔ تاہم اُنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے اِستدعا کی کہ انہیں حبشہ قافلہ کے ساتھ جانے کی اجازت مرحمت فرمائی جاوے، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا "انتظار کرو۔"

مسلمانوں کی ہجرت حبشہ کی اِطلاع اشراف مکہ تک پہنچی تو اُنہوں نے سفیروں کی ایک جماعت زیر سربراہی عمرو بن العاص تیار کی اُس کے ساتھ عبداللہ بن اُبی کو حاکم حبشہ کی خدمت میں تحفے تحائف دے کر روانہ کیا۔ یہ لوگ حبشہ پہنچے تو سب سے پہلے نجاشی کے دربار کے ایک اعلیٰ اہلکار بطارقہ سے ملے اور تحائف پیش کیے۔ قریش نے اہلکار کو بتایا کہ ہمارے چند نوجوانوں نے ایک نیا دین اختیار کر لیا ہے جو بت پرستی اور نصرانیت سے بالکل مختلف ہے۔ وہ مکہ سے بھاگ آئے ہیں

Marfat.com

اور آپ کے علاقہ میں پناہ گزین ہو گئے ہیں۔ ہم بادشاہ سے مل کر درخواست پیش کرنا چاہتے ہیں کہ اُن لوگوں کو ہمارے حوالہ کر دیا جائے۔ بطارقہ نے مکہ سے آنے والے سفیروں کی مدد کی اور حبشہ کے بادشاہ نجاشی کی خدمت میں وفد کو پیش کر دیا۔ عمرو بن العاص نے مکہ سے آنے والے لوگوں کا قصہ بیان کیا، بادشاہ نے جس کا عدل مشہور تھا اُس نے مکہ کے مسلمانوں کو طلب کیا اور ترک سکونت کی وجوہات دریافت کیں۔ وضاحت کے لیے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب نے یوں تقریر کی: ''شاہا! ہم لوگ ایک جاہل قوم تھے، بتوں کی پوجا کرتے تھے اور مردار کھاتے، بدکاریاں کرتے، اپنوں سے دشمنی رکھتے، پڑوسیوں سے برا سلوک کرتے، قوی لوگ کمزور کو کھا جاتے۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے ہم ہی میں سے ایک رسول ہماری طرف بھیجا، جس کے نسب، صدق و امانت اور پرہیز گاری سے ہم لوگ پہلے سے واقف تھے۔ اُس نے ہمیں یہ دعوت دی کہ خدا کو ایک جانو، اُسی کی عبادت کرو اور کسی کو اُس کا شریک نہ ٹھہراؤ، بتوں کی پوجا ترک کر دو جو ہمارے آباؤ اجداد کیا کرتے تھے، سچ بولیں، امانت میں خیانت نہ کریں، سب سے حسن سلوک سے پیش آئیں، ہمسائیہ سے اچھا سلوک کریں اور روزے رکھیں۔ ان وجوہات کی بناء پر ہم اُن پر ایمان لائے، پھر ہم نے اللہ کی عبادت کرنا شروع کر دی اور بت پرستی ترک کر دی۔ حرام کو حرام اور حلال کو حلال جاننے لگے، ان اسباب کی بناء پر ہماری قوم ہم پر ٹوٹ پڑی، ہمیں اذیتیں دے کر مجبور کرنے لگی کہ اللہ واحد کی عبادت چھوڑ کر بتوں کی پوجا کرو، ہم پر قہر و ظلم کیا گیا، قریش مکہ کے ظلم و ستم سے بچنے کے لیے ہم آپ کے ملک اور آپ کی پناہ میں آ گئے۔''

یہ تقریر سن کر نجاشی نے کہا: ''تمہارے پیغمبر پر جو کلام اُترا ہے اُس میں سے کچھ سناؤ، تو حضرت جعفرؓ نے سورۃ مریم کی آیات ۱۶ تا ۳۶ تلاوت کیں تو نجاشی سن کر اتنا رویا کہ اُس کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اُس کے ساتھ سب درباری رو پڑے۔ نجاشی نے کہا کہ انجیل اور یہ کلام دونوں ایک ہی چراغ کی شعائیں ہیں۔ اس کے بعد نجاشی نے سفیروں کو جانے کا حکم دیا۔ دوسرے دن عمرو بن العاص پھر دربار میں حاضر ہو گیا اور بادشاہ سے کہا کہ یہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق برا عقیدہ رکھتے ہیں۔ نجاشی نے مسلمانوں کو پھر طلب کیا، وہ حاضر ہو گئے، نجاشی نے مسلمانوں سے پوچھا کہ حضرت عیسیٰؑ کی نسبت سے وہ کیا عقیدہ رکھتے ہیں۔ تو حضرت جعفرؓ نے کہا کہ جیسا کہ ہمارے پیغمبر نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے بندے اور پیغمبر ہیں اور رُوح اللہ اور کلمۃ اللہ ہیں۔ یہ سن کر نجاشی نے کہا، واللہ! جو تم نے کہا حضرت عیسیٰؑ اُس سے نہ کم ہیں اور نہ زیادہ، یہ الفاظ سن کر بطارقہ اور درباری اور حاضرین کے نتھنوں سے خرخراہٹ کی آوازیں آنے لگیں، مگر نجاشی نے کوئی پرواہ نہ کی اور یہ سفارتی وفد مکمل طور پر ناکام ہو کر مکہ واپس آ گیا۔

﴿شعب ابی طالب﴾ شعب کے معنی شگاف ہیں یعنی پہاڑوں میں درّہ یا گھاٹی کو کہتے ہیں۔ یہاں جس گھاٹی کا ذکر ہو رہا ہے وہ گھاٹی عبدالمناف بن عبدالمطلب کی ملکیتی تھی۔ جہاں اتنے لوگوں کے لیے ٹھہرنا انتہائی ناممکن تھا۔ شعب کے گرد و نواح میں سنگلاخ چٹانوں اور برہنہ ٹیلوں کا سامنا تھا۔ آنے والوں کے ساتھ کھانے پینے کا معمولی سامان تھا۔ پھر یہ گھاٹی ایسے مقام پر تھی جہاں سے کبھی کسی قافلہ کا گزر بھی نہ ہوتا تھا۔

Marfat.com

حضرت ابوطالب کو جب یہ خبر ہوئی کہ کفار مکہ کی تمام تدابیر ناکام ہوچکیں ہیں اور اب اُنہوں نے متفقہ طور پر ایک سازش تیار کی کہ محمد (ﷺ) کو نعوذ باللہ قتل کر دیا جائے۔ تو حضرت ابوطالب نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کو جمع کیا اور حضرت محمد ﷺ کی حفاظت کا فیصلہ کیا کہ اُنہیں اپنے درّہ میں لے چلو۔ چنانچہ اس فیصلہ پر بنو ہاشم اور بنو مطلب نے مکمل طور پر عمل کیا، جبکہ ابولہب نے اختلاف کیا۔

اُدھر قریش نے محصب کے مقام پر جو مکہ اور منیٰ کے درمیان ہے وہاں جمع ہو کر یہ عہد کیا کہ ہاشم اور مطلب کی اولاد کے ساتھ لین دین اور دیگر تمام معاملات موقوف کر دیئے جائیں۔ یہ معاہدہ ایک قسم کا معاشی مقاطع تھا۔ اس عہد کو باقاعدہ بمنزلہ بیان حلفی قرار دیتے ہوئے تحریر کیا۔ پھر اس تحریر کو کعبۃ اللہ کی چھت میں لٹکا دیا گیا۔ بعد میں اس معاہدہ کی حفاظت کی غرض سے اس دستاویز کو ابولہب کی خالہ کی تحویل میں دے دیا گیا۔ اس معاہدہ پر ابولہب نے بھی دستخط کیے تھے اور دیگر تمام مخالف سرداران قریش نے بھی دستخط ثبت کیے۔ اس معاہدہ کی چند شرائط یہ تھیں:

1...... کوئی شہری مسلمان مرد و زن سے گفتگو نہ کرے۔

2...... مکہ کا کوئی شخص کسی مسلمان سے ہاتھ نہ ملائے۔ اگر ایسا کیا تو وہ پلید ہو جائے گا۔

3...... مسلمانوں سے خرید و فروخت کی کڑی پابندی کی جائے۔

4...... مسلمانوں سے رشتہ داری نہ کی جائے۔

5...... کسی مسلمان کا قرض مکہ والے واپس نہ کریں۔

6...... ان احکامات کے علاوہ بھی دیگر ہر قسم کی پابندی پر عمل کیا جائے، حتیٰ کہ محمد (ﷺ) اپنے دین سے واپس نہ آ جائیں۔

7...... دیہات سے مکہ میں آنے والے غلے کو وہ خود خرید لیتے اور مسلمانوں تک غلہ نہ جانے دیتے اگر کوئی صلہ رحم اپنے مسلمان رشتہ دار کو اناج یا دیگر اشیائے ضرورت بھیجتا تو اس کے لیے باعث رکاوٹ بن جاتے۔ اس وجہ سے مسلمانوں کو خوراک کی عدم دستیابی کے باعث درختوں کے پتے کھا کر گزر کرنا پڑی۔

مسلمانوں نے اس تنگ گھاٹی میں تین سال کا عرصہ 617ء تا 620ء کے آخری مہینوں تک کسمپرسی کی حالت میں گزارے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰ مکہ کی ایک مالدار تجارت پیشہ خاتون تھیں، اُن کا بھتیجا خدیمہ اپنی پھوپھی کے لیے اشیائے ضرورت لے کر گھاٹی کی طرف آنے لگے تو مکہ والوں نے اُنہیں پکڑ لیا اور شدید زدوکوب کیا جس کی وجہ سے وہ موت اور زندگی کی کشمکش میں تین دن تک مبتلا رہے اور پھر وفات پا گئے۔ حضرت محمد ﷺ کا تین سال تک گھاٹی کا قیام ایک کڑی آزمائش تھی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو باحسن خوبی کامیابی عطا فرمائی۔ بھوک اور رنج والم آپ ﷺ کے ارادے کو متزلزل نہ کر سکے۔ اس دوران حضرت خدیجہؓ بھوک، پیاس، جگہ کی تنگی اور دیگر مشکلات کے باعث بیمار پڑ گئیں۔

ان حالات میں تکالیف کا دور اپنے عروج پر تھا کہ آخر ایک وقت ایسا آیا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک ﷺ کو خبر دی کہ اس معاہدے کو جو قریش مکہ نے بنی ہاشم اور بنی مطلب کی اولاد کے خلاف تحریر کیا تھا، اُس کو دیمک نے اس

Marfat.com

طرح چاٹ لیا ہے کہ اللہ کے نام کے سوا اس پر کچھ باقی نہیں رہا۔ حضور ﷺ نے یہ خبر اپنے چچا حضرت ابو طالب کو دی، تو وہ یہ سن کر قریش مکہ کے پاس گئے اور اُن سے کہا: ''اے گروہ قریش! میرے بھتیجے نے اس طرح خبر دی ہے کہ تم اپنا معاہدہ لاؤ اگر یہ خبر صحیح نکلی تو تم قطع رحمی سے باز آؤ اور اگر غلط نکلی تو میں اپنے بھتیجے کو تمہارے حوالے کر دوں گا۔'' قریش اس پر رضامند ہو گئے، جب معاہدہ کو دیکھا گیا تو ویسا ہی پایا جیسا کہ خبر دی گئی تھی۔ اُس وقت پانچ شخص ہشام بن عمرو، زہیر بن ابی اُمیہ مخزومی، معطم بن عدی، ابوالبختری بن ہشام، زمعہ بن اسود بن مطلب کچھ سوچ وبچار کے بعد اس معاہدہ کے چاک کرنے پر متفق ہو گئے۔ آخر کار ابوالبختری نے اس معاہدہ کو چاک کر دیا۔ باقی سب بجائے رُوبراہ ہونے کے مزید ایذا رسانی کے درپے ہو گئے۔ اس معاہدے کی منسوخی کا اصل محرک قبیلہ بنو عامر بن لوئی کا ایک شخص ہشام بن عمرو تھا۔ وہ شب کی تاریکی میں گھاٹی میں غلہ پہنچایا کرتا تھا۔ وہ زہیر بن ابی اُمیہ مخزومی سے ملا، زہیر کی ماں عاتکہ عبدالمطلب کی صاحبزادی اور حضرت ابو طالب کی بہن تھیں۔ اس طرح شعب ابی طالب کا قصہ اختتام پذیر ہوا۔

حضرت ابو طالب اور حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی وفات حضرت ابو طالب کافی بوڑھے ہو چکے تھے۔ گھاٹی کے تین سالہ مصائب و آلام نے اُنہیں کافی نحیف کر دیا تھا۔ صحت جواب دے گئی تھی۔ آٹھ رمضان المبارک 10 سال نبوی بمطابق 620ء میں وفات پائی۔ وہ 540ء میں مکہ میں پیدا ہوئے، اُنہوں نے ۸۰ سال عمر پائی تھی۔

صحیح بخاری میں حضرت مسیبؓ سے مروی ہے کہ جب حضرت ابو طالب کی وفات کا وقت آیا تو نبی کریم ﷺ اُن کے پاس تشریف لے گئے وہاں ابو جہل بھی موجود تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''چچا جان! آپ لا الہ الا اللہ کہہ دیجئے، بس ایک کلمہ جس کے ذریعے میں اللہ کے پاس آپ کے لیے محبت پیش کر سکوں گا۔'' ابو جہل اور عبداللہ بن اُمیہ نے کہا کیا ابو طالب عبدالمطلب کی ملت سے رُخ پھیر لو گے۔؟ پھر یہ دونوں اُن سے بات چیت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جو آخری بات ابو طالب نے لوگوں سے کہی یہ تھی کہ ''عبدالمطلب کی ملت پر''

حضور نبی ﷺ نے فرمایا: ''میں جب تک آپ سے رُوک نہ دیا جاؤں، آپ کے لیے دُعائے مغفرت کرتا رہوں گا۔''

حضرت خدیجہؓ گھاٹی میں محصوری کے دوران ہی بیمار پڑ گئیں تھیں، جب رہائی ملی تو چھ ماہ بعد رمضان المبارک کے مہینے کی گیارہ تاریخ کو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے وفات پائی۔ بعض مؤرخین نے آپؓ کی وفات شعب ابی طالب میں 619ء میں ہونا بیان کی ہے۔ اس کی تصدیق میں اُنہوں نے لکھا کہ اُس وقت مسلمانوں کے پاس کفن بھی نہ تھا۔ لہٰذا وقت کی ایک مالدار تاجرہ کو ''صوقعہ'' میں لپیٹ کر سپردِ خاک کر دیا گیا۔ اُن کی نماز جنازہ بھی نہ ہوئی کیونکہ احکام نماز جنازہ کا نزول ابھی تک نہ ہوا تھا۔

سیرت ابن ہشام میں لکھا ہے کہ آپ ﷺ کے چچا اور رفیقۂ حیات کی وفات کے بعد قریش مکہ نے ایذا رسانیوں کا سلسلہ پھر تیز کر دیا۔ کیونکہ اب کفار کو کسی کا لحاظ نہ تھا۔ اُنہوں نے نہایت بے باکی سے آپ ﷺ کو تنگ کرنا شروع کر دیا۔ ان کے

Marfat.com

مظالم حد سے تجاوز کر گئے۔ اسلام کا یہ سخت ترین زمانہ تھا۔ آپ ﷺ نے اس سال 10 سن نبوی کو "عام الحزن" غم کا سال قرار دیا۔ اسی سیرت میں ہے کہ ایک روز ایک نابکار نے راہ میں آپ ﷺ کے سر مبارک پر خاک ڈال دی تو آپ ﷺ اُسی حالت میں گھر تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کی صاحبزادی نے یہ حالت دیکھی تو پانی لے کر سر مبارک دھونے لگیں اور روتی رہیں۔ یہ دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا! جان پدر، رو نہیں اللہ تیرے باپ کو بچا لے گا۔"

﴿سفر طائف 10 سال نبوی ﴾ عرب کے چند مشہور و معروف شہروں میں ایک شہر جو مکہ کے جنوب میں واقع ہے وہ طائف ہے۔ ازمنہ قدیم میں مکہ سے طائف جانے کے لیے بذریعہ اُونٹ دو دن لگتے تھے۔ جبکہ خچر ایک دن میں پہنچا دیتا تھا۔ یہ شہر سطح سمندر سے 1800 فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔ یہاں پانی وافر مقدار میں موجود ہے۔ بارشیں بھی ہوتی ہیں۔ اسی وجہ سے شہر اِنتہائی سرسبز وشاداب ہے۔ پہلے زمانے میں بھی مکہ کے دولت مندوں کے باغات اور تفریح گاہیں یہاں ہی ہوا کرتی تھیں۔ طائف کے لوگ مالدار تھے۔ اُن کا پیشہ سود خوری تھا۔ غلام رکھنے کا رواج عام تھا۔ یہاں گندم کی پیداوار بھی ہوتی تھی۔ اسی لیے یہ لوگ گندم کی روٹی کھایا کرتے تھے، جبکہ دوسرے علاقوں کے عرب اس نعمت سے محروم تھے۔

حارث بن کندہ معروف طبیب تھا، جو اسی شہر کا رہنے والا تھا۔ وہ طب ایرانی کا ماہر تھا۔ ایک اور شخص عمرو بن اُمیہ جو علم نجوم کو عملی طور پر جانتا تھا اور ستاروں کی حرکات سے بھی واقفیت رکھتا تھا وہ بھی طائف ہی کا رہنے والا تھا۔ زبانِ عربی میں طائف کے لغوی معنی "دیوار" یا "حصار" کے ہیں۔ کہتے ہیں کہ شہر طائف کے ایک باشندے نے اُس دور کے شاہ ایران کے لیے ایک بڑی اہم خدمت سرانجام دی تھی، بادشاہ نے اُس خدمت کے صلے میں اُس شخص کی اِستدعا پر کہ اُسے تجربہ کار معماروں کی ایک جماعت دی جائے تاکہ وہ اپنے شہر کے گرد دیوار تعمیر کروا سکے اور حملہ آوروں سے محفوظ ہو جائیں۔ اس شہر کا پرانا نام "ہاج" متروک ہو گیا تھا اور نیا نام طائف رکھا گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو مکہ کے کفار نے اِنتہائی تنگ کر دیا تھا۔ نبوت کی صدائے حق دس گیارہ برس کی مسلسل جدوجہد بھی مکہ کے شقی القلب لوگوں کو متاثر نہ کر سکی تو سرور دو عالم ﷺ نے مناسب سمجھا کہ پیغام حق کو دوسرے لوگوں کے گوش گزار کیا جائے۔ چنانچہ آپ ﷺ زید بن حارثؓ کو لے کر طائف روانہ ہوئے۔ یہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے اشراف ثقیف یعنی عبدیا ئیل، مسعود اور خبیب پسران عمرو بن عمیر ثقفی کو دعوتِ اسلام دی تو اُنہوں نے اس کا بری طرح جواب دیا۔ "ایک بولا اگر تجھے خدا نے نبیؐ بنایا ہے تو وہ کعبہ کا پردہ چاک کر رہا ہے۔ دوسرے نے کہا کیا خدا کو پیغمبری کے لیے تیرے سوا کوئی اور نہ ملا۔ تیسرے نے کہا میں ہرگز تجھ سے کلام نہیں کر سکتا، اگر تو پیغمبری کے دعویٰ میں سچا ہے تو تجھ سے گفتگو کرنا خلاف اَدب ہے۔ اگر تو جھوٹا ہے تو قابل خطاب نہیں۔"

آپ ﷺ نے طائف میں دس روز قیام فرمایا۔ لیکن ایک شخص نے بھی آپ ﷺ کی بات پر کان نہ دھرا، واپسی کا اِرادہ فرمایا تو اوباشوں نے پتھراؤ کیا، سیٹیاں بجائیں اور ناشائستہ الفاظ شان مبارک میں استعمال کیے۔ جسم اطہر سے اتنا

Marfat.com

خون نکلا کہ دونوں جوتے خون میں تر بہ تر ہو گئے۔ زید بن حارثہؓ بھی زخمی ہوا۔ طائف سے باہر تین میل کے فاصلہ پر ایک باغ میں پناہ لی دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر ایک انگور کی بیل کے سائے میں بیٹھ گئے۔ جب کچھ اطمینان ہوا تو دعا فرمائی: ''بار الہٰا! میں تجھ سے اپنی کمزوری و بے بسی اور لوگوں کے نزدیک اپنی بے قدری کا شکوہ کرتا ہوں یا ارحم الراحمین تو کمزوروں کا ربّ ہے اور تو ہی میرا بھی ربّ ہے۔ تو مجھے کس کے حوالے کر رہا ہے، کیا کسی بیگانے کے، جو میرے ساتھ تندی سے پیش آئے یا کسی دشمن کے جس کو تو نے میرے معاملے کا مالک بنا دیا ہے۔ اگر مجھ پر تیرا غضب نہیں ہے تو مجھے کوئی پرواہ نہیں، لیکن تیری عافیت میرے لیے زیادہ کشادہ ہے، میں تیرے چہرے کے اُس نور کی پناہ چاہتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہو گئیں اور جس پر دنیا اور آخرت کے معاملات درست ہوئے، کہ تو مجھ پر اپنا غضب نازل کرے یا تیرا عذاب مجھ پر وارد ہو، تیری ہی رضا مطلوب ہے۔ یہاں تک کہ تو خوش ہو جائے۔ اور تیرے بغیر کوئی زور اور طاقت نہیں۔''

یہ باغ عتبہ اور شیبہ ابنائے ربیعہ کا تھا۔ اُن کے عیسائی غلام کا نام عداس تھا۔ جو نینوا کا باشندہ تھا۔ مالکان باغ نے اپنے نصرانی غلام سے کہا کہ انگور کا ایک خوشہ تھال میں رکھ کر اُن کے پاس لے جا اور کہہ دے کہ کھائیں، آپ ﷺ نے بسم اللہ کہہ کر انگور کھائے۔ عداس غلام متعجب ہو کر کہنے لگا کہ ان شہروں میں لوگ ایسا نہیں کہتے۔ آپ ﷺ نے اُس سے پوچھا کہ تو کہاں کا رہنے والا ہے؟ اُس نے کہا نینوا کا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ نیک بندے ''یونسؑ بن متی'' کا شہر ہے۔ پھر اُس نے آپ ﷺ سے یونسؑ کا حال پوچھا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ بھی میری طرح پیغمبر تھے۔ یہ سن کر عداس آپ ﷺ کے دست و پا چومنے لگا اور اسلام لایا۔

ابن سعد نے واقدی سے روایت نقل کی ہے کہ طائف سے حضور ﷺ نخلہ پہنچے یہاں قیام کے دوران نماز عشاء میں قرآن مجید پڑھ رہے تھے کہ شہر نصیبین کے جن حاضر ہوئے وہ قرآن سن کر ایمان لے آئے۔ نخلہ میں چند روز قیام رہا پھر آپ ﷺ نے واپس مکہ جانے کا ارادہ ظاہر فرمایا۔ حضرت زید بن حارثہؓ نے عرض کی کہ آپ ﷺ وہاں کیسے داخل ہوں گے، جبکہ قریش مکہ تو آپ ﷺ کو وہاں سے نکال چکے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا اے زیدؓ! جو حالت تم دیکھ رہے ہو اُس سے نکلنے کے لیے اللہ تعالیٰ کوئی راستہ پیدا کر دے گا۔ وہ اپنے دین کا خود حامی و ناصر ہے۔ وہ اپنے نبیؐ کو غالب کرنے والا ہے۔ آپ ﷺ نے ابن اُریقط کو اخنس بن شریق کے پاس بھیجا تاکہ وہ آپ ﷺ کی حفاظت کرے۔ اخنس نے جواب میں کہا کہ میں تو قریش کا حلیف ہوں اور حلیف قریش کے اصل قبیلوں کے مقابلے میں اُن کے مخالف کی حفاظت نہیں کر سکتا۔ پھر آپ ﷺ نے ابن اُریقط کو سہیل بن عمرو کے پاس بھیجا، اُس نے کہا بنی عامر اوسی کے لوگ بنی کعب کے مقابلہ میں کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کو مطعم بن عدی کے پاس بھیجا، وہ بنی عبد مناف کی شاخ بنو نوفل میں سے تھا۔ اُس نے آپ ﷺ کی حفاظت کا ذمہ لے لیا۔ آپ ﷺ نے مطعم کے پاس قیام کیا، صبح ہوئی تو مطعم اور اس کے بیٹوں نے ہتھیار لگائے اور آپ ﷺ سے کہا کہ مکہ چلیں۔ مکہ پہنچ کر مطعم اور اس کے بیٹوں کی حفاظت میں آپ ﷺ نے طواف فرمایا اس کے بعد وہ اپنی حفاظت میں آپ ﷺ کو گھر تک بحفاظت چھوڑ گئے۔

Marfat.com

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہجرت کے بعد آپ حضور ﷺ سے عرض کیا کہ آپ ﷺ پر کوئی ایسا دن آیا جو اُحد کے دن سے سخت ہو، تو آپ حضور ﷺ نے فرمایا: "اُن میں سب سے سخت دن عتبہ کا تھا جب میں نے اپنے آپ کو عبد یا ئیل پر پیش کیا، اُس نے دعوت اسلام قبول نہ کی، پس میں غم کی حالت میں گردن جھکائے چلا، مجھے ہوش نہ آیا مگر قرن الثعالب میں سر اُٹھایا تو دیکھا کہ ایک بادل نے مجھ پر سایہ کیا ہوا ہے۔ نظر اُٹھائی تو بادل میں حضرت جبرائیل علیہ السلام دکھائی دیئے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مجھے آواز دی اور کہا "بے شک اللہ نے آپ ﷺ کی قوم کا قول سن لیا۔ اور جواب بھی سن لیا۔ آپ ﷺ کی طرف پہاڑوں کا فرشتہ بھیجا گیا، تا کہ آپ ﷺ اُسے حکم دیں جو کچھ آپ ﷺ اپنی قوم سے چاہتے ہیں۔" حضور ﷺ نے فرمایا کہ: "پھر مجھے پہاڑوں کے فرشتے نے آواز دی اور سلام کے بعد کہا، اے محمد (ﷺ) اللہ نے آپ کی قوم کا قول سن لیا، میں پہاڑوں کا فرشتہ ہوں، مجھے آپ ﷺ کی طرف بھیجا ہے، تا کہ آپ جو چاہیں حکم دیں۔ اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں اخشبین (طائف اور مکہ کے پہاڑ) اُن پر اُلٹ دوں، تو اُلٹ دیتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا، نہیں۔ بلکہ میں اُمید کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اُن کی پشتوں سے ایسے بندے پیدا کر دے گا جو صرف اللہ کی عبادت کریں گے اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔ اخشبین دو پہاڑوں کے نام ہیں جن کے درمیان مکہ مشرفہ اور طائف واقع ہیں۔ ان پہاڑوں کے نام ابو قبیس اور قعیقان ہیں۔

حضرت عائشہؓ بنت ابو بکرؓ سے نکاح نبی کریم ﷺ نے خولہ بنت حکیم کو اُم رومان والدہ عائشہ صدیقہؓ کے پاس بھیجا، خولہ نے حسب خواہش حضور نبی کریم ﷺ کا پیغام سنایا۔ اُم رومان نے تو رضا مندی کا اظہار کر دیا مگر جب ابو بکرؓ گھر آئے تو اُنہیں بتایا گیا۔ آپؓ نے کچھ تردّد کے بعد خولہ کے ہاتھ کہلا بھیجا کہ نکاح کے لیے تشریف لائیں۔ تاریخ مقررہ ماہ شوال ۱۰ سن نبویؐ بمطابق 620ء میں آنحضرت ﷺ کا نکاح حضرت عائشہ صدیقہؓ سے ہو گیا۔ تفصیل ازواج مطہراتؓ میں آئے گی۔

Marfat.com

11 سال نبویؐ کے واقعات

آنحضرت ﷺ حسب عادت ہر سال موسم حج کے موقع پر تمام قبائل مکہ کو جو نواح مکہ میں موجود ہوتے تھے دعوت اسلام دیا کرتے۔ اس مقصد کے حصول کے لیے آپ ﷺ اُن کے میلوں میں بھی تشریف لے جایا کرتے۔ اُن میلوں میں سے چند کا ذکر حدیث شریف میں ہے۔ اِن میلوں میں سب سے بڑا میلہ ''عکاظ'' نام کا تھا۔ جو نخلہ اور طائف کے درمیان دس میل کے فاصلہ پر منعقد ہوا کرتا تھا۔ ملک عرب میں تجارت کی یہ سب سے بڑی منڈی اور شعراء کا مقام دنگل تھا۔ یہ میلہ ہر سال یکم ذیقعد سے ۲۰ ذیقعد تک ہوا کرتا تھا۔ دوسرا بڑا میلہ ''مجنہ'' کا تھا۔ جو مرالظہران کے متصل مکہ سے چند ہی میل کے فاصلے پر ہوا کرتا تھا۔ یہ میلہ آخر ذیقعد تک لگا رہتا۔ تیسرا میلہ ''ذوالمجاز'' کا تھا جو عرفہ کے متصل تھا۔ یہ میلہ ذوالحجہ کی پہلی تاریخ سے آٹھ تاریخ تک لگایا جاتا تھا، اس کے بعد لوگ حج ادا کرتے۔ آنحضرت ﷺ لوگوں کے ڈیروں پر تشریف لے جاتے اور تبلیغ اسلام فرمایا کرتے، مگر کوئی آپ ﷺ کی نصرت کا دم نہ بھرتا۔ جن قبائل کے پاس آپ ﷺ بغرض تبلیغ اسلام تشریف لے گئے اُن میں بنو عامر، محارب، فزارہ، غسان، مرہ، حنیفہ، سلیم، عبس، بنو نضر، کندہ، کلب، حارث بن کعب، عندہ اور حضارمہ وغیرہ شامل تھے۔ اِن قبائل کو دعوتِ اسلام دی گئی مگر کوئی بھی ایمان نہ لایا۔ یہاں یہ امر خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ ﷺ جس قبیلے کے پاس تبلیغ کی غرض سے تشریف لے جاتے تو ابولہب لعین ہر جگہ ساتھ جاتا۔ جب آپ ﷺ کہیں تبلیغ فرماتے تو وہ ساتھ ہی کہتا کہ اُس (ﷺ) کا کہنا نہ ماننا یہ دروغ گو دین سے پھرا ہوا ہے۔

بیعت عقبیٰ اُولیٰ مکہ اور منیٰ کے درمیان ایک گھاٹی ہے۔ قدیم زمانے میں اُس کو ابلیس اور دیگر شیطانی اَرواح کی گزرگاہ تصور کیا جاتا تھا۔ رَوایت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے فرزند حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی راہ میں قربان کرنا چاہا تو ''عقبیٰ'' کے مقام پر شیطان نے آپؑ سے ملاقات کی اور ان کے ارادے کو متزلزل کرنے کی کوشش کی تو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو بھگانے کے لیے اُس کی طرف پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔ اس لیے حجاج کرام مقام عقبیٰ پر پہنچ کر رَمی کرتے ہیں۔ اُس جگہ پتھر مارتے ہیں جہاں شیطان کھڑا تھا۔ یہ عمل

Marfat.com

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت میں شامل ہے۔

چنانچہ نبوت کے گیارہویں سال جب آپ ﷺ کی عمر مبارک اکیاون برس ہوئی اور رجب کا مہینہ آیا تو آپ ﷺ نے حسب عادت منیٰ میں عقبیٰ کے نزدیک جہاں اب ایک مسجد عقبیٰ واقع ہے قبیلہ خزرج کے آدمیوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اُن میں سے چھ فرد مشرف بہ اسلام ہوئے۔ یہ واقعہ 621ء میں پیش آیا۔ اسی سال ۱۲ مرد ایام حج میں مکہ آئے اُنہوں نے عقبیٰ کے متصل آنحضرت ﷺ کے دست مبارک پر عورتوں کی طرح بیعت کی کہ ہم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے، چوری نہ کریں گے، اپنی اولاد کو قتل بھی نہ کریں گے، زنا سے بچیں گے، بہتان نہ لگائیں گے، کسی اُمر معروف میں آپ ﷺ کی نافرمانی نہ کریں گے۔ چونکہ عورتوں سے اِن ہی باتوں پر بیعت ہوئی اس لیے بیعت مذکور کو عورتوں کی سی بیعت کہا گیا۔

آنحضرت ﷺ سے بیعت ہونے والے ۱۲ لوگوں کے ساتھ حضرت مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف کو اس لیے بھیجا کہ اُن کو تعلیم اسلام دیں۔ حضرت مصعبؓ نے اُسد بن زرارہ کے گھر قیام کیا اور اسلام کی تعلیم دی۔ اس کے بعد وہ قبیلہ خزرج کے لوگوں کو لے کر بنی عبدالاشہل اوسی میں آئے۔ اس قبیلے کے سردار سعد بن معاذ اور اُسید بن حضیر بھی ایمان لے آئے۔ اُن کے اسلام لانے سے سارا قبیلہ اسلام لے آیا۔ جن ۱۲ مردوں کی بیعت کا ذکر آیا اُن کے اسمائے مبارک یہ ہیں: ۱۔ اُسیدؓ بن حضیر، ۲۔ ابوالہیثمؓ بن تیہان، ۳۔ اسعدؓ بن رزاہ بن عدس، ۴، سعدؓ بن ربیعہ، ۵۔ سعدؓ خثیمہ، ۶۔ عبداللہؓ بن رواحہ، ۷۔ سعدؓ بن عبادہ، ۸۔ منذرؓ بن عمرو، ۹۔ براءؓ بن معرور، ۱۰۔ عبداللہؓ بن عمرو، ۱۱۔ عبادہؓ بن صامت، ۱۲۔ رافعؓ بن مالک شامل ہیں۔

Marfat.com

12 سال نبویؐ 622ء

❖❖❖

عقبیٰ کی بیعت ثانی نبوت کے بارہویں سال ایام حج میں انصار مدینہ کے ساتھ بہت سے مشرک بھی حج کی غرض سے مکہ آئے۔ زائرین جب حج سے فارغ ہوئے تو اُن سے ۷۳ مرد اور ۲ عورتیں اپنی قوم سے چھپ کر شب کے اندھیرے میں عقبیٰ کے مقام پر آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب وہاں موجود تھے۔ لیکن ابھی اسلام نہ لائے تھے۔ سب سے پہلے حضرت عباسؓ نے اُس جماعت سے یوں خطاب کیا:

''اے گروہ خزرج! محمد (ﷺ) اپنی قوم میں معزز ہیں اور مکہ میں مددگاروں کی ایک مضبوط جماعت ساتھ رکھتے ہیں۔ ہم نے اُن (ﷺ) کو دشمنی سے بچایا ہے، اگر تم اپنے عہد کو پورا کر سکو اور ان کا ساتھ دے سکو تو بہتر، ورنہ ابھی سے اُن کا ساتھ چھوڑ دو۔'' اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے اُن کو دعوت اسلام دی اور فرمایا: ''میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ تم مجھ سے وہ چیز باز رکھو گے، جو اپنے اہل وعیال سے باز رکھتے ہو۔'' آپ ﷺ کا یہ فرمان سن کر سب سے پہلے براءؓ بن معرور خزرجی نے آپ ﷺ کا دستِ مبارک پکڑ کر کہا: ''ہمیں منظور ہے، یارسول اللہ ﷺ ہمیں بیعت کر لیجیے، ہم لوگ اہل حرب ہیں، باپ دادا سے یہی چیزیں وراثت میں ملی ہیں۔'' ابوالہیثمؓ بن تیہان نے عرض کی، ''یارسول اللہ ﷺ یہود سے ہمارے تعلقات ہیں، بیعت سے یہ تعلقات ٹوٹ جائیں گے۔ پھر ایسا نہ ہو کہ جب اللہ آپ ﷺ کو غلبہ عطا فرمادے تو آپ ﷺ ہمیں چھوڑ دیں اور آپ ﷺ خود اپنی قوم سے مل جائیں۔'' ابوالہیثمؓ کی یہ بات سن کر حضور ﷺ نے تبسم فرمایا اور یوں مخاطب ہوئے: ''تمہارا خون میرا خون ہے، میرا جینا، مرنا تمہارے ساتھ ہے۔ میں تمہارا اور تم میرے ہو۔ تمہارا دشمن میرا دشمن اور تمہارا دوست میرا دوست۔''

جب یہ جماعت بیعت کر چکی تو اُن سے عباس بن عبادہ بن نضلہ انصاری خزرجی نے کہا: ''تمہیں یہ بھی خبر ہے کہ تم جو رسول اللہ ﷺ سے بیعت کر رہے ہو یہ عرب وعجم سے جنگ پر بیعت ہے، اگر تمہارا خیال ہے کہ تمہارے مال تاراج ہوں اور تمہارے اشراف قتل ہوں تو ان کا ساتھ چھوڑ دو۔'' یہ سن کر اُنہوں نے اپنے خدشات کا یوں اظہار کیا کہ ''یارسول اللہ ﷺ اگر ہم اس عہد پر رہیں تو ہمیں کیا ملے گا۔؟'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''بہشت'' اسے عقبیٰ کی بیعت ثانیہ کہتے

Marfat.com

ہیں۔اس بیعت کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے بارہ اشخاص کو نقیب مقرر فرمایا، جن کے نام خود انصار نے تجویز کیے تھے۔پھر اُن سے آپ ﷺ نے یوں خطاب فرمایا: ''تم اپنی اپنی قوم کے حالات کے کفیل ہو، جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواری تھے۔اور میں اپنی قوم کا کفیل ہوں۔'' اُنہوں نے آپ ﷺ کے حکم کی تعمیل کی اس کے بعد وہ اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو گئے۔نقیبوں میں سے 9 کا تعلق قبیلہ خزرج اور تین کا تعلق اوس سے تھا۔یہ بیعت جون 622ء میں ہوئی۔

قبیلہ خزرج کے نقباء: ۱۔اسعدؓ بن زراہ بن عدس ۲۔سعدؓ بن ربیعہ بن عمرو ۳۔عبداللہؓ بن رواحہ بن ثعلبہ ۴۔رافعؓ بن مالک بن عجلان ۵۔براءؓ بن معرور بن صخر ۶۔عبداللہؓ بن عمرو بن حرام ۷۔عبادہؓ بن صامت بن قیس ۸۔سعدؓ بن عبادہ ۹۔منذرؓ بن عمرو

قبیلہ اوس کے نقباء: ۱۔اُسیدؓ بن حضیر بن سماک ۲۔سعدؓ بن خثیمہ بن حارث ۳۔ رفاعہؓ بن عبداللہ المنذر بن زبیر

جب عقبیٰ کی بیعت ثانیہ کی خبر قریش کو مکہ میں ملی تو اُنہوں نے اُس گروہ سے بیعت کے متعلق دریافت کیا، اُن کے ساتھیوں نے ایسی کسی بیعت سے انکار کیا۔لیکن کفار کی تفتیش نے بیعت ہونے کی تصدیق کر دی۔پھر کفار نے اُن کا تعاقب کیا تو صرف سعدؓ بن عبادہ کو پکڑ کر اُونٹ کے تنگ سے اُن کے ہاتھ گردن سے جکڑ دیئے۔اور مارتے پیٹتے رہے، سر کے بال پکڑ کر اُنہیں گھسیٹا اور مکہ لے آئے۔جہاں سعدؓ بن عبادہ کو جبیر بن مطعم بن عدی اور حارث بن اُمیہ نے رہائی دلوائی۔

Marfat.com

واقعہ معراج شریف

رسول کریم ﷺ کا سفر معراج ایک ایسا واقعہ ہے جو انسانی فہم وفراست کو غرق حیرت کر دیتا ہے۔ فرش سے عرش تک رسائی، افلاک کی سیر، انبیائے کرام سے ملاقات، جنت ودوزخ کا معائنہ اور دیگر امور۔ معراج شریف سے متعلق قرآن مجید کی سورۃ بنی اسرائیل کی آیت اوّل میں ذکر آیا ہے، جس کا ترجمہ ہے: ''پاک ہے وہ ذات جس نے رات کے وقت مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سیر کرائی، جس کے گرد ہم نے برکتیں نازل کیں تا کہ ہم اپنے بندے کو اپنی نشانیاں دکھائیں۔ وہی سننے والا اور دیکھنے والا ہے۔''

یہ واقعہ مکانی حیثیت سے ''معراج'' اور زمانی اعتبار سے ''اَسریٰ'' کہلاتا ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں کئی روایات ہیں۔ جیسے بعض نے ہجرت سے پہلے اور بعض نے ہجرت کے بعد بالکل قریب وقوع پذیر ہونا بیان کیا ہے۔ علماء کا اجماع ہے کہ یہ واقعہ ۲۷ رجب المرجب کو ظہور پذیر ہوا۔ واقعہ مذکور کی تفصیل بیان کرنے سے پہلے مناسب ہوگا کہ خلائی سفر کے آغاز سے متعلق بیان کیا جائے۔

خلائی سفر کا آغاز واثرات قرآن مجید ساری کائنات کے لیے رہنمائی فراہم کرتا ہے۔ زمینی اور آسمانی مخلوق کا ذکر کثرت سے بیان ہوا، آسمانوں سے مراد یہ لی گئی کہ دو سیاروں کا درمیانی خلائی فاصلہ اور مختلف نظام شمسی فضاء میں تیرتے ہوئے چاند، ستارے، سیارے پھر اُن میں آباد مخلوق جو اللہ تعالیٰ کی عبادت واطاعت میں مصروف ہے تمام ارض وسما پر اللہ ہی کا اقتدار اعلیٰ ہے۔ کائنات کا تمام نظام اللہ کی منشاء کے مطابق چل رہا ہے۔

فضاء میں عظیم الجثہ سٹیلائٹ، خلائی اسٹیشن، مواصلاتی اور تحقیقی سیاروں کے فضاء میں چھوڑے جانے کا حوالہ بھی قرآن کی آیات سے ملتا ہے۔ قرآن میں جس کو ''ربات الارض'' سے تعبیر کیا گیا جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ فضاء کو چھاننے اور تسخیر کرنے کی کوششیں کی جائیں گی۔ تفسیر میں یہ بیان کیا گیا کہ مشرق اور مغرب کے لوگ ربات الارض کو بیک وقت دیکھ سکیں گے۔ (فضاء میں پرواز کرتے ہوئے۔) ایک اور مستند روایت ہے کہ ''دابۃ الارض'' مراد (جانور، راکٹ یا مصنوعی سیارہ) ہر بڑے شہر سے ظاہر ہوگا۔ جس کے ظہور کا وہ وقت بتایا گیا جب دنیا میں بے اطمینانی، اختلافات اور

Marfat.com

نظریات کی کشمکش کا خطرہ لاحق ہوگا۔ جیسا کہ دور حاضر میں بھی ہے۔ راکٹ اور مصنوعی سیاروں کو فضاء میں چھوڑے جانے کا عمل ہو رہا ہے۔ فضائی پرواز کے سلسلہ میں زمین کی کشش سے فضاء میں نکل جانا سائنس دانوں کے لیے اہم مسئلہ رہا۔ لیکن آخر کار سائنس دان طاقت (زور) کی مدد سے راکٹ کو زمین کی کشش سے آزاد کر کے فضاء میں پرواز کرنے کے قابل ہو گئے۔ اس اہم کام کے لیے سائنس دانوں کو اٹھائیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والا راکٹ تیار کرنا پڑا۔ دوسرے مرحلے میں سیارے یا چاند کی کشش میں داخل ہونے کے لیے چالیس ہزار میل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلنے والے راکٹ کی ضرورت پڑی۔ فضائی پرواز کے سلسلہ میں کشش ثقل کا حوالہ سورۃ رحمٰن کی آیت نمبر ۵۵ سے ملتا ہے، ترجمہ ہے: ''اے گروہ جن وانس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمانوں اور زمین کے کناروں (کناروں سے مراد کشش ثقل سے نکل کر خلا میں پرواز کرنا ہے۔) سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ، اور زور کے سوا نہیں نکل سکتے۔'' اس آیت میں ''سلطان'' کا لفظ استعمال ہوا، جس کا مطلب قوت اور طاقت ہے۔ گھیروں کے توڑنے یعنی ایک گھیرے سے دوسرے گھیرے میں جانے کے لیے طاقت اور قوت درکار ہے۔

معراج شریف کے مراحل معراج النبیؐ کے عظیم الشان واقعہ کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے۔ یہ سفر معجزاتی، منفرد اور جداگانہ تھا۔ ''اسریٰ'' یہ لفظ قرآن مجید میں پانچ بار استعمال ہوا جو تمام مقامات پر رات ہی کے سفر میں آیا۔ یہ سفر بیت الحرام سے بیت المقدس تک تھا۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام آپ حضور ﷺ کو اپنی چچازاد بہن حضرت اُم ہانیؓ کے گھر سے حطیم میں لائے۔ اُن کے ہمراہ پچاس ہزار فرشتوں کی ایک جماعت اور سواری کے لیے براق تھا۔ پھر عرض کی ''یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ آپ ﷺ سے ملاقات کا مشتاق ہے۔'' ☆......حضرت جبرائیلؑ نے براق کی رکاب تھامی، اللہ نے اپنے محبوب کی آمد پر کائنات کے تمام نظام کو ساکت کر دیا۔ وقت ٹھہر گیا۔ چاروں طرف نور پھیل گیا، آسمانوں کے دریچے کھول دیئے گئے تاکہ تمام سماوی مخلوق حبیب خدا کے دیدار سے مشرف ہو سکے۔

☆......سفر معراج یہ سفر بیت المقدس سے آسمانوں تک کا سفر ہے۔ حضور نبی پاک ﷺ نے پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام، دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام، تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام، چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ہارون علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ساتویں آسمان پر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات فرمائی اور اُن سے معراج کی مبارکباد پائی۔

☆......''اعراج'' آسمانوں سے قاب قوسین اور آگے کے سفر کو اعراج کہتے ہیں۔ آگے کے سفر کے مختلف اقوال ہیں، بعض نے لکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ ''سدرۃ المنتہیٰ'' اور ''جنت الماویٰ'' تک تشریف لے گئے۔ جبکہ بعض کا قول ہے کہ یہ معراج عرش تک ہوئی۔ ایک قول یہ بھی ہے کہ آپ حضور ﷺ ''فوق العرش'' تک تشریف لے گئے۔ ایک اور خیال یہ بھی ہے کہ آپ حضور ﷺ ''طرف عالم'' تک گئے۔ یعنی عالم اجسام کی جو انتہا جس کے پیچھے کچھ بھی نہیں نہ مکاں و زماں بلکہ عدم محض۔

Marfat.com

﴿سفرمعراج﴾ آنحضرت ﷺ نے ۲۷ رجب کی رات کا احوال صحابہ کرامؓ سے اس طرح بیان فرمایا:

''میں حطیم یا حجر میں لیٹا ہوا تھا کہ ایک فرشتہ میرے پاس آیا اور یہاں سے یہاں تک (گردن کے گڑھے سے ناف تک) چیرا، پھر میرا دل نکالا اُسے سونے کے طشت میں رکھا جو ایمان اور حکمت سے بھرا ہوا تھا۔ میرے دل کو دھویا، پھر دل میں خدا کی محبت بھر دی۔ اور دل کو واپس سینے میں رکھ دیا'' ایک اور روایت میں یہ الفاظ بیان کیے گئے ہیں کہ: ''میرے پیٹ کو زم زم کے پانی سے دھویا گیا پھر اس میں ایمان وحکمت بھرا گیا، سواری کے لیے جانور لایا گیا، جس کا رنگ سفید اور نام براق تھا۔ براق کا ایک قدم حد نگاہ تک اُٹھتا تھا، مجھے اس پر سوار کیا گیا، جبرائیلؑ لے کر چلے'' علامہ شبلی نعمانی اپنی کتاب سیرت النبی ﷺ میں لکھتے ہیں کہ آپ حضور ﷺ کو کعبۃ اللہ اور بیت المقدس میں نماز پڑھنے کا حکم دیا گیا۔ اسی لیے بیت الحرام سے بیت المقدس میں رُکے، تاکہ آپ ﷺ مسجد اقصیٰ میں تمام انبیائے کرام علیہم السلام کی اِمامت فرمائیں۔ آپ ﷺ نبی قبلتین اور امام الانبیاء کرامؑ ہیں۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے بیت المقدس میں ادا کی جانے والی نماز کی اذان کہی تھی۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ نماز انبیائے کرامؑ کی امامت فرمائیں۔ کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے امامت فرمائی۔ آپ ﷺ کے پیچھے حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کے دائیں بائیں حضرت اسماعیل علیہ السلام اور حضرت یعقوب علیہ السلام تھے۔ یہاں یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ جب حضور نبی کریم ﷺ نے سفر معراج حرم کعبہ سے شروع فرمایا تو راستہ میں سب سے پہلے جبرون نامی شہر میں داخل ہوئے جس کو اب قریہ ابراہیم کہتے ہیں، یہاں ابراہیم علیہ السلام کی قبر تھی جہاں فاتحہ پڑھی اور دوسرا مقام بیت اللحم تھا، جہاں حضرت عیسیٰ السلام کی ولادت ہوئی تھی، لہٰذا دعا مانگی۔ اس طرح روز اوّل اَرواح الانبیاءؑ سے جو عہد لیا گیا تھا، یعنی تم میرے محبوب پر ضرور ایمان لانا کی تکمیل ہوئی۔ پھر براق بلندیوں کی طرف پرکشا ہوا۔

سفر معراج جاری تھا کہ سدرۃ المنتہیٰ مقام ہوا، سدرہ ایک بیری کا درخت ہے جس کے پتے ہاتھی کے کانوں جیسے بتائے گئے۔ اس مقام پر حضرت جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی کہ یا نبی اللہ میری حدود کا اختتام ہے اس سے آگے مجھے جانے کی اجازت نہیں۔ اگر ذرا بھی آگے بڑھا تو راکھ ہو جاؤں گا۔ اسی طرح براق کی حدود کا بھی اختتام ہوا۔ ایسے میں ایک ''رفرف'' حاضر ہوا جس کی روشنی سورج کی روشنی کو ماند کر رہی تھی۔ آپ ﷺ نے ''رفرف'' پر سواری فرمائی۔ اس حالت کو دیکھ کر شاعر نے کیا خوب کہا:

اُن کی عظمت کی جھلک دیکھ کر معراج کی شب
کب سے خواہش ہے جبرئیل کی بشر ہوجائے

لفظ رفرف سورۃ رحمٰن کی آیت نمبر ۷۶ میں آیا، مفسرین نے اس کے معنی سبز رنگ کی ریشمی چادر جو بستر پر بچھائی جاتی ہے اور تکیہ جس پر ٹیک لگائی جاتی ہے۔ علامہ قرطبی نے رفرف کے کئی معنی بیان کیے، اُنہوں نے لکھا کہ رفرف ایک ایسی چیز کو کہتے ہیں کہ جب انسان اُس پر بیٹھتا ہے تو وہ کبھی اُوپر جاتی ہے اور کبھی نیچے، کبھی دائیں کبھی بائیں۔ نبی کریم

Marfat.com

ﷺ رف رف پر سوار ہو کر عرش کے پائے تک پہنچ گئے پھر عرش نے آپ ﷺ کو تھام لیا۔آپ ﷺ اُفقِ اعلیٰ پر تشریف فرما ہوئے پھر مکاں کی سرحدوں کو پار کرتے ہوئے لامکاں میں رَبُّ العزت کے قریب ہوئے، وہاں پر فائز ہو کر سجدہ ریز ہوئے، پس اتنے نزدیک ہوئے، جتنی دو کمانیں نزدیک ہوتی ہیں جب اُنہیں ملایا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ قریب۔اس حالت قرب میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی۔اس حرمِ ناز میں صفاتی تجلیات اور ذاتی انوار کا مشاہدہ جو بے تاب نگاہوں نے کیا دل نے اس کی تصدیق کی۔اور اس طرح تمہارا یہ جھگڑا کہ یہ دیکھا اور وہ نہیں دیکھا بے سود ہے اور فضول ہے۔دکھانے والے نے جو دکھانا تھا وہ دکھا دیا۔دیکھنے والے نے جو دیکھنا تھا وہ جی بھر کر دیکھ لیا۔

(مسلم شریف ص:۹۳، مشکوٰۃ شریف متفق علیہ)

مقامِ قرب اور گوشۂ خلوت میں دیگر انعامات نفسیہ کے علاوہ پچاس نمازیں ادا کرنے کا حکم ملا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عرضداشت پر حضور نبی کریم ﷺ نے کئی مرتبہ بارگاہ رَبّ العزت میں تخفیف کے لیے التجا کی چنانچہ نمازوں کی تعداد پانچ کردی گئی جبکہ منجملہ نمازوں کا ثواب پچاس نمازوں کے برابر ہی رہنے دیا گیا۔اسی سفر میں بارگاہ الٰہی سے حضور سرورِ کونین ﷺ کو علم و معرفت کی دولت عطا ہوئی اس لیے حضور ﷺ نے فرمایا:''مجھے میرے رب نے پڑھایا، بہترین تعلیم دی اور آداب سکھائے۔اس ضمن میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:''میں نے ربّ کریم کو بہترین صورت (تجلی) میں دیکھا۔اللہ تعالیٰ نے اپنا ہاتھ میرے سینے کے درمیان رکھا تو اس کی اُنگلیوں کی ٹھنڈک میرے قلب نے محسوس کی اور میں نے اشیائے ارض و سماء کو پہچان لیا۔''اس طرح آپ ﷺ کے قلب مبارک میں دانائی اور دنیا و مافیہا کے اسرار و رموز سے آگہی کا وصف منتقل کر دیا گیا۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام مجرد ہیں اس لیے وہ ناسوتی یا مادی جسم نہیں رکھتے، تاہم وحی الہامی پہنچانے کے لیے جب وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تو آپ ﷺ کو نظر نہ آتے، حتیٰ کہ کبھی اس طرح مجسم ہو جاتے کہ دربارِ نبویؐ کے صحابہؓ بھی اُنہیں دیکھ لیتے۔صحابہؓ اُن کی گفتگو سن کر یہ گمان کرتے کہ وہ اعرابی ہیں۔Space Travel کی حقیقت جاننے کے لیے یہ کافی ہے کہ حضرت جبرائیل امینؑ بے شمار بار عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں پیغام رَسانی کا ذریعہ بنے۔اس لیے وہ لمحات میں طویل ترین سفر طے کر لیتے۔

نبی اکرم ﷺ رُوح الارواح ہیں اور جسم ناسوتی بھی رکھتے ہیں، حتیٰ کہ وہ سراپا نور ہیں۔جبرائیل امینؑ جب عالم ملکوت سے عالم ناسوت میں نمودار ہوتے تو اُن پر جہت لازم ہوئی، اسی طرح جب حضور نبی کریم ﷺ عالم ملکوت میں پہنچے تو عالم اقتضا (قانون قدرت) کے موافق بے جہت ہو گئے۔کیونکہ ہر عالم کا ایک قانون ہے، جس کے لوازمات ہوتے ہیں، جو بھی کسی مخصوص عالم میں ہوگا تو اس عالم کے تمام قوانین اُس پر لاگو ہوں گے۔عالم اشتہاء یعنی دنیا میں زمانہ ماضی اور حال اور مستقبل اور وقت میں سیکنڈ، منٹ، گھنٹے، دن اور سال مقید ہیں۔جن سے اِنکار نہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ چاہے تو اِن قیود سے مبرا کر سکتا ہے۔جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا سفرِ اسریٰ (مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ) کے دوران دنیا کے تمام اصول فطرت معطل فرما دیئے۔سفر معراج میں مسجد اقصیٰ سے سدرۃ المنتہیٰ تک سفر کے دوران اپنے جسم اطہر کے ساتھ کائنات کا سفر براق کے

Marfat.com

ذریعے طے فرمایا۔اس دوران عالم ملکوت کے قانون فطرت پر عبور حاصل کر لیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نماز انبیاءؑ سے فارغ ہوئے تو آسمانوں کی جانب سفر کا آغاز فرمایا، پہلے آسمان پر حضرت آدم علیہ السلام سے ملے، تو آپ ﷺ نے دیکھا کہ آدم علیہ السلام کے دائیں جانب سعادت مندوں کی رُوحیں اور بائیں جانب بدبختوں کی رُوحیں ہیں۔ دوسرے آسمان پر حضرت یحییٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام سے ملاقات کی۔ آپ ﷺ نے اُنہیں سلام کیا تو اُنہوں نے جواب میں ''مرحبا'' کہا اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ تیسرے آسمان پر حضرت یوسف علیہ السلام چوتھے آسمان پر حضرت ادریس علیہ السلام، پانچویں آسمان پر حضرت ھارون علیہ السلام بن عمران علیہ السلام، چھٹے آسمان پر حضرت موسیٰ علیہ السلام بن عمرانؑ سے ملاقات فرمائی۔ ان سب کو آپ ﷺ نے سلام کیا، اُنہوں نے مرحبا کہا اور اقرار نبوت کیا۔ البتہ جب آپ ﷺ وہاں سے آگے بڑھے تو موسیٰ علیہ السلام رونے لگے، پوچھا کہ آپؑ کیوں روئے؟ اُنہوں نے کہا کہ میں اس لیے رو رہا ہوں کہ ایک نوجوان جو میرے بعد مبعوث کیا گیا اُس کی اُمت کے لوگ میری اُمت کے لوگوں سے بہت زیادہ تعداد میں جنت کے اندر داخل ہوں گے۔ ساتویں آسمان پر آپ ﷺ کو لے جایا گیا، وہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ آپ ﷺ نے اُنہیں سلام کیا تو اُنہوں نے جواب میں مبارک باد دی اور آپ ﷺ کی نبوت کا اقرار کیا۔ اس سفر میں حضور نبی کریم ﷺ نے داروغۂ جہنم کو بھی دیکھا وہ ہنستا نہ تھا اور نہ ہی اُس کے چہرے پر خوشی اور بشاشت تھی۔ جنت و جہنم دیکھے، آپ ﷺ نے یتیموں کا مال ظلماً کھانے والوں، سود خوروں، زنا کار مرد و زن کو دیکھا۔ اہل مکہ کا قافلہ بھی دیکھا۔ ابن شہاب زہری کہتے ہیں کہ مجھے ابن حزم نے خبر دی کہ ابن عباسؓ اور ابو حبہ انصاری کہا کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ''یہاں سے مجھے اُوپر لے جایا گیا یہاں تک کہ میں اُس مقام تک پہنچ گیا جہاں سے مجھے ''اقلام تقدیر'' کے چلنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔'' پھر فرازِ عرش سے خاک دانِ ارضی پر تشریف لائے تو رات ہی کا سماں تھا۔

اس سفر میں پیش آنے والا ہر واقعہ بلاشبہ عجیب و غریب ہے۔ اس لیے وہ دل جو نورِ ایمان سے خالی تھے، اُنہوں نے اسلام اور داعی اسلام کے خلاف اسے سب سے بڑا اعتراض قرار دیا۔ لیکن جن دِلوں میں یقین کا چراغ تھا اُنہیں کوئی پریشانی نہ تھی۔ جس کا ثبوت حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ جب ان سے اس واقعہ کے متعلق پوچھا گیا تو اُنہوں نے فرمایا ''یہ یقیناً سچ ہے۔'' کیونکہ اس واقعہ کی خبر دینے والا اِتنا سچا ہے کہ اُس کی صداقت کے متعلق شک و شبہ کیا ہی نہیں جاسکتا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس بات کی خبر ملی تو آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ کو ''صدیق'' کا لقب عنایت فرمایا۔

شب اسریٰ کی صبح حرم کعبہ میں نبی کریم ﷺ نے بھرے مجمع میں اس عنایت ربانی کا ذکر فرمایا تو لوگ دو حصوں میں بٹ گئے، بعض نے صاف اِنکار کر دیا اور بعض نے بلاچوں و چراں تسلیم کر لیا۔ قریش مکہ نے آپ ﷺ سے مختلف سوالات کیے، اسی طرح قریش نے قافلۂ تجارت سے متعلق جو سوالات کیے اُن کا بھی آپ ﷺ نے مفصل جواب دیا۔ جواب سن کر قریش خاموش ہو کر چلے گئے۔

Marfat.com

﴿دیدارالٰہی﴾ واقعہ معراج سے متعلق جن لوگوں نے دیدارالٰہی سے اتفاق نہیں کیا پہلے اُن کا مؤقف پیش خدمت ہے:

☆......حضرت ابن مسعودؓ کے متعلق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے جبرائیلؑ دیکھے آیت کی جس تشریح میں کہا گیا کہ جبرئیلؑ کو ریشمی حلّہ (پوشاک) میں دیکھا آسمان اور زمین کے درمیان خلا پر ہو گیا تھا۔ ترمذی اور بخاری نے اس آیت کے بارے لکھا کہ حضرت ابن مسعودؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ نے رفرف کو دیکھا۔ جس نے آسمان کے اُفق کو ڈھانپ دیا تھا۔

☆......مسروق کہتے ہیں کہ میں حضرت اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کی خدمت میں حاضر تھا، آپؓ نے فرمایا اے مسروق! تین چیزیں ہیں جس نے اُن میں سے کسی کے ساتھ تکلم کیا اس نے اللہ تعالیٰ پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ میں نے عرض کی اے اُم المؤمنین کیا اللہ تعالیٰ نے خود نہیں فرمایا: ولقد راہ بالافق المبین کہ آپ ﷺ نے اُسے (اللہ) کو اُفق مبین میں دیکھا اور دوبار دیکھا۔ اُم المؤمنینؓ نے فرمایا کہ اس اُمت میں سے مَیں پہلی ہوں جس نے حضور ﷺ سے یہ سوال کیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ جبرائیلؑ ہیں'' اور میں نے اُن کو ان کی اصل شکل میں دوبار دیکھا۔ اے مسروق کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا: ''آنکھیں اُس کو نہیں پاسکتیں وہ آنکھوں کو پالیتا و لطیف وخبیر ہے۔'' اور کیا تو نے یہ نہیں سنا کہ کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ تعالیٰ اُس سے کلام کرے، مگر بذریعہ وحی یا پس پردہ یا کوئی فرشتہ بھیجے۔ (مسلم) ☆......مشکوٰۃ شریف کی روایت ہے بشکل خلاصہ کہ عبداللہ بن مسعودؓ کی بھی یہی رائے تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ کا دِیدار نہیں کیا اور حضرت عائشہؓ تو اس بارے میں بڑی ہی متشدد تھیں۔

☆......حضرت عائشہؓ اور حضرت امیر معاویہؓ کا بھی یہی خیال تھا کہ یہ خواب کا واقعہ ہے، محدثین نے حضرات کے منسوب کرنے کو مشکوک قرار دیا، جمہور صحابہؓ ہی کے ارشادات کو ترجیح دی جائے گی۔ کیونکہ اُس وقت حضرت عائشہؓ تو بالکل بچی ہی تھیں جبکہ امیر معاویہؓ اسلام میں داخل بھی نہ ہوئے تھے۔

☆......حضرت انسؓ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ واقعہ معراج بیان کرنے کے بعد نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''پھر میں نیند سے بیدار ہوا اور اپنے آپ کو مسجد حرام میں پایا۔''

☆......امام مسلم حضرت ابوذرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا، کیا آپ ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا؟ آپ ﷺ نے فرمایا ''وہ نور ہے، میں اُسے کیونکر دیکھ سکتا ہوں۔'' اس حدیث کو پہلی صورت میں پڑھنے سے ترجمہ یہی ہوگا۔ دوسری صورت سے پڑھنے میں معنی یہ ہوں گے۔ ''وہ سراپا نور ہے میں نے اُسے دیکھا۔''

☆......سرسیّد احمد خان نے معراج شریف پر مقالات لکھے، اُنہوں نے ماڈرن اسلام کا پرچار کیا، معراج شریف کے متعلق جو احادیث مروی ہیں وہ ایک دوسرے سے اس قدر متضاد اور صراحتاً ایک دوسرے کی تردید کرتی ہیں۔ (مقالات سرسید صفحہ 762) مثال کے طور پر ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ اس وقت حطیم میں تھے۔ دوسری حدیث میں آیا کہ حجر میں

Marfat.com

تھے، تیسری حدیث میں مسجد حرام میں ہونا لکھا ہے۔

غور فرمائیں کہ کیا حطیم اور حجر میں کوئی فرق ہے اور کیا مسجد حرام ان سے کہیں دُور ہے، یہ سب ایک ہی جگہ پر واقع ہیں۔ حطیم اور حجر ایک ہی جگہ کے دو نام ہیں۔ تضاد کی ایک اور مثال یہ دی گئی کہ ''پھر مجھے چھٹے آسمان کی طرف لے جایا گیا تو وہاں موسیٰ علیہ السلام کو پایا'' دوسری حدیث میں ہے: ''پھر چھٹے آسمان کی طرف اُوپر لایا گیا وہاں میں نے موسیٰؑ کو پایا اُنہوں نے مجھے مرحبا کہا، اور میرے لیے دعا کی'' تیسری حدیث میں جو سرسید نے تحریر کی اُس میں لکھا ''جب میں (علیہ السلام) آگے بڑھا تو موسیٰؑ رو پڑے'' ان تینوں حدیثوں میں کون سا تضاد ہے۔؟ اسی طرح سرسیّد نے معجزات کے متعلق ایک مفصل مقالہ لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے۔ معجزہ اُس وقت تک معجزہ نہیں ہوسکتا جب تک وہ قانون فطرت کے خلاف نہ ہو۔ قانون قدرت اٹل ہے کسی قسم کی تبدیلی یا ردّ و بدل کا ہونا قطعاً باطل ہے۔ کیونکہ نصوص قرآنیہ میں بار بار یہ تصریح کی گئی کہ قانون قدرت میں ردّ و بدل نہیں ہوسکتا۔ اس لیے ثابت یہ ہوا کہ معجزہ کا وقوع باطل ہے۔ سرسیّد نے معجزہ کی من گھڑت تصریح کر کے معجزہ کا بطلان کیا ہے۔ حالانکہ علمائے اِسلام نے معجزہ کی تعریف یہ کی ہے کہ معجزہ وہ ہے جو خارق عادت ہو۔

اب اُن لوگوں کی آراء جو دیدار الٰہی کے قائل ہیں، اُن میں :

☆......حضرت ابن عباسؓ نے صحیح مسلم میں فرمایا ترجمہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے ربّ کا دیدار اپنے دل کی آنکھوں سے دو مرتبہ کیا۔ امام مسلم روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ محمد ﷺ نے اپنے ربّ کا دیدار کیا۔ عکرمہؓ جو آپ کے شاگرد ہیں کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں ترجمہ ہے کہ ''آنکھیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''افسوس! تم سمجھے نہیں، یہ اس وقت ہے جب وہ (اللہ) اس نور کے ساتھ تجلّی فرمائے، جو اس کا نور ہے۔'' حضور ﷺ نے اپنے ربّ کا دیدار دو مرتبہ فرمایا۔

☆......شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے اشعۃ اللمعات جلد چہارم صفحہ ۴۲۱ پر فرمایا کہ حضرت ابن عمرؓ نے حضرت ابن عباسؓ سے اس امر کے بارے رجوع کیا کہ آپ ﷺ نے ربّ کا دیدار کیا، پس ابن عباسؓ نے جواب دیا کہ محمد ﷺ نے اپنے ربّ کا دیدار کیا۔ حضرت ابن عمرؓ نے اُن کے اس قول کو تسلیم کیا اور تردّد و اِنکار کا راستہ اختیار نہیں کیا۔

☆......علامہ بدرالدین عینی شرح بخاری میں مندرجہ ذیل روایات بیان کرتے ہیں ترجمہ ہے: ابن خزیمہ نے قوی سند سے حضرت انسؓ سے روایت کیا کہ آپ نے کہا کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا، اسی طرح ابن عباسؓ کے شاگرد کعب احبار، زہری اور معمر بھی یہی کہا کرتے تھے۔

☆......حضرت حسن بصریؒ اس بات پر قسم کھاتے ہیں کہ حضور ﷺ نے اپنے رب کا دیدار کیا۔

(عمدۃ القاری ص: ۱۹۸، ج: ۱۹، فتح الباری، ص: ۴۹۴، ج: ۸)

اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ کہتی ہیں کہ جس نے یہ کہا کہ حضور ﷺ نے اپنے ربّ کو دیکھا تو اس نے اللہ

Marfat.com

پر بہت بڑا بہتان باندھا۔ اُن کے اس قول کا کیا جواب دیا جائے، حضرت حسن بصری نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے اس ارشاد کے ساتھ جواب دیا جائے کہ (رائت ربی) کہ "میں نے اپنے رب کو دیکھا" یہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے اور حضور نبی کریم ﷺ کا قول حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول سے افضل ترین ہے۔ یہ مختلف اقوال ہیں جو قائلین کی طرف سے بطور استدلال پیش کیے جاتے ہیں، اُن میں صحابہؓ ابن عباسؓ، کعب احبارؒ، انسؓ، ابی ذرؓ کے علاوہ تابعین سے عروہ بن زبیرؒ، حسن عسکری، عکرمہ جیسے اکابر تابعین موجود ہیں۔

☆ ...... حضرت امام احمد کا قول بھی موجود ہے کہ ان تمام دلائل کے بعد علامہ نووی لکھتے ہیں اُن کے الفاظ کا ترجمہ ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے جو روایات صحیح ثبوت کو پہنچ گئیں۔ اب ہم یہ خیال نہیں کر سکتے کہ آپؓ نے (حضرت ابن عباسؓ) اتنی بڑی بات محض اپنے قیاس اور ظن کی بناء پر کہی ہو، یقیناً اُنہوں نے کسی مرفوعہ حدیث کی بناء پر ایسا کہا ہوگا۔ نیز وہ ایک چیز کو ثابت کر رہے ہیں جبکہ دوسرے حضرات نفی کرتے ہیں۔ اور یہ قاعدہ ہے مثبت کا قول نفی پر مقدم ہوتا ہے۔

☆ ...... دور حاضر کے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری جنہوں نے "الرحیق المختوم" جسے عالم اسلام میں سیرت مبارک پر اوّل انعام حاصل ہوا، اُنہوں نے بھی اپنی تصنیف کے صفحہ ۱۹۹ پر یوں تحریر فرمایا کہ "اس کے بعد آپ ﷺ کو سدرۃ المنتہیٰ تک لے جایا گیا، پھر آپ ﷺ کے لیے بیت معمور کو ظاہر کیا گیا، پھر خدائے جبار جل جلالہٗ کے دربار میں پہنچایا گیا اور آپ ﷺ اللہ کے اتنے نزدیک / قریب ہوئے کہ دو کمانوں کے برابر یا اس سے بھی کم فاصلہ رہ گیا، اس وقت اللہ نے اپنے بندے پر وحی فرمائی اور پچاس نمازیں فرض کیں۔" نمازوں کی تخفیف کا ذکر پہلے ہو چکا۔

﴿فضیلت شب معراج﴾ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "جو شخص معراج کی شب چھ رکعت نفل دو دو رکعت کی نیت سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۃ فاتحہ کے بعد سات مرتبہ سورۃ اخلاص پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ستر ہزار گناہ بخش دے گا۔ اور ہر رکعت کے بدلے ستائیس برس کی عبادت لکھ دے گا۔ اور ہر رکعت کے بدلے میں ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب عطا فرمائے گا۔ اور وہ شخص جنت میں آزادی کے ساتھ رہے گا۔"

شب معراج کب ہوا، شب معراج کا واقعہ کب پیش آیا؟ الحمد للہ! اس کی تاریخ پر کثرت رائے کا اتفاق ہے۔ بتایا گیا کہ شب معراج ۲۷ رجب المرجب کو ہوئی۔ قاضی عیاض نے لکھا کہ یہ واقعہ ہجرت سے پانچ سال قبل۔ ابن اسحاق نے سیرت میں ہجرت سے تین سال قبل ہونا لکھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی ہجرت سے تین سال پہلے ہونا فرمایا۔ ایک اور صاحب عبدالقادر شیخ جو "روزنامہ ایکسپریس" سے متعلق ہیں اُنہوں نے اس واقعہ کی تاریخ ۲۷ رجب المرجب 620ء تحریر کی ہے۔ جو روزنامہ "ایکسپریس" کے ایڈیشن 20 جولائی 2009ء میں لکھی گئی۔

سفر معراج کو مسلمانان اسلام خاص طور پر اور غیر مسلم قوموں کی اکثریت نے عام طور پر تسلیم کیا۔ کسی نے بدنی حالت میں اور کسی نے حالت خواب میں۔ مسلمانوں کو پانچ نمازوں کا تحفہ دیا گیا جن کا ثواب پچاس نمازوں کے مساوی کر دیا۔

Marfat.com

معراج کا پیغام سفر معراج شریف سے انسانیت کے لیے جو پیغام دیا گیا اس میں چودہ نکات شامل ہیں جو سورۃ بنی اسرائیل کی آیات ۳۲ تا ۳۹ سے مذکور ہیں، جن کا خلاصہ یہ ہے:

1...... خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کی جائے۔
2...... والدین کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا جائے۔
3...... رشتے داروں، مسافروں اور مساکین کو اُن کا حق دیا جائے۔
4...... فضول خرچی سے اجتناب کیا جائے۔
5...... حق داروں اور سائلان کے ساتھ نرمی سے پیش آیا جائے۔
6...... خرچ کرنے میں اعتدال سے کام لیا جائے۔
7...... اولاد کو افلاس کے اندیشے سے قتل نہ کیا جائے۔
8...... زنا بہت برا فعل ہے اس کے قریب نہ پھٹکا جائے۔
9...... قتل نفس کا ناحق ارتکاب نہ کیا جائے۔
10...... یتیم کے مال کے پاس نہ پھٹکا جائے۔
11...... عہد کی پابندی کی جائے۔
12...... ناپ تول کے پیمانے درست رکھے جائیں، ان کے مطابق مال دیا جائے۔
13...... فضول اور لایعنی باتوں میں نہ الجھا جائے اور پیچھے پڑ کر وقت ضائع نہ کیا جائے۔
14...... زمین پر اکڑ کر نہ چلا جائے۔

واقعہ معراج اور جدید سائنسی حقائق

دور جدید کی سائنسی ایجادات واقعہ معراج شریف کی مرہون منت ہیں۔ مشہور سائنس دان ڈاکٹر آئن سٹائن نے نظریہ اضافیت پیش کیا جس کی بنیاد پر بہت سی ایجادات کی گئیں۔ اسی طرح ایک دوسرے سائنس دان Lousde Brogh نے بھی نظریہ دیا، جس سے کوائم میلنکس کی بنیاد پڑی۔ اُنہوں نے اپنی کتاب The Univese and Dr.Einsten میں لکھا ہے کہ انسٹائن کا نظریہ عمومی اضافیت بتاتا ہے کہ وقت کی رفتار کسی شے کی رفتار اور مرکز ثقل سے اُس کے فاصلے کے مطابق بدل جاتی ہے۔ جوں جوں رفتار بڑھتی ہے وقت مختصر اور سمٹتا جاتا ہے۔ پھر سُست ہو جاتا ہے جیسے تھم جانے پر آ گیا ہو، اس کی وضاحت آئن سٹائن کی اپنی دی ہوئی مثال کے مطابق یہ ہے کہ:

Marfat.com

اگر دو جڑواں بھائیوں کا تصور کریں جن میں سے ایک زمین پر رہتا ہے جبکہ دوسرا روشنی کی رفتار کے مطابق خلا میں سفر کرتا ہے، جب وہ خلا سے واپس زمین پر پہنچتا ہے تو دیکھتا ہے کہ اُس کا بھائی جو زمین پر تھا اُس سے زیادہ بڑا ہو گیا ہے۔

دوسری مثال یہ دی گئی کہ اگر خلا میں سفر کرنے والے ایک باپ اور اس کے زمین پر رہنے والے بیٹے کے بارے میں دی جائے، باپ سفر پر جاتے وقت ستائیس برس کا تھا، جبکہ بیٹا صرف تین برس کا۔ جب باپ روشنی کی رفتار سے خلا میں سفر کے تیس برس بعد (زمینی وقت کے مطابق) پہنچا تو اُس کا زمین پر رہنے والا بیٹا ۳۳ برس کا ہو گا مگر باپ صرف 30 برس کا۔

کوئی بھی جسم خاص طور پر انسانی جسم روشنی کی رفتار سے سفر نہیں کرسکتا، جب تک اس میں نمایاں خاصیت نہ پائی جائے۔ اس مقصد کے لیے جبرائیل علیہ السلام نے آپ ﷺ کا سینہ مبارک چاک کیا پھر ایمان اور حکمت سے بھر دیا۔ بقول آئن سٹائن جب ہم روشنی کی رفتار کے ساتھ سفر کریں گے تو اس صورت میں وقت تھم جانے پر آ جاتا ہے۔ لہٰذا یہ کہنا کہ رات آپ ﷺ بیت المقدس گئے اس کے بعد آسمان دنیا پر تشریف لے گئے اُس وقت یہ حیرت انگیز بات تھی۔ لیکن آج کل ہمارے لیے یہ سننا کہ خلا باز ایک سیارے سے دوسرے سیارے پر گئے، حیرت انگیز بات نہیں۔ سورۃ النجم کے مطابق سدرۃ المنتہٰی سے آگے کوئی فرشتہ نہیں جاسکتا، وہ آخری حد ہے۔ وہاں جو مشاہدات حضور ﷺ نے فرمائے وہ انسانی نگاہ نہیں دیکھ سکتی۔ نبی اکرم ﷺ کی نگاہیں دائیں بائیں نہ ہوئیں، جو تجلیات آپ ﷺ نے دیکھیں وہ حق سبحانہٗ وتعالیٰ کے نور کی تجلیات تھیں۔ بے شک آپ ﷺ نے اپنے ربّ کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں، آپ ﷺ کی نگاہ دائیں بائیں نہ سرکیں، نہ آگے بڑھیں بلکہ عین نورِ حق پر جمی رہیں۔ معراج کے وقت جو مکالمہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کے درمیان ہوا وہ ہم نماز میں (التحیات) میں پڑھتے ہیں۔ جب ہم آئٹم (ذرہ) کی ماڈرن تھیوری پر غور کرتے ہیں تو معراج کے واقعہ کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ لیکن جدید سائنس نے آئٹم بم تو بنا لیا مگر ابھی تک کسی انسان کو روشنی کی رفتار سے خلا میں سفر نہ کرا سکا۔

دُنیا پر معراج شریف کے اثرات

خلائی سفر کی مثالیں عالم ناسوت سے عالم ملکوت کے مابین سفر کی بیّن مثالیں قرآن مجید اور شریعت مطہرہ سے ثابت ہیں۔ جیسے:

حضرت آدم علیہ السلام اور حوا علیہا السلام کا عالم آب وگل سے تخلیق اور پھر عالم ملکوت لے جائے گئے جہاں جنت میں قیام ہوا۔ پھر عالم ناسوت (زمین پر) اُتارا گیا۔ حضرت جبرائیل امینؑ اور دیگر فرشتوں کے ذمہ قضاء وقدر عالم ناسوت کا نظم ونسق سپرد ہے۔ وہ ملائکہ عالم ملکوت سے عالم ناسوت آتے جاتے رہتے ہیں۔ اور اللہ کے محبوب نبی وپیغمبروں کو وحی الٰہی

Marfat.com

سے آگاہ کرتے رہے ہیں۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا صلیب دیئے جانے سے قبل آسمانوں پر اُٹھایا جانا بمعہ جسد خاکی کے جب آپ غسل فرما رہے تھے اور جب وہ دوبارہ عالم ناسوت میں اُتارے جائیں گے تو اُسی طرح پانی اُن کے بدن سے ٹپک رہا ہوگا۔ کیونکہ ان پر Time and Space کا اطلاق معطل ہے۔ وہ بطور امام مہدی خود نبی بن کر نہیں، وقت نزول وہ وقت کے امام اور امیر کی اِتباع اور حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت کے تابع ہو کر کرہ ارض پر شریعت محمدیؐ کی ترویج کے لیے اپنی خدمات بروئے کار لائیں گے۔ حتیٰ کہ جب آپؑ کی ذمہ داری ختم ہو جائے گی تو حضور نبی کریم ﷺ کے روضۂ اقدس میں موجود چوتھی خالی قبر کی جگہ میں مدفون ہوں گے اور قیامت کے روز نبی آخر الزمان ﷺ کے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے ہمراہ اُٹھیں گے۔ حضرت عیسیٰؑ کا اپنے جسم کے ساتھ آسمان پر اُٹھائے جانے کا واقعہ قرآن پاک کی سورۃ آل عمران آیت نمبر ۵۵ سے ثابت ہے۔

حضرت جبرائیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے نبیوں، پیغمبروں کو پیغام رسانی کا فرض سرانجام دیتے رہے، اُن کی سرعت رفتار کی ایک مثال یہ ہے کہ جب حضرت یوسف علیہ السلام کو اُن کے سوتیلے بھائیوں نے کنوئیں میں پھینکا تو منڈیر سے کنوئیں کی تہہ تک گرنے سے پہلے ہی حضرت جبرائیل امینؑ نے ملاء اعلیٰ سے کرہ ارض پر اُنہیں سنبھال لیا۔ (سورۃ یوسف آیت ۱۰۔۱۵)

حضرت جبرائیل علیہ السلام نے خلیل اللہ علیہ السلام جو ابھی فضا میں ہی تھے، اُنہیں اپنی مدد کی پیش کش کی تو خلیل اللہؑ نے فرمایا: ''مجھے خدا کے سوا کسی کی مدد درکار نہیں اور نہ ہی مجھے کسی قسم کا ڈر و خوف ہے۔'' (الانبیاء ۷۰،۶۹) حتیٰ کہ دہکتی آگ میں گرے جو اللہ کے حکم سے حضرت جبرائیل امینؑ نے گل گلزار بنا دی۔

قرآن میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور راہ سلوک و روحانیت کے علمبردار حضرت خضر علیہ السلام سے متعلق سورۃ الکہف آیات نمبری ۶۴ تا ۶۸ میں مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ولی، قطب، قلندر، ابدال وغیرہ نفوس قدسیہ اللہ کے حکم سے اس کرۂ ارض پر جہاں چاہیں لمحات میں سفر طے کر لیتے ہیں۔ بیسویں صدی میں آغاز ہونے والی Space Flight کے سلسلے میں بھی رہنمائی کلام حکیم کی سورۃ الرحمٰن کی آیت نمبر ۳۳ کی اس نص سے ملتی ہے۔

واقعہ معراج شریف نے مسلمانوں کو اَحکام خداوندی پر فکر کرنے کی طرف راغب کر دیا ان کی سوچ میں اضافہ ہوا، اس غور و فکر نے اُنہیں ریسرچ کی جانب متوجہ کیا یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے کائناتی ریسرچ پر اتنا مواد اکٹھا کر لیا کہ آنے والے سائنسدانوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہوا۔ حقائق بالا سے رُوسی اور دیگر سائنسدانوں کا یہ دعویٰ کہ تاریخ عالم میں اُنہوں نے سب سے پہلے خلائی سفر اختیار کیا بے بنیاد اور غلط بیانی پر مبنی ہے کیونکہ مذہب اسلام کے رہنما مدت نامعلوم سے خلائی سفر کر چکے ہیں۔

﴿اہلِ فکر کی نظر﴾ اس اہم واقعہ معراج شریف کو مفسرین قرآن اور علماء و فضلاء اور اہل فکر و نظر نے اپنے

Marfat.com

اپنے انداز میں بیان کیا جیسے محی الدین ابن عربی نے اپنی معرکۃ الآراتصنیف ''فتوحات مکیہ'' میں بیان کیا۔ اسی طرح عالمی شہرت یافتہ مفکر ومصنف ''ڈانٹے'' نے اپنے پیرایہ میں بیان کیا۔ علامہ اقبال نے ''جاوید نامہ'' میں اس پر اظہار خیال فرمایا، لیکن سب سے خوبصورت انداز میں مولانا جلال الدین رومی نے اپنی اعلیٰ پایا عالمی شہرت یافتہ ''مثنوی شریف'' میں اختیار کیا اور واقعہ معراج النبی ﷺ کی وضاحت یوں فرمائی: ''لوہا اور آگ دو مختلف خواص کے حامی ہیں۔

لیکن جب لوہا آگ میں تپایا جاتا ہے تو وہ آگ کی خاصیت حاصل کر لیتا ہے اور لوہا خود سرخ آگ ہو جاتا ہے اور جب اُسے آگ سے دور کر دیا جائے تو وہ اپنی سابقہ حالت میں آ جاتا ہے۔ اس طرح جب نبی کریم ﷺ عرش اعظم پر پہنچے تو اُنہیں اس عظیم شرف ملاقات کے لیے آپ حضور ﷺ کا جسم مبارک تیار کر دیا گیا۔ اس لیے جب آپ ﷺ پر اللہ تعالیٰ جل جلالہ کے نور کا اثر پڑا تو آپ ﷺ بھی اُس نور ''پرنور'' سے نورٌ علیٰ نور ہو گئے اور اس حالت میں دیدار الٰہی فرمایا، جب وہ عمل مکمل ہو چکا تو پھر اپنی اصلی حالت میں واپس تشریف لے آئے۔''

﴿مسلمان سائنسدان﴾ تاریخ عالم بتا رہی ہے کہ تیرھویں صدی کے ابتداء ہی سے مسلمانوں کا زوال شروع ہو گیا تھا، لیکن اس سے قبل مسلمان سائنسدانوں کی تحقیق، ریسرچ اور ابتدائی ایجادات اور دیگر سابقہ اہم کارگزاریوں نے مسلمانوں کا سرفخر سے بلند کر دیا تھا۔ مسلمان سائنسدانوں کی نوشتہ کتب کا ترجمہ لاطینی زبان میں کیا گیا پھر اُن کتابوں کو یورپی زبان میں شائع کیا تو غیر اقوام پر ایجادات کرنے کے دروازے کھل گئے۔ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا اسی وجہ سے عربی زبان مسلمانوں کے لیے قومی اور مذہبی زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ بغداد کو اسلامی علوم وفنون، ادب اور سائنس کا مرکز ہونے کا صدیوں تک شرف حاصل رہا۔ عربی زبان فلاسفی، دینیات اور سائنس کی زبان ہے جبکہ لاطینی اور کسی بھی زبان کو یہ مقام حاصل نہیں۔ عربی زبان کی یہ صلاحیت ہے کہ ہر علم کو اپنے اندر جگہ دے دیتی ہے۔ اس کی فصاحت وبلاغت جیسی صفت کسی اور زبان میں نہیں۔ لاطینی زبان کا تعلق سیاست اور ڈپلومیسی سے ہے۔ (Hitty) ہٹی نے لکھا کہ سارٹن بڑے جذباتی انداز میں اعلان کرتا ہے کہ انسانیت کا سب سے بڑا کام مسلمانوں نے سرانجام دیا۔ اس نے مثال پیش کی کہ انسانیت کی خدمت کے لیے مسلمان مفکرین، اکابرین، موجد، تاریخ دان اور حساب دانوں نے وسائل کی کمی کے باوجود عربی زبان میں ذخیرۂ علوم کتابی صورت میں پیش کیا۔ عظیم فلاسفر فارابی عظیم حساب دان ابو کامل ابراہیم اور ابن سیناء مسلمان ہی تھے وہ دیگر علوم اور علم جغرافیہ میں بھی یکتائے روزگار تھے۔ السعودی طبری عظیم مسلمان تاریخ دان تھے۔ اِن ہی مسلمانوں کی نگارشات تھیں جنہوں نے الجبراء، جغرافیہ، علم ہیئت اور ادویات یعنی Medicine and Pharmacy میں خاص مقام پیدا کیا۔ علم حساب اور الجبراء محمد ابن موسیٰ الخوارزمی کا مشرق ومغرب میں ایک روشن مینار کی مانند مقام ہے۔ عظیم الخوارزمی حساب دان کا زائچہ عرصہ تک مشہور رہا۔ دسویں صدی عیسوی میں موسیٰ نے اس زائچہ کو نظر ثانی کر کے پیش کیا پھر اُنہوں نے زمین کا نقشہ چند اور سائنسدانوں / جغرافیہ دانوں کی مدد سے تیار کر کے اپنی کتاب ''صورت الارض'' میں شامل کیا۔ مسلمانوں میں علم ہیئت میں سب سے اوّل تحقیق کرنے والے ابو عبداللہ ابن خبیر البتامی

Marfat.com

تھے۔ جو آج تک لاطینی دنیا میں Albateganius کے نام سے مشہور ہیں۔ ابوعبداللہ نے سورج کی حرکت اور زمین کے تعلق سے سورج گرہن گھٹنے اور بڑھنے پر تحقیق کی۔

﴿ابوالعباس محمد ابن طہر الفرغنی﴾ وہ لاطینی میں Alfragamus کے نام سے مشہور ہیں۔ اُنہوں نے خلیفہ مامون الرشید جو سلطنت بغداد کے حکمران تھے اُن کے دور میں ''دارالحکمۃ'' کی بنیاد رکھی اور زمین کی پیمائش کی۔ اُنہوں نے ''حرکات الساویہ'' اور ''جوامع علم النجوم'' تحریر کیں جو بہت مشہور ہوئیں۔ مامون الرشید نے 813ء سے 833ء تک حکومت کی۔ ''ڈانٹے'' کے علم ہیئت پر زیادہ تر اعداد وشمار ''جوامع علم النجوم'' سے اخذ کیے گئے ہیں۔

﴿ابومشعار﴾ وہ یورپ میں Alhumasar the altulaytuli کے نام سے مشہور ہیں۔ انہوں نے سب سے پہلے سمندر کی لہروں پر چاند کے اثرات بیان کیے۔ (جوار بھٹا)

﴿ابوالقاسم سید الطلاطلی﴾ Abu Albasim Attulay Tuli آپ عظیم حساب دان تھے۔ جن کی علم ریاضی میں کوئی مثال نہ تھی۔ وہ اتھارٹی تھے، انہوں نے سائنسی تاریخ جو ''طبقات الامم'' کے نام سے مشہور ہے تصنیف کی۔ اس مایہ ناز تصنیف سے بعد میں لکھنے والوں نے خوب استفادہ حاصل کیا۔

﴿جابر افن فلا اشبیلیہ﴾ ان کا لاطینی نام Geber تھا انہوں نے ایک آلہ ایجاد کیا۔ (Armliaroyas pnere) اس آلے کے ذریعے سے آسمانی سیارگان کی زمین سے فاصلہ کی پیمائش کر کے اُن کی پوزیشن اور محل وقوع کا تعین کیا جاتا تھا۔

﴿ابوالعباس البناطی﴾ نے باٹنی Botany میں پودے کی دریافت کر کے ان کی ایک فہرست تیار کی جس کے مطابق پودوں کی تفصیل کا اندراج انہوں نے اپنی کتاب میں کیا۔

﴿ابوجعفر﴾ نے بھی باٹنی Botany پر کام کیا بہت سے درختوں کو جمع کر کے انہیں عربی اور لاطینی نام دیئے۔

﴿ابن رُشد موسیٰ ابن مامون﴾ ادویات کی تیاری میں ایک خاص مقام رکھتے ہیں۔

﴿عبداللطیف بغدادی﴾ علم الابدان میں انسانی ڈھانچہ کا مطالعہ اور مشاہدہ کر کے اس میں نمایاں اضافہ کیا۔ اسی طرح ابوسینا، فارابی اور عمر خیام کا مقام مشرق ومغرب میں کسی اہل علم سے پوشیدہ نہیں۔ یہ تمام تحقیقات / ریسرچ اور سائنسی ایجادات دور عباسیہ کے سائنسدانوں نے آنے والے موجدوں کی راہنمائی کی۔

............❖❖❖............

Marfat.com

﴿مسلمان سائنسدانوں پر ایک طائرانہ نظر﴾

مسلمانوں کی بہت سی حکومتیں قائم ہوئیں جن کے دور میں مفکرین، اکابرین، موجد، تاریخ دان، حساب دان، فلاسفر، جغرافیہ دان اور سائنس دان پیدا ہوئے۔ ان حکومتوں میں سب سے زیادہ ریسرچ کا کام بنوعباس کے دور حکومت میں ہوا۔ ان کا دورِ حکمرانی ۱۳۲ھ تا ۶۵۶ھ بمطابق 749ء تا 1258ء تک رہا۔ ان پانچ صدیوں میں سب سے زیادہ مسلمان سائنسدانوں نے ایجادات کیں۔ اس لحاظ سے بنوعباس کا دور ایجادات کا دور کہا جاسکتا ہے۔ علم وحکمت، فلسفہ وفن، سائنس اور ٹیکنالوجی کے میدان میں غزالی، فارابی، ابن سینا، ابن تیمیہ، ابن طفیل، ابن رُشد، ابن خلدون نامور مسلمان کیمیا دان، حکماء، اطباء، ماہرین طبیعات اور نفسیات اور فلاسفر پیدا ہوئے۔ ان شہرۂ آفاق ہستیوں نے طب اور سائنس کے میدان میں ایسے تجربات کیے کہ موجودہ دور کی سائنس اور طب کی بنیادیں ان ہی اصولوں پر قائم ہیں۔ عالم اسلام کے مایۂ ناز سائنسدانوں کے کارناموں کی مختصر تفصیل یہ ہے۔

☆...... **نصیر الدین طوسی**: مشہور فاتح ہلاکو خان کا مشیر تھا۔ اس نے آلہ ٹرکیوٹ ایجاد کیا جو پندرھویں اور سولھویں صدی میں بہت مشہور رہا۔ مسلسل بارہ سال کی محنت شاقہ سے خلائی تقویم مرتب کی جو مشرقی ممالک خاص طور پر چین میں بہت مقبول ہوئی۔ طوسی نے علم فلکیات پر اپنی تحقیقات ''مراغہ'' کی رسد گاہ میں کیں۔ تحقیقات کے اعتراف میں چاند کے ایک آتش فشاں دھانے کا نام ان سے منسوب کیا گیا۔

☆...... **بوعلی سینا**: نے 760 سے زائد ادویات ایجاد کیں۔ انہوں نے ایک کتاب ''القانون فی الطب'' تحریر کی جو یورپ کے تمام میڈیکل کالجوں میں سترھویں صدی تک پڑھائی جاتی رہی۔ ان کی ایک اور کتاب ''کتاب الشفاء'' طب کے موضوع پر ہے۔

☆...... **جابر بن حیان**: نے وارنش بنانے کا طریقہ ایجاد کیا، انہوں نے پہلی مرتبہ سلفیورک ایسڈ، نائٹرک ایسڈ اور ہائیڈروکلورک ایسڈ تیار کیے اور کیمیادی مساوات کے استعمال کو ''میزان'' کے نام سے فروغ دیا۔ اسی سائنسدان نے ''ماء الملوق'' کے نام

Marfat.com

سے تیزاب ایجاد کیا۔ جس میں سونا بھی حل ہو جاتا ہے۔

☆......**ابوالقاسم زہری:** انہوں نے سرجری کے بہت سے آلات تیار کیے۔

☆......**عمر خیام:** کا اصل نام غیاث الدین ابوالفتح عمر ابن ابراہیم الخیامی تھا۔ اُنہوں نے ایسی اشیاء کا وزن معلوم کرنے کے لیے طریقے ایجاد کیے جن میں ہیرے اور پتھر جڑے ہوتے۔ پتھر نکالے بغیر اس چیز کا اصل وزن معلوم کر لیتے۔

☆......**میر فتح اللہ:** نے پہلی بار بارود ایجاد کیا۔

☆......**خلیفہ مامون الرشید:** نے ایک علمی ادارہ قائم کیا جس کا نام ''بیت الحکمۃ'' تھا اس ادارے کا سربراہ حنین بن اسحاق عیسائی تھا۔ لیکن بعد میں مسلمان ہو گیا تھا۔ انہوں نے موسیٰ خوارزمی کی قیادت میں متعدد بار ماہرین کے ساتھ زمین کا قطر اور حجم معلوم کرنے کے لیے دریائے فرات کے شمال میں سنجر اور پامیہ کے مقام پر پیمائشی تجربات کیے۔

☆......**ابن یوسف:** نے پٹرول ایجاد کیا جو مصر کے خلفاء حکیم اور عزیز بامر اللہ کے عہد کے سائنسدان تھے۔ لاگرتھم کی بنیاد رکھی، اہل مغرب نے اس کارنامے کو گلیلو کے نام منسوب کیا۔ جو تاریخی ناانصافی ہے۔

☆......**ابوریحان البیرونی:** نے یہ ثابت کیا تھا کہ روشنی کی رفتار آواز کی رفتار سے زیادہ ہے۔ عباسی دور خلافت میں زمین کی پیمائش کی گئی جو آج بھی معمولی فرق سے قریب ترین پیمائش ہے۔ اس نے ہندوستان کے سفر میں موجودہ پاکستان کے شہر جہلم کے قریب ایک مقام پر زمین کے محیط کے متعلق معلوم کرنے کی کوشش کی تھی۔ اس نے محیط کی جو پیمائش نکالی اسے درست ترین تصور کیا جاتا ہے۔ البیرونی نے ۱۸ قسم کے پتھروں کا صحیح وزن معلوم کرنے کا پیمانہ بھی ایجاد کیا۔

☆......**ابوسعید:** مسلم سائنسدان نے زمین کے متحرک ہونے کے اصول پر مبنی آلہ ایجاد کیا۔

☆......**ابن نفیس:** نے تین سو سال قبل ولیم ہاروے کی تحقیق سے پہلے دوران خون کے نظام کو دریافت کیا۔

☆......**ابن کثیر الفرغانی:** نے مشہور عالم نہایت کارآمد آلہ جات (اصطرلاب) اور دھوپ گھڑی ایجاد کی اصطرلاب چاند سورج اور سیاروں کی حرکت کا مشاہدہ کرنے کے کام میں لایا گیا۔

☆......**ابن بیطار:** نے ایک کتاب ''الجامعہ فی الادویہ المفردہ'' تحریر کی جس میں انہوں نے ۲۰۰ پودوں کی زندگی پر اپنے مشاہدات پیش کیے۔ وہ گھوڑے کے علاج کے بھی ماہر تھے اور ماہر نباتات بھی۔

☆......**ابوالحسن:** نامور سائنسدان نے گلیلو سے بہت عرصہ پہلے دوربین ایجاد کر لی تھی۔

☆......**محمد بن موسیٰ خوارزمی:** نے عربی ہندسوں میں صفر کا اضافہ کیا، انہوں نے اہل یورپ کو اعشاریہ کے نظام سے روشناس کرایا۔

☆......**ابن ماجہ:** نامور بحری جہاز ران نے سب سے پہلے بحری سفر کی نشاندہی کے لیے قطب نما کے استعمال کو فروغ دیا۔

☆......**خالد بن یزید:** مسلمانوں کا پہلا کیمیادان تھا۔

Marfat.com

☆......**احمد بن یعقوبی**: اسلامی دنیا کے پہلے جغرافیہ نویس ہیں۔

☆......**ابن اسحاق الکندی**: نے 265 کتب تحریر کیں۔

☆......**ابن الہثیم**: کو فاطمی خلیفہ نے دریائے نیل کے سیلاب پر قابو پانے کے لیے احتیاطی تدابیر کرنے پر مامور کیا۔ اُنہوں نے ہوائی کرہ کی بلندی 58.5 میل یعنی 100 کلومیٹر ثابت کی۔ اُنہوں نے کیمرہ ایجاد کیا۔ ان کی کتاب ''المناظر'' روشنی پر پہلی جامع کتاب مانی جاتی ہے۔ اس سائنسدان نے کشید کرنے، عرق کھینچنے، ست وغیرہ نکالنے کے کام کو آسان بنایا۔ ان کی اس ایجاد کو قرنبیق کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ مغرب کے سائنسدان قرنبیق کو ''پیلی کن'' کہتے ہیں۔ کیونکہ اس کی شکل پیلی کن پرندے سے ملتی ہے۔ ابن الہثیم کے دریافت کردہ روشنی کے انعطاف اور انعکاس کے اصول آج تک نافذ ہیں۔

☆......**محمد بن زکریا**: پہلے مسلمان طبیب ہیں جنہوں نے چیچک اور خسرہ کی بیماری پر تفصیلی معلومات فراہم کی تھیں۔ انہوں نے میزان کا طبعی آلہ ہائیڈروسٹیک بیلنس تیار کیا۔

.....................❖❖❖.....................

Marfat.com

واقعہ معراج النبی ﷺ کا سائنٹیفک اِستدلال

❖❖❖

واقعہ معراج شریف میں آپ ﷺ کا اُن تمام حضرات سے جنہیں آسمان پر دیکھا تعارف کرایا گیا۔ڈانٹے نے اپنی کتاب Drive Comedy (طربیہ خدائی) میں بسلسلہ تعارف اشخاص وحالات کی نسبت سے وہی روش اختیار کی جو حضرت محمد ﷺ نے واقعہ معراج کے بارے میں اِختیار کی تھی۔ یہ بات اس دور میں جبکہ آئن سٹائن کا نظریہ اضافت مشہور ہو چکا ہے عجب معلوم نہیں ہوتی۔ کیونکہ اس نظریئے میں یہ بتایا گیا کہ زمانہ اُن دو اجسام کے لیے جن میں سے اک متحرک ہو اور دوسرا ساکن ایک جیسا نہیں ہوتا۔

جس طرح عالم خواب میں فاصلے ختم ہو جاتے ہیں اور انسان آن واحد میں کسی بھی جگہ جا سکتا ہے اور ہر قوم کی زبان سمجھ سکتا ہے، ہر زبان میں بات کر سکتا ہے۔عالم خواب میں ماضی حال مستقبل سب برابر ہیں۔ ہزاروں سال پر محیط چند لمحات میں اس دور سے گزر جاتا ہے۔نیند کی حالت میں رُوح بدن سے پرواز کر کے دوسری دنیا میں چلی جاتی ہے۔یا ہمارے اعصاب اور مغز کی شکنوں میں ایسی حرکت پیدا ہوتی جو ہمیں زماں و مکاں سے ماوراء لے جاتی ہے۔ پھر ہم اپنے آپ کو اَزلی و اَبدی پانے لگتے ہیں۔اسلامی عقائد وروایات کے مطابق آپ ﷺ کی رُوح مبارک آسمانوں تک نہیں گئی، بلکہ آپ ﷺ جسم مبارک کے ساتھ بحالت بیداری ایک خارق العادۃ سرعت کے ساتھ آسمان پر تشریف لے گئے۔

معراج کی سرعت رفتاری، روشنی کی سرعت سے زیادہ تیز تھی۔آج کی سائنسی ایجادات نے ثابت کر دیا ہے کہ اس جہان کے قطر کی وسعت آئن سٹائن کے نظریے کے مطابق تین ہزار نوری ملین سال ہے۔یعنی اگر نور ایک سیکنڈ میں تین لاکھ کلومیٹر کی سرعت سے حرکت کرے تو دنیا کی ایک سمت سے چلے تو تین ہزار ملین سال بعد دوسری طرف پہنچ جائے گا۔مگر ایک سرعت اور بھی ہے جو آتی ہے اور ایک لحظہ میں دنیا کے ایک گوشے سے دوسرے گوشے تک پہنچ جاتی ہے۔جسے اَمواج نیروبی جاذبہ کہتے ہیں۔اگر ایک منٹ میں انتہائے جہاں پر ایک کہکشاں جو سینکڑوں ملین آفتابوں کی

Marfat.com

حامل ہے یکا یک ٹوٹ جائے اور امواج میں تبدیل ہو جائے تو نیرو بی جاذبہ دنیا میں اس طرح عکس عمل کرے گی کہ اسی آن میں نظام جہاں کو معتدل کر دے گی۔ اگر ایسا نہ ہو تو اسی منٹ جبکہ وہ کہکشاں ٹوٹ کر امواج میں تبدیل ہو، ہماری دنیا میں Solar System نیست و نابود ہو جائے۔ یہ قانون نیروئے جاذبہ Law of Gravition (کشش ثقل) کی تاثیر جس کا نیوٹن نے انکشاف کیا پورے جہان پر حاوی ہے۔ اس لیے یہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ معراج میں رفتار آسمانی نور کی سرعت رفتار سے تیز تھی۔ کیا سفر معراج خاکی جسم کے ساتھ تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے ممکن ہے؟ فزیکل سائنس کے مطابق مادہ اس پر قادر نہیں، مگر یہ تبھی ممکن ہے کہ جب جسم خود "مبدل بہ نور" ہو جائے اور نور بھی تین لاکھ کلومیٹر فی سیکنڈ کی رفتار سے زیادہ سبک رفتار ہو۔ لہٰذا رسالت مآب ﷺ نے اپنے سفر کو نیروئے جاذبہ بہ سرعت عکس العمل سے شروع کیا اور اسی طرح ختم فرمایا۔ (سبحان اللہ) (از: پروفیسر غلام جیلانی اصغر)

﴿نوری سال﴾ دور حاضر کے سائنسدانوں نے روشنی کی رفتار ایک لاکھ چھیاسی ہزار میل فی سیکنڈ معلوم کی ہے۔ اگر اس کو ساٹھ سے ضرب دیں تو جو حاصل ضرب آئے گا اس کو پھر ساٹھ سے ضرب دیں، اس کے بعد چوبیس سے ضرب دیں تو مجملہ حاصل ضرب کی میلوں میں تعداد سولہ ارب سات کروڑ چار لاکھ ہوگی، یہ فاصلہ روشنی چوبیس گھنٹے میں طے کرے گی۔ اب اس مسافت کو تیس سے ضرب دیں تو وہ ایک نوری ماہ کی مسافت ہوگی۔ اسی طرح اس مسافت کو اگر بارہ سے ضرب دے دی جائے تو حاصل ضرب کی مسافت ایک نوری سال کی ہوگی۔

پروفیسر غلام جیلانی اصغر صاحب نے واقعہ معراج شریف میں ثابت کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی رفتار آسمانی نور کی سرعت رفتار سے تیز تھی، معراج شریف میں آپ حضور ﷺ کا جسم مبارک خود "مبدل بہ نور" ہو گیا تھا اور وہ نور بھی تین لاکھ کلومیٹر کی رفتار سے زیادہ تھا۔

.................❖❖❖.................

Marfat.com

واقعہ ہجرت

.........❖❖❖.........

اسلام ایک عالمگیر دعوت حق کی حیثیت رکھتا ہے۔حضور نبی کریم ﷺ کی شبانہ روز محنت کی وجہ سے مکہ میں ایک مختصر مگر مضبوط جماعت حق تشکیل پا چکی تھی۔لوگ بڑی ہٹ دھرمی سے پیغام خداوندی سے اِنکار کرتے رہے،اُنہوں نے دعوتِ اسلام کے خلاف ایک محاذ قائم کرلیا اور مسلمانوں کا عرصہ حیات تنگ کر دیا۔مسلمانوں کی ایک مختصر جماعت ہجرت کر کے حبشہ چلی گئی تھی پھر اُسی سال ایک اور جماعت جس میں ایک سو سے زائد مسلمان مرد و زن شامل تھے وہ بھی حبشہ چلے گئے تھے۔کفار مکہ نے اُن کا وہاں بھی پیچھا کیا لیکن ناکام رہے۔قریش مکہ نے آپ ﷺ کے نعوذ باللہ قتل کی سازش تیار کی۔ایک معاہدہ کے تحت مسلمانوں سے ہر قسم کا لین دین اور دیگر امور کو منقطع کر دیا۔جس کی وجہ سے شعب ابی طالب کا واقعہ پیش آیا۔جن غلاموں اور کنیزوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اُن پر جو ظلم ہوئے وہ بیان سے بعید ہیں۔ایسے حالات میں مسلمانوں کا مکہ میں رہنا دشوار ہو گیا تھا،اس لیے نبی کریم ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے فرمایا ہجرت کر کے یثرب چلے جاؤ۔حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں صحابہ کرامؓ فرداً فرداً یا چند اصحابؓ کی جماعت کی صورت میں وقتاً فوقتاً پوشیدہ طور پر یثرب پہنچنا شروع ہو گئے۔مکہ میں آپ ﷺ،حضرت ابو بکرؓ و علیؓ کے علاوہ کچھ بیمار اور عاجز رہ گئے تھے۔

قریش مکہ نے دارالندوہ میں بیٹھ کر آپ ﷺ کے نعوذ باللہ قتل کا منصوبہ تیار کیا۔۲۶ صفر ۱۴ سال نبویؐ بمطابق 12 ستمبر 622ء بروز جمعرات مکہ کے دارالندوہ میں قریش کے تمام قبائل نے شرکت کی۔اُن میں نمایاں شریک لوگ یہ تھے،ابوجہل بن ہشام،جبیر بن مطعم،طیمہ بن عدی اور حارث بن عامر،شیبہ بن ربیعہ،عتبہ بن ربیعہ،ابوسفیان بن حرب،نضر بن حارث،ابوالبختری بن ہشام،زمعہ بن اسود،حکیم بن حزام،نبیہ بن حجاج،منبہ بن حجاج،اُمیہ بن خلف اور ابلیس بشکل ''شیخ جلیل'' عبا اُوڑھے راستہ رو کے دروازے پر آن کھڑا ہوا۔ابلیس نے بتایا وہ اہل نجد کا ایک شیخ ہے۔آپ لوگوں کے کام میں معاونت کا خواہاں ہوں۔مجرمانہ قرار دادِ قتل کی سازش پر سب نے اتفاق کیا۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیل علیہ السلام کو آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج کر قریش کے ارادے کی اطلاع دی۔ اور اُس رات آپ ﷺ کو اپنے بستر پر نہ سونے کا حکم ملا۔ اُسی روز سرکار دو عالم ﷺ حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے، دروازہ پر دستک دی اجازت کے بعد آپ حضور ﷺ گھر میں داخل ہوئے۔ حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا: ''جو تمہارے پاس ہیں اُن کو نکال دو۔'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ آپ کے اہل کے سوا اور کوئی نہیں۔'' حضور ﷺ نے فرمایا: ''مجھے ہجرت کی اجازت ہوگئی ہے۔'' حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ میں آپ ﷺ کی ہمراہی چاہتا ہوں۔'' اُنہوں نے دو اُونٹیاں پال رکھی تھیں جنہیں وہ چار ماہ سے ببول کی پتیاں کھلا رہے تھے۔ ابوبکرؓ نے وہ اُونٹنیاں حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کیں اور عرض کی کہ ان میں سے ایک اُونٹنی پسند فرمالیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''وہ اُونٹنی کی قیمت ادا کرنے کے بعد لیں گے۔'' یہ اُونٹنیاں سفید رنگ کی تھیں بعد میں حضور ﷺ نے ایک اُونٹنی چار سو درہم میں خرید لی تھی، جس پر آپ حضور ﷺ نے سفر ہجرت فرمایا۔ تاریخ اسلام میں وہ اُونٹنی ہمیشہ یاد رہے گی۔ اس اُونٹنی کا نام ''قصویٰ'' رکھا گیا۔ جس نے شہرت دوام پائی۔

حضرت عائشہؓ اس وقت اپنے والد کے ہی گھر میں تھیں۔ اُنہوں نے فرمایا ہم نے سفر کی ضروریات جلدی سے تیار کردیں، توشہ دان میں کھانا رکھ دیا۔ حضرت اسماءؓ بنت ابی بکر حضرت عائشہؓ کی بڑی بہن تھیں۔ اُنہوں نے اپنے دوپٹے کے دو ٹکڑے کیے ایک ٹکڑے سے توشہ دان باندھ دیا اور دوسرے سے مشکیزہ کا منہ۔ اسی عمل کی وجہ سے حضرت اسماءؓ کو ''ذات النطاقین'' کہا جاتا ہے۔ راستہ کی رہنمائی کے لیے ایک کافر کو بطور ملازم رکھا گیا، اُس کا نام عبداللہ بن اریقط وائلی تھا، وہ راستوں سے خوب واقف تھا۔ دونوں اُونٹنیاں عبداللہ ملازم کے سپرد کردی گئیں، اُسے ہدایت کی گئی کہ تین راتوں کے بعد یہ اُونٹنیاں لے کر غار ثور پر پہنچ جائے۔ ان انتظامات کے بعد آپ حضور ﷺ واپس اپنی قیام گاہ پر تشریف لے آئے۔ راستہ میں بازار ''حزورہ'' جو بعد میں مسجد حرام میں شامل کرلیا گیا تھا، وہاں ٹھہر کر آپ ﷺ نے یوں خطاب فرمایا:

''بطحائے مکہ! تو کیسا پاکیزہ شہر ہے اور میرے نزدیک کیسا عزیز ہے اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں تیرے سوا کسی اور جگہ سکونت پذیر نہ ہوتا۔'' ابھی شب کا ایک تہائی بھی نہ گزرا تھا کہ قریش نے حسب معاہدہ آپ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کرلیا۔ اُس وقت آپ ﷺ کے ساتھ حضرت علیؓ موجود تھے قریش مکہ کی کچھ امانتیں آپ ﷺ کے پاس موجود تھیں وہ تمام امانتیں آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کے حوالہ کردیں اور فرمایا: ''تم میری چادر اُوڑھ کر میرے بستر پر سو رہو، تمہیں کوئی تکلیف نہ ہوگی اور یہ امانتیں اُن کے مالکوں کو واپس کر کے چلے آنا، اور خود خاک کی ایک مٹھی لی اور سورۃ یاسین کی چند ابتدائی آیات پڑھتے ہوئے قریش مکہ پر پھینک دی اور محاصرہ میں سے صاف طور پر نکل گئے۔

بیت رسول ﷺ کا گھیراؤ کرنے والوں میں: ابوجہل بن ہشام، حکم بن العاص، عتبہ بن ابی معیط، نضر بن حارث، اُمیہ بن خلف، زمعہ بن الاسود، طیعمہ بن عدی، ابولہب، ابی بن خلف، نبیہ بن الحجاج اور منبہ بن الحجاج شامل تھے۔

اُسی رات آپ حضور ﷺ حضرت ابوبکرؓ کو لے کر گھر کے عقب میں دریچے سے نکلے اور کوہ ثور کے غار میں

Marfat.com

پہنچے۔ یہاں غارِ ثور کا تاریخی اور جغرافیائی پس منظر بیان کرنا نہایت مناسب ہوگا۔

﴿غارِ ثور﴾ مکہ معظمہ کے جنوب میں یمن کے راستہ پر تقریباً سات میل کی دوری پر ایک پہاڑ ہے جس کو ثور کہتے ہیں۔ سطح سمندر سے اس کی بلندی 3200 اور مکہ کی سطح سے 1200 فٹ بلند ہے۔ غار پہاڑ کی چوٹی کے قریب واقع ہے۔ پہاڑ کا طول و عرض تقریباً چار میل کے ایریا میں پھیلا ہوا ہے۔ چڑھائی ناہموار اور سیدھی بھی ہے، اُوپر چڑھنا نہایت دشوار ہے۔ پہاڑ کی بلندی تقریباً ڈیڑھ میل ہے۔ اس غار کا رقبہ دو مربع میٹر، دہانہ بہت تنگ ہے، بیک وقت ایک آدمی مشکل سے اندر داخل ہوسکتا ہے۔ داخل ہوتے وقت سرنگوں کرنا پڑتا ہے۔ غار کی وسعت بھی کچھ زیادہ نہیں، چھت کی بلندی پانچ فٹ جبکہ اندر مشکل سے سات، آٹھ آدمی بیٹھ سکتے ہیں۔

﴿غارِ ثور کی وجہ تسمیہ﴾ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں ثور بن عبد مناف نامی ایک معروف شخص جو ایک سفر کے دوران اس پہاڑی کے نزدیک سے گزرا تھا، سفر کی تھکاوٹ کے باعث اس نے اس پہاڑی پر قیام کیا، اُس کے نام پر اس پہاڑی کا نام ''ثور'' پڑ گیا۔ اس پہاڑی پر عسبان کے درخت پائے جاتے ہیں۔ جن کے پتوں سے روغن اور ادویات بنائی جاتی ہیں۔ عسبان کے پتوں کی تجارت بھی ہوا کرتی تھی۔

﴿واقعہ غار﴾ رسول اللہ ﷺ کی حیات طیبہ کے دو سفر یادگار ہیں، جو ارضی و سماوی ہیں۔ ارضی سفر میں ہجرت مدینہ اور سماوی سفر میں سفرِ معراج شریف شامل ہے۔ روایات میں آیا ہے کہ رسول کریم ﷺ غارِ ثور کی جانب بڑھنے لگے تو حضرت ابوبکرؓ بڑی بے چینی اور بڑی بے تابی کے عالم میں کبھی آگے چلتے اور کبھی پیچھے، کبھی دائیں، کبھی بائیں چلنے لگتے۔ رحمت عالم ﷺ نے ایسے میں حضرت ابوبکرؓ سے پوچھا ''کیا بات ہے؟'' عرض کی کہ سوچتا ہوں کہ کوئی گھات لگا کر نہ بیٹھا ہو۔ پہاڑی پر چلتے چلتے آپ ﷺ کے پائے مبارک زخمی ہو گئے تو حضرت ابوبکرؓ نے آپ ﷺ کو اپنے کندھوں پر اُٹھا لیا اور غار کے دھانے تک پہنچ گئے۔ آپ ﷺ کو غار کے دھانے پر بیٹھا کر خود ابوبکرؓ غار کے اندر چلے گئے۔ اندر سے صفائی کی اور جہاں جہاں سوراخ نظر آئے تو اُنہیں اپنی چادر کو پھاڑ کر ٹکڑے کیے جن سے غار میں موجود سوراخوں کو بند کر دیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ غار میں داخل ہوئے چونکہ آپ ﷺ تھکے ہوئے تھے، اس لیے آرام کی غرض سے ابوبکرؓ کے زانوں پر سر مبارک رکھ کر سو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ نے اپنے سامنے کا ایک سوراخ دیکھا تو اس پر اپنے پاؤں کی ایڑی لگا کر سوراخ بند کر دیا۔ اس سوراخ میں سے سانپ نے اُنہیں ڈس لیا۔ درد اتنا شدید تھا کہ اُن کے آنسو حضور ﷺ کے چہرہ مبارک پر گرتے رہے۔ آپ ﷺ بیدار ہوئے تو حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے آنسوؤں کا سبب دریافت فرمایا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ کسی موذی جانور نے انہیں ڈس لیا ہے۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن متاثرہ مقام پر لگا دیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے کرم سے حضور ﷺ کے لعاب دہن کی برکت سے سانپ کے زہر کو زائل کر دیا۔

کفارِ مکہ نے آپ ﷺ کی تلاش شروع کر دی، کھوجی غار کے منہ تک پہنچ گئے تو حضرت ابوبکرؓ بہت پریشان ہوئے۔ حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: **غم نہ کھاؤ' اللہ ہمارے ساتھ'** پھر اسی دوران مکڑی نے غار کے دھانے پر جالا تان دیا

Marfat.com

اور ایک کنارے پر کبوتری نے گھونسلا بنا کر انڈے دے دیئے۔اس واقعہ کا ذکر مشکوۃ شریف کے باب المعجزات ثالث میں درج ہے۔اسی طرح سانپ کے ڈسنے کی وجہ سے حضرت ابوبکرؓ جس درد میں مبتلا ہوئے اور پھر حضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن درد والی جگہ پر لگا دیا تو درد جاتا رہا۔اس کا ذکر کتاب مذکور کے باب مناقب ابی بکرؓ میں موجود ہے۔

حضرت محمد ﷺ اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تین دن، رات اس غار میں مقیم رہے۔مؤرخین نے واقعہ ہجرت کے آغاز کی تاریخ ستائیس صفر بیان کی ہے۔شب دوشنبہ کو یکم ربیع الاول ۱۴ سال نبویؐ بمطابق 622ء۔غار میں قیام کے دوران خوراک پہنچانے کے سلسلہ میں حضرت ابوبکرؓ نے اپنے بیٹے عبداللہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دن بھر قریش سے خبریں لے کر انہیں پہنچایا کریں،اسی طرح عامر بن فہیرہ کو یہ حکم تھا کہ وہ اپنے جانوروں کے ریوڑ کو چراتے ہوئے غار پر پہنچ جایا کرے۔تاکہ بکریوں کا دودھ بھی نبی برحق کی خدمت میں تازہ بہ تازہ پہنچ جایا کرے۔تین دن کے قیام میں ان احکامات پر عمل ہوتا رہا۔شب کی تاریکی میں حضرت اسماء بنت ابی بکرؓ کھانا لے کر آتیں تیسرے دن معاہدے کے مطابق قابل اعتماد عبداللہ بن اریقط اُونٹنیاں لے کر حاضر ہوا تو آپ ﷺ اپنے مختصر قافلے کے ساتھ غار ثور سے روانہ ہوئے۔عامر بن فہیرہ کو حضرت ابوبکرؓ نے برائے خدمت اپنے ساتھ سوار کرلیا تھا۔

﴿غار ثور سے روانگی﴾ عبداللہ بن اریقط کی خدمات راستہ کی رہنمائی کے لیے حاصل کی گئی تھیں۔غار سے رَوانہ ہوکر اُس نے سب سے پہلے یمن کا رُخ اختیار کیا۔جانب جنوب خوب دُور تک لے گیا۔پھر مغرب کی طرف بڑھا اور ساحلِ سمندر کا رُخ کیا۔پھر ایک ایسے راستے پر جس سے عام لوگ واقف نہ تھے شمال کی طرف مڑ گیا۔یہ راستہ ساحلِ بحر احمر کے ہی نزدیک تھا۔اور اس راستہ پر کوئی شاذ و نادر ہی چلتا تھا۔

ابن اسحاق نے حضور ﷺ کے سفری راستہ کا یوں ذکر کیا۔جب عبداللہ آپؐ دونوں کو لے کر نکلا تو زیریں مکہ سے لے چلا،پھر ساحل کے ساتھ ساتھ چلتا ہوا زیریں عسفان سے راستہ کاٹا،پھر زیریں امج سے گزرتا ہوا آگے بڑھا۔اور قدید پار کرنے کے بعد پھر راستہ کاٹا اور وہیں سے آگے بڑھتا ہوا اخرار سے گزرا۔پھر ثنیۃ المرہ سے،پھر لقف سے پھر بیابان لقف سے گزرا،پھر مجاح کے بیابان میں پہنچا اور وہاں سے ہوکر پھر مجاح کے موڑ سے گزرا۔پھر ذوالغضوین کے موڑ کے نشیب میں چلا پھر ذی کشر کی وادی میں داخل ہوا پھر جداجد کا رُخ کیا پھر اجرد پہنچا اور اُس کے بعد بیابان تعھن کے اطراف وادی ذوسلم سے گزرا۔وہاں سے عبابید اور اس کے بعد فاجر کا رُخ کیا پھر عرج میں اُترا پھر رکوبہ کے داہنی ہاتھ ثنیۃ العائر میں چلا،یہاں تک کہ وادی دائم میں اُترا اس کے بعد قباء پہنچ گیا۔

﴿سفر ہجرت کے واقعات﴾ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ وہ دوشنبہ کی رات سے مسلسل سفر کر رہے تھے۔یہاں تک کہ دوپہر ہوگئی اور راستہ میں آمدورفت کا سلسلہ بھی بند ہوگیا۔ہمیں ایک بڑا پتھر نظر آیا ہم اُس کے نزدیک اُتر پڑے۔میں نے اپنے ہاتھوں سے اس پتھر کے سائے میں جگہ ہموار کی اور پوستین بچھا دی۔پھر عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ سوجائیں میں آپ ﷺ کے گرد پاسبانی کرتا ہوں۔پس آپ ﷺ سوگئے۔میں نکلا کہ دیکھوں اِدھر اُدھر کوئی

Marfat.com

دشمن تو نہیں آ رہا، دیکھا تو ایک چرواہا اپنی بکریاں اسی پتھر کی طرف سائے میں آرام پانے کے لیے لا رہا ہے۔ میں نے اُس چرواہے سے پوچھا تو کس کا غلام ہے؟ چرواہے نے قریش کے ایک شخص کا نام لیا، جسے میں نے پہچان لیا پھر پوچھا کیا تیری بکریوں میں دودھ دینے والی بکریاں بھی ہیں۔؟ وہ بولا کہ ہاں، میں نے کہا کیا تو دودھ دوہا سکتا ہے۔ اُس نے کہا ہاں، اور ایک بکری پکڑ لی۔ میں نے کہا اس کا تھن گرد وغبار سے صاف کر لے اور پھر اپنے ہاتھ بھی، اُس نے ایک چوبی پیالے میں دودھ دوہا۔ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے مطہرہ ساتھ لے گیا تھا، جس سے آپ ﷺ وضو فرمایا کرتے تھے۔ میں نے ٹھنڈا کرنے کے لیے دودھ میں تھوڑا سا پانی ملا کر خدمت اقدس میں پیش کیا۔ آپ ﷺ نے خوب پیا جس سے میری طبیعت خوش ہوئی۔ پھر فرمایا: ''کیا چلنے کا وقت نہیں آیا'' میں نے عرض کی کہ حضور ﷺ دن ڈھل چکا ہے۔ پھر ہم وہاں سے چلے۔ (بخاری شریف)

﴿ایک غیر معمولی واقعہ﴾ یہ قافلہ جب دوسرے روز سہ شنبہ کے دن قدید میں پہنچا تو سراقہ بن مالک بن جعشم مدلجی تعاقب میں آ نکلا۔ اس واقعہ کے متعلق وہ خود یوں بیان کرتا ہے:

''کفار قریش کے قاصد ہمارے پاس آئے، کہنے لگے کہ جو شخص محمد (ﷺ) یا ابوبکرؓ کو قتل کرے گا یا گرفتار کر کے لائے گا، اُسے ایک خون بہا کے برابر سو اُونٹ انعام دیا جائے گا۔ میں اپنی قوم بنو مدلج کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا کہ ایک شخص نے آ کر کہا سراقہ! میں نے ابھی ساحل پر چند اشخاص دیکھے ہیں، میرے خیال میں وہ (محمد ﷺ) اور اُن کے ساتھی ہیں۔ میں سمجھ گیا کہ وہی ہیں، مگر میں نے اُس شخص سے کہا کہ یہ لوگ وہ نہیں، تو نے فلاں فلاں کو دیکھا ہے۔ جو ہمارے سامنے سے ہی گزرے ہیں۔ پھر تھوڑی دیر بعد میں مجلس سے اُٹھ کر گھر آیا اور اپنے لونڈی سے کہا میرے گھوڑے کو بطن وادی میں لے جا کر ٹھہرا، میں نیزہ لے کر اپنے گھر کے عقب سے نکلا اور گھوڑے کے پاس پہنچا، سوار ہو کر گھوڑے کو ذرا دوڑایا یہاں تک کہ میں اُن کے قریب پہنچ گیا۔ تو میرے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی میں گر پڑا۔ اُٹھ کر میں نے ترکش کی طرف ہاتھ بڑھایا، اُس میں سے فال کے تیر نکالے کہ حملہ کرنا چاہیے یا نہیں، مگر جواب خلاف مراد نکلا۔ میں نے تیر کی بات نہ مانی دوبارہ گھوڑے پر سوار ہو کر آگے بڑھا یہاں تک کہ جب میں نے رسول اللہ ﷺ کی قرأت کی آواز سنی، حالانکہ آپ ﷺ میری طرف نہ دیکھتے تھے۔ اور ابوبکرؓ اکثر پیچھے دیکھتے تھے۔ تو میرے گھوڑے کی اگلی ٹانگیں گھٹنوں تک زمین میں دھنس گئیں۔ میں نے اُتر کر گھوڑے کو ڈانٹ ڈپٹ کی گھوڑے نے چاہا کہ اُٹھے، مگر وہ زمین سے اپنی اگلی دونوں ٹانگیں نہ نکال سکا۔ گھوڑا بمشکل تمام سیدھا کھڑا ہوا تو ناگاہ اس کے پاؤں کے نشان سے دھوئیں کی مانند غبار آسمان کی طرف اُٹھا، میں نے پھر تیروں سے فال لی تو خلاف مراد ہی جواب ملا۔ میں پکار اُٹھا: ''اَمان، اَمان'' یہ سن کر وہ ٹھہر گئے، میں اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر اُن کے پاس پہنچا، مکرر تجربے سے میرے ذہن میں یہ بات آئی کہ رسول اللہ ﷺ کا بول بالا ہوگا۔ میں نے آپ ﷺ سے قریش کے ارادے اور انعام کا ذکر کیا اور زاد و متاع پیش کیا۔ مگر اُنھوں نے کچھ نہ لیا۔ اور صرف یہ کہا کہ ''ہمارا حال پوشیدہ رکھنا'' میں نے عرض کی کہ مجھے کتاب اَمن تحریر فرما دیجئے۔ آپ ﷺ کے حکم سے عامر بن

Marfat.com

فہیرہ نے چمڑے کے ٹکڑے پر فرمان اَمن لکھ دیا۔ سراقہ نے فرمان اَمن اپنی ترکش میں رکھ لیا اور واپس ہوا۔

یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ سراقہ کا گھوڑا چار بار زمین پر گرا۔ راستہ میں جس سے ملتا یہ کہہ کر اُسے واپس کردیتا کہ میں نے بہت تلاش کی اور ہر طرف ڈھونڈا لیکن آنحضرت ﷺ اس طرف نہیں آئے۔ حسن اتفاق سے حضور اقدس ﷺ کو ایک قافلہ ملا جو مسلمانوں کا تھا، یہ قافلہ ملک شام سے مال تجارت لے کر آرہا تھا۔ اس قافلہ میں حضرت زبیرؓ بن العوام بھی تھے۔ اُنہوں نے آپ ﷺ اور حضرت ابوبکرؓ کو سفید کپڑے پہنائے۔

﴿بستی قدید﴾ یہ قافلہ سہ شنبہ دوپہر کے وقت اُم معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ کے گھر کے نزدیک سے گزرا۔ اُم معبد کی قوم قحط سے متاثرہ تھی، وہ اپنے خیمے کے صحن میں بیٹھا کرتی تھیں۔ مسافروں کو پانی پلاتیں اور کھانا کھلایا کرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے اُن سے کھجوریں اور گوشت خریدنے کا قصد کیا۔ مگر اُن کے پاس یہ اشیاء نہ تھیں البتہ اُن کے خیمے کے نزدیک ایک بکری موجود تھی۔ پوچھا یہ بکری کیسی ہے۔؟ جواب دیا کہ لاغری اور کمزوری کی وجہ سے دوسری بکریوں سے پیچھے رہ گئی ہے۔ پھر پوچھا کیا وہ دودھ دیتی ہے۔؟ کہا نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو مجھے اجازت دیتی ہے کہ اس بکری کا دودھ دوہ لوں۔

اُم معبد عاتکہ نے عرض کی ''میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان، اگر آپ (ﷺ) بکری کے نیچے دودھ دیکھتے ہیں تو دوہ لیں'' آپ ﷺ نے بکری کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور بسم اللہ پڑھی، اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی، بکری نے آپ ﷺ کے لیے اپنی دونوں ٹانگیں کھول دیں۔ دودھ اُتر آیا اور جگالی کی۔ آپ ﷺ نے برتن طلب فرمایا، جو جماعت کو سیراب کرائے۔ آپ ﷺ نے دودھ دوہا یہاں تک کہ برتن میں جھاگ آ گئی اُم معبد کو پلایا وہ سیر ہوگئیں اپنے ساتھیوں کو پلایا حتیٰ کہ وہ بھی سیر ہو گئے، سب سے بعد میں آپ ﷺ نے دودھ پیا۔

اسی بکری کو دوسری بار دوہا گیا تو برتن پھر بھر گیا۔ اُس کو بطور نشان اُم معبد کے پاس چھوڑا۔ یہ صورت حال دیکھ کر اُم معبد عاتکہ بنت خالد خزاعیہ اسلام میں داخل ہوگئیں۔ قافلہ وہاں سے چل دیا۔ آپ ﷺ کی روانگی کے بعد اُم معبد کا خاوند گھر آیا، اس نے دودھ دیکھا تو حیران ہوا کہنے لگا کہ یہ دودھ کہاں سے آیا؟ جبکہ گھر میں دودھ دینے والی کوئی ایسی بکری موجود نہ ہے۔ اُم معبد نے جواب دیا کہ ایک مبارک شخص آیا تھا جس کا حلیہ شریف ایسا ایسا تھا۔ وہ بولا وہی تو قریش کے سردار ہیں جن کا چرچا ہو رہا ہے۔ (مشکوٰۃ شریف)

﴿موضع غنیم کا واقعہ﴾ قافلۂ ہجرت یثرب کے قریب موضع غنیم میں جو رابغ اور جحفہ کے درمیان ہے پہنچا تو بریدہ اسلمی قبیلہ بنی سہم کے ستر سوار ساتھ لے کر حصول انعام کی اُمید پر آنحضرت ﷺ کو گرفتار کرنے آیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا تو کون ہے۔؟ اُس نے جواب دیا کہ میں بریدہ ہوں یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ ہمارا کام خشک و خنک اور درست ہوگیا۔'' پھر آپ ﷺ نے بریدہ سے پوچھا کہ تم کس قبیلے سے ہو۔؟ اُس نے کہا کہ بنو اسلم سے۔ آپ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا ہمارے لیے خیر و سلامتی ہے، پھر پوچھا کون سے بنو اسلم؟ اُس نے کہا بنو سہم سے۔ آپ ﷺ نے فرمایا

Marfat.com

کہ تو نے اپنا حصہ (اسلام سے پالیا) اس کے بعد بریدہ نے پوچھا، آپ (ﷺ) کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا ''میں اللہ کا رسول محمد بن عبداللہ ہوں۔'' بریدہ نے نام مبارک سن کر کلمہ شہادت پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔ جو ستر سوار بریدہؓ کے ہمراہ آئے تھے وہ بھی مشرف بہ اسلام ہو گئے۔ بریدہؓ نے کہا الحمدللہ، بنو سہم بلا حیل و حجت مسلمان ہو گئے۔ پھر عرض کی یارسول اللہ! ﷺ ہمیں جھنڈا عطا فرمایئے تا کہ آپ ﷺ کے شایان شان جانب یثرب روانہ ہوں۔ بریدہؓ آپ حضور ﷺ کے آگے آگے چلنے لگا۔ بریدہؓ نے عرض کی، آپ ﷺ کس کے ہاں اُتریں گے۔؟ فرمایا یہ میری اُونٹنی مامور ہے، جہاں یہ بیٹھ گئی وہی میری منزل ہے۔

﴿کاروان ہجرت کا استقبال﴾ اہل یثرب کو آپ ﷺ کی مکہ سے روانگی کا علم ہو چکا تھا۔ اس لیے سارا شہر سراپا انتظار بنا ہوا تھا اور آپ ﷺ کی دید کے لیے بے تاب تھا۔ لوگ مقام حُرہ میں جمع ہوتے انتظار کی کیفیت مسلسل جاری رہی۔ شام کو لوگ اپنے اپنے گھروں کو واپس چلے جاتے۔ ایک روز ایک یہودی نے کسی مقصد کے لیے قلعہ پر سے نظر دوڑائی تو اسے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے ساتھی سفید لباس میں ملبوس نظر آئے۔ وہ یہودی نہایت زور سے بے ساختہ پکار اُٹھا ''اے معشر عرب! لو تمہارا مقصد و مقصود جس کا تم اِنتظار کر رہے تھے وہ آ گیا۔''

لوگ فرط مسرت سے بے خود ہو کر اپنے گھروں سے ہتھیار لگا کر حرہ قبا کے عقب میں نکلے اور آپ ﷺ اور ان کے ہمراہیوں کا نہایت پرتپاک استقبال کیا۔ اظہار مسرت کے لیے نعرۂ تکبیر بلند کیا، نعروں میں اِس قدر جوش وولولہ تھا کہ نعروں کی آواز بنی عمرو بن عوف میں پہنچی۔ یہ قبیلہ موضع قباء میں جو یثرب سے جنوب کی طرف دو میل کے فاصلہ پر آباد تھا، اس خاندان کا سردار کلثوم بن ہدم انصاری اوسی تھا۔ آپ ﷺ کی یثرب سے آمد سے قبل اکثر اکابر صحابہؓ سردار کلثوم کے پاس ہی قیام کیا کرتے تھے۔ چنانچہ حضور ﷺ نے بھی کلثوم ہی کو شرف مہمان نوازی بخشا۔

﴿تعمیر مسجد قباء﴾ قباء میں آپ ﷺ نے چودہ دن قیام فرمایا، اس دوران حضرت علیؓ مکہ میں لوگوں کو ان کی امانتیں سپرد کر کے قباء ہی میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ قباء کے مقام پر کلثوم بن ہدم کی ایک قطعہ اراضی تھی۔ اس پر کھجوریں پھیلا کر خشک کی جایا کرتی تھیں۔ آنحضرت ﷺ نے یہ زمین لے کر مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔ اسلام کی یہ پہلی مسجد ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے کلام مجید میں فرمایا، ترجمہ ہے: ''البتہ مسجد کی بنیاد پہلے دن سے پرہیز گاری پر رکھی گئی ہے، زیادہ لائق ہے کہ تو اس میں کھڑا ہو، اس میں وہ مرد ہیں جو پاک رہنے کو دوست رکھتے ہیں اور اللہ پاک رہنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔'' مسجد کی تعمیر میں دیگر اصحابؓ کے ساتھ آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر میں بغرض تشویق و ترغیب خود بھی کام کیا۔ اس سلسلہ میں ایک خاتون شموس بنت نعمان انصاریہ کا بیان ہے کہ میں دیکھ رہی تھی کہ رسول اللہ ﷺ اِتنا بھاری پتھر اُٹھاتے کہ جسم اَطہر خم ہو جاتا اور بطن شریف پر مجھے مٹی کی سفیدی نظر آ جاتی۔ اَصحابؓ عقیدت مندوں میں سے اگر کوئی عرض کرتا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا، چھوڑ دیجیے میں اُٹھاتا ہوں، تو آپ ﷺ فرماتے نہیں، تم ایسا اور پتھر اُٹھا لاؤ، اور پھر خود اُٹھائے ہوئے پتھر کو عمارت میں نصب فرما دیتے۔ مسجد کی اس تعمیر میں حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کو سمتِ قبلہ بتا رہے تھے۔ اسی لیے کہا

Marfat.com

جاتا ہے کہ اس مسجد کا قبلہ اغلال واتوم ہے۔ حضرت عبداللہ بن رَواحہ خزرجی شاعر تھے وہ بھی مسجد کی تعمیر میں شریک ہوئے، کام کرتے ہوئے اپنے تازہ ترین اشعار پڑھتے اور کہتے کہ "وہ جو مسجدیں تعمیر کرتا ہے اور اُٹھتے بیٹھتے قرآن پڑھتا ہے اور رات کو جاگتا ہے"۔ یہ اشعار نبی پاک ﷺ کی مدح سرائی میں تھے۔ حاصل شدہ معلومات کے مطابق مسجد قباء کا رقبہ 13500 مربع میٹر جہاں تقریباً 20000 افراد نماز ادا کر سکتے ہیں۔ یہاں مسجد کی وسعت میں وقت کے ساتھ ساتھ اضافہ ہوتا رہتا ہے۔ قباء کی مسجد کو اسلامی دنیا کی پہلی مسجد ہونے کا شرف حاصل ہے۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا: "اس مسجد میں دو رکعت نماز کا ثواب ایک عمرہ کے برابر ہے۔

مؤرخین نے آپ ﷺ کے قیام قباء کو چار، چودہ اور بیس دن تک لکھا ہے۔ لیکن اس حقیقت پر کسی کو اختلاف نہیں کہ آپ ﷺ نے جمعہ کے دن مدینہ کے لیے قباء سے روانگی فرمائی۔ مہاجرین اور انصار ساتھ تھے۔ انصار کے جس قبیلے سے گزر ہوتا اُس کے سربراہ عقیدۃً عرض کرتے یارسول اللہ ﷺ ہماری نصرت وحمایت میں اُتریئے۔ بنوسالم خزرجی بن عوف کے محلہ سے گزرتے ہوئے جمعہ کا وقت آ گیا آپ ﷺ نے وادی بطن میں نماز جمعہ معہ خطبہ ادا فرمائی۔ یہ آپ ﷺ کا پہلا جمعہ مبارک تھا اور پہلا ہی خطبہ بھی۔ اس طرح بنی بیاضہ بن ساعدہ اور بنی حارث بن خزرج سے گزرتے ہوئے بنی عدی بن نجار میں پہنچے جو آپ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب کے ننہال تھے۔ بنونجار نے آپ ﷺ کا استقبال تلواریں لگا کر کیا، سلیط بن قیس نجاری خزرجی وغیرہ نے ننہالی رشتہ کو یاد دِلا کر قیام کے لیے عرض کی، مگر اُن کو بھی یہی جواب ملا کہ میری ناقہ مامور ہے۔ اس کے بعد آپ ﷺ کی ناقہ محلہ مالک بن نجار میں اُس جگہ بیٹھ گئی جہاں اب مسجد نبویؐ ہے پھر اُٹھ کر قدرے آگے بڑھی اور مڑ کر پھر پہلی ہی جگہ بیٹھ گئی۔

قباء کے قیام کے بعد آنحضرت ﷺ شہر یثرب میں داخل ہوئے تو عقیدت مندوں کی دو رویا صفیں کھڑی تھیں۔ جوش وخروش کا یہ عالم تھا کہ خواتین گھروں کی چھتوں پر چڑھ گئیں اور اشعار گانے لگیں۔ لڑکیوں نے اِن اشعار کو دف کے ساتھ نہایت مہذب انداز میں گا کر اپنے جذبات اور عقیدت کا اظہار کیا۔ اشعار کا ترجمہ ہے:

"وداع کی گھاٹیوں سے چاند طلوع ہوا ہے۔ جب تک ایک دعا مانگنے والا بھی موجود ہے ہم پر لازم ہے کہ ہم خدا کا شکر ادا کریں۔"

اہل یثرب میں شرفِ میزبانی حاصل کرنے کے لیے سخت کشمکش ہوئی بالآخر یہ شرف حضرت ابوایوب انصاریؓ کے حصہ میں آیا۔ آپ ﷺ نے اُن کے ہاں سات ماہ قیام فرمایا۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس قیام فرمانے کا پس منظر تقریباً واقعہ ہجرت کے ایک ہزار سال پہلے ایک پوشیدہ دستاویز کے مطابق ہوا۔ جس کی مختصر تحریر جو نسل درنسل حضرت ایوب انصاریؓ تک پہنچی آپ کی خدمت میں پیش ہے۔ یہ واقعہ 27 ستمبر 622ء بمطابق ایک ہجری کو پیش آیا۔

Marfat.com

ایک ہزار سال پرانا خط

انسانیت کبریٰ کے سردار معظم حضور ﷺ کی مدینہ آمد سے تقریباً ایک ہزار سال قبل یمن کا بادشاہ تبع حمیری (تہیان ابوکرب) تھا، اُسے تبع اوّل کے نام سے پکارا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ الدخان کی آیت نمبر ۳۷ اور سورۃ ق کی آیت نمبر ۱۴ میں تبع اور اس کی زورآور قوم کا ذکر فرمایا۔ مفسرین نے یوں وضاحت فرمائی کہ جس طرح ایران کے بادشاہ کو کسریٰ اور چین کے سلطان کو خاقان کہا جاتا تھا، اِسی طرح یمن اور حضرموت کے فرمانراؤں کا لقب ''تبع'' ہوا کرتا تھا۔

تبع اوّل سیاحت کی خاطر یمن سے اراکین سلطنت، افواج، علماء وصلحاء کی کثیر تعداد لے کر مکہ پہنچا۔ مکہ میں اس کی آمد، قیام اور پہلی بار غلاف کعبہ چڑھانے اور دیگر واقعات کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ اب مکہ سے شاہ یمن کی واپسی کے سفر کے واقعات پیش ہیں۔

تبع حمیری مکہ مکرمہ سے رَوانہ ہوا تو منزل بہ منزل یثرب پہنچا، مصنف زرقانی نے ''شرح مواہب'' میں لکھا کہ جب تبع یثرب میں داخل ہوا تو اس وقت تبع کے ساتھ ایک لاکھ تیس ہزار فوج تھی۔ اس نے چند روز یثرب میں قیام کیا۔ رَخت سفر باندھنے لگا تو اُس کے ساتھ چار سو علماء کی ایک جماعت بھی تھی۔ اُن عالموں نے آگے چلنے سے انکار کردیا۔ وہ یثرب سے جانے کو تیار نہ تھے۔ یہ بات تبع حمیری تک پہنچی تو اس نے علماء کو طلب کیا اور یثرب سے نہ جانے کا سبب پوچھا، تو علماء نے بتایا کہ اُنہوں نے اپنی کتابوں میں پڑھا ہے کہ آخرالزمان نبی محمد (ﷺ) جب تشریف لائیں گے تو اپنے آبائی شہر مکہ سے ہجرت فرما کر اِسی شہر یثرب میں تشریف فرما ہوں گے، اور یہاں اُن کا قیام رہے گا۔ لہٰذا ہم اسی اُمید پر یثرب میں بیٹھ گئے ہیں کہ شاید ہم اُن کی زیارت سے مستفید ہوسکیں۔ اور اُن کی غلامی کا گراں قدر موقع میسر آسکے۔

شاہ یمن علماء کا یہ جواب سن کر نہایت متاثر ہوا پھر تبع نے اِرادہ سفر ملتوی کردیا، حکم دیا کہ ان چار صد علماء کی رہائش کے لیے چار سو عمدہ مکان تعمیر کیے جائیں۔ جب مکانات کی تعمیر مکمل ہوگئی تو شاہ یمن نے چار سو لونڈیاں خریدیں، اُنہیں آزاد کر کے اُن چار سو علماء کے ساتھ اُن کا نکاح کردیا۔ ایک حکم نامہ جاری کیا، جس کے مطابق علماء ہمیشہ کے لیے یثرب میں ہی سکونت رکھیں گے۔ پھر علماء کی مالی مدد بھی فرمائی حتیٰ کہ وہ معاشی فکر سے آزاد ہوگئے۔ علاوہ ازیں اس انتظام کے بعد حضور محمد ﷺ کے لیے ایک دومنزلہ مکان بھی تعمیر کروایا اور وصیت کردی کہ جب آپ حضور ﷺ تشریف لائیں تو یہ مکان آپ ﷺ کی آرام گاہ ہوگا۔

حاکم یمن جب اس کام سے فارغ ہوا تو علماء میں سے سب سے بڑے صالح اور جید عالم کی خدمت اقدس میں

Marfat.com

ایک خط لکھ کر دیا اور کہا کہ میرا یہ خط اُن آخر الزمان پیغمبر ﷺ کی خدمت میں پیش کرنا اور اگر مجھے میری زندگی میں حضور ﷺ کی زیارت کا موقع میسر نہ آئے تو اپنی اولاد کو وصیت کر دینا کہ نسلاً بعد نسل میرا یہ خط محفوظ رکھیں، حتیٰ کہ سرکار دو عالم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ یہ حکم دے کر شاہ یمن مشرقی ممالک کے دورہ پر روانہ ہو گیا۔

حضور ﷺ نے 622ء میں ہجرت فرمائی اور مدینہ تشریف لائے تو وہ خط ایک طویل مدت کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا۔ وہ خط کیسے پیش ہوا اور اس میں کیا لکھا تھا؟ سنیئے اور پڑھیئے اور عظمت محمد ﷺ کا اعتراف کیجئے۔ خط کا مضمون یہ تھا، جس کا ترجمہ ہے:

"تبع اوّل کی طرف سے یہ خط محمدؐ بن عبداللہ کی خدمت میں

جو اللہ کے نبی و رسول ہیں اور خاتم النبیین ہیں اور پروردگار دو جہاں کے رسول ہیں اُن پر درود و سلام ہو۔

ازاں بعد یقیناً میں آپ ﷺ کے ساتھ یقین دلاتا ہوں اور میں آپ ﷺ کے دین اور طریقہ پر ہوں اور میں آپؐ کے ربّ اور ہر چیز کے خالق پر ایمان لایا۔ اور اسلام کے جمیع احکام جو آپؐ کے ربّ کی طرف سے آپ ﷺ کو پہنچیں ہیں اُن پر بھی ایمان لایا ہوں۔ پس اگر مجھے آپ ﷺ کی زیات کا موقع مل گیا تو بہت اچھا و غنیمت۔ اور اگر میں آپ ﷺ کی زیارت نہ کر سکا تو میری سفارش فرمانا اور قیامت کے روز مجھے بھول نہ جانا۔ میں آپ ﷺ کی پہلی اُمت میں سے ہوں اور میں آپ ﷺ کی آمد سے پہلے آپ ﷺ کی بیعت کرتا ہوں۔ اور میں آپ ﷺ کے طریقوں پر ہوں اور آپ ﷺ کے جد امجد سیّدنا ابرہیم علیہ السلام پر۔ میں اس بات کا اِقرار کرتا ہوں اور شہادت دیتا ہوں کہ احمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ اگر میری عمر اُن کی عمر تک دراز ہوئی تو میں نبی کریم ﷺ کا وزیر ہوتا اور جانثاری میں بھائی۔"

شاہ یمن کا یہ خط نسلاً بعد نسل اُن چار سو علماء کے اندر حرز جاں کی حیثیت سے محفوظ چلا آیا۔ یہاں تک کہ عرصہ گزر گیا، اُن کی اولاد اس کثرت سے بڑھی کہ یثرب کی آبادی میں کئی گنا اضافہ ہو گیا اور یہ خط دست بدست مع وصیت حضرت ابوایوب انصاریؓ کے پاس پہنچا۔ اُنہوں نے یہ خط اپنے خاص غلام ابولیلیٰ کی تحویل میں رکھا۔ جب نبی کریم ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ کی الوداعی وادی ثنیات کی گھاٹی سے آپ ﷺ کی اُونٹنی قصویٰ نمودار ہوئی اور مدینہ طیبہ کے خوش نصیب لوگ محبوب خدا کا جوق در جوق اِستقبال کرنے آرہے تھے اور مدینہ کی لڑکیاں شاہراہوں کے کنارے اور کہیں چھتوں پر کھڑے ہو کر دف بجا رہی تھیں اور اِنتہائی مسرت کے عالم میں عربی زبان کے اَشعار گا رہی تھیں۔ غلامان نبوت کا اِصرار تھا کہ اُن کے گھر قیام فرمائیں، کوئی کہہ رہا تھا، حضور ﷺ میرے گھر تشریف فرما ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ میری اُونٹنی کی نکیل چھوڑ دو، جس گھر میں یہ ٹھہرے گی اور بیٹھ جائے گی وہی میری قیام گاہ ہو گی۔ چنانچہ (وہ دو منزلہ مکان جو شاہ یمن تبع حمیری نے حضور ﷺ کے لیے تعمیر کروایا تھا۔) اُس مکان میں حضور ﷺ کی اُونٹنی جا ٹھہری۔ اس واقعہ کی صاحب زرقانی نے شرح "مواھب الدنیہ" کے صفحہ نمبر ۲۵۸ میں یوں تصریح فرمائی۔ نبی کریم

Marfat.com

ﷺ نے دیکھتے ہی فرمایا: ''تو ابولیلیٰ ہے'' یہ سن کر ابولیلیٰ حیران سا ہو گیا اور نبی کریم ﷺ کو پہچان نہ سکا۔ پریشان ہو کر پوچھنے لگا، آپ کون ہیں؟ میں آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر جادو کا کوئی اثر نہیں دیکھتا۔ (روایت بیان کرنے والا کہتا ہے کہ ابولیلیٰ کو گمان ہوا کہ آپ جادوگر ہیں۔) تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں محمد (ﷺ) ہوں، وہ خط لے آ'' چنانچہ ابولیلیٰ نے وہ خط آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ جب رسول اللہ ﷺ نے اُس خط کو پڑھا تو فرمایا: ''صالح بھائی تبع کو آفرین وشاباش'' اِس جملے کو حضور نبی کریم ﷺ نے تین بار دُھرایا۔ تفسیر خازن جلد نمبر ۴، صفحہ ۱۱۵ میں یہ حدیث آئی۔ تبع کو برائی سے مت یاد کرو۔ وہ یقیناً اسلام قبول کر چکا تھا۔

اسی ضمن میں ایک اور نہایت اہم واقعہ پیش آیا۔ آپ حضور ﷺ جس مکان میں قیام فرما تھے، اس مکان کی دو منزلیں تھیں۔ ابوایوب انصاریؓ معہ اہل وعیال اُوپر والی منزل میں ٹھہرے ہوئے تھے، جبکہ نبی کریم ﷺ نچلی منزل میں قیام پذیر تھے۔ حضرت ابوایوب انصاریؓ رات کو محوِ خواب تھے، معاً آنکھ کھلی پھر دل میں خیال آیا کہ نبی اکرم ﷺ نیچے ہیں اور میں اُوپر ہوں یہ تو صریحاً بے اَدبی ہے۔ چنانچہ بستر سے اُٹھ کر کمرے کی دیوار کے ساتھ چپک کر کھڑے رہے۔ حتیٰ کہ صبح ہو گئی۔ پھر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو بصد اصرار آپ ﷺ کو اُوپر والی منزل میں ٹھہرایا اور خود بمع اہل وعیال نیچے آ گئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی یہ اَدب عطا فرمائے۔ آمین

﴿یثرب / مدینہ منورہ﴾ کتاب ''دائرۃ المعارف'' میں بیان ہوا کہ مؤرخین کی کثرت رائے اور جامع شہادتوں کے مطابق یثرب کا وجود بائیس سو قبل از مسیح میں ہوا۔ تاریخ ابوالفداء کے صفحات پر درج ہے کہ یہاں آباد ہونے والے قبائل بنو عمالقہ تھے جو بڑے بہادر اور جنگجو تھے۔ اُنہوں نے بہت سی قوموں کو برباد کیا اور قابض ہوئے۔ اُن ہی قبائل میں سے ایک شخص ''یثرب'' نام کا تھا۔ جس نے خیبر اور گردونواح کے علاقے پر اپنی حکومت قائم کی ہوئی تھی۔ کتاب ''البرج'' میں ہے کہ سمیدع بن لاوز بن عملیق اور قحطانی قبائل کے درمیان جنگ ہوئی، نتیجتاً سمیدع کے فاتح قبائل بنو عبیل بن بہلائیل بن عوض بن عملیق یہاں آباد ہو گئے۔ چونکہ یثرب نامی شخص پہلے ہی خیبر اور گردونواح کے علاقہ پر قابض تھا۔ اس نے اپنے نام کی نسبت سے اس شہر کا نام یثرب رکھا ہوا تھا۔ اس شہر نے بہت سے اَدوار دیکھے، پھر وہ وقت آ گیا جب حضور نبی کریم ﷺ دنیا میں تشریف فرما ہوئے۔ اُن کی قوم نے ان سے اچھا سلوک نہ کیا، اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ سے یثرب کی جانب ہجرت فرمائی۔ حضور نبی کریم ﷺ کی آمد کے بعد اس شہر مقدس کا نام ''مدینۃ النبیؐ'' ہو گیا۔

﴿سالِ ہجری کا آغاز﴾ ''حقیقت یہ ہے کہ مہینوں کی تعداد جب سے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں وزمین کو پیدا کیا ہے، اللہ کے نوشتے میں بارہ ہی ہے۔ اور اُن میں سے چار مہینے حرام ہیں، یہی ٹھیک ضابطہ ہے۔ لہٰذا ان چاروں مہینوں میں اپنے اُوپر ظلم نہ کرو اور مشرکوں سے سب مل کر لڑو، جس طرح وہ سب مل کر تم سے لڑتے ہیں۔ اور جان رکھو اللہ متقیوں کے ساتھ ہے۔ نَسی تو کفر میں ایک مزید کافرانہ حرکت ہے، جس سے یہ کافر لوگ گمراہی میں مبتلا کیے جاتے ہیں۔ کسی سال ایک

Marfat.com

مہینے کو حلال کر لیتے ہیں اور کسی سال اس کو حرام کر دیتے ہیں۔ تاکہ اللہ کے حرام کیے ہوئے مہینوں کی تعداد پوری بھی کر دیں۔ اور اللہ کا حرام کیا ہوا، حلال بھی کر لیں، اُن کے برے اعمال ان کے لیے خوشنما بنا دیئے گئے ہیں اور اللہ منکرین حق کو ہدایت نہیں دیا کرتا۔'' (سورۃ توبہ: ۳۷، ۳۶)

ابتدائے آفرینش سے یہ شمسی نظام قائم ہے۔ مہینے میں ایک ہی بار چاند/ ہلال بن کر نمودار ہوتا ہے۔ اس حساب سے سال میں بارہ ہی مہینے بنتے ہیں۔ یہ اس لیے کہ عرب کے لوگ نسی کی خاطر مہینوں کی تعداد تیرہ یا چودہ بنا لیتے تھے۔ حرمت والے مہینوں میں جنگ کرنا منع تھا۔ نسی یہ تھی کہ جنگ وجدل، غارت گری اور خون کا انتقام لینے کی خاطر کسی حرام مہینے کو حلال قرار دیتے اور متبادل حلال مہینے کو حرام کہہ دیتے۔ دوسرے قمری سال کو شمسی سال کے مطابق کرنے کے لیے اُس میں کبیسہ کا ایک مہینہ بڑھا دیتے۔ تاکہ حج ہمیشہ ایک ہی موسم میں آتا رہے۔ اس طرح ۳۳ سال تک حج اپنے اصل وقت کے خلاف دوسری تاریخوں میں ہوا کرتا تھا۔ اور صرف چونتیسویں سال میں ایک مرتبہ ذی الحجہ کی نو اور دس تاریخ کو ادا ہوتا تھا۔ یہی وہ بات ہے جو حجۃ الوداع کے موقع پر نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ مبارک میں فرمائی تھی۔ یعنی اس سال حج کا وقت گردش کرتا ہوا ٹھیک اپنی مقررہ تاریخ پر آ گیا جو قدرتی حساب سے اس کی اصل تاریخ ہے۔

عربوں میں شمسی تقویم کی پابندی تھی۔ وہ ہر دو سال بعد تیسرے سال کو بارہ ماہ کی بجائے تیرہ ماہ کا سال شمار کرتے، تیرہویں مہینے کو خالی مہینہ یا صفر کے نام سے پکارتے۔ ''خالی مہینہ'' یا صفر شروع شروع میں سال کے بارہ مہینوں میں شامل نہ تھا۔ جیسا کہ نام سے بھی ظاہر ہے۔ اس مہینے کو وہ فالتو مہینہ تصور کرتے۔ ازمنہ قدیم میں محرم کے دو مہینے ہوتے ایک ''محرم الحرام'' اور دوسرا مہینہ ''محرم الحلال'' پھر رفتار زمانہ کے ساتھ آہستہ آہستہ صفر کے مہینے نے دوسرے مہینے محرم الحلال کی جگہ لے لی۔ اسی طرح حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے ساتھ دنیا میں عیسوی سال کا اجراء ہوا۔ پھر جب نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک ہوئی اور عمر مبارک چالیس سال کو پہنچی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کو نبوت عطا فرمائی، اُس روز 12 فروری 610ء کا دن تھا۔ اسی دن سے ''سال نبوی'' کا آغاز ہوا پھر جب حضور نبی کریم ﷺ نے مکہ معظمہ سے ہجرت فرمائی تو حضور نبی کریم ﷺ 16 جولائی 622ء کو یثرب (مدینہ منورہ) تشریف فرما ہوئے تو اُس روز سے ہجری سال کا اِجراءِ عمل میں آیا۔ قمری حساب سے اُس دن ۱۲ ربیع الاوّل ۱۴ سال نبویؐ تھا۔

اس ضمن میں خلیفہ دوئم حضرت عمر فاروقؓ کی کاوش کا ذکر نہ کرنا قرین انصاف نہ ہوگا، حضرت عمر فاروقؓ کا ملت اسلامیہ پر ایک یہ بھی احسان ہے کہ اُنہوں نے پہلی مرتبہ یوم الخمیس (جمعرات کے دن کا) ۲۰ جمادی الاوّل ۱۷ ہجری بمطابق 12 جولائی 638ء مملکت اِسلامیہ میں اس کا نفاذ فرمایا۔ تاریخ مذکور کے بعد کا ریکارڈ دستیاب ہے، لیکن پہلے کا تقویمی ریکارڈ دستیاب نہیں، بعثت نبوی سے پہلے عرب میں کوئی باقاعدہ و باضابطہ کیلنڈر رائج نہ تھا۔

❖❖❖

Marfat.com

ہجری سال اوّل کے واقعات

............❖❖❖............

رقم کرنے سے پہلے یثرب / مدینہ منورہ کے مقدس شہر کے متعلق کچھ بیان کرنا نہایت ہی مناسب ہوگا۔

مدینہ منورہ کرۂ ارض میں مدینہ منورہ وہ مقدس شہر ہے جسے نبی کریم ﷺ کے حرم ہونے کا شرف حاصل ہے۔شہر مقدس کی حدود کا رقبہ 16 کلومیٹر ہے۔اس شہر کی بندرگاہ بحیرۂ احمر پر واقع ہے جو ''ینبوع'' کے نام سے موسوم ہے۔مدینہ سے اس کا فاصلہ 100 کلومیٹر، جدہ سے 425 کلومیٹر اور مکہ مکرمہ سے فاصلہ 497 کلومیٹر ہے۔شہر مدینہ سطح سمندر سے 597 میٹر کی بلندی پر واقع ہے۔شہر موصوف کی آب وہوا کی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں گرمیوں میں شدید گرمی ہوتی ہے، موسم خزاں اور بہار معتدل ہوتے ہیں، سردی کا موسم شدید ہوتا ہے۔اس کا طول البلد 30.5 اور عرض البلد 24 درجہ ہے۔شہر نبیؐ میں تقریباً سات لاکھ افراد قیام پذیر ہیں۔شہر مقدس کے کئی نام ہیں۔جن میں مشہور ومعروف طائبہ، طیبہ، قبۃ الاسلام، قلب الایمان، مدینۃ الرسول ﷺ اور مدینۃ النبی (ﷺ)، دارالایمان، دارالابرار، دارالسلام ہیں۔روئے زمین پر ایسا کوئی شہر نہیں جس کے نام اتنی کثرت سے رکھے گئے ہوں۔رسول کریم ﷺ کو طائبہ، طیبہ نام زیادہ پسند تھے۔یہاں کھجور، انگور، انار اور سیب وغیرہ پیدا ہوتے ہیں۔

مدینہ منورہ کی سرزمین شرک کی نجاست سے پاک ہے۔اس کی آب وہوا پاکیزہ، حیا اور ایمان اس شہر کی صفات ہیں۔مدینہ کی مٹی میں ایک خاص قسم کی خوشبو ہے، جو مشک وعنبر میں بھی نہیں۔دنیا و آخرت کی تمام بھلائیاں اس شہر میں پائی جاتی ہیں۔خاک مدینہ ہر مرض کے لیے اور خصوصاً برص اور جذام کے لیے شفاء ہے۔اس مقدس شہر کا نام ''مجبار'' بھی ہے۔مجبار اس سرزمین کو کہتے ہیں جو سبزیاں جلداُ گائے اور نفع بخش ہو۔

حدیث شریف کے مطابق اس شہر کی حفاظت کے لیے ''مدینہ کی گلیوں کے دونوں سروں پر فرشتے بیٹھے اس کی پاسبانی کرتے ہیں۔'' حضور نبی کریم ﷺ کو اس شہر سے بہت محبت تھی۔اس شہر میں رہتے ہوئے بہت سی فتوحات اور اسلامی کامیابیاں حاصل ہوئیں۔یہی مقام اِسلام کی قوت، دین کے اصول تمام اوّل وآخر خیر وبرکات کا سرچشمہ اور جملہ کمالات

Marfat.com

ظاہر و باطن کا مخزن اور سعادت عظمیٰ اور نعمت کبریٰ کا سرچشمہ ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کا روضہ مبارک بہترین مقام اور اللہ کی برکات اور رحمت و رضوان کا مقام ہے۔ یہاں دربار خداوندی سے فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد بھی رسول کریم ﷺ نے یہیں پر رہنا پسند فرمایا۔ اس شہر سے آپ ﷺ کو اتنی محبت تھی کہ جب کسی سفر سے واپس تشریف لاتے اور مدینہ کے قریب پہنچتے تو اپنی سواری کی رفتار کو بڑھا دیتے، تا کہ جلد از جلد مدینہ میں داخل ہو جائیں۔ جو گرد و غبار چہرۂ مبارک پر ہوتا اس کو صاف نہ فرماتے اگر صحابہؓ میں سے کوئی شخص اپنے چہرے اور سر کو گرد و غبار سے چھپاتا تو آپ ﷺ اسے منع فرماتے اور ارشاد فرماتے ”خاک مدینہ میں شفاء ہے۔“ نبی رحمت ﷺ نے اِرشاد فرمایا ”جو شخص مدینہ میں انتقال کرے اس کے لیے روز قیامت میں شفیع ہوں گا۔“ حدیث مبارکہ کے مطابق ارشاد فرمایا ”روئے زمین میں مدینہ کے سوا کوئی قطعہ زمین ایسی نہیں جس میں مَیں اپنی قبر کو پسند کروں۔“ حضرت عمرؓ بن خطاب ہمیشہ یہ دعا فرماتے ”اے خدا! اپنی راہ میں مجھے شہادت نصیب فرما اور میری موت اپنے رسولؐ کے شہر میں دے۔“

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مرتبہ فرض حج اَدا کیا۔ دوبارہ مدینہ سے مکہ اس لیے نہیں گئے کہ شاید مدینہ کے علاوہ دوسری جگہ موت آ جائے۔ پھر پوری زندگی مدینہ ہی میں بسر کی اور وہیں آسودۂ خاک ہوئے۔ صحیح بخاری میں مدینہ کی فضیلت اس طرح بیان ہوئی:

”مدینہ پاک ہے اور گناہوں کی نجاست اس طرح دور کرتا ہے جس طرح سنار کی بھٹی چاندی کے میل کو صاف کرتی ہے۔ یہ شہر دجال کے وجود اور نجاست سے پاک اور محفوظ رہے گا۔ دجال کے زمانہ میں مدینہ منورہ کی ہر گلی میں فرشتوں کی ایک جماعت متعین ہوگی جو مدینہ کی حفاظت کرے گی، اور دجال کے داخلے کو روک دے گی۔“

انبیاءؑ کی آخری مسجد، مسجد نبویؐ اسی شہر میں ہے اور اسلام کی سب سے پہلی مسجد، مسجد قباء بھی اسی شہر میں ہے۔ اس مسجد کی بنیاد حضور نبی کریم ﷺ نے سب سے پہلے رکھی تھی۔ مسجد نبویؐ اور روضہ مبارک، منبر مبارک کے درمیان ”ریاض الجنۃ“ واقع ہے جو جنت کے باغوں میں سے ایک ہے۔ یہاں **جبل اُحد** ہے جو جنت کے پہاڑوں میں سے ایک ہے۔ یہیں جنت البقیع کا قبرستان ہے۔ جہاں رسول کریم ﷺ کی اولادؓ، ازواج مطہراتؓ، صحابہ کرامؓ مدفون ہیں۔ اس قبرستان سے ستر ہزار افراد کو روز قیامت اُٹھایا جائے گا۔ جن کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی مانند منور ہوں گے اور انہیں بغیر حساب جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔ جس نے مسجد نبویؐ میں **چالیس نمازیں** اَدا کیں اور اس کی کوئی نماز فوت نہ ہوئی تو اس کے لیے آگ اور عذاب سے برأت لکھ دی گئی، اور وہ نفاق سے بری ہو گیا۔ مسجد نبویؐ میں ایک نماز کا درجہ **پچاس ہزار نمازوں** کے برابر ہے۔ یہ فضیلت فرض اور نفل دونوں نمازوں کو حاصل ہے۔ اس مسجد کی بنیاد پہلے ہی دن سے تقویٰ پر رکھی گئی۔

حضور اقدس ﷺ کی مدینہ میں تشریف آوری سے جو خوشی مسلمانوں کو ہوئی وہ بیان نہیں کی جا سکتی، پردہ نشین عورتیں چھتوں پر آ نکلیں، بنو نجار کی لڑکیوں نے دف بجا کر نہایت مؤدب انداز میں گایا۔ آپ ﷺ نے بنو نجار کی لڑکیوں

Marfat.com

سے فرمایا کہ میں تم کو عزیز رکھتا ہوں، اسی خوشی میں مردوزن گلی کوچوں میں پکار اُٹھے، یارسول اللہ! یا نبی اللہ! حبشی غلام آپ ﷺ کی آمد پر خوشی میں ہتھیاروں سے کھیل رہے تھے۔ انسان تو انسان وحوش بھی اپنی حرکات وسکنات سے خوشی کا اظہار کررہے تھے۔

﴿اہلبیتؓ کی مدینہ آمد﴾ آنحضرت ﷺ کے قیام کا انتظام ہونے کے بعد آپ ﷺ نے زید بن حارثہؓ اور اپنے غلام ابورافعؓ کو پانچ سو درہم اور دو اُونٹ دے کر مکہ بھیجا تا کہ آپ ﷺ کے عیال کو مدینہ لے آئیں۔ اس مرحلہ پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عبداللہ بن اریقط دائلی (جو مکہ واپس جارہا تھا۔) کو ایک خط دیا جو آپؓ کے صاحبزادے عبداللہ کے نام لکھا گیا تھا کہ میرے عیال کو مدینہ لے آؤ۔ حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینبؓ کو اُن کے خاوند ابوالعاص نے آنے نہ دیا، جبکہ حضرت رقیہؓ اپنے خاوند کے ہمراہ حبشہ میں تھیں۔ حضرت اُم کلثومؓ وفاطمہؓ اور زوجہ محترمہ حضرت سودہؓ کو اور اُم ایمنؓ زوجہ زید اور اُسامہ بن زید کو مدینہ لے آئیں۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عیال سے عبداللہؓ بن ابی بکرؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ اُن کی والدہ اُم رومانؓ اور حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ کو بھی لے آئیں۔ یہ تمام اصحاب مدینہ میں حارثہؓ بن نعمان کے مہمان ہوئے۔

﴿یہود مدینہ سے معاہدہ﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے بعداز ہجرت سب سے پہلے یہود مدینہ سے ایک تاریخی معاہدہ فرمایا۔ مدینہ میں یہودیوں کے تین قبیلے بنوقینقاع، بنونضیر اور بنوقریظہ آباد تھے، جبکہ انصار کے دو قبیلے اَوس اور خزرج بھی یہاں رہتے تھے۔ ان دونوں قبیلوں کے درمیان جنگ بعاث ہوئی جس کی وجہ سے یہ قبیلے کمزور ہوگئے تھے، بدیں وجہ یہودِ مدینہ نے مدینہ پر تسلط حاصل کرلیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے خیال فرمایا کہ مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تعلقات واضح اور منضبط ہوجائیں اس لیے ان کے درمیان ایک معاہدہ قرار پایا جسے ''میثاق مدینہ'' کہا جاتا ہے۔ اس کی چند شرائط درج ہیں:

۱۔ دونوں فریق ایک دوسرے کے خیر خواہ رہیں گے۔ ۲۔ اگر ایک فریق کو کسی سے لڑائی درپیش آئے تو دوسرا فریق اس کی مدد کرے گا۔ ۳۔ فریقین کو مذہبی آزادی حاصل ہوگی، ایک دوسرے کے دین سے تعرض نہیں کریں گے۔ ۴۔ کوئی فریق قریش اور اُن کے معاونین کو امان نہ دے گا۔ ۵۔ اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ آور ہو تو ہر دو فریق مل کر اُس کا مقابلہ کریں گے۔ اور صلح میں بھی دونوں فریق شامل ہوں گے۔ ۶۔ اگر کوئی فریق کسی سے صلح کرے گا تو مصالحت میں دوسرا فریق بھی شامل ہوگا۔ مگر مذہبی لڑائی میں ایسا نہ ہوگا۔

اس معاہدہ کی کل ۵۲ شقیں تھیں جن میں ۲۵ شقیں مسلمانوں اور ۲۷ شقوں کا تعلق دیگر تمام مذاہب جو مدینہ میں آباد تھے اُن سے تھا۔ اس معاہدہ کی شق نمبر ۱۶ قتل سے متعلق ہے، قاتل کو سزا ہونی چاہئے جو موت ہے، کوئی کسی قاتل کی حمایت نہ کرے۔ اس کی شق نمبر ۲۶ یہ تھی کہ جو اختلاف ہو اسے دور کرنے کے لیے اللہ سے رجوع کرو، اللہ کے نمائندے پیغمبر رسول ﷺ کے ذریعہ اختلاف کا حل تلاش کیا جائے گا اور یہ کہ مدینہ کی سرزمین حرم ہے یہاں جنگ وجدل نہیں ہوگا۔

﴿مسجد نبویؐ کی تعمیر﴾ آنحضرت ﷺ کی ناقہ قصویٰ جہاں بیٹھ گئی وہ زمین دو یتیم بچوں سہیل اور سہل کی ملکیتی

Marfat.com

تھی۔ اِن بچوں کا تعلق بنونجار سے تھا۔ اُن کے ولی اسد بن ضرارہ نجاری خزرجی تھے۔ وہ اس زمین پر کھجوریں خشک کرنے کے لیے پھیلایا کرتے تھے۔ اس قطعہ اَراضی کے ایک حصہ میں حضرت اسدؓ نے نماز کے لیے جگہ بنائی ہوئی تھی۔ جس کی چھت نہ تھی، یہاں وہ نماز پڑھا کرتے تھے۔ باقی اَراضی پر کھجور کے درخت اور مشرکوں کی قبریں اور گڑھے تھے۔

آنحضرت ﷺ نے اس قطعہ اراضی پر مسجد بنانے کا ارادہ فرمایا۔ آپ ﷺ نے اُس زمین کے مالکان یتیم بچوں کو بلایا اور اُن سے قیمت پر زمین لینا چاہی، اُن بچوں نے قیمت لینے سے اِنکار کر دیا اور کہا کہ یہ زمین ہم آپ ﷺ کو ہبہ نذر کرتے ہیں، لیکن آپ ﷺ نے یہ قبول نہ فرمایا۔ سہیل اور سہل کو زمین کی قیمت ادا کرنے کے بعد تعمیر مسجد کا کام شروع کیا گیا۔ قبریں مسمار کر کے ہڈیاں کسی دوسری جگہ دبا دی گئیں۔ درخت کاٹ دیئے گئے اور گڑھوں کو ہموار کر دیا گیا۔

اس مسجد مبارک کی خصوصیات یہ تھیں کہ نہایت سادہ تھی۔ بنیادوں کی گہرائی تین ہاتھ جو پتھر کی بنائی گئی تھیں، چھت کی اُونچائی قد آدم سے کچھ اُونچی تھی اور برگ خرما سے بنائی گئی تھی۔ اُس کے ستون کھجور کے تنے کے تھے، قبلہ بیت المقدس کی طرف رکھا گیا تھا۔ تین دروازے تھے جن میں ایک جانبِ کعبہ دو کا رُخ دائیں بائیں تھا۔ جب قبلہ کی تبدیلی کا حکم آیا تو جانبِ کعبہ کا دروازہ بند کر دیا گیا اور اُس کے مقابل شمالی جانب ایک نیا دروازہ بنا دیا گیا۔ چونکہ چھت پر مٹی کم تھی اور فرش بھی خام تھا، بارش کے ایام میں کیچڑ ہو جایا کرتا تھا۔ نماز کی ادائیگی میں پریشانی ہوتی تھی۔ ایک دفعہ رات کو بارش ہوئی تو نمازی اپنے ساتھ کنکریاں لائے اور اُنہیں بچھا کر نماز ادا کی۔ پھر آپ ﷺ نے مسجد کے خام فرش پر کنکریاں بچھوا دیں تاکہ بارش کے دِنوں میں نماز کی ادائیگی میں رکاوٹ نہ ہو۔

﴿حجروں کی تعمیر﴾ حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہ صدیقہؓ آنحضرت ﷺ کے عقد مبارک میں آ چکی تھیں، اُن کے لیے مسجد سے متصل دو مکان بنائے گئے۔ جن کو کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا۔ ان کے ساتھ کوئی حجرہ نہ تھا، دروازوں پر کمبل کا پردہ ڈالا گیا۔ یہ تمام مکان مسجد نبویؐ کے گرداگرد سوائے جانب غرب کے بنائے گئے تھے۔ حضرت فاطمہؓ کا دولت خانہ جانب مشرق اور حضرت عائشہؓ کے حجرے سے متصل اُس جگہ تھا جہاں آپ ﷺ اب قیام پذیر ہیں۔ جب آپ ﷺ سفر سے واپس تشریف لاتے تو پہلے مسجد میں دوگانہ ادا فرماتے اس کے بعد حضرت فاطمہؓ کے ہاں تشریف لے جاتے، اُن کا حال دریافت فرما کر ازواج مطہراتؓ کے گھروں میں قدم رنجہ فرماتے۔ بقول داؤد بن قیس حجرہ کے دروازے سے اندرونی کمرے تک چھ یا سات ہاتھ کا فاصلہ تھا۔ جبکہ اندرونی کمرہ دس ہاتھ کا تھا۔ اِرتفاع سات، آٹھ ہاتھ تھا۔ حضرت امام حسن بصریؒ کا بیان ہے کہ میں حضرت عثمانؓ کے دور میں مدینہ میں تھا تو میں ان مکانات کی چھتوں کو ہاتھ سے چھو لیا کرتا تھا۔

﴿مہاجرین کے مکانات کی تعمیر﴾ مہاجرین کی سکونت کے لیے مسجد کے نزدیک ہی مکانات کی تعمیر کا انتظام کیا گیا تھا۔ آقائے نامدار ﷺ نے بنو زہرہ کو مسجد کی ایک جانب ایک قطعہ اراضی عنایت فرمایا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہریؓ کے حصہ میں ایک خرمستان آیا جو اُنہیں کے نام سے معروف ہوا۔ عبداللہؓ و عقبہؓ پسران مسعود ہذلی جو بنو زہرہ

Marfat.com

کے حلیف تھے اُن کے لیے مسجد ہی کے نزدیک ایک قطعہ مخصوص کر دیا گیا جو اُنہی کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت زبیر بن عوام قرشی اسدیؓ کو ایک وسیع قطعہ ملا جس میں مختلف اقسام کے درختوں کی جڑیں تھیں۔ وہ "بقیع الزبیر" کہلاتا تھا۔ حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ قرشی تیمی کو اُن کے گھروں کی جگہ ملی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کو مسجد کے قریب زمین دی گئی۔ اسی طرح حضرت عثمان بن عفانؓ قرشی اُموی، مقدادؓ بن اَسود کندی اور طفیلؓ بن حارث قرشی مطلبی وغیرہ کو بھی زمین عطا فرمائی۔

بے آباد اور غیر ملکیتی اَراضی کو رسول اللہ ﷺ نے خود تقسیم فرمایا اور جس اراضی پر انصار کے مکانات تھے وہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو ہبہ کر دیئے۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے انصار کے ان مکانات کو مہاجرین میں تقسیم فرما دیا۔ اس سلسلہ میں سب سے پہلے حضرت حارثہ بن نعمانؓ انصاری نے اپنے مکانات بطور ہدیہ پیش کیے۔ بقول واقدی منازل حارثہؓ کی جگہ ہی پر اُمہات المؤمنینؓ کے حجرے بنے۔

﴿صفّہ اور اصحاب صفّہ﴾ "صفہ" سائبان کو کہتے ہیں۔ جو مسجد نبویؐ کے کنارے سے ملا ہوا تھا۔ اکثر صحابہؓ مشاغل دینی کے علاوہ کاروبار، تجارت، زراعت و تعمیر کا کام بھی کیا کرتے تھے۔ جبکہ چند اصحابؓ نے اپنی زندگی صرف عبادت اور حضور نبی کریم ﷺ کی تربیت پذیری پر نذر کر دی تھی۔ اُن کے اولاد نہ تھی۔ البتہ شادی کرنے والے اصحابؓ اس دائرے سے نکل جایا کرتے تھے۔ دن کو بارگاہ نبوتؐ میں حاضر رہتے اور دین کی باتیں سنتے، شب باشی کے لیے وہ چبوترے (صفہ) پر ہی پڑے رہتے۔ حضرت ابوہریرہؓ بھی اُن ہی لوگوں میں شامل تھے۔ اصحاب صفہؓ کے پاس کبھی بھی مکمل لباس نہ ہوا، کئی کئی دن کھانے سے محروم رہتے، اکثر اوقات دورانِ نماز یہ لوگ بھوک اور ضعف کے باعث گر پڑتے۔ باہر سے آنے والے اُنہیں اس حالت میں دیکھ کر خیال کرتے کہ یہ لوگ دیوانے ہیں۔ حضرت سعد بن عبادہؓ دولت مند شخص تھے، وہ کبھی کبھی ۸۰،۸۰ مہمانوں کو اپنے ساتھ کھانا کھلاتے حضور نبی پاک ﷺ اصحاب صفہؓ کا خاص خیال فرماتے۔

اصحاب صفّہ کے بارے میں قرآن حکیم میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "کوئی تجارت یا کسی بھی قسم کی خرید و فروخت اُنہیں اللہ کی یاد سے غافل نہیں کر سکتی۔" عبداللہ بن ابی بکرؓ روایت کرتے ہیں کہ اصحاب صفّہ نہایت نادار تھے۔ نبی اکرم ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا: "جس کسی کے پاس دو آدمیوں کا کھانا ہو وہ ان اصحاب صفہ میں سے ایک تیسرے آدمی کو لے جائے۔ جس کے پاس چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ ایک پانچویں کو اپنے ساتھ ملا لے۔" حضرت واثلہؓ بن اسقع اہل صفہ میں سے تھے، وہ فرماتے ہیں کہ ہم میں سے کبھی کسی کے پاس پورا لباس نہیں ہوتا تھا۔ حضرت ابوسعید خدریؓ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ رسول اکرم ﷺ ہم اہل صفہ کے پاس تشریف لائے، اتفاق سے ایک آدمی اس وقت ہمیں قرآن پڑھ کر سنا رہا تھا اور ہمارے لیے دُعا کر رہا تھا۔ لباس کی قلت کی وجہ سے ہم ایک دوسرے کے ساتھ متصل بیٹھ کر ستر پوشی کر رہے تھے، آپ ﷺ کی تشریف آوری پر ہم سب آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنا کر بیٹھ گئے۔ نبی برحق ﷺ نے دریافت فرمایا: "تم کیا کر رہے تھے۔" سب نے عرض کیا یہ شخص ہمیں قرآن پڑھ کر سنا رہا تھا اور ہمارے لیے دُعا کر رہا تھا۔ نبی رحمت ﷺ نے فرمایا: "تم اپنے کام میں دوبارہ مشغول ہو جاؤ۔" اس کے بعد امام الانبیا ﷺ نے اس بات پر اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے

Marfat.com

آپ ﷺ کی اُمت میں ایسا گروہ اور ایک ایسی جماعت پیدا کر دی ہے جن کے ساتھ آپ ﷺ کو بیٹھنے کا حکم ہوا ہے۔ پھر اللہ کے رسول ﷺ نے فقراء کو بشارت دیتے ہوئے فرمایا: ''میں تمہیں خوشخبری سناتا ہوں اس بات کی کہ تم روز قیامت اُمراء سے پانچ سو سال قبل جنت میں داخل ہوں گے۔ تم لوگ جنت کی نعمتوں سے لطف اندوز ہو رہے ہو گے جبکہ اُمراء کا طبقہ ابھی حساب و کتاب میں پھنسا ہوا ہو گا۔''

اصحاب صفہ اور اُن کے پیروکاروں کی علامت فقر ہے، سچائی اُن کی شہرت ہے اور ان کے باطن مشاہدۂ حق سے ہمیشہ آباد ہیں، کیونکہ اُن کے محافظ و نگران حق تعالیٰ اور معلم و مؤدب رسول ﷺ ہیں۔ اہل صفہ انہی پاکیزہ نفوس میں سے تھے جو نفسانی خواہشات سے پاک، ابرار کی صفوں میں شامل تھے۔ ذکر الٰہی جن کا پسندیدہ مشغلہ تھا۔ ان کے باطن روشن تھے اللہ کی محبت اور اور اس کی رضا ان کا اُوڑھنا بچھونا تھا۔ اگر دعوت اسلام کے لیے کہیں بھیجنا ہوتا تو اصحاب صفہؓ میں سے ہی بھیجے جاتے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے انہیں وہ مرتبہ و مقام عطا فرمایا کہ ملائکہ بھی ان کی زیارت کی خواہش کرنے لگے۔ رسول اکرم ﷺ کو اللہ نے حکم دیا کہ آپؐ اُن کے ساتھ گفتگو اور مجالس اختیار کریں۔ اصحاب صفہؓ کی تعداد میں کمی بیشی ہوتی رہتی تھی، اُن کی تعداد کبھی بھی چار سو سے زیادہ نہیں ہوئی۔

سورۃ الانعام میں ارشاد ہوا: ''اے پیغمبر! (ﷺ) جو لوگ ہماری آیتوں پر ایمان لاتے ہیں جب تمہارے پاس آیا کریں تو تم ان کی دلجوئی کرو اور کہو کہ اللہ کی طرف سے تمہیں سلامتی کی خوشخبری ہو اور تمہارے پروردگار نے بندوں پر مہربانی کرنا از خود لازم کر لیا ہے۔'' (آیت: ۵۴)

سورۃ کہف کی ۲۸ ویں آیت میں اصحاب صفہ کی فضیلت بیان کی گئی ہے: ''اور اے پیغمبر! (ﷺ) جو لوگ صبح و شام اپنے پروردگار کو یاد کرتے اور اسی کی رضا مندی چاہتے ہیں ان کے ساتھ اُٹھنے بیٹھنے پر اپنے نفس کو مجبور کرو اور تمہاری نظر اِلتفات ان پر سے ہٹنے نہ پائے۔''

حضرت حسن بصریؒ کہتے ہیں کہ ایک بار رسول مقبول ﷺ اہل صفہ کی طرف تشریف لائے اور اُن کا حال چال دریافت فرمایا تو اُنہوں نے عرض کیا: ''ہر طرح کی خیر و بھلائی ہے۔'' نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''واقعی آج تم خیر و بھلائی میں ہو، عنقریب وہ وقت آنے والا ہے جب تم میں سے ہر ایک کے پاس کھانے کے بڑے بڑے پیالوں کے علاوہ دیگر کئی آسائشیں ہوں گی۔ تمہارے گھروں پر اس طرح کے پردے ڈالے جائیں گے جیسے خانہ کعبہ پر ڈالے جاتے ہیں۔''

﴿مواخات مدینہ﴾ مہاجرین بے خانماں ہو کر مدینہ آئے تھے اُن کی دستگیری کے لیے آنحضرت ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان مواخات یعنی بھائی چارہ کا ایک ایسا انوکھا طریقہ جاری فرمایا کہ مہاجرین کی غربت کی وحشت اور اہل و عیال کی مفارقت محسوس نہ ہو اور ایک دوسرے کو مدد دیں۔ مہاجرین کی تعداد ۴۵ یا ۵۰ تھی۔ آپ ﷺ نے ہر دو فریق سے دو دو کو بلا کر فرمایا کہ تم دونوں بھائی بھائی ہو۔ اس طرح ایک نیا رشتۂ اخوت استوار ہوا جو حقیقی اور خونی رشتوں سے کم نہ تھا۔ اس کی مثال یہ دی جا سکتی ہے کہ جب آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف قرشی زہریؓ اور حضرت سعدؓ بن

Marfat.com

ربیعہ انصاری خزرجی کے درمیان رشتہ برادری قائم کردیا تو حضرت سعدؓ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ سے کہا کہ میرے پاس تمام انصار سے زیادہ مال ہے، میں اپنا نصف مال آپؓ کو دیتا ہوں، میری دو بیویاں ہیں، اُن میں سے ایک جس کو تو پسند کرے طلاق دے دیتا ہوں۔ عدت کے اختتام پر آپؓ اس سے نکاح کرلیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے یہ سن کر کہا کہ آپؓ کے اہل اور آپؓ کا مال آپؓ ہی کو مبارک ہو۔ بھائی چارے کے اس عمل سے کل ۴۳ مہاجر مستفید ہوئے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ نے بازارِ تجارت میں جانا شروع کردیا، مکھن اور پنیر کا کاروبار کرلیا اور بہت جلد مالدار ہوگئے۔ ایک روز وہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُن کے بدن پر خوشبو کا نشان تھا۔ حضور ﷺ نے پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ عرض کی کہ میں نے انصار کی ایک عورت سے شادی کرلی ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ مہر کتنا دیا؟ عرض کی کہ پانچ درہم بھر سونا، فرمایا کہ ''ولیمہ دو خواہ ایک بکری ہو۔'' اس طرح دیگر مہاجرین نے بھی تجارت کا کام شروع کردیا۔

ابتداء میں انصار بھائی کے فوت ہونے پر اس کے مہاجر بھائی کو وارث کی حیثیت میں باقاعدہ حصہ وراثت دیا جاتا، بعد میں جب مہاجرین کی اقتصادی حالت بہتر ہوگئی تو یہ طریقہ متروک کردیا گیا۔

آنحضرت ﷺ کے فرمان کا یہ اثر ہوا کہ انصار نے فقید المثال ایثار کا ثبوت دیا۔ اُنہوں نے اِصرار کیا کہ اُن کی جائیداد کا نصف حصہ مہاجر بھائی لے لیں۔ عالم اسلام میں یہ پہلی برادری تھی جس کی بنیاد مذہب پر استوار کی گئی جس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مہاجرین کی اکثریت پیشہ تجارت سے منسلک تھی۔ وہ مکہ میں بھی تجارتی کاروبار کیا کرتے تھے۔ چنانچہ اُنہوں نے مدینہ میں بھی پیشہ تجارت ہی اختیار کیا۔ اور چند ہی مہینوں میں فارغ البال ہوگئے۔ حضرات مہاجرین میں عبدالرحمٰن بن عوفؓ، عثمانؓ، ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور دیگر اصحابؓ کا کاروبار کافی وسیع ہوا۔ حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ انصار برادری کے چند اصحاب نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ نخلستان ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرمادیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں۔ یہ سن کر انصار نے مہاجرین سے کہا کہ درختوں کو پانی دینے کا کام سرانجام دیا کریں، ہم تمہیں پھل کی فصل میں شریک کرلیں گے۔ چنانچہ مہاجرین نے اس شرط پر رضامندی ظاہر کردی۔ اس کے علاوہ کچھ ایسے نخلستان بھی تھے جن میں تمام کام تو انصار خود ہی کیا کرتے تھے، لیکن پیداوار کا نصف حصہ وہ مہاجرین کو دے دیا کرتے۔

حضرات اسدؓ و کلثومؓ کی وفات اس سال قوم انصار میں سے دو نہایت اہم شخصیات نے وفات پائی۔ اُن میں حضرت اسد بن زرارہؓ اُن چھ شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے یثرب سے مکہ جاکر سب سے پہلے اسلام قبول کیا تھا، اُن کا دوسرا اعزاز یہ ہے کہ اُنہوں نے یثرب میں سب سے پہلے نماز جمعہ قائم کی۔ دوسرے حضرت کلثوم بن ہدمؓ نے وفات پائی۔ حضور نبی کریم ﷺ سفر ہجرت کے دوران قباء تشریف لائے تو حضور ﷺ نے اُن ہی کے گھر قیام فرمایا تھا۔ اور اسلام کی سب سے پہلی مسجد، مسجد قباء کی بنیاد رکھی تھی۔ ان کے علاوہ اوّل سال ہجری ہی میں ولید بن مغیرہ جو سپہ سالار خالدؓ کے باپ تھے اور عاص بن وائل سہمی جن کے بیٹے حضرت عمرو بن عاص ہیں نے وفات پائی۔ حضرت زبیرؓ حضور نبی کریم

Marfat.com

ﷺ کے پھوپھی زاد بھائی تھے۔اُن کی والدہ حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی اور حضرت عائشہؓ کی بہن تھیں۔اب تک مہاجرین میں سے کسی کے اولاد نہ ہوئی تھی، یہودیوں نے مشہور کردیا کہ اُنہوں نے مسلمانوں پر جادو کردیا ہے۔ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیرؓ کو فرزند عطا فرمایا جس کا نام اُنہوں نے عبداللہ رکھا۔اُن کی پیدائش پر مہاجرین نے خوشیاں منائیں۔

﴿حضور نبی پاک ﷺ کا پہلا جمعہ﴾ حضور نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت فرما کر یثرب کی جانب تشریف لا رہے تھے۔یثرب کے نواح میں بستی قباء تھی۔آپ ﷺ نے یہاں قیام فرمایا اور مسجد قباء کی بنیاد رکھی۔چودہ روزہ قیام کے بعد جمعہ کے روز آپ ﷺ نے قباء سے روانگی فرمائی، جب بنی سالم خزرجی کی وادی میں پہنچے تو نماز جمعہ کا وقت ہوگیا تھا، آپ ﷺ نے وہیں توقف فرمایا، خطبہ دیا اور نماز جمعہ پڑھائی۔یہ پہلا جمعہ ہے جو حضور ﷺ نے ادا فرمایا تھا۔جس کے متعلق اس سے پہلے بھی تحریر کیا جاچکا ہے۔جمعہ کی نماز سے قبل خطبہ پڑھنا لازم ہے۔خطبہ میں پانچ امور کا ہونا ضروری قرار دیا گیا۔۱۔حمد باری تعالیٰ ۲۔درود وسلام ۳۔تقویٰ کی وصیت ۴۔قرأت قرآن ۵۔اور اہل ایمان کے لیے دُعا

﴿سرایا وغزوات﴾ ہجرت کے بعد قریش مکہ نے اسلام کے پھیلاؤ کو روکنے کے لیے قبائل کو اپنے ساتھ ملالیا۔ان کا غصہ خطرناک حد کو پہنچ گیا، سازشیں کرنا شروع کردیں۔اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت کے لیے اہل اسلام کو اپنے دفاع میں جہاد کی اجازت عنایت فرمادی۔سرایا یا غزوات کا سلسلہ ہجری سال اوّل سے ہی شروع ہوگیا تھا۔سریہ اور غزوہ کی تعریف محدثین کی اصطلاح میں سرایا ایسا چھوٹا جنگی دستہ جس میں حضور نبی اکرم ﷺ نے شرکت نہ فرمائی ہو، بلکہ اصحابؓ میں سے کسی کو دشمن کے مقابلہ کے لیے بھیج دیا ہو، وہ لشکر ''سریہ'' کہلایا۔غزوات ایسی جنگیں جس کے لشکر میں حضور نبی کریم ﷺ بذات خود شامل ہوئے۔غزوات کی تعداد ۲۷ ہے، ان میں سے ۹، ایسے غزوات ہیں جن میں قتال وقوع پذیر ہوئے وہ یہ ہیں: بدر، اُحد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، فتح مکہ، حنین اور طائف شامل ہیں۔سرایہ کی تعداد ۴۷ ہے۔اس لحاظ سے حضور نبی کریم ﷺ کی اپنی حیات مبارکہ میں کل ۷۴ سرایہ وغزوات پیش آئے۔ہجری سال اوّل کے سرایہ، اس سال میں چند سرایہ بھی پیش آئے جو یہ ہیں:

﴿سریہ عیص﴾ عیص ایک مقام کا نام ہے جو بحر احمر کے اطراف میں مدینہ کی بندرگاہ ''ینبوع'' کے نزدیک ہے اسے سیف البحر یعنی ساحل سمندر کا سریہ بھی کہتے ہیں جو مارچ 623ء میں پیش آیا۔ایک قافلہ قریش مال تجارت لے کر شام سے واپس آرہا تھا۔اس قافلہ میں تقریباً ۳۰۰، فرد شامل تھے جن میں ابوجہل بھی تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس قافلے کی آمد کا پتہ لگانے کے لیے ۳۰ مہاجرین کو بسرکردگی حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب روانہ فرمایا۔مقام عیص پر آمنا سامنا ہوگیا لیکن قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو نے جو فریقین کا حلیف تھا کوشش کر کے جنگ کا خطرہ ٹال دیا۔اس سریہ میں حضرت حمزہؓ کا جھنڈا سفید تھا جو پہلا جھنڈا تھا۔جھنڈے کے علمبردار حضرت ابومرثدؓ کنعانہ بن حصین غنویؓ تھے۔

Marfat.com

سریہ وادیٔ رابغ یہ سریہ اپریل 623ء میں پیش آیا۔ آپ ﷺ نے حضرت عبیدہؓ بن حارث بن عبدالمطلب کے ساتھ ۶۰ سواروں کا دستہ روانہ فرمایا۔ وادیٔ رابغ میں ابوسفیان سے سامنا ہوا۔ اس کے ساتھ تقریباً ۲۰۰ آدمی تھے۔ فریقین نے تیراندازی کا مظاہرہ کیا مزید کوئی کارروائی نہ ہوئی البتہ مکی لشکر سے حضرت مقدادؓ بن عمرو البہرانی اور عتبہ بن غزوان المازنیؓ نے پہلے ہی اسلام قبول کیا ہوا تھا۔ وہ قریش مکہ کے ساتھ مل کر آئے تھے پھر موقع پا کر وہ مسلمانوں سے آ ملے۔ اس سریہ کا علم بھی سفید ہی تھا۔ علمبردار حضرت مسطح بن اثاثہؓ بن مطلب بن عبد مناف تھے۔

سریہ خرار ذی قعد ایک ہجری مطابق مئی 623ء میں قریش کے ایک قافلے کا سراغ لگانے کے لیے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو امیر مقرر فرمایا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ہدایت فرمائی کہ ''خرار'' سے آگے نہ جائیں۔ مسلم دستے میں ۲۰ فرد شامل تھے جو پاپیادہ تھے۔ وہ رات کو سفر کرتے اور دن میں چھپ جاتے۔ پانچ دن کی مسافت کے بعد خرار پہنچے جو جحفہ کے نزدیک ایک مقام کا نام ہے۔ یہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قافلہ قریش ایک روز قبل یہاں سے جا چکا تھا۔ اس سریہ میں بھی علم سفید اور علمبردار حضرت مقدادؓ بن عمرو تھے۔

Marfat.com

ہجری سال دوم کے واقعات

❖❖❖

مسجد نبویؐ میں چراغ کی ابتداء مسجد نبویؐ اور حجرات میں راتوں کو چراغ جلانے کا عمل نہ ہوا کرتا تھا۔ سب سے پہلے مسجد نبویؐ میں چراغ روشن کرنے کی ابتداء حضرت تمیم داریؓ کے غلام نے کی۔ بیان کیا گیا کہ رسول اللہ ﷺ کی مسجد میں کھجور کی ٹہنیوں اور پتوں سے روشنی کی جاتی تھی۔ حضرت تمیمؓ کے غلام کا بیان ہے کہ وہ قنادیل وروغن زیتون اور رسیاں لائے، قندیلوں کو ستونوں پر لٹکا کر مسجد میں روشنی کی، رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر دریافت فرمایا کہ ہماری مسجد کو کس نے روشن کیا، تمیمؓ نے عرض کی حضورؐ، میرے اس غلام نے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اس غلام کا کیا نام ہے؟ تمیمؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ، اُس کا نام فتح ہے۔ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا کہ اس کا نام "سراج" ہے۔ پھر وہ فتح سے سراج ہو گیا۔

تحویل قبلہ نماز اسلام کا رُکن ہے۔ نماز باجماعت ونماز جمعہ کا اثر جو نمازیوں پر پڑتا ہے وہ محتاج بیان نہیں اسی لیے نماز میں یکجہتی کا تعین ضروری ہے۔ رسول کریم ﷺ مکہ میں قیام کے دوران کعبہ کی طرف رُخ مبارک کر کے نماز ادا فرمایا کرتے۔ ہجرت کے بعد بحکم الٰہی بناء پر حکمت ومصلحت بیت المقدس ہی قبلہ رہا۔ چنانچہ آپ ﷺ نے سولہ سترہ ماہ بیت المقدس کی طرف رُخ فرما کر نماز ادا فرمائی۔ یہود طعن دیا کرتے تھے کہ آپ (ﷺ) ہماری مخالفت کرتے ہیں مگر قبلہ میں ہمارے تابع ہیں۔ اس لیے آپ ﷺ کی یہ آرزو رہی کہ ملت ابراہیمی کی طرح میرا قبلہ بھی ابراہیمی ہی ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی یہ آرزو پوری فرما دی، سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۴۴ نازل فرمائی، ترجمہ ہے:

"بے شک ہم دیکھتے ہیں تیرے منہ کا پھرنا، آسمان کی طرف، پس ضرور ہم پھیریں گے تجھ کو اس قبلہ کی طرف کہ تو اُسے پسند کرتا ہے۔ پس پھیر اپنا منہ مسجد حرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو، پس پھیرو منہ اپنے اُس طرف۔"

کیفیت تحویل قبلہ یوں تھی کہ حضور انور ﷺ مسجد بنی سلمٰی میں نماز ظہر پڑھا رہے تھے، تیسری رکعت میں تھے کہ وحی الٰہی سے آپ ﷺ نے نماز ہی میں کعبہ کی طرف رُخ کر لیا۔ اور مقتدیوں نے بھی آپ ﷺ کا اِتباع کیا۔ اس مسجد کو "مسجد قبلتین" کہتے ہیں۔ ایک نمازی ظہر کی اس نماز میں آپ ﷺ کا مقتدی تھا وہی نمازی عصر کی نماز میں مسجد بنی حارثہ میں گیا اُس نے دیکھا کہ وہاں انصار نماز عصر بیت المقدس کی طرف رُخ کر کے پڑھ رہے ہیں پھر اُس نے تحویل قبلہ کی خبر

Marfat.com

دی تو وہ لوگ نماز ہی میں کعبہ رُخ ہو گئے۔ دوسرے روز قباء میں عین اُس وقت خبر پہنچی جبکہ لوگ فجر کی نماز پڑھ رہے تھے۔ اُنہوں نے بھی اپنا رُخ اُسی حال میں بدل کر کعبہ کی طرف کر لیا۔

تحویل قبلہ کے عمل سے یہودیوں میں چہ میگوئیاں شروع ہو گئیں اور اعتراض کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے وحی نازل فرمائی ترجمہ ہے: ''اب کہیں گے لوگوں میں سے بے وقوف، کس چیز نے پھیرا اُن کو ان کے قبلے سے جس پر وہ تھے، کہہ دے اللہ کی ہے مشرق و مغرب، چلاتا ہے جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف اور نہیں مقرر کیا ہم نے قبلہ اُس کو جس پر تو پہلے تھا (کعبہ)، مگر اسی واسطے معلوم کریں کہ کون تابع رہے گا رسول کا اور کون پھر جائے گا اُلٹے پاؤں اور البتہ یہ قبلہ ہے شاق و دشوار مگر اُن لوگوں پر جن کو راہ دکھائی نہ دے۔ یہ معروف واقعہ شعبان ۲ ہجری بمطابق 624ء میں پیش آیا۔

﴿مسجد قبلتین﴾ یہ مسجد مدینہ منورہ کے مغرب میں ایک بلند مقام پر وادی عقیق اور بیرِ رومہ کنوئیں کے نزدیک واقع ہے۔ عہد رسالت میں قبیلہ بنوسلمٰی کے لوگ یہاں آباد تھے۔ اس قبیلہ کی ایک مسلم خاتون اُم بشرؓ بیمار تھیں حضور نبی کریم ﷺ اُن کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ کے لیے اُنہوں نے دوپہر کے کھانے کا اہتمام کیا، اُم بشرؓ مؤمنین اور کفار کی اَرواح کے متعلق سوالات پوچھنے لگیں۔ اس اثناء میں نماز ظہر کا وقت ہو گیا، آپ ﷺ نے نماز ظہر بنوسلمٰی کی مسجد میں صحابہ کرامؓ کے ساتھ ادا فرمائی، ابھی آپ ﷺ نے دو رکعت نماز ہی ادا کی تھی کہ حکم الٰہی نازل ہوا کہ آپ ﷺ قبلہ کا رُخ بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ (مکہ مکرمہ) کی جانب کر لیں۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے دوران نماز ہی مسجد حرام کی طرف رُخِ مبارک پھیر لیا۔

﴿اذان کی ابتداء﴾ اسلام کے ابتدائی ایام میں مسلمانوں کو نماز کے لیے بلانے کا کوئی طریقہ رائج نہ تھا۔ البتہ کچھ تجاویز تھیں مثلاً طبل بجا کر، کسی اُونچی جگہ پر کھڑے ہو کر مسلمانوں کو نماز کے لیے بآواز بلند بلانا، بگل بجا کر بلانا، ناقوس بجا کر بلانا، کسی بلند ٹیلے پر آگ جلا کر بلانے کی تجویز بھی تھی۔

جب قبلہ بیت المقدس کی بجائے خانہ کعبہ قرار پایا تو مسلمانوں میں یہ احساس پیدا ہوا کہ کوئی ایسا طریقہ اپنانا چاہیے جس کی وجہ سے مسلمان نماز کے لیے اکٹھے ہو جایا کریں، چنانچہ اس فکر میں حضرت عبداللہ بن زبیرؓ ایک صحابی نے حالت خواب میں اذان کے الفاظ سنے، اُنہوں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص مسجد کی چھت پر کھڑا ہو کر بلند آواز سے اذان کے الفاظ ادا کر رہا ہے۔ یہ الفاظ کہہ کر وہ شخص کچھ دیر کے لیے بیٹھ گیا اور پھر کھڑے ہو کر نماز کی اقامت کہی جو اُن ہی الفاظ پر مشتمل تھی جن الفاظ میں اذان کہی گئی تھی۔

حضرت عبداللہ بن زبیرؓ بیدار ہوتے ہی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنا خواب حضور ﷺ کے گوش گزار کیا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم بلالؓ کے پاس جا کر اُنہیں یہ الفاظ یاد کرا دو اور اُن سے کہو کہ وہ ہر نماز کے وقت بآواز بلند یہ الفاظ دہرایا کریں۔''

چنانچہ ایسا ہی ہوا، جب پہلی بار حضرت بلالؓ کی زبان سے یہ الفاظ نکل کر مدینے کی فضا میں گونجے تو حضرت عمرؓ اسی

Marfat.com

وقت رسول کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ میں نے آج رات خواب میں ایک شخص کو یہی کلمات کہتے سنا ہے۔'' اس طرح سے اذان کا آغاز ہوا۔

اَذان دنیا میں ہر وقت گونجنے والی آواز

اذان کا معراج یہ ہے کہ رُوئے زمین پر ہر وقت مشرق سے مغرب تک ''اللہ اکبر'' کی صدا چوبیس گھنٹے بلاتوقف جاری رہتی ہے۔ اذان کی ابتداء ہر روز صبح انڈونیشیا کے جزائر سے شروع ہو کر بیک وقت ہزاروں مؤذن اللہ تعالیٰ کی توحید اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ جزائر شرق سے شروع ہو کر مغربی جزائر تک مسلسل ساڑھے نو گھنٹے جاری رہتا ہے۔ اَرضِ خداوندی پر ایک لمحہ بھی اذان کے بغیر نہیں گزرتا۔

یہ سلسلہ جزائر سماٹرا سے شروع ہو کر قصبوں اور دیہاتوں سے ہوتا ہوا ملائیشیا کی مساجد میں اذانیں ہونے لگتی ہیں۔ ایک گھنٹے بعد ڈھاکہ جا پہنچتا ہے، بنگلا دیش میں ابھی اَذانیں ختم نہیں ہوتیں کہ کلکتہ سے بھی اور پورے ہندوستان کی فضاء توحید ورسالت کے اِعلان سے گونج اُٹھتی ہے۔ سری نگر اور سیالکوٹ میں فجر کی نماز کا ایک ہی وقت ہے۔ سیالکوٹ سے کوئٹہ، گوادر اور کراچی تک چالیس منٹ تک مسلسل اذانیں ہوتی رہتی ہیں۔ افغانستان اور مسقط میں یہ سلسلہ پہلے ہی شروع ہو چکا ہوتا ہے۔ مسقط سے بغداد تک ایک گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران اَذانیں سعودی عرب، یمن، کویت، متحدہ عرب اَمارات اور عراق تک گونجتی رہتی ہیں۔ بغداد سے اسکندریہ تک پھر ایک گھنٹے کا فرق ہے تو اس دوران شام، مصر، صومالیہ اور سوڈان میں اذانیں بلند ہوتی ہیں۔ سکندریہ اور استنبول ایک ہی طول وعرض بلد پر واقع ہیں۔ استنبول سے مشرقی ترکی تک ڈیڑھ گھنٹے کا فرق ہے۔ اس دوران ترکی میں اذانیں شروع ہو جاتی ہیں۔ سکندریہ سے فرانس کا ایک گھنٹے کا فرق ہے، اس عرصہ میں شمالی امریکہ، لیبیا، تیونس میں اَذانیں ہونے لگتی ہیں۔ ساڑھے نو گھنٹے بعد بحیرۂ اوقیانوس کے مشرقی کنارے تک اذان کی آواز پہنچتی ہے۔ فجر کی اذان بحراوقیانوس پہنچنے سے پہلے مشرقی انڈونیشیاء میں ظہر کی اَذان کا وقت ہو جاتا ہے۔

حضرت بلالؓ مؤذن اوّل رُوئے زمین پر سب سے پہلے کلمات اذان کو بلند کرنے کی سعادت جس شخص کے حصہ میں آئی وہ ایک حبشی النسل غلام تھے۔ جن کا رنگ سیاہ، آنکھیں سرخ اور ہونٹ موٹے موٹے تھے، جبکہ دل اِنتہائی حسین وجمیل۔ اللہ تعالیٰ نے اُن کو عزت وشہرت کی بلندیوں پر فائز فرمایا۔ اُن کا اسم مبارک بلالِ حبشیؓ تھا، ان کے اعزازات میں سب سے اہم اعزاز یہ ہے کہ حضرت بلالؓ دُنیا کے پہلے مؤذن ہیں، اُن کا دوسرا اور انتہائی اَفضل ترین اعزاز یہ ہے کہ وہ امام الانبیاء، خاتم النبیین، رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ کے خدامان خاص میں سے ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت

Marfat.com

بلالؓ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

''بلالؓ کس قدر اچھا آدمی ہے وہ تمام مؤذنوں کے سردار ہیں۔'' حضرت بلال حبشیؓ کی کنیت عبداللہ تھی، آپ کے والد کا نام رباح اور والدہ کا نام ممامہ تھا۔ وہ مکہ میں پیدا ہوئے، آپ کی پرورش قریش کے مشہور قبیلے بنو جمع میں ہوئی۔ حکمت خداوندی دیکھیئے کہ آپ ﷺ کے تینوں مؤذن جن کی پرورش کا اعزاز قبیلہ بنو جمع کو حاصل ہوا۔ حضرت بلالؓ ایک کافر اُمیہ بن خلف کے غلام تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اُمیہ سے خرید کر حضرت بلالؓ کو آزاد کیا۔ آپؓ مسجد نبویؐ کے مستقل مؤذن بھی رہے۔ آزاد ہونے سے قبل آپؓ مسلمان ہو گئے تھے۔ دین اسلام قبول کرنے پر آپؓ کے مالک اُمیہ بن خلف نے آپؓ پر بڑے ظلم کیے۔ مظالم کی داستانیں دین اسلام کی تاریخ کا اہم حصہ ہیں۔ سفر کے دوران جب دھوپ شدت اختیار کر لیتی تو حضرت بلالؓ بغیر کہے حضور ﷺ کے سر مبارک پر چادر تان دیتے۔ غزوات کے موقعہ پر وہ میدان جنگ سے صرف کچھ دور ایک سائبان کھڑا کر دیتے جہاں سے حضور نبی کریم ﷺ جنگ کا نظارہ فرماتے۔ اور حسب حال ضروری ہدایات صادر فرماتے۔ جب تک جنگ جاری رہتی حضرت بلالؓ مسلسل میدان جنگ اور حضور ﷺ کے خیمے کے درمیان موجود رہتے اور حضور ﷺ کے احکامات و ہدایات فوج تک پہنچاتے۔ آپ نبی پاک ﷺ کے چیف اکاؤنٹنٹ بھی تھے۔

فتح مکہ کے موقع پر حضور ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم فرمایا کہ وہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کر اذان دیں۔ جس وقت حضرت بلالؓ کی آواز مکہ کی گلی کوچوں میں گونجی تو مشرکین کے دل رنج و غم سے پھٹ گئے۔

﴿غزوۂ ابواء﴾ اس غزوہ کو ''ودّان'' بھی کہتے ہیں۔ اس غزوہ میں آپ ﷺ نے بنوضمرہ کے سردار عمرو بن مخشی الضمری سے ایک معاہدہ کیا، یہ معاہدہ ہمیشہ کے لیے قرار پایا تھا۔ جو ماہ صفر دو ہجری بمطابق ماہ اگست 623ء میں ہوا۔

﴿غزوہ بواط﴾ رسول اللہ ﷺ خود دو سو صحابہؓ کے ساتھ روانہ ہوئے اُن کا مقصد قافلۂ قریش تھا۔ جس میں اُمیہ بن خلف سمیت سو آدمی شامل تھے، اور ڈھائی ہزار اُونٹ۔ اس غزوہ کے دوران مدینہ کی گورنری حضرت سعد بن معاذؓ کو سونپی گئی۔ علمبردار حضرت سعد بن ابی وقاصؓ تھے۔ یہ غزوہ ربیع الاول بمطابق ستمبر 623ء میں پیش آیا۔

﴿غزوہ سفوان﴾ اس غزوہ کی وجہ یہ تھی کہ کرز بن جابر فہری نے مشرکین کی ایک مختصر فوج کے ساتھ مدینہ کی چراگاہ پر چھاپہ مارا اور مویشی لوٹ کر لے گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے ستر صحابہؓ کے ساتھ تعاقب کیا اور بدر کے اطراف میں واقع سفوان تک تشریف لے گئے۔ لیکن کرز اور اس کے ساتھی مویشی لے کر بھاگ گئے۔ یہ غزوہ بھی ربیع الاول ستمبر 623ء میں وقوع پذیر ہوا۔

﴿غزوہ ذی العشیرہ﴾ یہ جمادی الاوّل بمطابق نومبر، دسمبر 623ء میں پیش آیا۔ اس مہم میں آپ ﷺ کے ساتھ ڈیڑھ، دو سو جانباز شامل تھے۔ سواری کے لیے صرف ۳۰ اُونٹ میسر ہوئے۔ اس غزوہ کا مقصد ایک قافلہ تجارت جو ملک شام جا رہا تھا، جس میں قریش مکہ کا کافی مال تجارت تھا۔ قافلہ کے متعلق اطلاع ملی تھی کہ یہ قافلہ مکہ سے روانہ ہو چکا ہے۔ عشیرہ ایک مقام کا نام ہے جو مدینہ منورہ کی بندرگاہ ''ینبوع'' کے اطراف میں واقع ہے۔ یہاں پہنچنے پر اطلاع ملی کہ قریش کا قافلہ تجارت کئی روز پہلے یہاں سے گزر چکا ہے۔ یہ وہی قافلہ تھا جس کو آپ ﷺ نے شام سے واپسی پر گرفتار کرنا

Marfat.com

چاہا تھا۔شان خداوندی کہ جب یہ قافلہ تجارت شام کی جانب روانہ ہوا تو بھی بچ کر شام پہنچ گیا تھا، لیکن پھر جب اس قافلہ کی واپسی ہوئی تو بھی وہ مسلمانوں سے بچ کر نکل آیا جس کے بعد تاریخ اسلام کی پہلی مگر اہم ترین جنگ بدر پیش آئی۔اس مہم کے دوران آپ ﷺ نے بنو مدلج اور اس کے حلیف بنو ضمرہ سے عدم جنگ کا معاہدہ کیا۔اس مہم کی علم برداری حضرت حمزہؓ نے فرمائی، پرچم کا رنگ سفید ہی تھا۔

﴿سریہ نخلہ﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے پھوپھی زاد بھائی عبداللہ بن جحشؓ کو نخلہ کی مہم کے لیے بارہ مہاجرین عطا فرمائے اور یہ بات خاص طور قابل ذکر ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کو ایک تحریر دی تھی اور ہدایت فرمائی تھی کہ اس تحریر کو دو دن بعد دیکھنا۔دو دن کے سفر کے بعد جب اُس تحریر کو حضرت عبداللہؓ نے دیکھا تو پایا: ''جب تم میری یہ تحریر دیکھو تو آگے بڑھتے جاؤ، یہاں تک کہ مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ میں اُترو اور وہاں قریش کے ایک قافلہ کی گھات میں لگ جاؤ اور ہمارے لیے اُس کی خبروں کا پتہ لگاؤ۔''

پھر حضرت عبداللہؓ نے اپنے ساتھیوں کو اس تحریر کے متعلق آگاہ کیا اور فرمایا میں کسی پر جبر نہیں کرتا جسے شہادت محبوب ہو، وہ اُٹھ کھڑا ہو اور جسے موت ناگوار ہو وہ واپس چلا جائے۔یہ سن کر سارے ہی ہمسفر اُٹھ کھڑے ہوئے اور سفر جاری رکھنے کو کہا گیا۔البتہ راستہ میں سعد بن ابی وقاصؓ اور عتبہ بن غزوانؓ کا اُونٹ غائب ہو گیا جس پر وہ باری باری سوار ہوا کرتے۔اُونٹ کی گمشدگی کی وجہ سے وہ پیچھے رہ گئے۔حضرت عبداللہؓ اور ساتھی نخلہ پہنچ گئے۔وہاں سے قریش کا ایک قافلہ گزرا جو کشمش، چمڑا اور دیگر سامان تجارت کے ساتھ تھا۔اس قافلہ میں عبداللہ بن مغیرہ کے دو بیٹے عثمان اور نوفل اور عمرو بن حضرمی اور حکیم بن کیسان بھی تھے۔اُس دن رجب کے مہینے کا آخری دن تھا۔ماہ رجب کا شمار حرام مہینوں میں ہوتا ہے۔اگر حملہ نہ کیا جائے تو قافلہ کے حدود حرم میں داخل ہونے کا قوی امکان تھا۔لہٰذا مشورہ کیا گیا اور فیصلہ ہوا کہ حملہ کر دیا جائے۔چنانچہ ایک شخص نے عمرو بن حضرمی کو تیر مارا وہ ہلاک ہو گیا۔پھر عثمان اور حکمکو گرفتار کر لیا گیا۔البتہ نوفل بھاگ گیا۔

حضرت عبداللہؓ اور اُن کے ساتھی ان دونوں قیدیوں اور سامان تجارت کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، آپ ﷺ نے ان کی اس حرکت پر باز پرس فرمائی اور فرمایا کہ میں نے تمہیں حرام مہینے میں جنگ کرنے کا حکم نہیں دیا تھا۔قیدیوں اور سامان تجارت کے سلسلہ میں کسی بھی طرح کے تصرف سے ہاتھ روک لیا۔کفار نے مسلمانوں کے اس فعل کے خلاف بڑا پروپیگنڈہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے وحی فرمائی، ترجمہ ہے:

''لوگ تم سے حرام مہینے میں قتال کے بارے پوچھتے ہیں کہہ دو اس میں جنگ کرنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اللہ کے ساتھ کفر کرنا، مسجد حرام سے روکنا اور اس کے باشندوں کو وہاں سے نکالنا یہ سب اللہ کے نزدیک اور زیادہ بڑا جرم ہے اور فتنہ قتل سے بڑھ کر ہے۔''

حضرت حکم بن کیسان جو ہشام بن مغیرہ کا آزاد کردہ غلام تھا اُس نے کلمہ اسلام پڑھ لیا اور مسلمان ہوا جبکہ عثمان بن عبداللہ کو چھوڑ دیا وہ مکہ چلا گیا۔لیکن اس کی کفر پر موت آئی۔یہ واقعہ ماہ رجب دو ہجری بمطابق جنوری 624ء میں پیش آیا۔

Marfat.com

غزوہ بدر

❖❖❖

اسباب غزوہ بدر اسلام کا سنگ میل ہے۔ یہ سب سے بڑا غزوہ تھا اس کے وقوع پذیر ہونے کی سب سے اہم وجہ عمرو بن حضرمی کا قتل تھا۔ اُس کے علاوہ ابوسفیان کے قافلہ تجارت پر مسلمان حملہ کر کے مال تجارت لوٹ لینا چاہتے تھے۔ ابوسفیان نے قافلہ کے لوٹنے کے متعلق ایک تیز رو قاصد ضمضم بن عمرو کو بیس مثقال سونے کی اُجرت کے عوض قریش کے پاس بھیجا، تا کہ اُن کو قافلہ اور مال تجارت جو اُونٹوں پر لدا ہوا تھا اس کے بچانے کی ترغیب دے۔ ضمضم اُونٹ پر سوار ہو کر مکہ روانہ ہوا، مکہ پہنچ کر اس نے اپنے اُونٹ کے ناک اور کان کاٹ دیئے اور کجاوہ اُلٹ دیا، کپڑے پھاڑ لیے اس حالت میں وہ اُونٹ پر سوار ہو کر پکارنے لگا، اے گروہ قریش! قافلہ تجارت، قافلہ تجارت تمہارا مال۔۔۔ محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب حائل ہو گئے ہیں۔ فریاد! فریاد! یہ سن کر ابوجہل نے آن کی آن میں ایک لشکر قریش تیار کیا جس میں 100 سے زیادہ گھوڑے، 700 سو اُونٹ اور دیگر ساز و سامان حرب کے ساتھ مکہ سے نکلا، اس مہم میں قریش کے پندرہ سردار بھی شامل تھے۔ جنہوں نے لشکر کی کفالت کی ذمہ داری اُٹھائی تھی۔

مسلمانوں کی مشاورت آنحضرت ﷺ کو لشکر قریش کی تیاری کی اطلاع مل چکی تھی۔ آپ ﷺ نے صحابہؓ کو مشورہ کے لیے مسجد میں طلب فرمایا اور مشورہ کیا مہاجرین کی طرف سے حضرت ابوبکر صدیقؓ اور دیگر معزز صحابہؓ نے جاں نثاری کا عہد کیا۔ انصار کی طرف سے قبیلہ خزرج کے سردار سعد بن عبادہؓ نے عرض کی: ''خدا کی قسم! آپ ﷺ فرمائیں تو ہم سمندر میں کود پڑیں۔'' اس موقع پر دیگر صحابہؓ نے بھی پُر جوش تقریریں کیں۔ لشکر کی تیاری کے دوران چند ایسے واقعات پیش آئے جو تاریخ اسلام کا حصہ بن گئے۔ جیسے سعد بن وقاصؓ کے بھائی عمیرؓ جن کی عمر سولہ سال تھی وہ شوق شہادت میں مخمور تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اُنہیں کم سن ہونے کی وجہ سے لشکر میں شمولیت کی اجازت نہ دی۔ وہ فٹنس کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو تحکیت کر دیئے گئے، عمیرؓ رونے لگے۔ آپ ﷺ نے ایک نوجوان لڑکے کا جذبہ جہاد دیکھ کر لشکر میں شمولیت کی اجازت عطا فرمادی۔ انصار کو یہ معلوم نہ تھا کہ انہیں اتنی جلدی میں تیار ہونا پڑے گا۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں استدعا کی کہ انہیں اپنے اُونٹ مدینہ کے بالائی حصہ سے لانے کی اجازت مرحمت فرمائی جاوے۔ تا کہ وہ پورے ساز و سامان کے ساتھ قریش مکہ کے خلاف نکل سکیں۔ آپ ﷺ نے اجازت نہ دی۔ بلکہ فرمایا: ''وہ ساتھ چلے جس کی

Marfat.com

سواری کا اُونٹ حاضر ہے۔"

واقعات بدر آنحضرت ﷺ ۱۲ رمضان المبارک ۲ ہجری بمطابق 13 جون 624ء بروز ہفتہ ۳۱۳ جاں نثاروں کے ہمراہ جن میں ۸۳ مہاجرین اور باقی انصار تھے۔ مدینہ سے ایک میل کے فاصلہ پر "بیئر ابی عنبہ" کو لشکر گاہ مقرر کیا۔ اس مقام پر حضور ﷺ نے لشکر کا جائزہ لیا اور کم سن صحابہؓ مثلاً ابن عمیرؓ، براءؓ بن عازب، انسؓ بن مالک، جابرؓ، زیدؓ بن ثابت اور رافع بن خدیجؓ کو واپس کر دیا۔ مؤرخین نے اسلامی لشکر کی تعداد ۳۰۸ بتائی جو اصحابؓ اس غزوہ میں شامل نہ تھے، اُن میں حضرت عثمانؓ بن عفان اپنی اہلیہ حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ کی تیمارداری کے لیے آپ ﷺ کے ہی حکم پر مدینہ میں رہ گئے تھے۔ حضرت طلحہؓ بن عبید اللہؓ اور سعیدؓ بن زید جو دونوں عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں اُن کو نبی کریم ﷺ نے دس روز قبل قافلہ قریش کی خبر لانے کے لیے بھیج دیا تھا۔ وہ آپ ﷺ کی روانگی کے بعد مدینہ پہنچے۔ پانچ انصار ابولبابہؓ بن عبدالمنذر جن کو نبی مکرم ﷺ نے اپنی عدم موجودگی میں مدینہ کا حاکم مقرر فرمایا۔ عاصمؓ بن عدی جو روحاء میں ضرب شدید کی وجہ سے واپس بھیج دیئے گئے تھے۔ روحاء مقام بدر سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ انہیں مدینہ منورہ کی بالائی آبادی عالیہ کا حاکم بنایا گیا تھا۔ حارثؓ بن حاطب العمری کو بھی حضور ﷺ نے روحاء ہی سے کسی خاص کام کے لیے بنو عمرو بن عوف کے پاس بھیج دیا۔ حارثؓ بن الصمہ کو بھی روحاء میں ضرب شدید آنے کی وجہ سے واپس کیا گیا تھا۔ اسی طرح خوات بن جبیرؓ کو راستہ میں پتھر لگنے کی وجہ سے مقام صفراء سے لوٹا دیا۔

تین مجاہدین کے لیے ایک اُونٹ مخصوص کیا گیا، اس تقسیم سے حضور نبی کریم ﷺ کے ہمراہ حضرت علیؓ اور حضرت مرثد غنویؓ ایک اُونٹ پر سوار ہوتے۔ تینوں باری باری سواری فرماتے تو ہمسفر آپ ﷺ سے عرض کرتے کہ ہم پیدال چلتے ہیں، آپ ﷺ سواری فرمائیں۔ مگر حضور ﷺ فرماتے تم پیدل چلنے پر مجھ سے زیادہ قادر نہیں ہو، اور نہ میں تمہاری نسبت اجر کا کم خواہاں ہوں۔ (ابن سعد)

اسی طرح دوسرے اُونٹ پر حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمرؓ اور عبدالرحمٰن بن عوفؓ باری باری سوار ہوتے جب اسلامی لشکر روحاء سے چل کر صفراء کے قریب پہنچا تو حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت بسیسؓ عدی بن ابی الزغباء کو قافلہ قریش کی خبر لانے کو بھیجا وہ بدر میں پہنچے اور خبر لائے کہ قافلہ کل یا پرسوں بدر میں پہنچے گا۔ سرداران قریش میں ابولہب کے سوا کوئی پیچھے نہ رہا اُس نے اپنے بدلے ابوجہل کے بھائی عاص بن ہشام کو بھیجا۔ کیونکہ عاص نے ابولہب کے چار ہزار درہم قرض ادا کرنے تھے۔ جو اسے معاف کر دیئے گئے۔ اسی طرح اُمیہ بن خلف بھی پیچھے رہ گیا کیونکہ وہ خوف زدہ تھا کہ اُس نے حضرت سعد بن معاذؓ سے سنا تھا کہ وہ حضور نبی کریم ﷺ اور آپ ﷺ کے اصحابؓ کے ہاتھوں قتل ہوگا۔ ابوجہل نے اُمیہ سے کہا کہ تو وادیٔ مکہ کا سردار ہے اگر تو ہی پیچھے رہ گیا تو دوسرے بھی تیری وجہ سے پیچھے رہ جائیں گے۔ اس اصرار پر اُمیہ بن خلف لشکر قریش کے ساتھ ہولیا۔

قریش کو بنو کنانہ کی طرف سے خدشہ تھا کیونکہ قریش اور بنو کنانہ میں لڑائی جاری تھی۔ اس لیے قریش خائف

Marfat.com

تھے۔ سیرت ابن ہشام میں اس واقعہ کا منظر یوں پیش کیا کہ اس وقت ابلیس بصورت سراقہ بن مالک ظاہر ہوا جو کنانہ کا سردار تھا۔ وہ کہنے لگا: ''میں ضامن ہوں تمہارے پیچھے بنوکنانہ تمہیں کوئی ضرر نہیں پہنچائیں گے، میں تمہارے ساتھ ہوں۔'' اس طرح ابلیس لعین بھی بصورت سراقہ لشکر قریش کے ساتھ تھا۔ مکہ والے گانے بجانے والی عورتوں کو ہمراہ لائے تھے۔ اسلحہ اور اشیائے ضروریہ بھی ان کے پاس تھیں، رسد وطعام وقیام کا انتظام یہ تھا کہ اشراف واُمرائے قریش عباس، عتبہ بن ربیعہ، حارث بن عامر، نضر بن حارث، ابوجہل، اُمیہ وغیرہ اپنی اپنی باری پر ہر روز دس اُونٹ ذبح کرتے اور لشکریوں کو کھلاتے۔ قریش مکہ کی فوج کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ تھا۔ وہ قریش کا سب سے معزز رئیس بھی تھا۔

﴿قافلہ بچ نکلا﴾ ابوسفیان کا قافلۂ تجارت شام سے براستہ حجاج روانہ ہوتا ہوا پریشانی کے عالم میں مقام بدر پر پہنچ گیا۔ ابوسفیان نے مجدی بن عمرو سے پوچھا کہ کیا تو نے محمد (ﷺ) کے جاسوسوں میں سے کسی کو دیکھا، مجدی بولا اللہ کی قسم میں نے کسی اجنبی شخص کو نہیں دیکھا، ہاں البتہ اس مقام پر دو سوار آئے تھے۔ یہ کہتے ہوئے اس نے عدی اور بسیس کے مناخ کی طرف اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے ان کے اُونٹوں کے بیٹھنے والی جگہ کا جائزہ لیا اور ان کے اُونٹوں کی مینگنوں کو لے کر توڑا تو کیا دیکھتا ہے کہ اُن میں کھجور کی گٹھلیاں ہیں۔ ابوسفیان بول اُٹھا کہ اُونٹوں نے یثرب کی کھجوریں کھائی ہیں۔ اور یہ کہ وہ تو محمد (ﷺ) کے جاسوس تھے۔ اس کے بعد اس نے اپنے قافلے کے اُونٹوں کے منہ پھیر دیئے اور بدر کو بائیں ہاتھ چھوڑ کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ مکہ کو روانہ ہوا۔ اس نے قیس بن امری القیس کے ہاتھ قریش کو کہلا بھیجا کہ میں نے قافلہ کو بچا لیا ہے، لہٰذا تم واپس چلے جاؤ۔ وہ قاصد جحفہ میں قریش کو جا ملا اور ابوسفیان کا پیغام پہنچایا۔ قریش نے واپس ہونے کا ارادہ کیا مگر ابوجہل بولا ہم بدر پہنچنے کے بعد وہاں تین دن ٹھہریں گے۔ اُونٹ ذبح کریں گے اور کھائیں اور کھلائیں گے۔ شراب پئیں گے، راگ سنیں گے، اس طرح قبائل کے اطراف میں ہماری عظمت وشوکت کا آوازہ پھیل جائے گا۔ اور وہ ہمیشہ ہم سے ڈرتے رہیں گے۔ پس ابوجہل کی رائے پر عمل ہوا۔

﴿بنوزہرہ کی واپسی﴾ مقام جحفہ میں اخنس بن شریق ثقفی نے اپنے حلیف بنوزہرہ کو جو ایک سو بقول بعض ۳۰۰ جوان مرد تھے، کو مشورہ دیا کہ واپس چلے جاؤ۔ اس طرح بنوعدی بن کعب جو قریش کے ساتھ آئے تھے واپس چلے گئے۔ واپسی پر ابوسفیان ان سے ملا اور پوچھا اے بنوعدی تم کیوں کر لوٹ آئے، وہ بولے تو نے ہی تو کہا تھا کہ اے قریش واپس لوٹ جاؤ، اس لڑائی میں بنوعدی اور بنوزہرہ کے سوا تمام قبائل قریش نے حصہ لیا۔

﴿حضرت جبرائیلؑ کی آمد﴾ وادی ذخران جو مقام صفراء کے نزدیک ہے۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حضرت جبرائیل علیہ السلام ایک وعدہ لے کر حاضر ہوئے۔ (دو جماعتوں میں سے ایک) آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کیا کہ تم کیا چاہتے ہو، عیر یا نفیر یعنی قافلہ یا گروہ قریش۔ مسلمان چونکہ محض قافلے کے ارادے سے آئے تھے، جبکہ ان کی تعداد بھی کم تھی اور سامان حرب بھی، ایسے میں ایک فریق لڑائی سے اجتناب کا خواہاں تھا۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ ناخوش ہوئے۔ تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کھڑے ہوئے اور خوب تقریر فرمائی۔ پھر حضرت عمرؓ نے تقریر کی اور اچھی کی، اُن کے بعد حضرت

Marfat.com

مقداد بن عمرؓ بولے یا رسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے جو آپ ﷺ کو بتایا ہے، وہ کیجئے۔ ہم آپ ﷺ کے ساتھ ہیں۔ اللہ کی قسم! ہم نہیں کہتے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کی قوم نے کہا تھا، بلکہ ہم آپ ﷺ کے دائیں بائیں اور آگے پیچھے لڑیں گے۔ یہ سن کر آپ ﷺ خوش ہوئے اور حضرت مقدادؓ کے حق میں دعا فرمائی۔ پھر آپ ﷺ نے انصار کی طرف اشارہ کر کے فرمایا، کہ مجھے مشورہ دو، انصار کی طرف اشارہ کرنے کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے بیعت عقبیٰ ثانی کے وقت کہا تھا، یا رسول اللہ ﷺ ہم آپ کے عہد سے بری ہیں، یہاں تک کہ ہمارے دیار میں پہنچ جائیں۔ جب آپ ﷺ ہمارے دیار میں پہنچیں گے تو ہمارے امان و عہد میں ہوں گے۔ اور ہم آپ ﷺ کی حمایت کریں گے۔ جیسا کہ ہم اپنی اولاد اور عورتوں سے ہر امر میں کرتے ہیں۔ اکابر انصار سے حضرت سعد بن معاذؓ نے آپ ﷺ کو یقین دہانی کرائی اور عرض کی کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ سمندر میں کود جائیں گے۔ ہم لڑائی میں صابر اور دشمن کے مقابلہ کے وقت صادق ہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ کے اس قول سے خوش ہو کر فرمایا: ''اللہ کی برکت سے چلو، اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو باتوں (قافلہ اور فوج قریش) میں سے ایک کا وعدہ کیا ہوا ہے۔'' اس وعدے کے متعلق سورۃ الانفال کی آیت نمبر ے ترجمہ ہے: ''اور جب وعدہ کرتا ہے اللہ ایک کا، دو جماعتوں میں سے کہ یہ واسطے تمہارے ہے اور تم دوست رکھتے ہو یہ کہ بن شوکت والا ہی ہو واسطے تمہارے اور اللہ چاہتا کہ سچ کرے سچ کو اور کاٹے پیچھا کافروں کا۔''

نبی کریم ﷺ کا مطلب یہ تھا کہ کارواں اور لشکر قریش میں سے ایک کا وعدہ ہو چکا ہے۔ اب قافلہ تو ہاتھ سے جاتا رہا، لہٰذا قریش گرفتار ہوں گے۔ یہاں دو جماعتوں سے مراد ابوسفیان کا قافلہ جو مال تجارت لے کر ملک شام سے واپس براستہ مدینہ آ رہا تھا۔ اور دوسری جماعت وہ تھی جو ابوجہل سے اسلامی لشکر کے خلاف جنگ کے لیے تیار تھی۔ ان جماعتوں سے ابوسفیان قافلے کو بمعہ سامان تجارت لے کر فرار ہونے میں کامیاب ہوا، دوسری جماعت ابوجہل کی تھی جو جنگ کے لیے تیار تھی۔ خدا چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر پھینک دے۔

﴿علم کی تقسیم﴾ نبی کریم ﷺ نے اس مرحلہ پر جھنڈے تیار کیے۔ حضرت علیؓ بن عبد مناف کو مہاجرین کا جھنڈا دیا گیا۔ انصار کا جھنڈا حضرت سعدؓ بن معاذ اور جنرل کمان کا پرچم برنگ سفید حضرت مصعب بن عمیرؓ عبدری کو دیا گیا۔ ساقہ کی کمان حضرت قیس بن ابی صنعصعہ کے حوالہ کی گئی۔

﴿اسلامی لشکر کی بدر آمد﴾ نبی کریم ﷺ نے اللہ کی برکت سے چلنے کا حکم دیا اور فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مجھ سے دو باتوں یعنی قافلہ اور فوج قریش میں سے ایک کا وعدہ کیا ہے اللہ کی قسم گویا میں قریش کی موت کی جگہوں کو دیکھ رہا ہوں۔'' حضور نبی کریم ﷺ ۷ ارمضان المبارک شب جمعہ بمطابق 21 جون 624ء کو بدر کے نزدیک میدان میں اُترے، دوسری طرف قریش بھی۔ اسلامی لشکر اور کفار کی فوج کے آمنے سامنے یعنی میدان جنگ میں اُترنے کا منظر قرآن مجید میں یوں فرمایا ترجمہ ہے:

''تاکہ ثابت کر دے حق کو اور مٹا دے باطل کو۔ اگرچہ ناپسند کریں (اس کو) عادی مجرم، یاد کرو جب تم فریاد

Marfat.com

کر رہے تھے اپنے رب سے تو سن لی اس نے تمہاری فریاد (اور فرمایا) یقیناً میں مدد کرنے والا ہوں تمہاری ایک ہزار فرشتوں کے ساتھ جو پے در پے آنے والے ہیں۔ اور نہیں بنایا فرشتوں کے نزول کو اللہ تعالیٰ نے مگر ایک خوشخبری اور تا کہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور نہیں ہے مدد مگر اللہ کی طرف سے، بے شک اللہ تعالیٰ بہت غالب ہے حکمت والا ہے۔ یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے ڈھانپ دیا تمہیں غنودگی سے تا کہ باعث تسکین ہو اس کی طرف سے اور اُتارا تم پر آسمان سے پانی تا کہ پاک کر دے تمہیں اس سے اور دُور کر دے تم سے شیطان کی نجاست اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدموں کو۔ یاد کرو جب وحی فرمائی آپ کے رب نے فرشتوں کی طرف کہ میں تمہارے ساتھ ہوں، پس تم ثابت قدم رکھو ایمان والوں کو، میں ڈال دوں گا کافروں کے دلوں میں (تمہارا) رُعب، سو تم مارو (اُن کی) گردنوں کے اُوپر اور چوٹ لگاؤ ان کے ہر بند پر۔ یہ حکم اس لیے ہے کہ اُنہوں نے مخالفت کی اللہ اور اس کے رسول کی اور جو مخالفت کرتا ہے اللہ کی اور اس کے رسول کی تو بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔ یہ سزا ہے (اے حق کے دشمنوں) پس چکھو اسے، نیز (یاد رکھو) کافروں کے لیے آتش (جہنم) کا عذاب بھی ہے۔'' (سورۃ الانفال آیت: ۸ تا ۱۴)

﴿نزول رحمت﴾ بدر میں ایک کنواں تھا جس پر مسلمانوں نے قبضہ کر لیا تھا۔ پھر حکم خداوندی کے تابع جیسا کہ فرمایا گیا، بارش ہوئی لشکر اسلام کو پاک کر دیا گیا اور شیطانی نجاست دور فرما دی تا کہ اسلامی لشکر کے پاؤں جمے رہیں۔

﴿عریش کا قیام﴾ جنگ شروع ہونے سے قبل نبی کریم ﷺ کے لیے ایک اُونچی جگہ پر عریش (چھپر) کھجور کی شاخوں کا سائبان بنایا گیا تا آنکہ نبی کریم ﷺ بذات خود معرکہ کی جگہ پر تشریف لے گئے۔ عریش دراصل جنگ کا کنڑول رُوم تھا، جیسے دور حاضر میں جنرل ایک خفیہ مقام پر بیٹھ کر جنگی کاروائی دیکھتے اور احکامات جاری کرتے ہیں۔ یہاں پہنچ کر حضور ﷺ نے لڑائی سے قبل ہی فرما دیا کہ یہ فلاں کافر کے مارے جانے کی جگہ ہے اور یہ فلاں کی ہے۔ پھر ایسا ہی ہوا عریش کے اندر حضرت ابوبکر صدیقؓ اپنے آقائے نامدار کی حفاظت کے لیے شمشیر برہنہ بلند کیے ہوئے تھے۔ جبکہ باہر حضرت سعدؓ بن معاذ تلوار آڑے لٹکائے پہرہ دے رہے تھے۔

حضور نبی کریم ﷺ شب بھر بیدار اور مصروف دعا رہے صبح ہوئی تو سب نے آپ ﷺ کی امامت میں نماز فجر ادا کی، نماز کے بعد جہاد پر وعظ فرمایا اور اس کے بعد صف آرائی فرمائی۔ آپ کے دست مبارک میں ایک تیر کی لکڑی تھی اس کے اشارے سے کسی کو آگے یا کسی کو پیچھے ہٹنے کا اشارہ فرماتے۔ حضرت سوادؓ بن غزیہ انصاری جو صف سے آگے نکلے ہوئے تھے، نبی کریم ﷺ نے اس لکڑی سے ان کا پیٹ ٹھوکا دیا اور فرمایا استویا سودا (اے سواد برابر ہو جاؤ) سوادؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نے مجھے ضرب شدید لگائی ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو حق وانصاف کے لیے بھیجا ہے۔ آپ ﷺ مجھے قصاص دیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اپنا شکم مبارک سامنے کر دیا۔ اور فرمایا اپنا قصاص لے لو، اس پر حضرت سوادؓ حضور ﷺ کے گلے لپٹ گئے۔ اور آپ ﷺ کے شکم مبارک کو بوسہ دیا۔ حضور ﷺ نے دریافت فرمایا؟ اے سودا! تو نے ایسا کیوں کیا ہے؟ حضرت سوادؓ نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ موت حاضر ہے میں نے سوچا آخیر عمر میں بدن آپ ﷺ کے

Marfat.com

بدن مبارک واطہر سے مَس کر جائے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے اس کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ اسی اثناء میں لشکر قریش بھی نمودار ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کی کثیر تعداد دیکھ کر دعا فرمائی: ''یا اللہ! یہ قریش فخر وتکبر کرتے آن پہنچے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تیرے ساتھ جنگ کریں، اور تیرے رسول کو جھٹلائیں، اے خدا میں اُس نصرت کا منتظر ہوں جس کا تو نے مجھ سے وعدہ کیا ہے۔''

﴿فوجوں کا آمنا سامنا﴾ دونوں فوجیں آمنے سامنے آ گئیں تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو تاکید فرمائی کہ میرے حکم کے بغیر حملہ نہ کرنا۔ اگر دشمن تمہیں آ گھیرے تو تیروں سے اُنہیں دُور رکھنا، مسلمان جانباز قریش کو دیکھ کر گھبرائے، ایسے میں حضور انور ﷺ قبلہ رُو ہو کر یوں بدست دعا ہوئے:

''یا اللہ! تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کر، یا اللہ! تو نے جو کچھ مجھ سے وعدہ کیا ہے وہ عطا کر، یا اللہ! اگر تو مسلمانوں کا یہ گروہ ہلاک کر دے گا تو رُوئے زمین پر تیری عبادت نہ کی جائے گی۔'' حضور نبی کریم ﷺ نے دعا میں اتنا الحاو خضوع کیا کہ چادر شانہ مبارک سے گر پڑی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ نے چادر اُٹھا کر شانہ مبارک پر ڈال دی۔ اور عرض کی یا نبی اللہ، اللہ نے آپ ﷺ سے جو وعدہ کیا ہے وہ جلد ہی پورا کر دے گا۔ پھر عریش ہی میں نبی کریم ﷺ پر غنودگی طاری ہوگئی جب بیدار ہوئے تو فرمایا: ''ابوبکرؓ بشارت ہو اللہ کی نصرت آن پہنچی، حضرت جبرائیلؑ گھوڑے پر باگ پکڑے آ رہے ہیں، اور اُن کے دندان پیشین پر غبار ہے۔'' اس انعام کو اللہ تعالیٰ نے یوں بیان فرمایا: ''جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں تمہاری مدد بھیجوں گا، لگا تار ہزار فرشتے، آنے والے پہلے ہزار فرشتے آئے، پھر تین ہزار ہو گئے بعد صورت صبر وتقویٰ ان کی تعداد پانچ ہزار ہو گئی۔ (انفال: آیت ۹)

﴿جنگ کا آغاز اور پہلے شہید﴾ ابھی جنگ کا باقاعدہ آغاز نہ ہوا تھا کہ عام مسلمانوں میں سے جو شخص سب سے پہلے لڑائی کے لیے میدان میں اُترا وہ حضرت عمر فاروقؓ کا آزاد کردہ غلام مہجعؓ تھے۔ جن کو عامر بن حضرمی کے تیر نے شہید کیا، وہ مسلمانوں میں پہلے شہید ہیں۔ اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے لشکر کی ترتیب فرمائی اور فرمایا: ''بہشت جس کا عرض آسمان وزمین ہیں۔'' یہ الفاظ سن کر عمیرؓ بن حمام انصاری نے حیرت سے پوچھا بہشت جس کا عرض آسمان وزمین ہے، اس نے عرض کی کہ کیا وہ اُس میں داخل ہو جائے گا تو نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تب تو بے شک اہل بہشت میں سے ہے۔'' یہ فرمان نبوی سن کر عمیر انصاری نے اپنے ترکش میں چھوہارے نکال کر کھانے شروع کر دیئے اور کہنے لگے اگر میں زندہ رہوں یہاں تک کہ چھوہارے کھالوں، تو البتہ یہ لمبی زندگی ہے۔

﴿مبارز طلبی﴾ عام جنگ شروع ہونے سے پہلے عرب کے دستور کے مطابق مبارز طلبی ہوئی۔ قریش مکہ کی طرف سے سالار فوج عتبہ اور اس کے ساتھ شیبہ اور ولید نکلے۔ مسلمانوں کی فوج سے حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ اُن کے مقابلہ میں آئے۔ اسلام اور کفر کے درمیان یہ پہلا مقابلہ عام تھا۔ جس میں تینوں دشمن ہلاک کر دیئے گئے۔ لیکن حضرت عبیدہؓ کو شدید زخم آئے، جن سے وہ جانبر نہ ہو سکے۔ پھر عبیدہ بن سعید لشکر قریش سے سراپا لوہے میں غرق آگے بڑھا تو

Marfat.com

حضرت زبیرؓ نے اس کی آنکھوں پر ایسی برچھی ماری کہ ایک ہی وار میں ڈھیر ہوگیا۔ اس کے بعد عام لڑائی شروع ہوگئی۔ انصار کے دو جوان معاذ و معوذ نے ابوجہل کا خاتمہ کر دیا۔ مکہ کے ایک سردار اُمیہ بن خلف کو بھی قتل کر دیا گیا۔ اب قریش مکہ کے پاؤں اکھڑ گئے اور ۷۰ مقتول میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ لشکر اسلام سے ۱۴ شہادتیں ہوئیں۔

﴿اللہ کی مدد و نصرت﴾ عام جنگ جاری تھی اس دوران نبی کریم ﷺ نے ایک مٹھی کنکریوں بھری لشکر قریش پر پھینک دی تو کوئی بھی دشمن ایسا نہ تھا جس کی آنکھ میں کنکریاں نہ پڑی ہوں۔ اور پھر حضور نبی کریم ﷺ نے حملہ اجتماعی کا حکم فرمایا۔ گھمسان کا رن پڑا اللہ تعالیٰ کی حکمت کا ملا سے لشکر قریش کو مسلمان دو چند دکھائی دیئے، جس کی وجہ سے لشکر قریش پر رُعب طاری ہوگیا۔ قتل کا بازار گرم ہوا، فرشتے نظر نہ آتے تھے مگر اُن کے فعال پنہاں تھے۔ کفار کے منہ وناک وغیرہ پر کوڑوں کے نشانات پائے گئے۔ کہیں بے تلوار سر کٹا دکھائی دیتا یہ آواز بھی سنی گئی: ''اقدم حیزوم، اقدم حیزوم'' حضرت جبرائیلؑ کے گھوڑے کا نام حیزوم ہے یعنی ''تیزدم آگے بڑھو'' آخر کفار کو شکست ہوئی اور وہ بھاگ نکلے۔ خود حضور نبی کریم ﷺ عریش سے ننگی تلوار لے کر پکارتے ہوئے نکلے جس کا ذکر قرآن کی سورۃ القمر آیت نمبر ۴۵ میں آیا: ''عنقریب یہ جماعت شکست کھائے گی اور یہ لوگ پیٹھ پھیر کر بھاگ جائیں گے۔'' سورۃ مبارکہ مکی ہے جس سے نشان نبوت کا ثابت ہونا پایا جاتا ہے۔ اس آیت میں پہلے ہی بتا دیا گیا تھا کہ کفار کو ہزیمت ہوگی۔

اسی طرح سورۃ آل عمران کی آیات ۱۲۳ تا ۱۲۷ میں جنگ بدر میں اللہ کی مدد و نصرت کا ذکر آیا ترجمہ ہے: ''اور بے شک مدد کی تھی تمہاری اللہ تعالیٰ نے میدان بدر میں، حالانکہ تم بالکل کمزور تھے، پس ڈرتے رہا کرو اللہ تعالیٰ سے (اس بروقت امداد کا) تاکہ تم شکر ادا کر سکو (عجب سہانی گھڑی تھی) جب آپ (ﷺ) فرما رہے تھے مومنوں سے، کیا تمہیں یہ کافی نہیں کہ تمہاری مدد فرمائے تمہارا پروردگار تین ہزار فرشتوں سے جو اُتارے گئے ہیں۔ ہاں کافی ہے بشرطیکہ تم صبر کرو اور (تقویٰ) اختیار کرو اور (اگر) آدھمکیں کفار تم پر تیزی سے اسی وقت تو مدد کرے گا تمہاری تمہارا رب پانچ ہزار فرشتوں سے جو نشان والے ہیں اور نہیں بتایا فرشتوں کے اُترنے کو اللہ نے مگر خوشخبری تمہارے لیے تاکہ مطمئن ہو جائیں تمہارے دل اس سے اور (حقیقت تو یہ ہے) کہ نہیں ہے فتح و نصرت مگر اللہ کی طرف سے جو سب پر غالب ہے اور حکمت والا ہے، یہ مدد اس لیے تھی تاکہ کاٹ دے ایک حصہ کافروں سے یا ذلیل کر دے ان کو، پس لوٹ جائیں نامراد ہو کر۔''

﴿اُمیہ بن خلف کا قتل﴾ جنگ بدر میں اُمیہ بن خلف اور اس کا بیٹا شریک تھے۔ حضرت بلالؓ پہلے اسی اُمیہ کے غلام تھے جو ظلم و ستم امیہ نے ان پر کیا وہ تاریخ اسلام کا حصہ ہے۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے مکہ میں اُمیہ بن خلف سے عہد کیا تھا کہ اگر وہ مدینہ آئے گا تو اس کی حفاظت کا میں ذمہ دار ہوں گا۔ پابندی عہد کو ملحوظ رکھتے ہوئے عبدالرحمٰن بن عوفؓ چاہتے تھے کہ اُمیہ میدان جنگ سے بچ کر نکل جائے۔ اس لیے عبدالرحمٰنؓ اس کو اور اس کے بیٹے کو پہاڑ پر لے کر چڑھ گئے۔ اس دوران حضرت بلالؓ نے اُنہیں دیکھ لیا اور انصار کو خبر کر دی۔ انصار اُمیہ اور اس کے بیٹے پر ٹوٹ پڑے تو عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے اُمیہ کے بیٹے کو آگے کر دیا۔ انصار نے اُسے قتل کر دیا۔ پھر انصار اُمیہ کی طرف بڑھے، اُمیہ جسیم و ثقیل تھا۔ وہ عبدالرحمٰن

Marfat.com

کے کہنے پر زمین پر لیٹ گیا اور خود عبدالرحمنؓ اُمیہ پر چھا گئے تا کہ لوگ قتل نہ کر سکیں۔ لیکن پھر بھی اُمیہ کو قتل کر دیا گیا۔

﴿ابو جہل کا قتل﴾ آنحضرت ﷺ نے میدان کارزار کے ٹھنڈا ہونے پر فرمایا ایسا کون ہے جو ابو جہل کی خبر لائے، تو حضرت عبداللہ بن مسعودؓ گئے اُنہوں نے دیکھا ابو جہل کو عفراء کے بیٹوں معاذ اور معوذ نے ضرب شمشیر سے گرایا ہوا تھا، لیکن رمق حیات باقی تھی تو حضرت ابن مسعودؓ اس لعین کے سینہ پر سوار ہو گئے۔ اور اس کی ناپاک داڑھی کو پکڑ کر کہا کیا تو ابو جہل ہے؟ اس نے بڑے متکبرانہ انداز اور تحقیر آمیز لہجے میں کہا کہ تمہارا قتل کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ایک شخص کو اس کی قوم قتل کر دے۔ پس اس لیے تمہارے لیے کوئی فخر کی بات نہیں اور مجھے بھی کوئی عار نہیں۔ چنانچہ حضرت ابن مسعودؓ نے اس لعین کا کام تمام کر دیا۔ پھر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے یہ خبر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کی تو حضور ﷺ نے سن کر تین بار (اللہ الذی لا الہ الا ہو) پڑھا اور چوتھی بار یوں فرمایا (اللہ اکبر، الحمد الذی صدق وعدہ ونصر الاحزاب وحدہ) پھر آپ ﷺ حضرت ابن مسعودؓ کو ساتھ لے کر اس لعین کی لاش کے پاس تشریف لے گئے۔ اور لاش دیکھ کر فرمایا: ''یہ اس اُمت کا فرعون ہے۔'' آنحضرت ﷺ نے جنگ میں فتح کی خوشخبری دینے کے لیے حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مدینہ بھیجا اور اسی غرض سے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو اہل عالیہ یعنی مدینہ کی بالائی آبادی کی طرف روانہ فرمایا۔ جب حضرت زیدؓ مدینہ پہنچے تو بقیع کے قبرستان میں حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ کو سپرد خاک کیا جا رہا تھا۔

﴿شہدائے بدر﴾ جنگ بدر میں ۱۴ مسلمان شہید ہوئے، اُن خوش نصیبوں کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

(1) حضرت عبیدہؓ بن حارث بن مطلب بن عبد مناف (2) حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص

(3) حضرت ذوالشمالین عمیرؓ بن عبد (4) حضرت عمروؓ بن نضلہ (5) حضرت محمد عاقلؓ بن ابی بکیر

(6) حضرت عمرؓ کے غلام مہجعؓ (7) حضرت صفوانؓ بن بیضاء، یہ سب مہاجرین میں سے تھے۔

(8) حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر (9) حضرت حارثہؓ بن سراقہ (10) حضرات عوفؓ و معوذ پسران عفراء

(11) حضرت رافعؓ بن معلیٰ (12) حضرت عمیرؓ بن حمام (13) حضرت یزیدؓ بن حارث بن فسحم

لشکر قریش میں سے ۷۰ مقتول اور ۷۰ ہی گرفتار ہوئے۔ کچھ مقتولین کے نام یہ ہیں:

شیبہ بن ربیعہ، عتبہ بن ربیعہ، ولید بن عتبہ، عاص بن معید بن عاص، ابو جہل بن ہشام، ابوالبختری حنظلہ بن ابی سفیان بن حرب، حارث بن عامر بن نوفل بن عبد مناف، طعیمہ بن عدی، زمعہ بن اسود بن مطلب، نوفل بن خویلد، عاص بن ہشام بن مغیرہ یہ حضرت عمرؓ کا ماموں تھا۔ اُمیہ بن خلف علی بن اُمیہ بن خلف، منبہ بن حجاج، معبد بن وہب

﴿اسیران بدر سے سلوک﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے تین دن تک بدر کے میدان میں قیام فرمایا، تیسرے دن حسب معمول گھوڑے پر سوار ہو کر مقتولین کے گڑھے پر تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بیٹے فلاں کے، اے فلاں بیٹے فلاں کے، کیا اب تمہیں تمنا ہے کہ اللہ اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرتے، جو کچھ ہمارے پروردگار نے ہم سے وعدہ فرمایا تھا۔ ہم نے اُسے سچ پایا، کیا تم نے بھی اسے جو تمہارے پروردگار نے تم سے وعدہ کیا تھا، سچ پایا۔؟''

Marfat.com

ایسے میں حضرت عمرؓ فاروق نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ ان بے رُوح جسموں سے کیا خطاب فرمارہے ہیں۔؟'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے خدا کی جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے، تم میری بات کو اُن سے زیادہ نہیں سنتے۔''

میدان بدر سے حضور ﷺ مقام صفراء پہنچے، یہاں آپ ﷺ نے تمام مال غنیمت مجاہدین میں برابر تقسیم فرمایا۔ حضرت عبیدؓ بن حارث نے مقام صفراء ہی میں وفات پائی، کیونکہ ان کا ایک پاؤں جنگ میں کٹ گیا تھا۔ پھر اسی مقام پر نضر بن حارث کو قتل کیا گیا، اس کے بعد آپ ﷺ عراق الظبیہ پہنچے تو آپ ﷺ کے حکم سے یہاں بھی عقبہ بن معیط کو قتل کیا گیا۔ مقتولین میں سے چوبیس روساء کی لاشیں ایک گڑھے میں ڈال دی گئیں۔ اُمیہ بن خلف کی لاش پھول گئی تھی، اس پر وہیں مٹی ڈال دی گئی۔ باقی ماندہ لاشوں کو کسی دوسری جگہ پھینک دیا۔

اسیران بدر میں قابلِ ذکر نوفل بن حارث بن عبدالمطلب، عباس بن عبدالمطلب، عقیل بن ابی طالب، ابوالعاص بن ربیع، عدی بن خیار، ابوعزیز بن عمیر، ولید بن ولید بن مغیرہ، عبداللہ بن ابی بن خلف، ابوعزہ عمرو بن عبداللہ، وہب بن عمیر بن وہیب، ابودواعہ بن فہرہ سہمی، سہیل بن عمرو عامری

اہل مدینہ جنگ بدر کی کامیابی پر خوشیاں منارہے تھے، اُنہوں نے آپ ﷺ کی آمد کی خبر سنی تو آپ ﷺ کے استقبال کے لیے وہ مقام روحاء میں پہنچ گئے۔ ایک دن بعد اسیران جنگ کو بھی مدینہ پہنچادیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اسیران کو صحابہ کرامؓ میں تقسیم فرمایا اور حکم صادر فرمایا کہ ان کے ساتھ نیک سلوک کیا جائے۔ اس سلسلہ میں ایک اسیر ابوعزیز بن عمیر کا کہنا ہے کہ جب اُسے مدینہ لایا گیا تو وہ انصار کی ایک جماعت کی تحویل میں تھا۔ انصار صبح وشام کا کھانا لاتے اور مجھے کھلاتے وہ خود کھجوریں کھاتے۔ سیرت ابن ہشام میں اسیران بدر کے متعلق تفصیلاً آیا جن قیدیوں کے پاس کپڑے نہ تھے انہیں کپڑے دلوائے گئے۔ قیدیوں کے بارے میں مشاورت کی گئی تو صحابہ کرامؓ نے اپنی اپنی رائے کا اظہار یوں کیا: حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کی کہ ''یارسول اللہ ﷺ اسیران بدر آپ ﷺ کی قوم اور قبیلہ سے ہیں، انہیں قتل نہ کیا جائے بلکہ فدیہ لے لیا جائے۔ شاید اللہ تعالیٰ انہیں اسلام کی توفیق فرمادے۔'' ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی: ''میں ابوبکرؓ کی تجویز سے اتفاق نہیں کرتا، بلکہ میری رائے تو یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام اسیروں کو ہمارے حوالہ کردیں تاکہ ہم انہیں قتل کردیں۔'' اسیران بدر کی تقدیر کا فیصلہ بہت مشکل تھا۔ جبکہ چند دیگر صحابہؓ کی رائے میں بھی اختلاف تھا۔ جیسے حضرت سعد بن معاذؓ نے حضور ﷺ سے عرض کی خدا کی قسم! اے اللہ کے رسول ﷺ اہل شرک کے ساتھ یہ پہلا معرکہ ہے جس کا موقع اللہ نے ہمیں عطا فرمایا، اس لیے اہل شرک کو باقی چھوڑنے کی بجائے اُنہیں خوب قتل کیا جائے اور اچھی طرح کچل دیا جائے۔

ایسے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۶۷ نازل فرمائی ترجمہ ہے: ''پیغمبر کو شایاں نہیں کہ اس کے قبضے میں قیدی رہیں، جب تک (کافروں کو قتل کرکے) زمین پر کثرت سے خون بہادے، تم لوگ دنیا کے مال کے طالب

Marfat.com

ہو اور خدا آخرت کی بھلائی چاہتا ہے۔" فدیہ کی مقدار ایک ہزار سے چار ہزار دینار مقرر کی گئی جو قیدی کی مالی حیثیت اور مرتبے کے مطابق متعین کی گئی تھی۔ جن کے پاس مال نہ تھا اور لکھنا پڑھنا جانتے تھے ان کے لیے فدیہ کا معیار یہ مقرر کیا گیا کہ ہر خواندہ قیدی انصار کے دس لڑکوں کو لکھنا پڑھنا سکھا دے۔ وجہ یہ تھی کہ اہل مکہ لکھنے پڑھنے میں ماہر تھے جبکہ یثرب کے لوگ ناخواندہ تھے۔ بعض اسیران کو فدیہ لیے بغیر ہی رہا کر دیا گیا اُن اسیران میں ایک شاعر ابوعزہ جمحی کو حضور نبی کریم ﷺ نے فدیہ لیے بغیر ہی چھوڑ دیا تھا۔ اسی طرح مطلب بن حنطب، صیفی بن ابی رفاعہ، اور حضرت سعد بن نعمانؓ عمرہ کی غرض سے مکہ پہنچے تو ابوسفیان نے اُن کو اپنی تحویل میں لے لیا کیونکہ ابوسفیان کا بیٹا عمرو اسیران بدر میں تھا۔ لہٰذا سعد بن نعمانؓ کے عوض ابوسفیان کے بیٹے عمرو کو بلا حصول فدیہ رہا کر دیا گیا۔ حضرت زید بن ثابتؓ انصاری نے اسیران بدر سے لکھنا پڑھنا سیکھا، ایک قیدی سہیل بن عمرو بھی تھا جو بڑی دلیری سے عام مجمعوں میں آنحضرت ﷺ کے خلاف تقریریں کیا کرتا تھا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض پیش کی: "یارسول اللہ ﷺ مجھے اِجازت عنایت فرمائیں کہ میں سہیل کے دندان پیشین اُکھاڑ دوں اور اس کی زُبان کاٹ دوں، پھر وہ کسی جگہ آپ ﷺ کی شان کے خلاف تقریر نہ کر سکے گا۔" حضور ﷺ نے یہ سن کر فرمایا: "اے عمرؓ! میں اس کا عضو نہیں بگاڑتا، ورنہ خدا اس کی جزا میں میرے اعضاء بگاڑ دے گا۔ گو کہ میں نبی ہوں۔"

حضرت عباسؓ کے بدن پر کرتا نہ تھا، وہ طویل القامت تھے۔ کسی کا کرتا ان کے بدن پر پورا نہ آتا تھا۔ عبداللہ بن اُبی رئیس المنافقین اور حضرت عباسؓ کا قد برابر تھا۔ عبداللہ نے اپنا کرتا حضرت عباسؓ کو منگوا کر دے دیا۔ صحیح بخاری میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے عبداللہ کو کفن کے لیے جو اپنا کرتا عنایت فرمایا تھا وہ اسی احسان کا معاوضہ تھا۔ تفصیل منافقین کے تحت آگے آئے گی۔

آنحضرت ﷺ کے داماد ابوالعاص کے پاس فدیہ کی رقم نہ تھی، اُن کی زوجہ حضرت زینبؓ مکہ میں تھیں انہیں پیغام بھیجا گیا کہ فدیہ کی رقم کا بندوبست کریں۔ حضرت زینبؓ کا جب نکاح ہوا تھا تو حضرت خدیجہؓ نے جہیز میں اُن کو ایک قیمتی ہار دیا تھا۔ حضرت زینبؓ نے زرِ فدیہ کے ساتھ وہ ہار بھی گلے سے اُتار کر بھیج دیا۔ آنحضرت ﷺ نے جب وہ ہار دیکھا تو اٹھائیس سال پہلے کا محبت بھرا واقعہ یاد آ گیا اور آپ حضور ﷺ بے اختیار آبدیدہ ہو گئے اور صحابہؓ سے یوں مخاطب ہوئے کہ تمہاری مرضی ہو تو بیٹی کو اس کی یادگار واپس کر دوں، سب نے تسلیم کرنے میں گردنیں جھکا دیں، پھر وہ ہار واپس کر دیا گیا۔

معرکہ بدر کے لیے لشکر کفار کو کھانا کھلانے کے اَخراجات کی ادائیگی کے لیے نو یا دس روسائے قریش مقرر ہوئے تھے جن میں حضرت عباسؓ بھی شامل تھے۔ ان کے ذمہ لشکر قریش کو رسد کا سامان پہنچانا تھا۔ لیکن ان کی نوبت کھانا کھلانے تک نہ آئی تھی، وہ ۶۵ تولہ سونا کے مالک تھے۔ حضرت عباسؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میں مسلمان ہوں یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا: "اللہ کو تیرے اِسلام کا خوب علم ہے، اگر تو سچا ہے تو اللہ تجھے جزا دے گا، تو اپنے فدیے کے ساتھ

Marfat.com

ساتھ عقیل بن ابی طالب، نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عمرو بن جحدم کا فدیہ بھی ادا کر۔'' حضرت عباسؓ نے جواب دیا میرے پاس کوئی مال نہیں یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کہ وہ مال کہاں ہے جو تو نے اپنی بیوی اُم فضل کے پاس رکھا تھا اور اس سے کہا تھا کہ اگر میں لڑائی میں مارا جاؤں تو اتنا عقیل کو اور اتنا عبداللہ اور اتنا عبیداللہ کو ملے۔'' یہ سن کر حضرت عباسؓ نے کہا قسم ہے اُس خدا کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے، اس مال کا علم سوائے میرے اور میری بیوی اُم فضل کے کسی کو نہ تھا۔ پس میں نے خوب جان لیا کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ تیرا یہ بیس اوقیا (۶۵ تولے) سونا فدیہ میں شمار نہ ہوگا۔ یہ تو اللہ عزوجل نے ہمیں عطا کیا ہے۔ اس کے بعد حضرت عباسؓ نے اپنا اور اپنے بھائیوں، بیٹوں اور اپنے حلیف کا فدیہ ادا کر دیا۔ مکہ میں شکستِ قریش کی خبر حیسمان بن ایاس خزاعی نے دی۔ قریش اپنے مقتولین پر نوحہ کناں تھے، لیکن اِس خیال سے کہ مسلمان ان پر ہنسیں گے، نوحہ خوانی سختی سے بند کر دی گئی۔ بدر میں شکست کے نو دن بعد ابولہب مر گیا، اسود بن عبدیغوث کے دو بیٹے زمعہ اور عقیل اور اس کا ایک پوتا حارث بن زمعہ میدان بدر میں لشکرِ اسلام کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ اُسود کی خواہش تھی کہ وہ روئے لیکن بندش کی وجہ سے وہ رو نہ سکا۔

﴿شہدائے بدر کا مقام﴾ بدر کی فتح سے اسلام کا دبدبہ دلوں میں بیٹھ گیا، جس کی وجہ سے مدینہ کے بہت سے لوگ ایمان لے آئے۔ بدر کے معرکہ کی اہمیت اور فضیلت کا قیاس فرمان نبویؐ سے لگایا جا سکتا ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بے شک اللہ اہل بدر سے واقف ہے کیونکہ اس نے فرمادیا تم عمل کرو جو چاہو، البتہ تمہارے لیے جنت ثابت ہو چکی یا تحقیق میں نے تمہیں بخش دیا۔''

شہدائے بدر کا بڑا مقام ہے جبکہ بدری ہونا ایک عظیم اعزاز ہے۔ اس لڑائی میں جن ہتھیاروں کا استعمال کیا گیا وہ تاریخ کا حصہ بن گئے، جیسا کہ حضرت زبیرؓ نے جس برچھی سے عبیدہ بن سعد بن عاص کی آنکھ پھوڑی تھی وہ یادگار بن گئی۔ وہ برچھی حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زبیرؓ سے مستعار لی پھر یہی برچھی آپ ﷺ کے چاروں خلفائے راشدینؓ کے پاس باری باری منتقل ہوتی رہی۔ ان کے بعد یہ برچھی عبداللہ بن زبیرؓ کے پاس چلی گئی۔ یہاں تک کہ ۷۳ ہجری بمطابق 693 یعنی اکہتر سال بعد حجاج نے اُن کو شہید کر دیا۔ آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کی صاحبزادی تھیں۔

حضرت حاطب بن ابی بلتعہ لخمیؓ ایک صحابی تھے جو مکہ میں نو وارد تھے۔ اُنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہجرت فرمائی، مدینہ میں حضور نبی کریم ﷺ نے قریش مکہ کے خلاف جنگی تیاریاں شروع کر دیں تو حضرت حاطبؓ نے اس اَمر کی خبر مکہ پہنچانے کے لیے بنوہاشم کی ایک کنیز سارہ کے ہاتھ مخبری نامہ روانہ کیا جس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو مل گئی۔ نبی کریم ﷺ نے حاطبؓ سے باز پرس فرمائی، حضرت عمر فاروقؓ نے مخبر کی گردن اُڑانے کی اجازت چاہی تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عمرؓ! تجھے کیا معلوم؟ حاطبؓ بدری ہے۔'' اور بغاوت جیسا سنگین جرم معاف فرما دیا۔ تفصیل فتح مکہ میں آئے گی۔

Marfat.com

اُندلس کے ایک مشہور سیاح محمد بن جبیر جنہوں نے ۲۷ شعبان ۶۱۴ ہجری بمطابق 1218ء میں وفات پائی، اُنہوں نے بدر کے حالات کو یوں بیان کیا: اس موضع میں خرما کے بہت سے باغات ہیں اور آبِ رَواں کا ایک چشمہ بھی ہے۔ موضع کا قلعہ ایک بلند ٹیلے پر واقع ہے۔ قلعہ کا راستہ پہاڑوں کے بیچ میں ہے جہاں لڑائی ہوئی تھی۔ وہ قطعہ زمین قلعہ سے نشیب میں ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو عزت اور کفار کو ذلت عطا کی تھی۔ آج کل (اُس زمانے میں) اس زمین میں خرما کے باغات ہیں اور بیچ میں ''گنج شہیداں'' ہے۔ اس آبادی میں داخل ہوتے وقت بائیں طرف جبل الرحمت ہے۔ بروزِ جنگ اسی پہاڑ پر فرشتے اُترے تھے۔ ساتھ ہی ایک اور پہاڑ جبل الطبول ہے۔ اس پہاڑ کی وضع قطع ریت کے ٹیلے جیسی ہے۔ کہتے ہیں ہر شب جمعہ اس پہاڑ سے نقارے کی صدا آتی ہے، اس لیے اس پہاڑ کا نام جبل الطبول پڑ گیا۔

سیاح موصوف نے مزید لکھا کہ اس بستی کے ایک عرب باشندے نے بیان کیا کہ اس نے اپنے کانوں سے نقاروں کی آواز سنی ہے۔ یہ آواز ہر جمعرات اور سوموار کو آیا کرتی ہے، اس پہاڑ کے سامنے آنحضرت ﷺ کے تشریف رکھنے کی جگہ موجود ہے، جس کے سامنے میدان جنگ ہے۔

﴿پہلی عید الفطر﴾ آپ ﷺ عید الفطر کے دن عید گاہ میں تشریف لائے اور جماعت سے عید کی نماز ادا فرمائی، اس سال زکوٰۃ مال پر فرض ہوئی، رمضان المبارک کے روزے اور صدقہ فطر بھی۔ مسلمانوں نے یہ پہلی عید الفطر منائی۔ یہ کیسی خوشی تھی جو اللہ نے عطا فرمائی، نماز عید کا منظر کتنا خوشگوار تھا، مسلمان اپنے گھروں سے نکلے تکبیر و توحید، تحمید و تسبیح کی آوازیں بلند کرتے ہوئے میدان عید میں جا کر دوگانہ نماز عید ادا کی۔

﴿یہودی شاعرہ کا قتل﴾ عصما نام کی ایک عورت یہودی شاعرہ تھی، جو مدینہ منورہ میں رہتی تھی۔ وہ رسول اللہ ﷺ کی ہجو میں اَشعار کہا کرتی، ایذا رسانی کا کوئی ذریعہ ایسا نہ تھا جو اس نے آپ ﷺ کی شان مبارک میں استعمال نہ کیا ہو۔ وہ لوگوں کو آپ ﷺ سے اور اسلام سے برگشتہ کرتی۔ آپ ﷺ غزوہ بدر میں مصروف تھے تو اس نے اسی قسم کے اشعار کہے۔ ایک شخص عمیر بن عدیؓ نے اُس کے اشعار سنے تو وہ جوش میں آ گئے اور یہ منت مانی کہ اگر اللہ کے فضل سے آپ ﷺ بدر سے صحیح سالم واپس تشریف لے آئے تو میں (عمیرؓ) اس بدقماش عورت کو ضرور قتل کروں گا۔

رسول اللہ ﷺ بدر سے صحیح وسالم مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت عمیرؓ شب کی تاریکی میں تلوار لے کر اس عورت کے گھر میں داخل ہوئے، چونکہ حضرت عمیرؓ نابینا تھے اس لیے عصما کو ہاتھ سے ٹٹولہ اور اس کے بچے جو اس کے اِرد گرد پڑے تھے اُن کو ہٹایا اور تلوار کو اس لعینہ کے سینے پر رکھ کر اس شدت سے دبایا کہ تلوار پشت سے پار ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے اُن کی مراد پوری ہوئی تو صبح کی نماز رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اَدا فرمائی اور واقعہ کی اطلاع دی۔ پھر عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ مجھ پر اس بارے میں کچھ مواخذہ تو نہ ہوگا؟ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، اس بارے میں دو بھیڑیں بھی سر نہ ٹکرائیں گی۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ان کو نابینا نہ کہو یہ ''بینا'' ہیں۔ یہ واقعہ شب ۲۶ رمضان المبارک ۲ ہجری میں پیش آیا۔

Marfat.com

حضرت فاطمہؓ کی شادی مبارک حضور نبی کریم ﷺ کی سب سے چھوٹی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عمر اٹھارہ سال ہو چکی تھی وہ 606ء میں پیدا ہوئیں۔ شادی کے پیغامات آنے لگے۔ حضرت علیؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی تو آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے دریافت فرمایا، وہ چپ رہیں۔ یہ ایک طرح کا اظہار رضا مندی ہی تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے پوچھا کہ تمہارے پاس مہر میں کیا ہے۔؟ بولے، کچھ نہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا: "اور وہ حطیمہ زرہ کیا ہوئی" (جنگ بدر میں ہاتھ آئی تھی) عرض کی وہ تو موجود ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "بس وہ کافی ہے۔" زرہ کی قیمت اس وقت کے مطابق سوا سو روپے بتائی گئی۔ اس زرہ کی قیمت بعض مؤرخین نے ۴۸۰ درہم بھی لکھی ہے۔ اس کے علاوہ حضرت علیؓ کے سرمایہ میں ایک بھیڑ کی کھال اور ایک بوسیدہ یمنی چادر تھی۔ حضرت علیؓ کے پاس رہنے کے لیے کوئی گھر نہ تھا۔ حضرت حارثہؓ بن نعمان انصاری کے کئی مکانات تھے۔ جن میں سے وہ پہلے ہی چند مکانات نبی کریم ﷺ کو نذر کر چکے تھے۔ حضرت حارثہؓ نے ایک مکان حضرت علیؓ کو بھی دے دیا۔

جہیز مبارک شہنشاہ کونین حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی لاڈلی بیٹی کو جو جہیز دیا اُس میں بان کی ایک چارپائی، چمڑے کا گدا، جس کے اندر روئی کی بجائے کھجور کے پتے بھرے تھے، ایک چھاگل، ایک مشک، دو چکیاں اور دو گھڑے۔ یہ شادی مبارک 624ء میں سرانجام پائی۔

حضرت فاطمہؓ شادی کے بعد نئے گھر میں جا بسیں، تو آنحضرت ﷺ ان کے گھر تشریف لے گئے دروازے پر کھڑے ہو کر اذن مانگا، پھر اندر آئے، ایک برتن میں پانی منگوایا، پھر دونوں ہاتھ اس پانی میں ڈالے اور حضرت علیؓ کے سینے اور بازوں پر پانی چھڑکا، پھر حضرت فاطمہؓ کو بلایا وہ شرم سے لڑکھڑاتی آئیں ان پر بھی پانی چھڑکا اور فرمایا: "میں نے اپنے خاندان میں سب سے افضل شخص سے تمہارا نکاح کیا ہے۔"

غزوہ سویق دو ہجری ماہ ذیعقد میں غزوہ سویق وقوع پذیر ہوا۔ عربی زبان میں سویق ستو کو کہتے ہیں۔ کفار نے اس غزوہ میں ستو بطور زیادہ غذا کے استعمال کیا۔ اس لیے یہ غزوہ سویق کے نام سے مشہور ہوا۔ وجہ یہ تھی کہ ابوسفیان نے غزوہ بدر کی شکست کے بعد قسم کھائی تھی کہ جب تک وہ نبی کریم ﷺ سے لڑائی نہ کر لے اُس وقت تک جنابت سے سر نہ دھوئے گا۔ چنانچہ اس نے قسم پوری کرنے کے لیے ۲۰۰ سوار لے کر بمقام عریض میں نکلا۔ وہاں ایک نخلستان کو جلا دیا۔ اور ایک انصاری کو قتل کر دیا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو آپ ﷺ نے ابوسفیان کا تعاقب فرمایا۔ ابوسفیان اور اس کے ساتھی خوراک کے بورے جو ستو سے بھرے ہوئے تھے چھوڑ کر بھاگ گئے۔

پہلی عید الاضحیٰ حضور نبی کریم ﷺ غزوہ سویق سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو ۹ ذی الحجہ کی تاریخ تھی۔ ۱۰ ذی الحجہ کو آپ ﷺ نے دو رکعت نماز عید الاضحیٰ ادا فرمائی اور دو مینڈھے قربان کیے اور مسلمانوں کو قربانی کا حکم دیا۔ مسلمانوں کی یہ پہلی عید الاضحیٰ تھی۔

غزوہ بنو قینقاع یثرب کے گرد و نواح میں یہودیوں کے تین قبیلے آباد تھے۔ وہ بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو

Marfat.com

قریظہ مشہور تھے۔ ابتداء میں یہودیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک معاہدہ طے پا گیا تھا جسے ''میثاق مدینہ'' کہتے ہیں۔ اکثر یہودیوں کا پیشہ زرگری تھا۔ اقتصادی طور پر وہ مسلمانوں سے آگے تھے۔ عام طور پر یہودیوں کو بزدل سمجھا جاتا تھا، لیکن یثرب کے یہودی دلیر تھے۔ یہودیوں نے مسلمانوں کے مقابلہ میں ۷۰۰ جوانوں کا ایک دستہ تیار کیا جس کو باقاعدہ جنگی تربیت دی گئی۔ اس سے قبل یثرب کے بازار میں ایک یہودی نے ایک عورت کو برہنہ کرنے کی کوشش کی تو ایک مسلمان نے اُس یہودی کا سر قلم کر دیا۔ بازار والے یہودیوں نے مسلمان کو شہید کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو آپ حضور ﷺ خود بنوقینقاع کے ہاں تشریف لے گئے۔ لیکن اُنہوں نے مصالحت نہ کی، ایسے میں حضور نبی کریم ﷺ نے بنوقینقاع کا محاصرہ کر لیا، جو ۱۵ دن تک جاری رہا۔ آخر یہودی سرنگوں ہوئے۔ زمانہ جاہلیت میں رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی اور بنوقینقاع ایک دوسرے کے حلیف تھے۔ اس واقعہ کے بعد یہودیوں کو مسلمانوں نے قیدی بنا لیا۔ عبداللہ نے یہودیوں کی سفارش کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے مشروط طور پر یہودیوں کی جان بخشی کر دی۔ لیکن اُنہیں یثرب چھوڑ کر شام اور دیگر علاقوں کی طرف جانا پڑا۔

﴿غزوہ بنی سلیم﴾ اطلاع ملی کہ قبیلہ غطفان کے لوگوں میں سے بنی سلیم کی شاخ والے مدینہ پر چڑھائی کے لیے جمع ہو رہے ہیں۔ حضور ﷺ بذاتِ خود ۲۰۰ سواروں کو ساتھ لے کر اُن پر دھاوا بول دیا۔ اس اچانک حملے نے بنوسلیم میں بھگدڑ مچا دی۔ وہ افراتفری کے عالم میں تقریباً ۵۰۰ سو اُونٹ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ مسلمانوں نے اُونٹ قبضہ میں لے لیے۔ آپ ﷺ نے خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم فرما دیا۔ ہر شخص کو دو، دو اُونٹ ملے۔ ایک غلام ''یسار'' نامی ہاتھ آیا جسے آپ ﷺ نے آزاد کر دیا۔ یہ غزوہ شوال ۲ ہجری غزوہ بدر سے صرف سات دن بعد پیش آیا۔ شاعر نے کیا خوب کہا ہے۔

حُسن یوسفؑ پہ کٹیں مصر میں انگشتِ زناں
ترے نام پہ سر کٹواتے ہیں مردانِ عرب

..............❖❖❖..............

Marfat.com

ہجری سال سوئم کے واقعات

اس سال ماہ محرم کے نصف میں غزوہ قرۃ الکدر جبکہ ماہ ربیع الاول میں غزوہ انمار یا غطفان اور ماہ شوال میں غزوہ بنوسلیم وقوع پذیر ہوئے۔ ہر سہ غزوات بلا مقابلہ ہوئے جبکہ غزوہ انمار میں دعثور غطفانی اسلام پر ایمان لے آیا۔ اسی طرح سال رواں کے ماہ ربیع الاول میں یہودی شاعر کعب بن اشرف قتل ہوا۔ ابو رافع سلام بن ابی الحقیق یہودی جو نبی کریم ﷺ کو اذیت دیا کرتا تھا اُس کو حضرت عبداللہ بن عتیک انصاری خزرجی نے ماہ جمادی الثانی میں قتل کر دیا تھا۔

کعب بن اشرف کا قتل غزوہ بدر میں مسلمانوں کو تاریخی فتح نصیب ہوئی۔ اِس غزوہ میں مکہ کے سرداران اور دیگر قتل ہوئے جس کی وجہ سے مکہ کا ہر گھر متاثر ہوا وہ انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ ادھر مسلمانوں کی کامیابیوں کا سلسلہ شروع ہو چکا تھا۔ کعب بن اشرف ایک مشہور شاعر تھا جس نے مقتولین بدر کے مرثیے لکھے اور اُن کا خوب چرچا کیا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی شان مبارک میں گستاخیاں کیا کرتا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون ہے جو کعب سے نمٹے۔؟ محمدؓ بن مسلمہ، عبادؓ بن بشر، ابونائلہؓ اُن کا اصل نام سلکان بن سلامہ تھا جو کعب کے سوتیلے بھائی تھے۔ کعب کا تعلق قبیلہ طی کی شاخ بنونبھان سے تھا۔ اس کی ماں بنونضیر سے تھی۔ کعب مدینہ کے جنوب میں بنی نضیر کی آبادی کے پیچھے ایک قلعہ نما مکان میں رہتا تھا۔ ۱۴ ربیع الاول ۳ ہجری کی چاندنی رات تھی، ابونائلہ اُس کے پاس آیا شعروشاعری کی باتیں ہوئیں، پھر کچھ راز کی باتیں کرنے کی غرض سے اُسے باہر لے گیا۔ ایک طے شدہ پروگرام کے مطابق ابونائلہ کے چند افراد اور محمدؓ بن مسلمہ کے کچھ لوگ موجود تھے، یہ دونوں باتیں کرتے ہوئے آگے نکل گئے۔ پھر انہوں نے موقع پا کر حملہ کر دیا۔ محمدؓ بن مسلمہ نے وار کیا اور گدال سے اس کا کام تمام کر دیا۔ اس دوران حارثؓ بن اَوس زخمی ہوئے۔ کعب کا سر جسم سے جدا کر کے یہ لوگ بقیع مرقد پہنچے، تکبیر کہی تو حضور نبی کریم ﷺ نے آواز سن کر ''اللہ اکبر'' کہا۔ پھر آپ ﷺ بقیع مرقد میں تشریف لائے تو اس

Marfat.com

جماعت نے اُس لعین کا سر حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔

﴿غزوہ اُحد﴾ اُحد ایک پہاڑ کا نام ہے۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل دُور واقع ہے۔ قریش مکہ نے غزوہ بدر میں شکست فاش کھائی تھی۔ جس کی وجہ سے وہ جذبہ انتقام کی آگ میں جل رہے تھے۔ اُدھر اسلام ترقی کے مدارج مسلسل طے کر رہا تھا۔ جنگِ بدر میں قتل ہونے والے اکثر قریش کے روساء تھے۔ اس لیے بھی سارا شہر مکہ جوش انتقام سے لبریز تھا۔ اس وقت ابوسفیان ان کی قیادت کر رہا تھا۔ قریش مکہ ابوسفیان کے پاس آئے اور کہنے لگے، مال تجارت کے نفع سے مدد کرو تا کہ ایک لشکر تیار کیا جائے اور حضرت محمد ﷺ سے بدلہ لیا جائے۔ چنانچہ تمام مال تجارت فروخت کر کے اصل مال کی قیمت مالکان کو دے دی گئی جبکہ حاصل شدہ منافع جنگی تیاری کے لیے مختص کر دیا۔ اس بارے میں سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۶ نازل ہوئی، جس کا ترجمہ ہے: ''وہ لوگ کافر ہیں اپنا مال خرچ کرتے ہیں کہ لوگوں کو خدا کے رستے سے روکیں، سو ابھی اور خرچ کریں گے۔ مگر آخر وہ خرچ کرنا ان کے لیے موجب افسوس ہوگا اور کافر لوگ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے۔''

﴿غزوہ اُحد کا سبب﴾ اس جنگ کی بہت سی وجوہات میں ایک وجہ یہ بھی تھی کہ عمیر بن وہب کا بیٹا جنگ بدر میں قید ہو گیا تھا، سفیان بن اُمیہ کے اُکسانے پر عمیر نے آنحضرت ﷺ کے قتل کا منصوبہ بنایا۔ اس نے اپنی تلوار زہر میں بجھائی اور مدینہ کے نزدیک پہنچا تو وہاں حضرت عمرؓ نے اُسے پکڑ کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ ﷺ نے مدینہ آنے کی وجہ پوچھی تو وہ بولا کہ اپنے بیٹے کو آزاد کرانے آیا ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو نے اور سفیان نے حجرے میں بیٹھ کر میرے قتل کی سازش نہیں کی۔؟'' یہ سن کر وہ حیرت زدہ ہو گیا اور بولا بے شک آپ ﷺ پیغمبر ہیں۔ اس نے عرض کی خدا کی قسم میرے اور سفیان کے سوا کسی کو اس منصوبے کی خبر نہیں، پھر عمیر مسلمان ہو گیا۔

قریش پر معاشی دباؤ دن بدن بڑھ رہا تھا۔ جنگ بدر کی فتح سے گرد و نواح کے قبائل نے اسلام قبول کر لیا، جس کی وجہ سے ملک شام کا تجارتی راستہ مسدود ہو گیا تھا۔ اَب قریش کی تجارت عراق تک محدود ہو کر رہ گئی تھی، جبکہ عراق کا راستہ بھی محفوظ نہ تھا۔ کیونکہ قریش کا بھیجا ہوا قافلہ جو براستہ عراق پہنچا تھا، اس کو راستہ ہی میں زید بن حارثؓ نے لوٹ لیا تھا۔

جنگ اُحد کی وجوہات میں قریش کے دو مشہور شاعر جنہوں نے بڑا کردار ادا کیا وہ عمرو بن جمحی اور رافع تھے۔ اُنہوں نے قبائل کے دورے کر کے مسلمانوں کے خلاف جذبات کو بھڑکایا۔ جمحی کو غزوہ بدر میں گرفتار تو کیا گیا، لیکن بلا حصول فدیہ رہا کر دیا گیا تھا۔

﴿قریش کی تیاریاں﴾ قریش نے بڑی سرگرمی سے جنگ کی تیاری کی اور قبائل کو بھی دعوت دی۔ مردوں کے علاوہ عورتوں کی بھی ایک تعداد اس جنگ میں حصہ لینے کے لیے تیار کی گئی۔ ان خواتین میں ابوسفیان کی زوجہ ہندہ بنت عتبہ، عکرمہ بن ابی جہل کی زوجہ اُم حکیم بنت حارث بن ہشام، حارث بن ہشام بن مغیرہ کی زوجہ فاطمہ بنت ولید بن مغیرہ، صفوان بن اُمیہ کی زوجہ برزہ بنت مسعود ثقفیہ جو طائف کا رئیس تھا۔ عمرو بن العاص کی زوجہ ریطہ بنت شیبہ سہمیہ، طلحہ جمحی کی

Marfat.com

زوجہ سلافہ بنت سعد اپنے اپنے شوہروں کے ساتھ جنگ میں حصہ لینے کے لیے تیار ہو کر میدان میں آئیں۔ان کے علاوہ خناس بنت مالک اپنے بیٹے ابوعزیز بن عمیر کے ساتھ لڑائی کے لیے آئی۔لشکر قریش کی تعداد 3000 بتائی گئی جن میں 700 زرہ پوش اور 200 گھوڑے اور 3000 ہزار اُونٹ اور کل 15 خواتین شامل ہوئیں۔جبیر بن مطعم نے اپنے حبشی غلام وحشی کو بھی بھیج دیا اور اس پر شرط عائد کی کہ اگر وہ محمد (ﷺ) کے چچا حضرت حمزہؓ کو اس کے چچا طعیمہ بن عدی کے بدلے قتل کردے تو وہ اس کو آزاد کر دے گا۔لشکر قریش کی تیاریاں مکمل ہو چکی تھیں۔چنانچہ ابوسفیان کی سرکردگی میں لشکر بجانب مدینہ روانہ ہوا۔

﴿قریش کی اُحد میں آمد﴾ ابوسفیان لشکر قریش کو لے کر اُحد کے مقام پر بطن وادی میں خیمہ زن ہوا۔قریش نے وادی میں اپنے گھوڑے اور اُونٹ عریض (چراگاہ) میں چھوڑ دیے۔جانوروں نے سبزہ کی تباہی مچادی۔قریش کے لشکر کی آمد کی خبر نبی کریم ﷺ کو ان کے بھیجے ہوئے مخبروں نے درست طور پہنچادی۔

﴿ایک خواب﴾ جنگ اُحد سے قبل ایک شب حضور نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ آپ ﷺ ایک مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہیں، آپ ﷺ کی تلوار "ذوالفقار" ایک طرف سے ٹوٹ گئی ہے۔ایک گائے پر نظر پڑی جو ذبح کی جاری ہے، اور آپ ﷺ کے پیچھے ایک مینڈھا سوار ہے۔جب صبح ہوئی تو اس خواب کی آپ ﷺ نے یہ تعبیر بیان فرمائی کہ مضبوط زرہ مدینہ ہے، تلوار کی شکستگی ذات شریف پر مصیبت ہے، گائے آپ ﷺ کے وہ اصحاب ہیں جو شہید ہوں گے اور مینڈھا کبش الکتیبہ ہے یعنی طلحہ بن ابی طلحہ کو کہا جاتا تھا۔جس کو اللہ تعالیٰ قتل کرے گا۔

﴿مشاورتی اجلاس﴾ اس خواب کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کا خیال مبارک یہ تھا کہ لڑائی کے لیے مدینہ میں رہا جائے۔اور باہر نہ نکلیں۔عبداللہ بن اُبی کا بھی یہی خیال تھا۔اصحابؓ سے مشورہ کیا گیا وہ آپ ﷺ کی رائے سے متفق تھے۔جبکہ جنگ بدر میں شریک نہ ہونے والے نوجوان طبقے نے آپ ﷺ سے درخواست کی کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے۔چنانچہ نوجوان طبقہ کے اِصرار پر آپ ﷺ نے مدینہ سے باہر جا کر لڑنے کا فیصلہ فرمایا۔نماز جمعہ کی اُدائیگی کے بعد آپ ﷺ نے وعظ فرمایا۔مدینہ کے لوگ جمع ہو گئے، پھر آپ ﷺ دولت خانہ پر تشریف لے گئے اور دوہری زرّہ پہن کر باہر آئے تو نوجوانوں نے عرض کی کہ ہمیں یہ زیب نہیں کہ آپ ﷺ کی رائے سے اِتفاق نہ کریں۔یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: "پیغمبر خدا کو شایان نہیں کہ وہ زرّہ پہن لے اور اُسے اُتار دے۔یہاں تک اللہ تعالیٰ اس کے اور دشمن کے درمیان فیصلہ کر دے، اب جو حکم میں دوں گا وہی کرو اور خدا کا نام لے کر چلو، اگر تم صبر کرو گے تو فتح تمہاری ہو گی۔"

﴿جھنڈوں کی تقسیم﴾ اس کے بعد آپ ﷺ نے تین جھنڈے بنوائے ایک جھنڈا قبیلہ اُوس کا حضرت اُسید بن حضیرؓ کو۔خزرجی کا جھنڈا حضرت خبابؓ بن منذر کو اور مہاجرین کا جھنڈا حضرت علیؓ بن ابی طالب کو عطا فرمایا۔حضرت سعد بن معاذؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ زرہ پہنے آپ ﷺ کے آگے آگے چل رہے تھے۔آپ ﷺ مقام ثنیۃ الوداع کے قریب پہنچے تو ایک لشکر نظر آیا آپ ﷺ نے دریافت فرمایا تو صحابہؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ یہ یہود میں سے ابن اُبی کے حلیف ہیں۔جو

Marfat.com

آپ ﷺ کی مدد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ ان سے کہہ دو کہ لوٹ جائیں، ہم مشرکین کے خلاف مشرکوں کی مدد نہیں لیتے۔

موضع شیخاں میں قیام آپ ﷺ لشکر کو لے کر موضعِ شیخاں میں اُترے۔ وہاں آپ ﷺ نے بعض صحابہ کرامؓ کو بوجہ کم عمری واپس فرما دیا۔ ان اصحابؓ میں زید بن ثابتؓ، براء بن عازبؓ، عمرو بن حزمؓ، اُسامہ بن زیدؓ، اسید بن ظہیر انصاریؓ، ابو سعید خدریؓ، عرابہ بن اوسؓ، سعد بن عقیبؓ، سعد بن حبتہؓ، زید بن ارقمؓ، زید بن جاریہ انصاریؓ اور جابرؓ بن عبداللہ شامل ہیں۔ حضرت سمرہؓ بن جندب اور رافعؓ بن خدیج جن کی عمر پندرہ پندرہ سال تھی، انہیں پہلے ہی ردّ کر دیا گیا تھا۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ رافع اچھا تیر انداز ہے اس لیے انہیں لشکر میں شامل کر لیا گیا۔ اسی طرح سمرہؓ کی نسبت کہا کہ وہ کشتی میں رافع کو پچھاڑ دے گا تو آپ ﷺ نے دونوں کے مابین کشتی کا حکم فرمایا، کشتی لڑی گئی تو سمرہؓ نے رافعؓ کو واقعی پچھاڑ دیا۔ پھر حضرت سمرہؓ کو بھی لشکر میں شامل کر لیا گیا۔ موضع شیخاں میں شب باشی فرمائی۔ دوسرے روز مدینہ اور اُحد کے درمیان باغ شوط پہنچے، فجر کی نماز باجماعت ادا فرمائی۔ اسی مقام سے عبداللہ بن ابی اپنے تین سو آدمی لے کر لشکر اسلام سے علیحدہ ہو گیا اور یہ کہہ کر کہ آپ ﷺ نے اس کی بات نہیں مانی مدینہ چلا گیا۔ یہ منافقین تھے، صحابہؓ کے ایک گروہ نے کہا ہم ان سے قتال کرتے ہیں، صحابہؓ ہی کے دوسرے گروہ نے قتال سے اختلاف کیا کیونکہ ابن ابی اور اس کے لوگ مسلمان ہیں۔ اس واقعہ کے ضمن میں سورۃ نساء آیت نمبر ۸۸ نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے: ''تو کیا سبب ہے کہ تم منافقوں کے بارے میں دو گروہ ہو رہے ہو، حالانکہ خدا نے اُن کے کرتوتوں کے سبب اندھا کر دیا ہے۔ کیا تم چاہتے ہو کہ جس شخص کو خدا نے گمراہ کیا ہے اس کو راستے پر لے آؤ۔ اور جس شخص کو خدا گمراہ کر دے تم اس کے لیے کبھی بھی راستہ نہ پاؤ گے۔''

شیخاں سے لشکر کی روانگی حضور نبی کریم ﷺ کے لشکر میں اب 700 جانباز رہ گئے تھے۔ راستہ کی نشاندہی کے لیے آپ ﷺ نے ابو خیثمہ انصاری کو ساتھ لیا تاکہ نزدیکی راستہ سے لے چلے۔ اس طرح آپ ﷺ کا گزر باہمراہ لشکر حرہ بن حارث اور ان کے اُموال کے پاس سے ہوا، ان کے ساتھ ہی مربع بن قیظی منافق کے باغ کے پاس پہنچے، یہ منافق نابینا تھا۔ لشکر اسلام کی آہٹ سن کر گھبرایا اور خاک پھینکنے لگا۔ کہ اگر محمد (ﷺ) اللہ کا رسول ہے تو وہ انہیں اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا۔ صحابہ کرامؓ کو مربع کی یہ بات ناگوار گزری اور وہ اسے قتل کرنے کو دوڑے، لیکن حضور نبی کریم ﷺ نے منع فرمایا کہ وہ نابینا ہے ''جو آنکھ کا اندھا ہو وہ دل کا بھی اندھا ہے''۔ لیکن اس دوران زید اشہلی نے اپنی کمان اس کے سر پر اس شدت سے ماری کہ اس کا سر پھاڑ دیا۔

لشکر اسلام کی اُحد آمد لشکر اسلام 15 شوال یوم ہفتہ کو کوہ اُحد کے درّہ کی وادی میں پہاڑ کی طرف اُترا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے صف آرائی کے لیے پہاڑ کو پشت اور کوہ عینین کو جو وادی قنات میں ہیں اپنے بائیں طرف رکھا۔ کوہ عینین ایک شگاف یا درّہ ہے۔ اس درّہ میں سے دشمن مسلمانوں پر حملہ آور ہو سکتا تھا۔ چنانچہ اس درّہ پر آپ ﷺ نے 50 تیر انداز تعینات فرمائے۔ اس دستہ کا سردار عبداللہ بن جبیرؓ کو مقرر کیا اور ہدایت فرمائی: ''اگر تم دیکھو کہ پرندے ہمیں اُچک لے گئے ہیں تو

Marfat.com

بھی اپنی جگہ کو نہ چھوڑنا، یہاں تک کہ میں تمہارے پاس کسی کو بھیجوں اور اگر تم دیکھو کہ ہم نے دشمن کو شکست دے دی ہے اور پامال کردیا ہے تو بھی ایسا ہی کرنا۔"

آپ ﷺ نے لشکر اسلام کا جھنڈا حضرت مصعبؓ بن عمیر بن ہاشم بن عبد مناف بن عبدالدار کو عنایت کیا اور رسالہ پر حضرت زبیر بن العوامؓ اور میسرہ پر حضرت منذرؓ بن عامر کو مقرر فرمایا۔ یہاں یہ امر قابل توجہ ہے کہ قریش مکہ کا جھنڈا عبدالدار کی اولاد ہی کو دیا گیا، جبکہ لشکر اسلام کا علمبردار بھی عبدالدار ہی کی نسل سے تھا۔

﴿لشکر قریش کی اُحد آمد﴾ مشرکین جو عینین میں وادی قنات میں مدینہ کی طرف والے کنارے پر شورستان میں اُترے ہوئے تھے۔ اُنہوں نے بھی اپنی صفیں آراستہ کیں اور جنگی حکمت عملی اس طرح کی کہ سواروں پر خالد بن ولید، میسرہ پر عکرمہ بن ابی جہل، پیدل دستہ پر صفوان بن اُمیہ اور تیر اندازوں پر جن کی تعداد سو تھی پر عبداللہ بن ابی ربیعہ کو مقرر کیا۔ اُن کا جھنڈا طلحہؓ بن ابی طلحہؓ کے سپرد تھا۔

﴿لڑائی کا آغاز﴾ مشرکین میں سے سب سے پہلے ابو عامر انصاری اَوسی میدان میں آیا یہ وہی ابو عامر انصاری تھا جس کا قبیلہ اَوس سے تعلق تھا۔ مدینہ میں آپ ﷺ کی آمد کے بعد آپ ﷺ کی مخالفت شروع کردی پھر وہ مدینہ سے نکل کر مکہ چلا گیا اور قریش کو آپ ﷺ سے لڑنے کے لیے آمادہ کیا۔ اور یہ اعلان بھی کیا کہ جب میری قوم مجھے مسلمانوں کے خلاف لڑتا دیکھے گی تو وہ میرے ساتھ مل کر مسلمانوں کا مقابلہ کرے گی۔ چنانچہ اس نے پکار کر کہا، اے قومِ اَوس! میں ابو عامر ہوں۔ قوم اَوس نے جواب دیا، اے فاسق! تیری مراد پوری نہ ہوگی۔ وہ فاسق کا نام سن کر کہنے لگا "میری قوم میرے بعد بگڑ گئی ہے۔" غلامان قریش کے کچھ لوگ اس کے ساتھ تھے۔ اُن لوگوں نے مسلمانوں پر تیر برسانے شروع کیے تو مسلمانوں نے بھی کفار پر سنگ باری شروع کردی۔ ابو عامر اور اس کے ساتھی بھاگ گئے۔ مشرکین کا علمبردار طلحہؓ آگے بڑھا اور کہنے لگا۔ "مسلمانو! تم سمجھتے ہو کہ ہم میں سے جو تمہارے ہاتھوں مرجاتا ہے وہ جلد دوزخ میں پہنچ جاتا ہے۔ اور تم میں سے جو ہمارے ہاتھوں مرتا ہے وہ جلد ہی بہشت میں داخل ہو جاتا ہے۔ کیا تم میں سے کوئی ہے جس کو میں جلد بہشت پہنچا دوں، یا وہ مجھے دوزخ میں پہنچادے۔"

حضرت علیؓ ابن ابی طالب شیر کی مانند میدان جنگ میں اُترے اور طلحہؓ کے سر پر ایسی تلوار ماری کہ کھوپڑی پھاڑ کر رکھ دی۔ حضور نبی کریم ﷺ اس کے مارے جانے پر خوش ہوئے۔ آپ ﷺ نے تکبیر کہی، مسلمانوں نے بھی آپ ﷺ کا اِقتداء کیا۔ طلحہؓ کے مارے جانے کے بعد اس کے بھائی عثمان نے مشرکین کا جھنڈا تھام لیا۔ اس کے پیچھے عورتیں جوش دلانے کے لیے اَشعار پڑھتی تھیں اور عثمان ان کے آگے آگے بڑھتا آرہا تھا کہ بے شک علمبرداروں پر واجب ہے کہ نیزہ خون سے سرخ ہو جائے یا ٹوٹ جائے۔ ایسے میں حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب مقابلہ کے لیے میدان حرب میں نکلے اور جوش اور جذبے سے عثمان پر تلوار سے ایسا بھرپور وار کیا کہ اس کے دونوں شانوں کے درمیان سے ایک بازو اور شانہ کاٹ دیا تو ایسے میں حمزہؓ کی زبان پر یہ الفاظ تھے: "میں ساقی حجاج عبدالمطلب کا بیٹا ہوں۔" اب میدان کارزار گرم ہو گیا نبی

Marfat.com

کریم ﷺ کے دست مبارک میں ایک تلوار تھی اسی تلوار کو بلند کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا: ''کون ہے جو اس تلوار کو لے اور اُس کا حق اَدا کرے۔'' کئی اصحابؓ نے آپ ﷺ کے فرمان پر لبیک کہنا چاہا، مگر آپ ﷺ نے وہ تلوار کسی کو نہ دی۔ اصحابؓ میں سے ابودجانہؓ (سماک بن خرشہ انصاری) نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اس تلوار کا حق کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کا حق یہ ہے کہ تو اس کو دشمن پر مارے یہاں تک کہ ٹیڑھی ہو جائے۔ یہ سن کر ابودجانہؓ نے خدمت اقدس میں عرض کی کہ حضور ﷺ میں اس کو اس کے حق کے ساتھ لیتا ہوں۔ حضور ﷺ نے یہ تلوار ابودجانہؓ کو عنایت فرمائی۔ ابودجانہؓ اپنے وقت کے مشہور پہلوان تھے۔ وہ لڑائی کے میدان میں خوب اَکڑ اَکڑ کر چلا کرتے، جب وہ سر پر سرخ رنگ کا رومال باندھ لیتے تو سمجھا جاتا کہ اب وہ لڑائی کرنے والے ہیں۔ اور اکڑتے تنتے نکلے حضور نبی کریم ﷺ نے ابودجانہ کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا: ''یہ چال اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، میدان حرب میں ایسا ہی ہوتا ہے۔'' حضرت ابودجانہ دشمنوں کی صفوں کو چیرتے، لاشوں پر لاشیں گراتے دامن کوہ تک پہنچ گئے، جہاں کفار کی عورتیں دف بجا کر اشعار پڑھ رہی تھیں۔ ایسے میں ہندہ زوجہ ابوسفیان حضرت ابودجانہؓ کی تلوار کی زد میں آ گئی تھی، لیکن حضرت ابودجانہؓ نے اس پر وار نہ کیا کیونکہ جو تلوار اُن کے ہاتھ میں تھی وہ حضور نبی کریم ﷺ نے انہیں عنایت فرمائی تھی۔

﴿حضرت حمزہؓ کی شہادت﴾ حضرت حمزہؓ، عبدالمطلب کے خوبصورت ترین صاحبزادگان میں سے ایک ہیں۔ اُن کا رنگ عرب کے اعلیٰ قسم کے بھورے رنگ کے اُونٹ کی مانند تھا۔ وہ شکار کے بے حد شوقین تھے۔ صبح سویرے اُٹھتے تیر کمان لیتے اور جنگل کی طرف روانہ ہو جاتے۔ ایک دفعہ آپ کی کنیز نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ جو ناروا سلوک بیت الحرام میں ہوتے ہوئے دیکھا تھا اُس کے متعلق حضرت حمزہؓ کو آگاہ کیا، وہ بھتیجے کی محبت میں جوش اور جذبے کے ساتھ حرم میں پہنچے اور ابوجہل کو پکڑ لیا، درشت کلامی کی، پھر فرمایا کہ او ابوجہل ''میں مسلمان ہو گیا ہوں۔''

جنگ اُحد کا میدان کارزار گرم تھا۔ آپؓ کی شہادت کا قصہ جس شخص نے آپؓ کو شہید کیا، اس وحشی نے یوں بیان کیا کہ میرے آقا جبیر بن مطعم کے چچا طعیمہ بن عدی بن الخیار کو میدان بدر میں حضرت حمزہؓ نے قتل کر دیا تو میرے آقا نے مجھ سے کہا کہ اگر تو میرے چچا کے قتل کے بدلے میں حضرت حمزہؓ کو قتل کر دے تو میں تجھے آزاد کر دوں گا۔ چنانچہ اُحد کے مقابل پہاڑ عینین کی طرف سے لوگ نکلے تو میں بھی لوگوں کے ساتھ لڑائی کے لیے ہو لیا۔ لڑائی کے لیے صفیں باندھی گئیں تو سباع بن عبدالعزیٰ نکلا اُس نے کہا کیا کوئی مبارز ہے؟ یہ سن کر حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب اس کی طرف پلٹے اور یوں خطاب کیا: ''اے سباع! اے عورتوں کی ختنہ کرنے والی اُم انمار کے بیٹے! کیا تو خدا اور رسولؐ کے ساتھ جنگ کرتا ہے۔'' اس کے بعد اُنہوں نے سباع پر حملہ کر دیا اور اُسے قتل کر دیا۔ میں ایک پتھر کے پیچھے حمزہؓ کی تاک میں تھا۔ جب حمزہؓ میرے نزدیک سے گزرنے لگے تو میں نے اپنا حربہ ان پر مارا اور وہ ان کی ناف اور مثانے کے درمیان لگا۔ یہاں تک کہ اُن کی دونوں رانوں میں سے نکل گیا اور وہ چل بسے۔ میں لوگوں کے ساتھ واپس آ گیا اور مکہ میں ٹھہر گیا پھر جب مکہ میں اسلام پھیل گیا تو میں طائف کی طرف بھاگ گیا۔ اہل طائف نے کچھ قاصد آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجے تو مجھے بھی کہا گیا کہ تو

Marfat.com

ان قاصدوں کے ہمراہ مکہ چلا جا، کیونکہ آپ ﷺ قاصدوں کو تکلیف نہیں دیتے۔ پھر میں طائف کے قاصدوں کے ہمراہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا جب آپ ﷺ نے مجھے دیکھا تو پوچھا کیا تو وحشی ہے؟ میں نے کہا ہاں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تو نے حمزہؓ کو قتل کیا؟ میں نے حمزہؓ کے قتل کا اِقرار کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تو میرے سامنے نہ آیا کر۔

﴾کفار کا زمین بوس جھنڈا﴿ سیرتؒ ابن ہشام میں ہے کہ کفار کے گرے ہوئے جھنڈے کو عمرہ بن علقمہ حارثیہ نے اُٹھایا پھر کفار کے جھنڈے کو ایک غلام صواب نے عمرہ بن علقمہ سے لے لیا تو قریش اس کے گرد جمع ہو گئے۔ لڑائی جاری تھی اسی دوران صواب کے دونوں بازو کٹ گئے تو وہ سینے کے بل زمین پر گر پڑا اس نے جھنڈے کو سینے اور گردن کے درمیان دبا لیا اور پھر مارا گیا۔ لیکن مرنے سے پہلے کہتا رہا کہ اس نے اپنا فرض ادا کر دیا۔ لشکرِ اسلام نے میدان اُحد میں خوب دادِ شجاعت دی۔ مشرکین سے عثمان بن ابی طلحہؓ کے قتل ہونے کے بعد ان کے علمبردار ابوسعید بن ابی طلحہؓ، مسافع، حارث، کلب، جلاس پسران طلحہؓ، ابن شرجیل، بشریح بن قاریظ و ابوزید بن عمرو بن عبدمناف یکے بعد دیگرے قتل ہوتے چلے گئے اور ان کا جھنڈا بدستور زمین پر گرا پڑا رہا۔

﴾گھاٹی سے کفار کا حملہ﴿ صواب کے قتل کے بعد کفار میں سے کسی کو گرا ہوا جھنڈا اُٹھانے کی جرأت نہ ہوئی۔ مشرکین شکست خوردہ ہو کر بھاگے ان کے ساتھ وہ عورتیں جو دف بجا رہی تھیں اپنے کپڑے چڑھائے برہنہ ساق پہاڑی پر بھاگ رہی تھیں۔ مسلمان قتل و غارت گری میں مشغول تھے۔ یہ دیکھ کر کوہ عینین پر تعینات 50 مجاہدین اسلام کا دستہ بھاگ پڑا اور ''غنیمت، غنیمت'' کا شور مچا دیا۔ حضرت عبداللہ بن جبیرؓ جو اس دستے کے کمانڈر تھے۔ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کا فرمان یاد دلایا، مگر مجاہدوں نے خیال کیا کہ شاید اب مشرکین واپس نہیں آسکیں گے۔ اس لیے وہ اپنی جگہ چھوڑ کر لوٹ مار میں لگ گئے۔ صرف چند آدمی حضرت عبداللہؓ کے پاس رہ گئے۔ ایسے میں خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابی جہل نے اس موقع سے فائدہ اُٹھایا اور حضرت عبداللہؓ اور ان کے ساتھیوں پر حملہ کر کے ان تمام کو شہید کر دیا۔ لشکرِ کفار کا یہ دستہ درّہ کوہ عینین کے عقب سے آ کر لشکرِ اسلام پر ٹوٹ پڑا۔ اور ان کی صفوں کو درہم برہم کر کے رکھ دیا۔ پھر اُنہوں نے ایک جنگی چال چلی اور اعلان کر دیا کہ محمد (ﷺ) قتل ہو گئے ہیں۔ اس افواہ سے مسلمانوں میں سراسیمگی پھیل گئی اور بھاگنے لگے۔ ایسے میں لوگ تین حصوں میں منقسم ہو گئے۔ اوّل وہ جو بھاگ کر مدینہ کے قریب پہنچ گئے اور جنگ کے اختتام تک واپس نہ آئے، ان کے بارے سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۵۵ نازل ہوئی جس کا ترجمہ ہے: ''جو لوگ تم میں سے اُحد کے دن جبکہ مومنوں اور کافروں کی دو جماعتیں ایک دوسرے سے گتھ گئیں (جنگ سے) بھاگ گئے تو ان کے بعض افعال کے سبب جب شیطان نے ان کو پھسلا دیا، مگر خدا نے ان کا قصور معاف کر دیا۔

دوئم وہ لوگ تھے جو آپ ﷺ کے قتل کی خبر سن کر حیران ہوئے ان میں سے جو جہاں تھا وہ وہیں رہ گیا اور اپنی جان بچاتا رہا۔ سوئم اس قسم کے لوگ تھے جو دس بارہ اصحابؓ پر مشتمل آپ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ فتح حاصل ہونے کے بعد مسلمانوں کو جو شکست ہوئی اس کی وجہ آنحضرت ﷺ کے حکم کی خلاف ورزی تھی۔ اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران

Marfat.com

کی ہی آیات ۱۵۱ تا ۱۵۳ میں یوں فرمایا: ''اور خدا نے اپنا وعدہ سچا کر دیا یعنی اس وقت جب تم کافروں کو اس کے حکم سے قتل کر رہے تھے، یہاں تک جو چاہتے تھے خدا نے تم کو دکھا دیا، اس کے بعد تم نے ہمت ہار دی اور پیغمبر کے حکم میں جھگڑا کرنے لگے اور اس کی نافرمانی کی، بعض تو تم میں سے دنیا کے خواستگار تھے اور بعض آخرت کے طالب، اس وقت خدا نے تم کو ان کے مقابلہ سے پھیر دیا۔ تاکہ تمہاری آزمائش کرے اور اس نے تمہارا قصور معاف کر دیا اور خدا مومنوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، وہ وقت بھی یاد کرنے کے لائق ہے جب تم لوگ دور بھاگے جاتے تھے اور کسی کو پیچھے مڑ کر نہیں دیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ تم کو تمہارے پیچھے کھڑے بلا رہے تھے، تو خدا نے تم کو غم پر غم پہنچایا۔ تاکہ جو چیز تمہارے ہاتھ سے جاتی رہی یا جو مصیبت تم پر واقع ہوئی اس سے تم اندوہناک نہ ہو اور خدا تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے۔''

ان آیات سے واضح ہے کہ پیغمبر خدا کے حکم کی نافرمانی سے اللہ تعالیٰ فتح کو شکست میں تبدیل کر دیتا ہے۔ پہاڑی پر جو 50 مجاہد تیر انداز متعین کیے گئے تھے اُنہوں نے فتح کا غلبہ دیکھا تو گھاٹی سے چل پڑے اور مال لوٹنا چاہا، گھاٹی میں صرف 10 مجاہد رہ گئے تھے۔ کفار کی فوج پیچھے سے آ پڑی دوسرے یہ کہ جب کافر بھاگنے لگے تو مسلمان ان کے پیچھے دوڑے، پیغمبر اسلام ﷺ مسلمانوں کو پیچھے سے پکارتے رہے کہ میری طرف آؤ، آگے مت جاؤ، مجاہدین کو غنیمت نظر آ رہی تھی وہ پیچھے نہ پھرے اس نافرمانی سے شکست ہوئی۔ اور رسول اللہ ﷺ کا دل تنگ کیا تو اس کے بدلے تم پر تنگی آئی۔

﴿رسول اللہ ﷺ کا اعلانِ بخیرت﴾ اس غزوہ میں دشمنان اسلام نے آپ ﷺ سے متعلق غلط افواہ پھیلا کر مسلمانوں کے بازوئے ہمت شل کر دیئے، ایسے میں کعب بن مالکؓ کی نگاہ رُخ انور پر پڑ گئی۔ اُنہوں نے پکار کر کہا: ''مسلمانوں رسول اللہ ﷺ یہ ہیں۔'' سنتے ہی سب آپ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے تو لڑائی کا رُخ قریش نے آپ ﷺ کی جانب پھیر دیا۔ صحابہ کرامؓ پروانوں کی مانند شمع رسالت پر فدا ہوتے رہے۔ ابن قمہ لعین نے آگے بڑھ کر چہرہ مبارک پر تلوار کا وار کیا جس سے منفر کی دو کڑیاں چہرہ مبارک میں چبھ گئیں۔ دُور سے ایک پتھر آیا جس سے آپ ﷺ کے دو دانت شہید ہو گئے۔ صحابہؓ نے آپ ﷺ کے گرد حلقہ بنا لیا اور یکے بعد دیگرے جاں نثار ہوتے رہے۔ حتیٰ کہ قریش کا ریلہ تھم گیا اور آنحضرت ﷺ مسلمانوں کے ساتھ پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گئے۔ ابوسفیان نے وہاں پہنچنے کی کوشش کی صحابہؓ نے پہاڑی سے اس پر سنگ باری کی تو وہ ہمت ہار کر نیچے اُتر گیا۔ کفار کا لشکر ہزیمت زدہ ہو کر واپس مکہ جا رہا تھا۔ ادھر حضرت محمد ﷺ 630 جاں نثاروں کی جماعت کے ساتھ قریش کے تعاقب میں روانہ ہوئے تو مدینہ منورہ سے 8 میل دور حمرالاسد کے مقام پر پہنچے۔ ابوسفیان کو مسلمانوں کے لشکر کی خبر ملی تو وہ خائف ہو کر مکہ کی طرف بھاگ گیا۔

﴿غزوہ اُحد کے دیگر واقعات﴾ ابن اسحٰق بیان کرتے ہیں کہ حضرت ابن نضرؓ نے مہاجرین و انصار کو دیکھا اس جماعت میں حضرت عمر فاروقؓ اور طلحہؓ بن عبیداللہ بھی شامل تھے۔ وہ عالم مایوسی میں بیٹھے تھے۔ ابن نضرؓ نے ان سے پوچھا کہ کیوں بیٹھ رہے ہو؟ تو اُنہوں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ شہادت پا چکے ہیں، یہ سن کر ابن نضرؓ بولے پھر تم زندہ رہ کر کیا کرو گے، تم بھی اسی طرح شہید ہو جاؤ۔ یہ کہہ کر ابن نضرؓ جنگ میں کود پڑے اور شہید ہو گئے۔

Marfat.com

ثابتؓ بن وداح نے بھی انصار سے یوں خطاب کیا: ''اے گروہ انصار! اگر محمد ﷺ شہید ہو گئے ہیں تو اللہ تو زندہ ہے، مرتا نہیں، تم اپنے دین کے لیے لڑو۔'' اُنہوں نے کچھ انصار کو اپنے ساتھ ملایا اور پھر خالد بن ولید کی فوج پر حملہ کر دیا اور شہید ہوئے۔

حضرت کعبؓ بن مالک نے سب سے پہلے آپ ﷺ کو پہچانا سر مبارک پر مغفر تھا جس کے نیچے سے آپ ﷺ کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ حضرت کعبؓ نے مسلمانوں کو مبارک باد دی کہ آپ ﷺ یہاں موجود ہیں۔ یہ اعلان سن کر صحابہ کی جماعت حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت علی مرتضیٰؓ، طلحہؓ بن عبید اللہ، زبیرؓ بن العوام اور حارثؓ بن صمہ شامل تھے، سب آپ ﷺ کے ساتھ مل کر پہاڑ کی طرف آئے تاکہ دوسرے اصحابؓ کا حال معلوم ہو سکے۔ ایسے میں کفار کی تمام تر توجہ بھی پہاڑ کی جانب ہو گئی۔ اُنہوں نے اس ہجوم پر بار بار حملہ کیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کون مجھ پر جان دیتا ہے۔'' حضرت زیاد بن سکنؓ پانچ سات انصاری لے کر حاضر ہوئے، جنہوں نے یکے بعد دیگرے جاں نثاری سے لڑتے ہوئے اپنی جانیں قربان کر دیں۔ عتبہ بن ابی وقاص نے پتھر مار کر حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید کر دیئے۔ جبکہ نیچے کا ہونٹ زخمی ہو گیا تھا۔ ابن قمہ لعین نے چہرہ مبارک ایسے زخمی کیا کہ خود کے دو حلقے رُخسار مبارک میں گھس گئے وہاں نزدیک ہی ابو عامر فاسق نے دو گڑھے کھودے ہوئے تھے جو بظاہر نظر نہ آتے تھے۔ تاکہ مسلمان لاعلمی میں ان گھڑوں میں گر کر ہلاک ہو جائیں۔ نبی کریم ﷺ ایک گڑھے میں گر گئے، ایسے میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہ قوم کیا فلاح پا سکتی ہے، جس نے اپنے پیغمبر کو زخمی کر دیا ہو۔'' اس واقعہ پر سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۱۲۸ نازل ہوئی، ترجمہ ہے:

''اے پیغمبر! اس میں تیرا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں) یا خدا ان کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں۔''

حضرت علی المرتضیٰؓ نے حضور ﷺ کا دست مبارک پکڑا اور حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے آپ ﷺ کو اُٹھایا، یہاں تک کہ آپ ﷺ سیدھے کھڑے ہو گئے۔ حضرت عبیدہؓ بن جراح نے اپنے دانتوں سے ایک حلقہ نکالا تو ان کے سامنے کا دانت ٹوٹ گیا، پھر خود کا دوسرا حلقہ نکالا تو ابو عبیدہؓ کا دوسرا دانت بھی ٹوٹ گیا۔ حضرت ابو سعید خدریؓ کے والد مالکؓ بن سنان نے حضور کا خون چوس کر پی لیا، حضور ﷺ خود بھی کپڑے سے چہرہ مبارک کے خون کو پونچھتے رہے۔ مبادا خون زمین پر گر پڑے تو عذاب نازل نہ ہو جائے۔ ایسے میں مدینہ کی کچھ خواتین بھی صحابہ کرامؓ کی مدد کو آ پہنچیں اُن میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ بھی تھیں۔ حضور اقدس ﷺ کو میدان جنگ میں دیکھ کر حضرت فاطمۃ الزہراؓ خوشی میں آ کر حضور ﷺ کے گلے لپٹ گئیں اور آپ ﷺ کے زخموں کو دھونے لگیں۔ حضرت علیؓ پانی گراتے رہے، جب حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے دیکھا کہ خون زیادہ نکل رہا ہے تو اُنہوں نے چٹائی کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخم میں بھر دی جس سے خون بہنا بند ہو گیا۔

﴿صحابہؓ کی جاں نثاری﴾ غزوہ اُحد میں بعض اصحابؓ نے بڑی جاں نثاری کا ثبوت دیا۔ جیسے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ پر کثرت سے برسائے جانے والے تیر ایسے روکے کہ ان

Marfat.com

کا ہاتھ بے کار ہو گیا۔ حضرت ابو دجانہؓ ڈھال بن کر آپ ﷺ کے آگے کھڑے رہے، اُن کی پشت پر تیر لگ رہے تھے۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضور انور ﷺ کی مدافعت میں مسلسل تیر چلا رہے تھے۔ حضور ﷺ خود اپنے ترکش سے تیر نکال کر دیتے اور فرماتے: ''تم پر میرے ماں باپ قربان، پھینکتے جاؤ'' حضرت ابو طلحہؓ انصاریؓ بڑے تیر انداز تھے۔ اُنہوں نے اس قدر تیر برسائے کہ دو تین کمانیں ان کے ہاتھ سے ٹوٹ گئیں۔ وہ حضور انور ﷺ پر چمڑے کی ڈھال کی اوٹ بنا کر کھڑے تھے۔ حضور ﷺ کبھی گردن بلند فرما کر دشمن کے لشکر کو دیکھتے تو حضرت ابو طلحہؓ عرض کرتے ''آپ پر میرے ماں باپ قربان! گردن اُٹھا کر نہ دیکھیے، خدا نہ کرے کوئی تیر آپ ﷺ کو لگ جائے۔ یہ میرا سینہ آپ ﷺ کے سینے کے لیے ڈھال ہے۔''

حضرت شماسؓ بن عثمان قرشی مخزومی تلوار لیے آپ ﷺ کی مدافعت کر رہے تھے۔ دائیں بائیں جس طرف سے وار ہوتا وہ ڈھال کی طرح آپ ﷺ کو بچا رہے تھے۔ یہاں تک کہ شہادت پا گئے۔ لیکن شہادت سے قبل کچھ رمق حیات باقی تھی لہٰذا ان کو اُٹھا کر مدینہ میں حضرت اُم سلمہؓ کے پاس لایا گیا، جہاں وہ ایک دن رات بعد وفات پا گئے۔ اسی طرح سہیلؓ بن حنیف انصاری اوسی تیروں کے ساتھ مدافعت کر رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ فرما رہے تھے: ''سہیل کو تیر دو'' حضرت قتادہؓ بن نعمان انصاری حضور ﷺ کے چہرہ مبارک کو بچانے کے لیے اپنا چہرہ سامنے کیے ہوئے تھے۔ پھر ایک تیر اُن کی آنکھ میں ایسے لگا کہ ڈیلا رُخسار پر آ گرا۔ نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ڈیلے کو اپنی جگہ پر رکھ دیا اور یوں دعا فرمائی: ''خدایا! تو قتادہؓ کو بچا جیسا کہ اُس نے تیرے نبی ﷺ کے چہرے کو بچایا۔'' پس وہ آنکھ دوسری آنکھ سے بھی تیز اور خوبصورت ہو گئی۔

سیرت ابن ہشام نے بیان کیا کہ جنگ میں مشرکین کی عورتیں لاشوں کی چیر پھاڑ کرنے میں مشغول تھیں کہ عتبہ کی بیٹی ہندہ نے اپنے پاؤں کے کڑے بالیاں اور دو ہار حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی غلام کو دے دیئے اور خود شہداء کے کانوں اور ناکوں سے اپنے لیے کڑے بالیاں اور ہار بنائے اور حضرت حمزہؓ کے جگر کو نکال کر چبایا اور جب نگل نہ سکی تو پھینک دیا۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر علمبر دار لشکر اسلام نے آقائے نامدار حضور ﷺ پر جان قربان کر دی، جب ابن قمہ حضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے حملہ آور ہوا تو حضرت مصعبؓ نے مدافعت کی اور شہید ہو گئے۔ اسی طرح حضرت محمدؒ بن شرحبیل عبدری بیان کرتے ہیں کہ حضرت مصعبؓ کا داہنا ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، پھر بائیاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو جھک کر جھنڈے کو دونوں بازوؤں کے ساتھ سینہ سے لگا لیا اور یہ الفاظ زبان پر لائے، (وما محمد الا رسول) راوی کا قول ہے کہ یہ آیت بعد میں نازل ہوئی، حضرت مصعبؓ کی شہادت کے بعد اسلامی جھنڈا حضرت علی المرتضیٰ کو دیا گیا۔

حضرت ابو سعید خدریؓ کے والد مالک بن سنانؓ نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے خون چوس کر صاف کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اسے تھوک دو'' واللہ! اسے تو میں ہرگز نہ تھوکوں گا، پھر پلٹ کر لڑنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا "جو شخص کسی جنتی آدمی کو دیکھنا چاہتا ہو وہ اُنہیں (مالک) دیکھے۔اس کے بعد لڑتے لڑتے وہ شہید ہو گئے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو دورانِ جنگ اُن کے منہ پر چوٹ آئی اور سامنے والا دانت ٹوٹ گیا، اُنہیں بیس سے زیادہ زخم آئے۔بعض زخم پاؤں میں آئے جس کی وجہ سے وہ لنگڑے ہو گئے تھے۔حضرت عمارہ نسیبہؓ بنت کعبؓ نے ایک نادر کارنامہ سرانجام دیا۔دوران جنگ وہ لڑتی ہوئیں ابن قمہ کے سامنے آ گئیں ابن قمہ نے اُن پر تلوار کا ایسا وار کیا کہ اُن کے کندھے پر گہرا زخم آیا۔اُنہوں نے بھی ابن قمہ کو تلوار سے کئی ضربیں لگائیں لیکن وہ دو زرہیں پہنے ہوئے تھا اس لیے بچ گیا۔حضرت عمارہؓ نے لڑتے لڑتے بارہ زخم کھائے۔

عتبہ بن ابی وقاص نے آپ ﷺ کا دندان مبارک شہید کیا تھا۔حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے تلوار کے ایک ہی وار سے عتبہ کو قتل کر دیا۔پھر اُس کے گھوڑے اور تلوار پر قبضہ کر لیا۔حضرت سعد بن ابی وقاص کی خواہش تھی کہ وہ اپنے بھائی عتبہ کو قتل کریں، لیکن یہ سعادت حضرت حاطبؓ کو نصیب ہوئی۔

﴿اُبی بن خلف کا قتل﴾ غزوۂ اُحد کے دوران جب رسول اللہ ﷺ گھاٹی پر چڑھ کر میدان جنگ کا جائزہ لے رہے تھے تو سامنے اُبی بن خلف آ کر کہنے لگا، اے محمد (ﷺ) اگر تم بچ گئے تو میں نہ بچوں گا۔یہ سن کر صحابہؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ اُبی بن خلف کا کام تمام نہ کر دیا جائے۔تو حضور ﷺ نے اس کی اجازت نہ فرمائی اور بذات خود حضرت حارثؓ بن صمہ سے نیزہ لے کر اُبی کی گردن پر مارا۔جس سے محض خراش آئی اور لہو بھی نہ نکلا۔یہی اُبی مکہ میں حضور ﷺ سے کہا کرتا تھا کہ اُس کے پاس ایک گھوڑا ہے جسے وہ ہر روز آٹھ دس سیر جوار کھلاتا ہے اور یہ کہ وہ اُس گھوڑے پر سوار ہو کر آپ ﷺ کو (نعوذ باللہ) قتل کرے گا۔پھر جب نیزے کی خراش کھا کر وہ قریش کے لشکر میں واپس گیا تو اُس نے قریش سے کہا کہ اللہ کی قسم! مجھے محمد (ﷺ) نے قتل کر دیا ہے۔قریش بولے بے دل نہ ہو بھلا اس معمولی خراش سے کیا ہو سکتا ہے۔ڈرو مت، اُبی بولا کہ محمد (ﷺ) نے مجھے مکہ میں کہا تھا کہ میں تجھے قتل کر دوں گا۔سو اللہ کی قسم اگر وہ (محمد ﷺ) مجھ پر صرف تھوک دیں تو میں مرجاؤں گا۔چنانچہ اُس دشمن خدا کو قریش مکے کی طرف لے جا رہے تھے کہ مقام "سرف" پر اُبی بن خلف مر گیا۔

﴿شہداء کی کیفیت﴾ آنحضرت ﷺ نے محمدؓ بن مسلمہ کو حضرت سعدؓ بن ربیع کا حال معلوم کرنے کے لیے بھیجا تو محمد بن مسلمہؓ نے سعدؓ بن ربیع کو مقتولین میں زخمی حالت میں پایا۔اُن کے جسم پر تلوار کے ۱۳، اور نیزے کے ۷۰ زخم تھے۔اُن میں فقط رمق حیات باقی تھی۔محمدؓ بن مسلمہ نے سعدؓ کو بتایا کہ اُسے نبی کریم ﷺ نے حکم دیا ہے کہ میں آپ کو دیکھوں، تم زندوں میں ہو یا مردوں میں، حضرت سعدؓ نے دھیمی آواز میں جواب دیا: "میں مُردوں میں ہوں، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں میرا اسلام پہنچانا اور عرض کرنا کہ سعدؓ بن ربیع آپ ﷺ سے گزارش کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو ہماری طرف سے اچھی سے اچھی جزا جو اس نے کسی نبی کو اس کی اُمت کی طرف سے دی اور اپنی قوم کو میرا اسلام پہنچانا اور اُن سے کہنا کہ کوئی شخص بارادۂ قتل تمہارے پیغمبر تک پہنچ جائے تو تم میں سے ایک بھی زندہ ہو، ایسے میں خدا کی بارگاہ میں تمہارے پاس کوئی عذر نہ ہوگا۔" پس یہ پیغام دے کر وہ واصل بحق ہوئے۔پھر محمدؓ بن مسلمہ نے واپس آ کر ساری صورتحال

Marfat.com

آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی۔ تو آپ ﷺ نے سن کر حضرت سعدؓ بن ربیع کے متعلق فرمایا: ''اللہ اُس پر رحم کرے، اس نے موت وحیات میں خدا اور رسول خدا کی خیر خواہی کی۔'' پھر آپ ﷺ شہداء کی لاشوں پر تشریف لے گئے۔ حضرت امیر حمزہؓ کی لاش مبارک کو دیکھ کر فرمایا کہ ایسا دردناک منظر میری نظر سے کبھی نہیں گزرا۔ حضرت حمزہؓ ساتوں آسمانوں میں شیر خدا اور شیر رسولؐ لکھے گئے۔ پھر تمام لاشوں پر نظر ڈالتے ہوئے فرمایا: انا شہید علی ھؤلاء یوم القیامۃ (میں قیامت کے دن ان کا شفیع ہوں۔) بعد ازاں حکم فرمایا کہ ان کو دفن کر دیا جائے۔ کفن (کپڑے) کی قلت ایسی تھی کہ دو، دو، تین، تین کو ملا کر ایک ہی کپڑے اور ایک ہی قبر میں دفن کیے گئے۔ شہدائے اُحد پر نماز نہ پڑھی گئی تھی اور اُنہیں بغیر غسل خون میں لتھڑے ہوئے دفن کیا گیا۔ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین)

سیّد الشہداء حضرت حمزہؓ کو ایک چادر میں دفن کیا گیا۔ ان کا قد لمبا تھا چادر کوتاہ تھی اگر منہ ڈھانپتے تو قدم ننگے رہتے اور اگر قدم ڈھانپتے تو منہ ننگا ہو جاتا، ایسے میں حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ منہ کو ڈھانپ دو اور قدموں پر حرمل ڈال دو، چنانچہ تعمیل حکم ہوئی۔

اسی طرح حضرت مصعبؓ بن عمیر شہید کے پاس صرف ایک کملی تھی۔ اس سے ان کا سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے رہ جاتے اور پاؤں چھپاتے تو سر ننگا رہتا، آنحضرت ﷺ کے ارشاد کے مطابق سر کملی سے ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں اذخر گھاس سے چھپا دیئے گئے۔ اس گھاس کا ذکر بخاری شریف میں غزوہ اُحد سے متعلق احادیث میں پایا گیا۔

حضرت وہبؓ بن قابوس مزنی اور اُن کا بھتیجا حارثؓ بن عقبہ بن قابوس بکریاں چراتے چراتے مدینہ پہنچے تو اُنہیں پتا چلا کہ حضور نبی کریم ﷺ غزوہ اُحد پر تشریف لے گئے ہیں۔ وہ دونوں چچا بھتیجا اسلام لا کر حاضر خدمت ہوئے اور جنگ میں شریک ہوئے۔ کفار سے خالد اور عکرمہ کے حملوں کے وقت حضرت وہبؓ بڑی بہادری سے لڑے، مشرکین کا ایک دستہ حملہ آور ہوا تو آپؓ نے تیروں کی بارش کر کے اُس دستے کو پسپا کر دیا۔ دوسرے دستے نے حملہ کیا تو اُس کو بزور شمشیر بھگا دیا۔ جب تیسرا دستہ حملہ آور ہوا تو لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ اُن کا بھتیجا بھی لڑتا ہوا شہید ہوا۔ مشرکین نے حضرت وہبؓ کی لاش کو بری طرح مسخ کر دیا۔ حالانکہ رسول اللہ ﷺ خود زخموں سے نڈھال تھے مگر دونوں لاشوں پر کھڑے رہے اور حضرت وہبؓ کی لاش کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: رضی اللہ عنک فانی عنک راض (اللہ تجھ سے راضی ہو میں تجھ سے راضی ہوں) جب حضرت وہبؓ کو لحد میں رکھا گیا تو حضور ﷺ نے اُن کا سر ان ہی کی چادر سے چھپا دیا مگر وہ چادر بصورت کفن بہت چھوٹی تھی، اس لیے حضور ﷺ نے ان کے پاؤں پر حرمل ڈلوا دی۔ اس منظر کی تمنا حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو بھی تھی کہ کاش ان کے ساتھ بھی ایسا ہی ہو جاتا۔

جب حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حرام کا جنازہ اُٹھایا گیا تو آنحضرت ﷺ نے ایک عورت کے رونے کی آواز سنی تو دریافت فرمایا کہ یہ کون عورت رو رہی ہے، عرض کیا کہ مقتول کی بہن یا پھوپھی، فرمایا کہ نہ روئے کیونکہ جنازہ اُٹھنے تک فرشتے اسے اپنے بازوؤں سے سایہ کیے ہوئے ہیں۔ ترمذی میں حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے روایت ہے کہ

Marfat.com

آنحضرت ﷺ مجھ سے ملے، اُنہوں نے فرمایا کہ تو غمگین کیوں ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرا باپ جنگ اُحد میں شہید ہو گیا وہ قرض اور عیال چھوڑ گیا، آپ ﷺ نے فرمایا کیا میں تجھے بشارت نہ دوں کہ خدا تیرے باپ سے کس طرح ملا، اللہ تعالیٰ نے کبھی شہدائے اُحد میں سے کسی سے بے پردہ کلام نہیں کیا، مگر تیرے باپ سے رُو برو کلام کیا اور کہا کہ محمد (ﷺ) سے مانگ کہ تجھے عطاء کر دوں تیرے باپ نے کہا اے میرے پروردگار! تو مجھے حیات دنیوی عنایت فرما تا کہ میں دوبارہ تیری راہ میں شہید ہو جاؤں۔ ربّ عزوجل نے کہا کہ میری طرف سے وعدہ ہو چکا کہ وہ مر کر دنیا کی طرف نہ لوٹیں گے۔ پس یہ آیت نازل ہوئی: ولا تحسبن الذین قتلو افی سبیل اللہ امواتاً، الایة

شہدائے اُحد میں حضرت عبداللہؓ بن جبیر تیر اندازوں کے امیر تھے۔ اُن کے ساتھ چند جاں باز رہ گئے تو کفار نے موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے ان پر حملہ کر دیا۔ حضرت عبداللہؓ کے تمام ساتھی شہید ہو گئے مگر آپؓ اپنی جگہ پر بدستور قائم رہے۔ وہ پہلے تو دشمنوں پر تیر پھینکتے رہے جب تیر ختم ہو گئے تو نیزہ سے کام لینے لگے۔ جب نیزہ ٹوٹ گیا تو تلوار سے کام لینا شروع کر دیا۔ لڑتے لڑتے شہید ہو گئے، کفار نے آپؓ کو بری طرح زخمی کر دیا تھا تو آپؓ کے بھائی حضرت خواتؓ بن جبیر نے کمانوں سے گڑھا کھود کر آپؓ کو دفن کر دیا۔

حضرت عمروؓ بن جموح لنگڑے تھے انہیں بتایا گیا کہ آپؓ پر جہاد فرض نہیں کیونکہ آپ معذور ہیں لیکن اُنہوں نے یہ نہ مانا اور دشمن کے مقابلہ میں مسلح ہو کر نکلے اور کہنے لگے کہ مجھے اُمید ہے کہ میں بہشت میں بھی اسی انداز میں ٹہلا کروں گا۔ اور قبلہ رُو ہو کر یوں دعا کی: ''خدایا! مجھے شہادت نصیب کر، اور اپنے اہل کی طرف محروم واپس نہ ہوں۔'' پھر وہ اُحد میں شہید ہو گئے۔

حضرت حنظلہؓ بن ابی عامر انصاری اَوسی نے سردار مشرکین ابوسفیان پر حملہ کیا اور قریب تھا کہ ابوسفیان قتل کر دیا جاتا مگر شداد بن الاسود نے ان کے وار کو روک لیا۔ اور اپنی تلوار سے حضرت حنظلہؓ کو شہید کر دیا۔ میدان اُحد میں جب حنظلہؓ کی میت کو اُٹھایا گیا تو صحابہؓ نے دیکھا کہ ان کے جسم پر پانی کے قطرے پائے گئے۔ یہ دیکھ کر صحابہؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اُس کی بیوی سے اس کا سبب پوچھو، جب صحابہؓ نے ان کی بیوی سے دریافت کیا تو اُنہوں نے بتایا کہ شادی ایک روز قبل ہی ہوئی تھی اور شب گزشتہ عروسی تھی، صبح سویرے نوبت بجنے لگی تو حضرت حنظلہؓ اسی حالت میں جنگ کے لیے روانہ ہو گئے۔ صحابہؓ نے یہ بات آپ حضور ﷺ سے عرض کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا ہے۔ جس کے باعث ان کے جسم پر پانی کے قطرے پائے گئے اس لیے اُن کا نام ''غسیل الملائکہ'' پڑ گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے تو راستہ میں عورتوں نے اپنے عزیز اقارب کا حال دریافت کیا۔ بنو دینار کی ایک عورت جس کا شوہر، بھائی اور باپ جنگ اُحد میں شہید ہو گئے تھے اُن تینوں کی شہادت کی خبر اُس خاتون کو مل چکی تھی۔ تو اس نے ان کی کوئی پرواہ نہ کی بلکہ پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں۔ لوگوں نے بتایا کہ وہ خیرت سے ہیں، وہ عورت کہنے لگی، مجھے دکھا دو تا کہ میں خود اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں تو لوگوں نے حضور ﷺ کی طرف اشارہ کر کے

Marfat.com

بتایا۔ اس عورت نے جب آپ ﷺ کو دیکھا تو پکار اُٹھی: ''آپ ﷺ کے ہوتے ہر مصیبت ہیچ ہے''

حضور نبی کریم ﷺ محلہ بنی عبدالاشہل میں تشریف لائے تو وہاں عورتیں اپنے مقتولین کی یاد میں رو رہی تھیں۔ خواتین کے رونے کا انداز بڑا ہی دردناک تھا۔ ایسے میں حضور ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے تو زُبان مبارک سے نکلا: ''لیکن حمزہؓ کے لیے کوئی رونے والیاں نہیں'' یہ سن کر سعدؓ بن معاذ نوحہ خواں عورتوں کے پاس گئے اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے گھر جا کر نوحہ خوانی کرو۔ چنانچہ وہ عورتیں آپ ﷺ کے گھر چلی گئیں۔ ایسے میں حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ میں بھی ان نوحہ خواں عورتوں میں شامل ہوگئی۔ اس دوران حضور انور ﷺ سوئے ہوئے تھے۔ پھر جو اُن کی آنکھ کھلی تو رونے کی آوازیں بدستور آ رہی تھیں۔ فرمایا، کیا تم اب تک رو رہی ہو؟ یہ کہہ کر آپ ﷺ نے رونے والیوں کو رُخصت کیا ان کے لیے اور ان کی ازدواج اور اولاد کے لیے دعائے خیر فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے نوحہ گری سے منع فرمایا۔ اس واقعہ کے آٹھ برس بعد ۱۰ ہجری بمطابق 632ء میں آپ ﷺ شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے گئے اور نماز جنازہ پڑھی۔ اس کے بعد منبر حنیف پر رونق افروز ہو کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا، ترجمہ ہے:

''بے شک میں تمہارے واسطے پیش رو ہوں، اللہ کی قسم میں اس وقت اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں، بے شک مجھے زمین کی خزانوں کی کنجیاں یا زمین کی کنجیاں عطا کی گئی ہیں، خدا کی قسم! مجھے یہ ڈر نہیں کہ تم میرے بعد مشرک بن جاؤ گے، لیکن یہ ڈر ہے کہ تم دنیا میں پھنس جاؤ گے۔''

﴿شہدائے اُحد کے لیے دُعا﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے شہدائے اُحد کے لیے دعا فرمائی: ''اے اُم سعدؓ! تم خوش ہو جاؤ اور تمام شہداء کے گھر والوں کو خوشخبری سنا دو کہ اُن کے شہداء سب کے سب ایک ساتھ جنت میں ہیں۔ اور اپنے گھر والوں کے بارے میں اُن سب کی شفاعت قبول کر لی گئی ہے۔''

﴿غزوہ اُحد میں مسلم خواتین کی شرکت﴾ غزوہ اُحد میں مسلم خواتین نے بھی نمایاں حصہ لیا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ اور اُم سلیمؓ والدہ حضرت انسؓ پانی کی مشکیں بھر بھر کر لاتیں اور مجاہدین کو پانی پلاتیں۔ جب مشکیں خالی ہو جاتیں تو پھر بھر کر لاتیں۔ حضرت اُم سلیطؓ (والدۂ حضرت ابوسعید خدریؓ) بھی یہی خدمت سرانجام دے رہی تھیں۔ حضرت اُم ایمنؓ تاریخ عالم کی معروف شخصیت جو آپ ﷺ کی دایہ بھی تھیں وہ اور حمنہ بنت جحش (اُم المومنین حضرت زینبؓ کی بہن) پانی پلاتیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتی تھیں۔ حضرت اُم عمارہ نسیبہؓ بن کعب انصاریہ جو حضرت زید بن عاصم انصاری مازنی اور اپنے دونوں بیٹوں کے ساتھ مشک لے کر نکلیں اس وقت آپ ﷺ کے ساتھ چند اصحابؓ ہی رہ گئے تھے تو اُم عمارہ حضور ﷺ کے پاس پہنچیں تو وہ تیر اور تلوار سے کافروں کو روکتی رہیں۔ جب ابن قمہ لعین حضور ﷺ کی طرف بڑھا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر اور چند مسلمان مقابل ہوئے ان میں اُم عمارہؓ بھی شامل تھیں۔

﴿غزوہ اُحد میں قریش کا نقصان﴾ جنگ اُحد میں قریش کے کل ۲۲ فرد قتل ہوئے لیکن بعض محققین نے قتل ہونے والوں کی تعداد ۳۷ بتائی ہے۔

Marfat.com

﴿غزوہ اُحد میں مسلمانوں کا نقصان﴾ اس غزوہ میں کل ۷۰ مسلمان شہید ہوئے، جن میں ۶۵، انصار اور ۵ مہاجر تھے۔ انصار میں قبیلہ خزرج کے ۴۱، اور قبیلہ اوس کے ۲۴ مسلمان شہید ہوئے۔ بیان کیا گیا کہ ایک یہودی بھی کام آیا۔ حضرت حمزہؓ کی شہادت سے قوتِ اسلام کا ایک بازو ٹوٹ گیا۔ مکہ سے آئی ہوئی خواتین نے مسلم شہداء کی لاشوں کو خراب کر کے اُن کے ناک، کان کاٹ کر اپنے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کیا۔

﴿جنگ اُحد میں فتح یا شکست﴾ غزوہ اُحد میں فتح تھی یا شکست اس موضوع پر طویل بحث ہوتی رہی۔ اس جنگ میں پہلے مسلمانوں کو کامیابی نصیب ہوئی پھر مشرکین کو برتری ملی، میدان جنگ اُن کے ہاتھ رہا۔ جبکہ مسلمانوں کا جانی نقصان بھی ہوا۔ مسلمانوں کی ایک جماعت خوف زدہ ہوگئی۔ ان امور کے باوجود مکی لشکر کو فتح کا ٹائیٹل نہیں دیا جاسکتا کیونکہ مکی لشکر مسلمانوں کے کیمپ پر قبضہ نہ کرسکا جنگی اتار چڑھاؤ کے باوجود مسلمانوں نے فرار کا راستہ اختیار نہ کیا بلکہ اپنے سپہ سالار کے پاس جمع ہوگئے۔ مکی لشکر مسلمانوں کا تعاقب نہ کرسکا۔ یہ بات بڑی اہمیت کی حامل ہے کہ ایک بھی مسلمان کافروں کی قید میں نہ تھا۔ اور نہ ہی کفار کوئی مال غنیمت حاصل کرسکے۔ کفار نے میدان جنگ میں ایک یا دو یا تین دن قیام نہیں کیا حالانکہ اس دور میں یہ دستور تھا کہ فاتح فوج کئی کئی دن تک میدانِ جنگ میں خیمہ زن رہا کرتی تھی۔ لیکن کفار نے فوراً ہی واپسی کی راہ اختیار کی جو کسی فاتح فوج کا شعار نہیں ہوتا۔ اور میدان جنگ خالی کر دیا، بلکہ اُنہیں مال لوٹنے اور مسلمانوں کو قید کرنے کی خاطر مدینہ کی طرف جانے کی جرأت بھی نہ ہوئی، شہر مدینہ نزدیک ہی فاصلہ پر تھا اور فوج سے بھی خالی۔

ماحاصل یہ ہے کہ اُنہوں نے وقتی فائدہ اُٹھا کر مسلمانوں کو زک تو پہنچائی لیکن لشکر مکہ نے بزدلی کا مظاہرہ بھی کیا وہ چاہتے تو اسلامی لشکر کو مکمل طور پر یا جزوی طور پر قید یا قتل کرسکتے تھے۔ اس میں وہ ناکام رہے۔ اسلامی لشکر خسارے کے باوجود نرغہ توڑ کر نکل گیا۔ ایسا خسارہ تو فاتحین کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔ اس لیے اس جنگ کو مشرکین کی فتح سے تعبیر نہیں کیا جاسکتا۔ اس کی مثال یوں دی جاسکتی ہے کہ دو پہلوان اکھاڑے میں کشتی لڑتے ہیں، ایک جیتا دوسرا ہارا۔ ہارنے والا پہلوان اکھاڑے سے اپنی ہزیمت کی وجہ سے فوراً باہر نکل جاتا ہے۔ جبکہ جیتنے والا پہلوان اکھاڑے میں ہی اپنی کامیابی پر خوشی مناتا ہے اور دیر تک اکھاڑے میں ہی موجود رہتا ہے۔ ابوسفیان نے میدان اُحد سے بھاگنے میں عجلت سے کام کیوں لیا؟ اُسے معلوم تھا کہ اگر مسلم فوج ایک مقام پر دوبارہ جمع ہوگئی تو پھر وہ جنگ کرنے سے باز نہیں آئیں گے۔ لہٰذا اُس نے اپنے لشکر کو تباہی سے دوچار ہونے سے بچالیا۔ آنحضرت ﷺ نے جنگ ختم ہونے کے بعد کفار کا پیچھا کیا۔ اور ابوسفیان کو بھاگ جانے پر مجبور کیا۔ ان حقائق کی روشنی میں کسی ایک فریق کی فتح اور دوسرے کی شکست قرار نہیں دی جاسکتی۔ البتہ اس جنگ کو غیر فیصلہ کن جنگ کہا جاسکتا ہے۔ اُحد کے نقصانات نے مسلمانوں کو وہ دبدبہ و رُعب جو اُنہیں جنگ بدر میں حاصل ہوا تھا وہ بحال نہ رہ سکا۔ اس وجہ سے مکہ والوں نے اپنی طاقت کو منظم کرنا شروع کر دیا۔ اس جنگ کے اثرات مسلمانوں کے لیے منفی شکل میں سامنے آئے، جیسے بعض قبائل نے مسلمانوں کو دھوکے سے مبلغینِ اسلام کو بلوا کر اُنہیں قتل کر دیا تھا۔ جس کی وجہ سے تبلیغ اسلام کا سلسلہ کافی متاثر ہوا۔ لیکن اس جنگ کا ایک اہم اثر مسلمانوں پر یہ پڑا کہ انہیں یقین ہوگیا کہ اطاعت رسول ﷺ ناگزیر ہے۔ رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی تعمیل بے حد ضروری ہے اور نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی بات میں کسی قسم کا اضافہ یا کمی قطعاً غلط ہے اور اس سے خدا کی ناراضگی بھی۔

Marfat.com

﴿غزوہ اُحد کی اہمیت﴾ محمد ابن اسحاق سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں غزوہ اُحد کی شان میں (اسّی) آیات نازل فرمائیں۔ بحوالہ کتب حدیث رسول کریمﷺ کا فرمان ہے کہ: ''اُحد ہمیں محبوب رکھتا ہے اور ہم اُحد کو'' محدثین نے لکھا کہ اُحد کے درختوں سے کچھ کھا لینا مستحب ہے۔ یہ پہاڑ حضورﷺ کو بہت محبوب تھا۔ چنانچہ ایک روایت میں ہے کہ روزِ جزا پہاڑ کو جنت کے باہر رکھ دیا جائے گا۔ یہ پہاڑ اپنی اصل حالت میں موجود ہے۔ اس کے ذرّات ومٹی کی یہ خصوصیت ہے کہ جب سورج کی کرنیں اس پر پڑتی ہیں تو اس کے سنگ ریزے سرخی مائل دکھائی دیتے ہیں۔ حجاج کرام جب زیارت کے لیے اس مقام پر جاتے ہیں تو تین چیزیں وہاں زیارت کے لیے موجود ہوتی ہیں۔ جبل اُحد، جبل ارماح (یہاں سے خالد بن ولید جو اُس وقت تک ایمان نہ لائے تھے، نے حملہ کیا تھا۔) اور تیسرے شہدائے اُحد کے مزارات جو مذکورہ دونوں پہاڑوں کے درمیان واقع ہیں۔

﴿قبرستان شہدائے اُحد﴾ مدینہ طیبہ سے جانب شمال ۳ میل کے فاصلہ پر مقدس جبل اُحد موجود ہے۔ ۳ ہجری بمطابق 624ء غزوہ اُحد کا معرکہ اس پہاڑ کے دامن میں وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوہ میں حضور نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ سمیت ۷۰ جلیل القدر صحابہ کرامؓ نے جام شہادت نوش فرمایا اور آپ ﷺ خود بھی زخمی ہوئے۔ اِسی غزوہ میں آپ ﷺ کا دندان مبارک شہید ہوا۔ حضرت حمزہؓ کا مزار احاطہ کے وسط میں ہے۔ حضورﷺ شہدائے اُحد کی قبروں پر تشریف لے جاتے اور فرماتے: ''تم پر سلام ہو تم نے صبر کیا تمہاری آخرت اچھی ہے۔''

﴿سریہ زید بن حارثہؓ﴾ جمادی الاخر ۳ ہجری بمطابق 624ء میں ہونے والا یہ کامیاب ترین سریہ تھا۔ قریش ملک شام کی جانب تجارتی سفر موسم گرما میں اختیار کیا کرتے تھے۔ اُنہوں نے یہ طے کیا کہ ساحل کا راستہ چھوڑ کر عراق کے راستہ سے سفر کیا جائے۔ یہ طویل راستہ تھا جو نجد سے ہو کر شام کو جاتا تھا جو مدینہ کے مشرق میں خاصے فاصلے سے گزرتا تھا۔ قریش اس راستہ سے ناواقف تھے۔ راستہ کی نشاندہی کے لیے اُنہوں نے ایک شخص فرات بن عیان جو قبیلہ بکر بن وائل سے تھا وہ راستوں سے خوب آگاہ تھا اُسے راہنمائی کے لیے قریش نے ساتھ لے لیا۔ پھر صفوان بن اُمیہ قافلہ کو لے کر روانہ ہوا۔ راستہ کی تبدیلی کی مکمل خبر مدینہ میں پہنچ گئی۔ آپﷺ نے فوراً حملہ کی تیاری کا حکم صادر فرمایا۔ ایک رسالہ جس میں سو سوار شامل تھے حضرت زیدؓ بن حارثہ کلبی کی کمان میں دے کر روانہ فرمایا۔ حضرت زیدؓ نے بڑی تیزی سے سفر مکمل کیا ابھی قریش کا قافلہ مسلمانوں کی آمد سے بے خبری کے عالم میں ''قردۃ'' نامی ایک چشمے پر پڑاؤ ڈال رہا تھا کہ زیدؓ اور اس کے لوگوں نے قریش کو جالیا۔ اس اچانک یلغار سے قریش ہکا بکا رہ گئے، مسلمانوں نے قافلے پر قبضہ کر لیا۔ صفوان بن اُمیہ اور دیگر کو سوائے بھاگنے کے اور کوئی چارہ کار نہ تھا۔ فرات بن عیان اور دو آدمیوں کو مسلمانوں نے گرفتار کر لیا۔ ظروف اور چاندی کی بہت بڑی مقدار مسلمانوں کے ہاتھ آئی جس کا تخمینہ ایک لاکھ درہم لگایا گیا۔ جو بطور غنیمت مسلمانوں کو ہاتھ آیا خمس نکال کر باقی مال رسالہ کے افراد میں تقسیم کر دیا۔ فرات بن عیان نے اسلام قبول کر لیا اور اُسے آزاد کر دیا۔

Marfat.com

ہجری سال چہارم کے واقعات

❖❖❖

عرب کے اکثر قبائل بت پرست اور اسلام کے دشمن تھے۔ اسلام بت پرستی سے منع کرتا ہے۔ حج کے دنوں میں تمام قبائل کے لوگ مکہ میں جمع ہوتے تو قریش ان کو اسلام کی دشمنی پر اُبھارتے۔ عرب کے قبائل کا ذریعہ معاش لوٹ مار اور غارت گری تھا۔ اسلام ان افعال سے بھی رُوکتا ہے۔ وہ لوگ سمجھتے تھے کہ اگر اسلام قائم ہوگیا تو ان کے ذرائع معاش بند ہوجائیں گے۔ ایسے میں تمام قبائل خاموش ہوکر بیٹھ گئے۔ لیکن جب اُحد میں بظاہر مسلمانوں کو کامیابی نہ ہوئی تو تمام قبائل دفعتاً اُٹھ کھڑے ہوئے۔ اس سال میں جو سریہ یا غزوات رُونپذیر ہوئے وہ یہ ہیں۔

سریہ ابی سلمہ یہ سریہ محرم ۴ ہجری کی چاندرات کو پیش آیا۔ اُحد کی جنگ کے بعد سب سے پہلے بنواسد بن خزیمہ کا قبیلہ مسلمانوں کے خلاف اُٹھ کھڑا ہوا۔ مدینہ میں آپ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ خویلد کے دو بیٹے طلحہ اور سلمہ اپنی قوم کو لے کر آپ ﷺ پر حملہ کی تیاری کر رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اُن کے خلاف حضرت ابوسلمہؓ کو علم عنایت فرما کر سپہ سالار مقرر فرمایا۔ حضرت ابوسلمہؓ نے رات کی تاریکی میں حملہ کردیا۔ طلحہ اور سلمہ اپنے بندوں کے ساتھ خوف زدہ ہوکر بھاگ گئے۔ اس طرح اس سریہ میں کوئی قتال نہ ہوا۔

سریہ ابن انیس محرم ہی کے مہینہ میں خالد بن سفیان ہذلی جس کا تعلق قبیلہ بنولحیان سے تھا۔ وہ کوہستان عُرنہ کا رئیس بھی تھا۔ اس نے بھی مدینہ پر حملہ کا قصد کیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن انیس کو اس مہم کا سردار مقرر فرمایا۔ وہ ۱۸ روز باہر رہے اور ۲۳ محرم کو واپس مدینہ آئے۔ اُنہوں نے خالد بن سفیان کو قتل کردیا اور اُس کا بریدہ سر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس موقع پر آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کو ایک عصاء عنایت فرمایا اور یہ بھی فرمایا کہ یہ عصاء میرے اور تمہارے درمیان قیامت کے روز نشانی ہے جب حضرت عبداللہؓ کی موت کا وقت نزدیک آیا تو اُنہوں نے وصیت فرمائی کہ وہ عصاء جو انہیں حضور نبی کریم ﷺ نے عنایت فرمایا تھا اُن کے کفن کے ساتھ قبر میں رکھ دیا جائے۔

Marfat.com

﴿ابو براء کلابی کی حاضری﴾ ماہ صفر میں ابو براء کلابی جو قبیلہ کلاب کا رئیس تھا۔ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور درخواست پیش کی کہ چند آدمیوں کو اُن کے ساتھ بھیج دیجئے تاکہ وہ میری قوم کو اسلام کی دعوت دیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ کو نجد کی طرف سے اندیشہ ہے۔'' ابو براء نے عرض کی ''اُن کا میں ضامن ہوں۔'' آپ ﷺ نے ۷۰ مبلغین کی منظوری فرمادی، یہ لوگ نہایت مؤدب، بااخلاق، شریف اور درویش منش تھے، اکثر کا تعلق اصحاب صفہؓ سے تھا۔ ان لوگوں نے بیئر معونہ کے مقام پر قیام کیا اور حرام بن طحان کو آنحضرت ﷺ کا خط دے کر عامر بن طفیل کے پاس بھیجا۔ وہ اپنے قبیلے کا سردار تھا۔ عامر نے حرام کو قتل کردیا۔ گردونواح کے قبائل عصیة، رحل، ذکوان سب کے پاس اپنے آدمی دوڑا دیئے کہ لڑائی کے لیے تیار ہو جائیں۔ اس طرح ایک بڑا لشکر تیار ہو گیا۔ جس کا سردار عامر کو مقرر کیا گیا۔ وہ آگے بڑھا صحابہ کرامؓ حرام بن طحان کی واپسی کے منتظر تھے۔ ان کے واپس نہ آنے پر تشویش بڑھی، چنانچہ صحابہؓ نے خود روانگی اختیار کی راستہ ہی میں عامر کی فوج سے آمنا سامنا ہو گیا۔ کفار نے صحابہؓ کا گھیراؤ کرلیا اور سب کو قتل کردیا۔ صرف عمرو بن اُمیہ کو عامر نے یہ کہہ کر چھوڑ دیا کہ ''میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی، میں تجھ کو آزاد کرتا ہوں۔'' لیکن اس کی چوٹی کاٹ دی اور آزاد کردیا۔ آنحضرت ﷺ کو اس واقعہ کی خبر ملی تو اس قدر صدمہ ہوا کہ تمام عمر کبھی نہیں ہوا تھا۔ حضرت عمرو بن امیہ نے واپسی پر دو آدمیوں کو قتل کردیا تھا، مقتولوں کا تعلق بنی عامر سے تھا مگر عمرو بن امیہ کو اس بات کی خبر نہ تھی۔ وہ یہ سمجھے کہ ہم نے بنی عامر سے ان کی اس بے وفائی کا بدلہ لے لیا جو اُنھوں نے صحابہ کرامؓ کو قتل کیا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ نے یہ سنا تو ناراضگی کا اظہار فرمایا اور دونوں کے خون بہا ادا کردینے کا اعلان فرمایا۔ جس کی وجہ سے غزوہ بنونضیر کی نوبت آئی۔

﴿غزوۂ بنی نضیر﴾ قبیلہ بنو عامر کے دو شخص جن کے ساتھ حضور نبی کریم ﷺ کا عہد تھا، وہ دونوں مدینہ سے باہر جارہے تھے۔ اُنہیں راستہ میں عمرو بن اُمیہ ضمری ملا۔ اس نے ان دونوں کو قتل کردیا۔ آپ ﷺ نے مطالبہ دیت کے لیے مدد چاہی تو بنونضیر نے ٹال مٹول سے کام لیا۔ چنانچہ دیت کے لیے حضور انور ﷺ اپنے ساتھیوں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ و حضرت علیؓ کے علاوہ دیگر کے ساتھ بنونضیر کے پاس پہنچے۔ حضور ﷺ ساتھیوں کے ہمراہ جو بنونضیر کے ایک گھر کی دیوار کے سائے تلے بیٹھے تھے۔ ایسے میں بنونضیر نے مشورہ کیا کہ بے خبری میں دیوار پر سے چکی کا پاٹ آپ ﷺ پر گرادیا جائے۔ شان خداوندی کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے مطلع فرمادیا۔ آپ حضور ﷺ اپنے ساتھیوں سمیت واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

پھر حضور نبی کریم ﷺ نے بنونضیر پر حملے کی تیاریاں مکمل کر کے اُن پر حملہ کردیا۔ بنو قریظہ بھی برسرپیکار تھے، بنونضیر کو جلاوطن کردیا گیا، شرط عائد کی گئی جو مال وہ اُونٹوں پر لے جاسکیں لے جائیں، چنانچہ بنونضیر اپنے اموال کو لے کر خیبر میں اور شام کے علاقہ میں چلے گئے، جبکہ بنو قریظہ کو اَمان دے دی گئی۔

﴿بنونضیر کے اموال کی تقسیم﴾ بنونضیر کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کردیا گیا تو اُن کے اموال حضور نبی کریم ﷺ کے قبضہ میں آگئے۔ آپ حضور ﷺ نے یہودیوں کے اموال کے متعلق انصار سے فرمایا کہ بنونضیر کے تمام اموال تم میں اور

Marfat.com

مہاجرین میں تقسیم کر دیتا ہوں۔ اگر تم چاہتے ہو تو یہ اموال مہاجرین میں بانٹ دیتا ہوں۔ تو پھر وہ انصار کے گھروں اور اموال سے بے دخل ہو جائیں گے۔ یہ سن کر حضرت سعدؓ بن معاذ اور سعدؓ بن عبادہ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ان اموال کو آپ ﷺ مہاجرین ہی میں تقسیم فرما دیجئے، وہ پھر بھی ہمارے گھروں اور اموال میں شریک رہیں گے۔ اس تجویز سے دیگر انصار نے بھی رضامندی ظاہر کی اور خندہ پیشانی سے تصدیق فرما دی۔ انصار کی اس تجویز پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''خدایا! تو انصار اور ابنائے انصار پر رحم فرما۔'' پھر آپ ﷺ نے بنونضیر کے اموال صرف مہاجرین میں ہی تقسیم فرمائے۔

﴿واقعہ رجیع﴾ عضل اور قارۃ دو مشہور قبیلے تھے۔ ان کے چند آدمی حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کی کہ اُن کے قبیلہ نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ آپ ﷺ چند افراد کو ہمارے ہاں بھیج دیجئے تا کہ وہ ہمیں اسلام کے عقائد اور احکام سکھا دیں۔ ابن اسحٰق نے ٦ آدمی اور بخاری نے ١٠ آدمیوں کا لکھا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ان کے ساتھ دس اصحابؓ کو بھیج دیا۔ جماعت کے سردار عاصمؓ بن ثابت کو مقرر کیا۔ رجیع ایک چشمہ کا نام ہے جو رابغ اور جدہ کے درمیان قبیلہ ہذیل کے علاقہ میں واقع ہے۔ ان غداروں نے مسلمانوں کے تبلیغی وفد سے بدعہدی کی اور قبیلہ بنولحیان کو اشارہ دیا کہ مسلمانوں کو قتل کر دو۔ چنانچہ بنولحیان نے ٢٠٠ آدمیوں کے ہمراہ جن میں نصف تیر انداز تھے وہ اس تبلیغی جماعت کے تعاقب میں نزدیک آ گئے۔ مسلم وفد نے ایک ٹیلے پر چڑھ کر پناہ لی۔ تیر اندازوں نے اُن سے نیچے آنے کو کہا کہ ہم تمہیں امان دیتے ہیں۔ حضرت عاصمؓ نے کہا کہ ''میں کافر کی پناہ میں نہیں آتا۔'' یہ کہہ کر انہوں نے خدا سے التجا کی کہ اے اللہ! اپنے پیغمبر اسلام کو خبر پہنچا دے۔ پھر وہ بمعہ ٧ آدمیوں کے تیر اندازوں سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

قریش نے چند آدمیوں کو بھیجا کہ وہ عاصمؓ کے بدن سے گوشت کا ایک لوتھڑا کاٹ لائیں، تا کہ اُن کی شناخت ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات نے شہید کی یہ تحقیر گوارا نہ کی اور شہد کی مکھیوں نے اُن کے جسم کو ڈھانپ کر اپنی حفاظت میں لے لیا۔ قریش ناکام ہو کر واپس چلے گئے۔ اس جماعت کے تین آدمی جنہوں نے کفار کے وعدہ پر اعتماد کیا تھا وہ ٹیلے سے نیچے اُتر آئے تو کافروں نے بدعہدی کر کے اُن کی مشکیں کس لیں اور مکہ میں لے جا کر انہیں بیچ دیا۔ ان بکنے والوں میں حضرت خبیبؓ بھی شامل تھے۔ اُنہوں نے جنگ اُحد میں حارث بن عامر کو قتل کیا تھا۔ اس لیے اُنہیں حارث کے بیٹوں نے خرید لیا تا کہ باپ کے بدلہ میں اسے قتل کر دیں۔ خبیبؓ ایک دن حارث کی نواسی کو کھلا رہے تھے کہ اتفاق سے اُس وقت ان کے ہاتھ میں چھری تھی۔ بچی کی ماں نے دیکھا کہ خبیبؓ کے ہاتھ میں چھری ہے، وہ کانپ اُٹھی۔ حضرت خبیبؓ نے یہ دیکھ کر کہا کہ کیا تو سمجھتی ہے کہ میں اس کو قتل کر دوں گا، ہمارا یہ کام نہیں۔ پھر حارث کے خاندان والے حضرت خبیبؓ کو حرم کی حدود سے باہر لے گئے اور قتل کرنا چاہا تو اُنہوں نے دو رکعت نماز پڑھنے کی اجازت مانگی، قاتلوں نے اجازت دے دی۔ خبیبؓ نے دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد کہا ''دیر تک نماز پڑھنے کو جی چاہتا تھا لیکن تم یہ خیال کرو گے کہ میں موت سے ڈرتا ہوں۔'' پھر حارث کے بیٹے ابوسروہ نے حضرت خبیبؓ کو شہید کر دیا۔

حضرت زیدؓ دوسرے شخص تھے جنہیں صفوان بن اُمیہ نے قتل کے ارادے سے خریدا تھا۔ مقتل پر قریش کے

Marfat.com

معزز سردار تماشہ دیکھنے آئے تھے، ان میں ابوسفیان بھی شامل تھا۔ جب قاتل نے تلوار ہاتھ میں لی تو ابوسفیان نے کہا ''سچ کہنا اس وقت تمہارے بدلے (محمد ﷺ) قتل کیے جاتے تو کیا تم اس کو اپنی خوش قسمتی نہ سمجھتے''؟ حضرت زیدؓ بولے کہ ''خدا کی قسم! میں تو اپنی جان کو اس کے برابر بھی عزیز نہیں رکھتا کہ رسول اللہ ﷺ کے تلوؤں میں کانٹا چبھ جائے۔'' صفوان کے غلام نسطاس نے حضرت زیدؓ کو قتل کر دیا۔ بعد میں نسطاس نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اسی طرح حارث کے بیٹے ابوسروہ جنہوں نے حضرت خبیبؓ کو قتل کیا تھا وہ بھی اسلام پر ایمان لے آئے تھے۔

﴿بنو قریظہ کی بدعہدی﴾ بنو قریظہ نے محاصرہ مدینہ کے دوران بے وفائی کی اُنہوں نے بنو نضیر سے مل کر ان قلعوں پر حملہ کرنا چاہا جہاں مسلمانوں کی عورتیں اور بچے پناہ گزین تھے۔ اس کے علاوہ انہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کے سب سے بڑے دشمن حیی بن اخطب کو پناہ دے دی تھی۔ مدینہ سے قریش اور یہودیوں کی افواج کی واپسی کے بعد آپ ﷺ نے بنو قریظہ کی طرف توجہ فرمائی۔ یہودیوں کے انتہائی غیر مصالحانہ رویہ کے خلاف مسلمانوں نے ان کے قلعوں کا رُخ کیا تو سخت تکرار ہوئی۔ مسلمان مشتعل ہو گئے اور ان کا محاصرہ کر لیا۔ جو ایک ماہ تک جاری رہا۔ تنگ آ کر بنو قریظہ نے درخواست کی کہ قبیلہ اوس کے سردار اور ان کے پرانے حلیف حضرت سعدؓ بن معاذ جو فیصلہ کریں وہ انہیں منظور ہوگا۔ حضرت سعدؓ نے تورات کے مطابق فیصلہ دیا کہ تمام لڑنے والوں کو قتل جبکہ عورتوں اور بچوں کو قید کر لیا جائے فیصلہ بہت کڑا تھا۔ لیکن اُن کی مذہبی کتاب اور ان ہی کے مقرر کردہ ثالث کا فیصلہ تھا۔ اس لیے یہود کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ لہٰذا تمام فتنہ پردازوں کو قتل کر دیا گیا۔ اس طرح مدینہ ہمیشہ کے لیے یہود کی سازشوں سے پاک ہو گیا۔

﴿غزوہ ذات الرقاع﴾ بنو نضیر مدینہ سے نکال دیئے گئے تو منافقین پر بددلی چھا گئی اُدھر آپ ﷺ نے بدوؤں کی خبر لینے کے لیے تیاری شروع کر دی۔ اس دوران آپ ﷺ کو خبر ملی کہ بنی غطفان کے دو قبیلے بنو محارب اور بنو ثعلبہ بدوؤں اور اعرابیوں کی نفری کے ساتھ مدینہ پر حملہ آور ہونا چاہتے ہیں۔ اس کے ساتھ ہی آپ ﷺ نے نجد پر یلغار کا فیصلہ بھی فرمایا۔ صحرائے نجد میں دُور تک اندر چلے گئے۔ مقصد یہ تھا کہ بدوؤں پر مسلمانوں کا رُعب بیٹھ جائے۔ اس مقصد میں کافی کامیابی ہوئی، کیونکہ بدو خوف زدہ ہو کر پہاڑوں کی چوٹیوں میں جا دبکے۔ یہ غزوہ ربیع الآخر یا جمادی الاوّل ۴ ہجری میں پیش آیا۔ بعض نے اسی غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کہا ہے۔ غزوہ ذات الرقاع میں صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی۔ جو حالت جنگ میں پڑھی جاتی ہے۔

﴿غزوہ بدر دوم﴾ غزوہ اُحد کے موقع پر جو عہد و پیاں کیا گیا تھا، اس کا وقت اب قریب آ رہا تھا۔ شعبان ۴ ہجری بمطابق جنوری 626ء میں حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ کا انتظام و انصرام حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو سونپ دیا۔ اور خود آپ ﷺ ۱۵۰۰ کی نفری اور دس گھوڑوں کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اس مہم میں علم برداری کا فریضہ حضرت علیؓ سرانجام دے رہے تھے۔ بدر میں پہنچ کر خیمہ زن ہوئے اور دشمن کی آمد کا انتظار کرنے لگے۔

ابوسفیان ۲۰۰۰ مشرکین کی جمعیت کے ساتھ بمعہ ۵۰ گھوڑوں کے وادیٔ مرالظہران پہنچا وہاں ایک چشمہ جس کا نام مجنہ تھا اُس کے نزدیک خیمہ زن ہو گیا۔ مکہ سے روانگی کے وقت ابوسفیان بوجھل اور بددل دکھائی دے رہا

Marfat.com

تھا۔اُدھراس کے دل میں مسلمانوں کا رُعب اور ہیبت نے اسے خوف زدہ کر دیا تھا۔ یہاں پہنچ کر اس کی ہمت جواب دے گئی اور اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ اس وقت خشک سالی کا موسم ہے یہ وقت جنگ کرنے کا نہیں۔اس لیے میں واپس جارہاہوں تم بھی میرے ساتھ واپس چلو۔

متفرق واقعات

☆......اس سال یہودیوں نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک یہودی کا مقدمہ پیش کیا تو آپ ﷺ نے تورات کے مطابق رجم کا حکم صادر فرمایا۔

☆......بعض مؤرخین نے حرمت شراب کا حکم بھی اسی سال میں نازل ہونا لکھا ہے۔

☆......اسی سال حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ بن ثابت کو حکم دیا کہ وہ عبرانی زبان لکھنا پڑھنا سیکھ لیں اور یہ بھی فرمایا کہ انہیں یہود پر اطمینان نہیں، حضرت زیدؓ نے صرف پندرہ دن میں عبرانی زبان سیکھ لی۔تاریخ کی کتابوں میں لکھا ہے کہ غزوہ ذات الرقاع میں پہلی بار صلوٰۃ الخوف پڑھی گئی۔

..................❖❖❖..................

Marfat.com

ہجری سال پنجم کے واقعات

دیگر گزشتہ ہجری سالوں کی طرح ہجری سال پنجم میں بھی نہایت ہی اہم واقعات پیش آئے۔ جو درج ذیل ہیں۔

غزوہ دومۃ الجندل مدینہ منورہ اور دمشق کے درمیان یہ ایک گاؤں کا نام ہے۔ بدر صغریٰ کے بعد آپ ﷺ نے ۶ ماہ تک مدینہ منورہ میں قیام فرمایا۔ اس دوران اسلامی قلم رَو میں امن وامان قائم ہو چکا تھا۔ آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ اس گاؤں کے لوگ قافلوں پر ڈاکے ڈال رہے ہیں۔ یہ اطلاع بھی ملی کہ انہوں نے مدینے پر حملے کرنے کے لیے ایک بھاری جمعیت قائم کر لی ہے۔ ایسے میں آپ ﷺ نے سباع بن عرفط غفاریؓ کو مدینہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا۔ راستہ کی نشاندہی کے لیے (گائیڈ) حاصل کیا گیا، جس کا نام ''مذکور'' تھا۔ وہ بنوعذرا سے تھا اسے ساتھ لے لیا گیا۔

اس غزوہ میں آپ ﷺ رات کو سفر اختیار فرماتے اور دن میں پس پردہ ہو جاتے۔ آپ ﷺ کے ساتھ ۱۰۰۰ افراد کی جمعیت تھی، جب دومۃ الجندل پہنچے تو معلوم ہوا کہ گاؤں کے لوگ اپنا گھر بار چھوڑ کر کسی نامعلوم مقام کی طرف چلے گئے، مجاہدین نے ان کے مویشیوں اور چرواہوں کو پکڑ لیا کچھ ہاتھ آئے اور کچھ بھاگ جانے میں کامیاب ہو گئے۔

مسلمان دومۃ الجندل کے میدان میں خیمہ زن ہوئے، یہاں آپ ﷺ نے چند دن قیام فرمایا، اس دوران اطراف میں اسلامی دستے روانہ فرمائے۔ تاکہ بھگوڑوں کو گرفتار کر لیا جائے لیکن کوئی بھی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔

اب وقت کی رفتار مسلمانوں کے حق میں تھی۔ جس سے مشکلات میں کمی آئی، منافقین خاموش اور مایوس ہو کر بیٹھ گئے۔ بدو اور اعراب ڈھیلے پڑ گئے۔ اسلام کی تبلیغ کے مواقع حاصل ہوئے اس غزوہ میں قبیلہ فزارہ کے سردار عینیہ بن حصن سے مصالحت ہوئی، اسی غزوہ میں منافقین کا ایک قبیلہ جلاوطن بھی کیا گیا۔ یہ واقعہ ۲۵ ماہ ربیع الاوّل ۵ ہجری میں پیش آیا۔

غزوہ مُریسیع یا غزوہ بنی المصطلق ماہ شعبان میں پیش آیا، بنوالمصطلق قبیلہ بنوخزاعہ کی ایک شاخ تھی جو مریسیع کے مقام پر آباد تھی۔ اُنہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاری کی تو آنحضرت ﷺ کو اطلاع ہوگئی۔ آپ ﷺ نے زیدؓ بن خصیب کو تحقیق کے لیے مریسیع کی جانب روانہ فرمایا۔ زیدؓ نے دشمن کے عزائم کی تصدیق کر دی۔ چنانچہ آپ ﷺ ماہ شعبان

Marfat.com

میں مدینہ سے روانہ ہوئے اور مقام مریسیع پر پہنچے۔وہاں تصادم ہوا بالآخر دشمن ۱۰ مقتول میدان میں چھوڑ کر بھاگ گیا۔۶۰۰ افراد کو گرفتار کرلیا گیا ان کے علاوہ بہت سا مال مویشی بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔۲۰۰۰ اُونٹ، ۵۰۰۰ ہزار بکریاں مال غنیمت میں ملیں۔اس مہم کے دوران واپسی پر ایک مہاجر اور انصاری میں پانی لینے پر جھگڑا ہو گیا، اس پر عبداللہ بن اُبی نے خوب ہوا دی۔لیکن آپ ﷺ نے حکمت عملی سے حالات پر قابو پالیا اور منافقین کے سردار کو معاف کر دیا۔آپ ﷺ نے مدینہ واپسی پر بنوالمصطلق کے سردار حارث کی بیٹی حضرت جویریہؓ سے نکاح کرلیا۔اس نکاح کا یہ اثر ہوا کہ صحابہ کرامؓ نے غزوہ مریسیع کے تمام قیدیوں کو رہا کر دیا اور مال غنیمت بھی واپس کر دیا۔

﴿حضرت جویریہؓ کا واقعہ﴾ غزوہ مریسیع سے مدینہ واپسی پر جو لوگ گرفتار ہوئے اُن میں مرد و زن شامل تھے۔حارث بن ابی ضرار جو رئیس عرب تھا، اُن کی بیٹی حضرت جویریہؓ اسیرانِ جنگ میں شامل تھیں۔تمام اسیران جنگ کو لونڈی غلام بنا کر تقسیم کر دیا گیا تھا۔حضرت جویریہؓ ثابتؓ بن قیس کے حصہ میں آئیں۔حضرت جویریہؓ نے اس خواہش کا اظہار کیا کہ مجھ سے کچھ رقم لے کر چھوڑ دو۔حضرت ثابتؓ نے یہ منظور کرلیا۔لیکن حضرت جویریہؓ کے پاس رقم نہ تھی، وہ رقم کے حصول کی خاطر آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں تو حضرت عائشہؓ وہاں موجود تھیں۔ابن اسحٰق نے حضرت عائشہؓ کی زبانی روایت کی کہ چونکہ جویریہؓ نہایت شیریں ادا تھیں میں نے اُنہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس دیکھا تو میں سمجھی کہ آنحضرت ﷺ پر بھی اُن کے حسن و جمال کا وہی اثر ہوگا جو مجھ پر ہوا۔اُنہوں نے آنحضرت ﷺ کے پاس اپنی درخواست پیش کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اس سے بہتر برتاؤ تمہارے ساتھ کیا جائے تو قبول کرلو گی۔اُنہوں نے سوال کیا ''وہ کیا'' آپ ﷺ نے فرمایا میں تمہاری طرف سے رقم ادا کر دوں گا اور تمہیں اپنی زوجیت میں لے لوں گا۔حضرت جویریہؓ نے عرض کی کہ میں نے یہ منظور کیا۔آپ حضور ﷺ نے رقم ادا کر کے آپؓ سے نکاح فرمالیا۔

ابن اسحٰق کی روایت جو ابن ہشام اور ابوداؤد میں ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد حارث رئیس عرب تھے، حضرت جویریہؓ جب گرفتار ہوئیں تو حارث آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری بیٹی کنیز نہیں بن سکتی، میری شان اس سے بالاتر ہے۔آپ (ﷺ) اس کو آزاد کر دیں۔آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بہتر نہ ہوگا کہ یہ معاملہ جویریہؓ پر چھوڑ دیا جائے۔حارث نے جا کر یہ بات جویریہ سے کہی، حضرت جویریہؓ نے کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں رہنا پسند کرتی ہوں۔چنانچہ آنحضرت ﷺ نے اُن سے نکاح کرلیا۔حافظ ابن حجر سے روایت ہے کہ حضرت جویریہؓ کے والد نے زرِ فدیہ ادا کر کے اُنہیں آزاد کروالیا تھا۔پھر حضور نبی کریم ﷺ نے اُن سے نکاح کرلیا۔آپ حضور ﷺ کا نکاح حضرت جویریہؓ کے ساتھ ہونے کے بعد تمام اسیران جنگ کو جو صحابہؓ کے حصے میں آئے تھے، دفعتاً رہا کر دیئے گئے۔

﴿حضرت ریحانہؓ کا واقعہ﴾ یہ بات بہت سے لکھنے والوں نے لکھی کہ حضرت ریحانہؓ کا تعلق بنی قریظہ سے تھا، جب بنی قریظہ کے مرد و زن کو قیدی بنایا گیا تو اُن میں ایک یہودی عورت جس کا نام ریحانہ تھا، حرم پاک

Marfat.com

میں داخل ہونے کا لکھا۔ایسی جس قدر روایتیں ہیں وہ واقدی یا ابن اسحاق نے تحریر کیں،لیکن واقدی نے واضح بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ نے ان سے نکاح کیا،ابن سعد نے واقدی کی جو روایات نقل کیں اس میں خود حضرت ریحانہؓ کے الفاظ نقل کیے ہیں وہ یہ ہیں:''پھر آنحضرت ﷺ نے مجھ کو آزاد کر دیا اور مجھ سے نکاح کر لیا۔'' حافظ ابن حجر نے''اصابہ'' میں اور محمد بن الحسن کی''تاریخ مدینہ'' سے جو نقل کی ہے اس کے یہ الفاظ ہیں:''اور ریحانہ قریظہ حضور نبی پاک ﷺ کی زوجہ تھیں اور ان کے مکان کے اندر رہتی تھیں۔'' حافظ ابن مندہ کی کتاب طبقات ابن الحابہ جو محدثین کا ماخذ ہے اس میں یہ الفاظ ہیں:

''ریحانہ کو گرفتار کیا اور پھر آزاد کر دیا تو وہ اپنے خاندان میں چلی گئیں اور پردہ نشین ہو کر رہیں اور اگر مان لیا جائے تو بھی منکوحات میں سے تھیں کنیز نہ تھیں۔

غزوہ احزاب حزب کے معنی فوج اور احزاب اس کی جمع ہے۔عرب کے مختلف قبائل کی متحدہ فوج نے اسلام کی قوت سے ٹکر لینے کا فیصلہ کیا اس لیے اس جنگ کو غزوہ احزاب کہا جاتا ہے،اسی جنگ کا ایک اور نام جنگ خندق بھی ہے کیونکہ مسلمانوں نے تاریخ عرب میں پہلی بار مدینہ منورہ کی حفاظت کے لیے خندق کھودی تھی۔جنگ خندق کی چند وجوہات یہ تھیں:

کفر و اسلام کی باہمی دشمنی کا جو سلسلہ بدر کی جنگ سے شروع ہوا تھا،جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تھی،جبکہ جنگ اُحد کا کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا حالانکہ مسلمانوں کا زیادہ نقصان ہوا لیکن میدان جنگ سے لشکر کفار بھاگ گیا،جبکہ مسلمان میدان اُحد میں جنگ ختم ہونے کے بعد بھی کئی دن تک وہاں رہے۔مزید یہ کہ ابوسفیان نے بدر کے مقام پر دوبارہ مقابلہ کرنے کا اعلان بھی کیا تھا لیکن جب مسلمان مقابلہ کے لیے آئے تو وہ خوف زدہ ہو کر واپس چلا گیا۔اس دوران وہ جنگ کی تیاریوں میں مصروف رہا۔آخر کار جنگ خندق میں سامنے آیا۔

جنگ اُحد کے بعد بعض عرب قبائل کی کافی حوصلہ افزائی ہوئی تو اُنہوں نے اسلام دشمن سرگرمیوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینا شروع کر دیا۔اس دوران کئی غزوات پیش آئے،لیکن ان میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔یہ تمام قبائل مسلمانوں سے انتقام لینا چاہتے تھے۔اس لیے مشترکہ مقصد کے حصول کی خاطر وہ ابوسفیان کے جھنڈے تلے جمع ہو گئے۔

ان وجوہات کے علاوہ ایک اہم وجہ یہ بھی تھی کہ قریش کی اقتصادی ناکہ بندی مکمل ہو چکی تھی۔جنگ بدر کی فتح سے قریش کا تجارتی راستہ ملک شام کی آمد و رفت کے لیے بند ہو چکا تھا۔جبکہ براستہ عراق ایک طویل سفر تھا۔مسلمانوں نے نجد اور دومۃ الجندل کے علاقے کو اپنے زیر اثر لے لیا تھا۔عملی طور پر قریش کی اقتصادی حالت زوال پذیر ہونا شروع ہو گئی تھی۔

مسلمانوں نے عربوں کا قدیم ذریعہ معاش ڈاکہ زنی اور لوٹ کھسوٹ کی سخت مخالفت کی تھی،اس کے علاوہ یہودی قبائل بنو قینقاع اور بنو نضیر کو مکمل طور پر جلا وطن کر دیا گیا تھا۔یہودیوں کا ایک وفد مکہ گیا جس نے قریش مکہ کو اپنے پورے تعاون کا یقین دلایا۔بنو غطفان بھی مسلمانان اسلام کے خلاف تھے۔یہ قبیلہ بہت طاقتور اور یہودِ خیبر کا قدیم حلیف تھا۔روسائے یہود بنو غطفان کے ہاں گئے اور یہ وعدہ کیا کہ وہ خیبر کے محاصل کا نصف اُنہیں دیا کریں گے۔اس لالچ میں

Marfat.com

بنوغطفان بھی مسلمانوں کے خلاف صف آراء ہو گئے۔

کفار نے اپنے اپنے حلیفوں کو خطوط لکھے تا کہ وہ بھی ان کے ساتھ مل جائیں۔ بنوسعد جو پہلے ہی بنوغطفان کے حلیف تھے وہ لڑائی کے لیے مسلمانوں کے خلاف تیار ہو گئے۔ چونکہ بنوسلیم اور قریش کی رشتہ داری تھی اس لیے وہ بھی فوجیں لے آئے۔ بنوسعد اور یہود کے تعلقات بھی تھے اس لیے یہود نے انہیں بھی (بنوسعد) کو اپنے ساتھ ملا لیا۔ اس لشکر کی تشکیل میں تین فوجیں جو مستقل طور پر بنائی گئی تھیں۔ ابوسفیان کو اس لشکر کا سپہ سالار اعلیٰ مقرر کیا گیا۔ ایک روایت کے مطابق اس لشکر کی تعداد ۲۴۰۰۰ ہزار بتائی گئی، جبکہ قرآن مجید کے مطابق اس لشکر میں ۱۲۰۰۰ کی نفری تھی جو اٹل ہے۔

﴿صحابہؓ سے مشورہ﴾ کفار کی تیاری کی خبر آنحضرت ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے صحابہ کرامؓ سے مشورہ کے لیے اجلاس مسجد نبوی میں طلب فرمایا۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے تجویز پیش کی کہ کھلے میدان میں لڑنا خلاف مصلحت ہے، مدینہ اور دشمن کے درمیان ایک خندق کھود کر مقابلہ کرنا چاہیے۔ اتفاق رائے سے یہ تجویز منظور ہوئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے مستورات اور بچوں کو شہر کے محفوظ قلعوں میں منتقل کر دیا۔

﴿خندق کی کھدائی﴾ حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز کو عملی جامہ پہنانے کے لیے حضور نبی کریم ﷺ نے حکم جاری فرمایا۔ چنانچہ بذات شریف ۳۰۰۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ شامی اطراف میں سلع کی پہاڑی کے پس پشت خندق کھود دی، اس لیے اس غزوہ کو غزوہ خندق بھی کہا گیا۔ آپ ﷺ نے خندق کی کھدائی میں خود بھی حصہ لیا۔ دس دس صحابہؓ کی جماعت کو دس دس گز زمین تقسیم کی۔ یہ خندق کوہ سلع کے مغربی کنارے سے نصف دائرہ بناتی ہوئی مل گئی۔ اس خندق کی لمبائی ساڑھے تین میل سے زیادہ تھی جو ۱۵ فٹ گہری اور ۱۵ فٹ ہی چوڑی تھی۔ درمیان میں کئی پہاڑیاں بھی آئیں، جن پر حفاظتی چوکیاں قائم کی گئیں تھیں۔ نامساعد حالات کے باوجود اس خندق کی کھدائی کا کام صرف ۲۰ دن میں مکمل ہوا۔

﴿خندق کی کھدائی کے اہم واقعات﴾ آپ ﷺ نے مدینہ پر مشرکین عرب کے اجتماعی حملہ کی خبر پا کر مجلس مشاورت کا اہم اجلاس طلب فرمایا۔ شوریٰ نے غور غوض کے بعد حضرت سلمان فارسیؓ کی تجویز سے سب نے اتفاق کیا انہوں نے اپنی تجویز کو ان الفاظ سے سجایا تھا: ''اے اللہ کے رسول ﷺ! جب ہمارا محاصرہ کیا جایا کرتا تھا تو ہم اپنے گرد خندق کھود لیا کرتے تھے۔'' یہ ایک بڑی باہمت دفاعی تجویز تھی۔ قبل ازیں عرب کے لوگ اس سے ناآشنا تھے۔ اس تجویز پر فوراً عمل درآمد شروع کر دیا گیا۔ ۱۰ مسلمانوں کو چالیس ہاتھ جگہ خندق کھودنے کے لیے دی گئی۔ آپ ﷺ نے اس کی ترغیب جس طرح دی وہ عملاً پوری طرح کام میں شرکت سے ہوئی۔ حضرت سہیلؓ بن سعد سے مروی ہے کہ ہم لوگ آپ ﷺ کے ساتھ خندق میں تھے لوگ کھدائی کر رہے تھے اور ہم مٹی ڈھو رہے تھے۔ اسی اثناء میں رسول کریم ﷺ نے فرمایا، ترجمہ ہے:

''اے اللہ! زندگی تو بس آخرت کی زندگی ہے، پس انصار اور مہاجرین کو بخش دے۔''

انصار اور مہاجرین نے اس کے جواب میں عرض کیا جس کا ترجمہ ہے: ''ہم وہ ہیں کہ ہم نے ہمیشہ کے لیے جب تک کہ باقی رہیں، محمد ﷺ سے جہاد پر بیعت کی ہے۔''

Marfat.com

حضرت براءؓ بن عازب سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ خندق سے مٹی ڈھو رہے تھے، یہاں تک کہ غبار نے آپ ﷺ کے جسم اطہر کی جلد ڈھانپ دی تھی۔ مسلمان نہایت گرم جوشی سے خندق کی کھدائی کا کام کر رہے تھے۔ خندق کی کھدائی کے دوران جو غیر معمولی واقعات پیش آئے ملاحظہ ہوں چند ایسے ہی واقعات:

☆......حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ اہل خندق کے پاس دو مٹھی جو لائے جاتے، اُن میں چکنائی کی بو ہوتی، حلق سے اُتارنے میں انتہائی دشوار ہوا کرتی تھی۔

☆......حضرت ابو طلحہؓ نے کہا کہ ہم نے آپ ﷺ سے بھوک کا شکوہ کیا اور اپنے پیٹ کے ساتھ ایک ایک پتھر بندھا ہوا دکھایا۔ تو آپ ﷺ نے اپنے شکم مبارک سے کرتا اُٹھا کر دکھایا تو آپ ﷺ کے شکم مبارک سے دو پتھر بندھے ہوئے تھے۔

☆......خندق کی کھدائی کے دوران نبوت کی نشانیاں بھی جلوہ افروز ہوئیں۔ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک پر بھوک کے آثار دیکھے تو بکری کا ایک بچہ ذبح کر دیا اور اُن کی بیوی نے ایک صاع یعنی ساڑھے تین سیر آٹا پیسا، پھر حضرت جابرؓ نے علیحدگی میں آپ ﷺ سے عرض کی کہ آپ ﷺ اپنے چند ساتھیوں کے ساتھ تشریف لائیں اور ماحضر تناول فرمائیں۔ آپ ﷺ نے تمام اہل خندق کو جن کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی، سب کو دعوت طعام دی، سب نے شکم سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بھی گوشت کی ہنڈی اپنی حالت میں برقرار رہی اور بھری کی بھری جوش مارتی رہی۔ اسی طرح گوندھا ہوا آٹا بھی برقرار رہا۔

☆......حضرت نعمانؓ کی بہن دو مٹھی کھجور لے کر آئیں تا کہ اپنے بھائی اور ماموں کو کھجوریں کھلائیں، وہ آپ ﷺ کے پاس سے گزریں تو آپ ﷺ نے وہ کھجوریں اُن سے لے لیں اور ایک کپڑا بچھا کر اُس پر کھجوریں بکھیر دیں، پھر اہل خندق کو دعوت دی وہ کھجوریں کھانے لگے تو کھجوروں میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ سب نے کھجوریں سیر ہو کر کھائیں لیکن ختم نہ ہوئیں بلکہ کپڑے کے کناروں سے باہر گرتی رہیں۔

☆......حضرت جابرؓ نے بیان کیا کہ خندق کی کھدائی کے دوران ایک چٹان نما ٹکڑا آڑے آ گیا، لوگوں نے عرض کی کہ کھدائی میں یہ چٹان کا ٹکڑا حائل ہو گیا ہے۔ اُس وقت ہم تین دن سے بھوکے تھے، آپ ﷺ کے شکم مبارک سے پتھر بندھا ہوا تھا۔ ایسے میں آپ ﷺ نے اُس چٹان پر کدال ماری تو وہ چٹان نما ٹکڑا بُھر بُھری مٹی میں تبدیل ہو گیا۔

☆......حضرت براءؓ نے بیان کیا کہ کھدائی کے دوران ایک سخت چٹان آ پڑی اُس پر کدال مارنے سے وہ کدال اُچٹ جاتی۔ ہم نے آپ ﷺ سے عرض کی تو آپ ﷺ تشریف لائے کدال لی اور بسم اللہ کہہ کر ایک ضرب لگائی (تو ایک ٹکڑا ٹوٹ گیا) اور فرمایا، اللہ اکبر! مجھے ملک شام کی کنجیاں دی گئیں ہیں۔ واللہ! میں اِس وقت وہاں کے سرخ محلوں کو دیکھ رہا ہوں۔ پھر دوسری ضرب لگائی تو ایک دوسرا ٹکڑا ٹوٹ گیا اور فرمایا، اللہ اکبر! مجھے فارس دیا گیا

Marfat.com

ہے۔ واللہ! میں اس وقت مدائین کا سفید محل دیکھ رہا ہوں۔ پھر تیسری ضرب لگائی تو فرمایا، بسم اللہ، باقی ماندہ چٹان بھی کٹ گئی۔ پھر فرمایا، اللہ اکبر! مجھے یمن کی کنجیاں دی گئیں ہیں، واللہ! میں اس جگہ سے صنعاء کے پھاٹک دیکھ رہا ہوں۔ (سنن نسائی، مسند احمد)

﴿مدینہ کا محاصرہ﴾ ابوسفیان کا لشکر جرار مدینہ پہنچ گیا تو کوئی مدمقابل نہ پایا، جوش وخروش سے مدینہ پر دھاوا بول دیا۔ لیکن غیر متوقع طور پر خندق دیکھ کر اس کے اُٹھے ہوئے قدم اچانک رُک گئے۔ دشمن کی فوج حیران رہ گئی اور اُنہوں نے مدینہ کا محاصرہ کرلیا اور خیال کیا کہ شہر کی مکمل ناکہ بندی سے مسلمان فاقوں مرنے لگیں گے تو خود بخود ہتھیار ڈال دیں گے۔ مدینہ میں فی الواقع غذائی قلت بھی تھی۔ اس کے باوجود یہ محاصرہ ۲۷ دن تک جاری رہا۔ اہل مدینہ کو مصائب اور خوف کا سامنا تھا۔ اس لیے ۳۰۰۰ ہزار صحابہؓ کے چھوٹے چھوٹے دستے مختلف مقامات پر باری باری متعین کیے جاتے رہے۔

دوسری طرف کفار نے یہ ترکیب اختیار کی کہ عرب کے مشہور جرنیلوں کا ایک ایک دن مقرر کر دیا کہ ہر جرنیل کو پورا دن فوج کو لڑانا ہوگا مگر خندق عبور کرنا محال تھا۔ اس لیے کوئی بھی جرنیل کامیاب نہ ہوسکا۔ ایک دن کفار کی ساری فوج نے متحد ہو کر ایک ہی وقت میں حملہ کر دیا اور وہ مقام جہاں سے خندق کی چوڑائی کم تھی وہاں سے عرب کے مشہور جرنیل عمرو بن عبدوَدّ، ضرار، جبیرہ اور نوفل خندق عبور کرنے میں کامیاب ہوگئے۔

﴿مبارزطلبی﴾ کفار کی طرف سے سب سے پہلے ۹۰ سالہ عمرو بن عبدوَدّ (قریش کے ہاں اس کی بہادری کے چرچے عام تھے، اس اکیلے کو ہزار پر بھاری سمجھا جاتا تھا۔) نے مبارزطلبی کی تو حضرت علیؓ نے اس کی مبارزت کا جواب دیا۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے حضرت علیؓ کو تلوار عطا فرمائی اور سر پر عمامہ باندھا۔ حضرت علیؓ آگے بڑھے اور تلوار کے ایک ہی وار سے عمرو کا کام تمام کر دیا۔ ذوالفقار حیدری کے حرکت میں آنے سے جرنیل ضرار اور جبیرہ کو بھی مہنگا پڑا، جبکہ نوفل بھاگتا ہوا خندق میں گر پڑا تو وہیں اس کو قتل کر دیا گیا۔ گھمسان کا رَن پڑا، تمام دن دونوں طرف سے تیروں اور پتھروں کی بارش ہوتی رہی۔ اس دن حضور ﷺ کی چار نمازیں قضاء ہوئیں، یہ ۲۳ ذیقعد کا دن تھا۔

مسلمان یہود کی طرف سے بہت پریشان تھے وہ یہ کہ یہودیوں کا قبیلہ بنو قریظہ مدینہ میں آباد تھا۔ دوران محاصرہ بنو نضیر کا سردار حیّی بن اخطب بنو قریظہ کے پاس گیا اور اُنہیں اپنے ساتھ ملانے میں کامیاب ہوگیا۔ نبی کریم ﷺ نے ایک دستہ بنو قریظہ کے رہائشی علاقہ پر تعینات فرما دیا تھا۔ یہودیوں نے ایک کمینہ حرکت یہ کی کہ جن قلعوں میں مسلمان خواتین اور ان کے بچوں کو رکھا گیا تھا، یہودیوں نے وہاں ایک شخص کو حالات معلوم کرنے کے لیے بھیجا، اس شخص کو آپ ﷺ کی پھوپھی محترمہ حضرت صفیہؓ نے دیکھ لیا اور خیمہ کی ایک طناب سے اُس شخص کا سر پھوڑ دیا اور اس کا سرتن سے جدا کر کے قلعہ کے باہر پھینک دیا۔ اس جاسوس کی لاش کو قلعہ سے گرتے ہوئے دیکھ کر یہود میں خوف پھیل گیا۔ وہ یہ سمجھے کہ قلعہ میں مسلمانوں کی فوج موجود ہے۔

Marfat.com

﴿جنگی حکمت عملی﴾ یہاں مسلمانوں نے ایک جنگی چال چلی اور دشمنوں میں پھوٹ ڈال دی۔ ہوا یوں کہ بنوغطفان کے ایک رئیس نعیم ایمان لے آئے تھے۔ لیکن اُن کے قبیلے اور کفار کو اس کی خبر نہ تھی۔ رئیس نعیم نے بنو قریظہ سے کہا کہ قریش واپسی کا ارادہ رکھتے ہیں جب تک وہ کچھ آدمی یرغمال کے طور پر تمہیں نہ دیں تو ان کا ساتھ نہ دینا۔ دوسری طرف نعیم نے قریش سے کہا کہ بنو قریظہ کو تم پر اعتماد نہیں اس لیے وہ یرغمال طلب کر رہے ہیں۔ نتیجتاً قریش اور یہود میں پھوٹ پڑ گئی اور باہمی اعتماد جاتا رہا۔

﴿جنگ کا آخری دِن﴾ دورانِ محاصرہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ایک شب زور کی آندھی چلی کفار کے خیموں کی طنابیں اُکھڑ گئیں، دیگیں اُلٹ گئیں، سامان رسد اور برتن مٹی سے بھر گئے، بادل کی کڑک اور طوفانی بارش نے دشمن کی مایوس فوج پر خوف و ہراس طاری کر دیا۔ صبح ہونے سے پہلے ہی ابوسفیان کی فوج نے واپسی کا طبل بجا دیا۔ بنوغطفان بھی چل پڑے، آن کی آن میں دشمن کی فوجیں مدینہ کے اُفق سے غائب ہوگئیں۔ اس جنگ میں ۶ مسلمان اور ۱۰ قریش مارے گئے۔

غزوہ خندق میں قبیلہ اوس کے سردار سعد بن معاذؓ کی رگ اکحل تیر لگنے سے کٹ گئی، مسجد نبویؐ میں حضرت رفیدہ انصاریہؓ کا خیمہ تھا وہ زخمیوں کی مرہم پٹی کرتی رہیں۔ حضور ﷺ نے حضرت سعدؓ کو علاج کے لیے اُسی خیمہ میں بھیج دیا، مگر وہ زخم سے جانبر نہ ہو سکے اور ایک ماہ کے بعد انتقال کر گئے۔ اُن کی شہادت سے قبیلہ اوس کو بڑا نقصان برداشت کرنا پڑا۔

﴿ناکامی کے اسباب﴾ کفار کی ناکامی کے اسباب کچھ بھی بیان کیے جائیں لیکن کفار کی اس ناکامی میں اللہ تعالیٰ کی حکمت تھی۔ غزوہ خندق میں مخالفین کی شکست کی اہم وجہ خندق کی کھدائی تھی، یہ حسن تدبیر شہر مدینہ کو بچانے میں کامیاب رہی۔ دوسرے موسم کی بے اعتدالی نے کفار کی اُمنگوں پر پانی پھیر دیا۔ موسم ایک ماہ تک مسلسل خراب رہا۔ ابوسفیان کی فوج میدان میں خیمہ زن تھی، موسمی حالات نے فوج کو بددل کر دیا تھا اور سپاہی تنگ آ چکے تھے، قدرت نے اتنا شدید طوفان بادو باراں بھیجا کہ کفار کی کمر ٹوٹ گئی اور طبلِ واپسی بج گیا۔ مورخین نے لشکر کفار کی تعداد چوبیس ہزار بتائی جن کے قیام وطعام وغیرہ کا انتظام کوئی آسان کام نہ تھا۔ بدنظمی رہن سہن اور خوراک کی کمی بھی شکست کا موجب بنی۔ قریش قدیم دستور کے مطابق مقدس مہینوں میں جنگ وجدل سے اجتناب کرتے تھے۔ اس لیے وہ جنگ جاری نہ رکھ سکے۔ حملہ آور فوج چوں چوں کا مربہ تھی، جس میں قریش مکہ کے علاوہ مختلف النوع عناصر موجود تھے۔ اُنہیں ایک دوسرے پر اعتماد نہ تھا اور ہم آہنگی کا بھی فقدان تھا۔ رئیس نعیم غطفانی نے ان کی شکست میں اہم کردار ادا کیا۔ سب سے اہم اور لازوال کردار خدائے واحد کی جانب سے ہوا، سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۹ اور ۱۰ میں فرمایا، ترجمہ ہے: ''مومنو! خدا کی اس مہربانی کو یاد کرو جب اس نے تم پر اس وقت کی، جب فوجیں تم پر حملہ کرنے کو آئیں، تو ہم نے ان پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر نازل کیے جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے اور جو کام تم کرتے ہو خدا ان کو دیکھ رہا ہے، جب وہ تمہارے اُوپر اور نیچے کی طرف سے تم پر چڑھ آئے اور جب آنکھیں پھر گئیں اور دل مارے دہشت کے گلوں تک پہنچ گئے اور تم خدا کی نسبت طرح طرح کے گمان کرنے لگے۔''

سورۃ مبارکہ میں جنگ خندق کے متعلق تفصیلاً بیان ملا جس کی وضاحت یوں کی گئی: ہجرت کے چوتھے برس یہود

Marfat.com

بنو نضیر جو مدینے سے نکالے گئے، وہ ہر قوم میں پھرے قریش، غطفان اور بنو قریظہ کو جو مدینے کے گرد و نواح میں جمع تھے۔ ان کی تعداد تقریباً ۱۲۰۰۰ ہزار تھی جبکہ مسلمان کم تھے صرف ۳۰۰۰ ہزار۔ مدینہ سے باہر خندق کھودی گئی جب فوجیں آئیں دُور دُور سے لڑتی رہیں، قریب ایک مہینہ تک۔ اللہ تعالیٰ نے ایک رات تند ہُوا بھیجی کافروں کی آگیں بجھ گئیں، بھوکے رہے اور نیچے گر پڑے، گھوڑے چھوٹ گئے سب لشکر برباد ہوا، ناچار اُٹھ کر چلے گئے۔ جاڑے کے موسم میں اناج کی تنگی اور لڑائی لڑنی اور خندق کھودنی، اِرد گرد سب مخالف، منافق دل کی باتیں بولنے لگے اور مومن ثابت قدم رہے۔ کفار کی تعداد میں اختلاف ہے مؤرخین نے ان کی تعداد ۲۴ ہزار بتائی جبکہ قرآن پاک کی تشریحات کے مطابق تعداد ۱۲ ہزار تھی۔ قرآن میں لشکر کفار کی تعداد جو بیان کی گئی وہ حتمی اور قطعی ہے۔ مورخین کی بات قرآنی فرمان کے سامنے کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ پس اُن کی بتائی ہوئی تعداد صحیح نہیں۔ کفار کی ناکامی میں دنیاداری کے لحاظ سے بہت سی اور بھی وجوہات بیان کی جاسکتی ہیں، لیکن درحقیقت یہ اللہ کی مرضی تھی۔

جنگ خندق کی اہمیت اس جنگ کے دُوررس اثرات نمایاں ہوئے۔ جیسے کفار نے ہجرت کے بعد مسلمانوں کے خلاف جارحانہ اقدامات کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ جنگ خندق کی شکست نے کفار کے حوصلے پست کر دیئے، پھر وہ کبھی مرکز اِسلام پر حملہ نہ کر سکے۔ اِسلامی نقطہ نظر سے یہ ایک عظیم فتح تھی، اسلام نے عرب کی متحدہ طاقت کو مفلوج کر کے رکھ دیا۔ پھر سارے عرب میں اسلام کی دھاک بیٹھ گئی تو ترقی کے راستے کھلنے لگے۔ اس جنگ کے ہی اثرات تھے کہ بہت قلیل عرصہ میں مکہ معظمہ فتح ہوا۔ یہ اسی جنگ کا نتیجہ تھا کہ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کی غداری اور وعدہ شکنی کا راز اَفشاں ہوا۔ چنانچہ جنگ کے خاتمہ کے فوراً بعد اس قبیلے کا محاصرہ کیا گیا، جو ایک ماہ تک جاری رہا، جس کی تفصیل آگے بیان کی گئی ہے۔ غزوہ خندق صحیح ترین قول کے مطابق شوال ۵ ہجری میں پیش آیا۔ مشرکین نے تقریباً ایک ماہ تک مدینہ کا محاصرہ کیے رکھا۔ دراصل محاصرے کا آغاز ماہِ شوال میں ہوا اور خاتمہ ذیقعد میں۔ ابن سعد نے بیان کیا کہ آپ ﷺ جس روز خندق سے واپس ہوئے بدھ کا دن تھا اور ذیقعد کے ختم ہونے میں ۷ دن باقی تھے۔

غزوہ بنو قریظہ رسول کریم ﷺ غزوہ خندق سے فارغ ہو کر قیام گاہ حضرت اُم سلمہؓ میں تشریف لائے اور غسل فرمایا، حضرت جبرائیلؑ بھی تشریف لے آئے اور اللہ تعالیٰ کا حکم سنایا: '' کیا آپ (ﷺ) نے ہتھیار رکھ دیئے ہیں، حالانکہ اَبھی فرشتوں نے ہتھیار نہیں رکھے، اور میں بھی قریش کا تعاقب کر کے بس واپس چلا آرہا ہوں، اُٹھیے! اور اپنے ساتھیوں کو لے کر بنو قریظہ کا رُخ کیجیے میں آگے آگے جارہا ہوں اُن کے قلعوں میں زلزلہ برپا کر دوں گا اور ان کے دِلوں میں رُعب و دہشت ڈال دوں گا۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے مدینہ میں منادی مشتہری کرادی کہ جو شخص سماع و طاعت پر قائم ہے وہ نماز عصر بنو قریظہ ہی میں پڑھے گا، مدینے کے منتظم اعلیٰ حضرت اُم مکتومؓ کو مقرر فرمایا اور حضرت علیؓ کو علم عطا فرمایا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قریظہ میں ''انا'' کنویں پر نزول فرمایا۔ نماز عصر کا وقت آگیا تو بعض نے راستہ ہی میں اور بعض نے قریظہ پہنچ

Marfat.com

کر عشاء کی نماز کے ساتھ عصر کی نماز بھی ادا کی۔ یہ قضیہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ ﷺ نے کسی کو بھی کچھ نہیں کہا۔

اسلامی لشکر قریظہ پہنچا تو یہودیوں کے قلعوں کا محاصرہ کرلیا۔ اسلامی لشکر میں ۳۰۰۰ ہزار کی جمعیت اور ۳۰ گھوڑے تھے۔ محاصرے نے شدت اختیار کی تو یہودیوں کے سردار کعب بن اسد نے اپنی قوم کو تین متبادل تجویزیں پیش کیں: (۱) یہ کہ حضرت محمد ﷺ واقعی ہی نبی اور رسول ہیں اور یہ وہی ہیں جنہیں تم اپنی کتاب میں پاتے ہو (۲) اپنے بیوی بچوں کو خود قتل کر کے تلوار سونت لیں طاقت سے مقابلہ کریں فتح ہو یا سب مارے جائیں (۳) ہفتہ کے دن اسلامی لشکر کو دھوکہ دے کر اُن پر پل پڑیں، ان تجاویز میں سے کسی یہودی نے کوئی بھی تجویز نہ مانی۔

ایسے میں یہودیوں نے آپ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ اپنے بندے ابولبابہؓ کو ہمارے پاس بھیج دیں۔ اور یہ کہ ہم اُن سے مشورہ کے خواہاں ہیں۔ ابولبابہؓ اُن کے حلیف تھے۔ اس علاقہ میں ان کے باغات بھی تھے اور آل اولاد بھی وہاں رہتی تھی۔ ابولبابہؓ کو دیکھ کر یہودی ان کے گرد جمع ہو گئے اور کہا کہ کیا ہم محمد (ﷺ) کے فیصلہ پر ہتھیار ڈال دیں۔ اُنہوں نے فرمایا، ہاں! لیکن ساتھ ہی ہاتھ سے حلق کی طرف اشارہ بھی کیا، بالفاظ دیگر کہ ہلاک کر دیئے جاؤ گے۔ پھر ابولبابہؓ کو اللہ اور اس رسول ﷺ کے خلاف خیانت کا احساس ہوا تو وہ سیدھے مسجد نبویؐ میں چلے گئے اور اپنے آپ کو مسجد کے ایک ستون سے باندھ لیا اور قسم کھائی کہ اب اُنہیں رسول اللہ ﷺ ہی اپنے دست مبارک سے کھولیں گے۔ اور یہ کہ وہ پھر کبھی بنو قریظہ کی زمین میں داخل نہیں ہوں گے۔ ابولبابہؓ سے متعلق آپ ﷺ کو اطلاع ملی تو فرمایا: ''اگر وہ میرے پاس آ گئے ہوتے تو میں اُن کے لیے بخشش کی دعا کر دیتا، لیکن جب وہ خود ہی یہ کام کر بیٹھے ہیں تو اب میں بھی انہیں ان کی جگہ سے کھول نہیں سکتا۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُن کی توبہ قبول فرمالے۔''

بنو قریظہ نے یہ فیصلہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے ہتھیار ڈال دیں اور اُن کا فیصلہ تسلیم کرلیں۔ یہ ایک اعصابی جنگ تھی، وہ اللہ کے حکم سے مرعوب ہو چکے تھے۔ اس دوران حضرت علیؓ اور حضرت زبیرؓ بن عوام نے پیش قدمی فرمائی پھر حضرت علیؓ نے گرج کر یہ اعلان کیا کہ ایمان کے فوجیو! خدا کی قسم اب میں بھی یا تو وہی چکھوں گا جو حضرت حمزہؓ نے چکھا تھا، یا یہود کا قلعہ فتح کر کے رہوں گا۔ حضرت علیؓ کا یہ اعلان سن کر بنو قریظہ نے اپنے آپ کو رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔ اور عرض کی کہ جو فیصلہ آپ ﷺ مناسب خیال فرمائیں کریں۔ اس مرحلہ پر محمدؓ بن مسلمہ انصاری کی تحویل میں تمام یہودیوں کو دے دیا گیا۔ مردوں کے ہاتھ باندھ دیئے اور عورتوں اور بچوں کو اُن سے الگ کر دیا گیا۔

قبیلہ اوس کے کچھ لوگ آپ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض پرداز ہوئے کہ یہ ہمارے حلیف ہیں لہٰذا اُن پر احسان فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم اس پر راضی نہیں کہ اُن کے متعلق آپ ہی کا ایک آدمی فیصلہ کرے؟ اُنہوں نے کہا کیوں نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا تو یہ معاملہ سعدؓ بن معاذ کے حوالے ہے۔ اوس کے لوگوں نے کہا ہم اس پر راضی ہیں۔

حضرت سعدؓ بن معاذ جنگ خندق میں زخمی ہو گئے تھے جس کے باعث وہ مدینہ ہی میں تھے۔ اُنہیں مدینہ سے

Marfat.com

بنو قریظہ میں لایا گیا، لوگوں نے حسن سلوک کا واویلہ مچایا تو سعدؓ خاموش رہے، جب اُنہوں نے گزارش کی بھرمار کر دی تو سعدؓ بن معاذ بولے: ''اب وقت آ گیا ہے کہ سعدؓ کو اللہ کے بارے میں کسی ملامت گر کی پرواہ نہ ہو'' یہ سن کر کچھ لوگ اسی وقت مدینہ واپس آ گئے اور قیدیوں کی موت کی خبر پھیلا دی۔

سعدؓ بن معاذ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا: ''اپنے سردار کے استقبال کے لیے کھڑے ہو جاؤ'' پھر سب سردار کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے سعدؓ! یہ لوگ تمہارے فیصلے پر اُترے ہیں۔'' حضرت سعدؓ نے کہا، کیا میرا فیصلہ اُن پر نافذ ہوگا، لوگوں نے کہا جی ہاں، سعدؓ نے پوچھا کیا مسلمانوں پر بھی؟ لوگوں نے کہا جی ہاں۔ اُنہوں نے پھر سوال کیا کہ اُن پر بھی جو یہاں ہیں، اُن کا یہ اشارہ حضور نبی کریم ﷺ کے متعلق تھا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا، جی ہاں، مجھ پر بھی۔ پھر سعدؓ بن معاذ نے فیصلہ سنایا کہ مردوں کو قتل کر دیا جائے اور عورتوں اور بچوں کو قیدی بنا لیا جائے اور اموال تقسیم کر دیئے جائیں۔ فیصلہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تم نے ان کے بارے میں وہی فیصلہ کیا ہے جو سات آسمانوں کے اُوپر سے اللہ تعالیٰ کا فیصلہ ہے۔''

حضرت سعدؓ کا یہ فیصلہ تورات اور انجیل کے مطابق انتہائی عدل و انصاف پر مبنی تھا، کیونکہ اُنہوں نے ابتدائی دور میں جو موت و حیات کے نازک ترین لمحات تھے جو خطرناک بدعہدی کی تھی اس کے علاوہ اب اُنہوں نے مسلمانوں کو ختم کرنے کے لیے ۱۵۰۰ تلواریں، ۲۰۰۰ ہزار نیزے، ۳۰۰ زرہیں، ۵۰۰ ڈھالیں جمع کر رکھی تھیں۔ یہ سب فتح کے بعد مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئیں۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم کے مطابق بنو نجار کی ایک خاتون جو حضرت حارثؓ کی بیٹی تھیں تمام قیدیوں کو اُن کے گھر میں قید کر دیا گیا۔ مدینہ کے بازار میں خندقیں کھود دی گئیں، پھر انہیں ایک ایک جماعت کر کے لے جایا گیا ان خندقوں میں اُن کی گردنیں ماری گئیں۔ کعب بن اسد نے پوچھے گئے سوال کا جواب یوں دیا، کیا تم لوگ کسی بھی جگہ سمجھ بوجھ نہیں رکھتے؟ دیکھتے نہیں کہ پکارنے والا رُک نہیں رہا اور جانے والا واپس نہیں آ رہا، یہ خدا کی قسم قتل ہے۔ ان کی تعداد ۷۰۰ بتائی گئی جن کی گردنیں ماری گئیں۔

اس تباہی میں جنگ خندق کا ایک بڑا مجرم بنو نضیر کا شیطان حیی بن اخطب کیفر کردار کو پہنچ گیا۔ وہ اُم المومنین حضرت صفیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا باپ تھا۔ اس شیطان کو جب حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو جو لباس اس نے پہن رکھا تھا اُس نے خود ہی ہر جانب سے پھاڑ لیا تھا تا کہ اُسے مال غنیمت میں شامل نہ کیا جائے۔ اس کے دونوں ہاتھ گردن کے پیچھے رسّی سے بندھے ہوئے تھے۔ اُس نے کہا جو اللہ سے لڑتا ہے وہ مغلوب ہوتا ہے پھر اُس نے لوگوں سے کہا اللہ کے فیصلے میں کوئی حرج نہیں، یہ تو نوشتہ تقدیر ہے اور ایک بڑا قتل ہے جو اللہ نے لکھ دیا تھا بنی اسرائیل پر۔ پھر وہ بیٹھا اور اس کی گردن ماری دی گئی۔

☆...... اس واقعہ میں بنو قریظہ کی ایک عورت کو بھی قتل کیا گیا جس نے حضرت خلادؓ بن سوید پر چکی کا پاٹ گھر کی چھت

Marfat.com

سے گرا کر قتل کر دیا تھا۔

☆ ...... حضرت ثابتؓ بن قیس نے اِلتجا کی کہ زبیر بن باطا اور اُس کے عیال کو اُن کے لیے ہبہ کر دیا جائے۔ دراصل وجہ یہ تھی کہ زبیر کے ثابتؓ پر کچھ احسانات تھے۔ گزارش تو منظور کر لی گئی، زبیر اور اس کے اہل وعیال سب آزاد ہو گئے، لیکن زبیر بن باطا نے یہ آزادی قبول نہ کی اور اپنی قوم کے لیے اپنی جان دے دی لیکن اُس کا بیٹا عبدالرحمٰن زندہ رہا اُس کو شرف صحابیت نصیب ہوا۔

☆ ...... بنو نجار کی ایک خاتون اُم المنذر سلمٰی بنت قیس نے گزارش کی کہ سموأل قرظی کے لڑکے رفاعہ کو اُن کے لیے ہبہ کر دیا جائے۔ اُن کی درخواست منظور ہوئی اور رفاعہ کو اُن کے حوالے کر دیا گیا۔

☆ ...... چند اور افراد نے اسی شب ہتھیار ڈال دیئے اور اسلام قبول کر لیا تھا اُن کے بھی جان ومال بخش دیئے گئے۔

☆ ...... عمرو نامی ایک شخص جس نے بنو قریظہ کی بدعہدی میں شرکت نہ کی تھی وہ رات کے اَوقات میں باہر نکلا اُسے کمانڈر محمدؓ بن مسلمہ نے شناخت کر لیا، لیکن چھوڑ دیا، پھر وہ کہیں چلا گیا۔

☆ ...... بنو قریظہ کے محاصرے میں صرف ایک مسلمان شہید ہوئے جن کا نام خلادؓ بن سوید تھا۔

☆ ...... حضرت عکاشہؓ کے بھائی ابوستان بن محصن نے محاصرے کے دوران وفات پائی۔

☆ ...... حضرت ابولبابہؓ مسلسل چھ رات مسجد نبویؐ کے ستون سے بندھے رہے اُن کی بیوی ہر نماز کے وقت آ کر ان کو کھول دیتی بعد ازاں ادائیگی نماز انہیں ستون کے ساتھ اُسی رَسی سے باندھ دیتی۔ پھر رسول اللہ ﷺ پر اُن کی توبہ کی قبولیت پر حکم نازل ہوا، اُس وقت آپ ﷺ حضرت اُم سلمہؓ کے گھر تشریف فرما تھے۔ حضرت ابولبابہؓ کا بیان ہے کہ حضرت اُم سلمہؓ نے اپنے دروازے میں کھڑے ہو کر مجھ سے کہا اے ابولبابہؓ! خوش ہو جاؤ اللہ نے تمہاری توبہ قبول کر لی۔ یہ سن کر صحابہؓ انہیں کھولنے کے لیے اُچھل پڑے، لیکن اُنہوں نے اِنکار کر دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے سوا اُنہیں اور کوئی نہیں کھولے گا۔ جب حضور نبی کریم ﷺ نماز فجر کے لیے تشریف لائے تو ابولبابہؓ کو آپ ﷺ نے کھول دیا۔

☆ ...... آپ ﷺ نے بنو قریظہ کی عورتوں میں حضرت ریحانہؓ بنت عمرو بن خنافہ کا انتخاب فرمایا۔ ابن اسحاق نے لکھا کہ آپ ﷺ کی حیات میں وہ آپ ﷺ کی ملکیت میں رہیں، لیکن کلبی کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں ۶ ہجری میں آزاد کر دیا تھا اور شادی کر لی تھی پھر جب آپ ﷺ حجۃ الوداع سے واپس تشریف لائے تو اُن کا انتقال ہو گیا تھا۔ پھر انہیں بقیع میں دفن فرمایا گیا۔

﴾بنو قریظہ کے اَموال﴿ یہ محاصرہ ۲۵ دن جاری رہا۔ رسول اللہ ﷺ نے بنو قریظہ کے اَموال میں سے خمس نکال کر باقی مال اس طرح تقسیم فرمایا، شہسوار کو تین حصے دیئے، یعنی ایک حصہ اُس کا اپنا اور دو حصے اُس کے گھوڑے کے۔ پیدل کو ایک حصہ۔ قیدیوں اور بچوں کو حضرت سعدؓ بن زید کی نگرانی میں نجد بھیج دیا۔ اُن کے عوض گھوڑے اور ہتھیار خریدے گئے نجد کے گھوڑے مشہور عالم ہیں۔

Marfat.com

غزوہ خندق اور قریظہ کے بعد جنگی مہمات

❖❖❖

ابو رافع کا قتل ابو رافع کا اصل نام سلام بن ابی الحقیق تھا وہ یہودی تھا اور اس کا پیشہ تجارت تھا۔ حضور نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو اذیتیں پہنچاتا، قبیلہ اوس کے لوگوں نے کعب بن اشرف کو قتل کیا اس وجہ سے قبیلہ خزرج کے لوگ بھی کوئی کارنامہ سرانجام دے کر حضور نبی کریم ﷺ کی مزید خوشنودی کے خواہاں تھے۔ لہٰذا اُنہوں نے آپ ﷺ سے ابو رافع کے قتل کی اجازت چاہی، رسول اللہ ﷺ نے اجازت کے ساتھ ہدایت بھی فرمائی کہ عورتوں اور بچوں کا قتل نہ کیا جائے۔ پانچ آدمیوں کا ایک دستہ جن کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو سلمہ سے تھا۔ اس دستے کے سربراہ عبداللہؓ بن عتیک تھے۔ یہ لوگ خیبر پہنچے تو شام ہو چکی تھی۔ ساتھیوں سے کہا تم ٹھہرو میں جائزہ لیتا ہوں۔

عبداللہؓ نے اپنا حلیہ بدلہ اور پہریدار کے سامنے سر پر کپڑا ڈال کر ایسے بیٹھ گئے جیسے کوئی سوالی ہے پہریدار نے اُن سے کہا کہ اندر جانا ہے تو چلے جاؤ میں قلعہ کا دروازہ مقفل کرنے والا ہوں۔ ایسے میں عبداللہؓ قلعہ کے اندر داخل ہو گئے۔ پہریدار نے بڑا دروازہ بند کر دیا اور اُس کی چابیاں دروازے کے ساتھ اندر کی طرف لٹکا دیں۔ جب رات اچھی ہو گئی تو حضرت عبداللہؓ بالا خانے کی چھت پر پہنچ گئے، جہاں رافع بالائی منزل میں اپنی قیام گاہ میں سو رہا تھا۔ اس کے بال بچے بھی اسی کمرے میں تھے۔ اندھیرے کمرے میں عبداللہؓ کو معلوم نہ تھا کہ رافع کمرے میں کس مقام پر ہے تو عبداللہؓ نے آواز دی، ابو رافع بڑبڑایا، عبداللہؓ نے تلوار سے ضرب لگائی پھر رافع نے زور کی چیخ ماری تو عبداللہؓ کمرے سے باہر نکل گئے، حضرت عبداللہؓ نے آواز بدل کر کہا، ابو رافع کیسی آواز تھی؟ وہ بولا تیری ماں برباد ہو جائے، ایک آدمی نے ابھی مجھے تلوار ماری ہے۔ عبداللہؓ بن عتیک کا کہنا تھا کہ اُس کی اس آواز پر میں نے تلوار سے بھرپور حملہ کیا اور اس کا کام تمام کر دیا۔

ایک شخص نے قلعہ کی فصیل پر چڑھ کر اعلان کیا کہ میں ابو رافع کی موت کی اطلاع اہل حجاز کو دے رہا ہوں۔ حضرت عبداللہؓ اوپر کی منزل سے نیچے آتے ہوئے سیڑھیوں سے گر پڑے تو اُن کی پنڈلی پر چوٹ آئی، پھر وہ اپنے ساتھیوں کے پاس بمشکل پہنچے۔ اُن کے ساتھی اُنہیں اُٹھا کر جلدی سے اپنی منزل کی جانب روانہ ہوئے۔ پھر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اس کامیاب مہم کی تفصیل بیان کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا اے عبداللہؓ اپنی ٹانگ سیدھی کرو، آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک ٹانگ پر پھیرا تو مجھے یوں محسوس ہوا جیسے کبھی کوئی تکلیف ہوئی ہی نہ تھی۔ یہ واقعہ ماہ ذیقعدہ ۵ ہجری

Marfat.com

میں پیش آیا۔

﴿مدینہ سے ذلیل ترین آدمی کو نکالنے کا واقعہ﴾ آپ ﷺ غزوہ بنو المصطلق سے فارغ ہو کر مریسیع کے چشمے پر تشریف فرما تھے۔ اس چشمے سے لوگ پانی لے رہے تھے۔ حضرت عمرؓ بن خطاب کا ایک غلام جس کا نام جہجا غفاری تھا اُس کا ایک انصاری سے پانی لینے پر جھگڑا ہو گیا، انصاری کا نام سنان جہنی تھا وہ دونوں لڑ پڑے، ایسے میں دونوں نے اپنے اپنے حمایتوں (مہاجرین وانصار) کو عربوں کے رواج کے مطابق باآواز بلند پکارا، تو آپ ﷺ موقع پر تشریف لے گئے او رفرمایا: ''میں تمہارے اندر موجود ہوں، دورِ جاہلیت کی پکار، پکاری جارہی ہے۔؟ اِسے چھوڑ دو یہ بدبودار ہے۔''

اس واقعہ کی خبر عبداللہ بن اُبی سلول کو ہوئی تو وہ آگ بگولہ ہو گیا، اس نے کہا اگر ہم مدینہ پہنچ گئے تو وہاں سے معزز ترین آدمی ذلیل ترین آدمی کو نکال دے گا۔ اس وقت مجلس میں ایک نوجوان صحابیؓ حضرت زیدؓ بن ارقم موجود تھے۔ زیدؓ نے یہ بات اپنے چچا کو سنائی، پھر زیدؓ کے چچا ہی نے یہ پوری بات آپ ﷺ کے گوش گزار کی، اس وقت وہاں حضرت عمرؓ موجود تھے، وہ بولے حضور ﷺ عبادؓ بن بشر سے فرمائیں کہ وہ عبداللہ بن اُبی کو قتل کر دے۔ آپ ﷺ نے فرمایا عمرؓ! یہ کیسے ممکن ہے لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔ پھر آپ ﷺ نے کوچ کا حکم صادر فرمایا۔ یہ ایسا وقت تھا جس میں آپ ﷺ سفر پر روانہ نہیں ہوا کرتے تھے۔ ایسے میں حضرت اُسیدؓ بن حضیر حاضر ہوئے اور عرض کی، آپ ﷺ نے بے وقت کوچ کا حکم صادر فرمایا ہے۔ حضرت اُسیدؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اگر آپ چاہیں تو اُسے مدینہ سے باہر کر دیں، خدا کی قسم! وہ ذلیل ہے اور آپ ﷺ باعزت ہیں۔ دراصل عبداللہ بن اُبی کا دماغ خراب ہو گیا تھا۔ (اس کی قوم اس کے لیے تاج پوشی کی رسم ادا کرنے والی تھی اور اس کی قوم اس کی تاج پوشی کے لیے مونگوں کا تاج تیار کروا رہی تھی۔)

آپ ﷺ صبح سے لے کر شام تک پورا دن اور صبح تک پوری رات (چوبیس گھنٹے) چلتے رہے۔ بلکہ دوسرے دن بھی سفر جاری رکھا۔ حتیٰ کہ گرمی سے تکلیف ہونے لگی تو پڑاؤ ڈالا گیا۔ اصحابؓ زمین پر اُترتے ہی لیٹ گئے، آرام کیا، اور سو گئے۔ دراصل آپ ﷺ کا بھی یہی مقصود تھا کہ لوگ اس موضوع پر بات چیت نہ کریں۔

عبداللہ بن اُبی کو پتا چلا کہ حضرت زیدؓ بن ارقم نے بات کھول دی ہے تو وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، عبداللہ بن اُبی نے اللہ کی قسم کھا کر کہا کہ اُس نے یہ بات نہیں کی۔ وہاں موجود لوگوں نے بھی رأس المنافقین کی حمایت کی اور کہا، زیدؓ بن ارقم لڑکا ہے وہ بات نہیں سمجھا ہو گا۔ زیدؓ کو اس بات کا بہت غم ہوا تو اللہ تعالیٰ نے سورۃ المنافقون کی آیت نمبر ۷ نازل فرمائی، جس کا ترجمہ ہے: ''یہ منافقین ہی ہیں جو کہتے ہیں کہ جو لوگ رسول اللہؐ کے پاس ہیں اُن پر خرچ نہ کرو، یہاں تک کہ وہ چلتے بنیں۔'' اگلی آیت میں فرمایا: ''یہ منافقین کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینہ واپس ہوئے تو اسے عزت والا ذلت والے کو نکال باہر کرے گا۔'' پھر زیدؓ نے کہا کہ آپ ﷺ نے مجھے طلب فرمایا اور یہ آیت پڑھ کر سنائی، پھر فرمایا اللہ نے تمہاری تصدیق کر دی۔''

Marfat.com

واقعہ افک غزوہ مصطلق یا غزوہ مریسیع ۵ ہجری میں پیش آیا۔ اس غزوہ میں دشمن کے دس مقتول ہوئے اور ۷۰۰ سے زائد افراد کو گرفتار کیا گیا۔ بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا، غزوات وسرایا میں بھرپور کامیابیوں نے دشمنانِ اسلام اور منافقین کو پریشان کردیا۔ ہادی اسلام ﷺ کی عزت وشوکت کو دیکھ کر انہوں نے ذاتی عزت پر حملہ کرکے اپنی کمینگی کی حد کردی۔ اس واقعہ کی تفصیل اماں حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا خود روایت کرتی ہیں کہ:

نبی کریم ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب سفر پر تشریف لے جاتے تو اپنی ازواج کے درمیان قرعہ اندازی فرماتے۔ جس کے نام کا قرعہ نکلتا انہیں ہم رکابی کا شرف بخشتے۔ جب حضور ﷺ غزوہ بنی مصطلق پر روانہ ہوئے تو حسب روایت قرعہ ڈالا گیا، چنانچہ میرا نام نکل آیا اور میں غزوہ میں حضور ﷺ کے ہمراہ گئی۔ اس وقت پردے کے احکام نازل ہوچکے تھے۔ میں ہودج میں بیٹھی تھی جب لشکر روانہ ہوا تو میرا ہودج اُٹھا کر اُونٹ پر رکھ دیا گیا اور جہاں قیام کیا جاتا وہاں ہودج اُتار دیا جاتا۔ جب جہاد سے فراغت ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے واپسی کا قصد فرمایا ہم مدینہ طیبہ کے قریب پہنچے اور رات بسر کی، رات کے پچھلے پہر کوچ کی تیاری شروع ہوگئی۔ میں قضائے حاجت کے لیے باہر گئی واپس آتے ہوئے میرے گلے کا ہار ٹوٹ کر گر گیا تھا، میں ہار کی تلاش میں واپس لوٹی تو ہار مل گیا، لیکن جب واپس آئی تو لشکر وہاں سے کوچ کرچکا تھا۔ جو لوگ میرے ہودج کو رکھنے اور اُتارنے پر مامور تھے، اُنہوں نے حسب عادت میرا ہودج اُٹھایا اور اُونٹ پر کس دیا۔ انہیں یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ میں ہودج میں نہیں ہوں۔ کیونکہ اس دور کی عورتیں ہلکی پھلکی ہوا کرتی تھیں۔ اور میں تو ویسے بھی بہت کم عمر کی تھی (عمر مبارک تقریباً ۱۴ سال تھی) اس لیے ہودج میں اُنہیں میرے ہونے یا نہ ہونے کا احساس نہ ہوا۔ میں واپس آئی تو وہاں کوئی بھی نہ تھا۔ ایسے میں، میں نے خیال کیا کہ جب وہ نہیں پائیں گے تو میری تلاش میں واپس یہاں آئیں گے اور میں وہیں ٹھہر گئی، صفوانؓ بن معطل مامور تھے کہ وہ لشکر کے پیچھے پیچھے رہتے تھے جب لشکر کوچ کرتا تو وہاں پہنچتے، اگر کوئی چیز پڑی ملتی تو اُسے اُٹھا کر اس کے مالک تک پہنچا دیتے۔ میں وہاں ہی چادر لپیٹ کر لیٹ گئی اتنے میں حضرت صفوانؓ وہاں پہنچ گئے، ابھی صبح کا اندھیرا تھا، اُنہوں نے کسی کو دُور سے سویا ہوا دیکھا تو قریب آئے، پردے کے احکام نازل ہونے سے پہلے اُنہوں نے مجھے دیکھا ہوا تھا۔ وہ پہچان گئے اور بلند آواز سے "انا للہ وانا الیہ راجعون" پڑھا۔ ان کی آواز سے میری آنکھ کھل گئی اور میں نے اپنا چہرہ ڈھانپ لیا۔ اُنہوں نے اپنا اُونٹ میرے قریب لا کر بٹھایا اور مجھے سوار کرکے چل دیئے۔ ہم دوپہر کے وقت لشکر سے جا ملے۔ عبداللہ بن ابی (رئیس المنافقین) نے جب یہ دیکھا تو اُس نے ایک طوفان برپا کردیا۔ جب میں مدینہ پہنچی تو بیمار ہوگئی اور ایک ماہ تک بیمار پڑی رہی۔ لوگوں میں اِس بات کا خوب چرچا ہوتا رہا۔ لیکن مجھے قطعاً اس بات کا علم نہ تھا اُلبتہ ایک بات مجھے کھٹک رہی تھی کہ میری علالت کے وقت جو لطف وعنایت حضور ﷺ پہلے مجھ پر فرمایا کرتے تھے وہ مفقود ہوگئی تھا۔ حضور ﷺ جب مزاج پرسی کے لیے تشریف لاتے تو صرف اِتنا دریافت کرتے کہ تمہارا کیا حال ہے۔ اِس عمل سے مجھے شک گزرتا، تاہم مجھے اس شرانگیز پروپیگنڈے کی کوئی خبر نہ تھی، بیماری کی وجہ سے بہت نقاہت اور کمزوری ہوگئی تھی۔

Marfat.com

ایک رات اُم مسطح کے ساتھ قضائے حاجت کے لیے مدینہ سے باہر گئی، اس وقت گھروں میں بیت الخلاء بنانے کا رواج نہ تھا، ہم عرب کے دستور کے مطابق جنگل ہی میں جایا کرتی تھیں۔ مسطح کی ماں حضرت ابوبکرؓ کی خالہ زاد بہن تھیں۔ ہم دونوں فارغ ہوکر واپس آ رہی تھیں کہ اُم مسطح کا پاؤں چادر میں اُلجھ گیا اور وہ گر پڑیں تو اُن کی زبان سے بے ساختہ نکلا "مسطح ہلاک ہو" حالانکہ مسطح اس کا بیٹا تھا۔ میں نے کہا تم ایک "بدری" کے لیے ایسے الفاظ استعمال کر رہی ہو، یہ بات بہت بری ہے۔ اُم مسطح نے کہا کہ تم نے نہیں سنا کہ جو طوفان اُس نے برپا کر رکھا ہے۔ استفسار پر اُم مسطح نے سارا واقعہ مجھے سنا دیا۔ اس واقعہ کی تفصیل سن کر میرا مرض پھر عود آیا۔

حضور ﷺ تشریف لائے تو مزاج پُرسی فرمائی میں نے عرض کی کہ مجھے اپنے والدین کے پاس جانے کی اِجازت مرحمت فرمائی جائے۔ تاکہ اس خبر کے متعلق والدین سے تفصیلی حالات دریافت کروں۔ حضور ﷺ نے مجھے اجازت دے دی اور میں اپنے میکے چلی آئی۔ میں نے اپنی والدہ سے بات کی تو انہوں نے کہا بیٹی زیادہ غمگین ہونے کی ضرورت نہیں جب کوئی بیوی پاکیزہ صورت ہو اور اس کا شوہر اس سے محبوب رکھے اور اس کی سوکنیں بھی ہوں تو اس قسم کی باتیں ہوتی رہتی ہیں، میں رات بھر جاگتی رہی اور روتی رہی۔

نزول وحی میں تاخیر ہوئی، حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ اور اُسامہ بن زیدؓ کو بلایا، اُسامہؓ نے تو میری برأت کی، اُنہوں نے اپنے دل کی محبت جو حضور ﷺ کے اہل کے لیے سی تھی اس کا اِظہار کیا۔ جبکہ حضرت علیؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ حضور اتنے رنجیدہ خاطر کیوں ہیں عورتوں کی کیا کمی ہے، چنانچہ حضرت بریرہؓ سے حضور ﷺ نے پوچھا کیا تو نے ایسی چیز دیکھی ہے جس سے عائشہؓ کے بارے میں تمہیں شک ہو۔ بریرہؓ نے عرض کی کہ مجھے اُس خدا کی قسم جس نے حضور ﷺ کو سچا رسول بنا کر بھیجا ہے، اس کے سوا میں نے عائشہؓ میں کوئی عیب نہیں دیکھا کہ آٹا گوندھا ہوا رکھا ہوتا ہے اور اپنی کم سنی کی وجہ سے سو جاتی ہیں اور بکری آٹا کھا جاتی ہے۔ ایسے میں کسی نے بریرہؓ کو جھڑکا تو سچ کیوں نہیں بتاتی، تو بریرہؓ نے کہا کہ خدا کی قسم میں اس کے متعلق اس کے بغیر اور کچھ نہیں جانتی جس طرح ایک زرگر خالص سونے کے متعلق جانتا ہے۔ پھر آپ حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے اور منبر پر کھڑے ہوکر اِرشاد فرمایا اے گروہ مسلمانو! اس شخص کے بارے میں مجھے کون معذور رکھتا ہے جس کی اَذیت رسانی میرے اہل خانہ کے بارے میں مجھ تک پہنچی ہے۔ بخدا میں اپنے اہل خانہ کے لیے خیر کے بغیر کچھ نہیں جانتا۔ اور مجھے ان سے کسی غلطی کا کوئی علم نہیں۔

سعد بن معاذؓ انصاری کھڑے ہوئے عرض کی میں حاضر ہوں اگر وہ شخص قبیلہ اَوس سے ہے ہم اس کی گردن اُڑا دیں گے اگر وہ بنوخزرج سے ہے اور حضور ہمیں حکم دیں تو تعمیل ارشاد کی جائے گی۔ حضرت صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ سعد بن عبادہؓ اُٹھے جو خزرج کے سردار تھے اور بڑے صالح آدمی تھے اس ماحول میں ان کی قبائلی عصبیت بیدار ہوگئی اُنہوں نے کہا ایسا ہرگز نہ ہوگا، کیونکہ تمہیں علم ہے کہ وہ شخص خزرجی ہے۔ اس لیے تم ایسی باتیں کر رہے ہو۔ اگر وہ تمہارے قبیلے کا فرد ہوتا تو تم ایسا نہ کہتے۔ ماحول ناخوشگوار ہوگیا اور تلخ کلامی یہاں تک بڑھی کہ قریب تھا دونوں قبیلوں میں لڑائی چھڑ جائے۔ حضور

Marfat.com

نبی کریم ﷺ نے ان کے جوش کو ٹھنڈا کیا تو معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

میرے (عائشہؓ) شب و روز گریہ زاری میں گزرتے، لحہ بھر کے لیے نیند نہ آتی میرے والدین کو یہ اندیشہ لاحق ہو گیا کہ میرے رونے سے میرا کلیجہ پھٹ جائے گا۔ ایک دن میں رو رہی تھی میرے والدین بھی میرے پاس غمزدہ بیٹھے ہوئے تھے۔ تو ایک انصاری عورت ملنے کے لیے آئی اور وہ بھی بیٹھ کر رونے لگی، ایسے میں حضور نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے، سلام فرمایا اور بیٹھ گئے۔ اس سے پہلے کبھی نہ بیٹھے تھے۔ ایک مہینہ گزر چکا تھا میرے بارے میں کوئی وحی نہ اُتری تھی۔ حضور ﷺ نے تشہد کے بعد فرمایا اے عائشہؓ تیرے بارے میں مجھے ایسی ایسی اطلاع ملی ہے۔ کہ تو پاکدامن ہے، اللہ تیری برأت کر دے گا۔ اگر تجھ سے قصور سرزد ہو گیا تو توبہ کر، کیونکہ بندہ اگر اپنے قصور کا اعتراف کر لے اور توبہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرماتا ہے۔

میرے آنسو یک دَم خشک ہو گئے، میں نے اپنے والد محترم سے کہا کہ حضور ﷺ کو اس بات کا جواب دیں، اُنہوں نے فرمایا میں کچھ جواب نہیں دے سکتا۔ پھر میں نے اپنی والدہ سے کہا، اُنہوں نے بھی معذوری ظاہر کی۔ میں اگرچہ نوعمر تھی قرآن بھی زیادہ نہ پڑھا تھا، لیکن میں نے عرض کی کہ بخدا! آپ لوگوں نے ایک بات سنی اور تمہارے دلوں میں جم گئی، اگر میں یہ کہوں کہ میں بے گناہ ہوں اور خدا جانتا ہے کہ میں بے گناہ ہوں تو آپ میری بات نہیں مانیں گے۔ اور اگر میں ایک ایسی بات کا اعتراف کروں جس کو خدا جانتا ہے کہ بری نہیں ہوں تو آپ فوراً مان لیں گے۔ اب میرے لیے اس کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں کہ میں وہ بات کہوں جو یوسفؑ نے اپنے باپ سے کہی تھی "**فصبر جمیل و اللہ المستعان علی ما تصفون**" پھر منہ پھیر کر بستر پر لیٹ گئی۔ مجھے یقین تھا کہ اللہ تعالیٰ ضرور میری برأت فرمائیں گے لیکن مجھے یہ خیال نہ تھا کہ میرے بارے میں آیات قرآنی نازل ہوں گی۔

حضور نبی کریم ﷺ ابھی وہیں تشریف فرما تھے کہ نزول وحی کے آثار ظاہر ہونے لگے۔ سردی کے موسم میں نزول وحی کے وقت پسینے کے قطرے موتیوں کی طرح ڈھلکنے لگتے تھے۔ جب وہ کیفیت ختم ہوئی تو حضور ﷺ مسکرا رہے تھے اور پہلی بات حضور ﷺ نے فرمائی وہ یہ تھی کہ اے عائشہؓ خوشخبری ہو اللہ تعالیٰ نے تیری برأت فرما دی ہے۔ میری والدہ نے کہا اے عائشہؓ اُٹھ اور حضور ﷺ کا شکریہ ادا کر، میں نے کہا، بخدا میں نہیں اُٹھوں گی اور نہ ہی کسی کا شکریہ ادا کروں گی۔ صرف اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کروں گی جس نے میری برأت فرمائی، اس وقت سورۃ نور کی دس آیات ۱۱ تا ۲۰ نازل ہوئیں۔

منافقین کا اُٹھایا ہوا یہ طوفان تھم گیا۔ اس بہتان کا سرغنہ عبداللہ بن اُبی تھا، اس نے اس فتنے کو ایسی ہوا دی کہ کئی سادہ لوح مسلمان اس کی لپیٹ میں آ گئے۔ جن میں حضرت حسانؓ، مسطح اور حمنہ بنت جحش کے نام شامل ہیں اُنہیں حد قذف لگائی گئی۔ عبداللہ کو بعض اقوال کے مطابق حد لگائی گئی لیکن اکثر کا یہ خیال ہے کہ اس سے تعارض نہ کیا گیا۔ (کذب بیانی اور بہتان تراشی کو اِفک کہتے ہیں۔)

Marfat.com

ہجری سال ششم کے واقعات

حضور نبی کریم ﷺ اور مسلمان جنگ خندق سے کامیاب فارغ ہوئے تو چند سرایا پیش آئے۔ جو درج ذیل ہیں:

سریہ محمدؓ بن مسلمہ یہ سریہ حزیہ نجد کے اندر بکرات کے علاقہ میں ہوا یہاں بنوبکر بن کلاب کی ایک شاخ آباد تھی۔ سارے مشرکین بھاگ گئے چوپائے اور بکریاں ہاتھ آئے۔ واپسی پر بنوحنیفہ کے سردار ثمامہ بن اُثال کو گرفتار کرلیا وہ مسیلمہ کذاب کا ساتھی تھا اور آپ ﷺ کی جان مبارک لینا چاہتا تھا، مدینہ پہنچ کر اُسے مسجد نبوی کے ایک ستون سے باندھ دیا گیا۔ آپ ﷺ تشریف لائے تو سوال و جواب ہوئے، آپ ﷺ نے ثمامہ کو آزاد کردیا، پھر ثمامہ نے کھجوروں کے ایک باغ میں جاکر غسل کیا اور آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام قبول کرلیا، حضرت ثمامہؓ فضلاء صحابہ میں شمار ہوتے ہیں۔ ثمامہ نے اسلام قبول کرنے کے بعد عمرہ کیا۔ مکہ والوں نے اُنہیں بے دین کہا تو ثمامہ نے دھمکی دی کہ یمامہ کا علاقہ جو مکہ کو گیہوں فراہم کرتا ہے اب گندم کا ایک دانہ بھی مکہ کو نہ پہنچے گا۔ پھر گندم کی ترسیل ثمامہ کے اثر و رسوخ کی وجہ سے مکہ والوں کو بند ہوگئی۔ قریش کو سخت مشکلات پیش آئیں، قریش نے رسول اللہ ﷺ کو قرابت کا واسطہ دے کر لکھا کہ حضرت ثمامہؓ کو لکھ دیں کہ مکہ کے لیے غلہ کی روانگی بند نہ کریں۔ تو پھر آپ ﷺ کے حکم سے ایسا ہی ہوا۔

غزوہ بنولحیان بنولحیان نے مقام رجیع میں ۱۰ اصحابہ کرامؓ کو دھوکے سے ساتھ لے گئے تھے اُن میں سے ۸ کو قتل (شہید) کردیا، دو اہل مکہ کو فروخت کردیئے گئے۔ آپ ﷺ ربیع الاوّل / جمادی الاوّل ۶ ہجری میں ۲۰۰ صحابہ کرامؓ کو لے کر بنولحیان کی طرف تشریف لے گئے۔ امج اور عسفان کے درمیان بطن غران نامی ایک وادی میں پہنچے جہاں ۸ صحابہؓ کو شہید کیا گیا تھا۔ بنولحیان کو آپ ﷺ کی یلغار کی اطلاع ہوگئی تھی تو وہ سب بھاگ گئے اور پہاڑیوں میں غائب ہوگئے۔ آپ ﷺ نے وہاں دو روز قیام فرمایا، کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔ پھر آپ ﷺ نے غطفان کا قصد کیا وہاں سے دس شہسوار کراغ الغمیم میں بھیجے تا کہ قریش کو بھی آپ ﷺ کی آمد کی خبر ہوجائے۔

Marfat.com

غزوہ ذی قرد ذی قرد ایک چشمہ کا نام ہے جو بلاد غطفان کے قریب ہے یہ رسول اللہ ﷺ کی اُونٹنیوں کی چراگاہ تھی، عینیہ بن حصن فزاری نے چالیس سواروں کی ہمراہی میں اس چراگاہ پر چھاپہ مارا اور آپ ﷺ کی اُونٹنیاں پکڑ کر لے گئے۔ حضرت ابوذر غفاریؓ کے صاحبزادے کو جو اُونٹنیوں کی حفاظت پر متعین کیے گئے تھے اُن کو قتل کر ڈالا اور حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو پکڑ کر ساتھ لے گئے۔ حضرت سلمۃ بن اکوع رضی اللہ عنہٗ اطلاع ملتے ہی ان کے تعاقب میں روانہ ہو گئے اور ایک ٹیلہ پر کھڑے ہو کر ''یا صباحاہ'' کے تین نعرے لگائے جس سے تمام مدینہ گونج اُٹھا۔ سلمہؓ بن اکوع بہت بڑے تیرانداز تھے، دوڑ کر ان کو پانی کے ایک چشمے پر جالیا، جہاں سے وہ پانی پینا چاہتے تھے مگر سلمہ بن اکوعؓ نے اُن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی تو وہ بھاگ گئے یہاں تک کہ تمام اُونٹنیاں ان سے چھڑالیں اور تیس یمنی چادریں بھی اُن سے چھین لیں اور حضرت ابوذرؓ کی بیوی کو بازیاب کرالیا۔

سلمہؓ بن اکوع کے جانے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ تقریباً پانچ سو صحابہؓ کے ساتھ روانہ ہوئے اور تیزی کے ساتھ مسافت طے کر کے وہاں پہنچے، اس سے پہلے آپ ﷺ چند شہسوار تعاقب میں روانہ فرما چکے تھے۔ ان لوگوں نے وہاں پہنچ کر حضرت سلمہؓ کے ساتھ مل کر ان کا مقابلہ کیا۔ دو آدمی مشرکین کے مارے گئے، اور مسلمانوں میں سے محرز بن نضلہؓ جن کا لقب اخرم ہے عبدالرحمان بن عینیہ کے ہاتھ سے شہید ہوئے۔ حضرت سلمہؓ بن اکوع نے آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ میں ان کو فلاں جگہ پیاسا چھوڑ آیا ہوں اگر سو آدمی مل جائیں تو سب کو گرفتار کرلاؤں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے ابن اکوع جب تو قابو پائے تو نرمی اختیار کر'' مشرکین شکست کھا کر بھاگ گئے۔ رسول اللہ ﷺ ایک دن اور ایک رات وہاں قیام پذیر رہے اور اس کے بعد مدینہ واپس تشریف لے آئے۔

سریہ غمر یہ سریہ بھی ۶ ہجری میں پیش آیا حضرت عکاشہؓ بن محصن کو چالیس افراد کی جمعیت کے ساتھ مقام غمر میں روانہ فرمایا۔ غمر بنو اسد کے ایک چشمے کا نام ہے۔ جو بنو اسد ہی کے علاقہ میں واقع تھا۔ دشمن بھاگ گیا اور مسلمانوں کو تقریباً ۲۰۰ اُونٹ ہاتھ آئے۔

سریہ ذوالقصہ، اوّل ماہ ربیع الاوّل اور اسی سال حضرت محمدؓ بن مسلمہ کی سربراہی میں ۱۰ افراد کا دستہ ذی القصہ کی جانب روانہ کیا۔ مسلمانوں کی آمد کی خبر سن کر دشمن بھاگ گیا وہ تقریباً سو تھے۔ جب رات ہوئی تو وہ کمین گاہوں سے باہر نکل آئے۔ سوئے ہوئے صحابہؓ کو قتل کر دیا۔ محمدؓ بن مسلمہ شدید زخمی ہوئے ان کو مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے۔ حسن اتفاق سے اگلے دن ایک مسلمان کا اُدھر سے گزر ہوا وہ ان کو اُٹھا کر مدینہ لے آئے۔

سریہ ذوالقصہ، دوم اسی ماہ و سال میں حضرت ابوعبیدہؓ کو ذی القصہ کی جانب روانہ کیا اُن کے ساتھ بھی ۴۰ اصحابؓ تھے۔ رات بھر میں سفر طے کیا علی الصبح بنو ثعلبہ کے دیار میں پہنچے، فوراً چھاپہ مارا لیکن بنو ثعلبہ بڑی تیزی سے پہاڑوں پر چڑھ گئے۔ صرف ایک آدمی کو پکڑ سکے، پھر وہ مسلمان ہو گیا۔ البتہ اُن کے مویشی اور بکریاں ہاتھ آئیں۔

سریہ جموم اس سریہ کے انچارج حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے۔ اسی سال جموم کی جانب روانہ کیے گئے۔ جموم

Marfat.com

مرالظہران (موجودہ وادی فاطمہ) میں بنوسلیم کے ایک چشمے کا نام ہے، وہاں قبیلہ مزنیہ کی ایک عورت جس کا نام حلیمہ تھا گرفت میں آ گئی، اس نے بنوسلیم کے مقام کا پتہ بتایا جہاں سے بہت سے مویشی بکریاں اور قیدی ہاتھ آئے، مدینہ پہنچنے پر آپ ﷺ نے قبیلہ مزنیہ کی اس عورت کو آزاد فرمادیا۔

﴿سریہ عیص﴾ رسول اللہ ﷺ کو یہ اطلاع ملی کہ قریش کا ایک کاروان تجارت شام سے واپس آ رہا ہے، اس اطلاع کے ملنے پر آپ ﷺ نے زیدؓ بن حارثہ کو ۱۷۰ سواروں کے ہمراہ مقام عیص کی جانب روانہ فرمایا۔ مسلمانوں نے وہاں پہنچ کر سب قافلہ والوں کو گرفتار کرلیا اور ان کے تمام مال و متاع پر قبضہ کرلیا اور سب کو لے کر مدینہ حاضر ہوگئے۔ اس قافلہ تجارت کے سردار حضور نبی کریم ﷺ کے داماد ابوالعاص بن ربیع تھے جو ابھی تک مسلمان نہ ہوئے تھے وہ بچ بچا کر مدینہ پہنچ گئے اور حضرت زینبؓ نے اُن کو پناہ دے دی اور آپ ﷺ نے بھی اُنہیں پناہ دی۔ پھر حضرت زینبؓ کی درخواست پر اُن کا مال تجارت واپس کر دیا گیا۔ ابوالعاص وہ مال تجارت لے کر مکہ پہنچے اور قافلہ والوں اور دیگر حقداران کا مال واپس کر دیا۔ اس کے بعد ابوالعاص نے قریش سے کہا کہ میں نے تمہارا تمام مال واپس کر دیا ہے اور اب مجھے اسلام قبول کرنے میں کوئی امر مانع نہ ہے۔ پھر واپس مدینہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام قبول کیا۔

﴿سریہ طرف یا طرق﴾ ''طرف'' ایک چشمہ کا نام ہے۔ مدینہ سے ۳۶ میل کے فاصلہ پر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں ۱۵ آدمیوں کے ساتھ بنوثعلبہ کی سرکوبی کے لیے روانہ فرمایا۔ بدوؤں نے راہِ فرار اختیار کی۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ چار اُونٹ اور کچھ بکریاں لے کر مدینہ واپس ہوئے۔

﴿سریہ وادی القریٰ اوّل﴾ ماہ رجب میں پیش آیا حضرت زیدؓ بن حارثہ کی قیادت میں ۱۲ سواروں کے ساتھ دشمن کی نقل و حمل کا پتا چلانے اور بنی فزارہ کی سرکوبی کے لیے وادی القریٰ کی جانب روانہ فرمایا۔ وادی القریٰ کے باشندوں نے ۹ صحابہؓ کو شہید کر دیا ۳ باقی بچے جن میں ایک خود زیدؓ بن حارثہ تھے۔

﴿سریہ خبط﴾ حضرت جابرؓ کا بیان ہے کہ آپ ﷺ نے تین صد سواروں کی جمعیت روانہ فرمائی۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح اس دستے کے امیر تھے۔ اس مہم کا مقصد قریش کا ایک قافلہ تجارت کا سراغ لگانا تھا۔ امیر نے کہا کہ اس مہم میں ہم بھوک سے بری طرح دوچار ہوئے، نوبت یہاں تک پہنچی کہ ہم نے درختوں کے پتے کھا کر گزارہ کیا، اسی لیے اس کا نام ''جیش خبط'' پڑ گیا، دراصل خبط اُن پتوں کو کہتے ہیں جن کو جھاڑ لیا گیا ہو۔ اس حالت میں تین اُونٹ ذبح کیے، دوسری بار پھر تین اُونٹ ذبح کیے، تیسری بار بھی تین اُونٹ ذبح کیے گئے۔ اس کے بعد امیر لشکر نے اُونٹ ذبح کرنے سے روک دیا۔ اچانک سمندر نے ایک بہت بڑی مچھلی ساحل پر پھینک دی اُس کا نام عنبر تھا۔ اُس مچھلی کو ہم آدھے مہینے (۱۶،۱۵) دن تک کھاتے رہے یہاں تک کہ ہم اپنی پہلی حالت میں آ گئے۔ حضرت ابوعبیدہؓ نے اس مچھلی کا ایک کانٹا لیا، پھر لشکر میں سب سے طویل القامت شخص کا انتخاب کیا اور اس طرح سب سے لمبے اُونٹ کا چناؤ کیا، سب سے پہلے لمبے آدمی کو سب سے لمبے اُونٹ پر سوار کیا، وہ سوار ہو کر مچھلی کے کانٹے کے نیچے سے گزر گیا۔ ہم نے مچھلی کے گوشت کے کچھ ٹکڑے توشہ کے طور

Marfat.com

پر رکھ لیے تھے۔ جب مدینہ پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اُس مچھلی کا ذکر عرض کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ ایک رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے برآمد کیا تھا، اُس کا گوشت تمہارے پاس ہے تو ہمیں بھی کھلاؤ۔" تو پھر ہم نے کچھ گوشت آپ ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ یہ واقعہ رجب ۶ ہجری میں پیش آیا۔ (صحیح بخاری ج ۲، صفحہ ۶۲۶، ۶۲۵، صحیح مسلم ج ۲، صفحہ ۱۴۶، ۱۴۵)

﴿سریہ دیار بنی کلب﴾ یہ علاقہ دومۃ الجندل کا تھا۔ اس سریہ کی قیادت حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کو حضور نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائی تھی۔ آپ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے سر پر اپنے دستِ مبارک سے پگڑی باندھی تھی۔ بنی کلب کے لوگوں کو مسلسل تین روز تک دعوتِ اسلام دی جاتی رہی۔ پھر اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آپ ﷺ کے حکم کے مطابق کہ اگر اطاعت قبول کر لیں تو اے عبدالرحمٰنؓ بن عوف تو تم بے شک بادشاہ کی بیٹی سے شادی کر لینا۔ چونکہ بنی کلب کے لوگوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اس لیے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے بادشاہ (حکمران) کی بیٹی "تماضر بنت اصبغ" سے شادی کر لی۔ یہ عبدالرحمٰنؓ کے صاحبزادے ابو سلمہؓ کی ماں ہیں۔ اس خاتون کے والد اپنے قوم کے سردار اور بادشاہ کہلاتے تھے۔ یہ سریہ شعبان ۶ ہجری میں پیش آیا۔

﴿سریہ بنی سعد﴾ اس سریہ کے سپہ سالار حضرت علیؓ کو مقرر فرمایا گیا۔ اُن کی قیادت میں دوصد افراد کی جمعیت دی گئی۔ وجہ یہ تھی کہ بنو سعد کی ایک جماعت نے یہود کو کمک پہنچانا چاہی تھی۔ لہٰذا حضرت علیؓ اور اُن کے ساتھی رات کو سفر کرتے اور دن میں پوشیدہ ہو جاتے، اُنہوں نے ایک جاسوس پکڑ لیا، اس جاسوس نے خبر دی کہ بنو سعد نے جتھہ بندی کی ہوئی ہے۔ حضرت علیؓ نے معلومات حاصل کرنے کے بعد اُن پر شب خون مارا تو ۵۰۰ اُونٹ، ۲۰۰۰ بکریاں ہاتھ آئیں، البتہ بنو سعد بمعہ اہل و عیال اپنے علاقہ سے بھاگ گئے۔ یہ سریہ بھی شعبان میں ہی پیش آیا۔

﴿سریہ وادی القریٰ، دوم﴾ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی قیادت میں ماہ رمضان میں دستہ روانہ کیا گیا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ بنو فزارہ کی ایک شاخ نے دھوکہ سے رسول اللہ ﷺ کی جان لینے کا اِرادہ ظاہر کیا تھا۔ اس سریہ میں حضرت سلمہؓ بن اکوع بھی شامل تھے۔ اُنہوں نے ہی بیان کیا کہ جب ہم صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو دشمن پر دھاوا بول دیا اور چشمے پر قبضہ کر لیا۔ کچھ لوگ قتل بھی ہوئے۔ ایک گروہ کو سلمہؓ بن اکوع نے دیکھا کہ اس گروہ میں کچھ عورتیں اور بچے شامل تھے، وہ پہاڑ کی جانب بڑھ رہے تھے۔ ایسے میں حضرت سلمہؓ نے ایک تیر پہاڑ اور اُس گروہ کے درمیان پھینکا، تو وہ عورتیں اور بچے ٹھہر گئے اس طرح وہ پہاڑ پر نہ چڑھ سکے۔ ان میں اُم قرفہ نامی ایک عورت بھی تھی اس نے ایک پرانی پوستین اُوڑھی ہوئی تھی۔ اُس کے ساتھ اس کی بیٹی بھی تھی وہ عرب کی خوبصورت عورتوں میں سے تھی تو میں اُن سب کو کھینچتا ہوا حضرت ابو بکرؓ کے پاس لے گیا، اُنہوں نے وہ لڑکی مجھے عطا کی۔ میں نے اُس لڑکی کا پردہ تک نہ کھولا تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے وہ لڑکی مجھ (سلمہؓ بن اکوع) سے لے کر مکہ بھیج دی۔ اُس لڑکی کے عوض وہاں کے متعدد مسلمان قیدیوں کو رہا کرا لیا۔

﴿اُم قرفہ﴾ ایک شیطان صفت عورت تھی۔ جس کا نام فاطمہ بنت ربیعہ تھا، قرفہ اس کی کنیت تھی۔ یہ عورت قبیلہ بنی

Marfat.com

فزارہ کی سردارتھی۔ آپ ﷺ کے قتل کی تدبیریں کیا کرتی تھی اور اس مقصد کے لیے اس نے اپنے خاندان کے ۳۰ شہسوار بھی تیار کر لیے تھے۔ اُسے ٹھیک بدلہ ملا اور اس کے ۳۰ کے ۳۰ سوار مارے گئے۔

﴿سریہ عُرینین﴾ یہ سریہ شوال ٦ ہجری میں پیش آیا اس کے سپہ سالار حضرت کرزؓ بن جابر فہری تھے۔ عکل اور عرینہ کے چند افراد نے مدینہ آ کر قبول اسلام کا اظہار کیا اور اُنہوں نے مدینہ میں سکونت اختیار کر لی لیکن اُنہیں آب وہوا راس نہ آئی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اُنہیں اُونٹوں کے ساتھ چراگاہ میں بھیج دیا اور اُنہیں اُونٹوں کا دودھ اور پیشاب پینے کو کہا۔ جب یہ لوگ تندرست ہو گئے تو اُنہوں نے آپ ﷺ کے راعی کو قتل کر دیا اور اُونٹوں کو ہانک کر لے گئے۔ اور پھر کفر اختیار کر لیا۔ اُن کے تعاقب میں حضرت کرزؓ بن جابر فہری کو ۲۰ صحابہؓ کی معیت میں روانہ فرمایا اور یہ دعا فرمائی ''اے اللہ! عرینوں پر راستہ اندھا کر دے اور کنگن سے بھی زیادہ تنگ بنادے۔'' دعا قبول ہوئی، اُن پر راستہ اندھا کر دیا گیا اور وہ پکڑ لیے گئے۔ اُنہوں نے مسلمان چرواہوں کے ساتھ جو کچھ کیا تھا اُس کے قصاص اور بدلے کے طور پر اُن کے ہاتھ، پاؤں کاٹ دیئے گئے۔ آنکھوں میں گرم سلائیاں پھیری گئیں۔ اور اُنہیں حُرہ کے ایک گوشے میں چھوڑ دیا گیا جہاں وہ تڑپتے تڑپتے اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ (بحوالہ بخاری بروایت حضرت انسؓ)

﴿عمرہ کے لیے روانگی﴾ بدر، اُحد اور خندق کے غزوات کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوئے لیکن جنگ وجدل کا سلسلہ جاری رہا۔ اہل مکہ نے مسلمانوں کے لیے ٦ سال سے مکہ کے دروازے بند کیے ہوئے تھے۔ مدینہ طیبہ میں مہاجرین اور انصار کو بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہر وقت بے چین رکھتا تھا۔ ایک روز نبی کریم ﷺ نے اپنے صحابہؓ کو یہ نوید جانفزا سنائی کہ میں نے خواب دیکھا ہے کہ ہم سب امن وسلامتی کے ساتھ مسجد حرام میں داخل ہو رہے ہیں۔ یکم ذیقعد کو حضور ﷺ کی قیادت میں عشاق کا یہ قافلہ سوئے حرم روانہ ہوا۔ قافلہ والوں کی تعداد چودہ پندرہ سو بتائی گئی، نبی کریم ﷺ اپنی ناقہ قصویٰ پر سوار ہوئے ۷۰ اُونٹ قربانی کے لیے ساتھ لیے اُن کے گلوں میں قلاوے ڈال دیئے گئے، تاکہ یہ پہچان ہو سکے کہ یہ قربانی کے جانور ہیں۔ یہ قافلہ مدینہ طیبہ سے چھ سات میل دُور ذوالحلیفہ نامی گاؤں میں پہنچا تو سب قافلہ والوں نے عمرہ کا احرام باندھ لیا۔ ان کے پاس صرف تلواریں تھیں جو میان میں تھیں، اس کے علاوہ ان کے پاس کوئی اور ہتھیار نہ تھا۔ اس سفر مقدس میں حضرت اُم سلمہؓ کو حضور نبی کریم ﷺ کی ہم رکابی کا شرف حاصل ہوا۔

مسلمانوں کا قافلہ جب عسفان کے مقام پر پہنچا تو بنی کعب کے قبیلہ کا ایک شخص ملا اس نے قریش مکہ کے بارے میں حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ قریش کو آپ ﷺ کی روانگی کی خبر پہنچ چکی ہے اور وہ مکہ سے نکل کر ذی الطّویٰ کے مقام پر خیمہ زن ہو گئے ہیں۔ وہ آپ ﷺ کو مکہ میں داخل نہ ہونے دیں گے، نیز اُنہوں نے آپ ﷺ کی پیش قدمی کو روکنے کے لیے ۲۰۰ شہسواروں کا دستہ خالد بن ولید کو دے کر ''کراغ النعیم'' کی طرف بھیج دیا ہے یہ بستی عسفان سے آٹھ میل کے فاصلہ پر تھی۔ حضور ﷺ نے جنگ وقتال سے بچنے کے لیے مشہور راستہ چھوڑ کر ایک شخص کی رہنمائی سے نہایت ہی کٹھن اور دشوار گزار راستہ پر چل کر آپ ﷺ اور تمام قافلہ والے حدیبیہ کے مقام پر پہنچے۔ یہ جگہ حرم شریف کی

Marfat.com

سرحد پر واقع ہے۔ اس طرح خالد بن ولید کے گھوڑ سوار دستے سے ٹکراؤ ٹل گیا اور اللہ نے قریش کی تدبیر ناکام بنادی۔

نبی کریم ﷺ حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو آپ ﷺ کی ناقہ قصویٰ بیٹھ گئی قافلہ والوں کو خیال آیا کہ تھکاوٹ کی وجہ سے اُونٹنی بیٹھ گئی ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا(انما جسها حابس الفیل عن مکة) ''اسے اُس ذات نے آگے بڑھنے سے رُوک دیا ہے، جس نے ہاتھی کو مکہ جانے سے روکا تھا۔'' نبی پاک ﷺ نے حکم صادر فرمایا: ''کہ فروکش ہو جاؤ'' قافلہ والوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہاں تو پانی کی ایک بوند بھی نہیں، سارے کنویں خشک پڑے ہیں، اگر یہاں قیام کیا تو مسلمانوں کو بڑا نقصان اُٹھانا پڑے گا۔ ایسے میں اللہ کے حبیب نبی کریم ﷺ نے اپنے ترکش سے ایک تیر نکالا اور ایک صحابیؓ کو حکم دیا کہ وہ کسی کنویں میں اُتر جائے اور یہ تیر کنویں میں گاڑ دے۔ صحابیؓ نے تعمیل اِرشاد کی تیر گاڑنے کی دیر تھی کہ پانی جوش مار کر اُبلنا شروع ہو گیا، دیکھتے ہی دیکھتے کنواں پانی سے بھر گیا۔

قریش نے بدیل بن ورقہ جو بنی خزاعہ اور قبیلہ کا سردار تھا اُس کو چند آدمیوں کے ساتھ آپ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ اُنہوں نے آپ ﷺ کی آمد کا مقصد معلوم کرنا چاہا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ ہم حج کے اِرادے سے نکلے ہیں، بیت اللہ شریف کی زیارت کا شوق ہمیں یہاں لے آیا ہے۔ جنگ کرنے کا ہمارا قطعاً ارادہ نہیں۔ احرام کی دو چادریں ہمارے پاس ہیں جو زیب تن ہیں۔ جبکہ قربانی کے جانور بھی ہمارے ساتھ ہیں۔ کیا تم باور کر سکتے ہو کہ اتنا طویل سفر کر کے بلا کسی سامان حرب کے ہم تمہارے ساتھ لڑ سکتے ہیں۔ یہ سن کر بدیل کو اطمینان ہو گیا اور اس نے واپس جا کر قریش کو مطلع کیا کہ مسلمانوں کا صرف حج/عمرہ کرنے کا مقصدً ہے۔ وہ لڑائی کے لیے نہیں آئے۔ قریش نے بدیل کی بات کا یقین نہ کیا بلکہ اس سے ناراضگی کا اِظہار کیا۔

قریش چند قبائل کو ''احابیش'' کہتے تھے جو مکہ کے نواح میں آباد تھے۔ قریش کا ان سے دوستانہ معاہدہ تھا۔ یہ قبائل بلا کے تیرانداز اور جنگ جو تھے۔ اہل مکہ نے ان کے سردار حلیس عقلمہ کو اپنا نمائندہ بنا کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا تا کہ وہ اُنہیں مجبور کر کے واپس چلے جانے پر رضامند کرلے۔ آپ ﷺ نے جب حلیس کو اپنی جانب آتے دیکھا تو صحابہؓ سے اِرشاد فرمایا کہ قربانی کے جانوروں کی قطاریں اس کے سامنے سے گزارو، حلیس نے جب یہ منظر دیکھا تو بہت متاثر ہوا۔ حضور ﷺ سے گفتگو کیے بغیر ہی واپس چلا گیا اور جو کچھ اُس نے دیکھا وہ قریش کو بیان کر دیا۔ اُس نے کہا کہ مسلمان نہ جنگ کرنے کی غرض سے آئے ہیں اور نہ ہی مکہ پر قبضہ کرنے کا اِرادہ ہے۔ حلیس کی یہ بات سن کر قریش کے غیض وغضب کی کوئی حد نہ رہی۔ قریش نے کہا اُو بدو! بیٹھ جاؤ، تمہیں ان باتوں کا علم نہیں۔ حلیس غصے سے بے قابو ہو گیا اور قریش سے کہا کہ ہم نے تمہارے ساتھ اس لیے دوستی نہیں کی کہ زائرین کعبہ کا راستہ رُوکیں اور ہم تمہاری امداد کریں۔ اگر تم اپنی ضد سے باز نہ آئے تو میں اپنے قبیلے کے لوگوں کو لے کر یہاں سے چلا جاؤں گا۔

اس کے بعد اہل مکہ نے عروہ بن مسعود ثقفی کو مسلمانوں سے بات کرنے اور اُنہیں واپس جانے پر آمادہ کرنے کے لیے روانہ کیا۔ اس نے بدیل اور حلیس کے ساتھ اہل مکہ کے سلوک کو دیکھ لیا تھا۔ اس لیے اُس نے ایسا کرنے سے

Marfat.com

معذرت کرلی۔ قریش کی یقین دہانی پر عروہ بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں حاضر ہوا۔ اس نے نہایت شائستگی سے گفتگو کی کہنے لگا کہ مکہ آپ کی قوم کا مرکز ہے اگر آپ ان آوارہ منش لوگوں کی فوج اکٹھی کر کے مکہ کو ویران کردیں اور یہاں کے لوگوں میں قتل و غارت گری کا بازار گرم کردیں تو یہ داغ پھر کبھی نہ دھلے گا۔ اور اگر جنگ کی نوبت آئی تو آپ (ﷺ) کے ساتھی آپ (ﷺ) کو میدان جنگ میں تنہا چھوڑ کر بھاگ جائیں گے۔

حضرت عبداللہؓ بن عثمان ابوقحافہ اُس کی یہ گفتگو سن رہے تھے۔ اُس کی آخری بات سن کر خلیفہ اوّل کو یارائے ضبط نہ رہا اور کڑک کر فرمایا: ''اُو، لات کے غلیظ لوتھڑے کے چومنے والے! تو نے کہا کہ ہم حضور ﷺ کو چھوڑ کر چلے جائیں گے؟ عروہ نے یہ سنا تو ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔ عروہ اثنائے گفتگو میں کبھی کبھی عربوں کے دستور کے مطابق اپنے ہاتھ سے آپ ﷺ کی ریش مبارک کو چھو لیتا۔ حضرت مغیرہؓ بن شعبہ جو پاس کھڑے تھے عروہ کے ہاتھ کو سختی سے جھٹک دیتے۔ اگرچہ وہ (مغیرہ) عروہ کے ممنونِ احسان تھے۔ اس نے مغیرہ کی طرف سے ۱۳ آدمیوں کا خون بہا ادا کیا تھا جو مغیرہ سے قبل از اسلام قتل ہوئے تھے، عروہ اور مغیرہؓ کا رشتہ چچا، بھتیجے کا بھی تھا۔

عروہ نے نبی کریم ﷺ سے تبادلہ خیال کیا تو اُسے یقین ہو گیا کہ حضور ﷺ کا مقصد نہ اہل مکہ سے جنگ کرنا ہے اور نہ ہی مکہ پر قبضہ کرنا ہے۔ بلکہ حضور ﷺ اپنے مخلص ساتھیوں کے ساتھ یہاں آئے ہیں صرف بیت اللہ کی خاطر۔ عرو جب مکہ پہنچا تو اُس نے اپنے مشاہدات کے نتیجہ سے قریش مکہ کو آگاہ کیا اور اُنہیں مشورہ دیا کہ اہل مکہ مسلمانوں کی مخالفت چھوڑ دیں اور مزاحمت کا اِرادہ ترک کردیں اور حج اور زیارتِ بیت اللہ سے نہ روکیں۔ وہ چند دن یہاں ٹھہر کر واپس مدینہ چلے جائیں گے۔ عروہ نے قریش اور دیگر اہل مکہ کو بتایا کہ اُس نے قیصر و کسریٰ اور دیگر کئی بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں، لیکن جاں نثاری اور عقیدت کے جو جذبات اس نے غلامان محمد ﷺ کے دِلوں میں موجزن پائے اُن کی نظیر اُسے کہیں بھی نہیں ملی۔ اگر آپ ﷺ تھوکتے ہیں تو وہ اُن کے تھوک کو ہاتھوں پر لے لیتے ہیں۔ جب وہ وضو کرتے ہیں تو پانی کا ایک قطرہ زمین پر گرنے نہیں دیتے بلکہ آگے بڑھ کر اُسے اپنے چہروں اور اپنے سینوں پر مل لیتے ہیں۔

اہل مکہ کی ہر چند کوشش تھی کہ مسلمانوں اور اُن کے درمیان لڑائی ہو جائے اُنہوں نے جھگڑا کرنے کی بڑی کوشش کی۔ ایک رات تاریکی میں اہل مکہ کے چالیس پچاس آدمی اسلامی کیمپ میں گھس آئے اُنہوں نے پتھروں اور تیروں کی بارش کردی، مسلمانوں نے صبر سے کام لیا اور جنگ کو پھیلنے نہ دیا۔ ان سب کو گرفتار کرلیا اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پیش کردیا۔ رحمت عالم ﷺ نے کسی سے بھی اِنتقام نہیں لیا اور سب گرفتار شدگان کو آزاد کردیا۔

اِسی طرح ایک روز مسلمان نماز فجر کی ادائیگی میں مصروف تھے کہ مکہ کے قریب حرم کی حدود سے باہر ایک مقام ہے، مکہ کے لوگ بالعموم عمرہ کرنے کی خاطر اسی مقام پر جا کر احرام باندھتے ہیں اور پھر واپس آ کر عمرہ ادا کرتے ہیں اس مقام کو تنعیم کہتے ہیں۔ وہاں ۸۰ آدمیوں کے ایک دستہ نے مسلمانوں پر حملہ کردیا، مسلمانوں نے ان سب کو گرفتار کرلیا لیکن سرور عالم ﷺ نے اُن کے لیے عفو عام کا اعلان فرما دیا۔ اس طرح اہل مکہ کی تمام سازشیں ناکام ہوگئیں۔ اس کے بعد

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ نے خراشؓ بن اُمیہ کو مکہ معظمہ روانہ کیا مگر قریش نے گفت وشنید کی بجائے اُن کے اُونٹ کو مار ڈالا اور وہ خود بمشکل جان بچا کر واپس آئے۔

﴿بیعت رضوان﴾ اہل مکہ نے جتنے سفیر بھیجے وہ مسلمانوں کے حُسنِ نیت کے بارے میں خوب مطمئن ہو کر آئے، لیکن وہ اہل مکہ کو مطمئن نہ کر سکے۔ چنانچہ نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر اہل مکہ کی جانب بھیجا۔ تاکہ وہ ذاتی وجاہت اور خاندانی اثر رسوخ کے باعث اہل مکہ کی غلط فہمی کو دُور کر سکیں اور قریش کو اس بات پر آمادہ کریں کہ وہ مسلمانوں کو زیارت وطواف خانہ کعبہ سے نہ روکیں۔ حضرت عثمانؓ نے قریش کے سرکردہ لوگوں سے بات چیت کی، روسائے قریش نے حضرت عثمانؓ کو کعبہ کا طواف کرنے کی اجازت دے دی۔ لیکن حضرت عثمانؓ نے جواب دیا:

''جب تک اللہ کے پیارے رسول ﷺ خانہ کعبہ کا طواف نہیں فرمائیں گے میں بھی طواف نہ کروں گا۔''

حضرت عثمانؓ نے مکہ میں اپنے رشتہ دار ابان بن سعید بن عاص کے گھر پناہ لی تھی۔ قریش نے آپؓ کو نظر بند کر دیا۔ اس اثناء میں یہ افواہ پھیل گئی کہ اہل مکہ نے حضرت عثمانؓ کو شہید کر دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے حضرت عثمانؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لیے صحابہؓ کو حکم دیا کہ جان کی بازی لگا دینے کی بیعت کریں۔

سرور دو عالم ﷺ ایک درخت کے نیچے جلوہ افروز ہوئے۔ صحابہ کرامؓ نے پروانوں کی طرح شوق شہادت سے سرشار ہو کر بیعت کی۔ سب سے پہلے ابوسنانؓ اسدی نے بیعت کی، حضرت سلمہؓ بن اکوع نے تین بار بیعت کی یعنی شروع میں، درمیان میں اور آخر میں۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک پکڑ کر فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ نتائج سے بے نیاز ہو کر وہ اپنے ہادی ومرشد کے دستِ مبارک پر سر کٹوانے اور جان دینے کی بیعت کر رہے تھے۔ سرفروشی وجاں نثاری کا یہ رُوح پرور منظر چشم فلک نے کب دیکھا ہوگا۔ اِن پاکباز اور نیک نہاد عشاق کے جذبہ ایثار پر عالم بالا کے مکینوں کو بھی وجد آ گیا ہوگا۔ اِسی حالت میں حضرت جبرئیل امینؑ آئے اور خداوند کریم کا یہ پیغام سنا کر شمع جمالِ مصطفویؐ کے پروانوں کو یہ مژدہ جانفزا سنایا، ترجمہ ہے:

''بے شک! راضی ہو گیا اللہ تعالیٰ مومنین سے جب وہ درخت کے نیچے آپ کے دستِ حق پرست پر سر دھڑ کی بازی لگانے میں بیعت کر رہے تھے۔'' (آیت نمبر ۱۸، سورۃ فتح)

صرف ایک منافق نے اس میں شرکت نہ کی اس کا نام جد بن قیس تھا۔ درخت کے نیچے بیعت لی گئی وہاں حضرت عمر فاروقؓ دست مبارک تھامے ہوئے تھے۔ حضرت معقلؓ بن یسار درخت کی بعض ٹہنیاں پکڑ کر آپ ﷺ کے اُوپر سے ہٹا رکھی تھیں۔ اس بیعت کو ''بیعت رضوان'' کہا گیا۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ وہاں پہنچ گئے۔

﴿بیعت رضوان کی اہمیت﴾ یہ بیعت تاریخ اسلام میں بیعت رضوان کے نام سے مشہور ہے۔ اس بیعت کی اطلاع جب اہل مکہ کو ملی تو اُن کے اَوسان خطا ہو گئے۔ ان کی ہٹ دھرمی کی تندی کافور ہو گئی۔ پھر اہل مکہ نے صلح کی بات چیت کے لیے سہیل بن عمرو کو حضرت عثمانؓ کی وساطت سے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ گفت وشنید کا سلسلہ دیر

Marfat.com

تک جاری رہا۔ آخر ایک معاہدہ طے پایا۔ رسول کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ معاہدہ کی شرائط قلم بند کریں۔ تو حضرت علیؓ نے حکم کی تعمیل میں سب سے پہلے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا۔ قریش کے نمائندہ سہیل نے اس پر اعتراض کیا اور کہا کہ عرب کے دستور کے مطابق ''بسمک اللھم'' کے الفاظ لکھے جائیں۔ حضرت علیؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کے نام مبارک کے ساتھ ''رسول اللہ'' لکھا تو اس پر بھی سہیل نے اعتراض کیا اور کہا کہ ''رسول اللہ'' کی بجائے محمد بن عبداللہ لکھا جائے۔ آنحضرت ﷺ نے اس کی دونوں باتیں مان لیں۔ یہ صلح نامہ ابھی زیر تحریر ہی تھا کہ مسلمانوں کو ایک کڑی آزمائش سے گزرنا پڑا۔ سفیر قریش کے بیٹے ابوجندلؓ دولت ایمان سے مالا مال ہو چکے تھے مگر قریش نے اُنہیں مکہ میں ہی قید کر رکھا تھا وہ کسی طرح بھاگ کر مسلمانوں کے پاس آ گئے اُنہوں نے اپنا مجروح جسم دکھا کر اہل مدینہ سے امداد طلب کی۔ مسلمانوں کے جذبات مشتعل ہو گئے، حضرت عمرؓ نے جوش میں آ کر کہا کہ ''ہم حق پر ہیں تو پھر یہ ذلت کیوں گوارا کریں۔'' ایسے میں آنحضور ﷺ نے ابوجندلؓ بن سہیل اور صحابہ کرامؓ کو صبر کی تلقین فرمائی۔ صحابہ کرامؓ کی گردنیں جھک گئیں۔ اور معاہدہ کے مطابق ابوجندلؓ کو قریش کے حوالے کر دیا گیا۔

عمرہ کو کیسے حلال فرمایا معاہدہ صلح کی تحریر مکمل کرنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اُٹھو اور اپنے اپنے جانور قربان کر دو۔'' لیکن کسی نے ایسا نہ کیا۔ آپ ﷺ اس صورتحال کی نزاکت کے پیش نظر حضرت اُم سلمہؓ کے پاس تشریف لے گئے اور اصحاب کے اس پیش آمدہ عمل کا ذکر فرمایا۔ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ آپ تشریف لے جائیں اور کسی کو کچھ نہ کہیں چپ چاپ اپنا جانور ذبح فرما دیں اور اپنا حجام بلوا کر سر منڈوا لیجئے۔'' پھر آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا اپنے قربانی کے جانور کو ذبح کیا اور حجام کو بلوا کر سر منڈوا لیا۔ صحابہ کرامؓ نے یہ صورتحال دیکھی تو سب نے اپنے اپنے قربانی کے جانور ذبح کر دیئے اس کے بعد باہم ایک دوسرے کا سر مونڈنے لگے۔ اس وقت صحابہؓ کی یہ حالت تھی کہ وہ فرطِ غم کی وجہ سے پریشان تھے۔ اس موقع پر گائے اور اُونٹ سات سات آدمیوں کی طرف سے ذبح کیے گئے۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے وہ اُونٹ ذبح فرمایا جو کسی وقت ابوجہل کی ملکیت میں تھا۔ اُونٹ کی ناک میں چاندی کا ایک حلقہ تھا یہ اس لیے تھا کہ مشرکین جل بھن کر رہ جائیں۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے سر منڈوانے والوں کے لیے تین بار مغفرت کی دعا فرمائی اور قینچی سے بال کٹوانے والوں کے لیے ایک بار۔

نحر و حلق کے بعد حضور نبی کریم ﷺ مقام ''ابواء'' پر پہنچے تو فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ کو اپنی ماں کی قبر پر جانے کی اِجازت دے دی ہے، تو آپ ﷺ اپنی والدۂ ماجدہ حضرت آمنہؓ کی قبر کے پاس آئے اُن کی قبر کو درست فرمایا، صفائی و ستھرائی کی اور اتنا روئے کہ سب ہمراہی بھی آپ ﷺ کے ساتھ رونے لگے۔ جب آپ ﷺ سے اِس بارے میں پوچھا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھ پر ماں کی محبت و رحمت چھا گئی تو میں رو پڑا۔''

صلح نامہ حدیبیہ کی شرائط ☆ فریقین ۱۰ سال تک ایک دوسرے کے ساتھ جنگ نہیں کریں گے اور کوئی بھی فریق خفیہ یا اعلانیہ ایسی حرکت نہیں کرے گا جو امن و آشتی کے خلاف ہو۔

☆ اس عرصہ میں اگر کوئی قریش اپنے ولی کی اجازت کے بغیر مکہ سے بھاگ کر نبی کریم ﷺ کے پاس چلا جائے تو نبی کریم ﷺ اُسے واپس کر دیں گے لیکن اگر کوئی مسلمان اپنے دین سے مرتد ہو کر مکہ چلا جائے تو اہل مکہ اسے واپس نہیں کریں گے۔

Marfat.com

☆ عرب کے بادیہ نشین قبائل آزاد ہیں، مسلمان یا کفار جس کے ساتھ چاہیں دوستی کا معاہدہ کر سکتے ہیں۔

☆ نبی کریم ﷺ اپنے اصحابؓ کے ساتھ عمرہ کیے بغیر واپس چلے جائیں، البتہ آئندہ سال وہ عمرہ ادا کر سکیں گے۔ اس دوران انہیں تین دن مکہ میں ٹھہرنے کی اجازت ہوگی۔ تلوار کے سوا اُن کے پاس کوئی ہتھیار نہ ہوگا۔ اور تلوار بھی میان میں رہے گی۔

☆ اہل مکہ ان تین دنوں میں مکہ سے باہر چلیں جائیں گے۔ لیکن مسلمان جب مکہ سے واپس مدینہ جائیں گے تو وہ مکہ کے کسی شخص کو ساتھ نہیں لے جا سکیں گے۔

﴿صلح حدیبیہ کی اہمیت﴾ اس صلح سے صحابہ کرامؓ کے دِل اُفسردہ ہوئے اُنہوں نے اس صلح کو باعث ندامت خیال کیا، لیکن تاریخ اسلام کا یہ اہم واقعہ ہے، جس کا ذکر قرآن مجید میں بھی مذکور ہے، ترجمہ ہے: ''(اے محمد ﷺ) ہم نے تم کو فتح دی، فتح بھی صریح وصاف تا کہ خدا تمہارے اَگلے، پچھلے گناہ بخش دے اور تم پر اپنی نعمت پوری کر دے اور تمہیں سیدھی راہ پر چلائے اور خدا تمہاری زبردست مدد کرے۔'' یہ سورۃ فتح کی آیات نمبر ا تا ۳ کا ترجمہ ہے جس کی وضاحت یوں کی گئی کہ ہجرت کے چھ برس بعد آنحضرت ﷺ نے خواب دیکھا کہ مکہ گئے، عمرہ اَدا فرمایا اور حلق کروایا۔ پس اِرادہ کیا عمرے کا، اگر چہ قریش سے دشمنی تھی لیکن دستور تھا کہ دشمن کے لیے بھی حج اور عمرے سے مانع نہ ہوتے تھے۔ اور حرم میں بیر (بدلہ) نہ لیتے تھے۔'' تو چودہ، پندرہ سو آدمیوں کے ساتھ چلے قریش نے لوگ جمع کیے شہر سے باہر جا پڑے لڑنے کو۔ جب حضرت ﷺ پہنچے تو قریب جہاں سے مکہ نظر آیا سواری کی اُونٹنی بیٹھ گئی، ہرگز نہ اُٹھی، جب حضرت ﷺ نے قسم کھائی کہ میں کعبہ کا اَدب رکھوں گا اگر یہ لوگ چڑھ چڑھ بولیں، تب اُونٹنی اُٹھی۔ حضرتؐ مقابلہ چھوڑ کر حدیبیہ کے میدان میں اُترے، پیغام دیا کہ اگر چاہو تو مجھ سے صلح کرلو، یہ لوگ ایک مدت لیں، اتنے ہم اَوروں کو مسلمان کرلیں۔ پھر چاہو گے مسلمان ہو جیو اور چاہو گے لڑیو۔'' آخر صلح ہوئی لیکن اس برس عمرہ نہ کر پائے۔

دُنیاوی لحاظ سے اس صلح کا یہ فائدہ ہوا کہ تبلیغ واشاعت اسلام میں نمایاں ترقی ہوئی، اس دَور میں بہت سے لوگوں نے اِسلام قبول کیا، ایمان لانے والوں میں خالد بن ولید، عمرو بن العاص جیسی مقتدر شخصیات نے اَگلے ہی سال اِسلام قبول کرلیا۔ اس صلح کے وقت آپ ﷺ کے ہمراہ چودہ پندرہ سو جاں نثار تھے، جبکہ فتح مکہ کے وقت صرف دو سال بعد آپ ﷺ کے ساتھ ۱۰۰۰۰ ہزار کا جم غفیر تھا۔ قریش کا سارے ملک پر فوقیت اور رُعب طاری تھا، مگر صلح حدیبیہ کے باعث عرب معاشرے میں سب کو مساوی مقام حاصل ہو گیا۔ بدو قبائل نے بھی اِسلام قبول کرلیا۔ اس صلح کے نتیجہ میں قبائل آزاد ہو گئے کہ وہ جس فریق سے چاہیں معاہدہ کرلیں۔ بنو بکر اور بنو خزاعہ کی دشمنی تھی لہٰذا بنو بکر نے قریش اور بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے اِلحاق کر لیا۔

صلح نامہ کی یہ شرط کہ مسلمانوں کا کوئی شخص اگر مکہ میں رہنا چاہے تو اس پر کوئی پابندی نہیں ہوگی۔ لیکن مکہ کا کوئی آدمی مدینہ میں نہیں جا سکتا۔ مسلمانوں کے لیے یہ سب سے زیادہ کٹھن شرط تھی۔ قریش کی اس شرط سے انہیں ایسا نقصان ہوا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں وہ حاضر ہوئے اور عرض کی کہ صلح نامے کی یہ شرط حذف کر دی جائے۔ اس کی وجہ یہ

Marfat.com

ہوئی کہ ایک شخص ابو بصیرؓ بھاگ کر مدینہ پہنچ گئے اُن کے تعاقب میں مکہ کے دو آدمی مدینہ پہنچے، جنہوں نے ابو بصیرؓ کی حوالگی کا مطالبہ کیا۔ آنحضرت ﷺ نے ابو بصیرؓ کو اُن کے حوالے کر دیا۔ واپسی پر ابو بصیرؓ نے مکہ سے آئے ہوئے ایک شخص کو قتل کر دیا اور خود بھاگ کر مدینہ آ گئے، حضور ﷺ سے عرض کی کہ آپ حضور ﷺ نے اپنا وعدہ پورا فرما دیا، اب آپ ﷺ پر کوئی ذمہ داری نہیں، پھر ابو بصیر ساحلی شہر عیص میں آباد ہو گیا۔ اس واقعہ کے بعد دوسرے ستم رسیدہ مسلمان بھی اُن کے پاس جمع ہونا شروع ہو گئے۔ یہاں تک کہ اُن کی تعداد تقریباً ۷۰ ہو گئی۔ اُنہوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کو لوٹنا شروع کر دیا اور قریش کو اس قدر تنگ کیا کہ قریش مکہ نے خود حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اِستدعا کی کہ صلح نامہ کی یہ شرط خارج کر دی جائے۔

صلح حدیبیہ کے بے شمار فوائد حاصل ہوئے جن میں ایک فائدہ یہ بھی پہنچا کہ مسلمانوں کو قریش مکہ کی جانب سے اطمینان نصیب ہوا۔ پھر وہ سکون قلب کے ساتھ تبلیغ دین کی اِشاعت کی طرف راغب ہوئے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کی درخواست منظور فرماتے ہوئے یہ شرط معاہدہ سے خارج فرما دی۔ اس دوران ابو بصیرؓ ساحلی شہر عیص میں بیمار پڑ گئے، آپ ﷺ نے اُنہیں بذریعہ خط اس کی اطلاع بھجوائی اور فرمایا کہ تم اب اپنی جماعت کے ساتھ مدینہ پہنچ جاؤ، جب یہ خط ابو بصیرؓ کو ملا تو اُنہوں نے خط کو چوما اور نامہ مبارک ہاتھ میں لیے وفات پا گئے، پھر اُن کی جماعت نے ابو بصیرؓ کو اسی مقام پر دفن کر دیا اور تمام لوگ مدینہ میں آ کر آباد ہو گئے۔

﴿حدیبیہ میں اللہ کی مدد﴾ صلح حدیبیہ کی شرائط بظاہر مسلمانوں کے لیے ناگوار تھیں مگر اللہ تعالیٰ نے اس معاہدے کو ''فتح مبین'' کا نام دیا۔ ایک شرط یہ بھی تھی کہ اگر کوئی مسلمان مکہ سے مدینہ آ جائے تو اسے واپس کرنا ہو گا۔ مثلاً جب ابو جندل بھاگ کر مدینہ آئے تو اُن کے والد سہیل نے اس شرط پر بہت زور دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ابو جندلؓ کو صبر کی تلقین فرمائی۔ اسی طرح کچھ عرصہ بعد جب ابو بصیر مکہ سے بھاگ کر مدینہ آ گیا تو مشرکین مکہ نے ابو بصیرؓ کی واپسی کے لیے دو آدمی بھیجے۔ رسول اللہ ﷺ نے ایفائے عہد کا مظاہرہ فرمایا اور ابو بصیرؓ کو ان دو آدمیوں کے حوالے کر دیا۔ واپسی کے دوران ابو بصیرؓ نے اُن میں سے ایک شخص کو قتل کر دیا۔ دوسرا شخص جان بچانے کی غرض سے مدینہ پہنچ گیا۔ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو ابو بصیرؓ بھی اللہ کے رسول ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گئے۔ اور عرض کی کہ آپ ﷺ نے تو اپنا عہد نبھا دیا مگر مجھے اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔ یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جنگ کی آگ نہ بھڑکاؤ'' پھر ابو بصیرؓ مدینہ سے نکل کر شاہراہ شام و مکہ پر ساحل سمندر کے قریب آباد ہو گئے۔ ابو جندلؓ بھی مکہ سے نکل کر ابو بصیرؓ کے پاس پہنچ گئے۔ بعد ازاں بہت سے مسلمان ابو بصیرؓ کے پاس جمع ہو گئے۔ اب ان لوگوں نے مشرکین کے تجارتی قافلوں پر چھاپہ مار کاروائیاں شروع کر دیں۔ مشرکین اتنے تنگ ہوئے کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی کہ معاہدے سے اس شرط کو بھی ختم کر دیا جائے اور ابو بصیرؓ کو چھاپہ مار کاروائیوں سے روکا جائے۔ دوسری شرط میں فریقین کو یہ اختیار حاصل تھا کہ وہ جس فریق سے چاہے دوستانہ معاہدہ کر لیں، چنانچہ بنو خزاعہ نے رسول اللہ ﷺ سے دفاعی معاہدہ کیا، صلح حدیبیہ کے ۲۲ مہینے کے اندر اندر قریش نے عہد شکنی کر کے معاہدہ توڑ دیا۔ بنو بکر نے بنو خزاعہ پر حملہ کیا تو قریش نے بنو بکر کا ساتھ دیا۔ جب اُنہیں اپنی

Marfat.com

اِس بدعہدی کا احساس ہوا تو تجدید صلح کے لیے ابوسفیان جو اس وقت حالت شرک میں تھا تجدید صلح کی درخواست لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مگر رسول اللہ ﷺ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا۔ یہ دوسری شرط قریشِ مکہ کے لیے ذلت آمیز شکست ثابت ہوئی۔ معاہدہ کی تیسری شرط کے مطابق فریقین ۱۰ سال تک جنگ بندی کے پابند ہوں گے۔ قریش مکہ نے ۲۲ ماہ کے اندر خود ہی عہد شکنی کر ڈالی، جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مکہ کی فتح مسلمانوں پر آسان فرما دی۔ میدان حدیبیہ کی ایک خاص بات یہ بھی ہے کہ قریش نے جنگ کے شعلے بھڑکانے کی بہت کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی تمام کوششیں ناکام کر دیں۔ حتیٰ کہ شب کی تاریکی میں حملہ آور دشمن کے ۸۰ فرد گرفتار ہوئے جنہیں نبی کریم ﷺ کے حکم پر رہا کر دیا گیا تاکہ قریش پر احسان ہو۔

﴿صلح حدیبیہ کے اثرات﴾ ابوجندلؓ بن سہیل بن عمرو زنجیروں میں جکڑا ہوا مکہ سے بھاگ کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور دادرسی کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے فرمایا، اب معاہدہ ہو چکا، اسے توڑا نہیں جا سکتا۔ تم صبر کرو اللہ تعالیٰ تمہاری خلاصی کی کوئی بہتر صورت پیدا فرما دے گا۔ پھر آپ ﷺ نے احرام کھول دیئے۔ قربانی کے جانوروں کو ذبح کیا اور مدینہ طیبہ کو واپسی فرمائی۔ راستہ میں جب کراع الغمیم جو مکہ سے ۶۴ کلومیٹر کے فاصلہ پر ہے وہاں سورۃ فتح نازل ہوئی جو ''فتح مبین'' کی خبر دے رہی ہے۔ پھر چند سال بعد ہی اس معاہدے میں مضمر برکات کا ظہور ہونا شروع ہوا تو ہر کس و ناکس نے یہ اعتراف کیا کہ ہادی اسلام ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لیے اور اُمت مسلمہ کے لیے ایک عظیم الشان فتح تھی۔ اب مسلمان ایک آزاد اور خود مختار قوم کی صورت میں تھے۔ جن کی آزاد مملکت تھی۔ اس صلح کے بعد مکہ اور مدینہ کے مابین جنگ کی حالت ختم ہوگئی آنے جانے کی پابندیاں بھی ختم ہوگئیں۔ تبلیغ اسلام نے وسعت اختیار کی یعنی گزشتہ ۱۹ سال کی جدوجہد ایک طرف اور صلح کے بعد کے دو سال کی جدوجہد دوسری طرف۔ قبائل کے قبائل فوج در فوج مدینہ طیبہ کا رُخ کرنے لگے اور اسلام قبول کر لیا۔ جو علاقے اسلامی مملکت میں شامل ہو چکے تھے وہاں اِسلامی قانون کا نفاذ کر دیا گیا۔ جس کے باعث ایک نئی تہذیب و تمدن کا ظہور ہوا، اِس صلح کے تین ماہ بعد ہی یہودیوں کے اہم مراکز خیبر، فدک، وادیُ القریٰ، تیمہ اور تبوک پر اسلام کا پرچم لہرانے لگا۔

❖❖❖

Marfat.com

ہجری سال ہفتم کے واقعات

❖❖❖

رسول اللہ ﷺ ذی الحجہ ۶ ہجری کے اوائل حصہ میں حدیبیہ سے واپس مدینہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے سلاطین کو دعوت اسلام کے خطوط اِرسال فرمائے۔

مُہر کا اِجراء آپ ﷺ نے اَقوام عالم کے سلاطین وحکمرانوں کو دعوتِ اسلام کے خطوط لکھنے کا سلسلہ شروع فرمایا جس کے لیے ضروری تھا کہ ایک مُہر تیار کروائی جائے، بدوں ثبت مُہر کوئی حکمران خط کو اہمیت نہ دے گا۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ ایک مہر کا اجراء کیا جائے۔ آپ ﷺ نے چاندی کی ایک انگوٹھی بنوائی جس پر (اللہ، رسول، محمد) کے لفظ نقش کرائے گئے۔ جو تین سطروں میں یعنی پہلے محمد درمیان میں رسول اور اُوپر اللہ۔ سفیروں اور قاصدوں کا انتخاب نہایت احتیاط اور منضبط طریقہ سے کیا گیا۔ خاص طور پر وہ جو معلومات رکھتے تھے اور اُن کی زُبان کو سمجھتے تھے۔ سفیروں اور قاصدوں کو یکم محرم ۷ ہجری سے چند دن پہلے روانہ فرمایا گیا اس کے بعد آپ ﷺ نے خیبر کی جانب روانگی فرمائی۔

نامہ مبارک بنام اصحمہ نجاشی شاہِ حبشہ

حبش کے بادشاہ کا نام اصحمہ بن الجبر تھا۔ اس کے ملک میں کچھ مسلمان آباد ہو چکے تھے۔ اس لیے وہ پہلے ہی کسی حد تک دعوتِ اسلام سے آگاہ تھا۔ آنحضرت ﷺ نے عمرؓو بن اُمیہ ضمری کو تبلیغ دین کا خط دے کر روانہ فرمایا۔ خط کا مضمون یہ تھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

رسول خدا! محمد ﷺ کی طرف سے نجاشی شاہ حبشہ کے نام !

اُس پر سلام ہو، میں خدا کی حمد بیان کرتا ہوں جو پاک ہے اور ایمان وسلامتی عطا کرنے والا ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ عیسیٰ بن مریمؑ خدا کی مخلوق اور اس کا حکم ہیں۔ جو پاکیزہ مریمؑ کی طرف بھیجا گیا۔ خدا نے عیسیٰؑ کو اپنی رُوح اور نفخ سے

Marfat.com

اسی طرح پیدا کیا جس طرح آدمؑ کو اپنے ہاتھ اور نفخ سے پیدا کیا تھا۔ میں تمہیں دعوت دیتا ہوں کہ تو واحد لاشریک پر ایمان لے آ اور ہمیشہ اس کے احکام کی تعمیل کر، میری پیروی کر اور میری تعلیمات پر ایمان لے آ، کیونکہ میں خدا کا پیغمبر ہوں، میں اس سے پہلے تمہارے ملک میں اپنے چچازاد بھائی جعفرؓ کو مسلمانوں کی ایک جماعت کے ساتھ بھیج چکا ہوں، انہیں آرام سے رکھنا۔ اے نجاشی! تکبر چھوڑ دو کیونکہ میں تم اور تمہارے دربار کو خدا کی طرف بلاتا ہوں، دیکھو میں نے خدا کا حکم پہنچا دیا، بہتر ہے کہ میری بات پر عمل کرو۔ ہر اُس شخص پر سلام ہو جس نے ہدایت کی پیروی کی۔ جواب میں شاہ نجاشی نے تحریر کیا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد ﷺ کے نام! نجاشی اصحمہ کی طرف سے:

یارسول اللہؐ! آپ ﷺ پر سلام اور اللہ کی رحمت کی برکتیں جس کے سوا کوئی معبود برحق نہیں۔

اُس نے مجھے اسلام کی طرف ہدایت کی اما بعد: یارسول اللہؐ! مجھے آپ ﷺ کا نامہ مبارک ملا، آپ ﷺ نے جو حضرت عیسیٰؑ کا حال بیان کیا سو آسمان و زمین کے ربّ کی قسم کہ حضرت عیسیٰؑ اس سے ذرہ بھی زیادہ نہیں، وہ بے شک ایسے ہی ہیں، جیسا کہ آپ ﷺ نے ذکر کیا اور ہم نے پہچان لیا جو کچھ آپ ﷺ نے ہماری طرف لکھ بھیجا ہے۔ پس میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ صادق ہیں اور میں نے آپ ﷺ کی بیعت کی اور آپ کے ہاتھ پر اللہ رب العالمین کے لیے اسلام لایا۔ میں آپ ﷺ کی خدمت میں اپنے بیٹے کو بھیج رہا ہوں اگر آپ ﷺ چاہتے ہیں کہ میں خود حاضر ہو جاؤں تو تیار ہوں۔ میں گواہی دیتا ہوں کہ جو کچھ آپ ﷺ فرماتے ہیں حق ہے۔ والسلام علیک

﴿اُم حبیبہؓ سے نکاح﴾ اصحمہ کو رسول ﷺ نے عمروؓ بن اُمیہ ضمری کے ہاتھ ایک اور نامہ بھی بھیجا کہ اُم حبیبہؓ جو امیر معاویہؓ کی ہمشیرہ تھیں اُن کو نکاح کا پیغام پہنچائیں۔ کیونکہ وہ بیوہ ہوگئیں تھیں۔ اُن کا پہلا خاوند عبیداللہ بن جحش ہجرت کر کے حبشہ آ گیا تھا۔ پھر وہ نصرانی ہو کر مر گیا تھا۔ ارشاد مبارک کی تعمیل میں حضرت اُم حبیبہؓ نے حضرت خالدؓ بن سعید العاص کو اپنا وکیل مقرر کیا اور نجاشی نے رسول اللہ ﷺ کا نکاح حضرت اُم حبیبہؓ سے کر دیا۔ مہر کی رقم ۴۰۰ دینار مقرر کی وہ بھی نجاشی نے خود ہی ادا کر دی۔ اسی نامہ میں دوسری بات یہ تحریر کی گئی کہ حبشہ میں موجود مہاجرین کو مدینہ بھجوا دیا جائے۔ یہ رسم نکاح 628ء میں سرانجام پائی۔ نجاشی نے حضرت جعفرؓ اور حضرت اُم حبیبہؓ اور دیگر مہاجرین حبشہ کو بذریعہ بحری راستہ مدینہ کی طرف روانہ کیا اُن کے بعد اپنے بیٹے کو ۶۰ مصاحبوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک خط دے کر بھیجا، جس میں اپنے ایمان لانے کا حال لکھا تھا۔ پہلا جہاز جس میں حضرت اُم حبیبہؓ و دیگر سوار تھے وہ جدہ کی بندرگاہ پر بخیریت لنگر انداز ہو گیا، لیکن دوسرا قافلہ جس جہاز میں نجاشی کا بیٹا اور دیگر ۶۰ مصاحب سوار تھے سمندر میں ڈوب گیا۔ اصحمہ نجاشی نے ۹ ہجری 631ء میں وفات پائی۔ آنحضرت ﷺ نے اُن کی نماز جنازہ غائبانہ پڑھائی۔

Marfat.com

نامہ مبارک بنام شاہِ مصر

شاہ مصر کا لقب مقوقس تھا۔حضور نبی کریمﷺ نے حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو سفیر بنا کر روانہ فرمایا۔اور یہ خط پہنچانے کی ذمہ داری اُنہیں سونپی۔دراصل والی مصر ہرقل قیصر روم کا باجگزار تھا۔نامہ مبارک کا اُردو ترجمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور اس کے رسول محمدﷺ کی طرف سے مقوقس امیر قبط کی جانب سلام اُس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی،امابعد: میں بلاتا ہوں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف تو اسلام لا،سلامت رہے گا،دے گا اللہ تجھ کو ثواب دوہرا۔اگر تو نے نہ مانا تو تجھ پر ہوگا گناہ قبطیوں کا۔اے اہل کتاب! تم آ ؤطرف ایسی بات کے جو یکساں ہے ہم میں اور تم میں کہ ہم عبادت نہ کریں مگر اللہ کی اور شریک نہ ٹھہرائیں اس کے ساتھ کسی کو۔اور نہ بنائے ہم میں سے کوئی دوسرے کو رَبّ سوائے اللہ کے۔سو اگر وہ نہ مانیں تو کہو تم گواہ رہو،ہم ہیں ماننے والے۔

حسن اتفاق یہ اصل نامہ مبارک ایک فرانسیسی سیاح کو اخمیم کے گرجا کے ایک راہب سے ملا،سیاح نے یہ نامہ مبارک راہب سے خرید کر سلطان عبدالحمید خان مرحوم والی سلطنت عثمانیہ کی خدمت میں بطور ہدیہ پیش کیا۔یہ نامہ مبارک اب قسطنطنیہ (استنبول) میں موجود ہے۔مذکورہ نامہ مبارک مقوقس کو سکندریہ میں پہنچایا گیا تھا۔اس نے اس مقدس دستاویز کو ہاتھی دانت کے ایک خوبصورت ڈبے میں رکھ کر اس پر اپنی مہر ثبت کردی۔اور جواب میں بزبان عربی یوں تحریر کیا،جس کا اُردو ترجمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمدؐ بن عبداللہ کے نام! مقوقس امیر قبط کی طرف سے،سلام آپؐ پر

امابعد،میں نے آپ (ﷺ) کا خط پڑھا اور سمجھ گیا جو کچھ آپ (ﷺ) نے اس میں ذکر فرمایا اور جس کی طرف آپ (ﷺ) بلاتے ہیں،مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے،میرا گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوں گے۔میں نے آپ (ﷺ) کے قاصد کی عزت کی اور آپ (ﷺ) کی طرف دو کنیزیں جن کی قبطیوں میں بڑی عزت ہے اور کچھ کپڑے اور آپ (ﷺ) کی سواری کے لیے خچر بطور ہدیہ بھیج رہا ہوں۔والسلام (یہ خچر حضرت امیر معاویہؓ کے دور تک رہا۔)

یہ دو کنیزیں سگی بہنیں تھیں جن کے نام ماریہ اور سیرین تھے۔سب سے پہلے حضور نبی کریمﷺ نے اُنہیں دعوت اسلام دی پھر وہ مسلمان ہوگئیں لیکن ماریہ نے فوراً جبکہ سیرین نے کچھ توقف کے بعد کلمہ شہادت پڑھا،اسی وجہ سے حضرت ماریہ حرم نبویؐ میں شامل کرلی گئیں تھیں،جبکہ سیرین حضرت حسانؓ بن ثابت شاعر رسولؐ کو عنایت کردی۔تحفہ میں آنے والے خچر کا نام دُلدل تھا،جو سفید رنگ کا تھا۔حضرت حاطبؓ نے مقوقس کا حال جو ذکر کیا تو آنحضرتﷺ نے اس کے بارے میں فرمایا:''اُس خبیث کو ملک کی طمع نے اسلام سے محروم رکھا،حالانکہ اس کا ملک باقی نہیں رہے گا۔''

Marfat.com

نامہ مبارک بنام کسریٰ ایران

تخت ایران پر ''ساسانی'' خاندان کا فرماں روا خسرو پرویز جلوہ افروز تھا۔ مشرق میں اس کی سب سے بڑی حکومت تھی۔ آنحضرت ﷺ نے اپنا نامہ مبارک حضرت عبداللہؓ بن حذافہ قرشی سہمی کو دے کر بھیجا اور حکم دیا کہ اس نامہ مبارک کو حاکم بحرین کے پاس لے جاؤ۔ منذر بن ساویٰ عبدہ تمیمی نائب السلطنت تھا۔ حاکم موصوف نے وہ نامہ مبارک خسرو پرویز کے پاس بھیج دیا۔ حاکم ایران نے جب وہ نامہ مبارک پڑھا تو اُس نے نامہ مبارک کو پھاڑ دیا۔ پرویز کی اس حرکت کی اطلاع نبی کریم ﷺ تک پہنچی تو آپ ﷺ نے پرویز اور اس کے معاونین پر بددُعا فرمائی کہ: ''وہ ہر طرح پارہ پارہ کیے جائیں۔'' چنانچہ پھر ایسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ اس کی سلطنت جاتی رہی، دولت و اقبال نے منہ پھیر لیا اور وہ ہلاک ہوا۔ اس بربادی کی کیفیت بعد میں درج کی جائے گی۔ پہلے نامہ مبارک کی عبارت کا ترجمہ پیش ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول (ﷺ) کی طرف سے کسریٰ امیر فارس کے نام

سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لایا اور گواہی دی کوئی معبود برحق نہیں مگر خدا ایک جس کا کوئی شریک نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اس کا بندہ اور رسول ہے، میں تجھے دعوت دیتا ہوں اَحد عزوجل کی طرف بلاتا ہوں کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف خدا کا رسول ہوں۔ تاکہ ڈرا دے اُس کو جو زندہ ہو اور ثابت ہو جاوے کلمہ، عذاب کافروں پر، تو اسلام لا، سلامت رہے گا، پس اگر تو نہ مانا تو مجوسیوں کا گناہ بھی تجھ پر ہے۔

پرویز نے نامہ مبارک کو چاک کرنے کے بعد اپنے گورنر یمن کو لکھا کہ اپنے دو دلیر آدمیوں کو حجاز بھیجو تاکہ اس مدعی نبوت کو پکڑ کر میرے پاس لائیں۔ باذان گورنر یمن نے بابویہ اور دوسرا شخص خرخسرہ کو مطلوبہ غرض کی خاطر مدینہ روانہ کیا۔ یہ دونوں بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے، بابویہ نے حقیقت حال عرض کی۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ ''تم کل میرے پاس آنا'' چنانچہ وہ اگلے دن آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ فلاں مہینے کی فلاں رات کو خدا نے کسریٰ کو قتل کر دیا ہے۔ اور اُس کے بیٹے کو اسی پر مسلط کر دیا ہے۔ وہ یہ سن کر حیران و پریشان ہو گئے اور عرض کرنے لگے کہ کیا یہ اطلاع گورنر یمن کو دے دی جائے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ہاں میری طرف سے یہ خبر دے دو کہ میرا دین اور میری حکومت کسریٰ کے ملک کی اِنتہا تک پہنچ جائے گی۔ اور باذان کو یہ بھی کہہ دو کہ اگر تم اِسلام لاؤ تو تمہارا ملک تمہیں ہی دے دیا جائے گا۔'' پھر وہ دونوں واپس ہوئے اور گورنر یمن کو سارا ماجرا کہہ سنایا ابھی کچھ عرصہ ہی گزرا تھا کہ شیرویہ کا ایک خط باذان کے پاس یمن پہنچا۔ جس میں تحریر تھا کہ خسرو پرویز کے گھرانے کے اندر بغاوت کا شعلہ بھڑک

Marfat.com

اُٹھا، خسرو کے بیٹے شیرو یہ نے اپنے باپ کو قتل کر دیا اور خود بادشاہ بن بیٹھا۔ یہ واقعہ ۱۰ جمادی الاول ۷ ہجری کی شب میں پیش آیا، اس واقعہ کی وجہ سے باذان اور اس کے رفقاء مسلمان ہو گئے اور باذان بدستور یمن کا حکمران قائم رہا۔ ان کے علاوہ یمن میں جو ایرانی موجود تھے اُنہوں نے بھی اسلام قبول کر لیا۔ پھر شیرو یہ چھ ماہ بعد مر گیا فارس کا آخری بادشاہ یزدجر بن شہریار بن شیرو یہ حضرت عمر فاروقؓ کے عہد میں قتل ہوا۔

نامہ مبارک بنام قیصر روم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے بندے اور رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے ہرقل امیر روم کے نام!

سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، اما بعد: ''میں تجھ کو دعوت اسلام کی طرف بلاتا ہوں، تو اسلام لا، سلامت رہے گا۔ خدا تجھ کو دوہرا ثواب دے، اگر تو نے رُوگردانی کی تو تیری رعایا کا گناہ بھی تجھ پر ہوگا۔ اے اہل کتاب! آؤ جو ہم میں اور تم میں یکساں ہے کہ ہم خدا کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں۔ اور ہم میں سے کوئی اللہ کو چھوڑ کر دوسرے کو خدا نہ بنائے۔ اگر وہ تمہیں نہیں مانتے تو کہہ دو، تم گواہ رہو کہ ہم ماننے والے ہیں۔''

رسول اکرم ﷺ نے اپنا نامہ مبارک حضرت دحیہ کلبیؓ کے ہاتھ روانہ کیا تو اُنہوں نے یہ خط شام کے گورنر حارث غسانی کو بصرے بھیج دیا۔ گورنر نے خط قیصر روم کے پاس بیت المقدس روانہ کیا۔ کیونکہ رومیوں نے ایرانیوں کو شکست دی تھی تو ہرقل فتح کے شکرانے کے لیے حمص سے بیت المقدس گیا ہوا تھا۔ قیصر نے اپنے گورنر کو حکم دیا کہ اس مدعی نبوت کی قوم کا کوئی آدمی یہاں ملے تو اُسے دربار میں حاضر کیا جائے۔ اتفاق یہ کہ ابوسفیان جو ابھی ایمان نہ لایا تھا، تاجران قریش کے ساتھ غزہ آیا ہوا تھا۔ قاصد اُن سب کو بیت المقدس لے آیا، ابوسفیان کا بیان ہے کہ جب سب تاجرانِ قریش اور مجھے قیصر روم کے دربار میں پیش کیا تو میں نے دیکھا کہ وہ تاج پہنے تخت نشین ہے اور اس کے گرد اُمرائے روم مسند آراء ہیں۔ اس نے اپنے ترجمان کو حکم دیا کہ ان قریشیوں سے پوچھا جائے کہ ان میں بلحاظِ نسب اس مدعی نبوت سے کون قریب ہے۔؟ تو ابوسفیان بولا کہ میں ''اقرب'' ہوں، پھر رشتہ دریافت کیا تو جواب آیا کہ وہ میرا چچازاد بھائی ہے۔ (اس قافلہ میں ابوسفیان کے علاوہ اس وقت عبد مناف کی اولاد میں سے کوئی اور موجود نہ تھا۔) پھر قیصر نے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں کو ابوسفیان کی پیٹھ کے پیچھے بٹھا دیا جائے اور ابوسفیان کو اپنے نزدیک بلالیا۔ قیصر نے ترجمان سے کہا کہ اس کے ساتھیوں سے کہہ دو کہ ابوسفیان سے اس مدعی نبوت کا حال دریافت کرتا ہوں، اگر وہ جھوٹ بولے تو کہہ دینا کہ یہ جھوٹ بول رہا

Marfat.com

ہے۔ابوسفیان کا قول ہے کہ اگر مجھے یہ ڈر نہ ہوتا کہ میرے ساتھی میرا جھوٹ پکڑلیں گے تو میں محمد (ﷺ) کا حال بیان کرنے میں جھوٹ بولتا مگر ڈر کی وجہ سے میں نے سچ ہی بولا۔اس کے بعد قیصر روم اور ابوسفیان میں بذریعہ ترجمان سوال وجواب کا یہ سلسلہ شروع ہوا۔

قیصر روم......اس مدعی نبوت کا نسب تم میں کیسا ہے۔؟ابوسفیان نے جواب دیا،وہ شریف النسب ہے۔

قیصر روم......کیا اس سے پہلے تم میں سے کسی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔؟ ابوسفیان......نہیں

قیصر روم......کیا اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ گزرا ہے۔؟ ابوسفیان......نہیں۔

قیصر روم......اُس کے پیروکار اکابر ہیں یا کمزور لوگ۔؟ ابوسفیان......کمزور لوگ۔

قیصر روم......اس کے پیروکار زیادہ ہو رہے ہیں یا کم۔؟ ابوسفیان......زیادہ ہو رہے ہیں۔

قیصر روم......کیا اس کے پیروکاروں میں سے اس کے دین سے ناخوش ہوکر پھر بھی جاتے ہیں۔؟

ابوسفیان......نہیں

قیصر روم......کیا دعویٰ نبوت سے پہلے تمہیں اس پر جھوٹ بولنے کا گمان ہوا؟ ابوسفیان......نہیں

قیصر روم......کیا وہ عہد شکنی کرتا ہے۔؟ ابوسفیان......نہیں

قیصر روم......کیا تم نے اس سے کبھی جنگ بھی کی۔؟ابوسفیان......ہاں

قیصر روم......جنگ کا کیا نتیجہ رہا؟ ابوسفیان کبھی ہم غالب رہے۔کبھی وہ

قیصر روم......وہ تمہیں کیا تعلیم دیتا ہے۔؟

ابوسفیان......وہ کہتا ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو،خدا کے ساتھ کسی کو شریک نہ بناؤ تمہارے آباؤاجداد جو کچھ کہتے ہیں وہ چھوڑ دو۔نماز قائم کرو، سچ بولو، پاکدامن رہو اور صلہ رحمی کرو۔

ان سوال وجواب کے بعد قیصر روم نے اپنے مترجم کی وساطت سے ابوسفیان سے کہا تم نے اس کو شریف النسب بتایا،تو پیغمبر اپنی قوم کے اشراف میں ہی سے مبعوث ہوا کرتے ہیں۔تم نے کہا کہ ہم میں سے کسی نے ان سے پہلے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا،اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھ لیتا کہ اس نے اپنے سے پہلے قول کا اِقتداء کیا ہے۔پھر تم نے کہا کہ اس کے خاندان میں کوئی بادشاہ نہیں گزرا،اگر ایسا ہوتا تو میں خیال کرتا کہ وہ اپنے آبائی ملک کا طالب ہے۔اس کے بعد تم نے جواب دیا کہ دعویٰ نبوت سے پہلے اُنہوں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا،جس سے میں نے پہچان لیا کہ ایسا نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگوں پر جھوٹ نہ باندھے اور خدا پر جھوٹ باندھے۔تم نے بتایا کہ کمزور لوگ اس کے پیرو ہیں،تو پیغمبروں کے پیرو عام طور پر غریب لوگ ہی ہوا کرتے ہیں۔پھر جن کے پیرو زیادہ ہو رہے ہوتے ہیں ان کے دین،ایمان کا یہی حال ہوتا ہے۔جب اس کی بشاشت ولذت دل میں سرایت کر جاتی ہے تو پھر دل سے نہیں نکلتی۔تم نے یہ بھی کہا کہ وہ عہد شکنی نہیں کرتے۔تو پیغمبر عہد نہیں توڑا کرتے۔تم نے ہی بیان کیا کہ جنگ میں کبھی ہم غالب رہتے ہیں اور کبھی وہ،پیغمبروں کا یہی حال ہوتا ہے کہ اعدائے دین کے سبب سے اُن کو ابتلاء ہوا کرتی ہے۔مگر آخر کار فتح

Marfat.com

پیغمبروں ہی کو ہوتی ہے۔ تم نے اُن کی تعلیمات بیان کیں، اگر تم سچ کہتے ہو تو میرے قدموں تک ان کا قبضہ ہو جائے گا۔ اور میں جانتا تھا کہ وہ آنے والا ہے۔ مگر یہ خیال نہ تھا کہ وہ تم سے ہوگا۔ اگر مجھے یقین ہوتا کہ میں اس تک پہنچ جاؤں گا تو میں اس کی خدمت میں حاضر ہو کر تکلیف گوارا کرتا اور ان کے پاؤں دھوتا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ کا نامہ مبارک دربار میں پڑھا گیا، اُسے سن کر اُمرائے روم نے بڑا شور وغوغا برپا کیا، پھر ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو قیصر روم کے دربار سے رُخصت کر دیا گیا۔ قیصر روم نے اُمرائے شاہی کو قصر شاہی میں طلب کر کے حکم دیا کہ دروازے بند کر دیئے جائیں۔ اس کے بعد اس نے یوں خطاب کیا: ''اے گروہ روم! اگر تم فلاح ورشد کے طالب ہو اور اپنے ملک کو قائم رکھنا چاہتے ہو تو اس نبی پر ایمان لاؤ۔'' یہ سن کر اُمراء وحشی کی طرح دروازوں کی طرف بھاگے، مگر دروازے بند تھے، جب ہرقل نے اُمراء روم کی نفرت دیکھی اور ان کے ایمان سے مایوس ہو گیا تو پھر ان سے یوں خطاب کیا:

''میں تمہیں آزما رہا تھا، کہ تم اپنے دین پر کیسے مستحکم ہو، سو میں نے تمہیں مستحکم پایا۔'' قیصر روم کی زبان سے یہ الفاظ سن کر اُمراء نے اسے سجدہ کیا اور اس سے مطمئن ہو گئے۔

قیصر روم نے نامہ مبارک پہنچانے والے حضرت دحیہ کلبیؓ کو مالی امداد فراہم کی اور پارچات سے نوازا۔ واپسی پر حسمی میں قبیلہ جذام کے لوگوں نے انہیں لوٹ لیا تھا اور تحائف چھین لیے تھے۔ دحیہ کلبیؓ نے مدینہ پہنچ کر آپ ﷺ سے سارے واقعات عرض کیے تو آپ ﷺ کے حکم سے پانچ سو افراد کی جمعیت کے ساتھ زید بن حارثہؓ نے قبیلہ جذام پر شب خون مارا، کافی تعداد میں قتل کیے اور چوپاؤں اور عورتوں کو پکڑ لائے۔ ایک ہزار اُونٹ اور پانچ ہزار بکریاں ہاتھ آئیں۔ قبیلہ جذام اور مسلمانوں کے درمیان صلح کی بات چیت چل رہی تھی، درمیان میں ایک سردار زید بن رفاعہ نے صلح کرا دی تو مال مویشی اور عورتیں واپس کر دی گئیں۔

حاکم بحرین منذر بن ساویٰ کے نام تبلیغی خط

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت علاءؓ بن حضرمی کے ہاتھ منذر بن ساویٰ حاکم بحرین کے نام ایک تبلیغی خط ارسال فرمایا۔ تبلیغی خط پڑھنے کے بعد منذر کے ساتھ وہاں کے تمام عرب اور بعض عجم بھی ایمان لائے مگر یہود اور مجوس ایمان نہ لائے۔ حضرت منذر نے بذریعہ عرضداشت حضور ﷺ کو اِن حالات کی اطلاع دی۔ اور آئندہ کے لیے اقدامات کے متعلق احکام حاصل کرنے کی استدعا کی۔ اس کے لیے حضور ﷺ نے منذر کو لکھا:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے منذر بن ساویٰ کے نام!

سلام تجھ پر تیرے لیے خدا کا شکر کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی

Marfat.com

معبود برحق نہیں اور یہ کہ محمد (ﷺ) اللہ کا بندہ اور رسول ہے۔ امابعد:

میں تجھے یاد دلاتا ہوں، اللہ عزوجل (کے احکام) بے شک جو خیر خواہی کرتا ہے وہ اپنے لیے ہی کرتا ہے۔ اور جو میرے قاصدوں کی اطاعت کرے اور ان کا حکم مانے اس نے بلاشبہ میری اطاعت کی اور جو ان کی خیر خواہی کرے اس نے بے شک میری خیر خواہی کی۔ میرے قاصدوں نے تمہاری تعریف کی ہے۔ میں نے تمہاری سفارش تمہاری قوم کے بارے میں قبول کی۔ پس مسلمانوں کے لیے چھوڑ دو وہ (مال وغیرہ) جس پر مسلمان ہوئے۔ میں نے گناہ گاروں کو (پہلے گناہ) معاف کر دیئے۔ تم ان سے اسلام قبول کرو۔ جب تک تم اچھا کرتے رہو گے ہم تم کو تمہارے عہدہ سے معزول نہ کریں گے۔ اور جو شخص مجوسیت یا یہودیت پر قائم رہے تو اس پر جزیہ ہے۔

اس خط کا اجراء ۸ ہجری میں ہوا تھا۔ یہ اصل نامہ مبارک بھی ایک فرانسیسی سیاح ہی نے اطراف بلادِ مصر سے ایک قبطی راہب سے خرید کر سلطان عبدالحمید خان مرحوم کی خدمت میں بطور ہدیہ کے پیش کیا تھا۔ اب وہ مکتوب خزانۂ شاہی ترکی میں محفوظ ہے۔

اس کے آخر پر مہر موجود ہے، جس میں حضرت علاءؓ بن حضرمی بغرض تبلیغ اسلام بھیجا گیا تھا۔ منذر بن ساویٰ حاکم بحرین اور وہاں کے تمام عرب ایمان لے آئے البتہ مجوسی اور یہود و نصاریٰ نے جزیہ پر صلح کر لی۔ بحرین سے آمدہ جزیہ وخراج کی تقسیم کے لیے انصار کو بلایا تو انصار نے جزیہ وخراج لینے سے اِنکار کر دیا۔ حتیٰ کہ مہاجرین کے لیے بھی اتنا ہی جزیہ وخراج لکھ دیا جائے ورنہ نہیں۔

ہوزہ بن علی الحنفی صاحبِ یمامہ کو نامہ مبارک

یمامہ کے حاکم ہوزہ بن علی کو نامہ مبارک معرفت سفیر سلیطؓ بن عمرو عامری ارسال کیا۔ اس وقت اَرکون وہاں موجود تھا، جو اُمرائے نصاریٰ میں سے تھا۔ ہوزہ نے مضمون نامہ بیان کر کے اس سے آنحضرت ﷺ کی نسبت دریافت کیا تو ارکون نے کہا تم اس کی دعوت کیوں قبول نہیں کرتے، ہوزہ نے کہا کہ میں اپنی قوم کا بادشاہ ہوں اگر میں اس کا پیرو بن گیا تو ملک جاتا رہے گا۔ یہ سن کر اَرکون نے کہا خدا کی قسم! اگر تو اس کا پیرو بن جائے تو وہ ضرور تیرا ملک تجھے ہی دے دے گا۔ تیری بہبود اس کی اتباع میں ہے، وہ بے شک نبی عربی ہے، جس کی بشارت حضرت عیسیٰؑ بن مریمؑ نے دی اور یہ بشارت ہمارے پاس انجیل میں موجود ہے۔ بایں ہمہ ہوزہ ایمان نہ لایا ایک روایت میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''ہوزہ ہلاک ہو گیا اور اس کا ملک جاتا رہا۔'' چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا۔ جب مکہ فتح ہوا اور آپ ﷺ واپس مدینہ تشریف لائے تو حضرت جبرائیلؑ نے حاضر ہو کر عرض کی کہ ہوزہ مرگیا۔ ہوزہ نے حضرت سلیطؓ کو تحائف اور کپڑے دیئے، ہنجر کا بنا ہوا کپڑا بھی اُن میں شامل تھا۔

شام کے گورنر حارث بن ابی شمر غسانی کو دعوتِ اسلام

قیصر روم کی طرف سے حارث بن ابی شمر غسانی حدود شام کا گورنر تھا۔ اُس کا پایا تخت غوطہ دمشق تھا، اس کو بھی نامہ مبارک معرفت حضرت شجاع بن وہبؓ کے پہنچایا گیا۔ سفیر دمشق پہنچے تو معلوم ہوا کہ قیصر روم بیت المقدس ایرانیوں پر

Marfat.com

فتح یاب ہونے کے بعد شکرانہ ادا کرنے کے لیے گیا ہوا تھا۔ وہاں بادشاہ کے استقبال کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ حضرت شجاعؓ نے بیان کیا کہ اُنہوں نے گورنر حارث کے دروازے پر دو تین دن قیام کیا۔ شجاعؓ نے گورنر کے رُومی دربان سے کہا کہ وہ گورنر حارث کی طرف آنحضرت ﷺ کا قاصد ہے۔ تو دربان نے کہا فلاں روز بازیابی ہوگی۔ اس دربان کا نام ''مری'' تھا۔ دربان آپ ﷺ کی دعوت کے متعلق سوالات کرتا اور جواب سن کر اُس پر رقت طاری ہو جاتی یہاں تک کہ وہ رو پڑتا اور کہتا کہ اس نے انجیل میں پڑھا ہے کہ بعینہٖ اسی نبی کی صفت اس کتاب الٰہی میں مذکور ہے، اس کا خیال تھا کہ وہ نبی ملک شام میں پیدا ہوگا۔ مگر وہ سرزمین عرب میں ظاہر ہوا۔ میں اس نبی پر ایمان لاتا ہوں لیکن مجھے ڈر ہے حارث مجھے قتل کرا دے گا۔ پھر ایک دن حارث تاج پہن کر دربار میں بیٹھا تو حضرت شجاع بن وہبؓ کو بازیابی ہوئی، شجاع نے حضور نبی کریم ﷺ کا نامہ مبارک پیش کیا۔ حارث نے پڑھ کر پھینک دیا اور کہنے لگا مجھ سے میرا ملک کون چھین سکتا ہے خواہ وہ یمن میں ہو، میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ فوج کی تیاری اور گھوڑوں کی نال بندی کا بھی حکم دیتا ہوں۔ پھر قاصد سے مخاطب ہو کر کہا تم جو کچھ دیکھ رہے ہو اُن کو بتا دینا۔

حارث نے قاصد شجاعؓ کی آمد کا حال قیصر روم کو لکھا اور عرضداشت کو بیت المقدس پہنچایا، قیصر روم نے جواب میں گورنر حارث کو لکھا کہ اُس مدعی نبوت کے پاس نہ جانا اُن سے دور ہی رہنا۔ اور مجھ سے بیت المقدس میں ملو۔ حضرت شجاعؓ ابھی وہیں تھے کہ قیصر روم کا جواب آ گیا۔ حارث نے اسلامی قاصد کو بلا کر پوچھا کہ کب واپس جانے کا ارادہ ہے، جواب دیا کل تک۔ حارث نے حضرت شجاعؓ کو ۱۰۰ مثقال سونا دیا، حضرت مری نے نفقہ ولباس سے اس کی مدد کی اور عرض کی کہ رسول اللہ ﷺ سے بعد سلام عرض کرنا کہ میں آپ ﷺ کے دین کا پیرو ہوں۔ شجاعؓ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر پورا حال عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا اس کا ملک جاتا رہا اور حضرت مری کے متعلق فرمایا وہ سچا ہے۔

والیان عمان کے نام نامہ مبارک

یہ نامہ مبارک حضرت عمروؓ بن العاص کے ہاتھ اِرسال کیا گیا۔ جیفر اور عبد دونوں مسلمان ہوئے جو خط اُنہیں تحریر کیا گیا تھا، اس کا ترجمہ یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

محمد بن عبداللہ کی طرف سے ، جیفر وعبد پسران جلندی کے نام!

سلام اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی، اما بعد: میں تم دونوں کو اسلام کی طرف بلاتا ہوں، تم اسلام لاؤ، سلامت رہو گے۔ کیونکہ میں تمام لوگوں کی طرف اللہ کا رسول ہوں، تا کہ ڈراؤں اس کو جو زندہ ہو اور کافروں پر حجت ثابت ہو جائے۔ اگر تم اِسلام کا اقرار کر لو تو میں تم کو تمہارا ملک دے دوں گا۔ اگر اِقرار اسلام سے انکار کرو تو تمہارا ملک

Marfat.com

تمہارے ہاتھ سے نکل جائے گا۔ اور میرے سوار تمہارے مکانات کی فضاء میں اُتریں گے اور میری نبوت تمہارے ملک پر غالب آ جائے گی۔ یہ نامہ مبارک بھی ۸ ہجری میں ہی جاری ہوا تھا۔

❖❖❖

غزوہ خیبر

❖❖❖

مدینہ منورہ سے خیبر کا فاصلہ تقریباً ایک سائٹھ کلومیٹر ہے، یہ ایک نہایت زرخیز نخلستان کے کنارے واقع ہے۔ یہاں یہودی آباد تھے جنہوں نے اس علاقہ میں متعدد قلعے تعمیر کر رکھے تھے۔ جغرافیہ دانوں نے خیبر کے علاقے کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔ پہلے حصے کو ''نطاۃ'' کہتے تھے جو پہاڑی حصہ ہے، اس میں چٹانیں اور پتھریلی زمین ہوا کرتی تھی۔ جو قلعے یہاں تعمیر کیے گئے وہ حصن ناعم، حصن العصب، ابن معاذ اور حصن زبیر کے نام سے مشہور تھے۔ خیبر کا دوسرا حصہ ''شق'' کہلاتا تھا۔ اس علاقہ کی زمین نرم تھی جبکہ اس کی آب و ہوا مضر صحت ہوا کرتی تھی۔ یہاں کے قلعوں میں سموان، نزل، قموص، وطیح اور سلالم شامل تھے۔ خیبر کی یہودی آبادی حضور نبی کریم ﷺ کی دشمنی میں قریش مکہ سے چند قدم آگے ہی تھی۔ اُنہوں نے ان قلعوں کو دفاعی مقاصد کے لیے بڑے مستحکم اور مضبوط تعمیر کیے تھے۔ وادی کی زمین بڑی زرخیز تھی، اُن کے پاس خوراک اور اسلحہ کے انبار موجود رہتے تھے۔ افرادی قوت کی بھی اُن کے پاس کوئی کمی نہ تھی۔ یہاں ہر وقت دس ہزار سے زیادہ جنگجو آباد رہا کرتے تھے۔

حجاز کی وادی القریٰ اور تیماء کے بعض یہودیوں نے خیبر کے یہودیوں سے مل کر مدینہ منورہ پر حملہ کشی کا منصوبہ بنایا تھا۔ اس منصوبے میں قبیلہ غطفان کے لوگ بھی شریک تھے۔ اس طرح مدینہ منورہ پر حملہ کرنے والوں کی تعداد چوبیس ہزار بتائی گئی۔

حضور نبی کریم ﷺ صلح حدیبیہ سے واپس مدینہ منورہ تشریف لائے تو آپ ﷺ نے ذی الحجہ کا پورا مہینہ اور محرم الحرام کے پندرہ دن مدینہ میں گزارے، یہودیوں کی سرکشی کی خبریں آپ ﷺ تک پہنچ رہی تھیں، ایسے میں آپ ﷺ نے اپنے اصحاب سے مشورہ فرمایا، پھر اس کے بعد آپ ﷺ نے خیبر پر حملے کی تیاری شروع فرما دی۔ دوران تیاری ایک شب حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عامرؓ بن اکوع کو یاد فرمایا وہ حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اکوعؓ کے فرزند ذرا نیچے اُترو اور اپنا کلام سناؤ، وہ سواری سے اُترے اور بڑی خوش الحانی سے اپنا کلام پیش کیا۔ ترجمہ ہے: ''بخدا! اگر اللہ تعالیٰ مہربانی نہ فرماتا تو ہم کو نہ ہدایت نصیب ہوتی اور نہ صدقہ دینے اور نہ نماز پڑھنے کی توفیق میسر ہوتی، ہم وہ جان ہیں کہ اگر

Marfat.com

کوئی قوم ہم پر سرکشی کرتی ہے اور ہمیں کسی آزمائش میں مبتلا کرنا چاہتی ہے تو ہم اس کے سامنے سر جھکانے سے انکار کردیتے ہیں، الٰہی ہم پر سکینہ نازل فرما اور جب دشمن سے ہمارا مقابلہ ہو تو ہمیں ثابت قدم رکھ۔''

یہ اشعار سن کر حضور نبی کریم ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ''اے عامرؓ تیرا ربّ تجھ پر رحم فرمائے۔'' حضرت عامرؓ بن اکوع نے غزوہ خیبر سات ہجری میں شہادت پائی۔

مفسرین نے بیان کیا کہ خیبر کی فتح اللہ تعالیٰ کا وعدہ تھا، جس کا ذکر سورۃ فتح کی آیت نمبر ۲۰ میں آیا ترجمہ ہے:

''اللہ نے تم سے بہت سے مال غنیمت کا وعدہ کیا ہے جسے تم حاصل کرو گے۔ تو اس کو تمہارے لیے فوری طور پر عطا کردیا۔''

اس سے مراد صلح حدیبیہ ہے اور بہت سے اموال غنیمت سے مراد خیبر ہے۔

﴿خیبر کی روانگی کا اعلان﴾ آپ ﷺ نے خیبر کی روانگی کا ارادہ فرمایا تو مشتہری عام کروادی کہ ہمارے ساتھ وہ شخص جاسکتا ہے، جو جہاد کی خواہش رکھتا ہو، اس اعلان کا نتیجہ یہ ہوا کہ خیبر جانے والوں میں وہی لوگ شامل تھے، جنہوں نے حدیبیہ میں درخت کے نیچے بیعت رضوان کی تھی۔ ایسے لوگوں کی تعداد ۱۴۰۰ سو تھی، اس غزوہ کے دوران مدینہ کا انتظام وانصرام حضرت سباعؓ بن عرفطہ غفاری اور ابن اسحاق کے بقول نمیلہؓ بن عبداللہ لیثی کو سونپا گیا۔ محققین نے اوّل الذکر کو زیادہ صحیح قرار دیا۔

﴿خیبر کا راستہ﴾ اسلامی لشکر مدینہ سے روانہ ہوا تو سب سے پہلے ''عصر'' نامی پہاڑی کو عبور کیا پھر وادی صہبا سے گزرے، ایک اور وادی رجیع سے بھی گزرنا پڑا لیکن یہ وہ رجیع نہیں جہاں بنولحیان نے ۸ صحابہؓ کو شہید کردیا تھا۔ ایک دن اور رات کے سفر کے بعد رجیع سے بنوغطفان آئے، بنوغطفان یہودیوں کی مدد کے لیے خیبر جارہے تھے کہ پیچھے سے اُنہوں نے شور شرابہ سنا تو خیال کیا کہ شاید مسلمانوں نے اُن کے بال بچوں اور مویشیوں پر حملہ کردیا ہے۔ اس لیے بنوغطفان واپس لوٹ آئے۔ آپ ﷺ نے یہاں ایک جنگی حکمت عملی اختیار فرمائی۔ آپ ﷺ نے اُن دو ماہرین کو بلایا جو راستہ کی نشاندہی کے لیے ہمراہ تھے۔ اُن میں سے ایک کا نام حسیل تھا۔ آپ ﷺ نے ان سے ایسا مناسب ترین راستہ معلوم کرنا چاہا جسے اختیار کرکے خیبر میں شمال کی جانب سے یعنی مدینہ کی بجائے ملک شام کی جانب سے خیبر میں داخل ہوسکیں۔ تاکہ یہود کے شام بھاگنے کا راستہ بند ہوجائے اور بنوغطفان اور یہود کے درمیان حائل ہوکر امدادی کاروائیاں نہ ہوسکیں۔ راستہ کی نشاندہی کرنے والا شخص آگے آگے چل رہا تھا۔ پھر ایک مقام پر جاکر وہ رُک گیا اور عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ چار راستے ہیں، آپ ﷺ ان سب راستوں سے اپنی منزل پر پہنچ سکتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا ہر راستے کا نام بتاؤ! اس نے پہلے راستے کا نام حزن بتایا (سخت وکھردرا) آپ ﷺ نے ناپسند فرمایا۔ دوسرے راستے کا نام شاش (اضطراب والا) آپ ﷺ نے اُسے بھی ناپسند فرمایا۔ تیسرے راستے کا نام حاطب (لکڑہارا بتایا۔) اس راستے سے بھی آپ ﷺ نے اِنکار فرمایا۔ اب ایک ہی راستہ رہ گیا تھا تو حضرت عمرؓ نے پوچھا اس کا کیا نام ہے، حسیل نے کہا مرحب (کشادگی) نبی کریم ﷺ نے اس راستہ پر چلنا پسند فرمایا۔ خیبر کے قریب پہنچ کر وادی صہبا میں آپ ﷺ نے نماز عصر ادا فرمائی پھر توشے

Marfat.com

منگوائے تو صرف ستو ہی تھے۔ جو آپ ﷺ نے اور صحابہ کرامؓ نے نوش فرمائے اس کے بعد آپ ﷺ نماز مغرب کے لیے اُٹھے تو صرف کلی فرمائی اور نماز مغرب ادا فرمائی۔

﴿خیبر کے باہر شب باشی﴾ آپ ﷺ کا معمول تھا جب رات کے وقت کسی قوم کے پاس پہنچتے تو صبح ہوئے بغیر ان کے قریب نہ جاتے۔ چنانچہ اُس رات جب صبح ہوئی تو آپ ﷺ نے اندھیرے میں فجر کی نماز ادا فرمائی، پھر لشکر اسلام خیبر کی طرف روانہ ہوا۔ کسان اپنے کھیتوں کی طرف جا رہے تھے تو اُنہوں نے اچانک ایک لشکر دیکھا تو چیختے ہوئے شہر کی طرف بھاگ گئے اور شور مچا دیا کہ محمد (ﷺ) نے حملہ کر دیا۔ آپ ﷺ نے یہ منظر دیکھ کر فرمایا، اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا، اللہ اکبر! خیبر تباہ ہوا۔

﴿اسلامی لشکر کا پڑاؤ﴾ نبی کریم ﷺ نے ایک جگہ کا انتخاب فرمایا، حضرت حبابؓ بن منذر نے آپ ﷺ سے عرض کی یارسول اللہ ﷺ یہ فرمایئے کہ کیا اللہ تعالیٰ نے اس مقام پر پڑاؤ ڈالنے کا حکم فرمایا ہے یا یہ آپ ﷺ کی جنگی حکمت عملی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا نہیں، یہ ایک رائے اور تجویز ہے۔ (تدبیر) حضرت حبابؓ نے اس مقام کی وضاحت فرمائی کہ خیبر کے سارے جنگجو افراد اسی قلعے میں ہیں۔ جس کے نزدیک ہمارا پڑاؤ ہے۔ قلعہ اُونچائی پر واقع ہے اور ہم زیریں ہیں، اس لیے وہ ہماری ہر حرکت کو دیکھ رہے ہوں گے۔ جبکہ ہمیں اُن کے حالات کی کوئی خبر نہ ہو سکے گی۔ اُن کے تیر ہم تک پہنچ جائیں گے، لیکن ہمارے تیر ان تک نہ پہنچ سکیں گے۔ اور مزید یہ کہ ہم ان کے شب خون سے بھی محفوظ نہ ہوں گے۔ یہ مقام کھجوروں کے باغ کے درمیان ہے جو پستی میں واقع ہے اور یہ زمین بھی وبائی ہے، اس لیے پڑاؤ کسی مناسب مقام پر ڈالیے جو مفاسد سے خالی ہو۔ آپ ﷺ نے اس رائے سے اتفاق فرمایا اور جائے پڑاؤ تبدیل فرمانے کا حکم صادر کیا۔ جب آپ ﷺ نے خیبر شہر کو دیکھا تو فرمایا: ''ٹھہر جاؤ'' لشکر ٹھہر گیا، پھر آپ ﷺ نے یہ دُعا فرمائی:

''اے اللہ! ساتوں آسمان اور جن پر وہ سایہ فگن ہیں ان کے پروردگار! اور ساتوں زمین اور جن کو وہ اُٹھائے ہوئے ہیں ان کے پروردگار! اور شیاطین اور جن کو اُنہوں نے گمراہ کیا ان کے پروردگار! ہم تجھ سے اس بستی کی بھلائی اس کے مسافروں کی بھلائی کا سوال کرتے ہیں۔ اور اس بستی کے شر سے اور اس کے باشندوں کے شر سے اور اس میں جو کچھ ہے اُس کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔''

﴿جنگ کی تیاری﴾ حضور نبی کریم ﷺ جس رات خیبر کی حدود میں داخل ہوئے تو فرمایا: ''میں جھنڈا کل ایک ایسے آدمی کو دوں گا جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے محبت کرتا ہے۔ اور جس سے اللہ اور اُس کا رسول ﷺ محبت کرتے ہیں۔'' صبح ہوئی تو ہر صحابی کی خواہش تھی کہ جھنڈا اُسے مل جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''علیؓ بن ابی طالب کہاں ہیں؟'' صحابہؓ نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اُن کی آنکھ آئی ہوئی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اُنہیں لے آؤ، پھر وہ لائے گئے، رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ کی آنکھ میں اپنا پاک لعابِ دہن لگا دیا اور دعا فرمائی تو وہ شفایاب ہو گئے، جیسے اُنہیں کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔ حضرت علیؓ کو جھنڈا عطا فرمایا گیا تو حضرت علیؓ نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی: ''یارسول اللہ! میں

Marfat.com

اُن سے اس وقت تک لڑوں گا کہ وہ ہمارے جیسے ہو جائیں۔'' یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اِطمینان سے جاؤ اور اُن کے میدان میں اُترو، پہلے اُنہیں دعوتِ اسلام دو اور اللہ کے حقوق جو اُن پر واجب ہیں ان سے آگاہ کرو، بخدا تمہارے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دے دے تو یہ تمہارے لیے سرخ اُونٹوں سے بہتر ہے۔''

﴿خیبر کی تقسیم﴾ خیبر کی آبادی دو حصوں میں آباد تھی ایک حصے میں پانچ قلعے یعنی حصن ناعم، حصن صعب بن معاذ، حصن زبیر، حصن اُبی، حصن نزار۔ دوسرے حصے میں حصن قموص جو قبیلہ بنونضیر کے خاندان ابوالحقیق کا قلعہ تھا، حصن وطیح اور حصن سلام۔ ان آٹھ قلعوں کے علاوہ مزید قلعے اور گڑھیاں بھی تھیں۔ جنگ پہلے حصے میں ہوئی۔ باقی تین قلعے جنگ کے بغیر ہی مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے۔

﴿قلعہ ناعم کی فتح﴾ یہ سب سے پہلا قلعہ تھا، اس قلعے کا سردار شہ زور اور جانباز یہودی، اُسے ایک ہزار مردوں کے مساوی خیال کیا جاتا تھا۔ اس کا نام مرحب تھا۔ حضرت علیؓ اپنے جاں بازوں کو لے کر قلعہ ناعم کے سامنے پہنچے، یہود کو اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے مسترد کر دی۔ یہودیوں کے بادشاہ مرحب نے میدان میں اپنی فوج اُتار دی اور مرحب نے دعوت مبارزت دی۔ جس کو سلمہؓ بن اکوع نے یوں بیان کیا کہ جب ہم خیبر پہنچے تو اُن کا بادشاہ مرحب اپنی تلوار لے کر ناز و تکبر کے ساتھ اٹھلاتا اور یہ کہتا ہوا نمودار ہوا: ''خیبر کو معلوم ہے کہ میں مرحب ہوں، ہتھیار پوش بہادر اور تجربہ کار۔'' سلمہؓ بن اکوع نے بیان کیا کہ میرے چچا عامرؓ نمودار ہوئے اور فرمایا: ''خیبر جانتا ہے کہ میں عامرؓ ہوں ہتھیار پوش شہ زور اور جنگجو۔'' پھر دونوں نے ایک دوسرے پر وار کیا حضرت عامرؓ نے مرحب پر وار کیا تو ان کی اپنی ہی تلوار کا سرا پلٹ کر اُن کے گھٹنے پر آ لگا، اُن کی تلوار کی لمبائی یہودی کی تلوار سے نسبتاً کم تھی۔ انہیں زخم آیا اور شہادت پائی۔ اُن کی شہادت پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''عامرؓ کے لیے دوہرا اجر ہے وہ بڑے جانباز مجاہد تھے۔ اُن جیسا کوئی ہی عرب رُوئے زمین پر ہوگا۔''

اس کے بعد شیر خدا حضرت علیؓ میدان کارزار میں جلوہ افروز ہوئے۔ اُنہوں نے جو اشعار پڑھے ان کا ترجمہ ہے: ''کہ میں وہ شخص ہوں کہ میری ماں نے میرا نام حیدر (شیر) رکھا ہے۔ جنگل کے شیر کی طرح خوف ناک، میں انہیں صاع کے بدلے نیزے کی ناک پوری کر دوں گا۔'' پھر شیر خداؓ نے مرحب کے سر پر ایسی بھرپور تلوار کا وار کیا کہ وہ ڈھیر ہو گیا۔ اس طرح خیبر کے سب سے طاقتور قلعہ کو حضرت علیؓ نے فتح فرمایا۔ اور یہودیوں کے سب سے زیادہ طاقتور جرنیل کو موت کی آغوش میں ہمیشہ کے لیے اُتارنے کا کارنامہ سرانجام دیا۔ مرحب کے بعد اس کا بھائی یاسر میدان میں آیا اور مقابلہ کے لیے للکارا، مسلمانوں کی طرف سے حضرت زبیرؓ میدان میں اُترے تو اُن کی والدہ حضرت صفیہؓ نے کہا یارسول اللہ ﷺ! کیا میرا بیٹا قتل کیا جائے گا۔ اس سوال کے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا: ''نہیں! بلکہ تمہارا بیٹا یہودی کو قتل کرے گا۔'' پھر حضرت زبیرؓ نے یاسر پر بھرپور حملہ کیا اور اُسے قتل کر دیا۔

جنگ کا دوسرا مرحلہ حصن ناعم کے قریب پیش آیا یہاں کئی نامور یہودیوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا پھر یہودیوں میں مقابلہ کی تاب نہ رہی، کئی دن جنگ ہوتی رہی یہود مسلمانوں پر غلبہ پانے میں ناکام رہے۔ اب اُنہوں نے قلعہ ناعم سے

Marfat.com

چپکے چپکے کھسکنا شروع کر دیا اور ساتھ کے قلعہ صعب میں چلے گئے۔ اس طرح قلعہ ناعم پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

﴿قلعہ صعب کا معرکہ﴾ طاقت اور قوت کے لحاظ سے یہ قلعہ یہودیوں کا دوسرا بڑا مضبوط قلعہ شمار ہوتا تھا۔ حضرت حباب ؓ بن منذر انصاری کو مسلم فوج کی کمان سونپی گئی۔ اُنہوں نے اس قلعہ پر حملہ کیا تین روز تک یہودیوں کو قلعہ میں محصور رکھا۔ قبیلہ اسلم کی شاخ بنو سہم کے لوگ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی تھکاوٹ اور خوراک کی قلت بیان کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کی: ''اے اللہ! تجھے ان کا حال معلوم ہے، تو جانتا ہے کہ ان کے اندر قوت نہیں اور میرے پاس بھی کچھ نہیں کہ میں انہیں دوں، لہذا انہیں یہود کے ایسے قلعے کی فتح سے سرفراز فرما جو سب سے زیادہ کار آمد ہو اور جہاں سب سے زیادہ خوراک اور چربی دستیاب ہو۔'' اللہ تعالیٰ نے سورج غروب ہونے سے پہلے پہلے قلعہ صعب بن معاذ کی فتح عطا فرمائی۔ خیبر کا کوئی قلعہ ایسا نہ تھا جہاں اس قلعہ سے زیادہ خوراک اور چربی موجود ہو۔

﴿قلعہ زُبیر کی لڑائی﴾ اوّل حصہ کے قلعوں کے تمام یہودی قلعہ زبیر میں جمع ہو گئے۔ کیونکہ یہ ایک محفوظ قلعہ تھا جو پہاڑ کی چوٹی پر واقع تھا۔ اور راستہ نہایت دشوار گزار تھا۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا جو تین دن جاری رہا۔ ایک مخبر نے اطلاع دی کہ اگر محاصرہ ایک ماہ تک بھی جاری رہے تو یہودیوں پر کوئی اثر نہ ہوگا، کیونکہ ان کے پینے کا پانی پہاڑ کے چشمے کے نیچے ہے، وہ شب کی تاریکی میں پانی وغیرہ لے آتے ہیں۔ اس اطلاع کے بعد آپ ﷺ نے یہودیوں پر پانی کی بندش مضبوط اور مؤثر انداز میں فرمائی۔ پانی بند ہونے پر یہود باہر نکل آئے زبردست جنگ ہوئی جس میں چند مسلمان بھی شہید ہوئے اور یہودیوں میں سے دس کو قتل کیا گیا۔ آخر قلعہ فتح ہو گیا۔

﴿قلعہ اُبَی کا معرکہ﴾ شکست خوردہ یہودی حصن اُبَی میں محصور ہو گئے۔ مسلمانوں کے فاتح لشکر نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ یہاں دو شہ زور جانباز یہودیوں نے ایک دوسرے سے پہلے مبارز طلبی کے لیے پکارا، وہ دونوں یہودی مسلمان جانبازوں کے ہاتھوں قتل ہوئے۔ دوسرے یہودی کو قتل کرنے والے مشہور جانفروش سرخ پٹی والے حضرت ابو دجانہ ؓ بن خرشعہ انصاری تھے۔ انہوں نے یہودی کو بھی قتل کر دیا اور سُرعت سے قلعے میں جا گھسے اور ساتھ ہی اسلامی لشکر بھی قلعے میں داخل ہو گیا۔ پھر گھمسان کی لڑائی ہوئی کچھ دیر بعد یہودیوں نے قلعہ سے فرار ہونا شروع کر دیا، سارے یہودی بھاگ کر قلعہ نزار میں جمع ہو گئے۔

﴿قلعہ نزار کی کامیابی﴾ یہ علاقہ کا مضبوط ترین قلعہ تھا۔ یہودیوں کا خیال تھا کہ مسلمان اس قلعہ میں داخل نہ ہو سکیں گے۔ اس لیے اُن کی عورتیں اور بچے اسی قلعہ میں محصور تھے۔ یہ قلعہ ایک بلند پہاڑی مقام پر واقع تھا، تیر برسا برسا کر اور پتھر پھینک پھینک کر مقابلہ ہوتا رہا۔ مسلمانوں کے لیے اس قلعہ کی فتح دشوار محسوس ہونے لگی تو آپ ﷺ نے منجنیق کے استعمال کا حکم صادر فرمایا، تعمیل حکم ہوئی تو قلعہ کی دیواروں میں شگاف پڑ گئے۔ پھر مسلم فوج قلعہ کے اندر داخل ہو گئی، قلعہ کے اندر مسلمانوں اور یہودیوں کی سخت جنگ ہوئی، لیکن یہودی بدترین شکست سے دوچار ہوئے اور قلعہ سے ایسے بھاگے جیسے گدھے کے سر سے سینگ غائب اور اپنی عورتیں اور بچے بھی ہمراہ نہ لے جا سکے۔ اس قلعہ کی فتح کے بعد خیبر کا نصف

Marfat.com

اوّل علاقہ مسلمانوں نے فتح کر لیا، یہاں جو چھوٹے چھوٹے مزید قلعے بھی تھے، نزار کی فتح سے یہودیوں نے باقی ماندہ قلعوں کو بھی خالی کر دیا پھر وہ شہر خیبر کے دوسرے حصے یعنی کتیبہ کی طرف بھاگ گئے۔

﴿خیبر کے باقی قلعوں کی فتح﴾ مذکورہ قلعوں کے شکست خوردہ یہودیوں نے سلام کے علاقہ کا رُخ کیا۔ سلام بنونضیر کے ایک معروف یہودی ابوالحقیق کا قلعہ تھا، یہاں یہودیوں نے ٹھوس قلعہ بندی کی، اب خیبر میں یہودیوں کے تین قلعے باقی رہ گئے تھے۔ بعض مورخین نے لکھا کہ ان تینوں قلعوں میں سے کسی میں جنگ نہیں ہوئی یا ہوئی۔؟ ابن اسحاق کے بیان سے وضاحت ہوئی کہ قلعہ قموص کو فتح کرنے کے لیے جنگ لڑی گئی اور یہ قلعہ محض جنگ کے ذریعہ فتح ہوا، یہودیوں کی سپردگی کے متعلق کوئی بات نہیں ہوئی۔ واقدی نے صاف طور پر لکھا کہ اس علاقہ کے تینوں قلعوں کو بات چیت کے ذریعے مسلمانوں کے حوالہ کیا گیا، البتہ باقی دونوں قلعے کسی جنگ کے بغیر مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

حضور نبی کریم ﷺ کتیبہ کے علاقہ میں تشریف فرما ہوئے تو یہاں کے لوگوں کا سختی سے محاصرہ کیا جو چودہ دن جاری رہا۔ یہود قلعوں میں بند ہو گئے تھے یہاں تک کہ حضور نبی کریم ﷺ نے منجنیق نصب کرنے کا حکم فرمایا تو یہود کو اپنی تباہی کا یقین ہو گیا۔ بات چیت سے صلح کا راستہ تلاش کرنے کی کوششیں شروع کر دیں۔

﴿صلح کی بات چیت﴾ ابن ابی الحقیق نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ کیا میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہو کر صلح کی بات چیت کر سکتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہاں'' چنانچہ ابن ابی الحقیق آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعہ میں جو فوج ہے اُس کی جان بخشی کر دی جائے، اُن کے بال بچے انہیں دے دیئے جائیں یعنی انہیں لونڈی اور غلام نہ بنایا جائے۔ بلکہ وہ اپنے بال بچوں کو لے کر خیبر کی زمین سے نکل جائیں گے۔ اپنے اموال، باغات، زمین، سونا، چاندی، گھوڑے اور زرہیں رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیں گے۔ صرف اتنا سامان لے جائیں گے جتنا انسان کی پشت اُٹھا سکے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم نے کچھ چھپایا تو پھر اللہ اور اس کے رسول بری الذمہ ہوں گے۔'' یہود نے یہ شرائط منظور کر لیں اور مصالحت ہو گئی۔

﴿فریقین کے مقتولین﴾ خیبر کے منجملہ معرکوں میں کل 16 مسلمان شہید ہوئے، چار قریش سے ایک قبیلہ اشجع سے ایک قبیلہ اسلم سے ایک اہل خیبر سے اور بقیہ 9 انصار تھے۔ ایک اور قول کے مطابق مسلمان شہداء کی تعداد 18 جبکہ یہود کے مقتولین کی تعداد 93 بتائی گئی۔

﴿خیبر کے اموال کی تقسیم﴾ اموال کی تقسیم اس طرح کی گئی کہ اُسے ۳۶ حصوں میں تقسیم کر دیا گیا۔ ہر ایک حصہ میں ۱۰۰ کا جامع تھا، اس طرح کل ۳۶۰۰ حصے قائم کیے گئے، جن میں سے نصف (۱۸۰۰) آپ ﷺ اور مسلمانوں کے لیے جو اجتماعی ضروریات اور حوادث کے لیے تھے۔ باقی ماندہ نصف جو ۱۸۰۰ حصوں پر مشتمل تھا جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اہل حدیبیہ کے لیے ایک عطیہ تھا، اس میں جو لوگ موجود تھے ان کے لیے بھی اور جو موجود نہ تھے اُن کے لیے بھی۔ جنگ خیبر میں شریک ہونے والے اہل حدیبیہ کی تعداد ۲۰۰ تھی جو اپنے ساتھ گھوڑے لائے تھے، سوار کے علاوہ گھوڑے کو بھی حصہ ملتا ہے، جو ڈبل

Marfat.com

یعنی دوفوجیوں کے حصہ کے برابر۔ اس لیے خیبر کے مال غنیمت کو ۱۸۰۰ حصوں میں تقسیم کیا گیا۔ ۲۰۰ شہسواروں کو تین حصے کے حساب سے ۶۰۰ حصے ملے اور ۱۲۰۰ پیدل فوج کو ایک ایک حصہ کے حساب سے ۱۲۰۰ حصے کا مال غنیمت تقسیم فرمایا گیا۔

﴿حضرت صفیہؓ سے نکاح﴾ خیبر کی فتح کے بعد مال غنیمت میں خمس کے علاوہ ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے لیے مخصوص کردیا گیا۔ اس حصہ کو ''صفی'' کہتے ہیں۔ فتح کے بعد مفتوحہ علاقہ کی اراضی پر قبضہ کرلیا گیا، قیدیوں کو جمع کیا تو حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں درخواست پیش کی کہ انہیں اسیر لونڈیوں میں سے ایک لونڈی عنایت فرمائی جاوے، حضور نبی کریم ﷺ نے دحیہؓ کو اختیار دیا کہ خود جاکر کوئی لونڈی لے لو۔ تو دحیہ کلبیؓ نے حضرت صفیہؓ کا انتخاب کیا۔ اس انتخاب پر دیگر لوگوں نے اعتراض کیا، ایک شخص نے آپ ﷺ سے عرض کی ''اے پیغمبر خدا، آپ (ﷺ) نے صفیہؓ کو دحیہؓ کے حوالے کردیا وہ خاتون بنی قریظہ اور بنو نضیر کی رئیسہ ہیں۔ آپ ﷺ کے سوا اور کوئی اُن کے لائق نہیں۔'' اس کے بعد آپ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو آزاد کردیا پھر اُن سے نکاح کرلیا۔ ابوداؤد کی شرح میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت صفیہؓ سے عقد کیا اس لیے کہ وہ عالی رتبہ اور رئیس یہود کی صاحبزادی تھیں، اس لیے ان کا کسی اور کے پاس جانا اُن کی توہین تھی۔ حافظ ابن حجر نے لکھا کہ حضرت صفیہؓ خاندان کے تباہ ہونے کے بعد اپنے خاندان سے باہر بیوی یا کنیز بن کر رہتی وہ رئیس خیبر کی بیٹی، بنو نضیر کے قبیلہ کے رئیس کی بیوی تھیں۔ باپ اور شوہر دونوں قتل ہو چکے تھے۔ حفظ مراتب کی خاطر اور رفع غم کے لیے اور کوئی تدبیر نہ تھی کہ پیغمبر خدا ﷺ انہیں اپنے عقد میں لے لیں۔ مسند ابن حنبل میں ہے کہ آپ ﷺ نے انہیں اختیار دیا کہ وہ آزاد ہو کر اپنے گھر چلی جائیں یا نکاح میں آنا قبول کرلیں تو حضرت صفیہؓ نے دوسری صورت کو پسند فرمایا۔

﴿غزوہ وادی القریٰ﴾ وادی القریٰ کا محل وقوع یہ ہے کہ وادی خیبر اور تیماء کے درمیان واقع ہے۔ اس وادی میں کئی دیہات شامل ہیں جو تسلسل سے قائم ہیں یعنی لگاتار سلسلہ ہے۔ اسی لیے اس وادی کا نام وادی القریٰ رکھا گیا۔ جنگ خیبر سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ اس وادی کی جانب تشریف لائے وہاں پہنچ کر یہود کو دعوت اسلام دی تو اُنہوں نے قبول نہ کی اور آمادۂ جنگ ہوئے مگر جلد ہی مغلوب ہوگئے۔ جو مال غنیمت ملا وہ تقسیم کردیا، زمین اور باغات کو نصف پیداوار کے حصول پر یہود کو کاشت کے لیے دے دی۔ تیماء کے یہود نے جب وادی القریٰ کے یہود کا حال سنا تو اُنہوں نے قاصد بھیج کر جزیہ کی ادائیگی پر صلح کرلی۔ اور زمین بدستور اُن کے پاس ہی رہنے دی۔

﴿اہل فدک کو دعوت اسلام﴾ رسول اللہ ﷺ خیبر سے واپس تشریف لائے تو حضرت محیصہؓ بن مسعود کو اہل فدک کو دعوت اسلام دینے کے لیے روانہ فرمایا وہاں کا رئیس یوشع بن نون یہودی تھا۔ وہ خیبر کا حال سن کر پہلے ہی خوف زدہ ہوگیا تھا۔ اس لیے اس نے بھی زمین کی نصف پیداوار پر صلح کرلی۔

﴿زیارت کعبہ﴾ صلح حدیبیہ کی رو سے یہ طے پایا تھا کہ مسلمان اگلے سال کعبہ کے طواف کے لیے آئیں گے۔ اور صرف تین دن تک مکہ میں قیام کرسکیں گے۔ آنحضرت ﷺ ۲۰۰۰ جان نثاروں کے ہمراہ مکہ روانہ ہوئے قریش کے روساء کی غیرت نے یہ برداشت نہ کیا کہ وہ مسلمانوں کو ادائے عمرہ کرتے دیکھ سکیں۔ چنانچہ اُنہوں نے مکہ شہر کو خالی کردیا اور تین دن

Marfat.com

کے لیے شہر سے باہر چلے گئے۔ اس حال میں مسلمان مکہ میں بڑے شوق و ذوق سے داخل ہوئے اور نہایت عقیدت اور احترام سے عمرہ کی سعادت حاصل کی۔ حسب معاہدہ تین دن بعد یہ جماعت مکہ سے واپس مدینہ چلی آئی۔

﴿ایک غیر معمولی واقعہ﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے یہود خیبر کو امان دے دی تھی اس کے باوجود وہ شرارتوں سے باز نہ آئے، چنانچہ ایک یہودی خاتون زینب زوجہ سلالم بن مشکم جو مرحب کی بھاوج بھی تھی۔ اس نے بکری کا گوشت بھون کر اس میں زہر ملا دیا اور ہدیۃً آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بھیج دیا۔ آپ ﷺ نے اُن بھنے ہوئے گوشت میں بکری کا بازو اُٹھایا اور کھانے لگے۔ جبکہ باقی گوشت کو چند صحابہؓ جو وہاں موجود تھے اُنہوں نے تناول کرنا شروع کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: کہ ''یہ گوشت نہ کھاؤ'' اور اس یہودی عورت کو طلب فرمالیا تو وہ عورت حاضر ہوگئی فرمایا ''تم نے اس گوشت میں زہر ملایا ہے۔'' وہ بولی، آپ ﷺ کو کس نے خبر دی۔ آپ ﷺ نے بازو کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اس بازو نے، جو میرے ہاتھ میں ہے۔ عورت نے کہا ہاں میں نے اس میں زہر ملا دیا تھا۔ اس خیال سے کہ اگر آپ (ﷺ) پیغمبر ہیں تو زہر آپ پر اثر نہیں کرے گا۔ اور اگر پیغمبر نہیں ہیں تو ہم آپ (ﷺ) سے آرام پائیں گے۔

آپ ﷺ اپنی ذات کے لیے کسی سے انتقام نہیں لیتے تھے۔ اس لیے زینب کو معاف فرما دیا لیکن وہ صحابہ کرامؓ جنہوں نے زہر ملا گوشت کھایا تھا وہ انتقال فرما گئے۔ اُن میں سب سے پہلے حضرت بشر بن براءؓ نے انتقال فرمایا تو ان کے قصاص میں اس خاتون کو قتل کر دیا گیا۔ ہجرت کے ساتویں سال میں بہت سے اہم واقعات پیش آئے۔ اُن میں ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اسی سال خالدؓ بن ولید فاتح شام اور حضرت عمروؓ بن العاص فاتح مصر نے اسلام قبول کیا۔

﴿سریہ قدید﴾ صفر یا ربیع الاوّل ۷ ہجری میں پیش آیا، مسلمانوں کی کمان غالبؓ بن عبداللہ کے پاس تھی۔ وجہ یہ تھی کہ قبیلہ بنی ملوح نے بشرؓ بن سوید کے ساتھیوں کو قتل کر دیا تھا۔ قبیلہ بنو ملوح کی تادیب اور انتقام مطلوب تھا۔ غالبؓ بن عبداللہ لیثی نے رات کو چھاپہ مار کر کئی افراد قتل کر دیئے اور مال مویشی ہمراہ لے گئے پھر دشمن نے ایک بڑے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کا تعاقب کیا لیکن بادو باراں اور سیلاب دونوں کے درمیان حائل ہو گیا، مسلمان سلامتی سے مدینہ پہنچ گئے۔

﴿سریہ تربہ﴾ شعبان ۷ ہجری میں پیش آیا، اس سریہ کی قیادت حضرت عمرؓ بن خطاب نے فرمائی۔ ان کے ساتھ ۱۳۰ آدمی تھے، یہ سریہ بنو ہوازن کے خلاف تھا، مسلم جمعیت کی اطلاع بنو ہوازن کو ملی تو وہ گھر چھوڑ کر بھاگ گئے اور کوئی گرفتاری عمل میں نہ آئی۔

﴿سریہ اطراف فدک﴾ یہ سریہ اسی ماہ اور اسی سال پیش آیا۔ حضرت بشر بن سعدؓ انصاری نے اس سریہ کی قیادت فرمائی۔ جس میں صرف ۳۰ فرد تھے، یہ سریہ بنو مرہ کی تادیب میں بھیجا گیا تھا۔ حضرت بشرؓ بن سعد ان کے علاقہ میں پہنچ کر بھیڑ، بکریاں ہانک لائے۔ شب کی تاریکی میں دشمن نے مسلمانوں کو آ گھیرا، خوب تیر اندازی ہوئی آخر مسلمانوں کے تیر ختم ہو گئے، پھر سارے مسلمانوں کو بنو مرہ نے قتل کر دیا۔ صرف بشر زخمی حالت میں زندہ بچے وہ یہودیوں کے پاس رہے زخم مندمل ہونے پر مدینہ آئے۔

Marfat.com

﴿سریہ خیبر﴾ اس سریہ کی قیادت حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو سونپی گئی بنو غطفان مسلمانوں پر حملہ کرنے کے لیے جمع ہو رہے تھے۔ مسلمانوں نے اسیر یہ کو یہ اُمید دلائی کہ رسول اللہ ﷺ اُسے خیبر کا گورنر بنا دیں گے۔ اسیر یہ ۳۰ رفقاء کو لے کر حضرت عبداللہؓ کے ساتھ چل پڑا، لیکن جب ایک مقام پر پہنچے تو دونوں میں بدگمانی پیدا ہوگئی پھر لڑائی ہوئی تو حضرت عبداللہؓ اور ان کے ۳۰ ساتھیوں کو یہودیوں نے قتل کر دیا تھا۔

﴿سریہ یمن و جبار﴾ اسی سال ماہ شوال میں پیش آیا۔ جبار ایک علاقہ کا نام ہے جو بنو غطفان اور بنو فزارہ اور بنو عذرہ کے علاقہ کا نام ہے۔ یہاں بشر بن کعبؓ انصاری کو تقریباً ۳۰۰ مسلمانوں کی قیادت دے کر روانہ کیا۔ ایک بڑی جمعیت کو پراگندہ کرنا تھا، بشرؓ کی آمد کی خبر سن کر دشمن بھاگ گیا۔ مال میں بھیڑ بکریاں ہاتھ آئیں۔ دو آدمی بھی قید کر لیے پھر اُن دونوں قیدیوں نے اسلام قبول کر لیا تو اُنہیں آزاد کر دیا گیا۔

﴿سریہ نمار﴾ اسی سال پیش آیا قبیلہ بنو حشم بن معاویہ چاہتا تھا کہ بنو قیس کو مسلمانوں سے لڑائے۔ آپ ﷺ نے ابو حدردؓ کو صرف دو آدمی دیئے۔ ابو حدردؓ نے دشمن کو شکست دی وہ بہت سے اُونٹ اور بھیڑ بکریاں ہانک لائے۔

﴿سریہ ابوالعوجاء﴾ یہ سریہ ذی الحجہ کے مہینہ میں پیش آیا۔ آپ ﷺ نے ابوالعوجاء کو ۵۰ فرد کا دستہ دے کر بنو سلیم کو دعوت اسلام دینے کے لیے روانہ کیا، بنو سلیم کو دعوتِ اسلام دی گئی تو اُنہوں نے انکار کیا اور کہا کہ اُنہیں اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ پھر لڑائی ہوئی تو ابوالعوجاء زخمی ہو گئے تاہم مسلمانوں نے بنو سلیم کے دو آدمی قید کر لیے۔

............❖❖❖............

Marfat.com

﴿ہجری سال ہشتم کے واقعات﴾

٭٭٭

تاریخ اسلام میں ہجری سال ہشتم کو غیر معمولی حیثیت حاصل ہے۔ جس کی تفصیل یوں بیان کی گئی ۷ ہجری میں دعوت اسلام کے خطوط سلاطین کو ارسال کیے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا نامہ مبارک امیر بصرہ کے نام حضرت حارثؓ بن عمیر ازدی کے ہاتھ ارسال فرمایا، قاصد موتہ پہنچا یہ ایک مقام کا نام ہے جو ملک شام میں واقع ہے۔ زمانہ قدیم میں اس شہر کی بنی ہوئی تلواریں عالم میں مشہور ہوا کرتی تھیں۔ اس وقت شام کا گورنر شرجیل بن عمرو غسانی تھا، اس نے حضرت حارثؓ کو شہید کر دیا۔ حضور نبی کریم ﷺ ان کی شہادت کی اطلاع سن کر بہت غمگین ہوئے۔

﴿غزوہ موتہ﴾ آپ ﷺ نے فوری طور پر ۳۰۰۰ ہزار فوج زیر سرکردگی زیدؓ بن حارث موتہ کی جانب روانہ فرمائی اور حضرت زیدؓ کو ہدایت فرمائی کہ اگر تم شہید ہو جاؤ تو سپہ سالار جعفرؓ بن ابی طالب اور اگر وہ بھی شہید ہو جائیں تو عبداللہ بن رواحہؓ ان کی جگہ سپہ سالار ہوں گے۔ اور یہ بھی ہدایت فرمائی کہ اُس مقام تک پہنچنا جہاں حارثؓ کو شہید کیا گیا۔ پہلے دشمن کو دعوت اسلام دینا اگر وہ اسلام قبول نہ کریں تو پھر جنگ کرنا۔ مقام ثنیۃ الوداع تک حضور نبی کریم ﷺ نے اس لشکر کی قیادت فرمائی۔

شرجیل بن عمرو کو اسلامی لشکر کی آمد کی اطلاع مل چکی تھی، اس کی فوج کی تعداد ایک لاکھ بتائی گئی، مزید قیصر روم اور علاقائی قبائل عرب کی ایک لاکھ فوج بلقاء کے مقام پر آ ملی۔ اسلامی لشکر کو شہر معان پہنچ کر اطلاع ملی کہ دشمن کی فوج کی تعداد کثیر ہے۔ جس کی اطلاع نبی کریم ﷺ کو مدینہ پہنچانے کا ارادہ ظاہر کیا گیا۔ لیکن عبداللہؓ بن رواحہ نے کہا کہ فتح و شہادت میں سے ہمیں ایک ضرور مل جائے گی۔ اس لیے آگے بڑھیں۔ موتہ کے مقام پر اسلامی فوج اور دشمن کے لشکر کا آمنا سامنا ہو گیا۔ یہاں تک کہ جنگ لڑی گئی تو حضرات زیدؓ، جعفرؓ اور عبداللہؓ بن رواحہ شہید ہو گئے۔

﴿خالدؓ بن ولید کی جنگی چال﴾ حضرت عبداللہؓ کی شہادت کے بعد اتفاق رائے سے حضرت خالدؓ بن ولید کو لشکر کا

Marfat.com

امیر بنالیا گیا وہ بڑی بہادری سے لڑے اُن کا اپنا بیان ہے کہ اُس روز اُن کے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں۔ لشکر کفار میں افراتفری پھیل گئی لڑائی جاری رہی دوسرے روز صبح سویرے حضرت خالدؓ نے ایک جنگی چال چلی اُنہوں نے پسپائی کا ایسا انداز اختیار کیا کہ دشمن کو تعاقب کی ہمت نہ ہوئی۔ دو لاکھ کی کثیر فوج کے مقابلہ میں مسلمانوں کی کامیابی کی کوئی اُمید نہ تھی ایسے میں خالدؓ بن ولید کا یہی کمال تھا کہ دشمن کی فوج میں سے اسلامی فوج کو نکال لے گئے۔ اُنہوں نے یہ چال چلی کہ لشکر کی ہیئت اور وضع تبدیل کردی اور اسلامی لشکر کی نئی ترتیب قائم کی مقدمہ اور ساقہ کو باہم تبدیل کردیا اسی طرح میمنہ اور میسرہ کو بھی بدل دیا۔ اس کیفیت نے دشمن کو چوکنا کردیا۔ وہ سمجھے کہ مسلمانوں کو کمک پہنچ گئی ہے۔ حضرت خالدؓ نے اپنے لشکر کے نظام کو درست رکھتے ہوئے مسلمانوں کو تھوڑا تھوڑا پیچھے ہٹنے کا حکم دیا۔ رُومیوں کو خوف تھا کہ مسلمان اُنہیں دھوکا دے رہے ہیں اور ان کے ساتھ چال چل رہے ہیں۔ نتیجہ یہ ہوا کہ دشمن اپنے علاقہ میں پیچھے ہٹ گیا۔ اور مسلمانوں کے تعاقب کا خیال ہی جاتا رہا۔

﴿حضرت جعفرؓ کا اعزاز﴾ حضور نبی کریمﷺ نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کے متعلق فرمایا کہ حضرت جعفرؓ نے پہلے اپنے گھوڑے کی کونچیں کاٹ دیں پھر حملہ کیا، اُن کا دایاں بازو کٹ گیا تو جھنڈا بائیں ہاتھ میں لے لیا، بایاں ہاتھ بھی کٹ گیا تو علم بغل میں لے لیا۔ یہاں تک کہ وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت جعفرؓ بن ابی طالب کی لاش دیکھی تو ۹۰ سے زائد زخم تلواروں اور برچھیوں کے اُن کے جسم پر تھے۔ اُن میں سے پشت پر ایک بھی زخم نہ تھا۔ آنحضرتﷺ نے حضرت جعفرؓ کی شہادت کے بعد بہشت میں فرشتوں کے ساتھ فضا میں سیر کرتے دیکھا، ایک روایت یہ بھی ہے کہ اُنہیں بشکل فرشتہ دو خون آلود بازوؤں کے ساتھ دیکھا اسی لیے اُنہیں جعفر طیارؓ یا ''ذوالجناحین'' بھی کہتے ہیں۔

﴿نقصان﴾ جنگ موتہ میں بیان کیا گیا کہ کل ۱۲ مسلمان شہید ہوئے۔ رُومیوں کے مقتولین کی کوئی مستند خبر نہیں البتہ جنگ کی تفصیلات سے ظاہر ہوتا ہے کہ کفار بڑی تعداد میں مارے گئے۔ اس حقیقت کو نظر انداز نہیں کیا جاسکتا کہ تنہا حضرت خالدؓ بن ولید کے ہاتھ سے ۹ تلواریں ٹوٹیں تو دشمن کے کتنے لوگ قتل ہوئے ہوں گے اور کتنے ہی زخمی۔

﴿معرکہ کا اثر﴾ اُس وقت رُومی روئے زمین پر سب سے بڑی اَفرادی قوت تھے۔ عرب سمجھتے تھے کہ رومیوں سے ٹکرانا خودکشی کے مترادف ہوگا۔ دشمن کی دو لاکھ فوج کے مقابلہ میں صرف ۳۰۰۰ ہزار مسلم فوج کا کوئی قابل ذکر نقصان اُٹھائے بغیر واپس آجانا عجوبہ روزگار نہ تھا تو پھر کیا تھا؟ اس معرکہ نے ثابت کردیا کہ مسلمانان عرب کی دیگر اقوام اور دیگر غیر مسلم سے ایک الگ قسم کی قوم ہیں۔ ضدی قبائل جو مسلمانوں سے مسلسل برسرِ پیکار ہوا کرتے تھے اس معرکہ کے بعد اسلام کی طرف مائل ہوئے۔ نتیجتاً بنوسلیم، اشجع، غطفان، ذبیان اور فزارہ قبائل نے اِسلام قبول کیا۔

﴿غزوہ مکہ کا پس منظر﴾ فتح مکہ ماہ رمضان ۸ ہجری میں وقوع پذیر ہوا۔ وجوہات یہ تھیں کہ قریش نے معاہدہ حدیبیہ توڑ دیا جس کی تفصیل یہ ہے کہ عبدالمطلب بن ہاشم کو ان کے چچا مطلب نے اپنے یتیم بھتیجے کو جن کی عمر اس وقت

Marfat.com

سات آٹھ سال تھی یثرب سے مکہ لے آئے تھے جس کا ذکر پہلے آچکا ہے۔ مکہ میں جو مکانات اُن کے والد حضرت ہاشم کے تھے وہ حضرت مطلب نے اپنے بھتیجے عبدالمطلب کو دے دیئے جن کا اُنہوں نے قبضہ بھی حاصل کرلیا تھا۔ حضرت مطلب نے وفات پائی تو نوفل جو عبدالمطلب کے چچا تھے اُنہوں نے وہ مکانات اُن سے چھین لیے۔ حضرت عبدالمطلب نے قریش سے مدد مانگی اُنہوں نے دونوں کی مدد کرنے سے اِنکار کردیا۔ ایسی حالت میں حضرت عبدالمطلب نے اپنے ننہال کو یثرب میں پیغام بھیجا، اس واقعہ کی اطلاع بنونجار میں پہنچی تو ابوسعید بن عدس نجاری ۸۰ سوار لے کر مدد کو مکہ آ پہنچا۔ اس وقت نوفل حطیم میں قریش کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ ابوسعید نے حطیم میں پہنچ کر نوفل کے سر پر تلوار کھینچ لی اور کہنے لگا: ''ہمارے بھانجے کے مکانات واپس کردو ورنہ تلوار سے فیصلہ کردیتا ہوں۔'' اس صورتحال سے متاثر ہوکر نوفل نے مکانات تو واپس کردیئے لیکن اپنی ہزیمت سمجھتے ہوئے اس نے عبدشمس کے بیٹوں (جو اس کے بھی بھتیجے تھے) کو بنوہاشم کے خلاف اپنا حلیف بنالیا۔ اس پر عبدالمطلب نے بنوخزاعہ سے کہا کہ تم بنونوفل اور بنوعبدشمس کے خلاف میرے حلیف بن جاؤ۔ عبدمناف کی ماں عبدالمطلب کی دادی تھیں جو بنوخزاعہ کے سردار خلیل کی بیٹی تھیں۔ اُنہوں نے امداد کرنا واجب سمجھا۔

مذکورہ ہر دو قبیلوں کی دشمنی کا سبب زمانہ جاہلیت میں بنوالحضرمی میں سے ایک شخص جو اسود بن رزن وائلی بکری کا حلیف تھا، بغرض تجارت گھر سے نکلا جب وہ خزاعہ کے علاقہ میں پہنچا تو خزاعیوں نے اسے قتل کردیا۔ اور اس کا مال اپنے قبضے میں لے لیا۔ بدلے میں بنوبکر نے خزاعیوں کا ایک آدمی قتل کردیا۔ پھر خزاعیوں نے سلمیٰ، کلثوم و ذویب کو قتل کرڈالا۔ اس اثناء میں ظہور اسلام نے اہل عرب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا۔ لڑائیوں کا سلسلہ رُک گیا۔ صلح حدیبیہ سے مسلمانوں اور کفار میں لڑائی وقتی طور پر رُک گئی۔ ایسے میں بنوبکر کی ایک شاخ بنونفاثہ سمجھے کہ اب انتقام کا وقت ہے اس لیے نوفل بن معاویہ وائلی بکری بنونفاثہ کو ساتھ لے کر آب وتیر میں جو اسفل مکہ میں خزاعہ کے قریب کا علاقہ ہے رات کو حملہ آور ہوئے قریش نے حسب معاہدہ بنوبکر کی مدد کی۔ صفوان بن اُمیہ، حویطب بن عبدالعزیٰ، عکرمہ بن ابی جہل اور سہل بن عمرو صورتیں بدل بدل کر خزاعہ سے لڑے یہاں تک کہ بنوخزاعہ نے تنگ آ کر حرم مکہ میں پناہ لی۔ بنوبکر حرم کا احترام ملحوظ رکھ کر رُک گئے مگر نوفل نے کہا یہ موقع پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ چنانچہ حرم میں بنوخزاعہ کا خون بہایا گیا۔

جب بنوبکر اور قریش نے وہ عہد توڑ دیا جو رسول اللہ ﷺ کے درمیان تھا ایسے میں عمرو بن سالم خزاعی چالیس سوار لے کر مدینہ پہنچا اس وقت حضور نبی کریم ﷺ مسجد میں اپنے اصحابؓ کے درمیان تشریف فرما تھے۔ عمرو نے حاضر خدمت ہوکر جو عرض کی وہ یہ ہے:

''اے خدا! میں محمد (ﷺ) کو یاد دلاتا ہوں، وہ پرانا معاہدہ جو ہمارے باپ اور اُن کے باپ (عبدالمطلب) کے درمیان ہوا تھا۔ یارسول اللہ ﷺ! ہماری پوری مدد کیجئے اور خدا کے بندوں کو بلایئے جو ہماری مدد کریں۔ قریش نے آپ ﷺ سے وعدہ کے خلاف کیا اور آپ ﷺ کا محکم معاہدہ توڑ ڈالا۔ اُنہوں نے رات میں بحالت خواب حملہ کیا اور ہمیں

Marfat.com

رکوع وسجدے کی حالت میں قتل کر ڈالا۔"

عمرو کی یہ التجا سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عمرو تجھے مدد مل جائے گی۔" ایک روایت میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں قریش سے دریافت کرتا ہوں پھر حضور ﷺ نے ایک قاصد کو بھیجا اور یہ تین شرطیں پیش کیں کہ قریش ان میں سے ایک شرط اختیار کر لیں۔

1......مقتولین کا خون بہا ادا کیا جائے۔

2......قریش بنو بکر کی حمایت سے دستبردار ہو جائیں۔

3......صلح حدیبیہ کو توڑ دیا جائے۔

چنانچہ قرطہ بن عمرو اور قریش مکہ نے جوش میں آ کر تیسری تجویز منظور کر لی۔ اس طرح صلح حدیبیہ ٹوٹ گئی۔ جب قاصد مکہ سے مدینہ واپس چلا آیا تو قریش مکہ نے صلح کے توڑنے کے پیش نظر آنے والے حالات کا جائزہ لیا اور یہ فیصلہ کیا کہ ابوسفیان کو تجدید عہد کے لیے مدینہ روانہ کیا جائے۔ لیکن اب وقت نکل چکا تھا ویسے بھی قریش مسلسل عہد شکنی کے مرتکب ہو رہے تھے، اب وقت آ گیا تھا کہ بیت اللہ کو بتوں سے پاک کر کے معبود حقیقی کی عبادت کے لیے وقف کیا جائے۔

﴿وجوہات﴾ صلح حدیبیہ میں تحریر تھا کہ قبائل عرب کو یہ آزادی حاصل ہوگی کہ وہ جس فریق سے چاہیں معاہدہ کریں، قبیلہ بنو بکر اور قبیلہ بنو خزاعہ میں قدیم دشمنی چلی آ رہی تھی۔ لہٰذا بنو بکر نے قریش اور بنو خزاعہ نے مسلمانوں سے معاہدہ کر لیا۔ ایسے میں بنو بکر نے اچانک بنو خزاعہ پر دھاوا بول دیا تو قریش نے بنو بکر کی حمایت کا اعلان کر دیا۔ حرم کعبہ میں دونوں قبیلوں کے درمیان لڑائی لڑی گئی اور حرم کعبہ کے احترام کو بھی نظر انداز کر دیا، خون بہا ہوا۔ بنو خزاعہ نے دربار رسالت مآب ﷺ میں دُوہائی دی۔ آنحضرت ﷺ نے ان وجوہات کی بناء پر عسکری تیاری کا آغاز فرمایا لیکن ان تیاریوں کو پوشیدہ رکھنے کی بھی ہدایت فرمائی۔ البتہ معاون قبائل کو مطلع کر دیا گیا۔

﴿اُفشائے راز﴾ حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ لخمی نے جو بنی اسد بن عبدالعزیٰ کے حلیف تھے، اُنہوں نے بنی ہاشم کی ایک کنیز سارہ کے ہاتھ قریش مکہ کو ایک خط لکھ کر بھیجا جس میں قریش کے خلاف جنگی تیاریوں کے متعلق مطلع کیا گیا تھا۔ کنیز سارہ وہ اطلاع نامہ لے کر مکہ کی جانب روانہ ہوگئی۔ مخبری نامہ اس نے اپنے سر کے بالوں میں چھپا لیا تھا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر دے دی پھر آپ حضور ﷺ نے حضرت علیؓ، زبیرؓ اور مقدادؓ کو سارہ کے تعاقب میں بھیجا اور فرمایا کہ: "روضہ خاخ (ایک مقام کا نام ہے) میں تم کو ایک سانڈنی سوار عورت ملے گی۔ اس کے پاس قریش مکہ کے نام ایک خط ہے وہ لے آؤ۔"

حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل میں تینوں حضرات چل پڑے اور اُس عورت کو روضہ خاخ پر جا ملے۔ پھر اس کو سانڈنی سے نیچے اُتار لیا اس سے پوچھا کہ تیرے پاس ایک خط ہے وہ ہمیں دے دو۔ کنیز نے انکار کیا، کجاوے کی تلاشی لی گئی مگر کچھ برآمد نہ ہوا۔ اس مرحلہ پر حضرت علیؓ نے اُس عورت سے کہا کہ میں اللہ کی قسم کھاتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے سچ فرمایا

Marfat.com

ہے۔ تُو خط نکال دے ورنہ ہم تیرے کپڑوں کی تلاشی لیں گے۔ یہ سن کر کنیز سارہ نے وہ خط اپنے سر کے بالوں میں سے نکال کر دے دیا۔ تینوں حضرات خط لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ مطلوبہ خط خدمت اقدس میں پیش کر دیا۔ حاطبؓ کو دربار رسالتؐ میں طلب کیا گیا۔ اُس سے پوچھا "حاطب! تو نے یہ کیا حرکت کی۔؟" تو حاطبؓ نے یوں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میرے اہل وعیال مکہ میں قریش کے درمیان ہیں۔ آپ ﷺ کے ساتھ جو مہاجرین ہیں ان کے رشتہ دار مکہ میں بھی ہیں۔ مہاجرین کے عیال کی حفاظت ان کے رشتہ دار کریں گے۔ مگر میرا قریش کے ساتھ کوئی رشتہ نہیں، اپنے اہل وعیال کے بچاؤ کے لیے میں نے یہ حیلہ اختیار کیا کہ قریش پر یہ احسان کر دوں تاکہ اس احسان کے صلہ میں وہ میرے بال بچوں کی حفاظت کریں۔ حاطبؓ اپنا بیان ختم کر چکے تو حضرت عمرؓ بے تاب ہو گئے اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں اس منافق کا سر قلم کر دوں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: "عمرؓ! حاطبؓ اصحاب بدر میں سے ہے اور تجھے کیا معلوم بے شک اللہ تعالیٰ بدر پر مطلع ہے۔ کہ فرمایا "**اعملو ماشئتم فقد غفرت لکم**" ایسے سنگین جرم کے مرتکب حضرت حاطبؓ کو آپ حضور ﷺ نے معاف فرما دیا۔

﴿ابوسفیان اور ساتھیوں کی گرفتاری﴾ آنحضرت ﷺ ۱۰ ماہ رمضان کو دس ہزار آراستہ فوج لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہوئے۔ اُسی روز حضرت عباسؓ جو ابھی تک مکہ ہی میں مقیم تھے اپنے اہل وعیال کو لے کر مدینہ کے لیے روانہ ہو چکے تھے۔ وہ مقام جحفہ میں حضور نبی کریم ﷺ سے آملے اور فرمان نبویؐ کی تعمیل میں اُنھوں نے اپنے اہل وعیال کو مدینہ بھیج دیا اور خود اسلامی لشکر میں شمولیت اختیار کر لی۔ مقام قدید پر قبائل کو جھنڈے عطا کیے گئے۔ آخری پڑاؤ مرالظہران تھا، مکہ یہاں سے بہت نزدیک تھا۔ قریش مکہ لشکر اسلام کو دیکھ رہے تھے، نبی کریم ﷺ نے شب کی تاریکی میں حکم دیا کہ ساری فوج الگ الگ آگ روشن کرے۔ دوسری جانب ابوسفیان بن حرب، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ اسلامی لشکر کا جائزہ لینے کے لیے نکلے تو وہ مرالظہران سے گزرے۔ ابوسفیان بولا! یہ جگہ جگہ آگ کیسی ہے۔؟ یہ شب عرفہ کی مانند ہے، بدیل نے کہا کہ یہ بنوخزاعہ کی آگ ہے۔ ابوسفیان بولا خزاعی گنتی میں اتنے نہیں کہ یہ ان کی آگ ہو۔ خیمہ نبویؐ کے محافظوں نے ابوسفیان وغیرہ کو دیکھ لیا تو محافظوں نے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کو گرفتار کر کے رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیئے، ابوسفیان ایمان لے آئے۔

﴿لشکر اسلام کا مکہ میں داخلہ﴾ آنحضرت ﷺ نے اس کے بعد مکہ کی جانب روانگی سے قبل حضرت عباسؓ سے فرمایا کہ ابوسفیان کو پہاڑی کی چوٹی پر لے جا کر کھڑا کر دو تاکہ افواج الٰہی کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لے، پھر تعمیل حکم ہوئی۔ قبائل عرب کی فوجیں ابوسفیان کے سامنے سے گزرنے لگیں۔ سب سے پہلے بنوغفار پھر جہینہ، سعد بن ہذیل اور بنوسلیم نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے یکے بعد دیگرے سامنے سے گزرے۔ پھر ایک ایسی فوج جس کی مثال اُس وقت کی تاریخ عالم میں بھی نہ تھی گزرنے لگی تو ابوسفیان نے پوچھا یہ کس کی فوج ہے۔ تو حضرت عباسؓ بولے یہ انصارؓ ہیں۔ اُس دستے کے سالار سعدؓ بن عبادہ تھے۔ جن کے ہاتھ میں علم تھا جب وہ ابوسفیان کے برابر سے گزرے تو اُنھوں نے کہا "آج گھمسان

Marfat.com

کے معرکہ کا دن ہے، آج کعبہ حلال کر دیا جائے گا۔'' اس دستے کے بعد وہ مبارک دستہ آیا جس میں رسول اللہ ﷺ اور آپ کے اصحابؓ مہاجرین شامل تھے۔ اس دستے کے علم بردار حضرت زبیرؓ بن العوام تھے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ ابوسفیان کے برابر سے گزرے تو اس نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے سنا کہ سعدؓ بن عبادہ نے کیا کہا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''سعد نے غلط کہا، آج کعبہ کی عزت کی جائے گی اور غلاف چڑھایا جائے گا۔'' پھر حکم فرمایا: ''علم سعدؓ سے لے لو اور اُن کے بیٹے قیسؓ کو دے دیا جائے۔''

مکہ کے بالائی حصہ میں رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک خیمہ نصب کیا گیا، حضرت زبیرؓ نے حسب الارشاد حجون کی پہاڑی پر علم گاڑ دیا، آنحضرت ﷺ نے حضرت خالدؓ بن ولید کو حکم دیا کہ قبائل عرب کے ساتھ پائین شہر کی طرف سے مکہ میں داخل ہوں اور پھر صفاء میں ہم سے آملیں اور کسی سے جنگ نہ کریں۔ لیکن صفوانؓ بن اُمیہ اور عکرمہ بن ابی جہل اور سہیل بن عمرو اور قریش کی ایک جماعت نے جندمہ کے مقام پر اُن کا راستہ روکا اور حضرت خالدؓ کے دستے پر تیر برسائے۔ اس حملے میں حضرت جیشؓ بن اشعر، کرز بن جابر فہریؓ نے شہادت پائی۔ چنانچہ حضرت خالدؓ نے جواب میں مجبور ہو کر اُن پر حملہ کر دیا تو کفار ۱۳ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے۔ آنحضرت ﷺ نے جو تلواروں کی جھنکار سنی تو دریافت فرمایا تو عرض کیا گیا کہ شاید مشرکین نے پیش بندی کی ہے، اس وجہ سے خالدؓ کو لڑنا پڑا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے خود حضرت خالدؓ سے باز پرس فرمائی۔ حضرت خالدؓ نے عرض کیا کہ ابتداء مشرکین کی طرف سے تھی۔ فرمایا: ''قضائے الٰہی بہتر ہے۔'' پھر آپ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوئے اور اپنے غلام کے لڑکے اُسامہ کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ نبی محترم بڑی شان وشوکت سے کعبہ کی جانب روانہ ہوئے۔ آپ ﷺ کے دائیں بائیں، آگے پیچھے مہاجرین وانصار تھے۔ وہ اس طرح سراپا آہن پوش تھے بجز میانہ چشم ان کے بدن کا کوئی حصہ نظر نہ آتا تھا۔ بیت اللہ شریف میں داخل ہو کر آنحضرت ﷺ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر اپنی ناقہ پر سوار ہو کر سات بار طواف کیا، بیت اللہ کے گرد اور اُوپر ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے، جن کی وجہ سے خانہ خدا بت خانہ بنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ کے دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اُس سے آپ ﷺ ایک ایک بت کو ٹھوکے دیتے جاتے اور یہ پڑھتے جاتے: جاء الحق وزہق الباطل ا ان الباطل کان زہوقا ا ترجمہ: ''سچ آ گیا باطل مٹ گیا، بے شک باطل مٹنے والا ہے۔'' اور بت منہ کے بل گرتے جاتے تھے، حتیٰ کہ بیت اللہ شریف بتوں سے پاک ہو گیا۔ آپ ﷺ نے عثمان بن طلحہؓ سے کنجی لے کر خانہ کعبہ کا دروازہ کھولا اور اندر داخل ہوئے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسماعیل علیہ السلام کے مجسمے پر نظر پڑی، اُن مجسموں کے ہاتھوں میں جوا کھیلنے کے لیے تیر دیئے ہوئے تھے، یہ دیکھ کر رحمت اللعالمین ﷺ نے فرمایا: ''خدا اُن کو غارت کرے، اللہ کی قسم ان دونوں نے کبھی تیروں سے جوا نہیں کھیلا۔'' کعبہ کے اندر لکڑیوں کی ایک کبوتری بنی ہوئی تھی، آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اُسے توڑ ڈالا۔ تصویروں کو مٹا دیا گیا اور دروازہ بند کر دیا گیا۔ صرف حضرات اُسامہؓ، بلالؓ اور عثمان بن طلحہ آپ ﷺ کے ہمراہ اندر رہے، نماز ادا فرمائی اور ہر جانب تکبیر کہی۔ اس کے بعد دروازہ کھول دیا گیا، ایسے میں مسجد حرام قریش کی صفوں سے بھری ہوئی تھی، پھر آپ ﷺ

Marfat.com

نے خانہ کعبہ کے دروازہ کو پکڑ کر یہ خطبہ ارشاد فرمایا:

﴿تاریخ اسلام کا پہلا اجتماعی خطبہ﴾ آیات کا ترجمہ ہے: ''ایک خدا کے سوا اور کوئی معبود نہیں، اس کا کوئی شریک نہیں، خدا نے اپنا وعدہ سچا کیا اور اپنے بندے کی مدد کی اور کافروں کے گروہوں کو شکست دی۔ آگاہ رہو کہ تمام مفاخر یا خون بہا انتقام ہر قسم کا، سوائے کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کی سقایت کے میرے ان دو قدموں کے نیچے ہیں۔ آگاہ رہو کہ قتل خطاء جو عمداً کے مشابہ ہو، تازیانہ سے ہو یا عصا سے، اس کا خون بہا ۱۰۰ اُونٹ ہیں۔ جن میں سے ۴۰ کے پیٹوں میں بچے ہوں۔ اے گروہ قریش! خدا نے تم سے جاہلیت کا غرور اور نسب کا افتخار دُور کر دیا۔ تمام لوگ آدمؑ کی اولاد ہیں اور آدمؑ مٹی سے ہیں۔'' اس کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی، جس کا ترجمہ ہے: ''اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو کنبے اور قبیلے بنایا، تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو، بے شک تم میں اللہ کے نزدیک زیادہ بزرگ وہ ہے جو زیادہ پرہیز گار ہے۔ تحقیق اللہ جاننے والا، خبر دار ہے۔'' (سورۃ الحجرات آیت: ۱۳)

تاریخ اسلام کے اس پہلے اجتماعی خطاب کے بعد آنحضرت ﷺ نے قریش سے بھری مسجد حرام میں توجہ فرمائی۔ اعلان دعوت اسلام سے لے کر اب تک ۱۷ سال سے زیادہ عرصہ میں قریش نے آپ ﷺ سے اور اُن کے اصحابؓ سے جو سلوک کیا تھا وہ سب پیش نظر تھا، قریش خوف زدہ تھے اور فیصلے کا انتظار تھا۔

آنحضرت ﷺ جب شہر مکہ سے نکلے تھے تو اندھیری رات تھی اور صرف ابو بکرؓ ساتھ تھے۔ آج جب وہ اپنے آبائی شہر میں ایک فاتح کی حیثیت سے داخل ہوئے تو روزِ روشن تھا اور دس ہزار جان نثاروں کا دستہ ہمراہ تھا۔ اللہ تعالیٰ نے بدلہ لینے کی پوری قوت عطا فرمائی تھی، اس کے باوجود آپ ﷺ نے یوں خطاب فرمایا: ''اے گروہ قریش ! تم اپنے گمان میں مجھ سے کیسے سلوک کی توقع رکھتے ہو۔'' قریش پکار اُٹھے ''اَخٌ کَرِیمٌ وَابنِ اخٍ کَرِیمٍ'' (تو شریف بھائی ہے اور شریف برادر زادہ ہیں۔) یہ سن کر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا: ''آج تم پر کوئی الزام نہیں، جاؤ تم آزاد ہو۔''

فتح مکہ کے دوسرے دن آپ ﷺ نے لوگوں کے درمیان یوں خطبہ فرمایا پہلے آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کی اور اللہ کی شایان شان تمجید کی، پھر فرمایا: ''لوگو! اللہ نے جس دن آسمان کو پیدا کیا اسی دن سے مکہ کو حرمت والا شہر قرار دیا۔ اسی لیے یہ شہر اللہ کی حرمت کے سبب قیامت تک کے لیے حرام ہے۔ کوئی شخص جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لیے حلال نہیں کہ اس میں خون بہائے یا یہاں کا کوئی درخت کاٹے، اگر کوئی شخص اس بناء پر رُخصت اختیار کرے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہاں قتال کیا تو اس سے کہہ دو کہ اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو اجازت دی تھی۔ لیکن تمہیں اجازت نہیں دی ہے اور میرے لیے بھی صرف ایک دن کی ایک ساعت میں حلال کیا گیا۔ آج پھر اس کی حرمت اسی طرح پلٹ آئی جس طرح کل اس کی حرمت تھی۔ اب چاہیے کہ جو حاضر ہے وہ غائب کو یہ بات پہنچا دے۔'' ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ یہاں کا کانٹا بھی نہ کاٹا جائے۔ شکار نہ بھگایا جائے اور گری پڑی چیز نہ اُٹھائی جائے۔ البتہ وہ شخص اُٹھا سکتا ہے جو اس کا تعارف کرائے اور یہاں کی گھاس نہ اُکھیڑی جائے۔ حضرت عباسؓ نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مگر ''اذخر'' یعنی عرب کی مشہور

Marfat.com

گھاس جو مونج کی ہمشکل ہوتی ہے، چائے اور دوا کے طور پر استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ یہ گھاس لوہار اور گھر کی ضرورت کی چیز ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا مگر اذخر۔

بنوخزاعہ نے اُسی روز بنولیث کے ایک آدمی کو قتل کر دیا تھا، کیونکہ دورِ جاہلیت میں بنولیث کے ہاتھوں بنوخزاعہ کا آدمی قتل ہوا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''خزاعہ کے لوگو! اپنا ہاتھ قتل سے روک لو۔ کیونکہ قتل اگر نافع ہوتا تو بہت قتل ہو چکا۔'' تم نے ایک ایسا آدمی قتل کیا ہے کہ میں اس کی دیت لازماً ادا کروں گا۔ پھر میرے اس قول کے بعد اگر کسی نے کسی کو قتل کیا تو مقتول کے اولیاء کو دو باتوں کا اختیار ہوگا، چاہیں تو قاتل کا خون بہائیں یا چاہیں تو اس سے دیت لیں۔

﴿بیعت﴾ اہل مکہ اسلام کی تابعداری قبول کرنے کے لیے حاضر آ گئے، رسول اللہ ﷺ نے صفاء پر بیٹھ کر لوگوں سے بیعت لی۔ اس مرحلہ پر حضرت عمرؓ بن خطاب آپ ﷺ سے نیچے تشریف فرما تھے۔ اور لوگوں سے عہد و پیمان لے رہے تھے۔ لوگوں نے حضور نبی کریم ﷺ سے بیعت کی کہ جہاں تک ہو سکے گا آپ ﷺ کی بات سنیں گے اور مانیں گے۔ تفسیر مدارک میں یہ روایت آئی ہے کہ جب نبی کریم ﷺ مردوں کی بیعت سے فارغ ہو چکے تو وہیں مقام صفاء ہی پر عورتوں سے بیعت لینی شروع کی۔ حضرت عمرؓ جیسا کہ آپ ﷺ سے نیچے بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ ﷺ ہی کے حکم سے عورتوں سے بیعت لے رہے تھے اور انہیں آپ ﷺ کی باتیں پہنچا رہے تھے۔ اسی دوران ابوسفیانؓ کی بیوی ہندہ بنت عتبہ بھیس بدل کر آئی وہ خوف زدہ تھی اُس حرکت سے جو اُس نے حضرت حمزہؓ کی لاش سے کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے بیعت شروع کی تو فرمایا: میں تم سے اس بات پر بیعت لیتا ہوں کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو گی۔ حضرت عمرؓ نے بھی یہی بات دوہراتے ہوئے عورتوں سے اس بات پر بیعت لی کہ وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں گی۔ پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اور چوری نہ کرو گی، اس پر ہندہ بول اُٹھی ابوسفیان بخیل آدمی ہے اگر میں اس کے مال سے کچھ لے لوں تو؟ ابوسفیان وہاں موجود تھا، بولا تم جو کچھ لے لو تمہارے لیے حلال ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا۔ آپ ﷺ نے ہندہ کو پہچان لیا اور فرمایا، اچھا ......تو تم ہو ہندہ! ہاں، اے اللہ کے نبی ﷺ جو کچھ گزر چکا اُسے معاف فرما دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ بھی تمہیں معاف فرمائے۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا اور زنا نہ کرو گی، اس پر ہندہ نے کہا، بھلا کہیں حرہ (آزاد عورت) بھی زنا کرتی ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا اور اپنی اولاد کو قتل نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا ہم نے تو بچپن میں انہیں پالا پوسا لیکن بڑے ہونے پر آپ ﷺ اور آپ کے لوگوں نے اُنہیں قتل کر دیا، اس لیے آپ ﷺ اور وہی لوگ بہتر جانیں۔ (روز بدر ہندہ کا بیٹا حنظلہ بن ابی سفیان قتل کیا گیا تھا۔) یہ سن کر ہنستے ہنستے حضرت عمرؓ چت لیٹ گئے اور رسول اللہ ﷺ نے بھی تبسم فرمایا۔ اس کے بعد فرمایا، کوئی بہتان نہ گھڑو گی۔ ہندہ نے کہا واللہ! بہتان واقعی بڑی بری بات ہے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کسی معروف بات میں میری (رسول اللہ ﷺ) کی نافرمانی نہ کرو گی۔ ہندہ نے کہا خدا کی قسم ہم اس محفل میں اپنے دلوں کے اندر یہ بات لے کر نہیں بیٹھی ہیں کہ آپ ﷺ کی کبھی نافرمانی کریں گی۔ پھر ہندہ واپس ہوئی اور اپنا بت توڑ دیا، وہ اپنا بت توڑتی جا رہی تھی اور کہتی جا رہی تھی ہم تیرے متعلق دھوکے میں تھے۔

Marfat.com

﴿مکہ میں نبی ﷺ کا قیام﴾ رسول کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ میں ۱۹ دن قیام فرمایا۔ اس دوران آپ ﷺ کے حکم سے حضرت ابواُسید خزرجیؓ نے ازسرنو حدودِحرم کے کھمبے نصب کیے اور آپ ﷺ نے اسلام کی دعوت اور مکہ کے گردونواح میں بتوں کو توڑنے کے لیے متعدد سرایا روانہ کیے۔ آپ ﷺ کے حکم سے مکے میں اعلان عام کیا گیا کہ جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہے وہ اپنے گھر میں کوئی بت نہ رکھے بلکہ اُسے توڑ دے۔

﴿خانہ کعبہ کی کنجی﴾ اعلان عفو و درگزر کے بعد آپ ﷺ مسجد حرام میں تشریف فرما ہوئے بیت اللہ شریف کی کنجی حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک میں تھی۔ حضرت علیؓ اور حضرت عباسؓ نے انفرادی طور پر عرض کی کہ بیت اللہ شریف کی کنجی اُنہیں عطا کردی جائے۔ لیکن آپ ﷺ نے یہ کنجی اُنہیں نہ دی۔ بلکہ حضرت عثمانؓ بن ابی طلحہؓ کو عطاء فرمائی۔ حضرت عثمانؓ بن طلحہؓ کا بیان ہے کہ: ''ہجرت سے پہلے مجھے رسول اللہ ﷺ مکہ میں ملے آپ ﷺ نے مجھے دعوتِ اسلام دی میں نے کہا، اے! تعجب ہے کہ تو چاہتا ہے کہ میں تیری پیروی کروں حالانکہ تو نے اپنی قوم کے دین کی مخالفت کی ہے اور نیا دین لایا ہے۔ ہم دورِ جاہلیت میں کعبہ کو منگل اور جمعہ کے دن کھولا کرتے تھے۔ ایک دن رسول اللہ ﷺ لوگوں کے ساتھ کعبہ میں داخل ہونے کے ارادہ سے آئے تو میں نے آپ ﷺ سے درشت کلامی کی، مگر آپ ﷺ نے درگرز فرمایا۔'' اور فرمایا: ''عثمان! تو یقیناً عنقریب ایک دن اس کنجی کو میرے ہاتھ میں دے گا کہ جہاں چاہوں رکھ دوں گا۔'' میں نے کہا اُس دن بے شک قریش ہلاک ہو جائیں اور ذلیل ہو جائیں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''بلکہ وہ زندہ رہیں گے اور عزت پائیں گے۔'' پھر آپ ﷺ کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ ﷺ نے مجھ پر اثر کیا، میں نے گمان کیا کہ جیسا آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا، عنقریب ویسا ہی ہو جائے اور ارادہ کیا کہ میں مسلمان ہو جاؤں، مگر میری قوم مجھ سے نہایت درشت کلامی کرنے لگی۔ جب فتح کا دن آیا تو آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''عثمان کنجی لاؤ'' آپ ﷺ نے کنجی مجھ سے لے لی۔ پھر وہی کنجی مجھے واپس کردی اور فرمایا: ''لو یہ پہلے سے تمہاری ہے اور تمہارے پاس ہمیشہ رہے گی، ظالم کے سوا کوئی تم سے نہ چھینے گا۔ عثمان! اللہ نے تم کو اپنے گھر کا امین بنایا ہے، پس اس گھر کی خدمت کے سبب جو کچھ تمہیں ملے اُس کو دستور شرعی کے موافق کھاؤ۔'' جب میں نے پیٹھ پھیری تو آپ ﷺ نے مجھے پکارا، پھر میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا وہ بات نہ ہوئی جو میں نے تم سے کہی تھی۔'' اس پر مجھے ہجرت سے پہلے مکہ میں آپ ﷺ کا وہ قول یاد آ گیا، میں نے عرض کی (وہ بات ہوگئی) میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔

﴿مسجد حرام میں اذانِ بلالیؓ﴾ اُس روز حضور نبی کریم ﷺ دیر تک مسجد حرام میں رونق افروز رہے۔ آپ ﷺ کے حکم سے حضرت بلالؓ نے کعبہ کی چھت سے اذان کہی۔ کعبہ کے صحن میں ابوسفیانؓ بن حرب، عتاب بن اسید اور حارث بن ہشام بیٹھے ہوئے تھے، اذان کی آواز سن کر عتاب بولا کہ خدا نے اسید کو یہ عزت بخشی کہ اُس نے یہ آواز نہ سنی، اُسے رنج ہوتا۔ پھر حارث بولا کہ خدا کی قسم اگر یہ حق ہوتا تو میں اس کی پیروی کرتا۔ ایسے میں حضرت ابوسفیانؓ نے کہا میں تو کچھ نہیں کہتا اگر کچھ کہا تو یہ کنکریاں اُن کو میرے قول کی خبر دے دیں گی۔ کچھ دیر کے بعد آنحضرت ﷺ ان تینوں کے پاس سے گزرے تو

Marfat.com

آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ تمہاری باتیں مجھے معلوم ہوگئی ہیں، تم نے ایسا ایسا کہا ہے۔'' حارث وعتاب یہ سنتے ہی کہنے لگے ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ اللہ کے رسولؐ ہیں۔ ان باتوں کی اطلاع کسی اور کو نہ تھی۔ ورنہ ہم کہتے کہ اس نے آپ ﷺ کو بتادیا ہے۔

﴿فتح مکہ کے بعد عفوعام﴾ حضور نبی کریم ﷺ مسجد حرام سے کوہ صفاء پر تشریف لے گئے وہاں مردوں اور عورتوں نے اسلام قبول کر کے دست مبارک پر بیعت کی۔ عفوعام سے محض نو شخص مستثنیٰ قرار پائے۔ اُن کے لیے حکم تھا کہ جہاں ملیں اُنہیں قتل کر دیا جائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اعلانِ عام فرمایا کہ جو شخص اپنے گھر کا دروازہ بند کر لے، ابوسفیان کے گھر میں داخل ہو جائے یا مسجد حرام میں پہنچ جائے اُسے عام معافی دی جائے گی۔

﴿اکابر مجرمین کے قتل کا حکم﴾ رسول اللہ ﷺ نے فتح مکہ کے دن اکابر مجرمین میں سے ۹ آدمیوں کے قتل کا حکم صادر فرمایا اور ہدایت فرمائی کہ اگر وہ کعبہ کے پردے کے نیچے بھی مل جائیں تو اُنہیں قتل کر دیا جائے۔ اُن میں یہ لوگ شامل تھے۔ (۱) عبدالعزیٰ بن خطل (۲) عبداللہ بن سعد بن ابی سرح (۳) عکرمہ بن ابی جہل (۴) حارث بن فضیل بن وہب (۵) مقیس بن حبابہ (۶) ہبار بن اسود (۷،۸) ابن خطل کی دو لونڈیاں جو نبی کریم ﷺ کی ہجو گایا کرتی تھیں۔ (۹) سارہ، جو اولادِ عبدالمطلب میں سے کسی کی لونڈی تھی، جس سے مخبری نامہ برآمد ہوا تھا۔

عبدالعزیٰ بن خطل نے اپنے آپ کو خانہ کعبہ کے پردے سے لٹکا لیا تھا۔ ایک صحابیؓ نے اطلاع دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُسے قتل کر دو۔'' پھر اُسے قتل کر دیا گیا۔ عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حضرت عثمانؓ بن عفان نے اُس کی جان بخشی کے لیے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں سفارش پیش کر دی۔ عبداللہ نے اسلام قبول کر لیا تو حضور ﷺ نے اس کی جان بخش دی۔ یہ شخص پہلے بھی ایک بار اِسلام قبول کر چکا تھا اور مدینہ آ گیا تھا، لیکن پھر مرتد ہو کر بھاگ گیا، دوسری بار اسلام لانے کا کردار حسن اسلام کا آئینہ دار رہا۔ عکرمہ بنی ابی جہل بھاگ کر یمن کی طرف چلا گیا تو اس کی بیوی نے حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر امان طلب کی پھر اُسے امان مل گئی، عکرمہ نے واپس آ کر اسلام قبول کر لیا۔ حارث کو حضرت علیؓ نے قتل کر کیا۔ مقیس پہلے بھی مسلمان ہو چکا تھا، چونکہ اس نے ایک انصاری کو قتل کیا تو وہ مرتد ہو گیا تھا، اور بھاگ گیا، پھر مشرکین سے جاملا۔ مقیس بن حبابہ کو حضرت تمیلہ بن عبداللہؓ نے قتل کیا۔ ہبار بن اسود وہ شخص ہے جس نے نبی کریم ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو ہجرت کے موقع پر ایسا کچو کا مارا تھا کہ وہ ہودج سے ایک چٹان پر جا گریں تھیں، اس وجہ سے اُن کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ یہ شخص فتح مکہ کے روز نکل بھاگا پھر مسلمان ہو گیا۔ اس کی کیفیت اسلام بہتر رہی۔ ابن خطل کی دو لونڈیوں میں سے ایک کو قتل کیا گیا دوسری کے لیے امان طلب کی گئی اور دوسری نے اسلام قبول کر لیا۔ اس طرح سارہ کے لیے بھی امان طلب کی گئی وہ بھی مسلمان ہو گئی۔ ماحاصل یہ ہوا کہ چار کو قتل کیا گیا اور پانچ کی جان بخشی ہوئی اور وہ مسلمان ہوئے۔ وحشی بن حرب اور ابوسفیان کی بیوی ہندہ بنت عتبہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تھا۔ ابن خطل کی لونڈی جو قتل ہوئی اس کا نام ''ارنب'' تھا۔ ابن اسحٰق نے قتل ہونے والے مردوں کی تعداد ۸، اور عورتوں کی تعداد ۶

Marfat.com

بتائی ہے۔ صفوان بن اُمیہ کے قتل کا حکم جاری نہیں ہوا تھا، لیکن چونکہ وہ قریش کے اکابرین میں سے تھا، اُس نے اپنی جان کا خطرہ محسوس کرتے ہوئے بھاگ جانے میں اپنی عافیت سمجھی۔ عمیرؓ بن وہب جمحی نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر صفوان کے لیے امان طلب کی تو آپ ﷺ نے اُسے امان دے دی۔ اس مرحلہ پر نبی کریم ﷺ نے علامت کے طور پر عمیر کو اپنی وہ پگڑی بھی دے دی جو مکہ میں داخلے کے وقت آپ ﷺ کے سر مبارک پر بندھی ہوئی تھی۔ عمیرؓ نے صفوان سے ملاقات کی تو اس وقت صفوان جدہ سے یمن جانے کے لیے کشتی میں سوار ہو رہا تھا۔ عمیرؓ صفوان کو واپس لے آئے اور صفوان کو آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا اُس نے اسلام میں داخل ہونے کے لیے دو ماہ کی مہلت مانگی تو آپ ﷺ نے اُسے چار ماہ کی مہلت عطا فرما دی۔ اس کے بعد صفوان نے اسلام قبول کر لیا، اس کی بیوی پہلے ہی مسلمان ہو چکی تھی۔ آپ ﷺ نے دونوں کو پہلے ہی نکاح پر برقرار رکھا۔

﴿غزوہ حنین﴾ فتح مکہ نے سارے جزیرہ نما عرب پر اسلام کا سایہ پھیلا دیا تھا۔ لیکن پھر بھی چند قبائل دین اسلام کے ماننے سے منحرف تھے۔ جیسے بنو ہوازن اور بنو ثقیف اُن کے ساتھ مضر، ہشم اور سعد بن بکر کے قبیلے بھی شامل تھے۔ ان قبائل کے اول الذکر ہر دو قبیلے طاقت ور متکبر اور بلا کے تیر انداز تھے۔ ان قبائل نے مسلمانوں کے خلاف اتحاد قائم کر کے مالک بن عوف نصری کو اپنا سپہ سالار منتخب کر لیا، وہ اپنی فوج کو وادی اوطاس میں لے آیا۔ یہ حنین کے قریب ہوازن کے علاقہ میں ایک وادی ہے۔ جبکہ حنین ایک دوسری الگ وادی ہے جو ذوالمجاز کے پہلو میں واقع ہے۔ وہاں سے براستہ عرفات مکے کا فاصلہ پندرہ، سولہ کلومیٹر ہے۔

قبائل کے مشترکہ سپہ سالار مالک بن عوف نصری نے مسلم فوج کے متعلق معلومات حاصل کرنے کے لیے جاسوس روانہ کیے۔ وہ مالک کے پاس اس حالت میں حاضر ہوئے جیسے اُن کا جوڑ جوڑ ٹوٹ پھوٹ گیا ہو، مالک نے پوچھا تمہاری تباہی ہو تمہیں یہ کیا ہو گیا؟ اُنہوں نے کہا ہم نے کچھ چتکبرے گھوڑوں پر سفید انسان دیکھے ہیں اور اتنے میں واللہ ہماری وہ حالت ہو گئی جو تمہارے سامنے ہے۔

﴿مسلم فوج کی مکہ سے حنین روانگی﴾ روانگی سے قبل نبی کریم ﷺ نے حضرت عتابؓ بن اُسید کو مکہ کا گورنر مقرر فرمایا اور خود ۱۲۰۰۰ کی جمعیت کے ساتھ بروز ہفتہ ۶ شوال ۸ ہجری کو حنین کے لیے روانہ ہوئے۔ اس سے قبل صفوان بن اُمیہ سے سو زِرہیں مع آلات واوزار اُدھار لیں ایک مخبر نے اطلاع دی کہ بنو ہوازن اُن کی عورتیں اور چوپائے سب اُن کے ساتھ ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ سن کر تبسم فرمایا اور فرمایا یہ سب انشاء اللہ مسلمانوں کا مال ہو گا۔

﴿لشکر کفار کی حکمت عملی﴾ ۱۰ شوال کی شب لشکر کفار حنین پہنچا تو مالک بن عوف نے اپنے لشکر کو رات کی تاریکی میں وادی کے اندر اُتار کر راستوں، گزرگاہوں، گھاٹیوں اور پوشیدہ جگہوں اور دڑوں میں پھیلا دیا۔ اس نے یہ حکم جاری کیا کہ مسلمان جونہی نظر آئیں اُنہیں تیروں سے چھلنی کر دینا، پھر اُن پر مشترکہ طور پر ٹوٹ پڑنا۔

﴿اسلامی لشکر وادی میں﴾ مسلمانوں نے سویرے سویرے نماز سے فارغ ہو کر وادی میں داخل ہونا شروع

Marfat.com

کر دیا۔ مسلمانوں کو وادی میں دشمن کی آمد کی کوئی خبر نہ تھی۔ راستوں، درّوں، گھاٹیوں میں کفار چھپے ہوئے تھے۔ چنانچہ جیسے ہی اسلامی لشکر وادی میں داخل ہوا تو بنوہوازن اور بنوثقیف کے تیراندازوں نے مسلمانوں پر تیروں کی بارش کر دی۔ پھر ایک دم وہ مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے، مسلمانوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ابن اسحٰق کا بیان ہے کہ حضرت براءؓ بن عازب کا بیان جو بخاری شریف میں ہے، ہوازن تیرانداز تھے، ہم نے حملہ کیا تو وہ بھاگ کھڑے ہوئے، اس کے بعد ہم غنیمت پر ٹوٹ پڑے تو کفار نے تیروں سے ہمارا استقبال کیا گیا۔ بہر حال جب بھگدڑ مچی تو رسول اللہ ﷺ نے دائیں طرف ہو کر پکارا ''میری طرف آؤ'' آپ ﷺ نے اپنے چچا حضرت عباسؓ سے جو نہایت بلند آواز تھے اُن سے یہ کام لیا، اُنہوں نے مسلمانوں کو اس طرح مخاطب کیا: ''درخت والو! بیعت رضوان والو! اس کے بعد تقریباً ۱۰۰ مسلمان جمع ہو گئے ان میں انصار بھی شامل تھے۔ دیکھتے ہی دیکھتے فریقین میں گھمسان کا رَن پڑا۔ پھر آپ ﷺ نے زمین سے ایک مٹھی مٹی لے کر دشمن کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا: ''چہرے بگڑ جائیں'' یہ مٹی دشمن کی ہر آنکھ تک پہنچی پھر اُن کی قوت ٹوٹتی چلی گئی اور وہ زوال پذیر ہوتے چلے گئے۔

﴿دشمن کا نقصان﴾ دشمن کو شکست ہوئی اور ثقیف اور بنوہوازن کے تقریباً ۷۰ آدمی قتل ہوئے۔ اور جو کچھ مال اُن کے پاس تھا جن میں عورتیں اور بچے بھی شامل تھے مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔

﴿تعاقب﴾ لشکر کفار نے حنین میں شکست کھائی تو ان میں سے ایک گروہ نے طائف کا رُخ کیا جبکہ دوسرا گروہ نخلہ کی طرف بھاگ گیا اور تیسرے گروہ نے وادی اوطاس کی راہ لی۔ رسول اللہ ﷺ نے ابو عامر اشعریؓ کی سرکردگی میں ایک جماعت اوطاس کی جانب روانہ فرمائی فریقین میں معمولی سی جھڑپ ہوئی مشرکین بھاگ گئے لیکن ابو عامر اشعریؓ بھی شدید زخمی ہوئے۔ نخلہ کی جانب مسلمانوں کی ایک شہسوار جماعت کو بھیجا گیا، مسلمانوں نے درید بن صمہ کو جا پکڑا تو ربیعہؓ بن رفیع نے درید کو قتل کر دیا۔

﴿جنگ اوطاس﴾ جنگ حنین سے بھاگی ہوئی کفار کی فوج کچھ تو اوطاس میں اور کچھ طائف میں اکٹھی ہو گئی۔ جس کی خبر حضور ﷺ کو مل گئی۔ اس لیے آپ ﷺ نے کچھ فوج بسرکردگی حضرت عامر اشعریؓ اوطاس بھیجی۔ اوطاس ایک وادی کا نام ہے جو دیار ہوازن میں ہے۔ سپہ سالار درید بن صمہ یہاں مارا گیا قبیلہ جشم کے ایک شخص نے حضرت ابو عامرؓ کی ران میں تیر مارا تو حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ نے اس جشمی کو قتل کر دیا۔ پھر کچھ دیر بعد حضرت عامرؓ واصل بحق ہوئے۔ لیکن مرنے سے قبل اُنہیں یہ اطلاع دے دی گئی تھی کہ جس جشمی نے اُنہیں تیر سے زخمی کیا تھا اُسے قتل کر دیا گیا ہے۔ حضرت عامرؓ نے شہادت سے پہلے حضرت ابو موسیٰ اشعری سے کہا کہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں ان کا سلام پہنچا دینا اور یہ کہ وہ میرے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔ حضرت ابو عامرؓ کی شہادت کے بعد ابو موسیٰ نے علم اپنے ہاتھ میں لیا اور خوب لڑائی لڑی۔ دشمن کو شکست ہوئی، اسیران جنگ میں آنحضرت ﷺ کی رضاعی بہن ''شیما سعدیہ'' بھی تھیں۔ جب گرفتار ہو کر آئیں تو حضور ﷺ سے کہنے لگیں کہ میں آپ ﷺ کی بہن ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی علامت کیا ہے؟ اس ثبوت میں

Marfat.com

اُنہوں نے اپنی پیٹھ کھول کر دکھائی کہ میں ایک دفعہ بچپن میں آپ ﷺ کو گود میں لیے بیٹھی تھی، تو آپ ﷺ نے دانت سے کاٹا تھا یہ اس کا نشان ہے۔ آپ ﷺ نے وہ نشان پہچان لیا اور اپنی چادر مبارک بچھا کر اُن کو اس پر بٹھایا اور مرحبا کہا، پھر فرمایا: ''جی چاہے تو میرے ہاں عزت سے رہو اور اگر اپنی قوم میں جانا چاہو تو وہاں پہنچا دیا جائے'' حضرت شیماؓ نے اپنی قوم میں رہنا پسند کیا اور ایمان لائیں۔ آپ ﷺ نے اپنی رضاعی بہن کو ایک اُونٹ، ایک غلام و کنیز دے کر بڑے احترام سے اُن کی قوم میں پہنچا دیا۔

حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ جنگ سے واپس آئے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ابو عامرؓ شہید کا پیغام پہنچایا تو آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ''اے خدا! ابو عامر عمیرؓ کو بخش دے، اے خدا! اُسے قیامت کے دن اپنی مخلوق اور اپنے لوگوں میں سے بہتوں کے اُوپر رکھنا۔''

محاصرہ طائف محاصرہ کا ذکر کرنے سے پہلے طائف کی تاریخی اور جغرافیائی مختصری کیفیت پیش ہے۔ طائف سطح سمندر سے ۱۸۰۰ سو میٹر بلند ہے یہاں پانی بکثرت دستیاب ہے۔ بارشیں ہوتی رہتی ہیں، تفریح گاہیں اور باغات موجود ہیں علاقہ سرسبز و شاداب ہے، طائف کے روساء کا پیشہ سود خوری تھا۔ خوشحالی کے باعث علم و ہنر کی طرف توجہ تھی، عمرو بن اُمیہ کا تعلق اسی شہر سے تھا وہ علم نجوم کا ماہر تھا جبکہ حارث بن کندہ علم و حکمت میں شہرت رکھتا تھا، وہ بھی اسی شہر کا رہنے والا تھا، دراصل طائف کا پرانا نام واج تھا۔ اور طائف کے معنی دیوار یا حصار ہیں۔ مشہور ہے کہ طائف کے ایک شخص نے ایران کے بادشاہ کی بڑی خدمت کی تھی وہ بیمار تھا، علاج کے باعث شفاء یاب ہوا تو بادشاہ نے پوچھا تجھے کیا چاہیے، اُس شخص نے کہا کہ ایران کے تجربہ کار معماروں کو طائف بھیج دیجئے تا کہ وہ معمار یہاں یعنی ''واج'' کی چار دیواری بمنزلہ فصیل تعمیر کر دیں تا کہ ہم بیرونی حملوں سے محفوظ ہو جائیں۔

طائف قبیلہ ثقیف کا مسکن اور روسائے عرب کا شہر تھا۔ اس وقت اس شہر کا کنٹرول عروہ بن مسعود کے ہاتھ میں تھا۔ شہر کے گرد مضبوط فصیل تھی۔ جس کی وجہ سے طائف کو ناقابل تسخیر تصور کیا جاتا تھا۔ حنین سے بھاگی ہوئی دشمن کی فوج یہاں پناہ گزین ہوگئی، تو اُنہوں نے بڑی تیزی سے فصیل کی مرمت کر کے ایک سال کا سامان خوراک و دیگر اشیائے ضرورت جمع کر لیں۔ طائف والوں کے پاس پتھر پھینکنے کی منجنیقیں بھی تھی جو اُنہوں نے فصیل کے مختلف حصوں پر نصب کر دی تھیں۔

آنحضرت ﷺ نے غنائم و اسیران جنگ کی نسبت حکم صادر فرمایا کہ سب کو جمع کر کے ''جعرانہ'' بھیج دیا جائے، جبکہ بذات اقدس طائف کی طرف روانہ ہوئے۔ بوقت روانگی حضرت عقیلؓ بن عمر ودوسی کو بت ذوالکفین کے منہدم کرنے کے لیے بھیجا، اور حکم دیا کہ اپنی قوم سے مدد لے کر ہم سے طائف میں آملے۔ وہ اپنی قوم کے رئیس تھے اُنہوں نے بت کو جلا دیا اور قبیلہ دوس کے ۴۰۰ آدمی اور دبابہ، منجنیق لے کر طائف میں حاضر خدمت ہوئے۔ منجنیق ایک قسم کا بڑا گوپیا تھا جس میں بڑے بڑے پتھر رکھ کر دیوار قلعہ پر پھینکتے تا کہ دیوار ٹوٹ جائے۔ دبابہ ایک آلہ جنگ تھا جو چمڑے اور لکڑی سے

Marfat.com

بنایا جاتا تھا، اس کی اُوٹ لے کر دشمن کے قلعہ کی طرف پیش قدمی کی جاتی تا کہ قلعہ کی دیوار میں نقب لگائی جا سکے۔ جب مسلمان منجنیق نصب کر رہے تھے تو اہل قلعہ نے اُن پر تیروں کی بوچھاڑ کر دی۔ ۱۲ مسلمان شہید ہوئے اسلامی فوج نے دبابہ (ڈھال) کا استعمال کیا تو دشمن نے لوہے کی گرم سلاخیں برسائیں جن سے دبابہ جل گیا اور جانی نقصان بھی ہوا۔ یہ محاصرہ ۲۰ دن تک جاری رہا اور قلعہ فتح نہ ہوا۔

آنحضرت ﷺ نے اس صورتحال سے نمٹنے کے لیے اعلان عام کرا دیا کہ کفار کا جو غلام قلعہ سے ہمارے پاس آئے گا اس کو آزاد کر دیا جائے گا، چنانچہ قلعہ سے ۲۳ غلام نکل کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔ اُن سب کو آزاد کر دیا گیا ان کی کفالت، تعلیم و تربیت مسلمانوں کو سونپ دی گئی۔ ان ہی آزاد ہونے والے غلاموں میں حضرت نفیعؓ بن حارث بھی تھے جو چرخ چاہ پر لٹک کر قلعہ کی دیوار سے اندر اُترے تھے، اسی لیے رسول اللہ ﷺ نے اُن کی کنیت ابو بکرہ رکھ دی تھی۔ ۲۰ دن کے محاصرہ کے بعد قلعہ فتح نہ ہونے کے باعث آنحضرت ﷺ نے نوفلؓ بن معاویہ دیلی سے مشورہ کیا تو اُنہوں نے عرض کی کہ حضور انور ﷺ "لومڑی بھٹ میں ہے" اگر آپ ﷺ کوشش جاری رکھیں تو اُسے پکڑ لیں گے اور اگر اُسے چھوڑ جائیں تو آپ ﷺ کو مضر نہیں۔ لیکن محاصرہ اُٹھا لیا گیا۔ واپسی پر صحابہ کرامؓ نے آنحضرت ﷺ سے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ثقیف کے تیروں نے ہمیں جلا دیا۔ آپ ﷺ اُن کے لیے بددعا فرمائیں۔" پھر آپ ﷺ نے یہ دعا فرمائی: "اللّٰھم اھد ثقفاً وانت بھم" (اے خدا تو ثقیف کو ہدایت دے اور ان کو (مسلمان) بنا کر لا۔) دُعا مستجاب ہوئی اور بنو ثقیف کے ایک وفد نے ۹ ہجری میں آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا۔

﴿غنیمت کی تقسیم﴾ آنحضرت ﷺ طائف سے جعرانہ تشریف لائے یہاں حنین اور اوطاس کے معرکوں سے حاصل شدہ مال غنیمت موجود تھا۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ اُونٹ ۲۴۰۰۰ ہزار، بکریاں ۴۰۰۰۰ ہزار، چاندی کے سکے ۴۰۰۰ ہزار اُوقیا، یعنی مالیتی ایک لاکھ ساٹھ ہزار درہم اور ۶۰۰۰ ہزار قیدی۔ غنائم کی تقسیم کے لیے آپ ﷺ نے ۱۰ دن سے زائد بنو ہوازن کا انتظار کیا لیکن وہ نہ آئے۔ اس تقسیم کی خاص بات یہ تھی کہ مکہ کے نومسلموں کو عام مسلمانوں سے بہت زیادہ حصہ ملا، جیسے ابوسفیان کے خاندان کو ۳۰۰ اُونٹ۔ کچھ ایسے روساء بھی تھے جنہیں ۱۰۰ اُونٹ دیئے گئے۔ ابتدائی پیادہ مسلمانوں میں فی کس ۴ اُونٹ اور ۴۰ بکریاں جبکہ ہر سوار کو ۱۲ اُونٹ اور ۱۲۰ بکریاں ملیں۔ اس تخصیص اور انعام کا مقصد یہ تھا کہ نومسلموں کو اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔

جعرانہ میں اسیران جنگ اور غنائم کی تقسیم ہو چکی تو ہوازن کا وفد جس میں کل ۱۴ افراد شامل تھے بسر کردگی زہیر بن صرد حاضر ہوا، اسی وفد میں آپ ﷺ کے رضاعی چچا ابو برقان بن عبدالعزیٰ اسدی بھی تھے۔ وفد نے پہلے اپنی طرف سے اور اپنی قوم کی طرف سے اظہار اسلام کیا اور آپ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی، پھر حضرت زہیر بن صرد نے یہ عرض کی: "یا رسول اللہ ﷺ اسیران جنگ سے جو عورتیں چھپروں میں ہیں وہ آپ ﷺ کی پھوپھیاں اور خالائیں ہیں اور دائیں ہیں۔ جو آپ ﷺ کی پرورش کی کفیل تھیں۔ اگر ہم نے حارث بن ابی شمر (امیر شام) یا نعمان بن منذر کو دودھ پلایا

Marfat.com

ہوتا تو پھر اس طرح کی مصیبت ہم پر آ پڑتی تو ان سے مہربانی اور فائدہ کی توقع ہوتی۔ مگر آپ ﷺ سے تو زیادہ توقع ہے، کیونکہ آپ ﷺ فضل وکرم میں ہر مکفول سے بڑھ کر ہیں۔'' اس کے بعد ابو برقان نے یوں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ چھپروں میں آپ ﷺ کی پھوپھیاں، خالائیں اور بہنیں ہیں جو آپ ﷺ کی پرورش کی کفیل تھیں، ہم نے آپ ﷺ کو اپنی گودوں میں پالا ہے اور اپنے پستان سے دودھ پلایا۔ میں نے آپ ﷺ کو دودھ پیتے دیکھا، کوئی دودھ پیتا بچہ آپ ﷺ سے بہتر نہ دیکھا۔ میں نے آپ ﷺ کو دودھ چھڑایا ہوا دیکھا تو کوئی دودھ چھڑایا ہوا بچہ میں نے آپ ﷺ سے بہتر نہ دیکھا۔ پھر میں نے آپ کو نوجوان دیکھا تو کوئی نوجوان آپ ﷺ سے بہتر نہ دیکھا۔ آپ ﷺ میں خصائل خیر کامل طور پر موجود ہیں۔ اور باوجود اس کے ہم آپ ﷺ کے اہل وکنبہ ہیں تو آپ ﷺ ہم پر احسان کریں اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر احسان کرے گا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے یہ سننے کے بعد فرمایا: ''میں نے ۱۰ دن انتظار کے بعد اسیران وغنائم کی تقسیم کی اب ان دونوں میں سے ایک اختیار کرلو۔'' پھر مسلمانوں کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ تمہارے بھائی مسلمان ہو کر آئے ہیں اور میری رائے ہے کہ اسیران جنگ کو اُنہیں واپس کر دیں، تم میں سے جو بغیر عوض واپس کرنا چاہیں کر دیں اور جو عوض لینا چاہتے ہیں تو ہم خود انہیں پہلی غنیمت میں سے جو ہاتھ آئے گی ادا کر دیں گے۔'' مختصر یہ کہ تمام مہاجرین وانصار نے بغیر عوض کے اسیران کو واپس کرنا پسند کیا اور پھر تمام اسیران کو آزاد کر دیا۔

﴿سریہ غالب بن عبداللہ﴾ یہ سریہ ۸ ہجری ماہ صفر بمطابق 629ء میں فدک کے اطراف میں پیش آیا۔ غالب بن عبداللہ کو ۲۰۰، افراد کی جمعیت دی گئی اور حضرت بشر بن سعدؓ کے رفقاء کی جائے شہادت پر روانہ کیا گیا۔ اُنہوں نے دشمن کے جانوروں کو قبضہ میں لے لیا اور اُن کے دو آدمی بھی قتل کر دیئے۔

﴿سریہ ذات عرق﴾ یہ سریہ بنو ہوازن کے خلاف تھا، کیونکہ اُنہوں نے بار بار دشمن کو کمک پہنچائی تھی۔ حضرت شجاعؓ بن وہب اسدی کو ۲۵، فرد کی جمعیت دی گئی تو مسلمان بنو ہوازن کے جانور ہانک لائے لیکن جنگ اور چھیڑ چھاڑ کی نوبت نہ آئی۔ یہ سریہ ربیع الاول میں ہوا۔

﴿سریہ ذات اطلح﴾ اسی سال اور اسی مہینے میں وقوع پذیر ہوا وجہ یہ تھی کہ بنو قضاء مسلمانوں کے خلاف بڑی جمعیت اکٹھی کر رہے تھے۔ آپ ﷺ نے کعبؓ بن عمیر کو صرف پندرہ جاں نثاروں کے ساتھ سربراہی دے کر روانہ فرمایا۔ پہلے دشمن کو اسلام کی دعوت دی گئی تو بنو قضاء نے تیروں سے مسلمانوں کو چھلنی کر دیا اور سب کو شہید، صرف ایک آدمی بچا جسے مقتولین کے درمیان سے اُٹھا لیا گیا تھا۔

﴿عزیٰ کا انہدام﴾ یہ واقعہ ۲۵ رمضان المبارک ۸ ہجری میں پیش آیا۔ حضرت خالدؓ بن ولید کی سرکردگی میں ۳۰ سواروں کی معیت کے ساتھ نخلہ روانہ کیا گیا جہاں یہ بت عزیٰ رکھا ہوا تھا۔ قریش اور بنو کنعانہ سب اُس کے پجاری تھے۔ ان کا یہ سب سے بڑا بت تھا۔ بنو شعبان اس بت کے مجاور تھے۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے عزیٰ کو منہدم کر دیا، واپسی

Marfat.com

پر آپ ﷺ نے پوچھا کہ تم نے کچھ دیکھا بھی تھا؟ حضرت خالدؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ میں نے کچھ نہیں دیکھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا تب تو درحقیقت تم نے اُسے ڈھایا ہی نہیں۔ پھر سے جاؤ اور اُسے ڈھا دو، حضرت خالدؓ بپھرے اور تلوار سونتے ہوئے وہاں پہنچے تو ایک ننگی کالی بکھرے بالوں والی عورت سامنے آ گئی۔ حضرت خالدؓ نے اس پر زور کی تلوار ماری تو اس عورت کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ پھر حضرت خالدؓ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور یہ واقعہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا ہاں وہی عزیٰ تھی۔

﴿سواع بت کا خاتمہ﴾ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں سواع نامی بت کے خاتمہ کے لیے آپ ﷺ نے عمرو بن العاصؓ کو روانہ فرمایا۔ یہ بت مکہ سے تین میل کے فاصلہ پر رباط میں بنو ہذیل کا بت تھا۔ عمروؓ سے مجاور نے گفتگو کی کہ تم اس بت کو ڈھانے پر قادر نہیں ہو سکتے۔ قدرت تمہیں روک دے گی۔ اس کے بعد عمروؓ نے اس بت سواع کو پاش پاش کر دیا اور اپنے ساتھیوں کو حکم دیا کہ خزانے والا کمرہ بھی ڈھا دو، لیکن وہاں سے کچھ بھی نہ ملا۔ پجاری یہ دیکھ کر اللہ پر ایمان لے آیا۔

﴿مناۃ کی تباہی﴾ اس بت کی تباہی کے لیے حضرت سعد بن زیدؓ اشہلی کو ۲۰ سوار دے کر روانہ کیا گیا۔ یہ بت قدید کے پاس اَوس وخزرج اور غسان وغیرہ کا بت تھا۔ مجاور نے حضرت سعدؓ سے بات چیت کی پھر کہا تم جانو، تمہارا کام جانے، حضرت سعدؓ مناۃ کی طرف بڑھے تو ایک کالی ننگی بال بکھرے عورت باہر نکلی وہ اپنا سینہ پیٹ پیٹ کر ہائے ہائے کر رہی تھی۔ مجاور نے اس سے کہا مناۃ! اپنے کچھ نافرمانوں کو پکڑ لے، پھر حضرت سعدؓ نے تلوار مار کر اسے ہمیشہ کے لیے خاموش کر دیا اور لپک کر مناۃ کو ڈھا دیا۔ خزانے سے کچھ نہ ملا۔

﴿بنو حذیمہ کو دین اسلام کی دعوت﴾ آپ ﷺ نے حضرت خالدؓ کو اسی سال ماہ شعبان میں بنو حذیمہ کے پاس روانہ فرمایا، مقصد تبلیغ اسلام تھا۔ حضرت خالدؓ کے ہمراہ مہاجرین وانصار کے علاوہ بنو سلیم کے منجملہ ۳۵۰، افراد تھے۔ بنو حذیمہ کو اسلام کی دعوت دی گئی، انہوں نے کہا کہ ہم اسلام لائے کی بجائے، ہم نے اپنا دین چھوڑا، ہم نے اپنا دین چھوڑا۔ اس پر حضرت خالدؓ نے ان کا قتل اور گرفتاری شروع کر دی۔ ایک قیدی کو اپنے ہر ایک ساتھی کے حوالے کیا پھر حکم دیا کہ ہر آدمی اپنے قیدی کو قتل کر دے۔ لیکن حضرت ابن عمرؓ اور اُن کے ساتھیوں نے حکم کی تعمیل سے انکار کر دیا۔ مدینہ واپس آئے تو آپ ﷺ کو واقعات عرض کیے گئے۔ آپ ﷺ نے اپنے دونوں ہاتھ اُٹھائے اور فرمایا: ''اے اللہ! خالد نے جو کچھ کیا میں اس سے تیری طرف برأت اختیار کرتا ہوں۔'' مہاجرین اور انصار نے اپنے قیدیوں کو قتل نہ کیا بلکہ بنو سلیم نے ایسا کیا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کو بھیج کر مقتولین کی دیت اور اُن کے نقصانات کا معاوضہ ادا فرمایا۔

اس معاملہ میں حضرت خالدؓ اور حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے درمیان کچھ سخت کلامی اور کشیدگی ہو گئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خالدؓ! ٹھہر جاؤ، میرے رفقاء کو کچھ کہنے سے باز رہو۔ خدا کی قسم! اگر اُحد پہاڑ سونا ہو جائے اور وہ سارا کا سارا تم اللہ کی راہ میں خرچ کر دو تب بھی میرے رُفقاء میں سے کسی ایک آدمی کی ایک صبح کی عبادت یا ایک شام کی عبادت کو نہیں پہنچ سکتے۔''

Marfat.com

ہجری سال نہم کے واقعات

..........❖❖❖..........

۹ ہجری میں بہت سے واقعات رونما ہوئے لیکن سب سے پہلے غزوہ تبوک کا ذکر ضروری ہے اس غزوہ کی وجوہات میں ابتداء غزوہ موتہ سے ہوگئی تھی، موتہ کی جنگ کے بعد نوفل نے فیصلہ کرلیا تھا کہ وہ ہر حال میں اہل عرب کا استحصال کرے گا۔ چنانچہ اس نے شام کے غسانی سردار کو ہدایات دے دی تھیں۔ اس لیے لڑائی کی تیاریاں شروع ہوچکی تھیں۔ مدینہ میں بھی رومی حملے کی افواہیں پھیلنے لگی تھیں، اُس وقت عرب میں قحط کی کیفیت تھی اور شدید گرمی پڑ رہی تھی پھر بھی مسلمانوں کی طرف سے حملے کا جواب دینے کی تیاریاں کی گئیں آپﷺ نے اہل مکہ اور قبائل عرب سے جانی ومالی امداد طلب فرمائی۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے گھر کا سارا اُثاثہ آپﷺ کی خدمت میں پیش کردیا۔ حضرت عمرؓ بن خطاب نے نصف جائیداد پیش کی اور حضرت عثمانؓ نے ۱۰۰۰ ہزار اُونٹ اور ۱۰۰۰۰ ہزار سپاہیوں کے لیے رَسد کی فراہمی کا ذمہ لیا۔ منافقین کے لیے یہ آزمائش کا موقع تھا۔ اُنہوں نے گرمی کی شدت کا بہانہ بنا کر شرکت ہی نہ کی۔

معرکہ عسرۃ یا غزوہ تبوک آنحضرتﷺ نے حضرت علیؓ کو مدینہ منورہ کا حاکم مقرر فرمایا شدید گرمی اور قحط کی وجہ سے اس غزوہ کو غزوۃ العسرۃ بھی کہتے ہیں سورۃ توبہ میں ہے: "الذین اتبعوا فی ساعۃ العسرۃ" جو لشکر اس غزوہ کے لیے تیار کیا گیا اسے "جیش العسرۃ" کہتے ہیں۔ اس جیش کی تیاری میں حضرت عثمان ذوالنورینؓ نے خاص طور پر حصہ لیا فوج کی تیاری مکمل ہوچکی تھی، رسول اللہﷺ ۳۰۰۰۰ ہزار کی جمعیت کے ساتھ مدینہ سے روانہ ہوئے تو ثمود کی وادی سے گزر ہوا آپﷺ نے فرمایا کہ: "یہاں سے کنوؤں کا پانی نہ لینا اور نہ ہی پانی پینا" اُصحابؓ نے عرض کی کہ ہم نے پانی لے لیا اور آٹا بھی گوندھ لیا ہے۔ آپﷺ نے فرمایا: "پانی کو گرادو اور آٹا اُونٹوں کو کھلا دو۔" جب آپﷺ ثمود کے مکانات کے نزدیک سے گزرے جو پہاڑوں کو تراش کر بنائے ہوئے تھے۔ آپﷺ نے پھر فرمایا کہ: "ان معذبین کے مکانات سے روتے ہوئے گزرنا چاہیے کہ مبادا ہم پر بھی وہی عذاب نہ آجائے" پھر آپﷺ نے اپنی چادر مبارک سے اپنے منہ مبارک کو چھپالیا اور وادی سے جلدی سے گزر گئے۔

Marfat.com

آنحضرت ﷺ جب حجر سے روانہ ہوئے تو راستہ میں آپ کا ناقہ کہیں راستے میں گم ہو گیا۔ایک منافق زید بن لعیت قینقاعی کہنے لگا محمد (ﷺ) نبوت کا دعویٰ کرتا ہے،اور تم کو آسمان کی خبر دیتا ہے حالانکہ وہ اتنا بھی نہیں جانتا کہ اس کا ناقہ کہاں ہے۔رسول اللہ ﷺ کو باطلاع الٰہیہ یہ معلوم ہو گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:''ایک منافق ایسا ایسا کہتا ہے،خدا کی قسم! میں وہی جانتا ہوں جو اللہ نے مجھے بتایا ہے،چنانچہ خدا نے مجھے ناقہ کا حال بتا دیا وہ فلاں درہ میں ہے اس کی نکیل ایک درخت میں پھنسی ہوئی ہے،اس سبب وہ رُکا ہوا ہے تم جا کر لے آؤ۔''

رسول اللہ ﷺ کے فرمان کے مطابق ناقہ اُسی درّہ میں سے مل گیا،حضرت عمارہؓ وہاں موجود تھے۔یہ منافق اُن ہی کے ڈیرے پر رہتا تھا۔حضرت عمارہؓ واپس اپنے ڈیرے پر آئے تو کہنے لگے،رسول اللہ ﷺ نے ابھی ہم سے بتعلیم الٰہی ایک عجب ماجرا بیان فرمایا کہ ایک شخص ایسا ایسا کہتا ہے تو عمارہؓ کے بھائی عمرو بن حزم نے کہا کہ تمہارے آنے سے پہلے زید بن لعیت نے ایسا ہی کہا ہے۔یہ سن کر حضرت عمارہؓ نے زید کی گردن لکڑی سے ٹھکا دی اور کہا:''اُو دشمنِ خدا! میرے ڈیرے سے نکل جا۔'' کہا گیا ہے کہ زید مذکور بعد میں تائب ہو گیا تھا۔

حجر سے تبوک پہنچ کر معلوم ہوا کہ خبر غلط تھی تبوک میں ۲۰ روز تک قیام رہا،اہل تبوک نے جزیہ کی ادائیگی پر صلح کر لی،ایلہ کا نصرانی سردار یوحنا بن روبہ حاضر خدمت ہوا،اُس نے ۳۰۰ دینار سالانہ جزیہ دے کر صلح کو لی اور ایک سفید خچر کی پیش کش کی،آپ ﷺ نے ایک چادر اُسے عطا فرمائی۔جرباء اذرخ کے یہودیوں نے بھی جزیہ پر صلح کر لی۔

﴿اکیدر کی گرفتاری﴾ آنحضرت ﷺ نے تبوک سے ہی حضرت خالدؓ بن ولید کو تقریباً چار سو سواروں کا دستہ دے کر اکیدر بن عبدالمالک کندی نصرانی سردار دومۃ الجندل کو زیر کرنے کے لیے روانہ کیا اور فرمایا کہ:''تم اکیدر کو نیل گائے کا شکار کرتے ہوئے پاؤ گے۔'' سردار اکیدر دومۃ الجندل کے قلعہ میں رہا کرتا تھا،جب حضرت خالدؓ بن ولید قلعہ کے قریب پہنچے تو ایک واقعہ پیش آیا،چاندنی رات تھی دیکھا کہ ایک نیل گائے جنگل کی طرف سے دوڑ کر آئی اور وہ قلعہ کے دروازے پر اپنے سینگ مارنے لگی،اکیدر خود اس گائے کے شکار کے لیے قلعہ سے اُتر کر باہر آ گیا اور گائے کو شکار کرنے کے عمل میں مصروف ہو گیا۔اثنائے شکار میں حضرت خالدؓ کے دستہ نے اکیدر پر حملہ کر دیا اور اُسے گرفتار کر لیا۔پھر اکیدر کو مدینہ لایا گیا تو اس نے جزیہ کی اَدائیگی قبول کر لی اور رہائی پائی۔

﴿مسجد ضرار کی تعمیر وانہدام﴾ منافقین نے ہر وقت یہ کوشش کی کہ کسی طرح بھی مسلمانوں میں پھوٹ ڈالی جائے چنانچہ حصولِ مقصد کے لیے اُنہوں نے الگ مسجد بنانے کا ارادہ کر لیا۔ابو عامر فاسق جو انصار میں سے تھا وہ عیسائی ہو گیا تھا۔اس نے غزوہ خندق تک آنحضرت ﷺ کے ساتھ لڑائی کی ہوازن سے بھاگ جانے کے بعد ابو عامر فاسق شام چلا گیا،اس نے منافقین کو شام میں کہلا بھیجا کہ تم مسجد قباء کے متصل اپنی مسجد بناؤ اور سامان حرب تیار کرو،میں (ابو عامر) قیصر روم کے پاس جاتا ہوں اور رومیوں کو مدینہ پر فوج کشی کے لیے آمادہ کرتا ہوں،تا کہ محمد (ﷺ) اور اُن کے اصحابؓ کو ملک سے نکال دیا جائے۔چنانچہ اس سازش کے تحت منافقین نے مسجد قباء کے نزدیک ایک مسجد بنالی۔رسول اللہ ﷺ کی خدمت

Marfat.com

میں حاضر ہو کر اُنہوں نے عرض کی کہ ہم نے بیماروں اور معذوروں کے لیے ایک مسجد بنائی ہے، آپ ﷺ قدم رنجہ فرما کر اس میں نماز پڑھائیں اور دُعائے برکت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس وقت غزوۂ تبوک پر جا رہے ہیں واپسی پر دیکھا جائے گا۔ غزوۂ تبوک سے واپسی پر آپ ﷺ موضع ''ذواوان'' میں پہنچے جو مدینہ سے صرف ایک گھنٹے کا راستہ تھا تو سورۃ توبہ کی آیات ۱۰۸،۱۰۷ کا نزول ہوا جن کا ترجمہ ہے:

''اور (ان میں ایسے بھی ہیں) جنہوں نے اس غرض سے مسجد بنائی ہے کہ ضرر پہنچائیں اور کفر کریں اور مومنوں میں تفرقہ ڈالیں اور جو لوگ خدا اور اس کے رسول (ﷺ) سے پہلے جنگ کر چکے ہیں اُن کے لیے گھات کی جگہ بنائیں اور قسم کھائیں گے کہ ہمارا مقصود تو صرف بھلائی تھا مگر خدا گواہی دیتا ہے کہ یہ جھوٹے ہیں۔'' ''تم اس مسجد میں کھڑے بھی نہ ہونا البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد پہلے دن سے تقویٰ پر رکھی گئی اس قابل ہے کہ اس میں جایا کرو اور نماز پڑھایا کرو، اس میں ایسے لوگ ہیں جو پاک رہنا پسند کرتے ہیں اور خدا پاک رہنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ کی تبوک سے واپسی پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کی تمام سازشوں کا پردہ چاک کر دیا اور مسجد ضرار کی تعمیر کے اغراض و مقاصد سے آپ ﷺ کو آگاہ کیا اور حکم دیا کہ آپ ﷺ مسجد ضرار کا افتتاح اور وہاں قیام نہ کریں چنانچہ آپ ﷺ نے سفر تبوک کے دوران ہی دو صحابہ کرامؓ کو روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ قباء پہنچنے کے بعد وہاں مسجد ضرار کو آگ لگا دینا اور مسمار کر دینا پھر مالک بن خشعم اور معن بن عدیؓ نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں قباء پہنچے اور مسجد ضرار کو زمین بوس کر دیا۔

﴿غزوہ تبوک کے منافق﴾ حضرت کعب بن مالک، بلال بن اُمیہ اور مرارہ بن ربیع کے علاوہ ستتر، افراد ایسے تھے جنہوں نے غزوہ تبوک میں شرکت نہیں کی تھی نبی کریم ﷺ تبوک سے واپسی پر حسب معمول مسجد میں تشریف لائے اور دو رکعت نماز ادا فرمائی، پھر لوگوں سے ملاقات کا سلسلہ فرمایا۔ اسی مجلس میں منافقین نے حاضر ہو کر لمبی چوڑی قسمیں کھائیں، نبی کریم ﷺ نے سب کی باتیں الگ الگ سنیں، اُن کے ظاہری عذرات کو قبول کر لیا، لیکن اُن کے باطن کو خدا پر چھوڑ دیا اور فرمایا: ''خدا تمہیں معاف فرمائے گا۔''

حضرت کعبؓ بن مالک کہتے ہیں کہ جب میری باری آئی تو میں نے آگے بڑھ کر سلام عرض کیا آپ حضور ﷺ میری طرف دیکھ کر مسکرائے اور فرمایا: ''تشریف لائیے'' آپ کو کس چیز نے روکا تھا؟ عرض کیا، خدا کی قسم! اگر میں اہل دنیا میں سے کسی کے آگے حاضر ہوا ہوتا تو ضرور کوئی نہ کوئی بات بنا کر اُس کو راضی کرنے کی کوشش کرتا، باتیں بنانا تو مجھے بھی آتی ہیں مگر آپ ﷺ کے متعلق یقین رکھتا ہوں کہ اگر اس وقت جھوٹا عذر پیش کر کے میں نے آپ ﷺ کو راضی بھی کر لیا تو اللہ ضرور آپ ﷺ کو مجھ سے ناراض کر دے گا۔ البتہ اگر سچ کہوں چاہے آپ ﷺ ناراض ہی کیوں نہ ہوں مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ میرے لیے معافی کی کوئی صورت پیدا فرما دے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس کوئی عذر نہیں، جسے میں پیش کر سکوں میں جنگ میں جانے پر پوری طرح قادر تھا میری عرضداشت سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ شخص ہے

Marfat.com

جس نے سچی بات کہی'' پھر حکم ہوا کہ اُٹھ جاؤ اور انتظار کرو۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ تمہارے معاملے میں کوئی فیصلہ کردے، میں اُٹھا اور اپنے قبیلے کے لوگوں میں جا بیٹھا تو سب کے سب میرے پیچھے پڑ گئے اور سب نے بہت ملامت کی کہ کوئی عذر کیوں نہ کیا۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ قبیلہ والوں کی باتیں سن کر میرا نفس بھی کچھ آمادگی کی جانب مبذول ہونے لگا کہ حاضر خدمت ہو کر کوئی بات بنا دوں لیکن سچی بات کہنے کی وجہ سے مجھے تسکین ہوگئی اور میں سچائی پر قائم رہا۔

بلال اور مرارہ دونوں آ کر گھر بیٹھ گئے مگر کعبؓ باہر نکلتا جماعت کے ساتھ نماز پڑھتا، بازاروں میں آتا جاتا، لیکن کوئی آدمی اُن سے بات نہ کرتا۔ کعبؓ کہتے ہیں کہ یوں معلوم ہوتا تھا کہ یہ زمین بدل گئی میں اجنبی ہوں اور اس بستی میں میرا کوئی واقف نہیں۔ میں مسجد میں نماز پڑھنے کے لیے جاتا تو نبی کریم ﷺ کو سلام کرتا، مگر میں اِنتظار کرتا رہ جاتا کہ جواب کے لیے حضور ﷺ کے ہونٹ مبارک جنبش کریں۔ نمازوں میں نظریں چرا کر حضور ﷺ کو دیکھا کرتا کہ آپ ﷺ کی نگاہ مجھ پر کیسی پڑتی ہیں۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں اپنے چچازاد بھائی اور بچپن کے ساتھی ابوقتادہؓ کے پاس گیا وہ باغ میں تھے، میں نے باغ کی چاردیواری کے باہر سے ابوقتادہؓ کو سلام کیا اُس نے میرے سلام کا جواب نہ دیا۔ میں نے ابوقتادہؓ سے سوال کیا کہ ''کیا میں خدا اور رسولؐ سے محبت نہیں کرتا'' وہ خاموش رہا، میں نے پھر پوچھا، وہ پھر خاموش رہا۔ تیسری مرتبہ میں نے قسم دے کر سوال کیا، اُس نے اتنا کہا، اللہ اور اس کا رسول ہی بہتر جانتا ہے جواب سن کر میری آنکھوں میں آنسو نکل آئے حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ ایک روز میں بازار سے گزر رہا تھا، شام کے خطیبوں کا ایک شخص شاہِ غسان کا ایک خط لے کر میرے پاس آیا، میں نے وہ خط کھول کر پڑھا لکھا تھا:

''ہم نے سنا ہے تمہارے صاحب نے تم پر ستم توڑ رکھا ہے تم کوئی ذلیل آدمی نہیں ہو اور نہ ہی اس لائق کہ تمہیں ضائع کیا جائے، ہمارے پاس آجاؤ ہم تمہاری مدد کریں گے۔'' حضرت کعبؓ نے خط پڑھنے کے بعد اُسے نذرِ آتش کر دیا۔

اس واقعہ کو چالیس دن ہو چکے تھے کہ نبی کریم ﷺ کا حکم لے کر ایک شخص آیا کہ:

''کعبؓ! تم اپنی بیوی سے بھی علیحدہ ہو جاؤ'' کعبؓ کہتے ہیں کہ میں نے فرمان بردار سے پوچھا ''کیا طلاق دے دوں'' جواب ملا نہیں، بس الگ رہو۔ چنانچہ میں نے اپنی بیوی سے کہہ دیا کہ تم اپنے میکے چلی جاؤ اور انتظار کرو، یہاں تک کہ اللہ اس معاملے کا فیصلہ کر دے۔ حضرت کعبؓ کہتے ہیں کہ اس صورتحال میں پچاسواں دن شروع ہو چکا تھا میں نماز فجر ادا کرنے کے بعد مکان کی چھت پر بیٹھا ہوا تھا اور اپنی جان سے بیزار ہو رہا تھا کہ یکا یک ایک آواز آئی مبارک ہو کعبؓ بن مالک، میں یہ آواز سنتے ہی سجدے میں گر گیا اور میں نے جان لیا کہ میری معافی کا حکم ہو گیا ہے۔ اس کے بعد لوگ فوج در فوج بھاگے چلے آ رہے تھے، مبارک بادی دی جا رہی تھی کہ تیری توبہ قبول ہو گئی۔ کعبؓ مسجد نبویؐ میں پہنچے دیکھا کہ نبی کریم ﷺ کا چہرہ مبارک خوشی سے دمک رہا ہے میں نے سلام پیش کیا تو فرمایا: ''تجھے مبارک ہو! یہ دن تیری زندگی میں سب

Marfat.com

سے بہتر دن ہے'' حضرت کعبؓ بن مالک نے خدا کی جانب سے معافی کے بعد نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، میری توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ میں اپنا سارا مال خدا کی راہ میں صدقہ کردوں۔ فرمایا، کچھ رہنے دو کہ یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد پاک کے بعد میں نے اپنا خیبر کا حصہ رکھا، باقی سب صدقہ کردیا۔ (توبہ، آیت ۸۱، ۸۷)

سرایات بشکل فوجی مہمات جزیرۃ العرب کے عام علاقوں میں امن وامان قائم ہونے کے باوجود بھی بعض مقامات پر متعدد فوجی مہمات بھیجنا پڑیں۔ جیسے

سریہ عینیہ بن حصن فزاری محرم ۹ ہجری بمطابق 630ء میں عینیہ کو ۵۰ سواروں کی کمان دے کر بنوتمیم کے پاس بھیجا گیا۔ وجہ یہ تھی کہ بنوتمیم نے قبائل کو جزیہ کی ادائیگی سے روک دیا تھا۔ اس مہم کی خاص بات یہ تھی کہ کوئی مہاجر یا انصار اس میں شامل نہ تھا۔ صحرا میں پہنچ کر عینیہ نے بنوتمیم پر حملہ بول دیا تو وہ بھاگ پڑے ایسے میں اسلامی لشکر نے بنوتمیم کے گیارہ آدمی اکیس عورتیں اور تیس بچے گرفتار کر لیے، اُن سب کو مدینہ میں رملہ بنت حارث کے مکان میں مقید کیا گیا۔ آپ ﷺ کی خدمت میں بنوتمیم کے دس سردار اپنے لوگوں کی رہائی کے لیے حاضر ہوئے اور اپنے افراد کی رہائی کی بات چیت کرتے رہے۔ ظہر کی نماز کے بعد مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھ گئے۔ بنوتمیم کے سرداروں نے فخر ومباہات میں مقابلہ کی خواہش کا اظہار کیا اور اپنے خطیب عطارد بن حاجب کو پیش کیا۔ اُس نے تقریر کی۔ آپ ﷺ نے خطیب اسلام حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس کو جوابی تقریر کرنے کا حکم فرمایا، پھر اُنہوں نے جوابی تقریر کی اس کے بعد بنوتمیم نے اپنے شاعر زبرقان بن بدر کو پیش کیا اُس نے کچھ فخریہ اشعار کہے جواب میں شاعر اسلام حضرت حسانؓ بن ثابت نے اپنا کلام پڑھا اس کے بعد اقراء بن حابس نے دونوں خطیب اور دونوں شاعروں کو سننے کے بعد فیصلہ دیا کہ اُن کا خطیب ہمارے خطیب سے زیادہ پرزور اور اُن کا شاعر ہمارے شاعر سے زیادہ پُرگوئی اور ان کی آوازیں ہماری آوازوں سے زیادہ اُونچی / بلند ہیں، اقراء کا تعلق قبیلہ بنوتمیم سے ہی تھا۔ اس کے بعد وہ سب اسلام پر ایمان لے آئے۔ آپ ﷺ نے اُن کے مردوں عورتوں اور بچوں کو واپس کردیا اور انہیں بہترین تحائف عنایت فرمائے۔

سریہ قطبہ بن عامر قطبہ بن عامر کو بیس آدمی اور دس اُونٹ کے ساتھ تربہ کے قریب قبیلہ خثعم کی ایک شاخ کے خلاف روانہ کیا گیا۔ مسلمانوں نے شب خون مارا تو لڑائی میں شدت آگئی اور فریقین کے بہت سے لوگ زخمی ہوئے۔ قطبہ شہید ہوگئے تاہم مسلمان بھیڑ، بکریوں اور اُن کے بال بچوں کو مدینہ لے آئے، یہ سریہ ماہ صفر ۹ ہجری میں پیش آیا۔

سریہ ضحاک بن سفیان کلابی یہ سریہ ماہ ربیع الاوّل ۹ ہجری میں پیش آیا۔ اس سریہ کا مقصد بنوکلاب کو دعوت اسلام دینا تھا۔ بنوکلاب نے دین اسلام قبول کرنے سے انکار کیا تو جنگ چھڑ گئی۔ بنی کلاب کو شکست ہوئی اُن کا ایک آدمی قتل ہوا۔

سریہ علقمہ اس سریہ کی وجہ یہ تھی کہ حبشی ساحل سمندر کے قریب جمع ہوگئے تھے۔ اہل مکہ کے خلاف ڈاکہ زنی کے خواہاں تھے۔ ایسے میں علقمہ مدلجی کو تین سو آدمیوں کی کمان دے کر ساحل جدہ کی جانب روانہ کیا۔ علقمہ نے سمندر میں اُتر

Marfat.com

کر حبشیوں کے خلاف ایک جزیرہ تک پیش قدمی کی حبشیوں کو مسلمانوں کی آمد کی اطلاع ملی تو وہ بھاگ جانے میں کامیاب ہوگئے، یہ واقعہ ۹ ہجری کے آخر میں پیش آیا۔

﴿سریہ حضرت علیؓ بن ابی طالب﴾ بتوں کے انہدام کا سلسلہ جاری تھا۔ ایک بت جس کا نام قلس (کلیسا) تھا وہ قبیلہ طئے کا بت تھا۔ حضرت علیؓ بن ابی طالب کو ایک سو اُونٹ اور پچاس گھوڑوں سمیت ۱۵۰ افرد دیئے گئے۔ تاکہ اس بت کو نیست ونابود کر دیا جائے۔ حضرت علیؓ ساتھیوں کے ساتھ محلہ حاتم طائی میں پہنچے جہاں یہ بت رکھا ہوا تھا۔ چھاپہ مار کر قلس بت کو پاش پاش کر دیا گیا، قیدیوں، چوپایوں اور بھیڑ بکریوں پر قبضہ کر لیا ان قیدیوں میں حاتم طائی کی صاحبزادی قتیلہ بھی تھیں، جبکہ اُن کا بھائی عدی شام کی جانب بھاگ جانے میں کامیاب ہوگیا تھا۔ اس بت کے خزانے سے مسلمانوں کو صرف تین تلواریں اور تین زرہیں دستیاب ہوئیں اور جو مال غنیمت ملا اُسے مسلمانوں نے راستہ ہی میں تقسیم کر لیا۔ البتہ مخصوص مال آپ ﷺ کے لیے علیحدہ کر دیا اور آل حاتم کو تقسیم نہیں کیا یہ واقعہ ربیع الاوّل ۹ ہجری میں پیش آیا۔

مدینہ پہنچے تو حاتم طائی کی صاحبزادی نے آپ ﷺ سے التجا کی جو بمنزلہ رحم کی اپیل تھی۔ یوں عرض گزار ہوئیں: ''یارسول اللہ! میں ضعیف العمر ہوں میرا باپ زندہ نہیں پھر جو میرا وارث یہاں آ سکتا تھا وہ ملک شام چلا گیا، میں خدمت کرنے کی طاقت نہیں رکھتی آپ ﷺ مجھ پر احسان کیجیے، اللہ آپؐ پر احسان کرے گا۔''

آپ ﷺ نے فرمایا: ''وہی عدی جو اللہ اور اس کے رسولؐ سے بھاگا ہے'' اُس خاتون نے دوسرے دن پھر یہی عرض پیش کی تو آپ ﷺ نے وہی جواب دیا جو پہلے دن دیا تھا۔ تیسرے دن صاحبزادی نے پھر وہی بات کی تو آپ ﷺ نے اِحسان فرماتے ہوئے حاتم کی بیٹی کو آزاد کر دیا۔

حاتم کی صاحبزادی نے آزادی پائی تو اپنے بھائی کے پاس ملک شام پہنچ گئی اور اپنے بھائی عدی کو آپ ﷺ کے بارے میں بتایا، آپ ﷺ کی بے حد تعریف کی۔ چنانچہ عدی کسی امان یا تحریر کے بغیر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگیا آپ ﷺ عدی کو اپنے ساتھ گھر لے گئے جب آمنے سامنے بیٹھے تو آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان فرمائی ابتدائی گفتگو فرمانے کے بعد آپ ﷺ نے عدی کو ایک انصاری کے ہاں ٹھہرا دیا۔ پھر عدی صبح وشام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے رہے۔

ابن اسحاق نے بیان کیا آپ ﷺ نے عدی سے فرمایا کہ: ''عدی بن حاتم! کیا تم مذہباً رکوسی نہ تھے۔؟ پھر فرمایا کیا تم اپنی قوم سے مال غنیمت کا چوتھا حصہ نہ لیتے تھے۔؟ عدی نے دونوں سوالوں کا جواب اثبات میں دیا۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا تمہارے دین میں یہ جائز نہیں۔ عدی نے کہا خدا کی قسم! میں نے جان لیا واقعی آپ ﷺ اللہ کے بھیجے ہوئے رسول ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کو اُن باتوں کا علم ہے جو اور نہیں جانتے۔ (رکوسی مذہب عیسائی اور صابی مذاہب کے درمیان ایک تیسرا مذہب ہے)

اسی طرح بخاری کے حوالہ سے کہ ایک شخص نے آ کر آپ ﷺ سے فاقہ کی شکایت کی، دوسرے شخص نے آ کر

Marfat.com

رہزنی کی شکایت کی آپ ﷺ نے فرمایا: ''عدی تم نے حرہ دیکھا ہے؟ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو تم دیکھ لو گے کہ ہودج نشین خاتون ''حرہ'' سے چل کر آئے گی، خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اُسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہ ہوگا۔ اور اگر تمہاری زندگی دَراز ہوئی تو تم کسریٰ کے خزانے فتح کرو گے۔ اگر تمہاری زندگی دراز ہوئی تو دیکھو گے کہ آدمی چلّو بھر کر سونا چاندی نکالے گا (زکوٰۃ) پھر ایسے آدمی کو تلاش کرے گا جو اُسے قبول کر لے تو کوئی اُسے قبول کرنے والا نہ ملے گا۔''

اس روایت کے بعد عدی کا بیان ہے کہ میں نے دیکھا کہ ہودج نشین عورت حرہ سے چل کر خانہ کعبہ کا طواف کرتی ہے اُسے اللہ کے سوا کسی کا خوف نہیں اور میں خود اُن لوگوں میں سے تھا جنہوں نے ہرمز کے خزانے فتح کیے اور اگر تم لوگوں کی زندگی دَراز ہوئی تو تم لوگ وہ چیز بھی دیکھ لو گے جو نبی ﷺ نے فرمائی تھی کہ آدمی چلّو بھر سونا یا چاندی نکالے گا۔

﴿پہلا حج﴾ ذیقعد ۹ ہجری میں مسلمانوں کا ایک قافلہ سفرِ حج پر روانہ ہوا تو سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں، حکم ہوا کہ اب کفار کے ساتھ معاہدے منسوخ ہیں۔ اس حکم کو مکہ تک پہنچانے کے لیے آپ ﷺ نے حضرت علیؓ بن ابی طالب کو روانہ فرمایا تاکہ وہ حضور نبی کریم ﷺ کی جانب سے اس حکم کا اِعلان کر دیں اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے جاملیں، وہ پہلے ہی حج کی ادائیگی کے لیے ساتھیوں کے ساتھ خانہ کعبہ کی جانب روانہ ہو چکے تھے۔ جس حکم کا اعلان کیا جانا مطلوب تھا اس کی کیفیت اور ایسا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ خون اور عہد و پیمان کے سلسلہ میں اہل عرب کا یہی دستور تھا کہ وہ آدمی خود اعلان کرے یا اپنے خاندان کے کسی فرد سے اعلان کرائے، خاندان سے باہر کسی شخص کا کیا ہوا اعلان تسلیم نہیں کیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات مقام عرج یا وادی ضجنان میں ہوئی۔ یہاں سے پھر وہ دونوں صاحب مکہ کی جانب ایک ساتھ روانہ ہوئے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے لوگوں کو حج کرایا اور ۱۰ ذی الحجہ کے دن حضرت علیؓ بن ابی طالب نے قربانی کے دن جمرۃ العقبہ کے پاس کھڑے ہو کر لوگوں میں وہ اعلان کیا جس کا حکم آپ ﷺ نے اُنہیں دیا تھا۔ پھر حضرت علیؓ نے فرمایا:

''اے لوگو! میں اللہ کے رسول ﷺ کا پیغامبر بن کر آیا ہوں پھر سورۃ التوبہ کی ابتدائی تیس یا چالیس آیات تلاوت فرمائیں، پھر فرمایا کہ مجھے یہ حکم بھی دیا گیا ہے کہ ذیل کے احکامات تم کو پہنچا دوں'' سورۃ توبہ کی ابتدائی آیات کی تصریح:

☆......اس سال کے بعد کوئی مشرک حج کعبہ کو نہ آئے

☆......کوئی برہنہ ہو کر طواف نہ کرے

☆......اور جان لو کہ ایمان کے بغیر کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔

☆......اور جس کے ساتھ کوئی معاہدہ ہے، اگر اس نے عہد شکنی میں پہل نہ کی تو اس کا عہد پورا کیا جائے گا۔ اور جس کے ساتھ کوئی معاہدہ نہیں اسے چار ماہ کی مہلت ہے البتہ جن مشرکین نے مسلمانوں سے عہد نبھائے ہیں اور کوئی کوتاہی نہ کی تھی اور نہ ہی مسلمانوں کے خلاف کسی کی مدد کی تھی اُن کا عہد اُن کی طے کردہ مدت تک بحال رکھا

Marfat.com

جائے۔ باالفاظ دیگر یہ اعلانِ مبارک جزیرۃ العرب سے بت پرستی کے خاتمہ کا اعلان تھا۔

﴿دیگر واقعات﴾ اس سال میں تاریخی اہمیت کے چند اور واقعات بھی پیش آئے۔ جیسے

☆......اصحمہ نجاشی شاہ حبشہ نے وفات پائی، حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کی غائبانہ نماز جنازہ پڑھی

☆......آپ ﷺ کی صاحبزادی حضرت اُم کلثومؓ نے اسی سال میں وفات پائی۔ اُن کی وفات کا آپ ﷺ کو گہرا غم ہوا اور فرمایا اے عثمانؓ! کہ اگر میری تیسری بیٹی ہوتی تو اُن کا نکاح بھی میں تم سے کر دیتا۔

☆......تبوک سے واپسی پر رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی کے فوت ہونے کی خبر آئی۔ منافق کی نماز جنازہ پڑھنے سے متعلق وحی نازل ہوئی۔

☆......ایک غامدیہ عورت نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر بدکاری کا اقرار کیا۔ اس کے لیے رجم کا حکم ہوا لیکن بچے کی پیدائش کے بعد جب دودھ چھڑا لیا گیا تب اُسے رجم کیا گیا۔

☆......عروہ بن مسعودؓ طائف کے سردار نے اسلام قبول کیا، طائف کے لوگ اپنے سردار سے بہت محبت اور احترام کرتے تھے یعنی اپنی عورتوں اور اپنی بچیوں سے بھی زیادہ۔ عروہ کا خیال تھا کہ طائف کے لوگ بھی اس کے ساتھ ہی مسلمان ہو جائیں گے۔ لیکن ایسا نہ ہوا اور طائف کے لوگوں نے اپنے سردار عروہ بن مسعود کو قتل کر دیا۔ گو کہ (اہل طائف) بعد میں ایمان لے آئے۔

Marfat.com

ہجری سال دہم کے واقعات

❖❖❖

ہجری سال دہم نہ صرف تاریخ عرب میں بلکہ تاریخ عالم میں ایک غیر معمولی حیثیت کا حامل سال شمار ہوتا ہے۔اس سال میں وفود عرب پے در پے خدمت اقدس حضور نبی کریم ﷺ میں حاضر ہوتے رہے۔اہل یمن وملوک حمیر ایمان لائے اور اسی سال حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا پہلا اور آخری حج اُدا فرمایا جس کو ''حجۃ الوداع'' کہتے ہیں فتح مکہ کے بعد اگرچہ آپ ﷺ نے عمرہ اُدا فرمایا تھا لیکن ابھی تک باقاعدہ حج اُدا نہیں کیا تھا۔وحی کے لطیف اِشارے یہ بتا رہے تھے کہ آپ ﷺ کی زندگی کا مشن پورا ہو چکا ہے، جیسا کہ سورۃ نصر سے یہ بات واضح طور پر جھلک رہی تھی۔ چنانچہ اعلان کر دیا گیا کہ آپ ﷺ اس سال حج میں شرکت فرمائیں گے، اس خبر کا پھیلنا تھا کہ ہر طرف سے مسلمانوں کا سیلاب اُمنڈ آیا اس حج اکبر میں کم وبیش سوالاکھ سے زائد مسلمانوں نے شمولیت کا شرف حاصل کیا۔

﴿حج کی تیاری﴾ ہادی عالم ﷺ نے ۲۴ ذیقعد بروز جمعہ مسجد نبوی میں خطبہ مبارک میں حج اور سفر حج کے متعلق ہدایات دیں۔آپ ﷺ نے اپنے پہلے اور آخری حج کی ادائیگی کے لیے اعلان فرمایا۔تو لوگ جوق در جوق آنے لگے۔آپ ﷺ نے تمام ازواجِ مطہرات کو فریضہ حج کی ادائیگی کے لیے تیار رہنے کا حکم دیا۔اگلے روز بعد نماز ظہر مدینہ طیبہ سے ایک عظیم الشان قافلہ سرکار دو عالم ﷺ کی معیت میں اُدائیگی حج کے لیے مکہ معظمہ کی جانب روانہ ہوا، اس سفر میں پہلی نماز عصر بمقام ذوالحلیفہ میں ادا فرمائی، جو آپ ﷺ کی پہلی منزل تھی، آپ ﷺ اور قافلہ والوں نے یہاں شب گزاری نماز فجر سے فارغ ہو کر آپ حضور ﷺ نے غسل فرمایا اور احرام باندھا، حج اور عمرہ کا ایک ہی احرام تھا پھر صحابہ کرامؓ نے بھی احرام باندھے۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ آپ ﷺ نے مسجد ذوالحلیفہ میں احرام کے دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد متصلاً پہلا تلبیہ پڑھا اس کے بعد آپ ﷺ نے ناقہ پر سواری فرمائی تو اس وقت آپ ﷺ نے پھر تلبیہ پڑھا (لبیک اللھم لبیک) اس کے بعد جب آپ ﷺ کھلے میدان میں پہنچے تو آپ ﷺ نے بلند آواز سے تلبیہ پڑھا۔

﴿مکہ معظمہ میں آمد﴾ حضور نبی کریم ﷺ مکہ کی جانب روانہ ہوئے تو ۹ ویں دن ۴ ذی الحجہ کو مکہ معظمہ میں داخل ہوئے۔اس سفر میں آپ کے ساتھ حج کرنے والوں کی تعداد مختلف روایتوں کے ساتھ چالیس ہزار سے لے کر ایک لاکھ تیس

Marfat.com

ہزار تک بیان کی گئی، لیکن سب سے بہتر اللہ جانتا ہے۔طبرانی نے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ باب بنی عبد مناف جو اب بنی شیبہ کے نام سے معروف ہے داخل ہوئے طبرانی نے ہی لکھا کہ جب حضور نبی کریم ﷺ کی نظر مبارک کعبہ شریف پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اللہ! جو تیرے اس گھر کا حج کرے یا عمرہ کرے اس کی بزرگی، عزت، بڑائی اور عظمت میں زیادہ اضافہ فرما۔''

ادائیگی حج بیت اللہ پر پہنچ کر آپ ﷺ نے سب سے پہلے حجر اسود کا اِستلام کیا۔اس کے بعد طواف شروع فرمایا تو آپ ﷺ نے تین چکروں میں رمل فرمایا (وہ خاص چال چلے جس سے قوت و شجاعت کا اظہار ہوتا ہو) اور باقی چار چکر حسب معمول مکمل فرمائے۔آپ ﷺ نے حالت طواف میں چادر یوں اُوڑھی کہ اس کا ایک سرا بغل کے نیچے نکال کر شانہ مبارک پر ڈال لیا، جب حجر اسود کے سامنے تشریف لاتے تو اس کی طرف اشارہ فرماتے، دست مبارک میں ایک چھڑی تھی اس سے حجرِ اسود کو چھوتے پھر اس لکڑی کو چومتے اور آگے بڑھ جاتے اس چھڑی کا سرا مڑا ہوا تھا۔

طبرانی نے اَسنادِ جید کے ساتھ روایت کیا کہ آپ حضور ﷺ جب رُکن یمانی کو چھوتے تو فرماتے: ''بسم اللہ واللہ اکبر'' اور جب حجر اسود کے پاس آتے تو فرماتے: ''اللہ اکبر'' طواف کے سات چکر پورے کرنے کے بعد آپ ﷺ مقام ابراہیمؑ کی طرف بڑھے تو یہ آیت تلاوت فرمائی: وَاتخذو من مقام ابراھیم مصلیٰ ''اور مقام ابراہیمؑ کے پاس نماز ادا کرو۔'' پھر مقام ابراہیمؑ اور بیت اللہ کے درمیان کھڑے ہو کر آپ حضور ﷺ نے نماز ادا فرمائی۔(دو رکعت نماز) یعنی دوگانہ طواف ادا کیا۔حدیث کے راوی امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ بیان کرتے ہیں کہ میرے والد ذکر کیا کرتے تھے کہ ان دو رکعتوں میں آپ ﷺ نے سورۃ کافرون اور سورۃ اخلاص کی تلاوت فرمائی۔پھر حجر اسود کی طرف واپس تشریف لائے اور پھر اس کا استلام کیا یعنی یہ استلام سعی کے لیے تھا جس طرح بیت اللہ کا طواف حجر اسود کے استلام سے شروع کیا جاتا ہے اسی طرح سعی سے پہلے بھی استلام مسنون ہے۔پھر آپ ﷺ ایک دروازے سے (سعی) کے لیے صفا پہاڑی کی طرف تشریف لے گئے۔آیت تلاوت فرمائی جس کا ترجمہ ہے: ''بلاشبہ صفاء و مروہ اللہ کی نشانیوں میں سے ہے'' (جن کے درمیان سعی کا حکم ہے) آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں اِس صفاء سے سعی شروع کرتا ہوں جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں کیا ہے'' آپ ﷺ پہلے صفاء پر آئے اور اس حد تک اس کی بلندی پر چڑھے کہ بیت اللہ شریف آپ ﷺ کی نظر کے سامنے آ گیا۔اس وقت آپ ﷺ کا چہرہ مبارک جانب قبلہ ہو گیا تھا۔وہاں اللہ کی تکبیر و حمد میں مصروف ہو گئے۔ترجمہ ہے:

''اللہ کے سوا کوئی عبادت اور پرستش کے لائق نہیں، وہی تنہا معبود و مالک ہے، کوئی اس کا شریک نہیں، ساری کائنات پر اس کی فرماں روائی ہے اور حمد و ستائش اس کا حق ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے، وہی تنہا معبود و مالک ہے، اس نے (مکہ اور سارے عرب پر اقتدار بخشنے اور اپنے دین کو سر بلند کرنے کا) اپنا وعدہ پورا فرما دیا۔اپنے بندے کی اس نے بھرپور مدد فرمائی اور کفر و شرک کے لشکروں کو تنہا اس نے شکست دے دی۔'' آپ حضور ﷺ نے تین مرتبہ یہ کلمات ادا فرمائے اور ان کے درمیان دعا کی اس کے بعد نیچے اُتر کر مروہ کی جانب آئے یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک وادی کے نشیب میں

Marfat.com

پہنچے تو آپ ﷺ کسی حد تک دوڑ کر چلے پھر جب آپ ﷺ نشیب سے اُوپر آ گئے تو اپنی معمول کی رفتار سے چلنے لگے۔ یہاں تک کہ مروہ پہاڑی پر آ گئے۔ آپ ﷺ نے وہی امر فرمایا جو صفاء پہاڑی پر فرمایا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ آخری یعنی ساتواں پھیرا پورا کر کے مروہ پر پہنچے

﴿خطبہ الوداع﴾ آپ حضور ﷺ نے ارکان حج کی ادائیگی کے بعد اپنی اُونٹنی پر سوار ہو کر تاریخ عالم کا مشہور و معروف خطبہ ارشاد فرمایا:

☆...... ہاں! جاہلیت کے تمام دستور میرے قدموں کے نیچے ہیں

☆...... کسی عربی کو کسی عجمی پر اور کسی عجمی کو کسی عربی پر کوئی فضیلت نہیں، تم سب آدمؑ کی اُولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔

☆...... ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے اور تمام مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں۔

☆...... تمہارے غلام، جو خود کھاؤ وہی اُن کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی اُن کو پہناؤ

☆...... جاہلیت کے تمام خون اور انتقام باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ربیع بن حارث کے دودھ پیتے بیٹے کا خون جسے بنو ہذیل نے قتل کیا تھا باطل کرتا ہوں۔

☆...... جاہلیت کے تمام سود باطل کر دیئے گئے اور سب سے پہلے میں اپنے خاندان کا سود یعنی عباسؓ بن عبد المطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

☆...... اور اللہ نے کلمے کے ذریعے عورت کو تم پر حلال کیا ہے، اس پر تمہارا حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی ایسے شخص کو نہ آنے دے جو تمہیں گوارا نہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کرے تو تم اُنہیں مار سکتے ہو، لیکن سخت مار نہ مارنا، عورتوں کو اچھا کھلاؤ اور اچھا پہناؤ

☆...... تمہارا خون، تمہارا مال اور تمہاری آبرو قیامت تک اسی طرح محترم ہے جس طرح یہ دن اس مہینہ میں اور اس شہر میں محترم ہیں۔

☆...... میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے، وہ چیز ہے قرآن مجید

☆...... خدا نے ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا، اب کسی وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں

☆...... جو لڑکا اپنے باپ کے علاوہ کسی اور نسب کے ہونے کا دعویٰ کرے اور جو غلام اپنے مولیٰ کے سوا کسی اور طرف اپنی نسبت کرے اُس پر خدا کی لعنت ہے

☆...... ہاں عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر کچھ دینا جائز نہیں، قرض اُدا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے، عطیہ لوٹایا جائے، ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے

☆...... ہاں! مجرم اپنے جرم کا خود ذمہ دار ہے باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں۔

☆...... اگر ناک کٹا حبشی تمہارا امیر ہو اور وہ تمہیں خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اُس کی اطاعت کرو۔

Marfat.com

☆.....لوگو! یاد رکھو، میرے بعد کوئی نبی اور تمہارے بعد کوئی اُمت نہیں، لہٰذا اپنے ربّ کی عبادت کرنا، پانچ وقت کی نمازیں اَدا کرنا، رمضان کے روزے رکھنا، خوشی خوشی اپنے مال کی زکوٰۃ دینا، اپنے پروردگار کے گھر کا حج کرنا اور اپنے حکمرانوں کی اطاعت کرنا۔ ایسا کرو گے تو پروردگار کی جنت میں داخل ہو گے۔ (ابن ماجہ، ابن عساکر)

ان الفاظ کے بعد آنحضرت ﷺ نے مجمع سے مخاطب ہو کر پوچھا کیا میں نے پیغام الٰہی پہنچا دیا۔ سب نے بیک زبان ہو کر یہ جواب دیا، ہاں اس پر آپ ﷺ نے آسمان کی طرف انگلی اُٹھائی اور تین مرتبہ فرمایا: اے اللہ گواہ رہنا۔

تاریخ عالم کا یہ خطبہ تعلیمات اسلامی کا نچوڑ تھا۔ اس میں مساواتِ اسلامی پر زور دے کر نسلی امتیازات کو ختم کر دیا گیا۔ جس سے اُخوت اسلامی نے جنم لیا۔ غلاموں کو معاشرہ میں معزز مقام حاصل ہوا عورتوں کے حقوق کی نگہداشت کر دی گئی۔ انتقامی جنگوں اور لوٹ مار کا سلسلہ بند ہو گیا، سودی کاروبار دفن کر دیا گیا، اِسلام کے بنیادی احکامات اور کتاب اللہ کی پیروی پر زور دیا گیا۔ اس خطبہ کے دوران سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳ کا نزول ہوا، ترجمہ ہے: ’’آج کے دن میں نے تمہارے لیے دین کو مکمل کر دیا اور اپنی نعمت پوری کر دی اور تمہارے لیے مذہب اسلام کو منتخب کر لیا‘‘ رحمت عالم کی زندگی کا کام مکمل ہو چکا تھا

﴿خطبہ عرفات اور وقوف﴾ حضرت جابرؓ بن عبداللہ نے ایک طویل حدیث میں حجۃ الوداع کی تفصیل بیان کی، اُنہوں نے ۹ ذی الحجہ کے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا:

’’جب آفتاب ڈھل گیا تو آپ ﷺ نے ناقہ قصویٰ پر کجاوہ کسنے کا حکم فرمایا، چنانچہ تعمیل حکم ہوئی، اس کے بعد آپ ﷺ ناقہ پر سوار ہو کر وادی عرفہ کے میدان میں جلوہ افروز ہوئے تو آپ ﷺ نے اُونٹنی کی پشت پر ہی سے خطبہ ارشاد فرمایا‘‘ جو یہ ہے:

’’لوگو! تمہارے خون اور تمہارے مال تم پر حرام ہیں (یعنی ناحق کسی کا خون کرنا اور ناجائز طریقہ پر کسی کا مال لینا) تمہارے لیے ہمیشہ کے لیے حرام ہے بالکل اسی طرح جس طرح آج یوم العرفہ کے دن ذِی الحجہ کے اس مبارک مہینہ میں اپنے اس مقدس شہر مکہ میں (ناحق کسی کا خون کرنا اور کسی کا مال لینا حرام جانتے ہو) خوب ذہن نشین کر لو کہ جاہلیت کی ساری چیزیں (اسلام کی روشنی کے دور سے پہلے تاریکی اور گمراہی کے زمانہ کی ساری باتیں اور سارے قصے ختم ہیں) یہ سب میرے دونوں قدموں کے نیچے دفن اور پامال ہیں (ان کے خاتمہ اور منسوخی کا اعلان کرتا ہوں) اور زمانہ جاہلیت کے کسی خون کا بدلہ نہیں لیا جائے گا اور سب سے پہلے میں اپنے گھرانے کے ایک خون ربیعہ ابن الحارث بن عبدالمطلب کے خون کو ختم اور معاف کئے جانے کا اِعلان کرتا ہوں جو قبیلہ بنی سعد کے ایک گھر میں دودھ پینے کے لیے دیئے گئے تھے۔ اُن کو قبیلہ ہذیل کے آدمیوں نے قتل کر دیا تھا۔ (ہذیل سے اس خون کا بدلہ لینا ابھی باقی تھا۔) لیکن اب میں اپنے خاندان کی طرف سے اِعلان کرتا ہوں کہ اب یہ قصہ ختم ہے، بدلہ نہیں لیا جائے گا اور نہ ہی زمانہ جاہلیت کے تمام سودی مطالبات ’’جو کسی کے ذمہ باقی ہیں وہ بھی سب ختم اور سوختہ ہیں۔‘‘ اب کوئی مسلمان کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں

Marfat.com

کرے گا۔اس کے لیے بھی میں اپنے خاندان کے سودی مطالبات میں اپنے چچا حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے سودی مطالبات کے ختم اور سوختہ ہونے کا اعلان کرتا ہوں اب وہ کسی سے اپنا سودی مطالبہ وصول نہیں کریں گے۔ان کے سارے سودی مطالبات آج ختم کر دیئے گئے ہیں۔

اے لوگو! عورتوں کے حقوق اور ان کے ساتھ برتاؤ کے بارے میں خدا سے ڈرو، اس لیے کہ تم نے ان کو اللہ کی امانت کے طور پر لیا ہے اللہ کے حکم اور اس کے قانون سے ان کے ساتھ تمتع تمہارے لیے حلال ہوا، اور تمہارا خاص حق ان پر یہ ہے کہ جس آدمی کا گھر میں آنا اور تمہاری جگہ اور تمہارے بستر پر بیٹھنا تم کو پسند نہ ہو وہ اُس کو اس کا موقع نہ دے، لیکن اگر وہ یہ غلطی کریں تو تم (تنبیہ اور آئندہ سد باب کے لیے اگر کچھ سزا دینا مناسب سمجھو) تو ان کو کوئی خفیف سی سزا دے سکتے ہو۔اور عورتوں کا خاص حق تم پر یہ ہے کہ اپنے مقدور اور حیثیت کے مطابق ان کے کھانے پینے کا بندوبست کرو اور میں تمہارے لیے وہ سامان ہدایت (کتاب اللہ) چھوڑ رہا ہوں کہ اگر تم اس سے وابستہ رہے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم سے میرے متعلق پوچھا جائے گا، (کہ میں نے تم کو اللہ کی ہدایت اور احکام پہنچائے یا نہیں) تو بتاؤ وہاں تم کیا جواب دو گے اور کیا کہو گے۔حاضرین نے عرض کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں اور قیامت کے دن بھی گواہی دیں گے کہ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کا پیغام اور اس کے احکام پہنچا دیئے اور رہنمائی اور تبلیغ کا حق اُدا کر دیا اور نصیحت اور خیر خواہی میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا۔اس پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی اُنگشتِ شہادت آسمان کی طرف اٹھاتے ہوئے اور لوگوں کے مجمع کی طرف اِشارہ فرماتے ہوئے تین بار فرمایا: اللّھم اشھد، اللّھم اشھد، اللّھم اشھد (صحیح مسلم، معارف الحدیث)

میدان عرفات میں ظہر اور عصر کی نماز ایک ساتھ بلافصل پڑھنے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ اپنی ناقہ پر سوار ہو کر میدان عرفات ہی کی ایک خاص وقوف کی جگہ تشریف لائے تو اپنی ناقہ قصویٰ کا رُخ پتھر کی بڑی چٹانوں کی طرف کر دیا، اس طرح پیدل مجمع کو آپ حضور ﷺ نے اپنے سامنے کر لیا ایسے میں آپ حضور ﷺ قبلہ رُو ہو گئے اور اسی مقام پر کھڑے رہے، یہاں تک کہ غروب آفتاب کا وقت آ گیا اور (شام کے آخری وقت میں فضاء میں جو زردی ہوتی ہے) وہ زردی بھی ختم ہو گئی اور آفتاب بالکل ڈوب گیا تو پھر آپ ﷺ عرفات سے مزدلفہ کے لیے روانہ ہوئے۔

مزدلفہ پہنچ کر آپ حضور ﷺ نے مغرب اور عشاء کی نمازیں ایک ساتھ اُدا فرمائیں اور ان دونوں نمازوں کے درمیان آپ ﷺ نے سنّت یا نفل کی رکعتیں نہیں پڑھیں۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے آرام فرمایا صبح صادق کے ظاہر ہوتے ہی اُذان اور امامت کے ساتھ نماز فجر اُدا فرمائی اس کے بعد آپ ﷺ شہر حرام کے پاس آئے یہ ایک بلند ساٹیلہ تھا مزدلفہ کی حدود میں اب بھی یہی صورت ہے اور وہاں نشانی کے طور پر ایک عالی شان مسجد بنادی گئی ہے یہاں آ کر حضور ﷺ قبلہ رُو کھڑے ہوئے اور دُعا اور اللہ کی تکبیر وتحلیل اور توحید وتمجید میں مشغول ہو گئے۔یہاں تک کہ خوب اُجالا ہو گیا اس موقع پر آپ ﷺ نے ابن عباسؓ کو حکم دیا کہ وہ آپ ﷺ کے لیے سات کنکریاں رَمی جمار کے لیے چنیں، اُنہوں نے پتھر کے ڈھیر سے سات کنکریاں چُن لیں

Marfat.com

آپ ﷺ نے اُن کنکریوں کو اپنے ہاتھ میں لے کر اُچھالنا شروع کر دیا اور فرمانے لگے اس طرح رمی کرو اور دین میں غلو کرنے سے بچو، کیونکہ تم سے پہلے جنہوں نے دین میں غلو کیا وہ ہلاک ہو گئے۔

پھر طلوع آفتاب سے ذرا پہلے آپ ﷺ منیٰ کے لیے روانہ ہوئے اور جمرہ عقبیٰ پر پہنچے۔ آپ ﷺ سواری پر تھے وادی کے نچلی جانب (بائیں طرف کعبہ شریف و داہنی طرف منیٰ اور سامنے جمرہ تھا) سات سنگریزے اُن پر پھینک مارے، ہر ایک کے ساتھ آپ ﷺ تکبیر کہتے تھے، یہ سنگریزے چھوٹے چھوٹے جو تقریباً چنے اور مٹر کے دانے کے برابر تھے۔

﴿خطبہ منیٰ﴾ آپ حضور ﷺ رمی سے فارغ ہو کر منیٰ واپس تشریف لائے اور ایک فصیح و بلیغ خطبہ اِرشاد فرمایا جس میں لوگوں کو قربانی کے دن کی حرمت اور اللہ کے نزدیک اس کی فضیلت سے آگاہ فرمایا۔ تمام ممالک پر مکہ مکرمہ کی فضیلت بیان فرمائی اور کتاب اللہ کے مطابق حکمرانی کرنے والوں کی سمع واطاعت کا حکم دیا، پھر ارشاد فرمایا کہ لوگ مناسک حج سیکھ لیں کہ شاید میں اس سال کے بعد حج نہ کر سکوں اور لوگوں کو حکم دیا کہ میرے بعد مبتلائے کفر نہ ہو جانا اور ایک دوسرے کی گردنیں نہ مارنا پھر اپنی طرف سے تبلیغ کا حکم دیا اور فرمایا کئی لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو مسئلہ پہنچایا جاتا ہے، وہ سننے والے سے زیادہ محفوظ (فہم و فراست کے مالک) ہوتے ہیں۔ نیز آپ ﷺ نے خطبہ میں فرمایا کہ کوئی آدمی اپنی جان پر ظلم نہ کرے اللہ نے (آپ ﷺ کے خطبہ کی خاطر) لوگوں کی قوت سماعت کھول دی، یہاں تک کہ اہل منیٰ نے اپنے اپنے گھروں میں آپ ﷺ کا خطبہ سنا۔

﴿قربانی﴾ آپ ﷺ قربانی اَدا فرمانے کے لیے قربان گاہ میں جلوہ اَفروز ہوئے تو آپ ﷺ نے ۶۳ جانوروں کی قربانی فرمائی جو بذاتِ خود اپنے دست مبارک سے قربان فرمائے اور ۳۷ قربانیاں جو باقی رہ گئی تھیں اُنہیں حضرت علیؓ کے حوالے فرمایا۔ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ قربانی کے ہر اُونٹ میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا لے لیا جائے یہ سارے گوشت کے ٹکڑے ایک دیگ میں ڈال کر پکائے گئے حضور نبی کریم ﷺ نے اور حضرت علیؓ نے اس میں سے گوشت کھایا اور شوربہ پیا۔

﴿حجام کی طلبی﴾ حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ ۱۰ ذی الحجہ کی صبح کو مزدلفہ سے منیٰ تشریف لائے تو پہلے جمرہ عقبیٰ پر پہنچ کر اس کی رمی کی پھر آپ ﷺ اپنے خیمہ میں تشریف لائے اور قربانی کے جانوروں کی قربانی اَدا فرمائی اس کے بعد سرکار دو عالم ﷺ نے حجام کو طلب فرمایا اور اپنے سر مبارک کے دائیں جانب کے بال سامنے کیے، حجام نے اس جانب سے بال مونڈے۔ آپ حضور ﷺ نے ابو طلحہؓ انصاری کو طلب فرمایا اور وہ بال ان کے حوالہ کر دیئے اس کے بعد آپ ﷺ نے اپنے سر کی بائیں جانب حجام کے سامنے کی اور فرمایا اب ان کو بھی مونڈ دو حجام نے اس جانب کو بھی مونڈ دیا تو آپ حضور ﷺ نے وہ بال بھی حضرت ابو طلحہؓ کے ہی حوالہ فرما دیئے اور اِرشاد فرمایا: ''ان بالوں کو لوگوں کے درمیان تقسیم کر دو۔'' (بخاری، مسلم)

﴿طواف و زیارت چاہ زم زم﴾ حضور نبی کریم ﷺ اپنی ناقہ پر سوار ہو کر طواف و زیارت کے لیے بیت اللہ کی طرف روانہ ہوئے نماز ظہر کی اَدائیگی مکہ میں فرمائی۔ طواف سے فارغ ہو کر اپنے خاندان بنی عبد المطلب کے پاس

Marfat.com

آئے جو زم زم سے پانی کھینچ کر لوگوں کو پلا رہے تھے تو آپ حضور ﷺ نے اُن سے فرمایا: ''اگر یہ خطرہ نہ ہوتا کہ دوسرے لوگ غالب آ کر تم سے یہ خدمت چھین لیں گے تو میں بھی تمہارے ساتھ ڈول کھنچتا'' اُن لوگوں نے زم زم کا ایک ڈول بھر کر آپ ﷺ کو پیش کیا تو آپ ﷺ نے اس میں سے سیر ہو کر پانی پیا اور باقی ماندہ پانی واپس چاہ زم زم میں اُنڈیل دیا۔ (جس کے باعث چاہ زم زم تا قیامت جاری وساری رہے گا۔) انشاء اللہ (صحیح مسلم)

حضور نبی کریم ﷺ کا آخری خطبہ اور مدینہ واپسی حضور نبی کریم ﷺ نے ایک خطبہ منیٰ میں دوسرا ایام تشریق کے وسط میں، جس میں آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ آج ایام تشریق کا وسطی دن ہے اور یہ جگہ مشعر حرام ہے، پھر فرمایا کہ شاید اب میں دوبارہ تم سے نہ مل سکوں یاد رکھو! تمہارے خون، تمہارے مال اور تمہاری آبرو تم پر اسی طرح حرام ہے جیسے تمہارے شہر میں آج کے دن حرمت ہے یہاں تک کہ تم اپنے ربّ سے جاملو، پھر وہ تمہارے اعمال کے متعلق پرسش کرے گا، خبردار تمہارا قریب والا دُور والے کو یہ بات پہنچا دے، خبردار کیا میں نے پہنچا دیا

طواف الوداع حضور نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں دو دن بلکہ تیسرے دن تک تاخیر فرمائی اور ایام تشریق کے دن پورے فرمائے یعنی ۱۳ ذی الحجہ کو ظہر کی نماز ادا فرما کر آپ ﷺ مقام محصب کی طرف روانہ ہوئے کسی زمانے میں یہ ایک ریگستانی میدان تھا جو کہ اب مکہ معظمہ کا ایک محلّہ ہے، پھر آپ سرکار دو عالم ﷺ مکہ تشریف لائے رات کو سحری کے وقت طواف فرمایا اس طواف کے دوران آپ حضور ﷺ نے رمل نہیں فرمائی اس کے بعد آپ حضور ﷺ مدینہ منورہ کی جانب روانہ ہوئے (زاد المعاد)

وصال مبارک ہجرت کے گیارہویں سال کا آغاز ہو چکا تھا، ہادی عالم ﷺ کا عظیم الشان کام پایہ تکمیل تک پہنچ چکا تھا۔ آپ ﷺ کا زیادہ تر وقت تسبیح وعبادت میں گزرنے لگا۔ آپ ﷺ نے ۱۰ ہجری میں رمضان کے مہینہ میں ۲۰ دن کا اعتکاف فرمایا جبکہ اس سے پہلے ۱۰ دن کا ہی اعتکاف فرمایا کرتے تھے۔ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے دو بار قرآن کا دَور کرایا جبکہ ہر سال ایک مرتبہ دَور کرایا کرتے تھے۔ سورۃ نصر نازل ہوئی آپ ﷺ نے سمجھ لیا کہ اب روانگی کا وقت ہو گیا۔ اُوائل سفر میں آپ ﷺ دامن اُحد میں تشریف لے گئے اور شہداء کے لیے دعاء فرمائی۔ ایک نصف شب بقیع کے قبرستان میں تشریف آوری فرمائی تو اہل بقیع کے لیے بھی دُعاء فرمائی۔ ۱۹ صفر کو آپ ﷺ ایک جنازے میں شمولیت کے بعد واپس تشریف لا رہے تھے کہ سر کا دَرد شروع ہو گیا اور بخار بھی لیکن آپ ﷺ کے معمولات میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس حال میں بھی نماز میں خود ہی امامت فرماتے رہے۔ تکلیف میں مزید اضافہ ہونے پر نقل وحرکت بھی مشکل ہو گئی۔ تو آپ ﷺ نے ازواج مطہراتؓ سے مشورہ کر کے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے حجرے میں قیام فرمایا۔ علالت کے دوران جہاں تک ہو سکا حضور ﷺ نے امامت کے فرائض خود ہی سرانجام دیئے۔ بالآخر نقاہت بہت زیادہ بڑھ گئی، ایک روز نماز عشاء کے لیے آپ ﷺ نے تین بار اُٹھنے کی کوشش فرمائی لیکن ایسا نہ کر سکے، چنانچہ آپ ﷺ نے حکم دیا کہ حضرت ابوبکرؓ نماز پڑھائیں۔

Marfat.com

طبیعت میں کچھ افاقہ ہوا تو آپ ﷺ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے مسجد میں تشریف لائے اُس وقت نماز کے قیام کے لیے حضرت ابوبکرؓ امامت کے لیے آگے بڑھے ہی تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی کو دیکھ کر وہ پیچھے ہٹ گئے تاکہ حضور نبی کریم ﷺ خود امامت فرمائیں، لیکن آپ ﷺ نے اُنہیں اشارے سے روک دیا اور اُن کے پہلو میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی۔ نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے ایک خطبہ دیا جس کے الفاظ ہیں:

﴿مسجد نبویؐ میں آخری خطاب﴾ آپ ﷺ نے فرمایا: ''خدا نے اپنے بندے کو اختیار دیا کہ خواہ وہ دنیا کی نعمتوں کو قبول کرے یا خدا کے پاس جو ہے اُس کو قبول کرے، لیکن اُس نے خدا کے پاس کی چیزیں قبول کیں۔'' یہ الفاظ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے رونا شروع کر دیا، کیونکہ عام صحابہؓ اُس لطیف اشارے کو سمجھ نہ سکے تھے۔ اسی دوران آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں سب سے زیادہ جس کی دولت اور صحبت کا ممنون ہوں وہ ابوبکرؓ ہیں اگر میں دنیا میں اپنی اُمت میں سے کسی کو دوست بنا سکتا تو ابوبکرؓ کو بناتا، لیکن اسلام کا رشتہ دوستی کے لیے کافی ہے، مسجد کے رُخ کوئی دریچہ ابوبکرؓ کے دریچے کے سوا باقی نہ رکھا جائے۔ ہاں! تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں کی قبروں کو عبادت گاہ بنا لیا تم لوگ میری قبر کو ایسا نہ بنانا کہ اس کی پوجا کی جائے۔ یہود و نصاریٰ پر اللہ کی لعنت کہ اُنہوں نے اپنے انبیاء کی قبروں کو مساجد بنایا۔ انصار کے فضائل بیان فرمائے اور وصیت فرمائی۔ شام کی طرف جانے والی مہم کا ذکر فرمایا جس کے لیے اُسامہ بن زیدؓ کی سالاری پر زور دیا۔'' خطبہ سے فارغ ہو کر حضرت عائشہؓ کے حجرے میں واپس تشریف لائے تو یاد آیا کہ حضرت عائشہؓ کے پاس سات دینار پڑے ہیں اُن کو خیرات کرنے کا حکم فرمایا۔ یہاں تک کہ گھر میں کچھ بھی نہ رہا۔

﴿ایک دن پہلے﴾ بروز اتوار وفات سے ایک روز پہلے آپ ﷺ نے اپنے تمام غلاموں کو آزاد فرما دیا۔ اپنے ہتھیار مسلمانوں میں ہبہ کر دیئے رات کو چراغ جلانے کے لیے پڑوسن سے تیل اُدھار لیا گیا۔ آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۵۷ کلو جَو میں گروی رکھی ہوئی تھی۔

﴿امامت﴾ حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے تین چار بار عرض کی کہ امامت کا کام حضرت ابوبکرؓ کی بجائے کسی اور کو سونپ دیں۔ حضرت عائشہؓ کا خیال تھا کہ لوگ ابوبکرؓ کے بارے میں بدشگون نہ ہوں لیکن آپ ﷺ نے ہر بار انکار فرمایا اور فرمایا: ''تم سب یوسف والیاں ہو'' ابوبکر کو حکم دو کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھائیں۔ امامت کے معاملے میں تمام ازواج مطہراتؓ کی یہی رائے تھی۔

﴿وصیت﴾ بروز جمعرات آنحضرت ﷺ نے لوگوں سے فرمایا تھا کہ قلم دوات اور کاغذ لاؤ تاکہ تمہارے لیے ایک وصیت نامہ لکھوا دوں اُس وقت حضرت عمر فاروقؓ نے کہا کہ بیماری کی وجہ سے آپ ﷺ کو تکلیف ہوگی جبکہ کچھ دوسرے لوگوں نے رائے دی کہ وصیت نامہ لکھوا لیا جائے۔ اختلاف رائے کی یہ آوازیں حضور نبی کریم ﷺ کے کانوں میں بھی پہنچ گئیں تو آپ ﷺ نے حکم دیا کہ لوگ وہاں سے اُٹھ جائیں

﴿غمگساران﴾ صبح روزِ وصال طبیعت شریف میں سکون تھا۔ حجرہ مبارک سے دروازہ کھول کر دیکھا تو صحابہؓ نماز ادا کر

Marfat.com

رہے تھے۔ تبسم فرمایا پھر کچھ دیر بعد بے چینی بڑھنے لگی، ایسے میں حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا نے غم و افسوس کے لہجے میں کہا ''ہائے میرے باپ کی بے چینی'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا باپ آج کے بعد بے چین نہ ہوگا۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنی صاحبزادی حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے سرگوشی فرمائی تو وہ رونے لگیں، آپ ﷺ نے اُنہیں پھر بلایا اور ایک بار پھر کچھ سرگوشی فرمائی تو وہ ہنسنے لگیں حضرت عائشہؓ نے اس کا سبب پوچھا تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے فرمایا کہ پہلی بار سرگوشی کرتے ہوئے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اسی مرض میں وفات پاؤں گا، تو یہ سن کر میں رونے لگی۔ دوسری بار سرگوشی میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ میرے اہل وعیال میں سب سے پہلے میں (فاطمہؓ) آپ ﷺ کے پیچھے آؤں گی۔ اسی ضمن میں حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ جس دن آپ ﷺ ہمارے ہاں تشریف لائے اُس سے بہتر اور تابناک دن میں نے نہیں دیکھا اور جس دن آپ ﷺ کا وصال ہوا اس سے زیادہ قبیح اور دردناک دن بھی میں نے نہیں دیکھا۔

﴿مسواک کی طلب﴾ سہ پہر کا وقت تھا، وصال سے پہلے آپ ﷺ نے مسواک طلب فرمائی تو حضرت عائشہؓ نے مسواک منگوائی لیکن وہ ذرا سخت تھی اس وجہ سے اُنہوں نے مسواک کو اپنے دانتوں سے نرم کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے تین مرتبہ اُنگلی اُٹھا کر فرمایا: ''بل الرفیق الاعلیٰ'' (اب وہ بڑا رفیق درکار ہے) پھر اس کے بعد رُوح اقدس قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ تاریخ وصال 12 ربیع الاوّل بروز پیر 11 ہجری بمطابق 8 جون 632ء بعمر مبارک ۶۳ سال اور ۴ دن بعد دنیائے فانی سے پردہ فرمایا۔

﴿تجہیز و تکفین﴾ آپ ﷺ کے وصال کی خبر سے وارفتگانِ نبوت میں سراسیمگی پھیل گئی، کسی کو وصال کا یقین نہیں آ رہا تھا۔ حضرت عمرؓ کی عجیب کیفیت تھی، اُنہوں نے میان سے تلوار نکال لی اور اِعلان کر دیا کہ جو شخص یہ کہے گا کہ حضور اقدس ﷺ وفات پا گئے ہیں، میں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ حضرت ابوبکرؓ صبح سویرے حضور انور ﷺ کی حالت بہتر پا کر اجازت لے کر گھر چلے گئے تھے۔ وصال کی خبر سن کر مسجد میں ہنگامہ برپا تھا، حضرت ابوبکرؓ سیدھے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے حضور ﷺ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا اور باہر آ گئے، ایسے میں اُنہوں نے بڑے صبر و تحمل اور برداشت سے کام لیا اور ایک مختصر خطبہ فرمایا:

''جو لوگ محمد ﷺ کی پرستش کرتے تھے تو بے شک آپ ﷺ نے وفات پائی اور جو لوگ خدا کی عبادت کرتے تھے تو بے شک وہ (اللہ) زندہ ہے اور کبھی نہ مرے گا۔ محمد ﷺ ایک رسول ہیں ان سے پہلے بہت سے رسول گزر چکے ہیں۔''

یہ الفاظ سن کر صحابہؓ خاموش ہو گئے، البتہ رنج و بے خودی میں سارا دن گزر گیا، تجہیز و تکفین کا کام دوسرے دن شروع ہوا حضرت علیؓ، فضل بن عباسؓ، اُسامہ بن زیدؓ اور دیگر صحابہؓ نے غسل میں حصہ لیا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے قبر کھودی نماز جنازہ اس طریقہ سے ادا کی گئی کہ دس دس آدمی باری باری حجرہ مبارک میں جاتے اور بغیر امام کے نماز ادا کرتے سب سے پہلے بنی ہاشم پھر مہاجرین اور انصار ان کے بعد دیگر مسلمان مرد و خواتین اور بچوں نے باری باری نماز جنازہ پڑھی۔ یہ سلسلہ منگل کی شام تک جاری رہا۔

Marfat.com

حضرت علی المرتضیٰؓ نے آپ حضور ﷺ کو غسل دیا دوران غسل حضرت عباسؓ، فضل بن عباسؓ آپ ﷺ کے پہلو بدلنے میں حضرت علیؓ کی مدد کرتے رہے۔قثم بن عباسؓ، اُسامہؓ اور آپ ﷺ کے غلام شقران پانی ڈالتے رہے حضرت علیؓ کے سوا باقی سب نے اپنی آنکھوں کو کپڑے سے ڈھانپ لیا تھا تا کہ جسد شریف پر نظر نہ پڑے حضور ﷺ کے کفن میں تین سوتی یمنی چادریں شامل تھیں۔ بروز بدھ آپ حضور ﷺ کو اُسی مقام پر دفن کیا گیا جہاں ملک الموت نے آپ ﷺ کی رُوح قبض کی تھی۔ حضرت عباسؓ، حضرت علیؓ، قثم و فضلؓ نے جسدِ مبارک کو قبر میں اُتارا، قبر بغلی تھی اور لحد کی اینٹیں کچی تھیں، حضرت قثمؓ سب سے آخر میں قبر مبارک سے باہر آئے۔ یہاں یہ امر خاص طور پر قابل بیان ہے کہ جس لمحہ پیغمبر اسلام محمد ﷺ نے زندگی کو وِداع کیا تو اسلامی روایات کے مطابق اُسی آن مہر نبوتؐ جو آپ حضور ﷺ کے کندھوں کے درمیان واقع تھی خود بخود محو ہو گئی۔ اللہ اکبر

Marfat.com

ازواج مطہراتؓ

احکامات قرآن ''(نبی کریم ﷺ) مومنوں کی جانوں سے بھی زیادہ قریب ہیں اور آپ (ﷺ) کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں اور قریبی رشتہ دار ایک دوسرے کے زیادہ حق دار ہیں، کتاب اللہ کی رو سے آپ مومنو اور مہاجرین سے مگر یہ کہ تم کرنا چاہو اپنے دوستوں سے کوئی بھلائی (تو اس کی اجازت ہے) یہ (حکم) کتاب (الٰہی) میں لکھا ہوا ہے''

(سورۃ احزاب:٦)

آیت طیبہ کے معنی اور مفہوم بہت وسیع ہیں، یہاں نفس مضمون کے حوالہ سے مختصراً عرض ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کی اللہ تعالیٰ نے عزت افزائی فرمائی کہ وہ مسلمانوں کی مائیں ہیں اس تعلق کے باعث ہر مسلمان کا یہ فرض ہے کہ ازواج مطہراتؓ کا اُسی طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ احترام کرے جس طرح اپنی ماں کا احترام کرتا ہے۔ ازواج مطہراتؓ کا احترام مسلمانوں پر اللہ نے اپنے اس حکم کے ذریعے ان پر عائد فرما دیا۔

''(اے نبی مکرم ﷺ!) آپ فرما دیجئے اپنی بیبیوں کو کہ اگر تم دنیاوی زندگی اور اس کی آرائش (وآسائش) کی خواہاں ہو تو آؤ تمہیں مال ومتاع دے دوں اور پھر تمہیں رُخصت دوں بڑی خوبصورتی کے ساتھ۔''

(الاحزاب:٢٨)

''اور اگر تم چاہتی ہو اللہ اور اس کے رسول کو اور دار آخرت کو تو بے شک اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے جو تم میں سے نیکوکار ہیں اجر عظیم'' (آیت نمبر٢٩)

''اے نبی (ﷺ) کی بیبیو! جس کسی نے تم میں سے کھلی ہوئی بے ہودگی کی تو اس کے لیے عذاب کو دو چند کر دیا جائے گا اور ایسا کرنا اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے (آیت:٣٠)

''اور جو تم سے فرمانبردار بنی رہی اللہ کی اور اس کے رسولؐ کی اور نیک عمل کرتی رہی تو ہم اس کو اس کا اجر بھی دو چند دیں گے اور ہم نے اس کے لیے عزت والی روزی تیار کر رکھی ہے۔'' (آیت:٣١)

''اے نبی کی ازواج (مطہرات) تم نہیں ہو دوسری عورتوں میں سے کسی عورت کی مانند اگر تم پرہیزگاری اختیار

Marfat.com

کرو، پس ایسی نرمی سے بات نہ کرو کہ طمع کرنے لگے وہ (بے حیاء) جس کے دل میں روگ ہے اور گفتگو کرو باوقار انداز سے کرو۔ (آیت:۳۲)

''اور ٹھہری رہو اپنے گھروں میں اور اپنی آرائش کی نمائش نہ کرو جیسے سابق دور میں رواج تھا اور نماز قائم کرو اور زکوٰۃ دیا کرو اور اطاعت کیا کرو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی، اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ تم سے دُور کر دے پلیدی کو اے نبیؐ کے گھر والو! اور تم کو پوری طرح پاک صاف کر دے۔ (آیت:۳۳)

''اے نبی (مکرم ﷺ) ہم نے حلال کر دی ہیں آپ ﷺ کی ازواج جن کے مہر آپؐ نے ادا کر دیئے ہیں اور آپ کی کنیزیں جو اللہ نے بطور غنیمت آپ کو عطا کی ہیں۔ اور آپ کے چچا کی بیٹیاں اور آپ کی پھوپھیوں کی بیٹیاں اور آپ کے ماموؤں کی بیٹیاں اور آپ کی خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے ہجرت کی آپ ﷺ کے ساتھ اور مومن عورت اگر وہ اپنی جان نبیؐ کے نذر کر دے، اگر نبی (ﷺ) اس سے نکاح کرنا چاہیں یہ (اجازت) صرف آپ ﷺ کے لیے ہے۔ دوسرے مومنوں کے لیے نہیں، ہمیں خوب علم ہے جو ہم نے مقرر کیا ہے، مسلمانوں پر ان کی بیویوں اور کنیزوں کے بارے میں تاکہ آپ (ﷺ) پر کسی قسم کی تنگی نہ ہو اور اللہ تعالیٰ بہت بخشنے والا اور ہمیشہ رحم فرمانے والا ہے''

پھر فرمایا: ''(آپ ﷺ کو اختیار ہے) دور کریں جس کو چاہیں اور اپنی ازواج سے اور اپنے پاس رکھیں جس کو چاہیں اور اگر آپ (دوبارہ) طلب کریں جن کو آپ نے علیحدہ کر دیا تھا۔ تب بھی آپ پر کوئی مذائقہ نہیں اس (رخصت) سے پوری توقع ہے کہ ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں گی، جو کچھ آپ اُنہیں عطاء فرمائیں گے۔ اور لوگو اللہ جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے۔ اور اللہ تعالیٰ سب کو جاننے والا اور بڑا بردبار ہے'' (سورۃ احزاب:۵۱،۵۰)

''اور اگر تم ڈرو کہ نہ انصاف کر سکو گے تم یتیم بچوں کے معاملہ (تو اُن سے نکاح نہ کرو) اور نکاح کرو جو پسند آئیں تمہیں (اُن کے علاوہ دوسری) عورتوں سے دو دو، تین تین اور چار چار اور اگر تمہیں یہ اندیشہ ہو کہ اُن سے عدل نہیں کر سکو گے تو پھر ایک ہی یا کنیزیں جن کے مالک ہوں تمہارے دائیں ہاتھ یہ زیادہ قریب ہے اس کے کہ تم ایک طرف ہی نہ جھک پاؤ۔'' (سورۃ النساء:۳)

''اور بے شک ہم نے بھیجے کئی رسول آپ (ﷺ) سے پہلے اور بنائیں ان کے لیے بیویاں اور اولاد اور نہیں ممکن کسی رسول کے لیے کہ وہ لے آئے کوئی نشانی اللہ تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر میعاد کے لیے ایک نوشتہ ہے

(سورۃ الرعد:۳۸)

﴾ازواج مطہراتؓ اور اولاد پاک﴿ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کی تعداد بعض نے ۱۱، اور بعض نے ۱۳ بتائی ہے جن میں سے سات کا تعلق قبیلہ قریش سے اور چار کا تعلق عربیات غیر قریش سے ہے جبکہ حضرت صفیہؓ کا تعلق بنی اسرائیل سے تھا۔ قبیلہ قریش سے حضرت خدیجہؓ، حضرت سودہؓ، حضرت عائشہ صدیقہؓ، حضرت حفصہؓ، حضرت اُم سلمہؓ اور حضرت اُم حبیبہؓ ہیں۔ حضرت زینبؓ بنت جحش، حضرت زینبؓ بنت خزیمہ، حضرت میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ اور حضرت

Marfat.com

جویریہؓ خزاء مصطلقہ غیر قریش ہیں۔

﴿حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا﴾ حضرت خدیجہؓ مکہ میں 556ء میں پیدا ہوئیں۔اُن کے والد کا نام خویلد بن اسد اور والدہ فاطمہ بنت زاہدہ جبکہ چچا عمرو بن اسد تھے۔اُن کا سلسلہ نسب آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے: خدیجہ بنت خویلد بن اسد بن عبدالعزیٰ بن قصی بن کلاب بن مرہ بن کعب بن لوئی پر پہنچ کر سیّدہ خدیجہؓ کا نسب حضور نبی پاک ﷺ سے جاملتا ہے۔

حضرت خدیجہؓ کی پہلی شادی ابو ہالہ بن زرارہ تمیمی سے ہوئی جن سے دولڑکے ہند اور ہالہ پیدا ہوئے، یہ دونوں ہی صحابیؓ تھے ابو ہالہ کے انتقال کے بعد ان کی دوسری شادی عتیق بن عایذ مخزومی سے ہوئی جن سے ایک لڑکی پیدا ہوئی اُس کا نام ہند تھا وہ اسلام لائیں اُن کی شادی اُن کے چچیرے بھائی صیفی بن اُمیہ بن عایذ مخزومی سے ہوئی ان سے ایک لڑکا محمد بن صیفی پیدا ہوا۔ چنانچہ اُن کی اولاد کو حضرت خدیجہؓ کی نسبت سے بنو طاہرہ کہا گیا۔

﴿رہائش گاہ﴾ عتیق کی وفات کے بعد حضرت خدیجہؓ دوسری بار بیوہ ہوگئیں خاتون خانہ ہونے کے باوجود پیشہ تجارت میں نمایاں مقام رکھتی تھیں حضرت خدیجہؓ جس گھر میں رہتی تھیں وہ ایک ایسے علاقہ میں واقع تھا جہاں زیورات کی دکانیں یعنی بازار صرافہ تھا حضور نبی کریم ﷺ کی ساری اولاد حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن سے اسی مکان میں پیدا ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ نے اسی مکان میں وفات پائی۔ یہ مکان سڑک سے نشیب میں واقع تھا، چند سیڑھیاں اُتر کر ایک تنگ راستہ جاتا تھا ایک چھوٹا سا کمرہ جو تقریباً ۱۵ فٹ لمبا ۹ فٹ چوڑا تھا یہاں جدید تعمیراتی منصوبے سے قبل قرآن مجید کی تعلیم دی جاتی تھی۔اس کمرے کے دائیں جانب دو سیڑھیاں چڑھ کر ایک دروازہ تھا جس کے آگے ایک تنگ راستہ ہوتا تھا، جس میں تین دروازے تھے بائیں جانب والا کمرہ صرف ساڑھے چار فٹ لمبا تھا جہاں نبی کریم ﷺ عبادت فرمایا کرتے تھے۔اسی کمرے کے اندر دائیں طرف ایک گہری جگہ تھی کہا گیا کہ یہاں نبی کریم ﷺ وضو فرمایا کرتے تھے۔اسی تنگ جگہ کے سامنے ایک اور کمرہ تھا جس کی لمبائی تقریباً ۲۰ فٹ اور چوڑائی ۱۴ فٹ کے لگ بھگ تھی یہاں نبی کریم ﷺ اپنے اہل خانہ کے ساتھ قیام فرمایا کرتے تھے۔ دائیں جانب والے کمرے کی لمبائی ۲۴ فٹ اور چوڑائی تقریباً ۱۲، ۱۴ فٹ تھی اس کمرے میں لکڑی کا ایک چھوٹا سا چبوترہ بنا ہوا تھا جس کے متعلق کہا گیا کہ یہ سیّدہ فاطمہؓ کی جائے پیدائش تھی۔اس کمرے میں مشرقی دیوار کے ساتھ حضرت فاطمہؓ کی چکی کا ایک پاٹ رکھا ہوا تھا۔اس کمرے کے طول کے ساتھ ساتھ جانب شمال ایک کھلی جگہ تھی جو تقریباً ۱۶ گز لمبی اور ۷ گز چوڑی تھی۔جس کی اُونچائی تقریباً چار پانچ فٹ تھی اس مقام کے متعلق خیال کیا گیا کہ یہاں سامان تجارت رکھا جاتا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے بوقت ہجرت یہ مکان اپنے چچازاد بھائی عقیل بن ابو طالب کو ہبہ کردیا تھا، پھر حضرت امیر معاویہؓ نے حضرت عقیلؓ سے یہ مکان خرید کر یہاں مسجد بنوادی مسجد کا ایک دروازہ امیر معاویہؓ کے رہائشی مکان کی طرف بھی کھلتا تھا۔اس مسجد میں ۱۳۶۸ھ تک حفظ قرآن کا مدرسہ قائم رہا اب یہ جگہ حرم پاک کے بیرونی صحن میں شامل کرلی گئی ہے۔

Marfat.com

ابن اسحاق کا بیان ہے کہ قبیلہ قریش پورے کا پورا تجارت پیشہ تھا حضرت خدیجہؓ بنت خویلد ایک معزز، مالدار، تاجر خاتون تھیں لوگوں کو اپنا مال تجارت دیتیں اور مضاربت کے اصول پر ایک حصہ طے کرلیتیں، جب اُنہیں رسول اللہ ﷺ کی راست گوئی، امانت اور مکارم اخلاق کا علم ہوا تو اُنہوں نے ایک پیغام کے ذریعے پیش کش کی کہ آپ ﷺ اُن کا مال تجارت ان کے غلام کو لے کر جس کا نام میسرہ تھا ملک شام تشریف لے جائیں۔ اور یہ کہ دوسرے تاجروں کو جو کچھ وہ دیتیں ہیں ان سے بہتر اُجرت آپ ﷺ کو دیں گی۔ آپ ﷺ نے یہ پیش کش قبول فرمائی اور ان کا مال اور ان کے غلام کو ساتھ لے کر ملک شام روانہ ہوئے۔

﴿حضرت خدیجہؓ سے شادی﴾ آپ حضور ﷺ ملک شام سے واپس تشریف لائے تو حضرت خدیجہؓ نے اپنے مال تجارت میں ایسی امانت اور برکت دیکھی جو پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ اُن کے غلام میسرہ نے آپ ﷺ کے شیریں اخلاق، بلند پایہ کردار، موزوں انداز فکر، راست گوئی اور امانت دارانہ طور طریقوں سے متعلق اپنے مشاہدات اپنی مالکہ کی خدمت میں عرض کیے تو حضرت خدیجہؓ کو گوہر مطلوب حاصل ہوگیا۔ چونکہ آپؓ بیوہ تھیں اس لیے بڑے بڑے سردار اور رئیس اُن سے شادی کے خواہاں تھے۔ لیکن اُنہوں نے کسی کا پیغام منظور نہ کیا تھا اب اُنہوں نے اپنی دل کی بات اپنی سہیلی نفیسہ بنت عتبہ سے کہی نفیسہ نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر شادی کا پیغام عرض کیا۔ آپ محمد ﷺ راضی ہوگئے، جس کی اطلاع آپ ﷺ نے اپنے چچاؤں کو دی اُنہوں نے بھی یہ رشتہ قبول کیا۔ تاریخ معین پر حضرت ابوطالب اور امیر حمزہؓ و دیگر روسائے خاندان حضرت خدیجہؓ کے مکان پر پہنچے اُن کے چچا عمرو بن اسد اور بعض کے مطابق اُن کے بھائی عمرو بن خویلد نے اُن کا نکاح کر دیا۔ شادی کے وقت حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال اور آپ ﷺ کی عمر مبارک ۲۵ سال تھی۔

حضرت ابوطالب نے نکاح کا خطبہ پڑھا اور ۵۰۰ درہم مہر قرار پایا عالمی شہرت یافتہ کتاب بعنوان ''الرحیق المختوم'' کے مطابق نبی کریم ﷺ نے حق مہر میں حضرت خدیجہؓ کو ۲۰ اُونٹ دیئے یہ شادی 596ء میں ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ نے ۲۵ سال کا طویل عرصہ آپ ﷺ کی خدمت میں گزارا، اس عرصہ ربع صدی میں حضور نبی کریم ﷺ نے دوسری شادی نہیں کی۔ اُنہوں نے مال وزر سے نبی کریم ﷺ کی بڑی خدمت کی، وہ عالم اسلام کی خاتون اوّل ہیں، جنہوں نے عورتوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کیا۔ حضرت خدیجہؓ آپ حضور ﷺ کے لیے غار حرا میں کھانا لے کر جایا کرتی تھیں، ایک روز جبرائیل علیہ السلام نے آپ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ جب حضرت خدیجہؓ آئیں تو آپ ﷺ اُن کو اُن کے ربّ کی طرف سے سلام پہنچا دیں اور میری طرف سے بھی اور بہشت میں اُن کے لیے موتیوں سے بنے محل کی بشارت دیں۔

رسول کریم ﷺ حضرت خدیجہؓ کی صلاحیتوں کے معترف تھے، وہ آپ ﷺ کی سچی مشیر تھیں اور خدمتگار بھی۔ آپ ﷺ اُن کے غلام زیدؓ بن حارثہ سے بہت محبت فرماتے تھے اس لیے حضرت خدیجہؓ نے زیدؓ کو آزاد کر کے حضور

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کی خدمت میں دے دیا تھا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ''گو میں نے حضرت خدیجہؓ کو نہیں دیکھا لیکن مجھے جس قدر رشک اُن پر آتا ہے کسی اور پر نہیں حضرت خدیجہؓ کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے: ''عالم میں افضل ترین مریمؑ اور خدیجہؓ ہیں۔ (بخاری ومسلم شریف)

﴿اولاد پاک﴾ حضرت خدیجہؓ سے حضور نبی کریم ﷺ کی ساری اولاد ماسوائے حضرت ابراہیمؓ کے پیدا ہوئی۔ حضرت قاسمؓ بعثت سے پہلے، حضرت عبداللہؓ بعثت کے بعد، حضرت زینبؓ بڑی بیٹی ہیں وہ اولاد پاک میں سب سے پہلے پیدا ہوئیں اُن کے بعد حضرت رقیہؓ پھر حضرت اُم کلثومؓ اور آخر میں حضرت فاطمہؓ پیدا ہوئیں۔ تفصیل آگے بیان کی گئی ہے

﴿وصال﴾ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ نے ۱۱ رمضان المبارک ۱۰ سال نبویؐ بمطابق 620ء میں انتقال فرمایا۔ اس وقت ان کی عمر مبارک ۶۵ برس تھی۔ اُنہیں کوہ حجون میں دفن کیا گیا۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کی میت کو خود قبر میں اُتارا، لیکن نماز جنازہ نہ پڑھی گئی کیونکہ نماز جنازہ ۳ ہجری میں فرض ہوئی۔

﴿حضرت سودہؓ بنت زمعہ﴾ ان کا سلسلہ نسب لوئی بن کعب میں آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے ان کا پہلا نکاح سکران بن عمرو بن عبدشمس سے ہوا جو رشتہ میں اُن کے والد کے چچیرے بھائی تھے۔ ان دونوں نے 616ء میں حبشہ کی جانب ہجرت کی وہ دونوں ہی قدیم الاسلام تھے کہا جاتا ہے کہ حبشہ سے واپسی پر سکران نے مکہ میں آ کر انتقال کیا۔ اس کے بعد جب حضرت سودہؓ کی عدت ختم ہوئی تو حضور نبی کریم ﷺ سے خولہ بنت حکیم نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ آپ نکاح کر لیجئے، فرمایا کس سے؟ خولہ نے کہا، سودہ بنت زمعہ سے آپ ﷺ نے خواستگاری کی اجازت دے دی۔ خولہ حضرت سودہؓ کے پاس گئیں پوچھا کیسے آنا ہوا، عرض کی کہ آپ کے پاس حضور نبی کریم ﷺ نے خواستگاری کے لیے بھیجا ہے حضرت سودہؓ نے خواستگاری منظور کر لی لیکن کہا کہ میرے باپ سے بھی دریافت کر لیا جائے۔ پھر خولہ اُن کے والد زمعہ کے پاس گئیں اور واقعہ بیان کیا۔ اُنہوں نے کہا کہ سودہؓ سے بھی پوچھ لو، اس پر خولہ نے زمعہ کو بتایا کہ وہ راضی ہیں تو زمعہ نے نکاح کی اجازت دے دی۔ ماہ شوال ۱۰ سال نبویؐ بمطابق 620ء میں حضرت سودہؓ کا نکاح حضور نبی کریم ﷺ سے ہو گیا تو گھر دلہن بن کر آ ئیں۔ حضرت سودہؓ کے بھائی عبداللہ اس رشتہ سے خوش نہ تھا، نکاح کا سُن کر اس نے سر پر خاک ڈال لی، لیکن جب بعد میں وہ اسلام لائے تو اُن کو اپنے اس فعل پر افسوس ہوا کرتا تھا۔ حضرت سودہؓ ایک فیاض خاتون تھیں، حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ وقت نے ایک بار اُنہیں درہموں کی بھری تھیلی بھیجی آپؓ نے درآمدگان سے پوچھا کہ یہ کیا لائے ہو؟ اُنہوں نے عرض کی کہ اس تھیلی میں درہم ہیں یہ سن کر حضرت سودہؓ نے فرمایا: ''درہم بھی کھجوروں کی طرح تھیلی میں بھیجے جاتے ہیں۔'' پھر یہ سارے درہم خیرات فرما دیئے۔ حضرت سودہؓ سے کتب متداولہ میں پانچ حدیثیں مروی ہیں، اُن میں سے ایک بخاری شریف میں ہے

﴿وصال﴾ حضرت سودہؓ کے اِنتقال کے بارے درست معلومات حاصل نہ ہیں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور یحییٰ بن

Marfat.com

عبدالرحمٰن بن اسعد بن زرارہ سے روایت کی ہے کہ اُنہوں نے خلافت فاروقی کے آخر میں انتقال فرمایا بعض نے ان کی وفات کا سال ۵۴، ۵۵ ہجری بتایا۔ حضرت عمر فاروقؓ کا عہد حکومت ۱۳ تا ۲۳ ہجری ہے، ۵۴، ۵۵ ہجری کا زمانہ امیر معاویہؓ کی حکمرانی کا دور تھا۔ دیگر حقائق دستیاب شدہ کے مطابق حضرت سودہؓ کا انتقال 664ء میں ہوا سن ہجری ۴۳، ۴۴ تھا اور وہ دور بھی امیر معاویہؓ ہی کی حکومت کا تھا۔ واللہ اعلم بالصواب

﴿حضرت عائشہؓ بنت ابوبکرؓ﴾ اُن کا شجرہ نسب مرہ بن کعب میں آنحضور ﷺ سے ملتا ہے وہ مکہ میں 614ء میں پیدا ہوئیں، ابھی آپ کی عمر چھ برس ہی ہوئی تھی خولہ بنت حکیم نے رسول اللہ ﷺ کی اجازت سے اُم رومان والدہ حضرت عائشہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور نکاح کا پیغام سنایا اُنہوں نے تو رضا مندی ظاہر کر دی لیکن جب حضرت ابوبکر صدیقؓ گھر آئے تو انہیں آمدہ پیغام سے آگاہ کیا حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا کہ عائشہؓ تو رسول اللہ ﷺ کے بھائی کی بیٹی ہے، یہ اعتراض کہ بھائی کی بیٹی سے نکاح جائز ہوگا اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے کہلا بھیجا کہ اسلام میں میرے بھائی ہو اور میں تمہارا بھائی ہوں، یہ نکاح جائز ہے یہ سن کر حضرت ابوبکرؓ نے اُم رومان سے کہا کہ مطعم بن عدی اپنے پوتے کے لیے خواستگاری کر چکا ہے اور تمہیں یہ بھی معلوم ہے کہ ابوبکرؓ نے کبھی وعدہ خلافی نہیں کی، پھر وہ مطعم کے پاس گئے اور اس بات کا تذکرہ کیا مطعم نے اپنی بیوی سے مشورہ کیا تو مطعم اور اس کی بیوی نے ابوبکرؓ سے کہا کہ اب اگر ایسی صورت میں ہم اپنے پوتے کا نکاح کر بھی دیں تو تم اس کو اپنے دین میں داخل کر لو گے جو ہمیں گوارا نہیں یہ جواب سن کر حضرت ابوبکرؓ چلے آئے اور خولہ کے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں کہلا بھیجا کہ نکاح کے لیے تشریف لے آئیں چنانچہ آنحضرت ﷺ ماہ شوال ۱۰ سال نبویؐ بمطابق 620ء کو حضرت ابوبکرؓ کے گھر تشریف لے گئے۔ وہاں آپ حضور ﷺ کے نکاح کی رسومات سرانجام پائیں۔

﴿حضرت عائشہؓ کا مقام﴾ حضرت عائشہؓ وہ خوش قسمت ترین خاتون ہیں جن کو اُم المؤمنین کا شرف حاصل ہے ازواج مطہرات میں ممتاز حیثیت حاصل رہی۔ شادی سے قبل حضور نبی کریم ﷺ نے خواب میں دیکھا کہ ایک فرشتہ ریشم کے کپڑے میں کوئی چیز لپیٹ کر آپ ﷺ کی خدمت میں پیش کر رہا ہے پوچھا کیا ہے؟ عرض کی کہ آپ ﷺ کی بیوی، آپ ﷺ نے کپڑا کھول کر دیکھا تو حضرت عائشہؓ کی شبیہ تھی۔

اُم المؤمنین خود فرماتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے ۹ باتیں ایسی عطا فرمائیں جو دنیا میں میرے سوا کسی عورت کو عطا نہیں ہوئیں۔

☆......خواب میں فرشتے نے میری تصویر پیش کی

☆......جب میری عمر ۶، ۷ برس تھی تو آپ ﷺ نے مجھ سے نکاح کیا۔

☆......۹، ۱۰ سال کی عمر میں میری رُخصتی ہوئی۔

☆......میرے سوا آپ ﷺ کی خدمت میں کوئی کنواری بیوی نہ تھی۔

Marfat.com

☆......حضور نبی کریم ﷺ جب میرے پاس ہوتے تب بھی وحی نازل ہوا کرتی۔

☆......میں حضور ﷺ کی محبوب ترین بیویوں میں سے تھی۔

☆......میری شان میں قرآنی آیات نازل ہوئیں۔

☆......میں نے حضرت جبرائیلؑ کو اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھا۔

☆......آپ حضور ﷺ نے میری گود میں سر مبارک رکھے ہوئے وصال فرمایا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو حضرت عائشہؓ سے بہت محبت تھی، ایک مرتبہ حضرت عمروؓ ابن عاص نے حضور ﷺ سے عرض کہ آپ ﷺ دنیا میں سب سے زیادہ کس کو محبوب رکھتے ہیں؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عائشہؓ کو'' عرض کیا، اے اللہ کے رسول ﷺ مردوں کی نسبت سوال ہے، فرمایا کہ ''عائشہؓ کے والد عبداللہ بن عثمان بن ابوقحافہؓ کو

(بخاری شریف)

آپ کا نام عائشہؓ، لقب صدیقہ اور حمیرا، خطاب اُم المومنین اور کنیت اُم عبداللہ ہے۔ چونکہ آپؓ صاحب اولاد نہ تھیں اس لیے آپؓ نے اپنی بہن کے صاحبزادے یعنی اپنے بھانجے عبداللہ بن زبیرؓ کے نام پر حضور نبی کریم ﷺ کے ارشاد کے مطابق اپنی کنیت اُم عبداللہ اختیار فرمائی تھی۔ (ابوداؤد، کتاب الادب)

سید سلیمان ندوی نے حضرت عائشہؓ کے متعلق تحریر فرمایا کہ وہ بچپن ہی سے بڑی ذہین تھیں، بچپن کی ایک ایک بات یاد تھی لڑکپن کے دوران اگر کوئی آیت کانوں میں پڑ جاتی تو وہ یاد رکھتیں۔ حضرت موسیٰ بن طلحہؒ نے ذکر کیا کہ میں نے حضرت عائشہؓ سے زیادہ کسی کو فصیح نہیں پایا۔ وہ عاملہ فصیح تھیں اسی طرح حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ نے بیان کیا کہ صحابہ کرامؓ کو اگر کوئی مشکل مسئلہ نہیں آیا کہ جس کا حل اُنہوں نے حضرت عائشہؓ کے پاس سے نہ پایا ہو۔

محمود بن لبید نے بیان کیا کہ ازواج مطہراتؓ کو بہت سی حدیثیں یاد تھیں مگر حضرت عائشہؓ و حضرت اُم سلمہؓ سب میں ممتاز تھیں۔ خلفائے راشدینؓ دوئم و سوئم کے عہد میں حضرت عائشہؓ فتویٰ دیا کرتی تھیں اور دونوں خلیفہ اپنے قاصد بھیج کر حدیثیں پوچھا کرتے تھے۔ حضرت عائشہؓ کثیرۃ الحدیث تھیں اُن سے ۲۲۱۰ حدیثیں مروی ہیں۔ جن میں ۱۷۴ پر شیخین کا اتفاق ہے ۵۴ امام بخاری اور ۶۸ میں امام مسلم منفرد ہیں۔ حضرت عائشہؓ حافظہ قرآن بھی تھیں۔

حضرت اُم درداءؓ نے بیان کیا کہ حضرت عائشہؓ روزے سے تھیں، اُن کے پاس ایک لاکھ درہم آئے تو اُنہوں نے وہ سب خیرات کر دیئے۔ میں نے اُن سے کہا کہ آپؓ ایسا نہ کرسکتی تھیں کہ ایک درہم بچا لیتیں جس سے گوشت خرید کر روزہ افطار کر لیتی، یہ سن کر حضرت عائشہؓ نے جواب دیا کہ اگر تو مجھے یاد دلاتی تو میں ایسا ہی کر لیتی

﴿وصال﴾ حضرت عائشہؓ نے ۶۷ سال کی عمر میں ۱۷ رمضان المبارک ۵۷ ہجری بمطابق 681ء میں وفات پائی۔ حسب وصیت رات کے اوقات میں جنت البقیع میں دفن کی گئیں۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف جو اس وقت مدینہ کے گورنر تھے، اُنہوں نے نماز جنازہ پڑھائی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا تقرر بطور گورنر مروان بن الحکم کی طرف سے ہوا

Marfat.com

تھا۔حضرت عائشہؓ نے بطور قاضی، جج اور بطور مفتی بھی کام کیا۔

حضرت حفصہؓ بنت عمر فاروقؓ حضرت حفصہؓ حضرت عمرؓ کی صاحبزادی تھیں، مکہ میں 605ء میں پیدا ہوئیں، قریش نے اس سال تعمیر کعبہ کا کام شروع کیا ہوا تھا۔ان کا پہلا نکاح خنیس بن حذافہ سہمی سے ہوا۔دونوں نے ہجرت کی، حضرت خنیس غزوہ بدر میں شریک ہو کر زخمی ہوئے، اُنہوں نے ۲ ہجری میں وفات پائی۔خنیس کی وفات نے حضرت عمرؓ کو فکر میں ڈال دیا۔حضرت رقیہؓ بنت محمد ﷺ نے بدر کے دن وفات پائی، ایسے حالات میں حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ سے کہا کہ اگر تم چاہو تو میں اپنی بیٹی حفصہؓ کا نکاح تمہارے ساتھ کر دیتا ہوں۔اُنہوں نے جواب میں کہا کہ میں اس معاملہ پر غور کروں گا۔چند دن بعد حضرت عثمانؓ نے حضرت عمرؓ سے کہہ دیا کہ فی الحال اُن کا کوئی اِرادہ نہیں۔حضرت عمرؓ نے اس بات کا ذکر حضرت ابوبکرؓ سے کیا تو وہ خاموش ہو گئے اور کوئی بات نہ کی، جس کا حضرت عمرؓ نے برا منایا اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے خواستگاری کی تو عمرؓ نے منظور کر لی اور ماہ شعبان ۳ ہجری بمطابق 624ء میں نکاح ہو گیا۔

نکاح کے بعد حضرت ابوبکرؓ نے اپنی خاموشی کا سبب واضح کیا کہ مجھے معلوم تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے اُن سے حفصہؓ کا ذکر کیا تھا اور میں حضور ﷺ کا راز افشاء کرنا نہ چاہتا تھا۔اگر حضور ﷺ آپؓ کی بیٹی سے نکاح نہ کرتے تو میں قبول کر لیتا۔حضرت حفصہؓ سے ۶۰ حدیثیں مروی ہیں اُن میں سے پانچ بخاری شریف میں ہیں حضرت حفصہؓ سے بھی کوئی اولاد نہ ہوئی۔

وصال حضرت حفصہؓ نے ۶۰ سال سے زیادہ عمر پائی ان کا انتقال شعبان ۴۵ ہجری بمطابق 666ء میں ہوا اُن کی وفات کے وقت حضرت امیر معاویہؓ حکمران تھے، گورنر مدینہ نے اُن کی نماز جنازہ پڑھائی اور بنوحزم کے گھر سے مغیرہ کے گھر تک کندھا دیا جانا بیان ہوا، پھر مغیرہ کے گھر سے قبر تک حضرت ابوہریرہؓ نے یہ شرف حاصل کیا۔

حضرت زینبؓ بنت جحش اسدی حضرت زینبؓ مکہ میں 591ء میں پیدا ہوئیں۔آپؓ کا پہلا نکاح حضرت زیدؓ بن حارثہ سے ہوا۔حضرت زیدؓ کا تعلق قبیلہ قضاء سے تھا، بچپن میں گرفتار ہو کر مکہ آئے تو حضرت خدیجہؓ نے انہیں بطور غلام خرید لیا اور پھر رسول اللہ ﷺ کے حوالے کر دیا۔حضور نبی کریم ﷺ نے نبوت سے پہلے اُنہیں آزاد کر کے متبنیٰ بنا لیا، لوگوں نے اُنہیں زید بن محمد کہنا شروع کر دیا۔وہ قدیم الاسلام تھے جو آزاد کردہ غلاموں میں سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔حضور نبی کریم ﷺ ان سے خاص امور میں کام لیتے، یہاں تک کہ لشکر اسلام کی قیادت کا منصب بھی انہیں سونپ دیا کرتے۔اسی وجہ سے حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت زیدؓ کا نکاح اپنی پھوپھی اُمیمہ بنت عبدالمطلب کی صاحبزادی زینبؓ بنت جحش سے کر دینا چاہا تو حضرت زینبؓ اور اس کے بھائی راضی نہ ہوئے۔اس مرحلہ پر سورۃ احزاب کی آیات ۳۶ تا ۴۰ نازل ہوئیں، جن کا ترجمہ ہے:

"اور (گنجائش) نہیں ہے کسی مومن مرد اور نہ کسی مومن عورت کے لیے کہ جب فیصلہ کر دیں اللہ اور اس کے رسول کسی کام کا کہ اُن کے لیے اُن کے کام میں کوئی اختیار باقی ہو۔"

Marfat.com

''اور جو نافرمانی کرے گا اللہ اور اس کے رسولؐ کی تو البتہ وہ صریح گمراہی میں جا پڑا اور یاد کرو جب اُس شخص (زید بن حارثہ) کو فرماتے تھے جس پر اللہ نے انعام کیا اور آپ ﷺ نے (بھی) اُس پر انعام کیا۔ کہ اپنی بیوی زینبؓ کو اپنے پاس روکے رکھ اور اللہ سے ڈر اور آپ ﷺ چھپاتے تھے اپنے دل میں وہ بات جسے اللہ تعالیٰ ظاہر کرنے والا تھا۔ اور آپ ﷺ لوگوں کے طعنے سے ڈرتے تھے اور اللہ زیادہ حقدار ہے کہ تم اُس سے ڈرو۔۔۔''

پھر جب زید نے اُس (زینب) سے اپنی حاجت پوری کر لی (طلاق دے دی) تو ہم نے اُسے (زینب) آپ ﷺ کے نکاح میں دے دیا تاکہ مومنوں پر کوئی تنگی نہ رہے، اپنے لے پالکوں کی بیویوں (نکاح کرنے میں) جب وہ اُن سے اپنی حاجت پوری کر لیں (طلاق دے دیں) اور اللہ کا حکم پورا ہونے والا ہے'' ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں، لیکن وہ اللہ کے رسولؐ اور (سب) نبیوں پر مہر آخری نبی ہیں''

حضرت زیدؓ بے شک عربی الانسل تھے لیکن قریش نہ تھے۔ قریش کی لڑکیوں کے لیے خصوصاً اور اولادِ حضرت عبدالمطلب کے لیے اشراف کے رشتے تلاش کیے جاتے تھے۔ کچھ عرصہ بعد طبعی طور پر حضرت زینبؓ اور حضرت زیدؓ کے ازدواجی تعلقات میں کبر و تکبر کا احساس ہونے لگا اور نسلی امتیاز کی خلیج آڑے آنے لگی۔ حضرت زیدؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے حضرت زینبؓ کی شکایت کی حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا ایسی باتوں پر طلاق نہیں دیا کرتے۔ آخر حضرت زیدؓ نے حضرت زینبؓ کو طلاق دے ہی دی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے عدت پوری ہونے پر حضرت زیدؓ کو ہی نکاح کا پیغام دے کر بھیجا۔ حضرت زینبؓ نے پیغام سننے کے بعد جواب میں کہا کہ میں استخارہ کر لوں، تو ان حالات میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ احزاب کی آیت نازل فرمائی، جس کا ترجمہ پہلے درج کیا جا چکا ہے۔ اِس سے واضح ہو گیا کہ لے پالکوں کی بیویاں بصورت طلاق مومنوں کے لیے تنگی کا سبب نہ بنیں، مزید فرمایا گیا کہ ''محمد (ﷺ) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں لیکن خدا کے پیغمبر اور خاتم النبیین ہیں'' حضرت زینبؓ کا نکاح ذی قعدہ ۳ ہجری بمطابق 624ء میں حضور نبی کریم ﷺ سے ہو گیا اس نکاح کے بعد دشمنان اسلام نے آپ حضور نبی کریم ﷺ پر الزام تراشی شروع کر دی کہ محمد ﷺ نے اپنے بیٹے کی بیوی سے نکاح کر لیا، حالانکہ نکاح سے پہلے اس ضمن میں آیات نازل ہو چکی تھیں کہ محمد ﷺ تم میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں پس اس کے بعد حضرت زیدؓ اپنے آپ کو زیدؓ بن حارثہ کہلوانے لگے۔

حضرت زینبؓ حسن و جمال میں ممتاز اور نمایاں تھیں اس لیے وہ حضرت عائشہؓ کے ساتھ ہمسری کا دعویٰ رکھتی تھیں حضرت عائشہؓ خود فرماتی ہیں وہ میرا مقابلہ کرتی تھیں لیکن وہ راست گو اور پارسا خاتون تھیں۔ حضرت زینبؓ سے جب حضور نبی کریم ﷺ نے عائشہؓ کے متعلق دریافت فرمایا تو حضرت زینبؓ نے عرض کی ''یا رسول اللہ ﷺ! مجھ کو عائشہ میں بھلائی کے سوا کسی چیز کا علم نہیں'' ان کی اس راست گوئی سے متاثر ہو کر حضرت عائشہؓ نے حضرت زینبؓ بنت جحش کے بارے میں فرمایا ''میں نے زینبؓ سے بہتر دین میں کوئی عورت خدا سے ڈرنے والی نہیں دیکھی، زیادہ سچ بولنے والی اور

Marfat.com

زیادہ معاملہ فہم اور خیرات کرنے والی۔‘‘

﴿وصال﴾ حضرت زینبؓ کی وفات کا وقت نزدیک آیا تو اُنہوں نے فرمایا: ’’میں نے اپنا کفن تیار کر رکھا ہے حضرت عمرؓ فاروق بھی ایک کفن بھیجیں گے، دونوں میں سے ایک کو خیرات کر دینا۔‘‘ پھر اُن کی اس وصیت پر عمل کیا گیا اُنہوں نے ۲۰ ہجری 640ء میں ۵۰ برس کی عمر میں وفات پائی اُن کی نماز جنازہ حضرت عمر فاروقؓ جو اس وقت خلیفہ وقت تھے نے پڑھائی۔ اُن سے کوئی اولاد نہ تھی۔ حضرت زینبؓ سے ۱۱ حدیثیں مروی ہیں، جن میں سے دو پر بخاری اور مسلم کا اتفاق ہے ازواج مطہراتؓ نبی کریم ﷺ کے ارشادات پر پورا یقین رکھتی تھیں۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال شریف کے بعد جب ہم کسی ایک حجرے میں اکٹھی ہوتیں تو ہم دیوار پر اپنے ہاتھوں کو ناپا کرتی تھیں ہمارا خیال تھا کہ جس کا ہاتھ زیادہ لمبا ہوگا وہ...... لیکن حضرت زینبؓ جو کوتاہ قد تھیں اُنہوں نے ہم سب سے پہلے اِنتقال فرمایا اُس وقت ہماری سمجھ میں آیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک موصوف میں ہاتھ لمبے ہونے کا مطلب فیاضی کی طرف اشارہ تھا۔ حضرت زینبؓ بڑی خیرات کیا کرتی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اُن کا سالانہ وظیفہ ۱۲ ہزار درہم مقرر کیا تھا وہ یہ رقم حاجت مندوں اور غریبوں میں تقسیم فرما کر دعا مانگتی کہ خدایا! یہ عطیہ مجھے آئندہ سال نہ ملے خلیفہ کو اُن کی اس خواہش کا علم ہوا تو خلیفہ وقت نے وظیفہ کی رقم میں ایک ہزار درہم کا اور اضافہ فرما دیا۔ حضرت زینبؓ کا لقب ’’اُم المساکین‘‘ تھا۔

﴿حضرت زینبؓ بنت خزیمہ ہلالیہ﴾ آپؓ 595ء میں پیدا ہوئیں پہلا نکاح عبداللہؓ بن جحش سے ہوا وہ جنگ اُحد میں شہید ہوئے۔ عدت گزرنے کے بعد ۳ ہجری بمطابق 624ء میں حضور نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آئیں۔ دو تین مہینے آپؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گزارے۔ وہ اسی سال ۳۰ برس کی عمر میں انتقال فرما گئیں۔ ازواج مطہراتؓ میں حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور حضرت زینبؓ بنت خزیمہ اور حضرت ریحانہؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ میں وفات پائی۔

﴿حضرت ریحانہؓ بنت زید نضر﴾ آپؓ کا تعلق مدینہ کے قبیلہ بنو نضیر سے تھا۔ وہ 607ء میں پیدا ہوئیں۔ ان کا نکاح ۲۰ برس کی عمر میں حضور نبی کریم ﷺ سے 626ء بمطابق ۵ ہجری میں ہوا۔ حضرت ریحانہؓ نے ۹ ہجری بمطابق 631ء میں وفات پائی۔ اُن کی عمر ۲۴ سال تھی۔

﴿حضرت اُم سلمہؓ بنت ابی اُمیہ﴾ ان کا اصل نام ہندہ اور کنیت اُم سلمہ ہے باپ کا نام حذیفہ جبکہ بعض نے اُن کا نام سہیل لکھا ماں کا نام عاتکہ بنت عامر کنانیہ تھا۔ اُن کی پیدائش 599ء میں ہوئی۔ پہلا نکاح اپنے چچازاد ابوسلمہ (عبداللہ) بن عبدالاسد بن مغیرہ سے ہوا۔ ابوسلمہؓ اور اُم سلمہؓ قدیم الاسلام تھے اُنہوں نے حبشہ کی طرف ہجرت کی اُن کے بیٹے حبشہ ہی میں پیدا ہوئے تھے۔ وہ مکہ آئے پھر مکہ سے مدینہ ہجرت کی اُم سلمہؓ کو یہ شرف عطا ہوا کہ عورتوں میں اُنہوں نے سب سے پہلے ہجرت فرمائی۔ قیام مدینہ میں اُن کے ہاں عمر اور درداء وزینب پیدا ہوئے۔ حضرت ابوسلمہؓ نے غزوہ بدر اور اُحد میں شرکت کی، جنگ اُحد میں زخمی ہوئے کچھ دنوں بعد زخم بھر گیا، صحت یاب ہونے کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے

Marfat.com

اُنہیں ایک سریہ میں روانہ کیا وہ ایک ماہ بعد واپس آئے تو اُحد کی جنگ والا زخم تازہ ہو گیا۔جس کی وجہ سے حضرت ابو سلمہؓ ۸ جمادی الثانی ۴ ہجری بمطابق 625ء میں وفات پا گئے۔اُن کی وفات کے وقت حضرت اُم سلمہؓ حاملہ تھیں وضع حمل کے بعد حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عمرؓ نے اُن سے خواستگاری کا اِرادہ ظاہر کیا تو حضرت اُم سلمہؓ نے اِنکار کر دیا۔پھر حضور نبی کریمﷺ نے نکاح کا پیغام ارسال فرمایا تو حضرت اُم سلمہؓ نے مرحبا کہا اور یہ پیغام دیا: ''میں سخت غیور عورت ہوں، صاحب عیال ہوں، میرے اولیاء میں سے کوئی یہاں نہیں کہ میرا نکاح کر دے اور یہ کہ میری عمر بھی زیادہ ہے''

حضور نبی کریمﷺ نے مذکورہ عذروں کا تسلی بخش جواب دیا تو ۷ ہجری بمطابق 628ء میں نکاح ہوا۔وہ بڑی ہی دانشمند خاتون تھیں جس کی مثال صلح نامہ حدیبیہ پر عملدرآمد کروانے کی وہ تجویز تھی جو اُنہوں نے حضور نبی کریمﷺ کو پیش کی تھی۔حضرت اُم سلمہؓ سے کتب متداولہ میں 378 حدیثیں مروی ہیں۔۱۳ پر بخاری و مسلم کا اتفاق ہے جبکہ تین کے ساتھ امام بخاری اور ۱۳ کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں باقی دیگر کتب میں ہیں۔

﴿وصال﴾ حضرت اُم سلمہؓ نے ازواج مطہراتؓ میں طویل ترین عمر ۸۴ سال پائی اُن کے سن وفات میں اختلاف ہے۔واقدی کا قول ہے کہ شوال ۵۹ ہجری اور ابراہیم حزلی نے ۶۲ ہجری بتائی ہے (بحوالہ صحیح مسلم) بقول ابن حبان امام حسینؓ کی شہادت کی خبر آنے کے بعد آخر 683ء میں وفات پائی۔حارث بن عبداللہ ابی ربیعہ اور عبداللہ بن صفوان حضرت اُم سلمہؓ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اُن سے اُس لشکر کی بابت پوچھا جو زمین میں دھنس جائے گا، یزید بن معاویہ نے مسلم بن عقبہ کو لشکر شام کے ساتھ مدینہ کی طرف بھیجا تھا اس سے یہ سوال کیا تھا اور ''واقعہ حرہ'' پیش آیا تھا۔جو ۶۳ ہجری میں ہوا۔جس سے ثابت ہے کہ اُم سلمہؓ ۶۳ ہجری کے اختتام سے قبل زندہ تھیں۔المختصر وہ ۶۳ ہجری بمطابق 683ء میں فوت ہوئیں۔وہ تمام ازواج مطہراتؓ کے بعد سب سے آخر میں فوت ہوئیں۔

﴿حضرت اُم حبیبہؓ﴾ آپؓ کا اصل نام رملہ اور کنیت اُم حبیبہ بنت ابی سفیان، وہ حضرت معاویہؓ کی بہن تھیں۔اُن کا پہلا نکاح عبیداللہ بن جحش سے ہوا دونوں نے اسلام قبول کر کے حبشہ کی جانب ہجرت ثانیہ کی اُن کی لڑکی حبیبہ حبشہ ہی میں پیدا ہوئی عبیداللہ نے عیسائیت قبول کر لی تھی پھر وہ حبشہ ہی میں مر گیا۔

حضور نبی کریمﷺ نے اُم حبیبہؓ کی حالت اور غربت کی وجہ سے نجاشی حاکم حبشہ کی معرفت اُنہیں نکاح کا پیغام ارسال فرمایا حضرت اُم حبیبہؓ نے نہایت خوشی سے یہ پیغام قبول کیا۔حاکم حبشہ نے ۷ ہجری بمطابق 628ء میں اُن کا نکاح حضور نبی کریمﷺ سے کروا دیا۔حضور نبی کریمﷺ کی جانب سے حق مہر شاہِ حبشہ نے خود اَدا کیا۔تمام رسومات کی ادائیگی کے بعد نجاشی نے حضرت اُم حبیبہؓ کو حضرت شرحبیل بن حسنہ کے ساتھ حضور نبی کریمﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔حضرت اُم حبیبہؓ سے ۶۵ حدیثیں مروی ہیں۔اُن میں سے ۲ پر امام بخاری و امام مسلم کا اتفاق ہے، جبکہ ایک حدیث کے ساتھ امام مسلم منفرد ہیں باقی احادیث کی دیگر کتب میں موجود ہیں۔

﴿وصال﴾ حضرت اُم حبیبہؓ (رملہ) نے ۴۴ ہجری بمطابق 664ء میں وفات پائی، اُن کو جنت البقیع میں سپرد خاک

Marfat.com

کیا گیا۔

﴿حضرت میمونہؓ بنت حارث ہلالیہ﴾ حضرت میمونہؓ کا تعلق مدینہ کے قبیلے بنونضیر سے تھا۔ وہ 611ء میں پیدا ہوئیں۔ اُن کی بہن اُم الفضل لبابہ کبریٰ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب کے نکاح میں تھیں۔ حضرت میمونہؓ کا پہلا نکاح مسعود بن عمرو بن عمیر ثقفی سے ہوا مسعود نے اُنہیں طلاق دے دی تو ابو رہم بن عبدالعزیٰ نے اُن سے شادی کرلی۔ ابورُہم کے انتقال کے بعد حضرت عباسؓ نے اُن کا نکاح مقام ''سرف'' میں حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ کردیا۔ یہ نکاح تاریخ میں غیر معمولی حیثیت کا حامل ہوگیا، کیونکہ نکاح حالت احرام میں ہونا بیان کیا گیا ہے رَسم نکاح ۷ ہجری مطابق 628ء میں اَدا ہوئی۔ اُن کا انتقال بھی ''سرف'' ہی کے مقام پر 672ء میں ہوا۔ حضور نبی کریم ﷺ سے حضرت میمونہؓ کی کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اُن کا جنازہ حضرت عباسؓ نے پڑھایا۔ اُن سے ۷۶ احادیث مروی ہیں۔ جن میں سے ۷ پر امام بخاری اور امام مسلم کا اتفاق ہے۔ آپؓ کے انتقال کے بارے میں بعض نے لکھا کہ ۵۱ ہجری میں ہوا اُس صورت میں عیسوی سال 672ء ہی ہوتا ہے ایسے میں ان کی عمر بوقت وفات ۶۱ سال بنتی ہے

﴿حضرت جویریہؓ﴾ حضرت جویریہؓ 609ء میں حارث بن ابی ضرار کے گھر پیدا ہوئیں، حارث بن مصطلق قبیلے کا سردار تھا، اُس کی شادی اپنے ہی قبیلہ کے ایک شخص مسافع بن صفوان مصطلقی کی بیٹی سے ہوئی۔ وہ غزوہ مریسع میں قتل ہوا اس غزوہ میں بہت سے غلام اور لونڈیاں مسلمانوں کے ہاتھ آئے۔ یہ غزوہ ۵ ہجری بمطابق 627ء میں وقوع پذیر ہوا اسیر خواتین میں حضرت جویریہؓ بھی شامل تھیں، وہ حضرت ثابتؓ بن قیس بن شماس انصاری کے حصہ میں آئیں۔ یہ بات حضرت جویریہؓ کو پسند نہ آئی۔ چنانچہ اُنہوں نے حضرت ثابت سے ۹، اوقیا سونے کے عوض رہائی کا معاہدہ کرلیا۔ پھر وہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور یوں عرض گزار ہوئیں۔ ''یارسول اللہؐ! میں قبیلہ کے سردار حارث کی بیٹی ہوں، میرا نام جویریہ ہے اور یہ کہ میرا حال آپ ﷺ سے پوشیدہ نہیں، میں ثابت بن قیس بن شماس کے حصہ میں آئی ہوں، میں نے اُن سے ۹، اوقیا سونے (31.6 تولے) پر کتابت کرلی ہے۔ لیکن یہ رقم میرے مقدور سے زائد ہے، مگر میں نے آپ ﷺ کی فیاضی کی اُمید پر یہ شرط منظور کرلی، اب سوال کرنے کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی ہوں۔''

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم اس سے بہتر چیز چاہتی ہو؟'' یہ سن کر حضرت جویریہؓ نے پوچھا وہ کیا چیز ہے؟ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں تمہارا زرِ کتابت ادا کردیتا ہوں اور تم سے نکاح کرلیتا ہوں۔'' یہ سن کر حضرت جویریہؓ نے کہا مجھے منظور ہے۔ حضرت ثابتؓ بھی اس پر راضی ہوگئے۔ چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ نے ۹، اوقیا سونا ادا کردیا اور حضرت جویریہؓ کو آزاد کرکے ۷ ہجری 628ء میں اُن سے نکاح کرلیا۔ اس رشتہ کے بعد بنی مصطلق کے تمام غلاموں اور لونڈیوں کو بلا اُدائے جزیہ آزاد کردیا گیا۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ ''ہم نے کوئی ایسی عورت نہ دیکھی جو اپنی قوم کے لیے جویریہؓ سے بڑھ کر باعث برکت ہو، کیونکہ اُن کے سبب سے بنو مصطلق کے سینکڑوں گھرانے آزاد ہوگئے۔'' حضرت جویریہ کا اصل

Marfat.com

نام ''برہ'' تھا۔ جب اُن کا نکاح حضور نبی کریم ﷺ سے ہوا اُس وقت اُن کی عمر ۲۰ سال تھی۔ آپ حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کا نام بدل کر جویریہؓ رکھا تھا۔

﴿وصال﴾ حضرت جویریہؓ نے ۶۳ برس کی عمر میں وفات پائی۔ وہ ربیع الاول ۵۰ ہجری بمطابق 672ء میں دنیا سے رخصت ہوئیں۔ اُنہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔ اُن سے ۷ حدیثیں مروی ہیں، دو بخاریؒ شریف اور دو مسلم میں باقی دوسری کتب احادیث میں ہیں۔

﴿حضرت صفیہؓ اسرائیلہ﴾ حضرت صفیہ کے والد حیی بن اَخطب مدینہ کے قبیلے بنو نضیر کے سردار تھے وہ مدینہ میں 611ء میں پیدا ہوئیں اُن کی والدہ کا نام ضرّہ تھا اُن کا تعلق بنو قریظہ سے تھا، وہ قبیلہ کے سردار سموئل کی بیٹی تھیں۔ حضرت صفیہؓ کی پہلی شادی سلام بن مشکم قریظی سے ہوئی، طلاق کے بعد دوسری شادی کنانہ بن ابی الحقیق سے ہوئی۔ اِسلامی لشکر نے 629ء میں خیبر کی جنگ لڑی، بنو ابی الحقیق کا قلعہ فتح ہوا اور کنانہ اس جنگ میں قتل ہوا حضرت صفیہؓ کے باپ اور بھائی بھی مارے گئے اور خود گرفتار ہوئیں تو سب جنگی قیدیوں کو ایک مقام پر لایا گیا، قیدیوں میں خواتین کی کثیر تعداد تھی۔ حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے ایک لونڈی کی درخواست کی۔ آپ حضور نبی کریم ﷺ نے اجازت عنایت فرمائی، حضرت دحیہ کلبیؓ نے حضرت صفیہؓ کو منتخب کرلیا۔ ایسے میں ایک صحابیؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ حضور نبی کریم ﷺ نے صفیہ جو رئیسہ قریظہ و نضیر ہے، دحیہ کلبی کو عطا فرمادی وہ تو آپ ﷺ ہی کے لائق ہیں''

صحابیؓ کی یہ بات سن کر آپ حضور نبی کریم ﷺ نے دحیہ کلبیؓ کو ایک اور لونڈی عطا فرمادی اور خود حضرت صفیہؓ کو آزاد کر کے اُن کے ساتھ نکاح کرلیا جو 629ء میں ہوا۔ اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ صہباء میں پہنچے تو رسمِ عروسی ادا کی گئی اور ولیمہ کی دعوت دی گئی۔ حضرت صفیہؓ سے آپ حضور نبی کریم ﷺ کی کوئی اولاد نہ تھی۔

شادی سے پہلے حضرت صفیہؓ نے بیان کیا کہ میرے والد اور چچا دونوں بڑے یہودی عالم تھے وہ حضور نبی کریم ﷺ سے ملنے گئے تو اُنہوں نے دیر تک حضور نبی کریم ﷺ سے گفتگو کی پھر جب وہ گھر واپس آئے تو میں نے اُن دونوں کو آپس میں یہ باتیں کرتے سنا۔ پہلے چچا نے سوال کیا، کیا واقعی یہ وہی نبی ہیں جن کی خبریں اپنی کتابوں میں دی گئیں ہیں۔؟ والد، خدا کی قسم ہاں چچا نے کہا تم کو اس کا یقین ہے؟ والد ہاں، چچا، پھر کیا ارادہ ہے؟ والد، جب تک جان میں جان ہے اس کی مخالفت کروں گا اور اس کی بات چلنے نہ دوں گا۔ (ابن ہشام)

﴿وصال﴾ حضرت صفیہؓ نے تقریباً ۶۰ سال عمر پائی اُنہوں نے ۵۰ ہجری بمطابق 672ء میں وفات پائی۔ اُنہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا اُن سے ۱۰ حدیثیں روایت ہیں، جن میں ایک متفق علیہ ہے

﴿حضرت ماریہ قبطیہؓ﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے فتوحات کے ساتھ ساتھ گردونواح کے حکمرانوں اور سلاطین کو اسلام کے دعوت نامے تحریر فرما کر بذریعہ اسلامی سفراء خطوط ارسال فرمائے اُن میں ایک دعوت نامہ شاہ مصر بنام مقوقس

Marfat.com

بدست حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ بھیجا۔قاصد دعوت اسلام لے کر مقوقس کو سکندریہ میں جاملا اس دعوت نامے کو مقوقس نے ہاتھی دانت کے ڈبے میں رکھ لیا اور اُس پر اپنی مہر ثبت کر دی اور جواب میں عربی زبان میں یوں لکھا ترجمہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

''محمدؐ بن عبداللہ کے نام منجانب مقوقس امیر قبط کی طرف سے:

سلام آپ (ﷺ) پر اما بعد میں نے آپ (ﷺ) کا خط پڑھا اور سمجھ گیا جو کچھ آپ (ﷺ) نے اس میں ذکر کیا۔اور جس کی طرف آپ (ﷺ) بلاتے ہیں۔مجھے معلوم تھا کہ ایک نبی آنے والا ہے، میرا گمان تھا کہ وہ شام میں ظاہر ہوگا میں نے آپ (ﷺ) کے قاصد کی عزت کی اور دو کنیزیں جن کو قبطیوں میں بڑی عزت حاصل ہے اور کچھ کپڑے بھیجتا ہوں اور آپ (ﷺ) کی سواری کے لیے ایک خچر ہدیہ بھیجتا ہوں۔والسلام علیک''

یہ دو کنیزیں ماریہ اور سیرین دو سگی بہنیں تھیں۔رسول اللہ ﷺ نے اُنہیں دعوتِ اسلام دی ماریہؓ نے فوراً اور سیرینؓ نے کچھ توقف کے بعد اسلام قبول کیا۔اس وجہ سے ماریہ کو فوراً حرم نبویؐ میں داخل کر لیا گیا اور سیرین حضرت حسانؓ بن ثابت شاعر کو دے دی گئیں۔حضرت ماریہؓ 611ء میں پیدا ہوئیں، اُنہوں نے ۲۴ سال عمر پائی اور 635ء میں فوت ہوئیں، اُنہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

Marfat.com

جنت البقیع کا قیام

عربی زبان میں بقیع اُس قطعہ اراضی کو کہتے ہیں جس میں مختلف الاقسام درختوں کی جڑیں زیر زمین پھیلی ہوئی ہوں جنت البقیع کے فضائل میں احادیث کثرت سے موجود ہیں۔ ''سب سے پہلے سرورانبیاء نبی کریم ﷺ زمین سے اُٹھیں گے، آپ ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ ان کے بعد حضرت عمر فاروقؓ اوران کے بعد اہل بقیع ، پھر اہل مکہ''

ایک اور حدیث میں آیا ہے: ''جو شخص دونوں حرموں میں سے کسی حرم میں مرے وہ قیامت کے دن آمنین کے گروہ سے اُٹھایا جائے گا۔'' اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے کہ: ''بقیع کے قبرستان میں ۷۰ ہزار افراد ایسے اُٹھیں گے جن کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمکتے ہوں گے۔'' ایک حدیث یہ بھی ہے کہ ''جو شخص مدینے میں مرے اور بقیع میں دفن کیا جائے وہ حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے سرفراز ہوگا۔'' اسی طرح صحیح مسلم میں حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ: ''آنحضرت ﷺ ایک رات میرے گھر تشریف فرما تھے، جب آخر رات ہوئی تو آپ ﷺ بقیع کی جانب تشریف لے گئے، وہاں مدفون حضرات کو سلام کیا اور اُن کے لیے دعائے مغفرت فرمائی۔ ''سلامتی ہو تم پر اے مومنین کی بستی میں رہنے والو، تمہیں مل گیا وہ جو تم سے وعدہ کیا گیا، کل ہمارا بھی وقت مقرر آنے والا ہے اللہ! اللہ! ہم بھی تم سے آملیں اے اللہ! بقیع والوں کی مغفرت فرما۔'' ایک اور روایت میں حضرت عائشہؓ کے یہ الفاظ بھی ملتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو میں بھی آپ ﷺ کے پیچھے باہر آ گئی، میرا خیال تھا کہ آپ ﷺ شاید کسی دوسری زوجہ کے پاس تشریف لے جاتے ہوں۔ آخر کار آپ ﷺ بقیع میں پہنچے اور دیر تک کھڑے رہے آپ ﷺ نے تین مرتبہ دست مبارک اُٹھا کر دعا فرمائی اور پھر مجھ سے مخاطب ہوئے:

''جبرائیلؑ وحی لائے تھے، پروردگار کا حکم تھا کہ بقیع جاؤ اور اہل بقیع کے لیے استغفار کرو۔''

جنت البقیع میں سب سے پہلے انسان حضرت عثمانؓ بن مظعون کو دفن کیا گیا۔ رسول اکرم ﷺ نے اُن کی موت کے بعد اُن کی پیشانی کو بوسہ دیا اور فرمایا: ''انہیں بقیع میں دفن کرو تا کہ ہمارے لیے اس معاملے میں یہ مقدمۃ الجیش ہوں'' اس وقت بقیع میں ''عزقد'' نام کے درخت کثرت سے لگے ہوئے تھے۔ اس سبب سے اسے ''بقیع عزقد'' بھی کہا جاتا ہے

Marfat.com

آپ حضور ﷺ کے حکم سے ان درختوں کو نکال کر زمین صاف کرائی گئی اس کے بعد عثمانؓ بن مظعون کو وہاں دفن کیا گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس مقام کا نام ''روحاء'' رکھا۔ یہ مقام بقیع کے وسط میں واقع ہے ابوداؤد میں ایک حدیث آئی ہے کہ جب حضرت عثمانؓ بن مظعون کو دفن کیا گیا تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ایک پتھر لاؤ، وہاں ایک پتھر تو تھا جسے کوئی نہیں اُٹھا سکتا تھا، چنانچہ سردار انبیا ﷺ نے اپنی آستین مبارک اُوپر چڑھا کر ایک ہی ہاتھ سے اُس پتھر کو اُٹھا لیا اور عثمانؓ بن مظعون کے سرہانے رکھ دیا۔'' پھر فرمایا: ''اس پتھر سے اپنے بھائی کی قبر کی نشانی کرتا ہوں۔ میرے گھر والوں میں سے جو مرے گا یہیں دفن کروں گا۔'' اس واقعہ کے بعد آپ ﷺ کے صاحبزادے سیّدنا ابراہیمؑ نے وفات پائی تو آپ حضور ﷺ نے فرمایا: ''عثمانؓ بن مظعون کی قبر کے پاس بقیع کے اندر دفن کرو۔'' اور یہ بھی فرمایا: ''ابراہیمؑ کے لیے جنت میں ایک انا ہوگی جو اُن کے شیر خوارگی کے ایام پورے کرے گی۔'' حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے دست مبارک سے ابراہیمؑ کی قبر پر مٹی ڈالی، پانی چھڑکا، قبر پر سنگریزے بھی چُنے جب سیدنا ابراہیمؑ کی قبر بقیع میں بن گئی تو بقیع عزقد (جنت البقیع) مسلمانوں کا قبرستان بن گیا

جنت البقیع میں صحابہ کرامؓ کی ایک کثیر تعداد مدفون ہے مگر کسی بھی قبر پر کوئی کتبہ یا کوئی عمارت تعمیر نہ کی گئی۔ اس قبرستان میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ، حضرت اُم سلمہؓ بنت حذیفہ اور حضرت میمونہؓ ازواج مطہراتؓ کے علاوہ باقی تمام ازواج مطہراتؓ جنت البقیع میں مدفون ہیں۔ اسی طرح آپ ﷺ کی صاحبزادیاں، تابعین، تبع تابعین اور تیسرے خلیفہ بھی اسی قبرستان میں آسودۂ خاک ہیں۔ یہاں نبی کریم ﷺ کی دو پھوپھیاں حضرت صفیہؓ اور حضرت عاتکہؓ کی قبریں بھی موجود ہیں۔

سعودی دورِ حکومت میں جنت البقیع کی دو بار توسیع ہو چکی ہے۔ پہلی بار خادم الحرمین الشریفین شاہ فیصل مرحوم نے کی جبکہ دوسری بار توسیع شاہ فہد مرحوم کے عہد میں ہوئی۔ جس کی بناء پر اس قبرستان کا کل رقبہ ایک لاکھ چھتر ہزار نو سو باسٹھ مربع میٹر ہو گیا ہے اس کی چاردیواری کی بلندی چار میٹر اور لمبائی سترہ سو چوبیس میٹر ہو گئی تھی۔

Marfat.com

ازواج مطہراتؓ سے حُسن سلوک

آپ ﷺ کے ازدواجی تعلقات حسن معاشرت اور اخلاق کا اعلیٰ ترین نمونہ تھے۔ جب کبھی آپ ﷺ سفر کا ارادہ فرماتے تو ازواج مطہراتؓ کے درمیان قرعہ ڈالتے، جن کے نام قرعہ نکلتا وہی شریک سفر ہوا کرتیں۔ اس طرح کسی کے لیے کوئی عذر نہ تھا۔ نماز عصر کی ادائیگی کے بعد ازواج کے گھروں میں باقاعدگی سے تشریف لے جاتے۔ مغرب تک سب کے گھروں میں باری باری جاتے، حالات معلوم فرماتے اور باری کے مطابق شب باش ہوتے۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ باری کی سختی سے پابندی فرماتے اور کبھی کسی کو کسی پر ترجیح نہ دی۔ نبی کریم ﷺ رات کے پہلے پہر اور آخری حصہ میں ازواج مطہراتؓ کے پاس جایا کرتے حضرت عائشہؓ جس پیالے سے پانی پیتیں تو آپ ﷺ اُن کے ہاتھ سے پیالہ لے کر وہیں لب مبارک لگاتے جہاں سے اُنہوں نے پانی پیا تھا۔ اور جب وہ ہڈی پر لگا گوشت کھاتیں تو آپ ﷺ وہ ہڈی جس پر گوشت ہوتا لے کر وہاں منہ مبارک لگاتے جہاں سے حضرت عائشہؓ نے گوشت کھایا تھا۔

ایک بار حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ کے ساتھ دوڑ لگائی تو حضرت عائشہؓ دوڑ میں آپ ﷺ سے آگے نکل گئیں۔ پھر چند سال گزرنے کے بعد دوسری مرتبہ دوڑ لگائی تو حضرت عائشہؓ سے آپ ﷺ آگے نکل گئے۔ وجہ یہ تھی کہ پہلی دوڑ کے وقت حضرت عائشہؓ اوائل عمر میں تھیں اور اُن کا جسم ہلکا تھا جبکہ دوسری دوڑ کے وقت اُن کی عمر میں بھی اضافہ ہو گیا اور ان کا جسم بھی فربہ ہو گیا تھا۔ اس دوڑ کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا، پہلی مرتبہ مجھ سے تمہارے آگے نکل جانے کا، آج تم سے میرے آگے نکل جانے کا بدلہ ہے۔ (مدارج النبوۃ) بعض اوقات ازواج مطہراتؓ اِدھر اُدھر کے قصے اور واقعات بیان کرتیں تو آپ حضور نبی کریم ﷺ برابر سنتے رہتے اور پھر خود بھی کبھی کبھی اپنے گزشتہ واقعات سناتے۔ حضرت سیدہ عائشہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ ہم میں اس طرح ہنستے، بولتے اور بیٹھے رہتے کہ ہمیں یہ خیال بھی نہ رہتا کہ آپ ﷺ تو ایک اُولوالعزم نبی مکرمؐ ہیں لیکن جب کوئی دینی بات ہوتی یا نماز کا وقت آجاتا تو ایسا معلوم ہوتا کہ آپ ﷺ وہ نہیں ہیں جو ہمارے ساتھ گھر میں بیٹھے تھے۔

Marfat.com

آپ حضور نبی کریم ﷺ کی ازواج مطہراتؓ کے کھانے، پہننے اور دیگر امور پر کوئی روک ٹوک عائد نہ تھی البتہ اہل بیت کے لیے سونے چاندی کے زیورات پسند نہ فرماتے، اُس زمانے میں ہاتھی دانت کے زیوروں کا رَواج تھا۔ آپ سرکار دو عالم ﷺ نے ہاتھی دانت کے بنے ہوئے زیورات پہننے کا حکم فرمایا۔ آپ ﷺ نے اپنی بیویوں کو کبھی لعن طعن نہ کی اور نہ ہی کبھی اُن سے درشت لہجے میں گفتگو فرمائی۔ اگر بات ناگوارِ خاطر ہوتی تو اِلتفات میں کمی فرما دیتے گھر میں داخل ہوتے تو نہایت خندہ پیشانی کے ساتھ مسکراتے ہوئے تشریف لاتے۔ آپ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ: ''تم میں سے سب سے بہتر وہ ہے جو اپنے اہل خانہ کے ساتھ سب سے بہتر سلوک کرتا ہو، میں اپنے اہل خانہ کے ساتھ تم سب سے بہتر سلوک کرتا ہوں۔''

ازواج مطہراتؓ اور مسئلہ تحریم

بحوالہ سورۃ التحریم آیت نمبر ا تا ۵، ترجمہ ہے:

''اے نبیؐ! تم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہو جو اللہ نے تمہارے لیے حلال کی ہے؟ (کیا اس لیے کہ تم اپنی بیویوں کی خوشی چاہتے ہو۔) اللہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے اللہ نے تم لوگوں کے لیے اپنی قسموں کی پابندی سے نکلنے کا طریقہ مقرر کر دیا ہے اللہ تمہارا مولیٰ اور اور وہی تمہارا علیم وحکیم ہے (یہ معاملہ قابل توجہ ہے) کہ نبیؐ نے اپنی ایک بات اپنی ایک بیوی سے راز میں کہی تھی، پھر جب اُس بیوی نے (کسی اور پر) وہ راز ظاہر کر دیا اور اللہ نے نبیؐ کو اس (افشائے راز) کی اطلاع دے دی، تو نبیؐ نے اس پر کسی حد تک (اُس بیوی کو) خبر دار کیا، کسی حد تک اُس سے درگزر کیا پھر جب نبیؐ نے اُسے (افشائے راز) کی بات بتائی، تو اُس نے پوچھا آپؐ کو اس کی کس نے خبر دی نبیؐ نے کہا'' مجھے اُس نے یہ خبر دی ہے جو سب کچھ جانتا اور خوب باخبر ہے۔''

اگر تم دونوں اللہ سے توبہ کرتی ہو (تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل سیدھی راہ سے ہٹ گئے ہیں اور اگر نبیؐ کے مقابلہ میں تم نے باہم جتھہ بندی کی تو جان رکھو اللہ اُس کا مولیٰ ہے اور اس کے بعد جبرئیلؑ اور تمام صالح ایمان اور سب ملائکہ اُس کے ساتھی اور مددگار ہیں۔ بعید نہیں کہ نبی تم سب بیویوں کو طلاق دے دے۔ تو اللہ اُسے ایسی بیویاں تمہارے بدلے میں عطا فرما دے۔ جو تم سے بہتر ہوں سچی مسلمان، باایمان، اطاعت گزار، توبہ گزار، عبادت گزار اور روزہ دار خواہ شوہر دیدہ ہوں یا باکرہ۔''

اللہ تعالیٰ اُپنے نبی ﷺ سے استفہام نہیں فرما رہا بلکہ ناپسندیدگی کا اِظہار ہے اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اس بات پر تنبیہ کر رہا ہے کہ جس چیز کو اللہ نے حلال کیا تم نے اس کو اپنے اُوپر حرام کر لینے کا جو فعل صادر کیا ہے وہ اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے بالالفاظ دیگر کہ اللہ تعالیٰ نے جس چیز کو حلال کیا اُسے حرام کرنے کا اختیار کسی کو بھی نہیں۔ حتیٰ کہ خود حضور نبی کریم ﷺ بھی یہ اختیار نہیں رکھتے حضور نبی کریم ﷺ نے اس چیز کو نہ عقیدۃً حرام سمجھا اور نہ ہی شرعاً حرام قرار دیا تھا بلکہ اپنی ذات پر اُس کو حرام کر لیا

Marfat.com

تھا۔اللہ تعالیٰ نے آپ حضور ﷺ کے اس فعل پر گرفت فرمائی اور حضور نبی کریم ﷺ کو تحریم سے باز رہنے کا حکم دیا۔

قرآن مجید میں اگرچہ یہ نہیں بتایا گیا کہ وہ چیز کیا ہے جسے حضور ﷺ نے اپنے اُوپر حرام کرلیا تھا،لیکن محدثین،مفکرین نے اس سلسلہ میں دو واقعات کا ذکر کیا ہے کہ جو آیت کے نزول کا سبب بنے ایک واقعہ حضرت ماریہ قبطیہؓ کا ہے اور دوسرا واقعہ حضور نبی کریم ﷺ نے شہد نہ استعمال کرنے کا عہد کرلیا تھا۔

پہلا واقعہ حضرت ماریہؓ کا قصہ یہ ہے کہ صلح حدیبیہ سے فارغ ہونے کے بعد آپ حضور نبی کریم ﷺ نے ہمسایہ ملکوں کے حکمرانوں کو خطوط ارسال کیے تھے حاکم اسکندریہ کو بھی دین اسلام کے قبول کرلینے کا خط تحریر کیا جو حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کو دیا گیا۔وہ یہ خط لے کر رومی حاکم جسے عرب مقوقس کے نام سے پکارتے تھے کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اُس نے قاصد کی بڑی عزت کی دین اسلام قبول نہ کیا البتہ واپس تحریر کیا کہ مجھے یہ معلوم ہے کہ ابھی ایک نبی آنا باقی ہے لیکن میرا خیال ہے کہ ملک شام سے نکلے گا۔تاہم میں آپ ﷺ کے ایلچی کے ساتھ احترام کے ساتھ پیش آیا ہوں اور آپ ﷺ کی خدمت میں دولڑکیاں بھیج رہا ہوں،جو قبطیوں میں بڑا مرتبہ رکھتی ہیں۔(ابن سعد)

ان لڑکیوں میں ایک کا نام سیرین اور دوسری کا نام ماریہ (کیونکہ عیسائی حضرت مریمؑ کو ماریہ ہی کہتے ہیں) واپسی پر حضرت حاطبؓ نے دونوں کے سامنے اسلام پیش کیا وہ اسلام لے آئیں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کی گئیں تو آپ ﷺ نے سیرین کو حضرت حسانؓ بن ثابت کی ملک میں دے دیا اور حضرت ماریہؓ کو اپنے حرم میں داخل فرمالیا۔یہ دونوں لڑکیاں نہایت خوبصورت تھیں۔ذی الحجہ ۸ ہجری میں اُن ہی کے بطن سے حضور نبی کریم ﷺ کے صاحبزادے حضرت ابراہیمؓ پیدا ہوئے تھے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ کا یہ قول حافظ ابن حجرؒ نے "الاحبار" میں نقل کیا ہے کہ مجھے کسی عورت کا اتنا آنا ناگوار نہ ہوا،جتنا ماریہ کا آنا ہوا تھا۔کیونکہ وہ حسین وجمیل تھی اور حضور نبی کریم ﷺ کو بہت پسند آئی تھیں۔ایک روز رسول اللہ ﷺ حضرت حفصہؓ کے مکان میں تشریف لے گئے وہ گھر پر موجود نہ تھیں اس وقت حضرت ماریہؓ وہاں آپ ﷺ کے پاس آگئیں۔تخلیہ میں آپ ﷺ کے ساتھ رہیں۔حضرت حفصہؓ کو یہ بات ناگوار گزری تو اُنہوں نے حضرت ماریہؓ کی شکایت کردی۔

بعض روایات میں یہ ہے کہ آپ ﷺ نے حضرت ماریہؓ کو اپنے اوپر حرام کرلیا تھا اور بعض میں بیان کیا گیا کہ آپ ﷺ نے اس پر قسم بھی کھائی تھی۔یہ روایات زیادہ تر تابعین سے مرسلاً نقل ہوئی ہیں۔لیکن ان میں سے بعض حضرت عمرؓ،حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت ابوہریرہؓ سے مروی ہیں۔ان کی کثرتِ طرق کو دیکھتے ہوئے حافظ ابن حجر نے فتح الباری میں یہ خیال ظاہر کیا ہے کہ اس قصہ میں کوئی نہ کوئی اصل ضرور ہے مگر صحاح ستہ میں سے کسی میں بھی یہ قصہ نقل نہیں کیا گیا۔نسائی میں حضرت انسؓ سے صرف اتنی بات منقول ہوئی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی ایک لونڈی تھی جس سے آپ ﷺ تمتع فرماتے تھے۔پھر حضرت حفصہؓ اور حضرت عائشہؓ آپ ﷺ کے پیچھے پڑ گئیں،یہاں تک کہ اُسے آپ ﷺ نے اپنے اُوپر حرام کرلیا۔اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ "اے نبی تم کیوں اُس چیز کو حرام کرتے ہو جسے اللہ نے

Marfat.com

تمہارے لیے حلال کیا ہے۔" (تحریم، آیت:۱)

دوسرا واقعہ دوسرا واقعہ بحوالہ بخاری، ابوداؤد، مسلم، نسائی اور دوسری کتب حدیث میں خود حضرت عائشہؓ سے نقل ہوا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ ہر روز بالعموم نماز عصر کے بعد تمام ازواج مطہراتؓ کے ہاں تشریف لاتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ آپ ﷺ حضرت زینبؓ بنت جحش کے ہاں زیادہ دیر تک بیٹھنے لگے کیونکہ اُن کے ہاں کہیں سے شہد آیا ہوا تھا اور حضور ﷺ کو شہد کی شیرینی بہت پسند تھی، اس لیے شہد کا شربت نوش فرماتے تو وقت زیادہ سرف ہو جاتا۔ حضرت عائشہؓ کا بیان ہے کہ مجھے اس پر رشک ہوا تو انہوں نے حضرت حفصہؓ، سودہؓ اور صفیہؓ سے مل کر یہ طے کیا کہ ہم میں سے جس کے پاس بھی حضور ﷺ تشریف لائیں تو وہ اُن سے یہ کہے کہ آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے۔ مغافیر ایک قسم کا پھول ہے جس میں کچھ بساند ہوتی ہے اور اگر شہد کی مکھی اس پھول سے شہد حاصل کرے تو شہد کے اندر بھی اس بساند کا اثر آ جاتا ہے یہ بات سب کو معلوم تھی کہ حضور ﷺ نہایت ہی نفاست پسند ہیں اور آپ ﷺ کو کسی قسم کی بدبو سے نفرت تھی۔ اس لیے آپ ﷺ کو حضرت زینبؓ کے ہاں ٹھہرنے سے روکنے کے لیے یہ تدبیر اختیار کی گئی۔ جب دیگر ازواج نے آپ ﷺ سے کہا کہ آپ ﷺ کے منہ سے مغافیر کی بو آتی ہے تو آپ ﷺ نے عہد کر لیا کہ اب وہ شہد استعمال نہیں فرمائیں گے۔ ایک روایت میں آپ ﷺ کے الفاظ ہیں: "اب میں ہرگز اسے نہ پیوں گا، میں نے قسم کھائی ہے۔" دوسری روایت میں صرف فلن اعودلہ کے الفاظ ہیں وقد حلفت کا ذکر نہیں اور ابن عباسؓ سے جو روایت ہے اور ابن المنذر، ابن ابی حاتم، طبرانی اور ابن مزدویہ نے نقل کی ہے اس میں یہ الفاظ ہیں کہ "واللہ لا اشربہ" خدا کی قسم میں اسے نہ پیوں گا۔ اکابر اہل علم نے ان دونوں قصوں میں سے صرف دوسرے قصے کو صحیح قرار دیا ہے اور پہلے قصے کو ناقابل اعتبار ٹھہرایا ہے امام نسائی کہتے ہیں کہ شہد کے معاملہ میں حضرت عائشہؓ کی "حدیث" نہایت صحیح ہے اور حضرت ماریہؓ کو حرام کر لینے کا قصہ کسی عمدہ طریقے سے نقل نہیں ہوا۔

قاضی عیاض کہتے ہیں: "صحیح یہ ہے کہ یہ آیت حضرت ماریہؓ کے بارے میں نہیں بلکہ شہد کے معاملہ میں نازل ہوئی۔" قاضی ابوبکر ابن العربی بھی شہد کے قصے کو صحیح قرار دیتے ہیں اور یہی رائے امام نووی اور حافظ بدرالدین عینی کی بھی ہے ابن ہمام "فتح القدیر" میں لکھتے ہیں کہ شہد کا تحریم کا قصہ صحیحین میں خود حضرت عائشہؓ سے مروی ہے، جن کے ساتھ یہ معاملہ پیش آیا تھا۔

ازواج مطہراتؓ کی تعداد پر اعتراض کا جواب قرآن پاک کی سورۃ الرعد آیت نمبر ۳۸، جس کا ترجمہ ہے: "اور (اے محمدؐ) ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر بھیجے تھے اور اُن کی بیویاں اور اولاد بھی دی تھی اور کسی پیغمبر کے اختیار کی بات نہ تھی کہ خدا کے حکم کے بغیر کوئی نشانی لائے اور ہر قضاء (کتاب) میں مرقوم ہے۔"

فرمان الٰہی سے حضور ﷺ کی ازدواجی زندگی کی وضاحت ہوگئی۔ یہود و نصاریٰ آپ ﷺ کی ازواج پر اعتراض کرتے ہیں، اُن کے اعتراض کا جواب اللہ تعالیٰ نے اپنے کلام میں واضح طور پر دے دیا۔

Marfat.com

موضوع ہذا کے متعلق تفصیل بائبل میں بھی پائی جاتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دو بیویاں تھیں۔حضرت جدون نبی کی بہت سی بیویاں تھیں جن سے ۷۰ لڑکے پیدا ہوئے اسی طرح حضرت داؤد علیہ السلام کی ۱۰۰ بیویاں تھیں۔پھر داؤد علیہ السلام نے پیری میں ایک خاتون ابی ساج سونمی سے نکاح کرلیا، تاکہ گرم رہ سکیں (بحوالہ اوّل سلاطین باب اوّل:)

حضرت سلیمان علیہ السلام کے نکاح میں بہت سی عورتیں تھیں جن کا حوالہ اوّل سلاطین باب ۱۱ آیت نمبر ۳،۴ میں یوں ہے:''اس کی ۷۰۰ جوروین تھیں اور ۳۰۰ حوریں، اُنہوں نے اس کے دل کو پھیر دیا، کیونکہ ایسا ہوا کہ جب سلیمان بیمار ہوا تو اس کی جوروں نے اس کے دل کو غیر معبودوں کی طرف مائل کیا''

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تین بیویاں تھیں۔(باب:۱۱، پیدائش، آیۃ نمبر:۲۹، باب:۱۶، آیہ اوّل) حضرت یعقوب علیہ السلام کے ہاں چار بیویاں تھیں۔(باب پیدائش نمبر ۲۹۔باب ۳۰۔آیہ ۹۔۴) ان چاروں بیویوں میں سے راحیل کی نسبت لکھا کہ''راحیل بہت خوبصورت اور خوشنما تھی (یعقوب) نکاح سے پہلے ہی اُن کا عاشق تھا۔(بحوالہ باب پیدائش (۲۹) آیہ نمبر ۱۷۔۱۸)

پس ثابت ہوا کہ ایک سے زیادہ بیویوں کا نکاح میں ہونا نبوت کے منافی نہیں۔جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، جس کا ترجمہ ہے:''دنیا سے میرے نزدیک عورتیں اور خوشبو محبوب بنائی گئیں اور میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں بنائی گئی۔''

حضور نبی کریم ﷺ لوگوں میں سب سے شرمیلے تھے۔نسوانی مسائل کو برسرِ عام بیان کرنا نبی کی حیاء تھی۔شیخ تقی الدین سبکی فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کو چار سے زیادہ ازواج کی اجازت دی گئی اس کا بھید یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ شریعت کا ظاہر و باطن اور وہ امور جن کے ذکر سے حیاء آتی ہے اور وہ جن کے ذکر سے شرم نہیں آتی یہ سب بغرض نقل اُمت تک پہنچ جائیں۔اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے لیے عورتیں عطا فرمائیں۔جو شرع میں نقل کریں اور حضرتؐ کے افعال آنکھوں دیکھے اور اقوال کانوں سنے جن کو حضور ﷺ مردوں کے سامنے بیان کرنے سے حیاء فرمایا کرتے تھے۔حضور ﷺ کی ازواج کی تعداد اس لیے کثیر ہوگئی تاکہ آپ ﷺ کے اقوال و افعال کے نقل کرنے والے زیادہ سے زیادہ ہو جائیں۔ازواج مطہراتؓ ہی سے غسل، حیض و عدت وغیرہ کے مسائل معلوم ہوئے۔کثرت ازواج کسی دنیاوی مقاصد کے لیے نہ تھی اور نہ ہی شہوت کی خاطر۔عورتیں آپ ﷺ کے لیے اس واسطے محبوب بنائی گئیں کہ وہ آپ ﷺ سے سن کر مسائل نقل کریں جن کو زبان مبارک پر لانے سے شرم و حیاء فرمایا کرتے تھے۔انہی وجوہات اور حقائق کی بناء پر نبی کریم ﷺ اپنی ازواج سے محبت رکھتے تھے۔نتیجہ کے طور پہ ازواج مطہراتؓ نے وہ پوشیدہ مسائل نقل کیے جو کوئی اور نہیں کرسکتا تھا۔ازواج مطہراتؓ نے آپ ﷺ کو حالت خلوت میں، حالت عبادت میں، اجتہاد اور وہ امور دیکھے جو سوائے اُن کے اور کوئی انسان نہیں دیکھ سکتا تھا۔ازواج مطہراتؓ سے بہت سی احادیث مروی ہیں جن کی تعداد ۲۶۰۰ سو سے زائد ہے

Marfat.com

جزیرۃ العرب میں رشتہ دامادکو غیر معمولی حیثیت حاصل رہی یہ رشتہ قبائل کے مابین قربت کا انتہائی مضبوط رشتہ ہے اہل عرب داماد سے محاذ آرائی کے قائل نہ تھے۔رسول اللہ ﷺ نے حضرات ابو بکرؓ،عمرؓ کی بیٹیوں سے نکاح فرمایا اور حضرت عثمان غنیؓ کے ساتھ اپنی دو صاحبزادیوں کو اُن کے نکاح میں دیا،اسی طرح حضرت علیؓ کو اپنی لخت جگر حضرت فاطمۃ الزہراؓ کو اُن کے عقد میں دینے کے مقاصد یہی تھے۔ان کے علاوہ آپ ﷺ نے خود بھی اسی قسم کی شادیاں فرمائیں،جن کی وجہ سے مخالفت کا زور کم ہوا یا بالکل ہی ختم ہو گیا جیسے حضرت جویریہؓ اور حضرت صفیہؓ کے آپ ﷺ کی زوجیت میں آنے کے بعد قبیلہ بنی المصطلق اور قبیلہ بنی نضیر نے محاذ آرائی چھوڑ دی۔اس کے بعد اُن قبیلوں کی طرف سے کسی شورش کا سراغ نہیں ملا۔حضرت جویریہؓ کے قبیلے کے سو سے زائد گھرانوں کے لوگ جنگی اسیر تھے۔حضرت جویریہؓ کے نبی کریم ﷺ کے نکاح میں آجانے کی وجہ سے تمام قیدیوں کو آزاد کر دیا گیا۔جس کی وجہ سے تمام قبیلہ کے لوگ آپ ﷺ کے ممنون احسان ہوئے۔حضرت اُم سلمہؓ کا تعلق قبیلہ بنی مخزوم سے تھا،جو ابو جہل اور خالد بن ولید کا قبیلہ تھا۔جب نبی ﷺ نے اُن سے نکاح کر لیا تو خالد بن ولید میں وہ سختی نہ رہی جو اُحد میں تھی۔بعد میں خالد بن ولید اپنی مرضی سے ایمان لائے۔حضرت اُم حبیبہؓ جو ابو سفیان کی بیٹی تھیں اُن سے آپ ﷺ کا نکاح ہو گیا تو پھر ابو سفیان کبھی آپ ﷺ کے مدمقابل نہ آیا۔ان شادیوں کی وجہ سے مخالفت کی جو رفتار جاری تھی کسی حد تک وہ ختم ہو گئی اور جو رہ گئی تھی وہ اپنی موت آپ ہی مرگئی۔

❖❖❖

Marfat.com

آنحضرت ﷺ کی اولاد پاک

رسالت مآب حضور نبی کریم ﷺ کی اولاد پاک حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے بطن مبارک سے تھی۔ سوائے صاحبزادہ ابراہیمؓ کے جو حضرت ماریہؓ قبطیہ کے بطن مبارک سے تھے۔ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی اولاد میں حضرت زینبؓ، اُم کلثومؓ، رقیہؓ اور حضرت فاطمۃ الزہراؓ چار صاحبزادیاں تھیں۔ ان چاروں نے زمانہ اسلام پایا ایمان لائیں اور شرف ہجرت حاصل کیا۔

حضرت قاسمؓ آپؓ کی ولادت مبارک بعثت سے پہلے 594ء میں ہوئی اور اُنہوں نے قبل از بعثت ہی 595ء میں انتقال فرمایا۔ اُن کی حیات مبارکہ پر بھی کئی آراء ہیں، جیسے ابن سعد نے بروایت جبیر بن مطعم نقل کیا کہ وہ دو سال زندہ رہے اور بقول مجاہد سات دن اور ابن فارس نے کہا کہ سن تمیز کو پہنچ گئے تھے کہ وفات پائی۔ ایک اور روایت میں اُن کی عمر ۱۳ مہینے ہونا بیان ہوئی۔ یہاں یہ بات خاص طور پر قابل ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ کی یہ کنیت ''ابوالقاسم'' اُن ہی کے نام پر ہے جو آپ ﷺ کو بہت ہی محبوب تھی۔

حضرت زینبؓ آپ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی ہیں۔ اُن کی ولادت 597ء میں بعثت سے پہلے ہوئی۔ اُس وقت نبی کریم ﷺ کی عمر مبارک ۲۷ سال تھی۔ حضرت زینب کی شادی اُن کی خالہ کے بیٹے ابوالعاص سے ہوئی۔ اس شادی کی اجازت حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے کہنے پر نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ کو منصبِ رسالت عطا ہوا تو حضرت خدیجہؓ اور آپ ﷺ کی صاحبزادیاں آپ ﷺ پر ایمان لائیں، مگر ابوالعاص لقیط بن ربیع ایمان نہ لائے۔ آنحضرت ﷺ نے تبلیغ اسلام کا سلسلہ شروع فرمایا تو قریش نے مخالفت پر کمر باندھ لی اور دین کے راستہ میں ہر طرح سے رکاوٹیں کھڑی کر دیں۔ قریش نے ابوالعاص سے کہا کہ حضرت زینبؓ کو طلاق دے دو، ہم تمہارا نکاح قریش کی جس لڑکی سے چاہو کرا دیتے ہیں۔ لیکن ابوالعاص نے ایسا کرنے سے انکار کیا۔ اسلام کے مطابق حضرت زینبؓ اور

Marfat.com

ابوالعاص میں تفریق پیدا ہوگئی تھی، لیکن مصلحت وقت کی وجہ سے اس تفریق پر عمل درآمد نہ ہوا اور واقعہ ہجرت پیش آیا۔ جنگ بدر میں ابوالعاص قریش کے ساتھ آئے اور گرفتار ہوئے ایسے میں حضرت زینبؓ نے ابوالعاص کے بھائی عمروؓ کے ہاتھ مکہ سے اُن کا فدیہ بھیجا۔ جب ابوالعاص کا فدیہ حضور ﷺ نے دیکھا تو وہ ہار دیکھنے کے بعد آپ ﷺ پر نہایت ہی رقت طاری ہوگئی اور حضرت خدیجہؓ کا زمانہ یاد آ گیا۔ پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''فدیہ کو واپس کردو اور ابوالعاص کو بھی چھوڑ دو'' پھر ابوالعاص سے یہ وعدہ لیا کہ وہ مکہ جا کر حضرت زینبؓ کو مدینہ بھیج دیں گے۔ اُن کے ساتھ زیدؓ بن حارثہ اور ایک انصاری کو روانہ فرمایا تا کہ وہ حضرت زینبؓ کو اپنی حفاظت میں مکہ سے لے کر مدینہ پہنچ جائیں۔ ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر ایفائے عہد کیا اور حضرت زینبؓ کو اپنے والد کے پاس مدینہ جانے کی اجازت دے دی۔ ابوالعاص کے بھائی ابو کنانہ نے ان کو اُونٹ پر سوار کرایا اور مدینہ لانے کے لیے دن کی روشنی میں سفر کا آغاز کیا۔ حفاظتی اقدامات کے تحت تیر وکمان وغیرہ ساتھ لے لیے، ذوطویٰ کے مقام پر قریش کے چند آدمیوں نے اُنہیں آ گھیرا، ہبار بن اسود آگے بڑھا اس نے حضرت زینبؓ کو نیزے سے ڈرا کر اُونٹ پر سے گرا دیا وہ حاملہ تھیں تو ایسے میں حمل ساقط ہوگیا۔ اس صورتحال کو دیکھکر کنانہ نے ترکش اور تیر سنبھال کر کہا: ''جو شخص میرے نزدیک آئے گا تو تیر سے بچ کر نہ جائے گا۔'' کنانہ کے یہ الفاظ سن کر قریش کے لوگ پیچھے ہٹ گئے پھر ابوسفیان نے کہا: ''ٹھہرو! یہاں بات سن لو'' تو کنانہ رُک گیا، ابوسفیان بولا ''ہمیں محمد (ﷺ) کے ہاتھ سے جو مصیبتیں پہنچیں ہیں تمہیں معلوم ہیں، اب اگر دن دیہاڑے تم اُن کی بیٹی کو لے جاؤ گے تو قریش اُسے ہماری کمزوری پر محمول کریں گے اور یہ کہ ہمیں زینبؓ کے روکنے کی ضرورت نہیں۔ جب شور و ہنگامہ کم ہو جائے گا تو رات کو اُسے چوری چھپے لے جانا۔'' کنانہ نے اس تجویز سے اتفاق کیا۔ چند روز بعد ایک شب کی تاریکی میں وہ حضرت زینبؓ کو اونٹ پر سوار کر کے لے آئے، پھر اُنہیں زیدؓ اور انصاری کے حوالے کر دیا۔ وہ دونوں حضرت زینبؓ کو احترام سے مدینہ لے آئے۔

۶ ہجری جمادی الاوّل بمطابق 627ء میں ابوالعاص ایک قافلہ قریش کے ساتھ سربراہ کی حیثیت میں بغرض تجارت ملک شام گئے، اُن کے پاس قریش مکہ کا بہت سا تجارتی سامان تھا، جب یہ قافلہ عیص کے مقام پر پہنچا تو جاں بازوں کا ایک گروہ اس قافلے کو آ ملا۔ جس کے سربراہ حضرت زیدؓ بن حارثہ تھے اس گروہ نے ابوالعاص سے تمام مال حاصل کر لیا اور تمام قافلہ والوں کو گرفتار کر کے مدینہ لے آئے۔ حضرت زینبؓ نے ابوالعاص کو پناہ دے دی۔ اگلے روز جب نبی کریم ﷺ نماز فجر سے فارغ ہوئے تو اُنہیں اطلاع دی گئی کہ ابوالعاص کو حضرت زینبؓ نے پناہ دے دی ہے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مسلمانوں میں سے ایک ادنیٰ شخص بھی پناہ دے سکتا ہے اس لیے ہم نے بھی اس کو پناہ دی۔ اس کے بعد ابوالعاص کے قافلے کا تمام مال واپس کر دیا اور تمام قافلہ والوں کو آزاد کر دیا

ابوالعاص نے مکہ پہنچ کر وہ تمام مال قریش کے حوالے کیا پھر کہا: ''اے گروہ قریش! کیا تم میں سے کسی کا مال میرے ذمہ باقی ہے؟ وہ سب بولے، کہ نہیں، اور ابوالعاص کو دُعا دی کہ اُن کا مال تجارت اُنہیں اصلی حالت میں

Marfat.com

مل گیا اس کے بعد ابوالعاص نے کلمۂ شہادت پڑھ کر کہا: ''اللہ کی قسم! حضرت (محمد ﷺ) کے پاس اسلام لانے سے مجھے یہی امر مانع تھا کہ تمام قریش گمان کرتے کہ میں نے تمہارا مال ہضم کرنے کی غرض سے اسلام قبول کرلیا ہے ابوالعاصؓ نے ۷ ہجری بمطابق 628ء میں مدینہ میں آ کر اظہار اسلام کیا تو آنحضرت ﷺ نے حضرت زینبؓ کا نکاح اوّل (یا نکاح جدید) اُن سے کر دیا۔ حضرت زینبؓ نے ۸ ہجری بمطابق 629ء بعمر ۳۳ سال میں وفات پائی۔

﴿حضرت زینبؓ کی اولاد﴾ حضرت زینبؓ کی اولاد میں ایک لڑکا علی اور ایک لڑکی اُمامہ شامل ہیں۔ علی چھوٹی عمر میں ہی والدہ ماجدہ کی زندگی میں وفات پا گئے تھے۔ ابن عساکر کا کہنا ہے کہ اُن کی نسب کے بعض لوگوں نے کہا کہ وہ جنگ یرموک میں شہید ہوئے جو 631ء میں لڑی گئی لیکن یہ محض ایک مفروضہ ہے، کیونکہ تاریخی حقائق اس بیان کی تصدیق نہیں کرتے۔

حضور ﷺ اپنی نواسی اُمامہ سے بہت پیار فرماتے یہاں تک کہ نماز میں اُنہیں اپنے کندھوں پر بیٹھا لیا کرتے، بوقت سجدہ کندھوں سے اُتار دیا کرتے، ایک بار نجاشی نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک خلہ بھیجا، جس میں سونے کی ایک انگوٹھی بھی تھی، اُس انگوٹھی کا نگینہ حبشی تھا وہ انگوٹھی آپ حضور ﷺ نے اُمامہ کو عنایت فرمائی۔

حضرت عائشہؓ نے فرمایا ایک بار کسی نے حضور ﷺ کی خدمت میں ہدیہ بھیجا جس میں ایک زرّیں ہار بھی تھا۔ اتفاق سے ازواج مطہراتؓ ایک ہی مکان میں موجود تھیں جبکہ اُمامہ وہاں گھر سے باہر ہی مٹی سے کھیل رہی تھی۔ حضور ﷺ وہاں تشریف لے آئے تو آپ ﷺ نے ہم سے پوچھا یہ ہار کیسا ہے؟ ہم سب نے عرض کی کہ، ایسا خوبصورت ہار ہم نے پہلے نہیں دیکھا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں اس ہار کو اپنی محبوب ترین اہل کو دوں گا۔ یہ سن کر ازواج مطہراتؓ سمجھیں کہ یہ ہار عائشہؓ کو ملے گا۔ مگر حضور ﷺ نے وہ ہار اُمامہ کو بلا کر اُن کے گلے میں اپنے دست مبارک سے پہنا دیا۔

﴿حضرت رقیہؓ﴾ حضرت رقیہؓ 604ء میں پیدا ہوئیں۔ آپؓ کا پہلا نکاح ابولہب کے بیٹے عتبہ سے ہوا تھا۔ جبکہ اُن کی بہن اُم کلثوم کا نکاح ابولہب کے دوسرے بیٹے عتیبہ سے ہوا۔ لیکن دونوں کی رخصتی نہ ہوئی جب رسول کریم ﷺ نے تبلیغ کا کام شروع فرمایا تو ابولہب نے اپنے دونوں بیٹوں کو علیحدگی اختیار کرنے کو کہا اُن دونوں نے اپنے باپ کی بات مان لی اور علیحدگی اختیار کرلی۔

حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت رقیہؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کر دیا۔ یہ نکاح ہجرت سے تقریباً تین سال پہلے 619ء میں ہوا تھا۔ نکاح کے بعد اُنہوں نے حبشہ کی جانب ہجرت فرمائی جہاں ان کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، اُن کا نام عبداللہ رکھا، اُنہوں نے اپنی ماں کی وفات کے بعد ۴ ہجری بمطابق 625ء میں وفات پائی، عبداللہ کی عمر چھ سال تھی۔

Marfat.com

حضرت عثمانؓ حبشہ سے مکہ آئے تو اُنہوں نے مدینہ کی جانب ہجرت فرمائی، غزوہ بدر کے دوران حضرت رقیہؓ بیمار تھیں اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ غزوہ بدر میں شرکت نہ فرما سکے کیونکہ حضرت رقیہؓ کی تیمارداری میں مصروف تھے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ جنگ بدر کی فتح کی بشارت لے کر مدینہ آئے تو اسی روز حضرت رقیہؓ نے ۲۰ سال کی عمر میں 623ء میں وفات پائی۔

﴿حضرت اُم کلثوم﴾ آپؓ کے پہلے نکاح کا بیان ہوا، رخصتی سے قبل ہی طلاق ہوئی۔ عتیبہ بن ابولہب نے رسول اللہ ﷺ سے بڑی گستاخی کی تو حضور ﷺ کی زبانِ مبارک سے اُس کے لیے یہ الفاظ نکلے: ''یا اللہ! اپنے کتوں میں سے ایک کتے کو اُس پر مسلط کر دے۔'' کچھ ہی مدت بعد یہ دونوں باپ بیٹا بغرض تجارت ایک قافلہ کے ساتھ شام کی جانب روانہ ہوئے راستہ میں ایک راہب کا صومعہ پڑتا تھا، قافلہ والوں نے یہاں شب گزاری کے لیے ڈیرے ڈال دیئے، راہب نے ان سے کہا کہ یہ جگہ محفوظ نہیں کیونکہ یہاں وحشی درندے بہت پائے جاتے ہیں۔ یہ سن کر ابولہب نے قافلہ والوں سے کہا کہ تمہیں میری عمر اور میرا حق معلوم ہے؟ تو اُنہوں نے جواب میں کہا، ہاں، ابولہب بولا کہ محمد (ﷺ) نے میرے بیٹے عتیبہ پر بددعا کی ہے، لہٰذا تم اپنی متاع صومعہ پر جمع کر دو اور عتیبہ کے لیے اس پر بستر بچھا دو اور تم اس کے گرد اگر د سو جاؤ، تاکہ وہ محفوظ رہ سکے پھر ایسا ہی کیا گیا، لیکن رات کو ایک شیر آیا اُس نے سب قافلہ والوں کو سونگھا شیر نے متاع پر کود کر عتیبہ کا سر کاٹ دیا اور شیر چلا گیا۔ قافلہ والوں نے شیر کو تلاش کیا لیکن وہ ناکام رہے۔ ربیع الاوّل ۳ ہجری بمطابق 624ء حضرت رقیہؓ کے بعد اُم کلثوم کا نکاح حضرت عثمانؓ سے ہوا۔ حضرت اُم کلثومؓ ۶۰۵ھ میں پیدا ہوئیں اور ۹ ہجری بمطابق 625ء میں بیس سال کی عمر میں انتقال فرمایا، اُن کی نماز جنازہ آنحضرت ﷺ نے پڑھائی۔

﴿حضرت فاطمۃ الزہراؓ﴾ اُن کا اسم مبارک فاطمہ جبکہ زہرا اور بتول لقب ہیں۔ حسن و جمال کی وجہ سے زہرا کہلاتی تھیں۔ 610ء میں پیدا ہوئیں بچپن ہی میں ماں کا سایہ سر سے اُٹھ گیا، حضرت سودہؓ نے پرورش کی۔ ہجرت کے دوسرے سال 623ء میں نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے اُن کا نکاح کر دیا۔ نبی کریم ﷺ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا کہ اَدائے مہر کے لیے تمہارے پاس کچھ ہے تو حضرت علیؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ! میرے پاس صرف ایک گھوڑا اور ایک زِرّہ ہے حضور ﷺ نے فرمایا کہ گھوڑا جہاد کے لیے رکھ لو اور زرہ کو فروخت کر دو۔ چنانچہ حضرت عثمانؓ نے وہ زرہ ۴۸۰ درہم میں خرید لی۔ حضرت علیؓ یہ قیمت حاصل کر کے حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور رقم اُن کے قدموں میں ڈال دی۔ آنحضور ﷺ نے اس میں سے کچھ رقم حضرت بلالؓ کو دی کہ وہ خوشبو خرید لائیں اور باقی جہیز وغیرہ کے لیے اُم سلیم کے حوالہ کر دیں اس طرح رسم نکاح سرانجام پائی۔ جہیز میں جو اشیاء شامل تھیں وہ یہ ہیں۔ ایک لحاف، ایک چمڑے کا تکیہ جس میں کھجور کے پتوں (چھال) بھری تھی، دو چکیاں، ایک مشک، دو گھڑے رسم عروسی اسی سال ادا کی گئی۔ جس کے لیے ایک مکان کرایہ پر حاصل کیا

Marfat.com

گیا، بعد میں حضرت حارثہؓ بن نعمان نے اپنا مکان حضرت علیؓ کو دے دیا۔ آنحضرت ﷺ حضرت فاطمہؓ سے بہت پیار فرماتے، بوقت روانگی سفر آپ ﷺ تمام اہل کو ملنے کے بعد فاطمہؓ سے مل کر جاتے جب سفر سے واپسی ہوتی تو تمام اہل میں سب سے پہلے فاطمہؓ سے ملتے آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''فاطمہؓ میرا پارہ گوشت ہے، جس نے فاطمہؓ کو ناراض کیا اُس نے مجھے ناراض کیا''

خیر النساء، سیدۃ النساء العالمین جیسے القابات سے ان کی حیثیت بخوبی معلوم ہو جاتی ہے وہ گھر کا کام خود کرتی تھیں، گھریلو معاملات پر اختلاف رائے پیدا ہوتا تو حضور نبی کریم ﷺ دونوں میں مصالحت کرا دیا کرتے تھے۔ ایک بار ایسا ہوا کہ نبی کریم ﷺ حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لے گئے تو حضرت علیؓ کو وہاں نہ پایا، آپ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ سے دریافت فرمایا کہ علی کہاں ہیں۔؟ اُنہوں نے عرض کی کہ ہم دونوں میں کچھ اَن بَن ہو گئی ہے اور وہ ناراض ہو کر چلے گئے ہیں۔ اُنہوں نے قیلولہ بھی نہیں فرمایا۔ یہ سن کر حضور ﷺ نے ایک شخص سے فرمایا کہ دیکھو علیؓ کہاں ہیں۔؟ اُس شخص نے تلاش کے بعد حاضر آ کر عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ وہ تو مسجد میں سوئے ہوئے ہیں حضور ﷺ مسجد میں تشریف لے گئے وہاں پہنچ کر آپ ﷺ نے دیکھا کہ وہ پہلو کے بل لیٹے ہوئے ہیں اور چادر پہلو سے گری ہوئی ہے خود خاک آلود ہو رہے ہیں۔ حضور ﷺ اُن کی خاک جھاڑنے لگے اور فرمایا: ''اے ابوتراب! اُٹھ بیٹھ'' پھر حضرت علیؓ کو ''ابوتراب'' کے لقب سے پیارا اور کوئی لقب نہ لگتا تھا۔ چنانچہ راوی حدیث حضرت سہیل بن سعد نے بیان کیا کہ اس نام سے پیارا اور کوئی نام نہ تھا۔

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال شریف کے بعد حضرت فاطمہؓ کو کسی نے کبھی ہنستے نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے ۶ ماہ بعد ۳ رمضان ۱۱ ہجری بمطابق 633ء میں حضرت فاطمہؓ نے انتقال فرمایا، اُن کا نماز جنازہ حضرت عباسؓ نے پڑھایا۔ جبکہ بقیع کے قبرستان میں اُنہیں دفن کیا گیا۔ اُنہوں نے تیئس سال کی عمر میں وفات پائی۔

﴿حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی اولاد پاک﴾ حضرت فاطمہؓ کی اولاد پاک میں تین لڑکے اور تین لڑکیاں تھیں۔ محسن اور رقیہ بچپن ہی میں وفات پا گئے تھے۔ لڑکوں میں امام حسنؓ و امام حسینؓ جبکہ لڑکیوں میں اُم کلثومؓ اور زینبؓ سن بلوغت کو پہنچے اُم کلثومؓ کی شادی حضرت عمر فاروقؓ سے ہوئی اور حضرت زینبؓ کا نکاح عبداللہ بن جعفرؓ سے ہوا۔

﴿حضرت عبداللہؓ﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت کے بعد حضرت عبداللہؓ پیدا ہوئے، وہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کی اولاد میں سب سے چھوٹے تھے۔ آپؓ نے بچپن ہی میں انتقال فرمایا۔ وہ طیب و طاہر کے القابات سے جانے جاتے ہیں۔

﴿حضرت ابراہیمؓ﴾ آپؓ نبی کریم ﷺ کی سب سے آخری اولاد ہیں۔ آپؓ ۸ ہجری بمطابق 629ء/630 میں

Marfat.com

عالیہ (مدینہ) کے مقام پر پیدا ہوئے آپ کی والدہ محترمہ ماریہ قبطیہؓ اس وقت مذکورہ مقام پر ہی سکونت پذیر تھیں۔ ابورافع کی بیوی سلمہ جو حضور نبی کریم ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ کی لونڈی تھیں اُنہوں نے حضرت ابراہیمؓ کی ولادت کی خبر آنحضور ﷺ کو پہنچائی تو رحمت عالم ﷺ نے اُنہیں (ابورافع) کو ایک غلام عطا فرمایا سات دن بعد عقیقہ کیا گیا، بال کٹوا کر اُن کے برابر چاندی خیرات کی گئی اور دادا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت سے ابراہیم نام رکھا۔

ابو یوسف (لوہار) کی بیوی اُم سیف کو دودھ پلانے اور دیکھ بھال کا فریضہ سونپا گیا۔ حضرت انسؓ بن مالک نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ اپنے صاحبزادے کو دیکھنے عالیہ تشریف لے جایا کرتے تھے اور ہم بھی اُن کے ساتھ ہوا کرتے تھے۔ آنحضور ﷺ اپنے صاحبزادے ابراہیمؓ کو اپنی گود میں لے کر چوما کرتے تھے۔ لوہار کا گھر تھا جو دھوئیں سے بھرا رہتا، پھر بھی آپ ﷺ بڑی چاہت اور محبت سے اس گھر میں آیا کرتے تھے۔ حضرت انسؓ کا کہنا ہے کہ جب حضور ﷺ ابو یوسف (لوہار) کے گھر جانے کا ارادہ فرماتے تو وہ (حضرت انسؓ) آپ حضور ﷺ کی آمد کی اطلاع ابو یوسف کو پیشتر ہی کر دیا کرتے تھے تاکہ گھر میں بھٹی کو گرم نہ کیا جائے اور دھواں پیدا نہ ہو۔ پیغام موصول ہوتے ہی ابو یوسف اپنا کام بند کر دیا کرتے تھے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ کو خبر ہوئی کہ حضرت ابراہیمؓ حالت نزاع میں ہیں تو آپ ﷺ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو ساتھ لے کر وہاں پہنچے، دیکھا کہ نزاع کی حالت ہے، ابراہیمؓ کو آپ حضور ﷺ نے گود میں اُٹھا لیا تو چشم مبارک سے آنسو رواں ہو گئے یہ دیکھ کر حضرت عبدالرحمٰنؓ نے عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ آپ ایسا کرتے ہیں۔''

فرمایا اے ابن عوفؓ ! یہ رحمت وشفقت (میت پر) ہے پھر فرمایا ابراہیمؓ! ہم تیری جدائی سے غمگین ہیں، آنکھیں اشک بار ہیں، دل غمگین ہے، ہم وہی کہتے ہیں جس سے ہمارا رب راضی ہو، ایک چھوٹی سی چارپائی پر جنازہ اُٹھایا گیا آپ ﷺ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اُنہیں حضرت عثمان بن مظعونؓ کی قبر کے متصل دفن کیا گیا۔ انہیں فضل و اُسامہ نے قبر میں اُتارا حضور نبی کریم ﷺ قبر کے کنارے کھڑے رہے آپ ﷺ کے ارشاد کے مطابق ایک انصاری پانی کی ایک مشک لایا تو وہ پانی قبر پر چھڑک دیا گیا اور شناخت کے لیے ایک نشان قائم کیا۔ اُنہوں نے سترہ یا اٹھارہ ماہ کی عمر میں وفات پائی۔ ان کی تاریخ وفات 27 جنوری 631ء بتائی جاتی ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی چار بیٹیاں تھیں۔ حضرت زینبؓ سب سے بڑی، اُن سے ایک صاحبزادی حضرت اُمامہؓ تھیں۔ حضرت رقیہؓ اور حضرت اُم کلثومؓ سے کوئی اولاد نہ ہوئی۔ حضرت فاطمۃ الزہراؓ سب سے چھوٹی صاحبزادی تھیں اُن کی اولاد پاک کا ذکر ہو چکا۔

Marfat.com

دور رسالت مآب ﷺ کے اساتذہ کرام

.................❖❖❖.................

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اطہر کے اساتذہ مرد و زن میں جن کو معلم اور اُستاد کے طور پر خدمات سرانجام دینے کے لیے معمور کیا گیا۔ اُن کے اسمائے گرامی یہ ہیں:

۱۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ ۲ حضرت اُبی بن کعبؓ

۳۔ حضرت سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ ۴۔ حضرت معاذ بن جبلؓ

۵۔ حضرت ابوعبیدہؓ الجراح کنزل العمال کی روایت میں آیا کہ وہ اچھی تربیت دینے اور عمدہ ادب سکھانے کے لیے معروف تھے۔

۶۔ قریش سے بنواُمیہ کے خاندان سعیدی کے ایک ممتاز فرد حضرت عبداللہ حکم بن سعید اُموی نے اسلام قبول کرلیا تو رسول اکرم ﷺ نے انہیں مدینہ منورہ کے مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کے لیے معلم مقرر فرمایا۔

دور نبویؐ میں جو معلمان مشہور ہوئے وہ یہ ہیں: ۱۔ حضرت سعد بن عبید اُویسیؓ

۲۔ حضرت ابوالدرداء خزرجیؓ ۳۔ حضرت ثابت بن زیدؓ خزرجی

۴۔ حضرت قیس بن سکنؓ خزرجی (بحوالہ کتب المعجز ص:۲۸۶، ابن سعد جلد سوئم، ص:۵۱۳)

رسالت مآب ﷺ کے دور کے مفتی و جج و قاضی

حضور نبی کریم ﷺ کے زمانہ اطہر میں جو صحابہ کرامؓ مذکورہ عہدوں پر فائز فرمائے گئے اُن کے اسمائے مبارک یہ ہیں:

۱۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ زہری ۲۔ حضرت معاذ بن جبلؓ

Marfat.com

۳۔ حضرت اُبی بن کعبؓ
۴۔ حضرت زید بن ثابتؓ
۵۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۶۔ حضرت حذیفہ بن یمانؓ
۷۔ حضرت ابو درداء خزرجیؓ
۸۔ حضرت موسیٰ اشعریؓ
۹۔ حضرت سلمان فارسیؓ
۱۰۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ
۱۱۔ حضرت انس بن مالکؓ
۱۲ حضرت عمار بن یاسرؓ
۱۳۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ
۱۴۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص
۱۵۔ حضرت عبداللہ بن عمروؓ بن عاص
۱۶۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ
۱۷۔ حضرت ابو سعید خدریؓ
۱۸۔ حضرت زبیر بن عوامؓ
۱۹۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ

خواتین صحابیہ

۱............ اُم المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہؓ
۲............ اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ

جج وقاضی

۱۔ حضرت عمر فاروقؓ
۲۔ حضرت علی المرتضیٰؓ
۳۔ حضرت معاذ بن جبل
۴۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ
۵۔ حضرت اُبی بن کعبؓ
۶۔ حضرت زید بن ثابتؓ
۷۔ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ
۸۔ حضرت عقبہؓ
۹۔ حضرت معقل بن یسارؓ

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کا حلیہ مبارک

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ''مدارج النبوۃ'' میں ایک نہایت ہی خوبصورت اور معنی خیز شعر قلم بند فرمایا جو فارسی زبان میں یوں ہے:

ہر نعمتے کہ داشت خدا شد برا و تمام　　　ہر رُتبہ بود در بر اُو ست ختم

نبی کریم ﷺ کے اوصاف میں جو تشبیہات وارد ہوئیں وہ لوگوں کو سمجھانے کے لیے ہیں۔ ورنہ مخلوق میں تو کوئی شے بھی آپ حضور ﷺ کے مماثل نہیں۔ اعضائے شریف کے اوصاف میں توسط و اعتدال جو حُسن و جمال کا مدار اور فضل وکمال کا منبع ہیں وہ بطور کلیہ ہر شے میں موجود ہیں۔

رُوئے مبارک حضور نبی کریم ﷺ کا رُوئے مبارک انوارِ الٰہی اور تجلیات کا مظہر ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کا قرآن مجید کی سورۃ البقرۃ کی آیت نمبر ۱۴۴ میں یوں ذکر فرمایا: ''ہم دیکھ رہے ہیں بار بار آپؐ کا منہ کرنا آسمان کی طرف تو ہم ضرور پھیر دیں گے آپؐ کو اس قبلہ کی طرف جسے آپؐ پسند کرتے ہیں (لو) اب پھیر لو اپنا چہرہ (مبارک) مسجد حرام کی طرف۔''

☆......حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالہ سے ابن عساکر نے نقل کیا کہ میں سحر کے وقت کپڑا سی رہی تھی مجھ سے سوئی گر پڑی میں نے ہر چند تلاش کی، مگر سوئی نہ ملی۔ ایسے میں رسول کریم ﷺ تشریف لے آئے، تو آپ ﷺ کے روئے مبارک کے نور کی شعاع میں وہ سوئی نظر آ گئی۔ میں نے یہ ماجرا آپ ﷺ سے عرض کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے حمیرا! سختی و عذاب ہے'' تین بار فرمایا: ''اُس شخص کے لیے جو میرے چہرے کی طرف دیکھنے سے محروم کیا گیا۔''

☆......حافظ ابونعیم نے بروایت عباد بن عبدالصمد نقل کیا کہ اُس نے کہا کہ ہم حضرت انسؓ بن مالکؓ کے گھر آئے تو اُنہوں نے اپنی کنیز سے کہا کہ دسترخوان لا، کہ ہم چاشت کا کھانا کھائیں۔ وہ دسترخوان لے آئی، حضرت انسؓ نے

Marfat.com

فرمایا رومال بھی لا تو وہ ایک میلا رومال لے آئی۔ آپؓ نے کہا کہ تنور گرم کر، کنیز نے تنور بھی گرم کر دیا، پھر اُس کنیز نے آپؓ کے حکم سے وہ میلا رُومال جلتے ہوئے تنور میں ڈال دیا۔ پھر اُس رُومال کو تنور میں سے نکالا گیا تو وہ ایسا سفید نکلا کہ گویا دودھ جیسا ہے ہم نے حضرت انسؓ سے پوچھا یہ کیا ہے؟ اُنھوں نے فرمایا یہ وہ رومال ہے جس سے رسول اللہ ﷺ اپنے روئے مبارک کا مسح فرمایا کرتے تھے۔ جب یہ رُومال میلا ہو جاتا ہے تو ہم اِسے یوں ہی صاف کر لیتے ہیں۔ کیونکہ آگ اُس شے پر اثر نہیں کرتی جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے رُوئے مبارک سے مس ہوئی ہو۔

☆......حضرت براءؓ بن عازب فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ خوب رُو اور خوش شکل تھے۔

☆......حضرت عبداللہؓ بن سلام نے رُوئے مبارک کو دیکھتے ہی پکارا، اُن کا چہرہ دروغ گو کا چہرہ نہیں، اور پھر وہ خود مسلمان ہو گئے

☆......حضرت ہندؓ بن ابی ہالہ بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کا چہرہ مبارک چودھویں رات کے چاند کی مانند چمکتا تھا۔ ہند حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کے پہلے خاوند ابو ہالہ کے بیٹے تھے۔ وہ مسلمان ہوئے اور ہجرت بھی کی۔ اُنھوں نے حضرت علیؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے جنگ جمل میں ۳۶ ہجری بمطابق 658ء میں وفات پائی۔

﴿چشم مبارک﴾ آنحضرت ﷺ کی مبارک آنکھیں بڑی اور پلکیں دراز تھیں۔ آنکھوں کی سفیدی میں باریک سرخ ڈورے تھے۔ الہامی کتب میں اُن مبارک ڈوروں کا ذکر ہے جو آپ حضور ﷺ کی نبوتؐ کی علامات میں سے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ النجم میں حضور نبی کریم ﷺ کی چشم مبارک کا یوں ذکر آیا: ''نہ درماندہ ہوئی چشم (مصطفیٰ) اور نہ حد ادب سے آگے بڑھی''

جب آپ ﷺ معراج پر تشریف لے گئے تو چشم مبارک اپنے مقصود کی دید میں محو رہی، اِدھر اُدھر، دائیں بائیں کسی جانب مائل نہ ہوئی۔ یعنی چشم مبارک درماندہ نہ ہوئی جیسے دوپہر کے وقت اگر سورج کو دیکھنے کی کوشش کی جائے تو آنکھ سورج کی تاب نہیں لا سکتی، جبکہ آپ حضور ﷺ کی آنکھیں اَنوارِ الٰہیہ کی چمک دمک سے خیرہ نہ ہوئیں۔ اسی وجہ سے جی بھر کر دیدار الٰہی ہوا۔

آپ حضور ﷺ سفر تجارت میں شام تشریف لے گئے تو اس وقت آپ ﷺ کے ہمراہ میسرہ جو حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ کا غلام تھا شریک سفر تھا۔ بصرہ پہنچے تو ایک راہب ''نسطورا'' نامی نے میسرہ سے پوچھا تھا کہ آپ ﷺ کی دونوں آنکھوں میں سرخی ہے تو میسرہ نے اَثبات میں جواب دیا تھا۔ اور یہ بھی کہا تھا کہ آپ حضور ﷺ کی آنکھوں سے وہ سرخی کبھی جدا نہیں ہوتی۔

☆......امام بیہقی نے بروایت ابن عباسؓ نقل کیا کہ رسول اللہ ﷺ اندھیری رات میں روشن دن کی طرح دیکھتے بخاری شریف میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مجھ سے تمہارا رکوع اور سجود پوشیدہ نہیں، میں تم کو اپنی پیٹھ کے پیچھے دیکھتا ہوں۔ اس حدیث مبارک کی تصدیق سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۱۸ سے بھی ہوتی ہے۔

Marfat.com

☆......امام مجاہد نے سورۃ الشعراء کی آیت نمبر ۲۱۹ کا مفہوم یوں بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ پچھلی صفوں کو یوں دیکھتے جیسے اپنے سامنے ہوں۔ پھر آپ ﷺ کا فرشتوں اور شیاطین کو دیکھنا اور شب معراج کی صبح کو مکہ مشرفہ میں ہوتے ہوئے بیت المقدس کو دیکھ کر اُس کا حال بیان فرمانا، قریش کا سن کر حیران و پریشان ہونا اور پھر مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت مدینہ منورہ سے کعبہ مشرفہ کو دیکھنا یہ تمام حقائق آپ حضور ﷺ کی بینائی بے مثال پر دلالت کرتے ہیں۔ مزید یہ کہ جب آپ ﷺ نے شہدائے اُحد پر نماز جنازہ اَدا فرمائی تو منبر پر رونق افروز ہو کر فرمایا کہ میں اس جگہ سے اپنے حوض کو دیکھ رہا ہوں۔

آپ ﷺ کے پاس ایک سلائی تھی جس سے آپ ﷺ ہر شب سوتے وقت آنکھوں میں تین بار سرمہ لگایا کرتے تھے، سرمہ اثمد کا ہوتا تھا۔ اس سرمہ کو لگانے کی اُمت کو بھی تاکید فرمائی، یعنی سرمہ کی پابندی کرو کہ یہ بصر کو جِلا دیتا ہے اور بالوں کو اُگاتا ہے۔

﴿اَبروئے مبارک﴾ حضور اقدس ﷺ کی بھنویں دراز اور باریک تھیں اور درمیان سے دونوں اس قدر متصل تھیں کہ دُور سے ملی ہوئی لگتی تھیں۔ اُن کے درمیان ایک رَگ تھی جو غصہ کے وقت حرکت میں آجاتی اور خون سے بھر جایا کرتی تھی۔

﴿بینی مبارک﴾ ہادی عالم ﷺ کی ناک مبارک نہایت خوبصورت اور دَراز تھی، درمیان میں اُبھار تھا ایک نور درخشاں نظر آتا تھا۔ اگر کوئی شخص بینی مبارک کو بغور دیکھتا تو اُسے یوں لگتا جیسے ناک مبارک بلند ہے درحقیقت بلندی تو اُس نور کی تھی جس نے بینی مبارک کو گھیرے میں لیا ہوا تھا۔

﴿پیشانی مبارک﴾ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی پیشانی مبارک کو کشادہ بنایا تھا۔ جو چراغ کی مانند چمکتی تھی۔ حضرت حسان ؓ بن ثابت نے اپنے ایک شعر میں فرمایا، جس کا ترجمہ ہے: ''جب اندھیری رات میں آپ ﷺ کی پیشانی مبارک ظاہر ہوتی تو تاریکی میں روشن چراغ کی مانند ہوتی۔

﴿گوش مبارک﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے ہر دو گوش مبارک کامل و تام تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو قوت بصری کی طرح قوت سماع بھی بے حد درجہ عطا فرمائی تھی۔ آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ جو میں دیکھتا ہوں تم نہیں دیکھ سکتے اور جو میں سنتا ہوں وہ تم نہیں سن سکتے۔ میں تو آسمان کی آواز سن لیتا ہوں، جیسے ایک روز جبرائیلؑ خدمت میں حاضر تھے کہ ناگاہ حضور ﷺ نے اپنے اُوپر کی طرف سے ایک آواز سنی تو آپ ﷺ نے سر مبارک اُٹھایا حضرت جبرائیلؑ نے عرض کی کہ یہ آسمان کا ایک دروازہ ہے جو آج ہی کھلا ہے، آج سے پہلے کبھی نہیں کھلا تھا، اس کا ذکر مشکوٰۃ شریف میں صحیح مسلم کے حوالہ سے ہے

﴿دہان مبارک﴾ آنحضرت ﷺ کا منہ مبارک فراخ اور اور رُخسار مبارک ہموار، دندان ہائے پیشین کشادہ اور روشن و تاباں تھے۔ جب آپ ﷺ کلام فرماتے تو دندان ہائے پیشین میں سے نور نکلتا ہوا دکھائی دیتا۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے

Marfat.com

روایت ہے، جو بزاز، بیہقی نے بھی بیان کیں کہ جب آپ ﷺ ضحک فرماتے تو دیواریں روشن ہو جاتیں۔ آپ ﷺ کو کبھی جمائی نہیں آئی، اگر کسی شخص کو نماز میں جمائی آ جائے تو صرف اتنا یاد کرلے کہ حضور نبی کریم ﷺ کو کبھی جمائی نہیں آئی۔

حضرت عمیرہ بنت مسعودؓ انصاریہ روایت کرتی ہیں کہ میں اپنی پانچ بہنوں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی تو اُس وقت آپ حضور ﷺ قدید یعنی خشک کیا ہوا گوشت تناول فرما رہے تھے۔ آپ ﷺ نے گوشت کا ایک ٹکڑا چبا کر ہمیں بھی دیا۔ وہ ہم سب بہنوں نے بانٹ کر کھا لیا، اس کے بعد پھر کبھی ہمارے منہ سے بوئے ناخوش پیدا نہ ہوئی اور نہ ہی کبھی منہ کی بیماری لاحق ہوئی۔

۷ ہجری غزوہ خیبر کے موقع پر حضرت سلمہ بن اکوعؓ کی پنڈلی میں ایسی ضرب شدید لگی کہ لوگوں کو گمان ہوا کہ زخم کی شدت کی وجہ سے وہ شہید ہو گئے۔ آپ ﷺ نے تین بار اُن پر دَم فرمایا پھر کبھی اُنہیں پنڈلی میں درد نہ ہوا۔

ایک بدزبان عورت آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اُس وقت سرکار دو عالم ﷺ قدید تناول فرما رہے تھے۔ اُس عورت نے سوال کیا کہ مجھے بھی قدید دیجئے، آپ ﷺ نے جو قدید سامنے پڑا ہوا تھا اُس میں سے کچھ اُس عورت کو دے دیا۔ عورت نے عرض کی کہ اپنے منہ میں سے چبایا ہوا قدید دیجئے، آپ ﷺ نے منہ مبارک سے نکال کر قدید اُسے دے دیا، پھر وہ کھا گئی۔ اس کے بعد پھر کبھی اُس عورت کے منہ سے فحش اور کلام قبیح نہ سنا

باب فی المعجزات بخاری شریف سے یوم حدیبیہ میں چاہ حدیبیہ سے تمام پانی نکال لیا گیا، ایک قطرہ بھی باقی نہ رہا، آنحضرت ﷺ نے پانی کا ایک برتن طلب فرمایا، وضو فرما کر پانی کی ایک کلی کنویں میں ڈال دی اور فرمایا ذرا ٹھہرو، پھر کنویں میں اس قدر پانی جمع ہو گیا کہ حدیبیہ میں ۲۰ دن تک قیام کے دوران تمام صحابہؓ اور اُن کے اُونٹ اس کنویں کے پانی سے سیراب ہوتے رہے۔

﴿لعاب دہن﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے منہ کا لعاب دہن زخموں اور بیماریوں کے لیے شفاء کی کسوٹی تھا۔ خیبر کی فتح سے قبل حضرت علیؓ آشوب چشم میں مبتلا تھے۔ فتح خیبر کی صبح آپ ﷺ نے حضرت علیؓ کی آنکھوں میں اپنا پاکیزہ لعاب دہن ڈال دیا تو وہ فوراً تندرست ہو گئے جیسے درد چشم کبھی ہوا ہی نہ تھا۔

☆......غار ثور میں حضرت ابوبکر صدیقؓ کے پاؤں پر کسی مضر شے نے کاٹ لیا تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن وہاں لگا دیا تو اُسی وقت درد جاتا رہا۔

☆......حضرت رفاعہ بن رافع کا بیان ہے کہ بدر کے دن میری آنکھ میں تیر لگا اور وہ پھوٹ گئی، اللہ کے نبی ﷺ نے اس میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا اور دُعا فرمائی اور مجھے ذرا بھی تکلیف نہ ہوئی، آنکھ بالکل درست ہو گئی۔

☆......حضرت محمدؓ بن حاطب کے ہاتھ پر ہنڈیا گر پڑی تو اُن کا ہاتھ جل گیا، رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک جلے ہوئے ہاتھ پر ڈال دیا اور دعا کی تو وہ ہاتھ بالکل پہلے جیسا ہو گیا۔

☆......حضرت عمرو بن معاذ بن جموح انصاریؓ کا پاؤں کٹ گیا تھا، رسول اللہ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا تو وہ

Marfat.com

پاؤں ٹھیک ہوگیا۔

☆......حضرت ابوقتادہؓ انصاری بیان کرتے ہیں کہ غزوہ ذی قرد محرم ۷ ہجری میں پیش آیا، رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے پوچھا کہ تمہارے چہرے پر یہ کیا ہے تو میں نے عرض کی کہ حضور ﷺ یہ ایک تیر لگا ہے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے نزدیک ہونے کا حکم دیا، میں نے تعمیل حکم کی، تو آپ ﷺ نے زخم والی جگہ اپنا لعاب دہن مبارک لگا دیا اس کے بعد پھر کبھی مجھے تیر یا تلوار نہ لگی اور نہ ہی کبھی خون نکلا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ایک بار پانی کا ایک ڈول لایا گیا آپ ﷺ نے اُس ڈول میں سے پانی پی لیا اور باقی ماندہ پانی کنویں میں ڈال دیا تو اس کنویں کے پانی سے کستوری کی سی خوشبو آنے لگی۔

☆......حضرت انسؓ جو آپ ﷺ کے خادم بھی تھے۔ اُن کے گھر میں ایک کنواں تھا، آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن مبارک اس کنویں میں ڈال دیا تو پھر اُس کنویں کا پانی ایسا شیریں ہوگیا کہ سارے مدینہ منورہ میں اُس کنویں کے پانی سے زیادہ میٹھا پانی اور کسی کنویں کا نہ تھا۔

☆......عاشورہ کے روز نبی کریم ﷺ شیر خوار بچوں کے منہ میں اپنا لعاب دہن مبارک ڈال دیا کرتے اور اُن کی ماؤں کو فرما دیتے کہ شام تک اُن بچوں کو دودھ نہ پلانا۔ پس وہ پاکیزہ و بابرکت لعاب دہن اُن کے لیے کافی ہوا کرتا تھا۔

☆......حضرت عامر بن کریز قرشیؓ اپنے صاحبزادے عبداللہ کو بچپن ہی میں حضور اقدس ﷺ کی خدمت میں لے کر حاضر ہوئے۔ آنحضور ﷺ نے اپنا لعاب دہن عبداللہ کے منہ میں ڈالنے لگے تو وہ لعاب مبارک کو نگلنے لگے، اس پر حضور ﷺ نے فرمایا کہ یہ مُسقی (سیراب) ہے۔ اس کے بعد جب کبھی حضرت عبداللہ کسی پتھر یا زمین میں شگاف کرتے تو اس پتھر یا زمین میں سے پانی نکل آیا کرتا تھا۔

☆......عقبہؓ بن فرقد جنہوں نے حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں موصل کو فتح کیا تھا، اُن کی زوجہ اُم عاصم بیان کرتیں ہیں کہ عقبہ کے ہاں ہم چار عورتیں تھیں۔ چاروں ایک دوسرے سے زیادہ خوشبو لگانے کی کوشش کرتیں اور ہر ایک کی کوشش ہوتی کہ وہ سب پر بازی لے جائے۔ جبکہ عتبہ خود کوئی خوشبو نہ لگاتے وہ سادہ تیل اپنے ہاتھوں پر ڈال کر داڑھی پر مَل لیا کرتے تھے۔ اُس تیل کی خوشبو ہماری خوشبو سے زیادہ ہوا کرتی اور جب وہ باہر جاتے تو لوگ کہتے کہ ہم نے عقبہ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو نہیں سونگھی۔ عقبہؓ نے یہ وجہ بتائی کہ رسول اللہ ﷺ کے عہد مبارک میں میرے بدن پر آبلہ ریزے نمودار ہوئے تو میں نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ سے اس بیماری کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اپنے کپڑے اُتار دو، میں نے کپڑے اُتار دیئے اور آپ ﷺ کے سامنے بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن اپنے دست مبارک پر ڈال کر میری پیٹھ اور پیٹ پر مل دیا۔ اُس دن سے مجھ میں یہ خوشبو پیدا ہوگئی، اس حدیث پاک کو طبرانی نے بھی بیان کیا ہے

﴿زُبان مبارک﴾ ''ہم نے (قرآن) کو تمہاری زبان میں آسان کردیا۔'' سورۃ الدخان کی آیت نمبر ۵۸ میں

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک کا تذکرہ ہے اسی طرح سورۃ النجم کی آیت نمبر ۳ میں فرمایا: ''نہ خواہش نفس سے منہ سے بات نکالتے ہیں یعنی وہ تو بولتا ہی نہیں اپنی خواہش سے'' کلام پاک کی آیات سے ثابت ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے نزول قرآن پاک کو آپ ﷺ کی زبان میں اُتارا، تا کہ پڑھنے، سمجھنے اور سننے میں آسانی رہے۔ پھر یہ بھی فرمادیا کہ (نبی پاکؐ) خواہشِ نفس کی وجہ سے کوئی بات اپنے منہ سے نہیں نکالتے بلکہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ اللہ کے حکم کے مطابق اپنی زبان مبارک سے ادا کرتے ہیں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کا کلام لوگوں کی مانند نہ تھا، وہ تو واضح اور مبین تھا۔ آپ ﷺ کے کلام میں یہ صفت تھی کہ ہر پاس بیٹھنے والا با آسانی اُسے یاد کر لیتا حضرت اُم معبدؓ نے آپ ﷺ کا حلیہ شریف بیان کیا اُنہوں نے لکھا کہ آپ ﷺ کا کلام شریں، حق و باطل میں فرق کرنے والا، نہ حد سے کم نہ حد سے زیادہ، یوں لگتا ہے کہ آپ ﷺ کا کلام لڑی کے موتی ہیں جو مسلسل گر رہے ہیں۔

حافظ ابن حجر فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ کی حیات مبارکہ میں تمام صحابہ کرامؓ میں سے کوئی بہرہ نہ تھا، یہ آپ ﷺ کی کرامات میں سے ایک کرامت تھی۔ آپ ﷺ کا منصب مبلغ کا تھا، احکام الٰہی لوگوں تک پہنچاتے، بہرہ پن تبلیغ میں مانع ہوتا اس لیے اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے صحابہؓ میں کوئی بہرہ نہ تھا۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ میں نے عرب کی سیر کی فصحائے عرب کا کلام سنا، لیکن آپ ﷺ سے زیادہ کسی کو فصیح نہ پایا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے میرے ربّ نے اُدب سکھایا اور میں نے بنوسعد میں پرورش پائی۔''

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کی، یا رسول اللہ ﷺ کیا وجہ ہے کہ آپ ﷺ ہم سے زیادہ فصیح ہیں۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''حضرت اسماعیل علیہ السلام کی لغت پوری ہو گئی تھی تو جبرائیل علیہ السلام آئے اور مجھے لغت یاد کرا گئے۔

آواز مبارک حضور نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک میں اُوصاف حمیدہ پائے جاتے، آواز مبارک گراں قدر تھی، خوش آواز ہونے کے ساتھ بلند آواز بھی تھے۔ خاص طور پر جب آپ ﷺ خطبہ فرماتے تو آواز مبارک گھروں میں پردہ نشین عورتوں تک پہنچتی۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ منبر پر رونق افروز تھے کہ آپ ﷺ نے حاضرین سے فرمایا: ''خطبہ سننے کے لیے بیٹھ جاؤ۔'' اس آواز کو حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے جو مدینہ میں قبیلہ بنی غنعم میں تھے سُن لیا اور ارشاد نبویؐ کی تعمیل میں وہیں اپنے مکان میں دوزانوں ہو بیٹھے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن معاذ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے منیٰ میں خطبہ پڑھا، آواز مبارک سے ہمارے کان کھل گئے اور یہاں تک کہ ہم سب اپنی اپنی جگہوں پر آپ ﷺ کا کلام مبارک سنتے تھے۔

حضرت اُم ہانیؓ فرماتی ہیں کہ ہم اپنے گھر میں ہوتے، حضور نبی کریم ﷺ جب تلاوت قرآن پاک فرماتے تو ہم آسانی سے سُن لیا کرتے تھے حالانکہ میں اپنے مکان کے اندر اپنی چارپائی پر ہوا کرتی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام انبیاء کرامؑ کو

Marfat.com

خوب روئی اور خوش آواز سے نوازا تھا، لیکن آنحضرت ﷺ تمام انبیائے کرامؑ میں سب سے زیادہ خوب رُو اور شیریں آواز تھے۔

﴿خندہ وگریہ مبارک﴾ حضور اقدس ﷺ حسب عادت صرف تبسم فرماتے۔(جب خوشی میں دانت ظاہر ہو جائیں تو اُسے ضحک کہتے ہیں۔ضحک کے معنی چہرہ کا انبساط ہے۔اگر یہ اظہار آواز کے ساتھ ہو تو دور سے بھی سنا جائے گا، اُسے قہقہہ کہتے ہیں۔لیکن اگر آواز تو ہو مگر دور سے سنا نہ جا سکے تو اُسے ضحک کہتے ہیں۔اگر آواز بالکل نہ پائی جائے تو اُسے تبسم بولتے ہیں۔) حضور ﷺ اکثر اوقات تبسم کی حد سے تجاوز نہ فرماتے، شاید ہی ضحک کی حد تک پہنچے ہوں۔وجہ یہ ہے کہ کثرت ضحک دل کو ہلاک کر دیتی ہے اور قہقہہ کبھی نہ مارتے کیونکہ قہقہہ مکروہ ہے آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو گر پڑتے مگر گریہ کی آواز بلند نہ ہوتی حالت گریہ زاری میں سینہ مبارک سے ایسی آواز نکلتی جیسے دیگ میں پکتے ہوئے کھانے کی۔گریہ زاری کی یہ کیفیت قرآن شریف سننے اور کبھی کبھار نماز شب میں یہ حالت ہوا کرتی تھی۔

﴿سرِ مبارک﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کی عظمت اور بلندی یہ ہے کہ ایک روز آپ ﷺ اپنی رضاعی بہن شیما کے ساتھ دوپہر کے وقت ریوڑ میں تشریف لے گئے مائی حلیمہؓ آپ ﷺ کو نہ پا کر پریشان ہوئیں اور تلاش کے لیے نکل پڑیں تو بھیڑ بکریوں میں آپ ﷺ کو اپنی رضاعی بہن کے ساتھ پالیا۔شیماؓ نے بتایا کہ ایک بادل مسلسل ساتھ چل رہا ہے۔جب آپ ﷺ ٹھہر جاتے ہیں تو بادل بھی ٹھہر جاتا ہے۔اور جب آپ ﷺ چلتے تو بادل بھی آپ حضور ﷺ کے ساتھ چل پڑتا۔سارے راستہ میں یہی حال رہا حتی کہ ہم یہاں پہنچ گئے۔

اسی نوعیت کا واقعہ جب آپ ﷺ کی عمر مبارک ۱۲ برس ہوئی تھی آپ ﷺ اپنے چچا ابو طالب اور دیگر شیوخ کے ہمراہ ملک شام تشریف لے گئے تھے یہ قافلہ راہب بحیرہ کے عبادت خانے کے قریب اُترا تھا۔اس راہب نے آپ ﷺ کو پہچان لیا اور کھانا تیار کر کے لایا اور آپ ﷺ کو بلوایا تو آپ ﷺ راہب کے پاس تشریف لے آئے۔اس وقت بھی بادل آپ ﷺ کے سر مبارک پر سایہ کیے ہوئے تھا۔

﴿دست وگردن مبارک﴾ سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر ۲۹ میں ہے:"اور اپنے ہاتھ کو نہ تو گردن سے بندھا (تنگ) کرلو (کسی کو کچھ دو ہی نہیں) اور نہ بالکل کھول ہی دو (سب کچھ ہی دے ڈالو اور انجام یہ ہو) کہ ملامت زدہ اور درماندہ ہو کر بیٹھ جاؤ۔"

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں اپنے پیارے حبیب ﷺ کے دست مبارک اور گردن مبارک کا تذکرہ فراخ دستی اور تنگ دستی کے حالات میں فرمایا یعنی جو ہمیشہ سخاوت کرتا ہے، پھر ایک وقت اس کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔اس محتاج کی قسمت سے اللہ بھی دیتا ہے سو اس واسطے اگر ایک وقت تو نہ دے تو میٹھے جواب کہہ، کہ اگلی سب خیراتیں برباد نہ ہوں۔
آپ ﷺ کی گردن مبارک چاندی کی مانند صاف تھی۔

﴿دست مبارک﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی کفِ دست اور بازو مبارک گوشت سے پُر تھے۔(صحیح بخاری) باب

Marfat.com

صفت النبیؐ میں حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے کسی ریشم یا دیبا کو آپ ﷺ کے کفِ مبارک سے نرم نہیں پایا اور نہ کسی خوشبو کو آپ ﷺ سے بڑھ کر۔ جس شخص سے آپ ﷺ مصافحہ فرماتے وہ دن بھر اپنے ہاتھوں سے خوشبو پاتا اور جس بچے کے سر پر آپ ﷺ کا دست مبارک رکھا جاتا تو وہ بچہ دوسرے بچوں سے خوشبو میں ممتاز ہو جاتا۔

☆......مسلم شریف کی حدیث میں حضرت جابر بن سمرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ نماز ظہر ادا کی ،فراغت کے بعد حضور نبی کریم ﷺ اپنے اہل خانہ کی طرف نکلے تو میں بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہولیا۔ راستے میں بچے آپ ﷺ کے سامنے آئے تو آپ ﷺ نے ہر بچے کے رُخسار کو اپنے دست مبارک سے مسح فرمایا اور میرے رُخسار کو بھی مسح فرمایا، پس میں نے آپ ﷺ کے دست مبارک کی ٹھنڈک اور خوشبو ایسی پائی کہ جیسے آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ عطار کے صندوقچے سے نکالا تھا۔

☆......حضرت وائل بن حجرؓ فرماتے ہیں کہ جب میں رسول اللہ ﷺ سے مصافحہ کرتا تو اپنا بدن آپ ﷺ کے بدن مبارک سے مس کرتا اور اس کا اثر بعد میں اپنے ہاتھ میں پاتا جو کستوری سے زیادہ خوشبودار ہو جایا کرتا تھا۔

☆......حضرت یزیدؓ بن اسود فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک میری طرف بڑھایا تو میں نے یوں محسوس کیا کہ جیسے برف سے ٹھنڈا اور کستوری سے زیادہ خوشبودار ہے۔

☆......ایک نوجوان لڑکے کو جنون ہو گیا، اس کی ماں پریشان رہنے لگی۔ ایک دن وہ عورت اپنے لڑکے کو لے کر حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اپنی پریشانی بیان کی۔ آپ ﷺ نے اس لڑکے کے سینے پر دست مبارک پھیرا۔ لڑکے کو قے ہوئی اور اُس میں سے ایک کالا کتے کا پلا نکلا تو فوراً آرام آ گیا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ و عبد پسران عبد کے لیے دعائے برکت فرمائی دونوں کے سروں پر اپنا مبارک ہاتھ پھیرا۔ وہ دونوں جب سر منڈوایا کرتے تو جس جگہ حضور نبی کریم ﷺ کا ہاتھ مبارک رکھا گیا تھا، اُس حصہ پر باقی حصہ سے پہلے بال اُگ آیا کرتے تھے۔

☆......رسول اللہ ﷺ نے حضرت قتادہ بن ملحان قیسی کے چہرے پر دست مبارک پھیرا جب وہ بوڑھے ہو گئے تو تمام جسم پر بڑھاپے کے آثار نمایاں تھے۔ لیکن چہرہ بدستور تر و تازہ رہا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ سفر ہجرت میں تھے۔ راستے میں ایک غلام چرواہے سے دودھ طلب فرمایا، چرواہے نے جواب دیا کہ میرے ریوڑ میں دودھ دینے والی کوئی بکری نہیں، چرواہے کی یہ بات سن کر آپ ﷺ نے اس ریوڑ سے ایک بکری پکڑ لی اور اس کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس بکری کا دودھ دوہا اور اُنہوں نے پیا۔ یہ حال دیکھ کر چرواہے غلام نے حضور نبی کریم ﷺ سے پوچھا کہ آپؐ کون ہیں؟ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں خدا کا رسول ہوں'' یہ سن کر چرواہا ایمان لے آیا۔ اسی نوعیت کا ایک واقعہ پہلے رونما ہو چکا تھا جب آپ ﷺ نے اُم معبد کی بکری کے تھن پر اپنا دست مبارک پھیرا اور اُس نے دودھ دیا۔

Marfat.com

☆......حضرت مدلوک فزاریؓ بیان کرتے ہیں کہ میں غلام تھا میرے آقا مجھے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے گئے۔ میں اسلام لایا تو حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے دُعائے برکت دی اور میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا۔ میرے سر کا وہ حصہ جسے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک نے مس کیا تھا سیاہ ہی رہا باقی سر سفید ہو گیا۔

☆......ابیض بن حمالؓ کے چہرہ پر داد تھا۔ جس کی وجہ سے ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا۔ آنحضرت ﷺ نے انہیں طلب فرمایا وہ حاضر خدمت ہو گئے۔ آپ ﷺ نے اپنا دستِ شفاء اُن کے چہرے پر پھیرا، ابھی شام نہ ہوئی تھی کہ اُن کے چہرہ پر داد کا کوئی نشان نہ رہا۔

☆......حضرت ابوزیدؓ بن اخطب انصاری خزرجی کے سر اور چہرہ پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا، اُن کی عمر سو سال سے زائد ہو گئی تھی مگر سر اور داڑھی میں کوئی سفید بال نہ تھا۔

☆......آنحضرت ﷺ نے اپنا دستِ مبارک حضرت قیسؓ بن زید بن حباب جذامی کے سر پر پھیرا قیس نے سو سال کی عمر میں وفات پائی اُن کے سر کے بال سفید تھے، ماسوائے اُس جگہ کے جہاں حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک رکھا تھا۔

☆......حضرت ابوسنان عبدی صبامی کے چہرے پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا، ۹۰ برس کی عمر میں بھی ان کا چہرہ بجلی کی طرح چمکتا تھا۔

☆......آنحضرت ﷺ نے اپنا دستِ مبارک حضرت عبادہؓ بن سعد بن عثمان زرقی کے سر پر پھیرا، اور دُعائے خیر فرمائی۔ اُنہوں نے ۸۰ سال کی عمر میں وفات پائی۔ اور کوئی بال بھی سفید نہ ہوا۔

☆......حضرت خزیمہؓ بن عاصم عقیلی کے چہرہ پر حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک پھیرا، پھر اُن کی وفات تک پیری کے آثار نمودار نہ ہوئے۔

☆......حضرت شرجیل حفیؓ کی ہتھیلی میں ایک گلٹی بن گئی تھی جو ختم ہونے کا نام ہی نہ لیتی تھی۔ اُنہیں اس گلٹی کی وجہ سے گھوڑے کی باگ پکڑنے اور تلوار کا قبضہ پکڑنے میں دشواری پیش آیا کرتی تھی۔ ایک بار اُنہوں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں شکایت پیش کی تو آپ ﷺ نے اپنی ہتھیلی مبارک سے اُن کی گلٹی کو رگڑا تو حضرت شرجیل حفیؓ کی گلٹی کا نشان تک نہ رہا۔

☆......حضرت عبدالرحمٰنؓ بن زید بن خطاب قرشی عدی بوقت پیدائش نہایت ہی کوتاہ قد تھے۔ اُن کے نانا حضرت ابولبابہ اُنہیں لے کر حضور انور ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے تحنیک کے بعد حضرت عبدالرحمٰن کے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور دُعائے برکت فرمائی۔ جس کا اثر یہ ہوا کہ حضرت عبدالرحمٰن جب کسی قوم میں ہوتے تو قد میں سب سے بلند نظر آتے۔

☆......ایک شاعر حضرت مالک بن عمیر سلمیؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ!

Marfat.com

میں شاعر ہوں۔ اور آپ ﷺ شعر کے بارے میں کیا فتویٰ صادر فرماتے ہیں۔؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا سر سینہ سے کندھے تک پیپ سے بھر جائے تو یہ سب سے بہتر ہے کہ شعر سے بھرا ہو۔ میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! یہ میری خطا کو بطریق مسح دُور کر دیجئے۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے میرے سر اور چہرے پر اپنا دستِ مبارک پھیرا، پھر میرے جگر اور پیٹ پر پھیرا، یہاں تک کہ میں حضور کے دستِ مبارک کے مسح سے شرمندہ ہوتا تھا۔ راوی نے بیان کیا کہ حضرت مالک بن عمیرؓ بوڑھے ہوگئے تو اُن کی داڑھی اور سر کے بال سفید ہو گئے، مگر سر اور داڑھی میں حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک کی جگہ کے بال سفید نہ ہوئے جہاں مسح فرمایا گیا تھا۔

☆......حضرت یزیدؓ بن قنافہ طائی "اقرع" یعنی گنجے تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اُن کے سر پر اپنا دستِ مبارک پھیرا تو اُسی وقت بال اُگ آئے، اسی وجہ سے اُن کا لقب ہلب یعنی گھنے بالوں والا مشہور ہو گیا۔ ابن درید کا قول ہے کہ وہ اقرع تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک کی برکت سے گنجاپن ختم ہو گیا۔

☆......حضرت معاویہؓ بن ثور بن عبادہ، رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُس وقت اُن کے صاحبزادے بشر بن معاویہؓ ساتھ تھے۔ حضرت معاویہؓ نے عرض پیش کی کہ یارسول اللہ ﷺ بشر کے چہرے پر اپنا دست مبارک پھیر دیجئے! حضور نبی کریم ﷺ نے بشر کے چہرے کو مسح کیا حضور ﷺ کے مسح کا نشان حضرت بشر کی پیشانی میں غرہ کی مانند تھا اور وہ جس بیمار پر اپنا ہاتھ پھیر دیتے وہ صحت یاب ہو جاتا۔ حضرت بشرؓ کے صاحبزادے محمد بن بشرؒ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے کہ میرے باپ کے سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا، چنانچہ وہ یوں کہا کرتے تھے:

وابی الذی مسح النبیؐ بداء سه ودعاله بالاخیر والبرکات

☆......حضرت یسارؓ بن ازہر جہنی نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور مجھے دو چادریں پہنائیں۔ اور ایک تلوار عطا فرمائی۔ حضرت یسارؓ کے بیٹے کا بیان ہے کہ میرے باپ کے سر میں سفید بال نہ آئے یہاں تک کہ وہ وفات پا گئے۔

☆......حضرت ابوغزوان حالت کفر میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے آپ ﷺ نے پوچھا کہ تمہارا کیا نام ہے؟ اُس نے عرض کی میں ابوغزوان ہوں آپ ﷺ نے سات بکریوں کا دودھ دوہا اور اُسے پینے کے لیے دیا تو ابوغزوان ساتوں بکریوں کا دودھ پی گیا۔ آپ ﷺ نے اسے دعوت اسلام دی تو وہ مسلمان ہو گیا۔ آپ ﷺ نے اس کے سینہ پر اپنا دستِ مبارک پھیر دیا۔ دوسرے روز صبح کے وقت ایک بکری دوہی گئی تو وہ اس ایک بکری کا دودھ بھی نہ پی سکا۔

☆......حضرت عبداللہ بن مسعودؓ جو عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتے تھے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ اپنے ساتھ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے ہمراہ جنگل میں میرے پاس تشریف لائے تو میں اُس وقت بکریاں چرا

Marfat.com

رہا تھا۔ آپ ﷺ نے فرمایا لڑکے کیا تیرے پاس دودھ ہے؟ میں نے کہا ہاں، میں امین ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کیا تیرے پاس ایسی کوئی بکری ہے جس پر نر نہ کودا ہو۔؟ میں نے جواب دیا کہ ہاں، پس میں نے ایک بکری پیش کی جس کا تھن نہ تھا۔ آپ ﷺ نے تھن کی جگہ اپنا دست مبارک پھیرا، ایسے میں ایک دودھ سے بھرا تھن نمودار ہوا، آپ ﷺ نے دودھ دوہا اور حضرت ابوبکرؓ اور مجھے پلایا۔ پھر تھن سے ارشاد فرمایا کہ سکڑ جا، پس وہ ویسا ہی ہو گیا جیسا کہ پہلے تھا۔ یہ دیکھ کر میں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ مجھے تعلیم دیجئے، آپ ﷺ نے میرے سر پر ہاتھ پھیرا اور دُعائے برکت دے کر فرمایا تو تعلیم یافتہ لڑکا ہے۔ پس میں اسلام لایا۔

☆...... حضرت سائبؓ بن یزید نے اپنے غلام عطا کو آزاد کر دیا تھا عطا کا بیان ہے کہ اُن کے مالک کی داڑھی کے بال سفید تھے، مگر سر کے بال سفید نہ ہوئے تھے۔ میں نے آقا سے پوچھا کہ آپ کے سر کے بال سفید کیوں نہیں ہوتے؟، اُنہوں نے جواب دیا کہ ایک روز میں لڑکوں کے ساتھ گلی میں کھیل رہا تھا کہ وہاں سے حضور نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا تو آپ ﷺ نے لڑکوں کو سلام کہا اُن لڑکوں میں سے میں نے سلام کا جواب دیا۔ حضور ﷺ نے مجھے بلایا اور اپنا مبارک ہاتھ میرے سر پر رکھ کر فرمایا: ''اللہ تجھے برکت دے۔'' پس حضور ﷺ کے دستِ مبارک رکھے جانے والی جگہ پر سفید بال کبھی نہ آئیں گے۔

☆...... حضرت سہیلؓ بن رافع اپنی لڑکی عمیرہؓ کو لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت بابرکت میں دو صاع کھجوریں لے کر حاضر ہوئے اور عرض کی آپ ﷺ میرے حق میں اور میری بیٹی کے حق میں دُعائے خیر فرمائیں اور لڑکی کے سر پر ہاتھ پھیر دیں۔ عمیرہؓ کا قول ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے مبارک ہاتھ کی ٹھنڈک بعد تک میرے کلیجے پر بھی رہی۔

☆...... حضرت بشرؓ (یا بشیرؓ) بن عقبہ جہنی بیان کرتے ہیں کہ اُن کے والد اُنہیں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مدینہ منورہ لے گئے۔ حضور ﷺ نے میرے والد سے پوچھا کہ یہ لڑکا کون ہے؟ اُنہوں نے کہا یہ میرا بیٹا بجیر ہے حضور ﷺ نے مجھ سے فرمایا نزدیک آؤ تو میں آپ ﷺ کے دائیں ہاتھ بیٹھ گیا۔ آپ ﷺ نے میرے سر پر اپنا دست مبارک پھیرا اور مجھ سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میرا نام بجیر ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا نہیں، بلکہ تمہارا نام بشیر ہے میری زبان میں لکنت تھی آپ ﷺ نے میرے منہ میں اپنا لعاب دہن ڈال دیا، لکنت جاتی رہی اور میرے سر کے تمام بال سفید ہو گئے مگر جن بالوں پر حضور نبی کریم ﷺ کا دست مبارک پھرا وہ سیاہ ہی رہے۔

☆...... آنحضرت ﷺ ہجرت فرما کر مدینے میں رونق افروز ہوئے اُس وقت حضرت سلمان فارسیؓ بحیثیت غلام ایک یہودی کے پاس تھے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق سلمان فارسیؓ نے یہودی سے ایک معاہدہ طے کر لیا جس کے مطابق وہ یہودی کو چالیس اُوقیا سونا (۱۴۰ تولے) ادا کرنے کے علاوہ کھجوروں کے تین سو پودے لگا کر پرورش کرنے کے پابند ہوئے حتیٰ کہ وہ پودے بار آور ہو جائیں۔ حضرت سلمان فارسیؓ نے حضور ﷺ کی خدمت میں یہ

Marfat.com

خبر پہنچا دی تو آپ ﷺ نے اپنے اصحابؓ سے مشورہ فرمایا کہ سلمانؓ کی مدد کرو۔ چنانچہ صحابہ کرامؓ نے کھجور کے پودے فراہم کر دیئے اور حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اُن پودوں کو لگا دیا وہ سب لگ گئے اور اُسی سال پھل بھی لائے۔ یہاں تک کہ ایک روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ اُن تین سو پودوں میں صرف ایک پودا کسی اور نے لگایا تھا، جو دوسرے پودوں کے ساتھ بارآور نہ ہو سکا تو حضور ﷺ نے اُسے اُکھاڑ کر اپنے دست مبارک سے دوبارہ لگا دیا جو دوسرے پودوں کے ساتھ ہی پھل لایا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں کسی کان سے مرغی کے انڈے کے برابر سونا آیا تھا۔ وہ سونا آپ ﷺ نے حضرت سلمان فارسیؓ کو عطا فرما دیا اور فرمایا کہ یہ لے جاؤ حضرت سلمانؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ اس مرغی کے انڈے کے برابر چالیس اُوقیا سونے کی کیا نسبت۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہی لے جاؤ اللہ تعالیٰ اسی کے ساتھ تمہارا قرض ادا کر دے گا۔ چنانچہ وہ لے گئے اور اُسی میں سے چالیس اُوقیا سونا تول کر یہودی کو دے دیا، اس طرح حضرت سلمان فارسیؓ آزاد ہو گئے۔

☆......حضرت عمروؓ بن تغلب کے چہرے اور سر پر رسول اللہ ﷺ نے اپنا دست مبارک پھیرا، اُنہوں نے سو برس عمر پائی، مگر چہرے اور سر کے وہ بال جن کو حضور نبی کریم ﷺ کے دست مبارک نے چھوا تھا سفید نہ ہوئے تھے۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سیدؓ بن ابی ایاس کنعانی وائلی کے سینے پر اپنا دستِ مبارک رکھا اور چہرے پر پھیرا، جب وہ تاریک گھر میں داخل ہوتے تو تاریک گھر روشن ہو جاتا۔

☆......حضرت عبداللہؓ بن عتیک نے ابورافع یہودی کے گھر میں گھس کر اُسے قتل کر دیا، واپسی پر زینے سے اُترتے ہوئے اُن کی ٹانگ ٹوٹ گئی، جو اُنہوں نے اپنے عمامہ سے باندھ لی اور حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، حضور ﷺ نے اُنہیں اس حالت میں دیکھ کر فرمایا، عبداللہ اپنے پاؤں پھیلاؤ تو اُنہوں نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے حضور ﷺ نے اپنا دست شفاء پھیرا تو اُسی وقت ٹانگ ایسی درست ہو گئی گویا کبھی ٹوٹی ہی نہ تھی۔

☆......حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ نبی کریم ﷺ کا نکاح حضرت زینبؓ بنت جحش سے ہوا تو میری ماں اُم سلیمؓ نے خرما، گھی اور پنیر سے حیس تیار کیا اور اُسے ایک تورا (پیالہ کی شکل کا ایک برتن) میں ڈال دیا اور مجھے حکم دیا کہ اسے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لے جاؤ اور اُن سے عرض کرنا کہ یہ میری ماں نے آپ ﷺ کے لیے بھیجا ہے اور وہ سلام کہتی ہیں اور عرض کرتی ہیں کہ یارسول اللہ ﷺ یہ تھوڑا سا کھانا ہماری طرف سے آپ ﷺ کے لیے ہے۔ پس میں وہ کھانا لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور میری ماں نے جو کچھ کہا تھا میں نے وہ آپ ﷺ کی خدمت میں عرض کر دیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا اس کو رکھ دو اور فلاں فلاں تین شخص کو بلا لاؤ اور جو اور ملیں اُن کو بھی لے آنا۔ میں نے تعمیل ارشاد کی واپس آیا تو دیکھتا ہوں کہ گھر لوگوں سے بھرا ہوا ہے۔ حضور ﷺ نے اپنا دست مبارک حیس پر رکھا اور دُعائے برکت فرمائی۔ پھر آپ ﷺ حاضرین میں سے دس، دس کو بلاتے اور فرماتے رہے کہ اللہ کا

Marfat.com

نام لے کر کھاؤ، ہر ایک اپنے سامنے سے کھائے اس طرح ایک جماعت نکلتی تو دوسری آ جاتی، یہاں تک کہ تمام لوگوں نے خوب سیر ہو کر کھایا۔ بتایا گیا کہ حاضرین کی تعداد تقریباً 300 تھی۔ حضور ﷺ نے فرمایا: اے انسؓ! اُٹھاؤ۔ میں نے اُٹھا لیا، میں یہ نہیں بتا سکتا کہ جب تو رار کھا گیا تھا تو اُس وقت کھانا زیادہ تھا یا جب اُٹھایا گیا۔

حضور ﷺ کا دست مبارک وہ تھا جو ایک مشت خاک کفار پر پھینک دی اور اُن کو شکست ہوئی۔ یہ وہی دست کرم تھا کہ کبھی کوئی سائل آپ ﷺ کے دروازے سے خالی ہاتھ نہ گیا۔ یہ وہی دست شفاء تھا جس کے مس ہونے سے بیماریاں جاتی رہتی تھیں۔ جبکہ حکماء واطباء اُن کے علاج سے عاجز ہوتے۔ اسی مبارک ہاتھ میں سنگریزوں نے کلمہ شہادت پڑھا، اسی مبارک ہاتھ کے اِشارے سے فتح مکہ کے روز 360 بت یکے بعد دیگرے منہ کے بل گر پڑے اور اسی مبارک ہاتھ کی ایک اُنگلی کے اشارے سے چاند دو پارہ ہو گیا۔ اِسی مبارک ہاتھ کی اُنگلیوں سے دو بار چشمہ کی طرح پانی جاری ہوا۔

(معجم طبرانی، خصائص کبریٰ، اصابہ عسقلانی)

﴿سینہ مبارک وقلب شریف﴾ حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ مبارک کشادہ جس میں اِسرار الٰہیہ اور معارف ربانیہ ودیعت رکھے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو بصورت نوری سب سے پہلے پیدا فرمایا کوئی اِنسان قلب اقدس کی وسعت کا بیان نہیں کر سکتا۔ چار مرتبہ فرشتوں نے آپ ﷺ کے قلب مبارک کو چاک کیا اور قلب شریف کو نکال کر دھویا اور پھر اُسے ایمان وحکمت کی دولت سے بھر دیا۔ اس صورتحال کے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ الم نشرح آیت اوّل میں فرمایا: ''(اے محمدؐ) کیا ہم نے تمہارا سینہ کھول نہیں دیا بے شک'' پھر سورہ مذکور کی آیت نمبر ۲ میں واضح طور پر آپ ﷺ کی پیغمبروں اور فرشتوں میں برتری اور فضیلت بیان کی گئی۔ جو اِسرار آپ ﷺ کے قلب شریف کو عطا ہوئے وہ کسی اور مخلوق کو عطا نہیں ہوئے۔ حضور اقدس ﷺ نے اپنے قلب شریف کی نسبت یوں اِرشاد فرمایا: ''یعنی میری آنکھ سو جاتی ہے مگر میرا دل نہیں سوتا۔'' آپ ﷺ نماز پڑھتے تو آپ ﷺ کا سینہ مبارک ایسے جوش مارتا جیسے ہانڈی جوش مارتی ہے۔

دِل مبارک کے متعلق ایک بار آپ ﷺ نے ایک سینگی لگوائی اور ابن زبیرؓ سے فرمایا کہ اے عبداللہؓ یہ خون ایسی جگہ ڈال دے جہاں کوئی نہ دیکھے۔ اُنہوں نے وہ خون پی لیا، واپس آئے تو حضور ﷺ نے دریافت فرمایا، کیا، کیا؟ اُنہوں نے عرض کی میں نے اُسے (خون) کو ایک مکان میں رکھ دیا ہے، تا کہ لوگوں سے پوشیدہ رہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''شاید تم نے وہ خون پی لیا ہے۔'' عرض کی ہاں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھے دوزخ مس نہ کرے گی۔''

﴿پائے مبارک﴾ آنحضرت ﷺ کے پائے مبارک پُر گوشت اور خوبصورت ایسے کہ کسی انسان کے نہ تھے۔ صاف وشفاف ایسے گویا کھجور کا گابھا ہیں۔ جب آپ ﷺ چلتے تو قدم مبارک کو قوت، وقار اور تواضع سے اُٹھاتے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کی سورۃ الفرقان آیت نمبر ۶۳ میں فرمایا: ''اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں اور جب بات کرنے لگیں اُن سے بے سمجھ، کہیں صاحب سلام''

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ میں نے چلنے میں آنحضرت ﷺ سے بڑھ کر کسی کو نہیں پایا۔ گویا آپ ﷺ کے

Marfat.com

لیے زمین لپٹی جاتی تھی، ہم دوڑا کرتے اور تیز چلنے میں مشقت اُٹھاتے اور آپ ﷺ با آسانی اور بے تکلف چلتے، مگر پھر بھی سب سے آگے ہوتے۔ بعض اوقات حضور ﷺ اپنے اصحابؓ کے ساتھ چلنے کا قصد فرماتے تو اُس صورت میں اصحابؓ آپ ﷺ کے آگے ہوتے اور آپ ﷺ عمداً اُن کے پیچھے ہو جاتے اور فرماتے میری پیٹھ فرشتوں کے لیے چھوڑ دو۔

حضور ﷺ کے پاؤں مبارک جب آپ ﷺ پتھر پر چلتے تو وہ نرم ہو جاتا اور جب آپؐ ریت پر چلتے تو ریت پر پائے مبارک کا نشان نہ ہوتا۔ یہ وہی پاؤں مبارک ہیں جو شب میں وَرم کر آتے تھے۔ اُن ہی قدموں کی محبت میں کوہ اُحد وکوہ شبیر حرکت میں آئے۔ یہ وہ ہی قدم مبارک ہیں جن سے مکہ اور بیت المقدس کو شرف زائد حاصل ہوا اور جو لامکاں تک پہنچے۔

﴿قد مبارک﴾ آنحضرت ﷺ کا قد مبارک میانہ بمائل دراز تھا جب آپ ﷺ اوروں کے ساتھ چلتے یا بیٹھتے تو سب سے بلند دکھائی دیتے اس میں حکمت یہ تھی کہ باطن کی طرح ظاہری صورت میں بھی کوئی آپ ﷺ سے بڑا معلوم نہ ہو۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ آپ ﷺ دراز قد نہ تھے، لیکن مائل بہ درازی ہونے کے سبب اُوسط قد سے زیادہ تھے۔ یہ آپ ﷺ کا معجزہ تھا کہ جب لوگوں سے الگ ہوتے تو میانہ قد محسوس ہوتے اور جب لوگوں کے درمیان ہوتے تو سب سے دراز قد ہوتے۔ حضور ﷺ کے قامت زیبا کا سایہ نہ تھا۔ امام ابن سبع کا قول ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خصائص میں سے ہے کہ آپ ﷺ کا سایہ زمین پر نہ پڑتا، کیونکہ آپ ﷺ نور تھے۔ اسی لیے جب آپ ﷺ دھوپ یا چاندنی کی روشنی میں چلتے تو آپ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا۔ نوادر الاصول میں امام ترمذی نے بروایت ذکوان (تابعی) نقل کیا کہ دھوپ اور چاندنی میں رسول اللہ ﷺ کا سایہ نظر نہ آتا، ابن مبارک اور ابن جوزی بروایت ابن عباسؓ نقل کیا ہے کہ نبی ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ جب آپ ﷺ دھوپ میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب آجاتی اور جب چراغ کے سامنے کھڑے ہوتے تو چراغ کی روشنی پر غالب ہوتے۔ اس ضمن میں زرقانی نے لکھا کہ آپ ﷺ کا سایہ نہ ہونے میں یہ حکمت تھی کہ آپ ﷺ کے سایہ کو کوئی کافر پامال نہ کرے۔

آپ ﷺ کی شان مبارک میں سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۱۵ نازل ہوئی، جس کا ترجمہ ہے:

''بے شک تمہارے پاس خدا کی طرف سے نور اور روشن کتاب آچکی ہے۔''

روشن کتاب تو قرآن مجید ہے اور نور حضور اکرم ﷺ کی ذات بابرکات ہے، ظاہر ہے نور کا سایہ نہیں ہوتا۔ آپ ﷺ کا جسم مبارک نہایت مقدس، خوشبودار، پاکیزہ، خانہ کعبہ اور حرم پاک سے منور ہے۔ دُنیاوی لحاظ سے برق رَو کی تیز روشنی میں جہاں ہزاروں وولٹس جل رہے ہوں وہاں کے لوگوں کے سائے معدوم ہو جاتے ہیں اور جس ذات گرامی پر سورج اور چاند کی روشنی بھی اثر انداز نہ ہو سکے تو وہ نور نہیں تو کیا ہے۔ جس کی تصدیق کلام الٰہی میں آچکی ہے۔ آپ ﷺ کے اسمائے مبارک میں ایک اسم مبارک ''نور'' بھی ہے۔

﴿رنگ مبارک﴾ حضرت جابرؓ بن سمرہ نے کیا سچی بات کہی کہ ایک رات چاندنی خوب کھلی ہوئی تھی اور چاند بھی پورے

Marfat.com

جوبن پر تھا، رات روشنی کی وجہ سے دن معلوم ہو رہی تھی۔ ایسے میں حضرت بی بی آمنہؓ کا چاند آپ ﷺ سرخ حُلہ پہنے ہوئے باہر تشریف لائے تو میں کبھی چاند کی طرف دیکھتا اور کبھی اُس چہرۂ زیبا کی طرف، تو جھوٹ نہ کہوں گا، آپ ﷺ چاند سے زیادہ خوبصورت اور جمیل تھے

ہندؓ بن ابی ہالہ آپ ﷺ کی شان بڑے مزے لے لے کر اور جھوم جھوم کر ہمیشہ یوں بیان کیا کرتے کہ: ''میرا رسول ﷺ سب کا چہیتا اور بزرگ تھا، چہرہ مبارک مثل چاند چمکتا، بال لمبے لمبے، کبھی مانگ نکلتی تو دشمنوں کے دلوں کو مانگ لیتی، زلفیں کانوں کی لو تک، رنگ چمپئی تھا، پیشانی کشادہ بھوئیں بڑی بڑی اور کٹیلی، ناک ستواں، نور چہرۂ زیبا سے اس طرح ٹپکتا کہ سرسری نظر بھی دیکھ لیتی۔ ریش مبارک گھنی، رُخسار رنگین نازک، چہرہ بڑا، گردن گھٹی ہوئی ایسی پیاری جیسے ایک چاند کی تراشی ہوئی مورت ہو۔ شکم مبارک برابر، سینہ چوڑا، گردن مبارک سے ناف تک ایک مہین ساخط، سینہ مبارک بالوں سے صاف، شانے اُبھرے ہوئے، بازو طویل اور ہتھیلیاں وسیع، اُنگلیاں بڑی، چلتے تو یوں معلوم ہوتا کہ زمین پر قدم مبارک پڑتا ہی نہیں، پائے مبارک بھرے بھرے یوں معلوم ہوتا کہ پانی کا چشمہ جاری ہے، زور زور سے نہ چلتے، نظریں نیچی اور شرمیلی، نظر مبارک اکثر زمین پر رہتی، پہلے سلام فرماتے

﴿بول و براز مبارک﴾ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ پاخانہ کے لیے باہر تشریف لے جاتے تو ایک بار میں اُن کے پیچھے چلی گئی۔ کیا دیکھتی ہوں کہ وہاں کوئی شے بجز خوشبو کے نہ تھی۔ حضرت عائشہؓ نے اس کا ذکر آپ حضور ﷺ سے کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''زمین نگل جاتی ہے۔''

حضرت اُم ایمنؓ فرماتی ہیں کہ ایک رات آپ ﷺ اُن کے گھر قیام پذیر تھے آپ ﷺ نے اُس رات ایک برتن میں بول کیا۔ مجھے پیاس نے غلبہ کیا تو میں اُٹھی اور برتن میں جو تھا وہ میں سارا پی گئی۔ صبح ہوئی تو میں نے اس کا ذکر آپ ﷺ سے کیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج سے تمہارا پیٹ کبھی خراب نہ ہوگا۔'' اسی طرح ایک عورت جو حضرت اُم حبیبہؓ کی خادمہ تھی اُس نے حضور نبی کریم ﷺ کا بول مبارک پی لیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اُم یوسف! تجھے صحت ہے'' حدیث شریف میں آیا کہ وہ ساری عمر بیمار نہیں ہوئی، مگر وہ بیماری جس میں وہ مرگئی اُس کا نام برکہ تھا

﴿موئے مبارک﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے سر مبارک کے بال نہ بہت گھنگھر والے تھے اور نہ بہت سیدھے بلکہ بین بین تھے آپ ﷺ کے بالوں کے بارے میں مختلف روایات بیان کی گئی ہیں۔ یعنی بال مبارک کانوں تک، کانوں کی نوک تک، شانہ مبارک کے نزدیک تک، شانوں تک۔ تطبیق کا طریقہ یوں ہے کہ اُن کو اَوقات و اَحوال پر محمول کیا جائے یعنی جب آپ ﷺ اپنے بالوں کو کٹوا دیتے تو بال کانوں تک رہ جاتے۔ پھر وہ بڑھ کر نصف گوش یا نرمہ گوش یا شانہ مبارک تک پہنچ جاتے۔ جب کبھی موئے مبارک پراگندہ ہو جاتے تو آپ ﷺ اُن کے دو حصے بطور مانگ فرما لیتے اور اگر وہ نہ بکھرتے تو اُنہیں بحال رہنے دیتے۔ داڑھی مبارک گھنی اور اُسے کنگھی فرماتے، آئینہ دیکھتے، سونے سے پہلے آنکھوں میں سرمہ ڈالتے، مونچھیں مبارک کٹوایا کرتے اور فرماتے کہ مشرکین کی مخالفت کرو یعنی داڑھیوں کو بڑھاؤ اور مونچھوں کو خوب کٹوایا

Marfat.com

کرو۔ عمر شریف کے آخری حصہ میں ریش مبارک اور سر مبارک میں تقریباً ۲۰ سفید بال ہو چکے تھے۔ گلے اور ناف کے درمیان بالوں کا ایک باریک خط تھا۔ شکم مبارک اور پستان مبارک پر بال نہ تھے۔ دونوں بازوؤں اور شانوں اور سینہ مبارک کے بالائی حصہ میں بال زیادہ تھے۔

﴾لباس مبارک﴿ آنحضرت ﷺ کا لباس عام چادر، قمیص اور تہبند تھا یمن کی دھاری دار چادریں آپ ﷺ کو بہت پسند تھیں۔ عربی زبان میں ان چادروں کو جرۃ کہتے ہیں۔ اُونی جبہ شامیہ بھی استعمال فرمایا جس کی آستین بہت تنگ ہوا کرتی تھی۔ جبہ کسروانی بھی پہن لیا کرتے، جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاف ہوتی تھی۔ کجاوہ کی مانند بنی ہوئی شکل والی اُونی چادر بھی استعمال فرمائی۔ آپ ﷺ کو سفید لباس پسند تھا۔ جبکہ سرخ رنگ کو ناپسند فرمایا۔ اور پاجامہ کبھی زیب تن نہ کیا۔ عمامہ استعمال فرماتے کبھی شملہ چھوڑتے اور کبھی نہ چھوڑتے۔ شملہ دونوں شانوں کے درمیان اور کبھی کبھی شانہ مبارک پر پڑا رہتا۔ بعض اوقات دستار مبارک کا ایک پیچ بائیں جانب سے ٹھوڑی مبارک کے نیچے گزار کر سر مبارک پر لپیٹ لیتے۔ عمامہ کا رنگ اکثر سیاہ ہوتا۔ عمامہ کے نیچے سر سے لپٹی ہوئی ٹوپی ہوا کرتی اونچی ٹوپ کا آپ ﷺ نے استعمال نہ فرمایا۔ نعلین شریف چپلی کی شکل کے ہوتے، ہر ایک کے دو دو تسمے دوہری تہہ والے تھے۔ ایک تسمہ انگوٹھے اور متصل اُنگلی مبارک کے بیچ اور دوسری اُنگشت میانہ اور بنصر کے بیچ میں ہوا کرتا۔ یہ وہی نعلین شریف کہ شب معراج میں جب حضور نبی کریم ﷺ عرش پر تشریف لے گئے تو بقول صوفیائے کرام باری تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ نعلین سمیت عرش کو شرف بخشیں۔

............❖❖❖............

Marfat.com

نبی کریم ﷺ کے آثارِ شریفہ کی تعظیم وتکریم

حضور نبی کریم ﷺ کے آثار شریفہ کی تعظیم وتکریم صحابہ کرامؓ وتابعین اور اُن کے بعد آنے والوں نے کیسے کیسے انداز میں کی اُن میں سے بعض کا ذکر یوں بیان کیا گیا۔

موئے مبارک حضرت ابن سیرین تابعی نے حضرت عبیدہؓ سے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال مبارک ہمارے پاس ہیں، جو ہمیں حضرت انسؓ کے اہل سے ملے ہیں، یہ سن کر حضرت ابوعبیدہؓ نے کہا کہ میرے پاس اُن بالوں میں سے ایک بال کا ہونا میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہے۔

حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ حجام آپ ﷺ کے سر مبارک کو مونڈھ رہا تھا ایسے میں صحابہ کرامؓ آپ ﷺ کے گرد حلقہ باندھے کھڑے تھے، اُن کی خواہش تھی کہ حضور ﷺ کا جو بال مبارک گرے وہ کسی نہ کسی کے ہاتھ میں ہو۔ (صحیح مسلم)

اُم المومنین حضرت اُم سلمہؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کے کچھ سرخ بال تھے۔ جو ایک ڈبیہ بشکل جلجل میں رکھے ہوئے تھے۔لوگ اُن بالوں سے نظر بد اور وباؤں کا علاج کیا کرتے تھے۔ وہ کبھی تو اُس ڈبیہ کو پانی کے پیالہ میں رکھ لیتے پھر اس پانی کو پی لیتے اور کبھی اُس جلجل کو پانی کے کسی بڑے برتن میں رکھ دیتے اور پانی میں بیٹھ جاتے۔ (بخاری شریف)

امام بخاری رحمۃ اللہ نے بروایت ابوسلمہؒ تاریخ میں نقل کیا کہ محمدؒ بن عبداللہ بن زید نے مجھ سے بیان کیا کہ میرا باپ عبداللہؓ بن زید (رائی الاذان) قربانی کے دنوں میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضور ﷺ نے قربانی کے بکرے تقسیم فرمائے اور اس کو اپنے بالوں سے بھی دیا۔ ان بالوں کی وضاحت طبقات ابن سعد میں کی گئی کہ وہ بال مہدی اور وسمہ سے رنگے ہوئے تھے۔ اُن ہی بالوں میں سے ایک بال راوی کے پاس بھی تھا۔ (شفاء شریف)

حضرت ابومحذورہؓ جو اہل مکہ کے مؤذن تھے۔ اُن کے سر کے سامنے کے حصہ میں بالوں کا ایک جوڑا تھا جب وہ زمین پر بیٹھتے تو بالوں کے جوڑے کو کھول دیتے، بال لمبے ہونے کی وجہ سے زمین سے لگ جاتے۔ دیکھنے والوں میں سے کسی نے اُن سے کہا کہ اِن بالوں کو منڈوا کیوں نہیں دیتے تو ابومحذورہؓ نے جواب دیا کہ میں اِن بالوں کو منڈوا نہیں سکتا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا دستِ مبارک ان بالوں کو لگا ہوا ہے۔ (شفاء شریف)

Marfat.com

حضرت خالدؓ بن ولید قرشی مخزومی کی ٹوپی جنگ یرموک میں گم ہوگئی، تلاش بسیار کے بعد وہ ٹوپی مل گئی۔ لوگوں نے ٹوپی کے گم ہونے کا سبب پوچھا تو حضرت خالدؓ نے فرمایا کہ حضور ﷺ عمرہ بجالائے تو حضور ﷺ نے سر مبارک منڈوایا لوگ آپ ﷺ کے موئے مبارک کو حاصل کرنے کے لیے دوڑے، میں نے پیشانی مبارک کے بال لے کر اس ٹوپی میں رکھ لیے، پھر جس لڑائی میں یہ ٹوپی میرے پاس رہی تو مجھے فتح نصیب ہوئی۔

شفاء شریف میں اس واقعہ کو یوں بیان کیا گیا کہ حضرت خالدؓ بن ولید کی ٹوپی میں رسول اللہ ﷺ کے کچھ بال تھے۔ وہ ٹوپی ایک غزوہ میں گر گئی، حضرت خالدؓ نے ٹوپی کے حصول کے لیے مڑ کر سخت حملہ کیا، جس میں بہت سے مسلمان کام آئے۔ صحابہ کرامؓ نے اُن پر اعتراض کیا، خالدؓ بن ولید نے جواب دیا کہ میں نے یہ حملہ ٹوپی کے لیے نہیں بلکہ موئے مبارک کے حصول کے لیے کیا تھا جو ٹوپی میں تھے کہ مبادا اُن کی برکت میرے پاس نہ رہے اور وہ ٹوپی کافروں کے ہاتھ لگ جائے۔

(الاصابہ)

حضرت ثابتؓ نے بیان کیا کہ خادم رسولؐ حضرت انسؓ بن مالک نے مجھ سے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے بالوں میں سے ایک بال اُن کے پاس ہے۔ جب مر جاؤں تو اُس بال کو میری زبان کے نیچے رکھ دینا۔ جب وہ فوت ہوئے تو حسب وصیت وہ بال مبارک اُن کی زبان کے نیچے رکھ دیا گیا۔ پھر انہیں اسی حالت میں دفن کیا گیا۔

(الاصابہ)

حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ قریب المرگ تھے، تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے بال اور ناخن مبارک منگوا کر وصیت کی کہ ان کو میرے کفن میں رکھا جائے، جب وہ فوت ہوئے تو پھر ایسا ہی کیا گیا۔ (طبقات ابن سعد)

منبر مبارک کا تقدس حضور نبی کریم ﷺ کے منبر شریف کے تین درجے تھے آپ حضور ﷺ سب سے اُوپر کے درجہ پر نشست فرماتے درمیانہ درجہ پر پائے مبارک رکھتے حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اپنے عہد خلافت میں بپاس اُدب درمیانے درجہ پر ایستادہ رہتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں سب سے نیچے کے درجہ پر رکھتے۔ حضرت عمر فاروقؓ اپنے عہد خلافت میں سب سے نیچے کے درجہ پر کھڑے ہوتے اور جب بیٹھتے تو پاؤں زمین پر رکھتے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اپنے خلافت کے اوّل چھ سال حضرت عمر فاروقؓ کے مطابق عمل کیا، پھر رسول اللہ ﷺ کے جلوس کی جگہ پر چڑھے۔ (وفا الوفا)

کشف الغمہ الشعرانی، جز اوّل صفحہ ۱۲۱ میں ہے کہ جب حضرت عثمان غنیؓ کا عہد آیا تو انہوں نے منبر شریف کے درجات زیادہ کر دیئے اور اُوپر کے تینوں درجوں کو چھوڑ کر سب سے آخر کے درجہ پر کھڑے ہوا کرتے تھے۔

حضرت ابن عمرؓ کو دیکھا گیا کہ منبر شریف میں جو جگہ رسول اللہ ﷺ کے بیٹھنے کی تھی وہ اُس جگہ کو ہاتھ سے مس کرتے اور پھر اُس ہاتھ کو اپنے منہ پر پھیر لیتے (شفاء شریف)

حضرت یحییٰ بن سعید جو حضرت امام مالک کے اُستاد تھے جب عراق کو جاتے تو مسجد نبویؐ میں منبر شریف کے نزدیک آ کر اُسے مس کرتے اور دعا مانگتے۔

(وفاء الوفاء)

Marfat.com

﴿مسجد نبویؐ میں آتشزدگی﴾ مسجد نبویؐ میں پہلی آتش زدگی یکم رمضان ۶۵۴ھ بمطابق 1256ء میں ہوئی۔ ابوالیمن بن عساکر جو آتش زدگی کے وقت زندہ تھے تحفۃ الزائر میں لکھتے ہیں:

''منبر نبی ﷺ کا بقایا جل گیا اُس منبر کے رومانہ کو جس پر رسول اللہ ﷺ بیٹھنے کے وقت اپنا دست مبارک رکھا کرتے تھے اور جسے زائرین مس کیا کرتے تھے اور دو خطبوں کے درمیان اور بیشتر حضور انور ﷺ منبر کی جس جگہ پر بیٹھا کرتے تھے اس جگہ کو اور منبر پر رونق افروز ہونے کے وقت جس جگہ پر حضور ﷺ کے ہر دو قدم مبارک ہوا کرتے تھے اس جگہ کو بھی زائرین مَس کیا کرتے تھے، اب آتشزدگی سے وہ اس برکت عامہ ونفع عائد سے محروم ہو گئے۔'' (وفاء الوفاء جز اوّل صفحہ ۲۸۸)

﴿متروکات نبویؐ﴾ حضرت اسدؓ بن زرارہ نے رسول اللہ ﷺ کے لیے ایک چارپائی بطور ہدیہ پیش کی، جس کے پائے ساگوان کی لکڑی کے تھے۔ آپ ﷺ اس چارپائی پر استراحت فرمایا کرتے جب پردہ پوشی کا وقت آیا تو آپ ﷺ اسی چارپائی پر تھے۔ اس کے بعد بطور تبرک اپنے مرنے والوں کو اس چارپائی پر رکھا کرتے، یہ چارپائی بنواُمیہ کے عہد میں میراث حضرت عائشہؓ میں فروخت ہوئی۔ عبداللہ بن اسحاق نے اس **چارپائی کے تختوں کو چار ہزار درہم میں خریدا تھا۔** (زرقانی بحوالہ ابن عمار جز ثالث صفحہ ۳۸۳)

آنحضرت ﷺ کے متروکات میں بعض اشیاء حضرت عبدالعزیز کے پاس بھی تھیں، اُنھوں نے یہ چیزیں ایک کمرے میں محفوظ رکھی ہوئی تھیں۔ وہ ہر روز اُن متروکات کی زیارت کرتے، اشراف آتے تو اُن کو بھی ان تبرکات کی زیارت کراتے۔ ان میں ایک چارپائی، چمڑے کا تکیہ جس میں خرما کی چھال بھری ہوئی تھی، ایک جوڑا موزوں کا، قطیفہ یعنی لحاف، چکی اور ایک ترکش جس میں چند تیر بھی تھے۔ لحاف کے کناروں پر سر مبارک کی میل کا اثر تھا۔ روایت ہے کہ ایک شخص کو مہلک بیماری لاحق تھی، اُسے شفاء نہ ہوتی تھی، ابن عزیز کی اجازت سے لحاف کی میل والے کچھ حصے کو دھو کر اُس کا پانی بیمار کی ناک میں ٹپکا دیا گیا تو وہ صحت یاب ہو گیا۔ (مدارج النبوۃ جز ثانی ص:۶۰۸)

آنحضرت ﷺ نے مکہ مکرمہ کے ایک درّہ میں ایک پتھر سے قرار پایا وہ ایسا نرم ہو گیا کہ آپ ﷺ کے ہر دو بازو مبارک نے اس پر اثر کیا۔ یہ پتھر مشہور ہے، حجاج کرام اس پتھر کی زیارت کرتے ہیں

حضور نبی کریم ﷺ کی شبِ معراج صخرہ بیت المقدس میں پتھر خمیر کی مانند ہو گیا۔ اس پتھر سے آپ ﷺ کی سواری (براق) کو باندھا گیا، لوگ اُسے اپنے ہاتھوں سے چھوتے ہیں۔

(دلائل النبوۃ حافظ ابونعیم اصفہانی ص:۳۱۵)

اسماعیل بن یعقوب تمیمی روایت کرتے ہیں کہ ابن سکندر مسجد نبویؐ میں ایک مقام پر لیٹتے اور لوٹتے، اُن سے اس کا سبب دریافت کیا گیا تو اُنھوں نے جواب دیا کہ میں نے اس جگہ حضور ﷺ کو خواب میں دیکھا ہے

(وفاء الوفاء جز ثانی ص:۴۴۵)

حضرت محمدؒ بن جابرؓ کا بیان ہے کہ میرے باپ نے مجھ سے بیان کیا کہ حضور نبی کریم ﷺ کی قمیص کا ایک ٹکڑا

Marfat.com

ہمارے پاس تھا ہم اُسے دھو کر بغرض شفاء بیماروں کو وہ پانی پلایا کرتے تو بیماروں کو شفاء ہو جایا کرتی تھی۔ (الاصابہ)

﴿پانی کے پیالہ کی برکات﴾ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ نماز فجر کے بعد حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں خدام مدینہ اپنے برتن جو پانی سے بھرے ہوتے لے کر حاضر ہوتے تو آپ ﷺ ہر برتن میں اپنا دستِ مبارک ڈبو دیتے، موسم سرما میں بھی یہی عمل فرماتے۔ (صحیح مسلم باب قربہ)

☆......حضور نبی کریم ﷺ جب وضو فرماتے تو حاضرین میں وضو کے پانی کے حصول کے لیے لڑائی تک کی نوبت آ جاتی۔

(صحیح البخاری، کتاب الوضو)

☆......حضرت ابوجحیفہؓ (وہب بن عبداللہ) نے بیان کیا کہ میں رسالت مآب حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا، میں نے حضرت بلالؓ کو دیکھا کہ اُنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے لیے وضو کا پانی لیا تو لوگ وضو کیے ہوئے پانی کو لینے کے لیے دوڑ رہے تھے۔ جس کو بھی اس میں سے کچھ ملتا وہ اُس پانی کو اپنے ہاتھوں پر ملتا اور جس کو کچھ نہ ملتا وہ دوسرے کے ہاتھ کی تری لے کر مل لیتا۔

☆......حضرت طلق بن علی یمامی اپنے ساتھیوں سمیت حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں بیعت ہونے کے لیے حاضر ہوئے۔ بیان کیا کہ وہ بیعت ہوئے اور نماز ادا کی۔ حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ ہمارے وطن میں ایک گرجا ہے۔ مزید التماس کی کہ آپ ﷺ اپنے وضو کا بچا ہوا پانی عنایت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے پانی طلب فرمایا، وضو فرما کر بقیہ آب کی ایک کلی ہمارے واسطے چھاگل میں ڈال دی، اور روانگی کی اجازت فرمائی۔ بوقت روانگی حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''جب تم اپنے وطن میں پہنچ جاؤ تو اُس گرجا گھر کو توڑ ڈالنا اور اس کی جگہ اس پانی کو چھڑک دینا اور گرجا گھر کی جگہ پر مسجد بنا لینا۔'' ہم نے عرض کی کہ ہمارا شہر یہاں سے بہت دور ہے، گرمی سخت ہے اور یہ پانی خشک ہو جائے گا۔ آپ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اس میں اور پانی ڈال لینا برکت زیادہ ہو جائے گی۔'' (مشکوٰۃ شریف، بحوالہ نسائی باب المساجد)

﴿پارچہ جات و دیگر اشیاء﴾ حضرت ولیدؓ بن ولید بن مغیرہ قرشی مخزومی کفار مکہ کی قید سے بھاگ کر نبی پاک ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُنہوں نے عرض کہ میں مرا جاتا ہوں، آپ ﷺ مجھے اپنے کسی زائد کپڑے میں جو آپ ﷺ کے جسد اطہر سے مس ہوا ہو اس میں مجھے کفنانا۔ چنانچہ جب وہ فوت ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے اُن کو اپنی قمیص مبارک میں دفنایا۔ (الاصابہ)

☆......حضرت عبداللہ بن حازمؓ کے پاس ایک سیاہ عمامہ تھا، جسے وہ جمعہ و عیدین کے موقع پر پہنا کرتے تھے۔ لڑائی میں فتح پاتے تو بطور تبرک اس عمامہ کو پہنتے اور فرماتے یہ عمامہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے پہنایا تھا۔

☆......ایوب بن نجار بروایت عبداللہ نقل کرتے ہیں کہ اُس کے دادا کے پاس رسول اللہ ﷺ کا لحاف تھا۔ جب عمر بن

Marfat.com

عبدالعزیز کو خلیفہ بنایا گیا تھا تو خلیفہ موصوف نے دادا کو کہلا بھیجا، چنانچہ وہ اس لحاف کو چمڑے میں لپیٹ کر لائے تو عمر بن عبدالعزیز اُس کو اپنے چہرے پر ملنے لگے۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ بعض وقت حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ قرشیہ کے ہاں تشریف لے جاتے اور اُن کے گھر قیلولہ فرماتے۔ حضرت شفاءؓ نے نبی پاک ﷺ کے لیے ایک بچھونا اور چادر بنوائی، جس میں آپ ﷺ سویا کرتے تھے۔ وہ بچھونا اور چادر اُن ہی کے خاندان میں رہی، یہاں تک کہ مروان بن حکم نے وہ بچھونا اور چادر لے لی۔

☆......حضرت کعبؓ بن زبیر شاعر تھے، جب وہ ایمان لے آئے تو اُنہوں نے اپنا قصیدہ حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں پڑھا۔ قصیدہ سن کر آپ ﷺ نے اُن کو اپنی چادر اُڑھا دی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ نے بروایت سعید بن مسیب اصابہ سے نقل کیا کہ یہ وہی چادر ہے جسے خلفائے راشدینؓ عیدین کے موقع پر استعمال کرتے تھے۔ ابوبکر بن انباری جو ۱۰ ذی الحجہ ۳۲۸ھ بمطابق 940ء میں فوت ہوئے اُن کی روایت ہے کہ حضرت کعبؓ جب ایک شعر پر پہنچے تو حضرت معاویہؓ نے اُس چادر کے لیے دس ہزار درہم خرچ کیے، مگر حضرت کعبؓ نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی عنایت کی ہوئی چادر کے لیے میں کسی چیز کو اپنی ذات پر ترجیح نہیں دیتا۔ حضرت کعبؓ کی وفات کے بعد حضرت معاویہؓ نے اُن کے ورثہ سے ہی وہ چادر بیس ہزار درہم میں لی۔ (معادلا بن ہشام)

☆......حضرت سہیلؓ بن سعد روایت کرتے ہیں کہ ایک عورت چادر لے کر خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اور عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ یہ چادر میں نے اپنے ہاتھ سے بُنی ہے اور آپ حضور ﷺ کے پہننے کے لیے لائی ہوں۔ اُس وقت آپ حضور ﷺ کو چادر کی ضرورت بھی تھی، اس لیے قبول فرمالی۔ اُس عورت کا بیان ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ وہ چادر پہن کر ہماری طرف نکلے تو ایک صحابی نے آپ ﷺ کوئی چادر پہنے دیکھ کر عرض کی کہ کیا اچھی چادر ہے، یہ چادر مجھے پہنا دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''ہاں'' پھر آپ ﷺ گھر تشریف لے گئے واپس آ کر وہ چادر اُس صحابی سائل کو عنایت فرمادی۔ ایسے میں صحابہ کرامؓ نے اُس صحابی سے کہا تو نے اچھا نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ سے اس چادر کا سوال کیا حالانکہ تمہیں معلوم ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کسی کا سوال رد نہیں فرماتے۔ صحابی نے عرض کی کہ اللہ کی قسم میں نے صرف اس واسطے سوال کیا کہ میرے مرنے پر یہ چادر میرا کفن بنے۔ راوی نے بیان کیا کہ پھر وہ چادر اس کا کفن ہی بنی۔ (صحیح بخاری)

☆......حضرت عبدالرحمٰنؓ المعروف ابو ہریرہ نے بیان کیا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے ہمیں ایک کملی جو پیوندوں کی کثرت سے نمدہ کی مثل اور ایک موٹا تہبند نکال کر دکھایا اور فرمایا:

''رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں میں وصال فرمایا''

☆......آنحضرت ﷺ کی خاتم شریف جس میں تین سطریں تھیں (محمد، رسول، اللہ) حضور نبی کریم ﷺ کے بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمانؓ کو ملی، جب اُن کی خلافت کو چھ برس ہو گئے، ایک روز وہ چاہ

Marfat.com

اریس پر بیٹھے ہوئے تھے کہ یہ خاتم الشریف اُن کے ہاتھ میں سے کنویں میں گر گئی۔ تین دن تک کنویں کا پانی نکال کر تلاش کی گئی لیکن خاتم شریف نہ ملی اسی طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کی خاتم گم ہوگئی تھی تو اُن کی بادشاہت جاتی رہی تھی۔ یہی راز حضور ختم المرسلین ﷺ کی خاتم شریف گم ہونے میں تھا۔ چنانچہ اس کے بعد فتنے کا آغاز ہوا، جس کا اختتام حضرت عثمان غنی ذوالنورینؓ کی شہادت پر ہوا۔ (وفاالوفا، جز ثانی، ص:۱۲۱)

☆......حضرت عتبان بن مالک انصاری خزرجی کا بیان ہے کہ میری بصارت جاتی رہی تو میں نے ایک شخص کو بھیج کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ میں چاہتا ہوں کہ آپ حضور ﷺ قدم رنجہ فرمائیں اور میرے مکان میں نماز پڑھائیں۔ تاکہ میں آپ ﷺ کی جائے نماز کو مسجد مقرر کرلوں، رسول اللہ ﷺ معہ اصحابؓ تشریف لائے اور آپ ﷺ نے میرے مکان میں نماز ادا فرمائی۔

(مسلم، کتاب الایمان)

﴿کھانے پینے کے برتنوں کی فضیلت﴾ حضرت خداشؓ بن ابی خداش مکی نے حضور نبی کریم ﷺ کو ایک روز ایک پیالہ میں کھانا کھاتے دیکھا تو خداش مکیؓ نے حضور ﷺ سے وہ پیالہ بطور تبرک حاصل کرلیا۔ حضرت عمر فاروقؓ جب کبھی حضرت خداشؓ کے گھر تشریف لے جاتے تو اُن سے وہ ہی پیالہ طلب فرماتے اور آب زم زم سے بھر کر پیتے اور اپنے چہرے پر اُس پیالہ والے پانی سے چھینٹیں مارتے۔ (الاصابہ)

☆......حضرت اسماءؓ بنت عمیس بیان کرتی ہیں کہ ہم نے بعض ازواج مطہرات کو رسول اللہ ﷺ کے ہاں بطور عروس بھیجا۔ جب ہم خدمت اقدس میں حاضر ہوتیں تو آپ ﷺ دودھ کا ایک بڑا پیالہ نکالتے اُس میں سے کچھ دودھ پی کر اپنی زوجہ محترمہ کو دیا کرتے۔ حضرت اسماء کے سامنے آپ ﷺ نے ایسا ہی کیا کہ کچھ دودھ پی کر بقایا اپنی زوجہ کو دیا۔ وہ بولیں کہ مجھے اشتہا نہیں، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ:

''بھوک اور جھوٹ کو جمع نہ کر'' اس کے بعد وہ پیالہ حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے عنایت فرمایا۔ میں اُس پیالے کو لے کر اپنے ہونٹوں پر پھیرانے لگی، بدیں غرض کہ میرے ہونٹ اس جگہ سے لگ جائیں جہاں حضور نبی کریم ﷺ کے ہونٹ مبارک لگے تھے۔

☆......حضرت عاصمؒ روایت کرتے ہیں کہ میں نے حضرت انسؓ کے پاس رسول اللہ ﷺ کا ایک پیالہ جو عمدہ عریض اور چوب نضاء (ایک خاص قسم کے درخت کی لکڑی) کا بنا ہوا تھا۔ حضرت انسؓ نے چاہا کہ بجائے لوہے کے سونے یا چاندی کا حلقہ بنوایا جائے، مگر ابوطلحہؓ نے کہا کہ جس چیز کو رسول اللہ ﷺ نے بنوایا ہو، اُسے تبدیل نہیں کرنا چاہیے۔ اس پیالے کی تعظیم و تکریم اس طرح کی گئی کہ یہ پیالہ **نضر بن انسؓ کی میراث سے آٹھ لاکھ درہم میں خریدا گیا**۔ اسی پیالہ کے بارے میں امام بخاری سے روایت ہے کہ میں نے اس پیالہ کو بصرہ میں دیکھا اور اس میں پانی پیا۔ (شرح شمائل، بحوالہ شرح بخاری)

Marfat.com

☆......آنحضرتﷺ اور آپؐ کے اصحابؓ سقیفہ بنی ساعدہ میں رونق افروز ہوئے حضور نبی کریمﷺ نے سہلؓ بن سعد سے فرمایا کہ پانی پلاؤ، سہلؓ نے آپﷺ کو ایک پیالہ میں پانی پلایا۔ پھر اسی پیالہ میں آپؐ کے اصحابؓ کو بھی پانی پلایا۔ حضرت ابوحازم کا بیان ہے کہ حضرت سہلؓ نے وہی پیالہ ہمارے واسطے نکالا اور ہم نے اسی پیالے میں پانی پیا۔ اس پیالے کو خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے حضرت سہلؓ سے مانگ لیا۔ (بخاری)

☆......رسول اللہﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن انیس کو عرنہ میں خالد بن سفیان بن نبیح کے قتل کرنے کے لیے بھیجا۔ حضرت عبداللہؓ نے اُسے قتل کر دیا اور اس کا بریدہ سر لے کر ایک غار میں داخل ہو گئے۔ غار کے دہانے پر مکڑی نے جالا تن دیا، دشمن نے تعاقب کیا کچھ نہ پا کر نا اُمید واپس ہو گئے۔ حضرت عبداللہؓ بن انیس ۱۸، دن بعد غار سے باہر آئے اور خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے اور خالد کا بریدہ سر پیش کیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ حضور نبی کریمﷺ کے دستِ مبارک میں عصا تھا۔ آپﷺ نے وہ عصا حضرت عبداللہ بن انیسؓ کو عطا فرما دیا، اور یہ ارشاد فرمایا: ''بہشت میں اس پر ٹیک لگانا۔'' وہ عصاء حضرت عبداللہؓ بن انیس کی تحویل میں رہا۔ جب ان کی وفات کا وقت آیا تو وصیت کی کہ اس عصاء کو میرے کفن میں رکھ کر میرے ساتھ ہی دفن کر دینا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(حیاۃ الحیوان، زرقانی علی المواہب)

☆......امام ابن مامون کا بیان ہے کہ میرے پاس رسول اللہﷺ کے پیالوں میں سے ایک پیالہ تھا۔ ہم اس پیالے میں سے بغرض شفاء بیماروں کو پانی پلایا کرتے تھے۔ (شفاء شریف)

☆......رسول اللہﷺ کا جبہ کسروانی تھا جس کی جیب اور دونوں چاکوں پر دیبا کی سنجاف تھی۔ یہ جبہ پہلے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس تھا اُن کے بعد یہ جبہ مبارک اُن کی بہن حضرت اسماءؓ نے لے لیا تھا، اُنہوں نے فرمایا کہ اس جبہ مبارک کو حضورﷺ پہنا کرتے تھے، جب اس جبہ مبارک کو دھویا جاتا تو اس کے پانی کو بغرض شفاء بیماروں کو پلایا کرتے۔ (صحیح مسلم باب تحریم اناء الذہب والفضۃ النساء)

﴿سامانِ حرب و دیگر﴾ حضور نبی کریمﷺ کی تلوار کو ''ذوالفقار'' کہتے ہیں جو حضرت امام زین العابدینؒ کے پاس تھی۔ حضرت امام حسین علیہ السلام کی شہادت کے بعد آپ مدینہ واپس تشریف لائے تو حضرت مسور بن مخرمہ نے امام زین العابدینؒ سے وہ تلوار مانگی اور یہ بھی کہا کہ وہ یہ تلوار لے لیں گے۔ لیکن امام زین العابدینؒ نے فرمایا: ''جب تک میرے جسم میں جان ہے کوئی مجھ سے یہ تلوار نہ لے سکے گا۔''

☆......حضرت زبیرؓ نے جنگ بدر میں جو برچھی عبیدہ بن سعید بن عاص کی آنکھ میں ماری تھی وہ یادگار بن گئی۔ کیونکہ حضور نبی کریمﷺ نے وہ برچھی حضرت زبیرؓ سے مستعار لی پھر وہ برچھی بطور تبرک خلفائے راشدینؓ میں منتقل ہوتی رہی۔ یہ برچھی زبیرؓ کے بیٹے عبداللہ کے پاس چلی گئی۔ حجاج بن یوسف نے جمادی الثانی ۷۳ ہجری بمطابق اکتوبر 692ء میں حملہ کر کے حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کر دیا، بوقت شہادت اُن کی عمر ۷۱ سال تھی۔ پھر وہ

Marfat.com

برچھی حجاج بن یوسف نے حاصل کر لی۔ (بخاری شریف)

☆......جنگ اُحد میں حضرت عبداللہؓ بن جحش کی تلوار ٹوٹ گئی تو آنحضرت ﷺ نے اُنہیں کھجور کی ایک شاخ عطا فرمائی، وہ کھجور کی شاخ اُن کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ اُس تلوار کو عرجون کہا گیا۔ یہ تلوار بطور تبرک اُن کے خاندان میں رہی۔ یہاں تک بغاتر کے ہاتھ جو معتصم باللہ ابراہیم بن ہارون الرشید کے امیروں میں سے تھا، بغداد میں ۲۰۰ دینار میں فروخت ہوئی۔

............❖❖❖............

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کے خلق عظیم کا بیان

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔اُن کے بعد کوئی نبی تا قیامت نہیں آئے گا۔آپ ﷺ کے اخلاق وعادات بطور اسناد نہایت اہمیت اور صحت کے ساتھ محفوظ ہیں۔تا آنکہ ہر زمانے میں اُن کا اقتداء کیا جائے اور اُن ہی پر عمل کیا جائے۔حضور ﷺ کا کام تبلیغ وتزکیہ تھا۔اسی واسطے سے اُنہیں باعنایت الٰہی اوّل خلقت وفطرت ہی میں محاسن اخلاق حاصل تھے،جن کا ظہور حسب موقع اُن کی عمر شریف میں وقتاً فوقتاً ہوتا رہا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ القلم کی آیت نمبر ۴ میں فرمایا:

''بے شک آپ عظیم الشان خلق کے مالک ہیں۔''

اللہ تعالیٰ نے خود ہی اپنی تخلیق کے شاہکار کی توصیف فرمادی۔لفظ ''خلق'' کی تشریح امام فخرالدین رازی نے یوں فرمائی کہ خلق نفس سے اُس ملکہ اور استعداد کو کہتے ہیں جس میں وہ پایا جائے۔تا آنکہ اس کے لیے افعال جمیلہ اور خصائل حمیدہ پر عمل پیرا ہونا آسان اور سہل ہو جائے۔امام موصوف نے مزید بتایا کہ کسی اچھے اور خوبصورت فعل کا کرنا ایک الگ چیز ہے لیکن اس کو سہولت اور آسانی سے کرنا الگ چیز ہے۔کوئی کام خلق اسی وقت کہلائے گا جب اس کے کرنے میں تکلف سے کام لینے کی نوبت نہ آئے۔یعنی جس طرح آنکھ بے تکلف دیکھتی ہے،کان بے تکلف سنتے ہیں،زبان بے تکلف بولتی ہے اس طرح سخاوت،شجاعت،حیاء،حق گوئی اور تقویٰ وغیرہ کسی تردّد وتوقف کے بغیر سرزد ہونے لگیں تو اس وقت ان امور کو اخلاق شمار کیا جاتا ہے۔علامہ آلوسی نے عظیم کے بارے میں لکھا کہ مخلوق میں سے جس کی سرعت رفتار یا عزم بلند کوئی نہ پا سکے اسے عظیم کہتے ہیں۔علی یعنی کسی پر حاوی ہونا،چھا جانا اور قابو پا لینے کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔مقصد یہ کہ اخلاق حمیدہ اور افعال پسندیدہ پر حضور نبی کریم ﷺ کا قبضہ ہے ان امور کے لیے تکلف یا بناوٹ کی ضرورت نہیں۔اللہ تعالیٰ نے بھی حکم دیا:''اے حبیب ﷺ آپ اعلان کر دیں کہ میں تم لوگوں سے نہ کسی اجر کا مطالبہ کرتا ہوں اور نہ میں

Marfat.com

تکلف اور بناوٹ کرنے والوں میں سے ہوں۔'' حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی ظاہری شکل وصورت اور سیرت واخلاق کے اعتبار سے تمام انبیاء سے برتر ہیں، کوئی نبی آپ ﷺ کے مقام علم اور شان کرم کے قریب بھی نہیں پہنچ سکتا۔ آپ ﷺ کی ذاتِ اقدس بزرگی کا آفتاب ہیں۔ جبکہ سارے انبیاء آپ حضور ﷺ کے ستارے ہیں اور ستارے عہد جاہلیت کے اندھیروں میں آپ ﷺ کے انوار اور تابانیوں کو ظاہر کرتے رہے ہیں۔ حضور ﷺ کا ارشاد گرامی ہے، جس کا ترجمہ ہے: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے اَدب سکھایا اور اُس کا اَدب سکھانا بہت خوب تھا۔''

حضرت اُم المومنین عائشہ صدیقہؓ سے جب کسی نے خلق مصطفویؐ کے بارے میں پوچھا تو اماں عائشہؓ نے مختصر اور جامع جواب دیا کہ حضور ﷺ کا خلق ''قرآن'' تھا۔ جب یہی سوال ایک دوسرے شخص نے کیا تو اُم المومنینؓ نے فرمایا سورۃ المومنون کی اوّل دس آیات پڑھ لو تو اُن ہی آیات میں نبی کریم ﷺ کے خلق کی صحیح تصویر ہے۔ آپ ﷺ کا خلق سب سے اعلیٰ تھا۔ آپ ﷺ اپنی مرضی اور معیشت سے دست بردار ہو گئے اور اپنے آپ کو کلیۃً حق تعالیٰ کے سپرد کر دیا۔

حضرت حسانؓ نے اپنے اشعار میں نبی کریم ﷺ کے خلق عظیم کے بارے میں یوں عرض کیا: آپ ﷺ کی ہمتیں اور حوصلے بے شمار ہیں جو اُن میں سے بڑے ہیں ان کی تو حد ہی نہیں، جبکہ چھوٹی سے چھوٹی ہمت اور حوصلہ زمانہ سے بزرگ تر ہے۔

حضرت انسؓ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ ﷺ کی دس سال تک مسلسل خدمت کی اس عرصہ میں آپ ﷺ نے مجھے کسی کام کے کرنے اور کسی کام کے نہ کرنے پر کبھی نہیں پوچھا۔

نبی کریم ﷺ خود ہر کمال وجمال کے پیکر ہی نہ تھے بلکہ اُنہوں نے اپنے نیاز مندوں کو بھی اُن نعمتوں سے مالا مال کر دیا اور ان کی نہایت اعلیٰ تربیت فرمائی، جو آنے والی نسل انسانی کے لیے ایک بے مثال نمونہ ہے یہاں بے شمار ارشادات نبویؐ میں سے چند درج ہیں۔

☆......حضرت ابوذر غفاریؓ کہتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اے ابوذر! تم جہاں بھی رہو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو، کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے فوراً بعد نیکی کرو وہ نیکی اس گناہ کو مٹا دے گی اور لوگوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آیا کرو۔'' پھر فرمایا: ''قیامت کے دن مومن کی میزان میں ''حسن خلق'' سے زیادہ وزنی اور کوئی چیز نہ ہو گی۔ اور اللہ تعالیٰ فحش کلام کرنے والے بدزبان سے بغض رکھتا ہے'' پھر فرمایا: ''میزان عمل میں جتنی چیزیں رکھی جائیں گی اُن میں ''حسن خلق'' زیادہ وزنی ہو گا اور اچھے اخلاق کا مالک اپنے حسن خلق کے باعث نماز پڑھنے، روزہ رکھنے والے کے مرتبہ کو پالے گا۔''

☆......حضرت جابرؓ بن عبداللہ سے مروی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

''میرے نزدیک تم میں سے روز قیامت سب سے زیادہ محبوب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہیں۔'' پھر فرمایا: ''میرے نزدیک تم میں سے زیادہ پسندیدہ اور قیامت کے دن تم میں سے مجھ سے زیادہ دُور بے ہودہ باتیں

Marfat.com

کرنے والے، زبان دراز اور متکبر لوگ ہوں گے۔''

☆......رُوح البیان میں علامہ اسماعیل حقی نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ کے نزدیک حسن خلق کی ۳۶۰ صورتیں ہیں۔ جس میں توحید کے ساتھ ان میں سے ایک بھی صورت پائی وہ جنت میں داخل ہوگا۔'' حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! ان میں سے کوئی چیز مجھ میں بھی پائی جاتی ہے۔'' تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''ابوبکرؓ! تم میں حسن خلق کی سب صورتیں موجود ہیں اور ان میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک سخاوت بہت محبوب ہے۔''

﴿صبر و برداشت، عفو و درگزر﴾ نبی کریم ﷺ صبر و برداشت، عفو و درگزر کے پیکر تھے۔ نبوت کا بوجھ اُٹھانے کے لیے ان اوصاف حمیدہ کا ہونا ضروری تھا اللہ تعالیٰ نے ان ہی اوصاف سے آپ ﷺ کو خوب نوازا۔ صبر کی تعریف یوں کی گئی کہ مصیبت و ایذاء کے وقت اپنے آپ کو روکنا اور متاثر نہ ہونا، صبر کہلاتا ہے اپنی طبیعت کو غصے سے ضبط کرنے کا نام حلم ہے اسی طرح خطاء پر مواخذہ نہ کرنے کو عفو کہتے ہیں۔ قرآن مجید کی سورۃ المائدہ کی آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا: ''پس معاف کر اُن کو اور درگزر کر، بے شک اللہ تعالیٰ محبوب رکھتا ہے احسان کرنے والوں کو'' یعنی کفار نے نبی کریم ﷺ کو ستانے کا سلسلہ جاری رکھا تو آپ ﷺ انہیں معاف فرماتے رہے، اور وہ آپ ﷺ کے خلاف سازشوں کے جال بنتے اور آپ ﷺ نظر انداز کرتے رہے۔ وہ اپنا کام کریں، اور اے مجموعہ ہر خوبی و دلبری آپ اپنا کام کریں۔

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی ذات کے لیے کبھی انتقام نہیں لیا۔ البتہ جب آپ ﷺ کسی شعائر اللہ کی بے حرمتی دیکھتے تو اللہ کے واسطے انتقام لیتے۔ (بخاری شریف)

دسویں سال نبوت میں جب آپ ﷺ قبیلہ ثقیف کو دعوت اسلام دینے کے لیے طائف تشریف لے گئے تو طائف والوں نے جس قدر اذیت دی کہ نعلین مبارک خون آلود ہوگئے، واپس پر پہاڑوں کے فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کی یا محمد ﷺ آپ جو چاہیں حکم دیں، اگر اجازت ہو تو طائف اور مکہ کے دونوں پہاڑ اُلٹ دوں، فرشتے کی یہ اِستدعا سن کر رحمۃ اللعالمین حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں یہ نہیں چاہتا کہ وہ ہلاک ہو جائیں بلکہ مجھے اُمید ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کی اولاد میں سے ایسے بندے پیدا کرے گا جو صرف خدا کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں گے۔'' (مشکوٰۃ)

ہجرت سے قبل کفار مکہ نے مسلمانوں کو بہت سی اذیتیں پہنچائیں۔ آخر کار مسلمانوں کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا۔ چنانچہ حضرت خبابؓ بن الارت بیان کرتے ہیں کہ ہمیں مشرکین سے شدت و سختی پہنچی تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اس وقت آپ ﷺ اپنے سر مبارک کے نیچے چادر رکھ کر کعبہ کے سایہ میں لیٹے ہوئے تھے۔ میں نے آپ حضور ﷺ کی خدمت میں عرض کیا، آپ ﷺ مشرکین پر بدعاء کیوں نہیں کرتے۔؟ یہ سن کر آپ ﷺ اُٹھ بیٹھے، چہرہ مبارک سرخ ہوگیا فرمایا: ''تم سے پہلے جو لوگ گزرے ہیں اُن پر لوہے کی کنگھیاں چلائی جاتی تھیں، جس

Marfat.com

سے گوشت پوست سب علیحدہ ہو جاتا اور ان کے سر پر آرے رکھے جاتے اور چیر کر دو ٹکڑے کر دیے جاتے۔ مگر یہ اذیتیں ان کو دین سے برگشتہ نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ دین اسلام کو کمال تک پہنچائے گا۔ یہاں تک کہ ایک سوار صنعاء سے حضر موت تک سفر کرے گا اور اُسے خدا کے سوا کسی کا ڈر نہ ہوگا۔'' (صحیح بخاری)

نضر کے قتل کا واقعہ حضور ﷺ رمضان المبارک ۲ ہجری غزوہ بدر کے بعد واپس تشریف لائے تو راستہ میں مقام صفراء میں آپ ﷺ کے حکم سے حضرت علی المرتضیٰؓ نے نضر بن حارث بن علقمہ بن کلاہ بن عبد مناف بن عبد الدار بن قصی کو قتل کر دیا۔ مقتول نضر اُمراء قریش میں سے تھا۔ جن کا شغل آنحضرت ﷺ کی ایذاء رسانی اور اسلام کو مٹانے کی کوشش تھا۔ اس نضر کی بیٹی قتیلہ جو بعد میں اسلام لائیں نے اپنے باپ کا مرثیہ لکھا، اشعار کا ترجمہ یہ ہے:

''اے محمد (ﷺ)! بے شک آپ ﷺ اس ماں کے بیٹے ہیں، جو اپنی قوم میں شریف ہیں اور آپ ﷺ شریف النسل والے مرد ہیں۔ آپ ﷺ کا کچھ نہ بگڑتا اگر آپ ﷺ احسان کرتے۔ اور بعض اوقات جو احسان کرتا ہے حالانکہ وہ غضبناک اور خشمناک ہوتا ہے، اور نضر آپ ﷺ کے تمام قیدیوں میں قرابت میں سب سے نزدیک تھا اور آزادی کا زیادہ مستحق تھا۔'' جب یہ مرثیہ سید المرسلین رحمۃ اللعالمین ﷺ کی خدمتِ اقدس میں پہنچا تو اُن اشعار کو پڑھ کر آپ ﷺ اتنا روئے کہ ریش مبارک آنسوؤں سے تر ہو گئی۔ اور فرمایا کہ یہ اشعار نضر کے قتل سے پہلے میرے پاس پہنچ جاتے تو میں ضرور اسے قتیلہ کے حوالے کر دیتا۔ (الاستیعاب لابن عبد البر)

دعثور بن حارث کا ایمان لانا حضرت رافع بن خدیج نے بیان کیا کہ غزوہ انمار ربیع الاوّل ۳ ہجری میں پیش آیا، ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ آپ ﷺ کی آمد کی خبر سن کر اعراب پہاڑ کی چوٹیوں پر چلے گئے۔ غطفان نے دعثور بن حارث جو اُن کا سردار تھا اُس نے کہا کہ محمد ﷺ اس وقت اپنے اصحابؓ سے علیحدہ ہوئے ہیں، پھر تمہیں ایسا موقع نہ ملے گا دعثور تیز تلوار لے کر نیچے اُتر آیا، کیا دیکھتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ تلوار کھینچ کر آپ ﷺ کے سر پر آ کھڑا ہوا۔ آپ ﷺ بیدار ہو گئے، تو اُس نے کہا کہ اب تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اللہ'' حضرت جبرائیل علیہ السلام نے اُسے ہٹا دیا اور وہ گر پڑا۔ رسول اللہ ﷺ نے تلوار لے کر کہا اب تجھے مجھ سے کون بچائے گا؟ وہ بولا کوئی نہیں، غرض رسول اللہ ﷺ نے اس سے کچھ تعرض نہ کیا اور وہ ایمان لے آیا۔ (مواہب لدنیہ، شفا شریف)

قوم کے لیے دعاء شوال ۳ ہجری میں غزوہ اُحد وقوع پذیر ہوا۔ اس غزوہ میں حضور نبی کریم ﷺ کا دانت مبارک شہید ہوا۔ جبکہ سر مبارک اور پیشانی مبارک زخمی ہوئی۔ اس حالت میں بھی رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنی زبان مبارک سے یہ الفاظ اُدا فرمائے: ''خدایا! میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے، کیونکہ وہ نہیں جانتے۔''

ایک بدو کی حرکت حضرت جابرؓ بن عبد اللہ نے بیان کیا کہ غزوہ نجد جس کو غزوہ ذات الرقاع بھی کہتے ہیں، جمادی الاوّل ۴ ہجری میں پیش آیا۔ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ واپس آ رہے تھے کہ راستے میں ایک گھنے جنگل سے گزرتے ہوئے دوپہر ہو گئی۔ حضور نبی کریم ﷺ ایک درخت کے سائے میں اُتر پڑے اور شمشیر اس درخت کے

Marfat.com

ساتھ لٹکا دی۔آپ ﷺ کے اصحابؓ بھی ایک ایک کر کے درختوں کے سائے میں اُتر پڑے۔ اسی اثناء میں آپ ﷺ نے ہمیں آواز دی تو ہم حاضر خدمت ہوئے، ہم نے دیکھا کہ ایک بدو آپ ﷺ کے سامنے بیٹھا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سو رہا تھا کہ اس نے آ کر میری تلوار کھینچ لی، میں بیدار ہوا تو یہ تلوار کھینچے میرے سر پر کھڑا تھا اور کہنے لگا کہ تجھ کو مجھ سے کون بچائے گا؟ میں نے کہا ''اللہ'' یہ سن کر بدو نے تلوار نیام میں کرلی اور رحمت عالم ﷺ نے اس بدو کو کوئی سزا نہ دی، اُس بدو اعرابی کا نام غوث بن حارث تھا۔ (صحیح بخاری)

﴿دعویٰ جاہلیت﴾ حضرت جابرؓ بن عبداللہ ہی راوی ہیں کہ شعبان ۵ ہجری میں غزوہ مریسع کے دوران ہم رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے۔ایک مہاجر نے ایک انصاری کو پتھر دے مارا۔انصاری نے انصار کو اور مہاجر نے مہاجرین کو مدد کے لیے پکارا۔رسول اللہ ﷺ نے سنا تو دریافت فرمایا سارا ماجرا سننے کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''دعویٰ جاہلیت اچھا نہیں'' اس طرح فساد رفع ہو گیا۔

رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی خزرجی نے جب یہ ماجرا سنا، کہنے لگا کہ اگر ہم اس سفر سے مدینہ پہنچ گئے تو عزت والا بے قدر شخص کو شہر سے نکال دے گا۔رسول اللہ ﷺ کو جب یہ خبر پہنچی تو حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ آپ مجھے اجازت دیں کہ رئیس المنافقین کی گردن اُڑا دوں۔مگر حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا، اسے جانے دو، ورنہ لوگ یہی کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے اصحاب کو قتل کرتا ہے۔ (صحیح بخاری)

﴿فراتؓ بن حیان کا اقرار اسلام﴾ فراتؓ بن حیان ابوسفیان کی طرف سے مسلمانوں کی جاسوسی پر مامور تھا۔ذی قعد ۵ ہجری میں جاسوسی کرتے ہوئے پکڑا گیا۔آنحضرت ﷺ نے اُسے قتل کرنے کا حکم صادر فرمایا، لوگوں نے پکڑ لیا، راستہ میں اس کا گزر انصار کے ایک حلقہ سے ہوا تو کہنے لگا میں مسلمان ہوں، ایک انصاری نے حضور نبی کریم ﷺ کو فرات کے مسلمان ہونے کی اِطلاع دی۔آپ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کچھ لوگ ایسے ہیں جن کو ہم اُن کے ایمان پر چھوڑتے ہیں، ان میں سے ایک فرات ہے۔حضرت فراتؓ نے بعد میں صدق دل سے اِسلام قبول کر لیا تھا۔پھر آنحضرت ﷺ نے حضرت فرات کو یمامہ میں ایک قطعہ اراضی عطا فرمائی، جس کی آمدنی چار ہزار دو سو دینار سالانہ ہوا کرتی تھی۔ (ابوداؤد)

﴿واقعہ افک﴾ آنحضرت ﷺ غزوہ مریسع سے واپس تشریف لا رہے تھے تو راستہ میں ہی واقعہ افک پیش آیا۔جس کا بانی رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی تھا۔رسول اللہ ﷺ کو اس کا علم تھا، مگر معاملہ گھر کا تھا اس لیے آپ ﷺ نے فیصلہ کو خدا پر چھوڑ دیا تا کہ منافقین کو چوں وچراں کی گنجائش نہ ملے۔اس کی سچائی میں اللہ تعالیٰ نے واقعہ کی تکذیب قرآن پاک میں فرمائی اور اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے احکام الٰہی کے مطابق عمل فرمایا۔تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے۔

﴿ثمامہؓ بن اثال الیمامی کا اسلام لانا﴾ ثمامہؓ بنو یمامہ کا سردار تھا۔وہ نبی کریم ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کرنا چاہتا

Marfat.com

تھا۔ آپ ﷺ نے اللہ تعالیٰ سے دُعا فرمائی کہ ''ثمامہؓ کو ان کے قابو میں کر دے۔'' حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے سواروں کا ایک دستہ نجد کی طرف روانہ فرمایا وہ ثمامہ بن اثال جس کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا اُسے پکڑ لائے اور اسے مسجد کے ایک ستون سے باندھ دیا۔ آنحضرت ﷺ نے اس سے پوچھا، ثمامہ! کیا کہتے ہو؟ ثمامہؓ نے کہا یا محمد (ﷺ) اگر آپ (ﷺ) مجھے قتل کریں گے تو ایک خونی کو قتل کریں گے اور اگر احسان کریں گے تو ایک شکر گزار پر احسان کریں گے۔ اگر زرِ فدیہ چاہتے ہیں تو جس قدر چاہیں دے دوں گا۔ آپ ﷺ نے یہ سن کر کچھ نہ فرمایا۔ دوسرے روز بھی یہی گفتگو ہوئی۔ تیسرے روز آپ ﷺ نے اس کا وہی جواب سن کر حکم فرمایا کہ ثمامہ کو کھول دو۔ یہ عنایت دیکھ کر ثمامہؓ نے مسجد کے قریب ایک درخت کی آڑ میں غسل کیا اور مسجد نبویؐ میں آ کر کلمۂ شہادت پڑھا، اور بولا اسلام لانے سے پہلے میرے نزدیک آپ (ﷺ) کے چہرہ، آپ کا دین اور آپؐ کے شہر سے زیادہ مبغوض کوئی نہ تھا۔ اب آپ ﷺ کا چہرہ مبارک، آپ ﷺ کا دین اسلام اور آپ ﷺ کے شہر سے زیادہ میرے نزدیک کوئی اور محبوب نہ ہے۔

﴿کوہ تنعیم کا واقعہ﴾ مقام حدیبیہ پر اگرچہ باقاعدہ لڑائی کی نوبت نہیں آئی تھی کفار کے کئی جتھے بغض اسلام سے مجبور ہو کر مسلمانوں سے چھیڑ چھاڑ کرتے رہے۔ ایک بار مکہ کے شوریدہ سر پوری طرح مسلح ہو کر جبل تنعیم سے اُترے تا کہ بے خبری میں لشکرِ اسلام پر دھاوا بول دیں۔ قبل اس کے کہ وہ حملہ کرتے مسلمانوں نے اُن کو اپنے محاصرہ میں لے لیا اور گرفتار کر لیا۔ پھر اُنہیں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کیا تو آپ ﷺ رحمۃ اللعالمینؐ نے اُن سب کو معاف فرما دیا۔ اسی قسم کے کئی واقعات رونما ہوئے جن سے جنگ کے شعلے بھڑک سکتے تھے اور صلح کی کوششیں ناکام ہو سکتی تھیں، لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسی صورت پیدا نہ ہونے دی۔ جیسے سورۃ فتح کی آیت نمبر ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اور اللہ وہ ہے جس نے روک دیا اُن کے ہاتھوں کو تم سے اور تمہارے ہاتھوں کو اُن سے وادی مکہ میں۔''

﴿زہر آلود گوشت﴾ نبی کریم ﷺ غزوہ خیبر سے واپس تشریف لائے تو سلام بن مشکم یہودی کی بیوی زینب بنت حارث نے بکری کا گوشت بھون کر زہر آلودہ کر کے آپ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ جسے آپ ﷺ اور چند اصحابؓ نے کھایا، باوجود اعتراف جرم کے اپنی طرف سے آپ ﷺ نے زینب بنت حارث یہودیہ کو معاف کر دیا۔ مگر جب اُس گوشت کے کھانے کے سبب ایک صحابیؓ نے انتقال فرمایا تو قصاص میں زینب بنت حارث کو قتل کر دیا گیا۔ ایسا ہی ایک واقعہ اسی سال ماہ محرم ۷ ہجری میں پیش آیا تھا۔ لبید بن عاصم یہودی منافق نے آنحضرت ﷺ پر جادو کر دیا۔ معلوم ہونے پر آپ ﷺ نے لبید سے بھی کوئی تعرض نہ فرمایا۔ (بخاری)

﴿حضرت ابو ہریرہؓ کی ماں کا ایمان لانا﴾ حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میری ماں مشرکہ تھی۔ وہ نبی کریم ﷺ کی شان میں گستاخی کیا کرتی، میں اُن کو دعوت اسلام دیا کرتا ایک دن میں نے اُن کو دعوت اسلام دی تو میری ماں نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں مجھے مکروہ الفاظ سنائے۔ میں روتا ہوا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور واقعہ عرض

Marfat.com

کر کے دعائے ہدایت کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ''خدایا! ابو ہریرہ کی ماں کو ہدایت دے۔'' میں اس دعاء سے خوش ہو گیا اور واپس گھر آیا تو دیکھا کہ کواڑ بند ہیں میری ماں نے میرے قدموں کی آہٹ سن کر کہا عبد الرحمٰنؓ یہیں ٹھہرو۔ اُنہوں نے غسل کر کے جلدی سے کپڑے پہنے اور دروازہ کھولتے ہوئے کلمہ شہادت پڑھا۔ (صحیح مسلم)

﴿حضرت حاطبؓ سے درگزر﴾ آنحضرت ﷺ فتح مکہ کے لیے ۸ ہجری میں پوشیدہ طور پر عسکری تیاریوں میں مصروف تھے۔ ان خفیہ جنگی تیاریوں کے متعلق حضرت حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ کو ایک خط تحریر کیا۔ یہ خط ایک عورت کے ذریعے پہنچانے کا بندوبست کیا گیا تھا۔ لیکن یہ خط راستہ ہی میں پکڑا گیا۔ یہ ایک سنگین جرم تھا پھر بھی رحمۃ اللعالمین ﷺ نے حضرت حاطبؓ اور اس پیغامبر عورت سے کسی قسم کا تعرض نہ کیا۔

﴿ابوسفیانؓ سے مروّت﴾ ابوسفیان بن حرب غزوہ اُحد اور غزوہ احزاب میں رئیس المشرکین کے کردار میں تھا۔ ایک غزوہ میں مقام مراۃ لظہران میں مسلمانوں کی جاسوسی کرتے ہوئے گرفتار ہوا۔ حضرت عباسؓ ان کو لے کر آنحضرت ﷺ کے حضور پیش ہوئے۔ آپ ﷺ اُس کے ساتھ مروّت سے پیش آئے۔

آنحضرت ﷺ کی عظمت ایسی تھی کہ قریش آپ ﷺ کو برا کہا کرتے تھے۔ مگر آپ ﷺ فرمایا کرتے ''کیا تعجب نہیں کرتے کہ اللہ تعالیٰ قریش کی دشنام ولعنت کو کس طرح مجھ سے باز رکھتا ہے وہ مذمم کہہ دیتے اور لعنت کرتے حالانکہ میں محمد (ﷺ) ہوں۔ (صحیح بخاری، باب اسماء النبیؐ)

﴿فتح مکہ کے وقت﴾ قریش مکہ نے ساڑھے سترہ سال تک آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحابؓ کو جو اذیتیں پہنچائیں وہ ایک طویل فہرست ہے۔ جب ۸ ہجری میں مکہ فتح ہوا تو وہی قریش مسجد حرام میں نہایت خوف وبیقراری کے عالم میں آپ ﷺ کے حکم کے منتظر تھے۔ آپ حضور ﷺ ان اذیتوں کا ذکر زبان مبارک پر نہ لائے اور حکم فرمایا: اذهبوا فانتم الطلقاء ''جاؤ تم آزاد ہو'' اس عالی حوصلگی کی نظیر عالمی تاریخ میں نہیں ملتی۔ پھر فوراً اس عفوِ عام کا اثر یہ ہوا کہ جنگ حنین میں دو ہزار طلقاء (وہ دوسائے قریش جو ابھی ایمان نہ لائے تھے۔) لشکر اسلام میں شامل ہو گئے۔

صحیح بخاری شریف کے ایک باب میں ہندہ بنت عتبہ کا ذکر موجود ہے یہ ہندہ بنت عتبہ زوجہ ابوسفیان بن حرب ہے۔ جو آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا کلیجہ چبا گئی تھی۔ فتح مکہ کے دن نقاب پوش ہو کر ایمان لائیں۔ تاکہ حضور نبی کریم ﷺ پہچان نہ لیں۔ ایمان لا کر نقاب اُٹھا دیا اور کہنے لگی کہ میں ہند بنت عتبہ ہوں، پھر بھی آپ ﷺ نے کسی اُمر کا اظہار نہ فرمایا۔ یہ دیکھ کر ہندہ بول اُٹھی، یا رسول اللہ ﷺ! روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ میری نگاہوں میں آپؐ کے اہل خیمہ سے زیادہ مبغوض نہ تھے۔ لیکن آج میری نگاہ میں روئے زمین پر کوئی اہل خیمہ آپ ﷺ کے اہل خیمہ سے زیادہ محبوب نہیں۔

(صحیح بخاری)

﴿عکرمہؓ کا ایمان لانا﴾ عکرمہ بن ابی جہل قرشی مخزومی اپنے باپ ابی جہل کی طرح رسول اللہ ﷺ کے سخت دشمن تھے۔ فتح مکہ کے دن وہ بھاگ کر یمن چلے گئے۔ اُن کی بیوی نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ وہ اپنے شوہر کے پیچھے یمن پہنچی، اور

Marfat.com

بتایا کہ رسول اللہ ﷺ سب سے بڑھ کر صلہ رحم اور احسان کرنے والے ہیں غرض کہ وہ عکرمہ کو لے کر بارگاہ رسالتؐ میں حاضر ہوئی۔ عکرمہ نے آپ ﷺ کو سلام کیا، رسول اللہ ﷺ عکرمہ کو دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور ایسی جلدی میں ان کی طرف بڑھے کہ چادر مبارک گر پڑی اور فرمایا: ''ہجرت کرنے والے سوار کو آنا مبارک ہو''

﴿صفوانؓ کا دین اسلام قبول کرنا﴾ صفوان بن اُمیہ اپنی قوم کے سردار اور جاہلیت میں اشراف قریش میں سے تھا۔ اُنہیں اسلام کے ساتھ سخت دشمنی تھی۔ وہ فتح مکہ کے دن بھاگ گیا۔ حضرت عمیرؓ بن وہیب جو اس کے چچازاد تھے نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ احمر و اسود کو آپ ﷺ نے امان دی ہے۔ صفوان کو بھی امان دے دیجئے۔ ورنہ وہ اپنے آپ کو سمندر میں ڈال دے گا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو چچیرے بھائی کو لے آ، اُسے اَمان ہے حضرت عمیرؓ نے عرض کی کہ اَمان کی کوئی نشانی چاہیے جو میں اسے دکھا سکوں۔ آپ ﷺ نے اپنا عمامہ مبارک جو فتح مکہ کے دن پہنے ہوئے تھے عطا فرمایا۔ حضرت عمیرؓ جدہ پہنچے تو صفوان بحری جہاز میں سوار ہونے ہی والا تھا کہ اُن کو مژدہ اَمان سنایا لیکن صفوان نے کہا مجھے اپنی جان کا ڈر ہے۔ حضرت عمیرؓ نے صفوان کو بتایا کہ رسول اللہ ﷺ کا حلم و کرم اس سے برتر ہے۔ چنانچہ صفوان رسالت مآب ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا اور عرض کیا کہ یہ عمیر کہتا ہے کہ مجھے آپ ﷺ نے اَمان دی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمیر سچ کہتا ہے۔'' یہ سن کر صفوان نے کہا یا رسول اللہ ﷺ مجھے دو ماہ کی مہلت دیجئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا تجھے چار ماہ کی مہلت ہے۔ حضرت صفوان غزوہ طائف کے بعد برغبت و رضا اسلام لائے۔ (سیرت حلبیہ)

﴿ثقیف کے لیے دعا﴾ رسول اللہ ﷺ محاصرہ طائف کے بعد واپس تشریف لائے تو صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ ثقیف والوں پر بددعا فرمائیں مگر آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: اَللّٰھُمَّ اھْدِ ثَقِیْفاً ''خدا اہل ثقیف کو ہدایت دے۔'' چنانچہ دعا قبول ہوئی اور وہ ۹ ہجری میں ایمان لائے۔

﴿ہبار بن اسود کی معافی﴾ آنحضرت ﷺ کی صاحبزادی حضرت زینبؓ کو ابوالعاص بن ربیع نے مکہ سے مدینہ بھیجا۔ راستہ میں چند سنہائے قریش نے مزاحمت کی ہبار بن اسود قرشی نے حضرت زینبؓ کو اُونٹ سے گرا دیا، وہ حاملہ تھیں، پتھر پر گریں، حمل ساقط ہو گیا۔ اور اُن کو سخت چوٹ آئی اسی چوٹ کے باعث بعد میں اُن کا اِنتقال ہو گیا تھا۔ فتح کے دن ہبار مذکور واجب القتل اشتہاریوں میں تھا۔ وہ مکہ سے بھاگ کر ایران جانا چاہتا تھا۔ جب آنحضرت ﷺ جعرانہ سے غنائم حنین تقسیم فرما کر واپس تشریف لائے تو وہ بارگاہ رسالت میں حاضر ہوا اور یوں عرض کی: ''یا نبی اللہ! میں آپؐ کے ہاں سے بھاگ کر شہروں میں پھرتا رہا، میرا اِرادہ تھا کہ ایران چلا جاؤں پھر مجھے آپؐ کی نفع رسانی، صلہ رحمی اور عفو و کرم یاد آئے، مجھے اپنی خطا اور گناہ کا اِعتراف ہے، آپؐ درگزر فرمائیں۔'' یہ سن کر رحمۃ اللعالمین حضرت محمد ﷺ نے فرمایا: ''میں نے تجھے معاف کیا۔'' (الاصابہ)

﴿بجیرؓ بن زہیر کا ایمان لانا﴾ کعب اور اُن کا بھائی بجیر بن زہیر بکریاں چرایا کرتے تھے۔ بجیر نے کعب سے کہا: ''تم یہاں ٹھہرو، میں اس مدعی نبوت کے پاس جاتا ہوں تاکہ دیکھوں وہ کیا کہتا ہے۔'' بجیر نے ریوڑ بھائی کے حوالے کیا

Marfat.com

اور خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں آئے اور آپ ﷺ کا کلام سن کر مسلمان ہو گئے۔ جب کعب کو اس واقعہ کا علم ہوا تو اس نے آنحضرت ﷺ کی ہجو اور اسلام کی توہین میں اشعار لکھ بھیجے۔

﴿کعبؓ کے قتل کا حکم اور قبول اسلام﴾ حضرت بجیر نے تمام ماجرا حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا۔ آپ ﷺ نے کعب کے قتل اور خون بہانے کا حکم جاری فرما دیا۔ پھر کسی طرح حضرت بجیر نے کعب کو اطلاع دی اور یہ بھی ترغیب دی کہ حاضر خدمت ہو کر معافی مانگ لے۔ چنانچہ وہ ۹ ہجری میں غزوہ تبوک سے پہلے حاضر خدمت ہوئے۔ آنحضرت ﷺ اس وقت اپنے اصحابؓ کے ہمراہ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ آپ حضور ﷺ اس سے قبل کعب سے واقف نہ تھے۔ کعب نے آپ ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دے کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! کعب بن زہیر مسلمان ہو کر اَمان طلب کرتا ہے، اِجازت ہو تو میں اسے آپ ﷺ کے پاس لے آؤں آپ ﷺ نے اجازت دے دی۔ پھر کعب نے عرض کہ، یارسول اللہ ﷺ! کعب میں ہی ہوں بعد اَزاں اسلام لاکر اُنہوں نے اپنا قصیدہ پڑھا، جس کا ترجمہ یہ ہے:

''مجھے خبر دی گئی کہ بارگاہِ رسالت سے میری نسبت حکمِ قتل صادر ہوا ہے، حالانکہ رسول اللہؐ سے عفو کی اُمید کی جاتی ہے''

اس قصیدہ سے خوش ہو کر رسول اللہ ﷺ نے حضرت کعبؓ کو اپنی چادر (بردہ) عطا فرمائی۔ اور اُن کی گزشتہ خطاء کا ایک لفظ بھی زبان مبارک پر نہ لائے۔

﴿حضرت وحشیؓ کا قصہ﴾ آنحضرت ﷺ کے چچا حضرت حمزہؓ کا قاتل وحشی بن حرب حبشی جنگ اُحد کے بعد مکہ میں رہا کرتا تھا۔ جب مکہ میں اِسلام پھیل گیا تو قاتل مذکور بھاگ کر طائف چلا گیا۔ وہ ۹ ہجری میں طائف کے ایک وفد کے ہمراہ ماہ رمضان میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ایمان لایا۔ آپ حضور ﷺ نے اس سے صرف اتنا فرمایا: ''کہ مجھے اپنا چہرہ نہ دکھایا کر'' (صحیح بخاری)

﴿نرم گیری کی مثال﴾ حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک اعرابی نے مسجد نبوی میں پیشاب کر دیا تو لوگ اسے مار پیٹ کرنے کے لیے اُٹھے، ایسے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اُسے جانے دو اور اس کے پیشاب پر پانی کا ایک ڈول بہا دو، کیونکہ ہم نرم گیر بنا کر بھیجے گئے ہیں سخت گیر بنا کر نہیں بھیجے گئے۔ (صحیح بخاری)

﴿بخشش کی مثال﴾ حضرت انسؓ کا بیان ہے کہ ایک روز میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ جا رہا تھا، آپ ﷺ سخت حاشیہ والی نجرانی چادر اُوڑھے ہوئے تھے۔ ایک بدو آپ ﷺ کے پاس آیا اس نے آپ ﷺ کو چادر کے ساتھ ایسا سخت کھینچا کہ چادر پھٹ گئی۔ آپ ﷺ کی گردن مبارک کو میں نے دیکھا تو چادر کے سخت حاشیہ نے گردن مبارک کو متاثر کیا، پھر اس بدو نے کہا ''اے محمدؐ! آپ کے پاس جو خدا کا مال ہے اس میں سے کچھ میرے واسطے حکم کیجیے۔'' رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف دیکھا پھر مسکرا کر اس کے لیے بخشش کا حکم فرمایا۔ (صحیح بخاری)

﴿ایک یہودی عالم کا ایمان لانا﴾ آنحضرت ﷺ کی حیات مبارکہ کے تمام واقعات کو نہایت ہی اہم مقام حاصل

Marfat.com

ہے لیکن ذیل میں ایک انتہائی واقعہ تحریر ہے۔جس کے پڑھنے کے بعد اس واقعہ کی اہمیت اور واضح ہو جائے گی۔واقعہ یہ ہے کہ حضرت زیدؓ بن سعنہ جو احبارِ یہود میں سے تھے،اپنے اسلام لانے کا قصہ یوں بیان کرتے ہیں کہ:

''میں نے تورات میں نبی آخرالزمان ﷺ کی نبوت کی جو علامات پڑھی تھیں،وہ سب میں نے رُوئے محمد ﷺ کو دیکھتے ہی پہچان لیں۔صرف دو خصوصیات ایسی تھیں جن کی آزمائش باقی تھی۔پہلی یہ کہ آپ ﷺ کا حِلم آپ ﷺ کے غضب پر سبقت لے جاتا ہے،اور دوسرے یہ کہ دوسرے کی شدتِ جہالت وایذاء آپ ﷺ کے حلم کو اور زیادہ کر دیتی ہے ہر دو آزمائشوں کے لیے موقع کا انتظار تھا۔میں آپ ﷺ کے ساتھ ہمیشہ تلطف سے پیش آیا کرتا تھا۔ایک روز رسول اللہ ﷺ گھر سے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت علیؓ بھی تھے۔ایک سوار جو کوئی بادیہ نشین تھا آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یہ عرض پیش کی:''یارسول اللہ ﷺ! فلاں قبیلے کے لوگ ایمان لائے ہیں،میں اُن سے کہا کرتا تھا کہ اگر تم مسلمان ہو جاؤ تو تمہیں رزق بکثرت ملے گا۔اب اُن کے ہاں امساک باراں اور قحط کی کیفیت ہے یارسول اللہ ﷺ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ طمع کے سبب اسلام سے برگشتہ نہ ہو جائیں۔اگر آپ ﷺ کی رائے مبارک ہو تو ان کی کچھ دستگیری فرمایئے۔

حضور نبی کریم ﷺ نے بادیہ نشین کی اِستدعا سن کر حضرت علیؓ کی طرف دیکھا،اُنہوں نے عرض کی کہ کچھ باقی نہیں ہے۔زید بن سعنہ کا بیان ہے کہ یہ صورتحال دیکھ کر میں آگے بڑھا اور آپ ﷺ سے کھجوروں کی مقدار معین معیاد معلوم پر میں نے اُن کی قیمت ۸۰ مثقال (ساڑھے تین سیر) سونا اپنی جیب سے نکال کر پیشتر دے دیا۔تو آپ ﷺ نے وہ ۸۰ مثقال سونا اس بادیہ نشین سوار کو دے دیا اور فرمایا جلدی جاؤ اور اس قبیلے کے لوگوں میں تقسیم کر دو۔جب معاہدہ کے تحت معیاد ختم ہونے میں دو تین دن رہ گئے،تو رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے جنازے کے ساتھ نکلے،آپ ﷺ کے ہمراہ دیگر اصحابؓ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ وعثمانؓ بھی تھے۔نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد بیٹھنے کے لیے ایک دیوار کے سائے میں پہنچے تو میں (زید بن سعنہ) نے آپ ﷺ کی قمیص اور چادر کے دامن پکڑ لیے اور تُند نگاہ سے آپ ﷺ کی طرف دیکھ کر کہا:''اے محمدؐ! تو میرا حق اَدا نہیں کرتا،اے عبدالمطلب کے خاندان والو! بخدا تم اَدائے حق سے گریز کرنے کے لیے حیلے بہانے کیا کرتے ہو۔'' حضرت عمرؓ نے تیز نگاہ سے میری طرف دیکھ کر کہا:''او دشمن خدا! کیا تو رسول اللہ ﷺ سے یہ کہتا ہے کہ جو میں سن رہا ہوں۔اور آپ ﷺ کے ساتھ یہ سلوک کرتا ہے جو میں دیکھ رہا ہوں۔قسم ہے اس ذات کی جس نے آپ ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے اگر مجھے تیری قوم اور مسلمانوں کے درمیان صلح کے فوت ہو جانے کا ڈر نہ ہوتا تو اپنی تلوار سے تیرا سر اُڑا دیتا۔'' رسول اللہ ﷺ نے آرام اور آہستگی اور بحالت تبسم حضرت عمرؓ کی طرف دیکھ کر فرمایا:''عمر! مجھے اور اِسے بجائے اس سختی کے اس بات کی زیادہ ضرورت تھی کہ تم مجھے ''حسن اَدائے حق'' اور اِسے ''حسن تقاضائے امر'' کرتے۔اس کو لے جاؤ اور اس کا حق ادا کرو اور اسے جو تم نے دھمکایا ہے اس کے عوض ۲۰ صاع کھجوریں اور زائد دے دو۔''

حضرت عمرؓ مجھے اپنے ساتھ لے گئے اور میرا حق ادا کر دیا اور ۲۰ صاع (ایک من تیس سیر) کھجوریں علاوہ دیں۔

Marfat.com

میں نے کہا عمرؓ کیا تم مجھے پہچانتے ہو، اور یہ ۲۰ صاع کھجوریں کیسی ہیں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ زائد کھجوریں حضور نبی کریم ﷺ کے حکم کی تعمیل میں دی ہیں۔ اور میں تمہیں نہیں جانتا۔ تو پھر میں نے کہا کہ میں زید بن سعنہ ہوں فرمایا وہی زید جو یہودیوں کا عالم ہے۔؟ میں نے کہا ہاں، حضرت عمرؓ نے پوچھا تو نے نبی کریم ﷺ سے ایسا سلوک کیوں کیا۔ میں نے کہا، اے عمرؓ! جس وقت میں نے رُوئے محمد ﷺ کو دیکھا وہ تمام علامات جو تورات میں پڑھا کرتا تھا موجود پائیں، صرف دو علامات باقی تھیں، جو میں نے اَب آزمالیں۔ ''اے عمرؓ! میں تجھ کو گواہ بناتا ہوں کہ میں اللہ تعالیٰ کو اپنا پروردگار اور اِسلام کو اپنا دین اور محمد ﷺ کو اپنا پیغمبر مانتا ہوں اور میں تجھے گواہ بناتا ہوں کہ میرا آدھا مال اُمت محمد ﷺ پر صدقہ ہے۔''

پھر حضرت عمرؓ اور زیدؓ دونوں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ زید نے بارگاہ رسالتؐ میں اِظہارِ اسلام کیا اسلام لانے کے بعد حضرت زید بن سعنہ بہت سے غزوات میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ رہے۔ غزوہ تبوک میں دشمن کی طرف بڑھتے ہوئے شہید ہوئے۔ اُنہوں نے ماہ رجب ۹ ہجری بمطابق 630ء میں شہادت پائی۔

﴿اخلاق نبوی ﷺ کا معراج﴾ حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فاحش نہ تھے۔ یعنی آپ ﷺ کی گفتگو باسلیقہ، مہذب اور بااخلاق ہوا کرتی تھی۔ وہ بے معنی اور بے مقصد بات نہ فرماتے، اور نہ ہی وہ بازار میں شور کرتے۔ آپ بدی کا بدلہ بدی سے نہ دیا کرتے، بلکہ معاف کر دیتے اور درگزر فرماتے۔ (شمائل ترمذی)

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کے خصائص مبارک

جن فضائل ومعجزات کا ذکر کیا گیا اُن میں سے اکثر حضور نبی کریم ﷺ اور دیگر انبیائے کرام علیہم السلام میں مشترک پائے جاتے ہیں۔ جبکہ کچھ ایسے فضائل ومعجزات بھی ہیں جو حضور نبی کریم ﷺ سے مخصوص ہیں۔ اُنہیں آپ ﷺ کے خصائص کہا جاتا ہے۔ خصائص کی چار قسمیں ہیں، اوّل وہ واجبات جو حضور نبی کریم ﷺ کے لیے مختص ہیں مثلاً نماز تہجد، دوسرے وہ احکام جو آپ ﷺ ہی پر حرام ہیں دوسروں پر نہیں مثلاً تحریم زکوٰۃ، تیسرے وہ مباحات جو حضور ﷺ سے مختص ہیں مثلاً نماز بعد عصر اور چہارم وہ فضائل وکرامات جو حضور انور فداء ابی وامی سے مخصوص ہیں۔ مؤخر الذکر کے تحت چند امور بیان کیے جاتے ہیں۔

☆......اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو سب نبیوںؑ سے پہلے پیدا کیا اور سب سے آخر میں مبعوث فرمایا۔

☆......عالم اَرواح میں آپ حضور ﷺ کو نبوت سے سرفراز فرمایا گیا۔

☆......عالم اَرواح ہی میں اللہ تعالیٰ نے دیگر انبیاء کرامؑ کی رُوحوں سے عہد لیا کہ اگر وہ حضور انور محمد ﷺ کے زمانے کو پائیں تو آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور ان کی مدد کریں۔

☆......یوم "اَلست" میں حضور ﷺ نے سب سے پہلے "بلیٰ" کہا تھا۔(البقرہ، آیت:۶۵)

☆......حضرت آدم علیہ السلام اور تمام مخلوقات حضور نبی کریم ﷺ کے لیے پیدا کی گئی۔

☆......نبی کریم ﷺ کا اِسم مبارک عرش کے پایہ پر ہر ایک آسمان پر بہشت کے درختوں اور محلات پر اور حوروں کے سینوں پر اور فرشتوں کی آنکھوں کے درمیان لکھا گیا۔

☆......سابقہ کتب ہائے اِلہامیہ تورات، انجیل وغیرہ میں آپ ﷺ کی بشارت دی گئی۔

☆......حضور انور ﷺ کو بنی آدم کے بہترین قرون، قرن بعد قرن سے اور بہترین قبائل وخاندان سے ہیں۔ یعنی برگزیدہ ترین اور بہترین ومہتران ہیں۔

Marfat.com

☆......حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی کریم ﷺ کے والد ماجد تک اور حضرت حوا سے لے کر حضور ﷺ کی والدۂ ماجدہ تک آپ ﷺ کا نسب شریف زنا سے پاک وصاف رہا۔

☆......نبی کریم ﷺ کی ولادت مبارک کے وقت بت اوندھے گر پڑے

☆......حضور ﷺ کی شان مبارک یہ تھی کہ ختنہ کیے ہوئے اور ناف بریدہ اور آلودگی سے پاک صاف پیدا ہوئے۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ بوقت پیدائش حالتِ سجدہ میں تھے اور اُنگشت شہادت آسمان کی طرف اُٹھائے ہوئے تھے۔

☆......آنحضرت ﷺ کی پیدائش کے ساتھ ہی ایسا نور نکلا کہ آپ ﷺ کی والدہ ماجدہ نے ملک شام کے محل دیکھ لیے اور کعبہ کی پست زمین روشن ہوگئی۔

☆......آپ ﷺ کے گہوارے کو فرشتے ہلایا کرتے اور آپ ﷺ گہوارے میں سے ہی کلام فرمایا کرتے، آپ ﷺ چاند سے باتیں کرتے جب چاند کی طرف اُنگشت مبارک سے اِشارہ فرماتے تو چاند آپ ﷺ کی طرف جھک جاتا۔

☆......آپ ﷺ پر بعثت سے پہلے ہی بادل سایہ کیے رکھتا۔ شجرو حجر آپ کی جانب جھک کر سلام پیش کیا کرتے۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کا سینہ مبارک چار بار شق ہوا۔ یعنی حالت رضاعت میں، پھر دس برس کی عمر شریف میں، غار حراء میں نزول ابتدائے وحی کے وقت اور شب معراج میں

☆......اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے عضو مبارک کا ذکر قرآن مجید میں فرمایا:

چہرہ مبارک:	سورۃ بقرہ آیت: ۱۴۴	پائے مبارک:	سورۃ فرقان آیت: ۶۳
چشم مبارک:	سورۃ نجم آیت: ۱۱	قد مبارک:	بحوالہ حضرت علیؓ حلیہ مبارک کے باب میں درج ہے
زبان مبارک:	سورۃ دخان آیت: ۵۸ سورۃ نجم آیت: ۳		
ہاتھ وگردن مبارک	سورۃ بنی اسرائیل آیت: ۲۹		
سینہ وپشت مبارک	سورۃ الم نشرح آیت: ۱ تا ۳	قلب مبارک:	سورۃ شعراء آیت: ۱۹۴، ۱۹۳

☆......آپ ﷺ کا اسم مبارک (محمدؐ) اللہ تعالیٰ کے اسم مبارک (محمود) سے مشتق ہے۔

☆......آپ ﷺ کے اسمائے مبارک تقریباً ۷۰ وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ہیں۔

☆......آپ ﷺ کا ایک اسم مبارک (احمد) ہے تخلیق کائنات سے پہلے یہ نام کسی کا نہ تھا۔ کتبِ الہامیہ میں جو احمد کا ذکر ہے وہ آپ ﷺ کی آمد کی پیش گوئی ہے کہ نبی آخر الزمان کا اسم مبارک "احمد" ہوگا۔ قرآن مجید میں اسم مبارک (احمد ومحمدؐ) چار مقامات پر ذکر ہوا۔ احمد ایک بار۔ محمد چار بار

☆......حضور ﷺ اپنے پیچھے ایسا دیکھتے جیسا کہ سامنے دیکھتے اور شب کی تاریکی میں بھی ایسا ہی دیکھتے جیسا دن کے وقت

☆......آپ ﷺ کے دہن مبارک کا لعاب آب شور کو میٹھا بنا دیتا۔ اور شیر خوار بچوں کے لیے دودھ کا کام دیتا۔

Marfat.com

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی بغل شریف پاک وصاف اور خوشبودار تھی۔ اور کسی قسم کی بوئے ناخوش نہ تھی۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی آواز مبارک اتنی دور تک پہنچتی کہ کسی اور کی آواز اتنی دور تک نہ پہنچ پاتی۔ خطبہ ارشاد فرماتے تو پردہ نشین خواتین اپنے گھروں میں آواز مبارک سن لیا کرتیں۔

☆......آپ ﷺ کی قوت سامعہ سب سے زیادہ تھی یہاں تک کہ ازدحام ملائک کے سبب سے آسمان میں جو آواز پیدا ہوتی وہ بھی سن لیتے۔ حضرت جبرائیلؑ ابھی سدرۃ المنتہیٰ پر ہی ہوتے کہ آپ ﷺ اُن کے بازوؤں کی آواز سن لیتے۔ آسمان کے دروازوں کے کھلنے کی آواز بھی باآسانی آپ ﷺ تک پہنچ جاتی۔

☆......آنحضرت ﷺ کی آنکھ مبارک سو جاتی مگر دل مبارک بیدار رہتا۔

☆......نبی پاک ﷺ کے پسینے کی خوشبو کستوری سے زیادہ خوشبودار تھی۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ میانہ قد، مائل بہ درازی تھے۔ دوسروں کے ساتھ چلتے یا اُن کے ہمراہ بیٹھتے تو سب سے بلند نظر آتے۔

☆......نبی رحمت ﷺ کا سایہ نہ تھا۔ کیونکہ حضور اقدس ﷺ تو نور ہی نور تھے۔ اور نور کا سایہ نہیں ہوتا۔

☆......آپ ﷺ کے کپڑوں پر کبھی مکھی نہیں بیٹھی اور نہ ہی جوں پڑی۔

☆......آنحضرت ﷺ جب چلتے تو فرشتے (بغرض حفاظت) حضور کے پیچھے ہوتے، اس واسطے آپ ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ سے فرمایا کرتے کہ تم میرے آگے چلو اور میری پیٹھ فرشتوں کے لیے چھوڑ دو۔

☆......حضور انور ﷺ کا خون اور تمام فضلات پاک تھے۔

☆......آپ ﷺ کے براز کو زمین نگل جایا کرتی اور وہاں سے کستوری کی خوشبو آتی۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ جس گنجے کے سر پر اپنا دست مبارک رکھتے تو اس کے سر پر بال اُگ آتے اور جس درخت کو دست مبارک چھو لیتا وہ درخت اُسی سال پھل لاتا۔

☆......ختم الرسل ﷺ رات کے وقت گھر میں تبسم فرماتے تو گھر روشن ہو جاتا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ جس چوپائے پر سواری فرماتے تو وہ بول براز نہ کرتا جب تک آپ ﷺ سوار رہتے۔

☆......بعثت مبارک پر کاہنوں کی خبریں منقطع ہو گئیں، شہاب ثاقب کے ساتھ آسمانوں کی حفاظت کر دی گئی اور شیاطین کو آسمانوں سے روک دیا گیا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ پر جن اسلام لائے

☆......شب معراج کے سفر میں براق مع زین ولگام لایا گیا۔

☆......بعض غزوات میں فرشتے آپ ﷺ کے ساتھ ہو کر لڑے۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی اُمت پر واجب ہے کہ اُن پر درود بھیجیں۔ جبکہ پہلی اُمتوں پر ایسا نہ تھا۔

Marfat.com

☆......آپ ﷺ نے کسی سے پڑھنا، لکھنا نہ سیکھا اور نہ ہی عالموں کی صحبت میں رہے۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے وہ کتاب عطا فرمائی جو تحریف سے محفوظ اور بلحاظ الفاظ و معنی معجزہ ہے۔

☆......حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے زمین کے خزانوں کی کنجیاں عطا کیں۔ ارشاد مبارک ہے کہ ''میں تو بانٹنے والا ہوں اور اللہ دیتا ہے کیونکہ آپ ﷺ باری تعالیٰ کے خلیفہ مطلق و نائب کلؑ ہیں۔ باذن الٰہی عطا فرماتے ہیں۔

☆......اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو ہر شے کا علم عطا کیا، یہاں تک کہ اُن امور خمسہ کا علم بھی عنایت فرمایا۔ جیسے سورۃ لقمان کی آخری آیت: ''بے شک اللہ کے پاس ہی قیامت کا علم اور وہی اُتارتا ہے مینہ اور جانتا ہے جو کچھ (ماؤں) کے رحموں میں ہے اور کوئی نہیں جانتا کہ کل وہ کیا کمائے گا اور کوئی نہیں جانتا کہ کس زمین میں مرے گا بے شک اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے''

ابن کثیر نے امور خمسہ یعنی غیب کی کنجیاں کہا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے علم کے ساتھ مختص کر لیا۔ پس اُنہیں کوئی نہیں جان سکتا سوائے اس بات کے کہ اللہ تعالیٰ اس کا علم سکھا دے۔ امور خمسہ میں (i) حمل میں کیا ہے (ii) بارش کا وقت (iii) مستقبل میں کیا ہوگا (iv) رزق کی مقدار اور (v) موت کے مقام سے متعلق کوئی نہیں جانتا۔ (سورۃ لقمان، آیت: ۳۴)

☆......حضور انور ﷺ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت بنا کر مبعوث کیا گیا۔

☆......آپ ﷺ کو جن وانس، حجر و شجر، ملائک اور تمام مخلوق کے لیے پیغمبر بنایا گیا۔

☆......آپ ﷺ کی اُمت کے لیے غنائم کو حلال قرار دیا اس سے پہلے غنائم حلال نہ تھے۔

☆......آپ ﷺ کی اُمت کے لیے تمام رُوئے زمین سجدہ گاہ اور پاک کرنے والی بنا دی۔ جبکہ دوسری اُمتوں کے لیے پانی کے سوا کسی اور چیز کے ساتھ طہارت نہ تھی اور نماز بھی مخصوص جگہوں کے سوا جائز نہ تھی۔

☆......شریعت محمدی ﷺ تا قیامت نافذ رہے گی۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت نے تمام سابقہ شریعتوں کو منسوخ کر دیا۔ شریعت محمدی ﷺ قیامت تک نافذ رہے گی۔

☆......آپ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کنایہ سے خطاب کیا جیسے سورۃ مائدہ آیت: ۶۷ میں ہے: ''اے رسولؐ پہنچا دیجیے جو اُتارا گیا آپ کی طرف، آپ کے پروردگار کی جانب سے'' اسی طرح سورۃ مذکور کی آیت نمبر ۹۹ میں ہے: ''نہیں (ہمارے) رسولؐ پر کوئی ذمہ داری سوائے پیغام پہنچانے کے۔'' سورۃ توبہ آیت نمبر ۷۳ میں فرمایا: ''اے نبی کریمؐ، جہاد کیجئے کافروں اور منافقوں کے ساتھ اور اُن پر سختی کیجئے'' سورۃ مزمل کی اوّل آیت جس کا ترجمہ ہے ''اے چادر لپیٹنے والے جبکہ دیگر انبیاء کرامؑ کو اُن کے نام سے پکارا۔

☆......اللہ تعالیٰ نے حضور نبی کریم ﷺ کو نام مبارک کے ساتھ خطاب کرنے سے منع فرمایا، جبکہ دیگر اُمتیں اپنے اپنے

Marfat.com

نبیوں کو نام لے کر پکارا کرتی تھیں۔ جیسے قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ظاہر ہے:
سورۃ اعراف آیت نمبر ۱۳۸ ترجمہ ہے: ''اے موسیٰ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۱۱۲ میں جب کہا تھا حواریوں نے اے عیسیٰ بن مریمؑ کیا یہ کرسکتا ہے تیرا رب کہ اُتارے ہم پر ایک خوان آسمان سے اور پھر سورۃ ہود کی آیت نمبر ۵۳ پر حضرت ہودؑ کی قوم اُن سے یوں مخاطب ہوئی: ''اے ہودؑ! نہیں لے آیا تو ہمارے پاس کوئی دلیل'' اسی سورۃ کی آیت نمبر ۶۲ پر حضرت صالحؑ کی قوم اُن سے یوں مخاطب ہوئی: ''اے صالحؑ! تم ہی ہم میں ایک شخص تھے جس سے اُمیدیں وابستہ تھیں۔''

آپ ﷺ اللہ کے محبوب ترین نبی ہیں

پہلے نبیوں کو اُن کے مانگنے کے بعد عطا کیا گیا، جبکہ آپ ﷺ کو بن مانگے عطا فرمایا، جیسے حضرت ابراہیمؑ نے بحوالہ سورۃ شعراء آیت نمبر ۸۷ پر سوال کیا: ''اور نہ شرمسار کرنا (حضرت ابراہیمؑ) جس روز لوگ قبروں سے اُٹھائے جائیں گے۔'' سورۃ تحریم کی آیت نمبر ۸ میں حضور نبی کریم ﷺ کے لیے فرمایا گیا: ''اُس روز رسوا نہیں کرے گا اللہ تعالیٰ (اپنے) نبی (ﷺ) اور اُن لوگوں کو جو آپؐ کے ساتھ ایمان لائے۔ حضرت موسیٰ نے اللہ تعالیٰ سے کتاب کا سوال کیا تو اللہ تعالیٰ نے اُن سے ۳۰ راتوں کا وعدہ فرمایا، پھر دس راتیں اور زیادہ کی گئیں، یعنی چالیس راتوں کے بعد کتاب ''تورات'' اُتاری گئی۔ مگر نبی کریم ﷺ کو بغیر کسی وعدہ سابق سے نزول قرآن شروع ہوا۔ جس کے متعلق سورۃ قصص آیت نمبر ۸۶ میں فرمایا: ''اور آپ (ﷺ) کو یہ اُمید نہ تھی کہ نازل کی جائے گی آپ کی طرف کتاب، مگر محض یہ نعمت ہے آپ کے رب کی (جو آپ ﷺ کو صاحب قرآن بنا دیا۔) تو آپ ﷺ ہرگز کافروں کے مددگار نہ بنیں۔''

پس حضور ﷺ عرش تا فرش مشہور ہیں، جیسا کہ نماز وخطبہ واذان میں اللہ کے نام مبارک کے ساتھ آپ حضور ﷺ کا اسم مبارک مذکور ہے عرش پر، بہشت میں، حوروں کے سینوں پر، شجر ہائے بہشت کے پتوں پر اور فرشتوں کے چشم ابرو پر آپ حضور ﷺ ہی کا نام نامی ﷺ لکھا ہوا ہے۔ آپ حضور ﷺ سے پیشتر آنے والے تمام انبیاء آپ ﷺ کے ثناء خوان رہے ہیں۔ اور قیامت تک ثناء خوان ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کی رسالت کی قسم کھائی ہے۔ سورۃ یٰسین کی پہلی ہی آیت میں ارشاد فرمایا: ''یٰسین، قسم ہے قرآن محکم کی، تحقیق تو البتہ پیغمبروں میں سے ہے۔''

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی زندگی آپؐ کے شہر اور آپؐ کے زمانہ کی قسم کھائی۔ سورۃ حجر آیت نمبر ۷۲ پر ارشاد باری تعالیٰ ہوا: ''اے محبوب آپؐ کی زندگی کی قسم یہ (اپنی طاقت کے نشہ میں) مست ہیں (اور) بھکے بھکے پھر رہے ہیں۔'' حضرت ابن عباسؓ نے اس بارے میں فرمایا، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے زیادہ کسی چیز کو معزز اور

Marfat.com

مکرم پیدا نہیں کیا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کے علاوہ کسی کی زندگی کی قسم نہیں کھائی۔ علامہ قرطبی نے لکھا کہ اللہ تعالیٰ کا، حضور ﷺ کی زندگی کی قسم اُٹھانا تعظیم وتکریم کی اِنتہا ہے۔

سورۃ بلد آیت نمبر ۱،۲ پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''میں قسم کھاتا ہوں اُس شہر (مکہ) کی درآں حالیکہ کہ آپ بس رہے ہیں اس شہر میں'' البلد سے مراد شہر مکہ ہے، جہاں اللہ تعالیٰ کا حبیب محمد ﷺ تشریف فرما تھے۔ شہر مقدس کی بے بہا خوبیاں ہیں آپ ﷺ کی جائے مکیں ہونے کے باعث شہر مقدس کی شان ہی نرالی ہوگئی۔ شہر مکہ امن کا شہر ہے، یہاں کسی جنگلی جانور کو ستایا جاتا ہے اور نہ ہی یہاں کے درخت اور گھاس کو کاٹتے ہیں۔ اگر قاتل حرم میں پناہ لے لے تو اُس پر دست درازی نہیں کی جاتی۔ لیکن نبی کریم ﷺ کو مکہ کے لوگوں نے بے انتہا دُکھ اور تکلیفیں پہنچائیں اس آیت سے یہ مطلب بھی اَخذ کیا گیا ہے کہ حضور ﷺ کے لیے یہ شہر حلال کر دیا گیا۔ آپ ﷺ کسی کافر کو قتل کریں یا سزا دیں تو آپ ﷺ ہر طرح سے اس کے مجاز ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ سے وحی کی تمام اقسام کے ساتھ کلام ہوا۔ حضرت اسرافیلؑ نازل ہوئے جو آپ ﷺ سے پہلے کسی نبی پر نازل نہیں ہوئے تھے۔ آپ ﷺ بہترین اولادِ آدم علیہ السلام ہیں۔ آنحضرت ﷺ سے کبھی کوئی گناہ سرزد نہیں ہوا۔ پھر بھی اللہ تعالیٰ نے معافی کی بشارت دے دی۔ کسی دوسرے پیغمبر کو خدا تعالیٰ نے حیات دُنیوی میں ایسی مغفرت کی بشارت نہیں دی۔ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم الخلق ہیں اس لیے دیگر انبیاء ومرسلینؑ اور ملائک سے افضل ہیں۔ قبر میں میت سے حضور ﷺ کی نسبت سوال ہوتا ہے۔ اور حضور ﷺ کے بعد آپ ﷺ کی ازواج مطہراتؓ سے نکاح حرام ہے۔

حضور نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں کی اَولاد آپ ﷺ کی طرف منسوب ہے چنانچہ حضرت امام حسنؓ اور امام حسینؓ آپ ﷺ کے صاحبزادے کہلاتے ہیں۔ نبی کریم ﷺ کی صاحبزادیوں پر تزوّج حرام ہے۔ یعنی آپ ﷺ کی کسی منکوحہ صاحبزادی کا خاوند کسی اور عورت سے نکاح کرتا تو وہ حرام ہوتا۔ جس نے حضور نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا بے شک اُس نے آپ ﷺ ہی کی زیارت کی۔ تمام محدثین متفق ہیں کہ جس صورت سے کسی نے آپ ﷺ کو دیکھا، پس اُس نے آپ ﷺ ہی کو دیکھا۔ کسی کے لیے اِجازت نہیں کہ اپنی انگوٹھی پر اللہ، رسول، محمد نقش کرائے۔ جیسا کہ حضور ﷺ کی انگوٹھی مبارک پر رقم تھا۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ حکم بھی صادر فرمایا کہ آپ ﷺ کی آواز پر اپنی آواز بلند نہ کرو۔ حدیث شریف کے بیان میں یہ مستحب ہے کہ حدیث شریف اُونچی جگہ پر بیٹھ کر پڑھی جائے اور حدیث شریف پڑھتے وقت کسی کی تعظیم میں خواہ وہ کتنے ہی بڑے مرتبہ کا ہو، قاری کو چاہیے کہ وہ کھڑا نہ ہو۔

ایک واقعہ مختصراً درج ہے کہ حضرت ابوسعیدؓ بن مولیٰ نے بیان کیا کہ میں مسجد نبویؐ میں نماز پڑھ رہا تھا مجھے رسول اللہ ﷺ نے پکارا، میں حاضر خدمت نہ ہوا، نماز سے فارغ ہو کر خدمت اقدس میں حاضری دی اور عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ میں نماز پڑھ رہا تھا اس لیے آپ ﷺ کی آواز مبارک پر حاضر نہ ہو سکا۔ یہ سن کر آپ حضور ﷺ نے فرمایا، کیا اللہ

Marfat.com

تعالیٰ نے یہ ارشاد نہیں فرمایا، ترجمہ ہے: ''قبول کرو خدا اور رسول کا پکارنا، جب وہ پکاریں تمہیں اس چیز کے لیے جو تم کو زندہ کرے۔'' سورۃ انفال آیت نمبر ۲۴ کے مطابق جواب نہ دینے والا بالاتفاق گناہ گار ہے اور اس کی نماز کے بارے میں اختلاف ہے۔

حدیث صحیحین میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جس شخص نے جان بوجھ کر مجھ پر جھوٹ باندھا وہ آگ سے اپنا ٹھکانا بنائے۔''

سورۃ حجرات آیت نمبر ۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''بے شک جو لوگ پکارتے ہیں آپ (ﷺ) کو حجروں کے باہر سے اُن میں سے اکثر نا سمجھ ہیں اور اگر یہ لوگ صبر کرتے، یہاں تک کہ آپ (ﷺ) باہر تشریف لاتے اُن کے پاس، تو یہ ان کے لیے بہتر ہوتا۔'' علامہ آلوسی اس ضمن میں فرماتے ہیں کہ میں نے یہ واقعہ بچپن میں پڑھا تھا کہ پھر عمر بھر اس کے مطابق اپنے اُساتذہ کے ساتھ معاملہ کرتا رہا۔

حضور نبی کریم ﷺ کو جب کبھی بخار ہوتا تو اتنی شدت ہوتی جیسے دو آدمیوں کو بخار ہو۔ مرض الموت میں حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کی عیادت کے لیے تین دن حاضر ہوتے رہے۔ اور جب حضرت عزرائیلؑ ملک الموت آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے تو اِذن طلب کیا، اس سے قبل ملک الموت نے کسی نبی سے اِذن طلب نہیں کیا تھا۔

حضور ﷺ کے جنازہ شریف کی نماز مسلمانوں نے الگ الگ جماعت کی صورت بغیر امامت کے پڑھی۔ آپ ﷺ کے غلام شقران نے جسد مبارک کے نیچے لحد مبارک میں قطیفہ نجرانیہ (لحاف) بچھا دی جو آپ ﷺ اُوڑھا کرتے تھے۔ امام کے بغیر نماز اور قطیفہ کا بچھانا حضور ﷺ کے خصائص سے ہے۔ حضور ﷺ کے کفن میں تین سوتی کپڑے شامل تھے، جن میں قمیض وعمامہ نہ تھا۔ آپ حضور ﷺ نے میراث میں کچھ نہیں چھوڑا، جو چھوڑا وہ صدقہ ووقف تھا۔ بخاری شریف کتاب الجہاد میں آپ ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: ''ہم (انبیاء) کسی کو وارث نہیں بناتے، جو ہم چھوڑ جائیں وہ صدقہ، وقف ہے'' (بخاری شریف، کتاب الوصایا)

حضرت عمروؓ بن حارث (جو اُم المومنین حضرت جویریہؓ کے بھائی تھے) روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے موت کے وقت نا کوئی دینار چھوڑا نہ درہم نہ غلام نہ لونڈی اور نہ کچھ اور مگر اپنا سفید خچر اور ہتھیار اور کچھ زمین جسے آپ ﷺ نے صدقہ ووقف بنا دیا۔ پس ثابت ہوا کہ وقتِ وصال آپ ﷺ کے متروکات میں ایک سفید خچر کچھ ہتھیار اور کچھ زمین (اموال بنونضیر وخیبر وفدک) سے تھی۔ آپ ﷺ کے اِرشاد مبارک کے مطابق اُن میں سے کسی میں قاعدہ ارث جاری نہ ہوا۔ اسی لیے دُلدل اور تلوار (ذوالفقار) دونوں حضرت علیؓ کے پاس تھے اموال بنونضیر وغیرہ پر رسول اللہ ﷺ کا قبضہ مالکانہ نہ تھا بلکہ متولیانہ تھا۔

آپ حضور ﷺ کے وصال کے بعد یہ جائیدادیں خلیفہ اوّل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے زیر اہتمام رہیں۔ اُنہوں نے ان کا تصرف رسول اللہ ﷺ کے طریقہ کے مطابق کیا۔ اُن کے بعد حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم نے اسی حیثیت سے دو

Marfat.com

سال گزارے۔ حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کے اِصرار پر بنونضیر کے اموال کو حضرت عمرؓ نے اُن دونوںؓ کے حوالے کر دیا۔ خیبر اور فدک کی آمدنی کو اپنی تحویل میں رکھا۔ کچھ دنوں بعد دونوں کے درمیان تصرف وشراکت میں ناگواری پیدا ہوگئی اور ہر ایک نے خواہش کا اِظہار کیا کہ اگر دونوں کے درمیان مال کی تقسیم ہو جائے تو ہر ایک اپنے حصے کا مستقل متصرف بن جائے۔ لیکن حضرت علیؓ مانع ہوئے چنانچہ فیصلہ کے لیے دونوں دربارِ فاروقی میں حاضر ہوئے، مگر حضرت عمر فاروقؓ نے بنو نضیر سے حاصل شدہ مال کی تقسیم تولیت سے انکار کر دیا تو حضرت علیؓ نے غلبہ پا کر مالِ بنونضیر کو حضرت عباسؓ سے اپنے تصرف میں لے لیا۔ حضرت علیؓ کے بعد یہ مال حضرت حسنؓ بن علیؓ و حسینؓ بن علیؓ کے ہاتھ میں رہا۔ امام حسینؓ کے بعد علیؓ بن حسینؓ اور حسنؓ بن حسنؓ دونوں کے ہاتھ میں رہا، دونوں ہی تصرف کرتے رہے، پھر یہ اموال زیدؓ بن حسنؓ کے ہاتھ میں آئے۔ (بخاری شریف)

۴۰ ہجری بمطابق 660ء میں حضرت معاویہؓ کی حکومت پر اِتفاق ہوگیا تو اُنہوں نے فدک کا انتظام وانصرام حاکم مدینہ مروان کو دے دیا۔ معاویہؓ کا یہ فعل رسالت مآب حضور نبی کریم ﷺ کے عمل کے خلاف تھا۔ اُنہیں خود تو ضرورت نہ تھی شاید اپنے عزیز واقارب کے ساتھ حسن سلوک کیا۔ پھر جب خلیفہ عمر بن عبدالعزیز خلافت پر متمکن ہوئے تو اُنہوں نے فدک کو اُسی حالت میں بحال کر دیا جس پر وہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدینؓ کے زمانے میں تھا۔ (طبقات ابن سعد)

امام احمد ونسائی کی روایت ہے کہ مرقدِ منور پر ایک فرشتہ موکل ہے اُس کا فرض ہے کہ جب کوئی مسلمان درود شریف پڑھتا ہے تو وہ فرشتہ عرض کرتا ہے کہ یا محمد (ﷺ) اس وقت فلاں فلاں نے آپ حضور ﷺ پر دُرود بھیجا ہے۔ امام حاکم نے بھی یہ روایت کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کے فرشتے ہیں جو زمین میں گشت کرتے ہیں اور وہ میری اُمت کا سلام مجھے پہنچاتے ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ پر ہر روز صبح وشام آپ ﷺ کی اُمت کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں۔ نیک اعمال پر اللہ کا شکر اَدا فرماتے ہیں جبکہ برے اعمال کے لیے اللہ سے بخشش طلب فرماتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں حضرت عبداللہ بن مبارک نے حضرت سعید بن میتب سے روایت کی ہے کہ کوئی دن ایسا نہیں جب صبح وشام اُمت کے اَعمال حضور ﷺ کی خدمت میں پیش نہ کیے جاتے ہوں۔

روز قیامت حضور نبی کریم ﷺ سب سے پہلے قبر مبارک سے باہر تشریف لائیں گے، آپ حضور ﷺ کی حشر کے دن یہ حالت ہوگی کہ آپ ﷺ براق پر سوار ہوں گے اور ۷۰ ہزار فرشتے ہمرکاب ہوں گے۔

حضرت کعبؓ اَحبار کی روایت میں ہے کہ "ہر روز صبح کو ۷۰ ہزار فرشتے آسمان سے اُتر کر حضورِ انور ﷺ کی قبر مبارک کو گھیر لیتے ہیں اور اپنے بازو ہلاتے ہیں (آپ ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔) پھر شام کو وہ فرشتے آسمان کی طرف واپس چلے جاتے ہیں تو اور ۷۰ ہزار فرشتے حاضر ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ قبر شریف سے باہر تشریف لائیں گے

Marfat.com

تو ۷۰ ہزار فرشتے آپ ﷺ کے ساتھ ہوں گے۔" آپ حضور ﷺ کو بہشت کے حلّوں کی نہایت خوبصورت ونفیس خلعت عطا ہوگی۔ آپ ﷺ کے منبر شریف اور قبر مبارک کے مابین بہشت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور روز قیامت آپ ﷺ کو مقام محمود عطا ہوگا۔

مقام محمود حضور نبی کریم ﷺ کو شب معراج شریف میں مقام محمود حاصل ہوا، حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: "یہ وہ مقام ہے جہاں میں اپنی اُمت کی شفاعت کروں گا۔ امام مسلم نے حضرت عمر فاروقؓ سے نقل کیا کہ ایک روز حضرت ابراہیمؑ کے قول کو نبی کریم ﷺ نے پڑھا، ترجمہ ہے: "اے ربّ! ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کر دیا جنہوں نے میری پیروی کی وہ میرے گروہ سے ہوں گے اور جنہوں نے میری نافرمانی کی تو تُو غفور الرحیم ہے" اسی ضمن میں حضرت عیسیٰؑ نے بھی فرمایا تھا: "اگر تُو اُن کو عذاب دے تو وہ تیرے بندے ہیں اور اگر اُنہیں بخش دے تو تُو ہی عزیز و حکیم ہے۔"

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دست مبارک کو اُٹھا کر اللہ تعالیٰ سے یوں عرض کی کہ: "اے میرے ربّ! میری اُمت کو بخش دے، میری اُمت کو بخش دے" اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ زار و قطار رونے لگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے جبریلؑ، میرے محبوب (ﷺ) کے پاس جاؤ اور میرا پیغام دو "ہم تمہیں تمہاری اُمت کے بارے میں راضی کریں گے، اور آپ (ﷺ) کو تکلیف نہیں پہنچائیں گے۔" (سورۃ الضحیٰ) آیت نمبر ۵

حشر میں ہر کس پر ہراس طاری ہوگا، کسی کو دم مارنے کی اجازت نہ ہوگی، خلق خدا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک کا دروازہ کھٹکھٹائے گی پھر خالق کی مخلوق حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس جائے گی اُن سے شفاعت کی التجا کرے گی تو وہ کہیں گے کہ آج میں تو لب کشائی کی جسارت نہیں کر سکتا، البتہ تم حضور نبی کریم ﷺ کے پاس جاؤ پھر ساری مخلوق خدا رسول کریم ﷺ کی خدمت میں اپنی درخواست پیش کرے گی۔ آپ ﷺ اُن کی داستان غم سن کر فرمائیں گے: انا لھا انا لھا "ہاں میں تمہاری دستگیری کے لیے تیار ہوں" پھر حضور نبی کریم ﷺ رحمۃ اللعالمین عرش عظیم کے قریب پہنچ کر سجدہ ریز ہو جائیں گے۔ اپنی پاک اور مطہر زبان مبارک سے سبوح قدوس کی حمد و ثنا کریں گے۔ پھر آواز آئے گی اے سراپا خوبی و زیبائی! اپنے سر مبارک کو اُٹھاؤ کہو، تمہاری بات سنی جائے گی، تم مانگتے جاؤ ہم دیتے جائیں گے، تم شفاعت کرتے جاؤ، ہم شفاعت قبول فرماتے جائیں گے۔

علامہ قرطبی اور دیگر مفسرین نے قاضی ابوالفضل عیاض سے نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ پانچ شفاعتیں فرمائیں گے۔ (۱) شفاعت عامہ: جس سے مومن اور کافر اور بیگانے سب مستفید ہوں گے۔ (۲) بعض خوش نصیبوں کے لیے بغیر حساب جنت میں داخلے کی شفاعت فرمائیں گے (۳) وہ موحد جو اپنے گناہوں کے باعث عذاب دوزخ کے مستحق قرار پائیں گے اُنہیں حضور نبی کریم ﷺ کی شفاعت سے بخش دیا جائے گا۔ (۴) وہ گناہگار جنہیں دوزخ میں پھینک دیا گیا، اُنہیں حضور ﷺ کی شفاعت سے دوزخ سے نکال دیا جائے گا۔ (۵) اہل جنت کے مدارج میں ترقی کی سفارش

Marfat.com

فرمائیں گے۔

حضور نبی کریم ﷺ سے روز قیامت تبلیغ دین پر کوئی شہادت طلب نہ کی جائے گی جبکہ باقی تمام انبیائے کرامؑ سے شہادت طلب ہوگی پھر آپ حضور ﷺ تمام انبیائے کرامؑ کے لیے تبلیغ دین کی شہادت دیں گے۔ آپ ﷺ کو حوض کوثر عطا ہوگا، اور آپ ﷺ کا منبر حنیف حوض پر ہوگا۔ ایسے میں آنحضرت ﷺ کی اُمت کی تعداد پہلے سب نبیوں کی اُمت سے زیادہ ہوگی۔ بہشت میں دوتہائی آپ ﷺ کی اُمت ہوگی۔ قیامت کے دن ہر ایک نسب وحسب منقطع ہوگا، مگر حضور نبی کریم ﷺ کا نسب وحسب منقطع نہ ہوگا۔ اسی لیے حضرت عمر فاروقؓ نے اُم کلثومؓ بنت فاطمۃ الزہراؓ سے نکاح کیا تھا۔ حضور ﷺ سب سے پہلے پل صراط سے گزریں گے اور سب سے پہلے جنت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گے، داروغہ جنت پوچھے گا کہ کون ہیں۔؟ آپ ﷺ فرمائیں گے کہ ''میں محمدؐ ہوں'' وہ عرض کرے گا کہ میں اُٹھ کر دروازہ کھولتا ہوں حالانکہ میں آپ ﷺ سے پہلے کسی کے لیے نہیں اُٹھا اور نہ ہی آپ ﷺ کے بعد کسی کے لیے اُٹھوں گا۔ پھر آپ ﷺ سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے۔ آپ حضور ﷺ کو مقامِ وسیلہ عطا ہوگا، جو جنت میں اعلیٰ درجہ ہے۔ جنت میں حضور نبی کریم ﷺ کی کتاب قرآن مجید کے سوا اور کوئی کتاب نہ پڑھی جائے گی۔ حضور ﷺ کی زبان مبارک کے سوا کسی اور زبان میں کوئی کلام نہ کرے گا، آپ حضور ﷺ اوّل حافظ قرآن ہیں۔ آپ حضور ﷺ کے جسمِ مقدس ومطہر کو مٹی نہیں کھاتی تمام پیغمبروں کا یہی حال ہے۔ نبی پاک ﷺ اپنے مرقدِ مبارک میں حیات حقیقیہ کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور اذان واقامت کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں، تمام پیغمبروں کا یہی عمل ہے۔ قیامت کے دن ''لوائے حمد'' حضور پاک ﷺ کے دست مبارک میں ہوگا۔ حضرت آدمؑ اور دیگر تمام انبیاءؑ اس جھنڈے تلے ہوں گے۔ جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کی کنیت اُن کی تمام اولاد میں سے سوائے نبی کریم ﷺ کے کسی اور کے نام پر نہ ہوگی، چنانچہ اُنہیں ''ابومحمد'' کہا جائے گا۔ (خصائص کبریٰ امام سیوطی، الاصابہ امام عسقلانی)

Marfat.com

درُود شریف و زیارت مرقدِ مبارک

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۵۶ میں ارشاد فرمایا: ''تحقیق اللہ اور اس کے فرشتے پیغمبر (محمد ﷺ) پر درُود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اُن (پیغمبر) پر درُود بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔'' آیت مبارکہ کی وساطت سے بتایا گیا کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے حضور نبی کریم ﷺ پر درُود بھیجتے ہیں۔ اس آیت کریمہ کی جلالت شان کو سمجھنے کے لیے کلمات طیبات کے مطابق اس میں تین فاعل ہیں۔ (۱) اللہ تعالیٰ (۲) فرشتے (۳) اہل ایمان

علامہ آلوسی نے اس کی وضاحت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے درُود بھیجنے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب کا ذکر بلند کر کے، دین کو غلبہ دے کر اور اس کی شریعت پر عمل برقرار رکھ کے اس دنیا میں حضور نبی کریم ﷺ کی عزت و شان بڑھاتا ہے۔ اور روزِ محشر کے لیے حضور ﷺ کی شفاعت قبول فرما کر اور آپ ﷺ کو بہترین اُجر و ثواب عطا کر کے پھر مقام محمود پر فائز کرنے کے بعد اوّلین اور آخرین کے لیے نبی ﷺ کی بزرگی کو نمایاں کر کے اور مقام مقربین پر نبی کریم ﷺ کو سبقت عطا کر کے شان مصطفوی کو آشکار فرما رہا ہے۔

فرشتوں کی نسبت تو صلوٰۃ کا معنی دعا ہے، فرشتے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آنحضرت ﷺ کے درجات کی بلندی اور مقام رفعت کے لیے ہردم ہر گھڑی اپنے نبی مکرم ﷺ پر درود بھیجتے رہتے ہیں اور رسالت مآب ﷺ کی تعریف و توصیف میں رطب اللسان رہتے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے ہر وقت رسول ﷺ پر اپنی برکتیں اور درود و سلام پیش کرتے رہتے ہیں اور آپ ﷺ کی رفعت و شان کے لیے دعائیں مانگتے ہیں تو اے اہل ایمان تم بھی میرے محبوبؐ کی رفعت شان کے لیے دعا مانگا کرو۔

درُود شریف حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ ایک دن حضور نبی کریم ﷺ قضائے حاجت کے لیے باہر تشریف لے گئے ایسے میں حضور ﷺ کے ساتھ کوئی نہ تھا۔ حضرت عمرؓ نے پانی سے بھرا ایک لوٹا لیا اور آپ ﷺ کے پیچھے

Marfat.com

چل دیئے۔ جب آپ ﷺ باہر آئے تو حضور ﷺ کو ایک وادی میں سربسجود پایا، حضرت عمرؓ چپکے سے پیچھے ہٹ گئے یہاں تک کہ حضور ﷺ نے سجدہ سے سر مبارک اُٹھایا اور فرمایا: ''اے عمرؓ! تو نے بہت اچھا کیا کہ جب مجھے سربسجود دیکھا تو ایک طرف ہٹ گئے جبرائیلؑ میرے پاس آئے، اُنہوں نے یہ بتایا کہ جو اُمتی آپ ﷺ پر ایک بار درُود بھیجے گا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار درُود پڑھے گا اور اُس کے دس درجے بلند کردے گا۔''

ایک دن حضور ﷺ صحابہؓ کے درمیان تشریف لائے تو رُخِ اَنور پر خوشی و مسرت کے آثار نمایاں تھے۔ صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ! آج چہرہ مبارک خوشی سے تاباں ہے۔ فرمایا: ''میرے پاس فرشتہ آیا، اُس نے کہا اے سراپا حسن وخوبی! کیا آپ ﷺ اس بات پر راضی نہیں ہیں کہ آپ ﷺ کے ربّ نے فرمایا ہے کہ آپ ﷺ کا جو اُمتی ایک بار درُود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اُس پر دس بار درُود پڑھے گا اور آپ کا اُمتی آپ ﷺ پر ایک بار درُود پڑھے تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار سلام پڑھے گا۔ میں نے جواب دیا کہ میں اپنے مولیٰ کریم کی اس نوازش پر از حد خوش ہوں۔''

حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس میرا ذکر کیا جائے اُس پر لازم ہے کہ مجھ پر درُود پڑھے اور جو ایک بار مجھ پر درود پڑھے گا تو اللہ تعالیٰ اس پر دس بار درُود بھیجے گا۔

حضرت عبداللہؓ، حضرت زین العابدینؓ کے فرزند نے اپنے والد بزرگوار سے اُنہوں نے اپنے والد گرامی سیّدنا امام حسینؓ سے روایت کیا کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''بخیل وہ ہے جس کے پاس میرا ذِکر کیا جائے پھر وہ مجھ پر درُود نہ پڑھے''

﴿روضہ مبارک کی زیارت﴾ آنحضرت ﷺ کے روضہ شریف کی زیارت سنّت اور فضیلتِ عظمٰی ہے اس بارے میں بہت سی احادیث ہیں، جن میں سے چند ''وفاالوفاء'' سے پیش ہیں

☆......جس نے میری قبر کی زیارت کی اُس کے لیے میری شفاعت ثابت ہوگئی۔

☆......جو میری زیارت کو اس طرح آیا کہ میری زیارت کے سوا اور کوئی چیز اُس کو نہ لائی تو مجھ پر حق ہے کہ قیامت کے دن میں اُس کا شفیع ہوں گا۔

☆......جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر کی زیارت کی وہ مثل اس کے ہے جس نے میری زندگی میں میری زیارت کی۔

☆......جس نے بیت اللہ کا حج کیا اور میری زیارت نہ کی، اُس نے مجھ پر ستم کیا۔

☆......جس نے مدینہ میں آکر میری زیارت کی تو میں اس کے لیے گواہ اور شفیع ہوں گا۔

☆......جس نے میری قبر کی زیارت کی یا فرمایا جس نے میری زیارت کی میں اس کے لیے شفیع و گواہ ہوں گا اور جو شخص حرمین میں سے ایک میں مرگیا، اللہ عزوجل اس کو قیامت کے دن اَمن والوں کے زُمرہ میں اُٹھایا جائے گا۔

☆......جس نے باقصد میری قبر کی زیارت کی وہ قیامت کے دن میری پناہ میں ہوگا۔

Marfat.com

☆......جس نے مکہ میں حج کیا پھر میری مسجد میں زیارت کے لیے حاضر ہوا اُس کے لیے دو مقبول حج لکھے گئے۔

حدیث مبارک کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ نساء کی آیت نمبر ۶۴ میں اپنے محبوب ﷺ کا درجہ و مرتبہ اور مقام کا یوں تعین فرمایا: ''اور نہیں بھیجا ہم نے کوئی رسول مگر اس لیے کہ اس کی اطاعت کی جائے اللہ کے اذن سے اور اگر یہ لوگ جب ظلم کر بیٹھے تھے اپنے آپ پر، حاضر ہوتے آپ (ﷺ) کے پاس اور مغفرت طلب کرتے اللہ تعالیٰ سے نیز مغفرت طلب کرتا اُن کے لیے رسول (ﷺ) بھی تو وہ ضرور پاتے اللہ تعالیٰ کو بہت توبہ قبول فرمانے والا اور نہایت رحم کرنے والا۔''

حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میری زندگی تمہارے حق میں بہتر ہے، تم مجھ سے باتیں کرتے ہو، میں تمہیں احکام سناتا ہوں اور میری وفات بھی تمہارے حق میں بہتر ہے، تمہارے اَعمال میرے سامنے پیش ہوا کریں گے میں اچھے عملوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کا شکر کروں گا اور برے اَعمال دیکھ کر تمہارے واسطے مغفرت کی دعا کیا کروں گا۔''

حضرت عمر فاروقؓ کے عہد حکومت میں عمروؓ بن عاص نے ۱۶ ہجری میں بیت المقدس کا محاصرہ کیا تو حضرت ابوعبیدہؓ شام کی مہمات سے فارغ ہو کر اُن کے ساتھ آ ملے، بیت المقدس والوں نے صلح کی درخواست اس شرط کے ساتھ کی کہ حضرت عمر فاروقؓ خود آ کر صلح نامہ تحریر کریں۔ حضرت عمرؓ نے جابیہ کے مقام پر قیام کیا، یہیں سردارِ فوج اور عیسائی اُمراء حاضر ہوئے اور معاہدہ صلح لکھا گیا۔ اس کے بعد ایک شخص کعبؓ اَحبار خلیفہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا۔ حضرت عمر فاروقؓ اس سے خوش ہوئے اور فرمایا کیا تم چاہتے ہو کہ میرے ساتھ مدینہ منورہ چلو اور آنحضرت ﷺ کی قبر شریف کی زیارت سے فائدہ اُٹھاؤ۔ حضرت کعب اَحبار نے جواب میں ہاں کی۔

﴿آداب زیارت﴾ زائرین کے لیے مناسب ہے کہ زیارت روضہ شریف کے ساتھ مسجد نبویؐ کی زیارت اور وہاں نماز پڑھنے کی بھی نیت کریں۔ اگر مجرد زیارت روضہ شریف کی نیت کریں تو اَولیٰ ہے مدینہ منورہ کے سفر میں دُرود و سلام کی کثرت رکھیں۔ دوران سفر جو مساجد اور آثار شریفہ رسول اللہ ﷺ سے منسوب ہیں اُن کی زیارت کریں اور نماز پڑھیں۔ جب مدینہ کی بستی نظر آئے تو بپاس اَدب پیدل ہو جائیں اور دُرود و سلام بھیجیں شہر مدینہ میں داخل ہونے سے قبل غسل کریں اور لباس تبدیل کر کے خوشبو لگائیں سب سے پہلے مسجد میں داخل ہو کر دو رکعت تحیۃ المسجد، پھر دوگانہ شکر ادا کریں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب نبی کریم ﷺ کے دروازے پر پہنچا دیا۔ دوگانہ شکر کے بعد روضہ شریف پر حاضر ہوں، بوقت زیارت منہ حضور ﷺ کے چہرہ کی طرف کریں اور کسی دوست اَحباب نے حضور ﷺ کی خدمت میں سلام بھیجا ہو تو اس کی طرف سے سلام پہنچائیں۔

حضور ﷺ کے سلام سے فارغ ہو کر ایک ہاتھ اپنی دائیں طرف ہٹ کر حضرت سیدنا صدیق اکبرؓ کی خدمت میں بسلام عرض کریں، پھر ایک ہاتھ اور دائیں طرف کو ہٹ کر حضرت سیدنا عمر فاروقؓ کی خدمت میں سلام پیش کریں۔ اس

Marfat.com

کے بعد اپنی پہلی جگہ پر کھڑے ہو کر چہرہ مبارک کے سامنے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں دُرود و سلام عرض کریں۔ مسجد قباء میں جا کر نماز پڑھیں اور آنحضرت ﷺ کے آثار شریفہ و دیگر مزارات کی زیارت کریں۔

﴿دُعا بتوسل حضور اقدس ﷺ﴾ آنحضرت ﷺ کے وسیلہ سے بارگاہِ الٰہی میں دُعا کرنا مستحسن ہے، جیسے سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۳۵ میں ارشاد ہوا:

''اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اُس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدوجہد کرو اُس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

حضور ﷺ سے توسل و استغاثہ فعل انبیاءؑ و مرسلینؑ اور سیرت سلفِ صالحین ہے۔ یہ توسل ولادت شریف سے قبل اور ولادت شریف کے بعد، عالم برزخ میں اور عرصات قیامت میں ثابت ہے۔

جب حضرت آدم علیہ السلام سے خطا سرزد ہوئی تو اُنہوں نے آخر کار یوں دُعا کی:

''اے میرے پروردگار! میں تجھ سے بحق محمد (ﷺ) سوال کرتا ہوں اور میری خطاء معاف کر دے۔''

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے آدمؑ! تو نے محمد (ﷺ) کو کس طرح پہچانا، حالانکہ میں نے اُن کو پیدا نہیں کیا۔

حضرت آدمؑ نے اللہ تعالیٰ سے عرض کی، اے میرے پروردگار! جب تو نے مجھ کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور مجھ میں اپنی رُوح پھونکی تو میں نے سر اُٹھایا اور عرش کے پایوں پر یہ لکھا ہوا دیکھا:

'' لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰه ''

پس میں جان گیا کہ تو نے اپنے نام کے ساتھ اس کا ذکر کیا جو تیرے نزدیک محبوب ترین خلق ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا، اے آدمؑ تو نے سچ کہا وہ میرے نزدیک حب الخلق ﷺ ہیں چونکہ تم نے اُن کے وسیلہ سے دعا مانگی ہے تو میں نے تم کو معاف کر دیا۔ اگر محمد (ﷺ) نہ ہوتے تو میں تم کو پیدا نہ کرتا۔ (حاکم، طبرانی)

☆......سورۃ بقرہ آیت نمبر ۸۹، اس آیت کریمہ میں یہود کی ہٹ دھرمی بیان فرمائی گئی، حضور نبی کریم ﷺ کی تشریف آوری سے قبل یہود کا شعار تھا کہ جب کبھی کفار و مشرکین سے اُن کی جنگ ہوتی اور یہودیوں کی فتح کی ظاہری امکانات ختم ہو چکے ہوتے تو پھر وہ تورات کو سامنے رکھتے اور وہ مقام جہاں حضور نبی کریم ﷺ کی صفات و کمالات کا ذکر ہوتا وہاں ہاتھ رکھتے اور پھر اِن الفاظ میں دعا کرتے: ''اے اللہ! ہم تجھے تیرے اُس نبی کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں جس کی بعثت کا تو نے ہم سے وعدہ کیا ہے، آج ہمیں اپنے دشمنوں پر فتح دے۔'' حضور پرنور ﷺ کے صدقہ میں اللہ تعالیٰ یہودیوں کو فتح دیتا

☆......حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول حافظ ابونعیم نے دلائل النبوۃ میں اور عطاء نے ضحاک کے تحت نقل کیا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت سے پہلے یہود (بنی قریظہ و نضیر) کافروں پر فتح کی دُعا مانگا کرتے تھے اور دعا میں یوں کہا

Marfat.com

کرتے: ''خدا ہم تجھ سے بحق نبی اُمی دُعا مانگتے ہیں کہ تو ہم کو اُن پر فتح دے'' اور فتح پایا کرتے۔

☆......نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد بھی توسل واستغاثہ کا سلسلہ جاری رہا۔ چنانچہ ایک شخص اپنی کسی حاجت کے لیے حضرت عثمانؓ کی خدمت میں حاضر ہوا، اس سے قبل بھی وہ شخص آپؓ کے پاس آیا کرتا تھا۔ لیکن حضرت عثمانؓ اس کی طرف توجہ نہ دیا کرتے اور اس کی حاجت پر بھی غور نہ فرماتے۔ وہ شخص عثمان بن حنیفؓ سے ملا اور ان سے شکایت کی، ابن حنیف نے کہا کہ وضو کر کے مسجد نبویؐ میں جاؤ اور دو رکعت نماز پڑھ کر دُعا کرو۔ پھر وہ حضرت عثمانؓ کے دروازے پر حاضر ہوا، دربان آیا اور اُس کا ہاتھ پکڑ کر اندر لے گیا۔ حضرت عثمانؓ نے اُس شخص کو اپنے برابر فرش پر بٹھایا اور دریافت حال معلوم کر کے اُس کی حاجت پوری کر دی۔ خلیفہ سوئم کی خدمت سے فارغ ہو کر وہ شخص ابن حنیفؓ سے ملا اور اُن کا شکریہ ادا کیا کہ اُنہوں نے اُسے اچھی دُعا بتائی۔ عثمان بن حنیفؓ نے کہا کہ دعاء میں نے اپنی طرف سے نہیں بتائی بلکہ ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا، وہاں ایک نابینا شخص نے اپنی بینائی کے جاتے رہنے کی شکایت کی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم چاہو تو میں دُعا کر دیتا ہوں یا صبر کرو، اُس شخص نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ مجھے سخت دشواری ہے کہ کوئی میرا عصاء پکڑنے والا نہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ دوگانہ ادا کر کے یہ دعا پڑھنا: اللّٰھم ان اسئلک واتوجه الیک نبیک محمد ابن حنیفؓ کا بیان ہے کہ ہم ابھی سرکار دو عالم رحمۃ اللعالمین ﷺ کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ وہ شخص آیا، گویا اس کو کوئی تکلیف نہیں ہوئی تھی۔ (وفا الوفاء جز ثانی، ص: ۴۲۰)

☆......امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے عباسی خلیفہ منصور کو جو طریقہ دُعا بتایا اس میں توسل بالنبیؐ ہے۔ جیسے ایک اعرابی کا قصہ چاروں اماموں کے عقیدت مندوں کے علماء نے مناسک میں ذکر کیا اور اس طریقہ کو آداب زیارت میں شامل کیا۔ ابن عساکر نے اپنی ''کتاب تاریخ'' میں اور ابن جوزی نے ''مثیر الاغرام السالکین'' بروایت محمد بن حزم ہلالی نے اس طرح لکھا کہ عتبی نے کہا کہ میں مدینہ میں داخل ہوا اور رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کی زیارت کر کے سامنے بیٹھ گیا، ایسے میں ایک اعرابی نے بھی آ کر زیارت کی اور پھر وہ یوں عرض کرنے لگا: ''یا خیر الرسلؐ! اللہ نے آپؐ پر سچی کتاب نازل کی جس میں یوں ارشاد فرمایا: اے ایمان والو! ڈرو اللہ تعالیٰ سے اور تلاش کرو اس تک پہنچنے کا وسیلہ اور جدوجہد کرو اس کی راہ میں تاکہ تم فلاح پاؤ'' (سورۃ مائدہ آیت: ۳۵)

☆......حضرت انسؓ بن مالک سے روایت ہے کہ حضرت علی المرتضیٰؓ کی والدہ فاطمہ بنت اسد کا انتقال ہو گیا تو رسول اللہ ﷺ اُن کے سرہانے آ بیٹھے، اُن کی تعریف کی، اُنہیں اپنی چادر میں کفنانے کے بعد نبی کریم ﷺ نے حضرات اُسامہ بن زیدؓ، ابوایوب انصاریؓ، عمر بن خطابؓ اور ایک سیاہ فام غلام کو بلایا اُنہوں نے قبر کھودی، جب لحد تک پہنچے تو خود نبی کریم ﷺ نے لحد اپنے دست مبارک سے کھودی اور آپ ﷺ اُس میں لیٹ گئے۔ پھر اللہ تعالیٰ سے یوں دعا کی: ''اے اللہ! میری ماں فاطمہ بنت اسد کو بخش دے اور اُن پر اس قبر کو کشادہ کر دے بوسیلہ اپنے نبیؐ اور اُن نبیوں کے جو

Marfat.com

مجھ سے پہلے ہوئے ہیں۔ کیونکہ تو ارحم الراحمین ہے''

☆...... علامہ حاج مالکی کا قول نقل ہے (جو متشددین میں شمار ہوتے تھے) وہ اپنی کتاب ''مدخل'' میں زیارت قبور کے متعلق تحریر فرماتے ہیں: ''پھر زائد قضائے حاجات اور اپنے گناہوں کی بخشش کے لیے اُن قبر والوں یعنی اُن میں سے صالحین سے توسل کرے، پھر اپنی ذات کے لیے، اپنے والدین ومشائخ واقارب واہل مقابر کے لیے اور مسلمان مردوں اور زندوں کے لیے اور قیامت تک اُن کی اولاد کے لیے اور اپنے غائب بھائیوں کے لیے دُعاء کرے۔

☆......امام ابوعبداللہ نعمان اپنی کتاب ''سفینۃ النجات'' میں یوں فرماتے ہیں یہ امر ثابت ہے کہ صالحین کی قبروں کی زیارت بغرض تبرک پسندیدہ ہے کیونکہ صالحین کی برکت اُن کی موت کے بعد اسی طرح جاری رہتی ہے جیسا کہ اُن کی زندگی میں۔ آئمہ میں سے ہمارے علمائے محققین کے نزدیک صالحین کی قبروں پر دُعاء کرنا اور اُن سے طلب شفاعت کرنا معمول ہے

﴿قحط کے واقعات﴾ مالک الدار راوی ہیں کہ حضرت عمرؓ کے دور میں قحط پڑ گیا، بلال بن حارثؓ صحابی نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر یوں عرض کی یا رسول اللہ ﷺ اپنی اُمت کے لیے دُعا فرمائیں، مخلوق ہلاک ہو رہی ہے رسول اللہ ﷺ نے خواب میں بلال بن حارثؓ سے فرمایا: ''عمرؓ کے پاس جا کر میرا اسلام کہنا اور بشارت دو کہ بارش ہوگی۔'' چنانچہ پھر ایسا ہی ہوا۔

☆...... مدینہ میں ایک سال سخت قحط پڑا، لوگوں نے حضرت عائشہ صدیقہؓ سے فریاد کی اُنہوں نے فرمایا تم رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر اُس میں ایک روشن دان آسمان کی طرف کھول دو ''تا کہ قبر شریف اور آسمان کے درمیان چھت نہ رہے، پھر ایسا ہی کیا گیا، خوب بارش ہوئی، گھاس اُگی اور اُونٹ ایسے فربہ ہو گئے کہ چربی سے پھٹنے لگے۔ اس سال کو ''عام الفتق'' کہتے ہیں۔ (سنن دارمی)

﴿اِستغاثہ کی صورت﴾ حضور نبی کریم ﷺ شافع ومشفع ہیں۔ اُن کی شفاعت ردّ نہیں ہوتی اور وہ محروم نہیں رہتا جو آپ ﷺ کا عقد کرے یا آپ حضور ﷺ کے آنگن میں اُترے یا آپ شان والا سے مدد مانگے یا رحمۃ اللعالمین ﷺ سے استغاثہ کرے کیونکہ آپ ﷺ قطب دائرہ کمال اور عروس مملکت ہیں۔ اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے کہ لقد رای من آیت ربہ الکبریٰ : ''البتہ تحقیق دیکھا (محمدؐ) نے اپنے ربّ کی طرف بڑی نشانیوں سے بڑی'' (النجم، آیت: ۱۸) آپ ﷺ نے شب معراج میں اپنی ذات شریف کی صورت میں ملکوت کو دیکھا، ایسے میں آپ ﷺ عروس مملکت خداوند تھے۔ پس جس نے حضور ﷺ سے توسل یا استغاثہ کیا یا اپنی حاجتیں مانگیں اُس کی دُعا ردّ نہیں ہوتی اور وہ محروم نہیں ہوتا۔

علامہ سمہودی نے چند مثالیں ایسے اشخاص کی نقل کی ہیں، جنہوں نے رسول اللہ ﷺ سے استغاثہ کیا یا آپ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر کچھ مانگا تو ان کا مطلب حاصل ہو گیا۔ وہ چند مثالیں درج ہیں۔

Marfat.com

☆......حافظ محمد منکدر متوفی 205ھ بمطابق 820ء بیان فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے میرے والد (منکدر) کے پاس ۸۰ دینار بطور امانت رکھے اور وہ خود جہاد پر چلا گیا۔ جاتے ہوئے اس نے کہا کہ اگر تمہیں ضرورت پیش آئے تو خرچ کر لینا۔ میرے والد نے قحط سالی کی وجہ سے وہ امانتی دینار اپنی ضرورت کے تحت خرچ کر لیے۔ واپسی پر اُس شخص نے اپنی امانت طلب کی تو میرے والد نے اس سے کہا کہ کل آ کر لے جانا چنانچہ وہ شخص چلا گیا لیکن میرے والد حالتِ پریشانی میں مسجد نبویؐ چلے گئے اور پوری رات وہاں گزاری، رات کو وہ کبھی قبر شریف سے لپٹتے اور کبھی منبر سے یہاں تک کہ قبر شریف سے استغاثہ کرتے کرتے صبح ہونے کو آئی تو ناگاہ مسجد نبویؐ میں ایک شخص داخل ہوا وہ یہ کہہ رہا تھا "اے ابو محمد! یہ لو۔ میں نے ہاتھ بڑھایا تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہ ایک تھیلی ہے جس میں ۸۰ دینار ہیں۔ پھر صبح کو والد نے وہی دینار اس قرض خواہ کو لوٹا دیئے۔

☆...... امام ابو بکر مقری کا قول ہے کہ میں اور ابو القاسم طبرانی اور ابو الشیخ حرم نبویؐ میں فاقہ سے تھے۔ عشاء کا وقت آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ! ہم بھوکے ہیں۔" یہ عرض کر کے لوٹا تو طبرانی نے مجھ سے کہا کہ بیٹھو، رزق آئے گا یا موت۔ امام ابو بکرؒ کا بیان ہے کہ وہ اور ابو الشیخ سو گئے اور طبرانی بیٹھے رہے۔ ایک علوی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا، ہم نے دروازہ کھولا تو علوی کے ساتھ دو غلام بھی تھے۔ ہر ایک کے ہاتھ میں ایک زنبیل پکڑی ہوئی تھی۔ ہم نے بیٹھ کر کھانا کھایا اور خیال کیا کہ بقیہ کھانا غلام لے جائیں گے۔ مگر وہ باقی کھانا بھی ہمارے پاس چھوڑ گئے۔ جب ہم کھانے سے فارغ ہوئے تو علوی ہم سے یوں مخاطب ہوا "کیا تم نے نبی کریم ﷺ سے فریاد کی تھی۔ کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے خواب میں حکم دیا کہ میں تمہارے پاس کچھ لے جاؤں۔"

☆......ابن جلاد کا بیان ہے کہ میں مدینہ منورہ میں داخل ہوا تو فاقہ سے تھا۔ میں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا: "میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔" بس یہ عرض کر کے میں سو گیا۔ خواب میں حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی۔ آدھی میں نے کھا لی، آنکھ کھلی تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں باقی تھی۔

☆......ابو الخیر ذکر کرتے ہیں کہ میں مدینہ میں داخل ہوا تو فاقہ سے تھا۔ مسلسل پانچ دن گزرے پھر قبر شریف پر حاضر ہو کر نبی کریم ﷺ اور حضرات شیخین پر سلام عرض کیا اور یوں عرض کی: "یارسول اللہ ﷺ! میں آپ کا مہمان ہوں۔" یہ عرض کر کے میں قبر شریف کے عقب میں سو گیا تو میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھا، حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے دائیں اور حضرت عمرؓ بائیں طرف اور حضرت علیؓ سامنے ہیں۔ مجھے حضرت علیؓ نے بلایا اور کہا کہ اُٹھو! رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں۔ میں نے اُٹھ کر نبی کریم ﷺ کی پیشانی مبارک کو بوسہ دیا۔ پھر حضور نبی کریم ﷺ نے مجھے ایک روٹی عطا فرمائی۔ آدھی میں نے کھا لی، آنکھ کھلی تو آدھی روٹی میرے ہاتھ میں تھی۔

☆......ابو عبداللہ محمد بن زرعہ صوفی ذکر کرتے ہیں کہ میں اور میرا باپ اور ابو عبداللہ بن حفیف مدینہ منورہ میں داخل ہوئے تو اس رات بھوکے رہے۔ میں ابھی بالغ نہیں ہوا تھا اور اپنے والد سے بار بار کہتا کہ مجھے بھوک لگی ہے۔ میرے والد نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا: "یارسول اللہ ﷺ! آج رات میں آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔" یہ عرض گزارنے

Marfat.com

کے بعد والد مراقب ہو گئے کچھ دیر بعد اُنہوں نے سر اُٹھایا تو کبھی روتے اور کبھی ہنستے، جب اُن سے دریافت کیا تو فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا کہ آپ ﷺ نے کچھ درہم میرے ہاتھ پر رکھ دیئے۔ ہاتھ جو کھولا تو میرے ہاتھ میں درہم موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اِن درہموں میں ایسی برکت دی کہ ہم شیراز واپس چلے گئے اور ان میں سے ہی خرچ کرتے رہے۔

☆......احمد بن صوفی کا بیان ہے کہ میں تین مہینے بیابان میں پھرتا رہا پھر مدینہ منورہ میں داخل ہوا، روضہ شریف پر حاضری دی۔ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرات شیخین پر سلام عرض کیا اور پھر سو گیا خواب میں مجھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے احمد! تم آ گئے ہو۔'' میں نے عرض کیا کہ ہاں، اور میں بھوکا ہوں اور آپ ﷺ کا مہمان ہوں۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ ''ہاتھ کھولو، میں نے اپنے ہاتھ کھول دیئے۔ حضور ﷺ نے میرے ہاتھ درہموں سے بھر دیئے۔ میری آنکھ کھل گئی تو دونوں ہاتھ درہموں سے بھرے ہوئے تھے۔ میں نے نان، میدہ اور فالودہ خریدا اور کھایا پھر اُسی وقت صحرا کی راہ لی۔

☆......امام بن نعمان سے بیان کردہ روایت میں ہے کہ میں نے ابو اسحاق بن سعید سے سنا کہ، فرمایا میں مدینہ میں تھا، میرے ساتھ تین فقیر بھی تھے۔ ہم فاقہ سے تھے تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے پاس کچھ نہیں ہمیں تین مُد کافی ہیں خواہ کسی چیز کے ہوں'' اس کے بعد ایک شخص مجھ سے ملا اُس نے مجھے تین مُد عمدہ کھجوریں عطا کیں۔

☆......امام بن نعمان ہی بروایت ابو العباس بن نفیس مقری حزیر نقل کرتے ہیں کہ اُس نے کہا کہ میں مدینہ میں تین دن بھوکا رہا، میں نے قبر شریف پر حاضر ہو کر عرض کیا: ''یا رسول اللہ ﷺ میں بھوکا ہوں'' یہ کہہ کر میں سو گیا۔ ایک کنیز آئی اس نے پاؤں مار کر مجھے جگایا پھر وہ مجھے اپنے گھر لے گئی اُس نے گیہوں کی روٹی، گھی اور کھجوریں پیش کیں اور کہا کہ: ''ابو العباس کھاؤ، میرے جدِ بزرگوار ﷺ نے مجھے یہ کھانا تیار کرنے کا حکم دیا، تمہیں جب بھوک لگے تو ہمارے پاس آ جایا کرو۔''

☆......علامہ سمہودی نے ایسی ہی چند مثالیں اور بیان کی ہیں کہ حذف شریف ابو محمد عبد السلام بن عبد الرحمٰن حسینی فارسی فرماتے تھے میں مدینہ منورہ میں تین دن رہا مجھے کھانے کو کچھ نہ ملا، میں نے منبر شریف کے نزدیک دوگانہ ادا کر کے یوں عرض کیا: ''اے جدِ بزرگوار! میں بھوکا ہوں اور آپ ﷺ سے ''ثرید'' مانگتا ہوں''

میں یہ عرض کر کے سو گیا، ناگاہ ایک شخص نے مجھے جگا دیا، اس کے پاس ایک چوبی برتن جس میں ثرید، گھی، مصالحہ اور گوشت تھا۔ اُس نے مجھ سے کہا یہ لو کھانا اور کھا لو۔ میں نے اُس سے پوچھا کہ تم یہ کہاں سے لائے ہو۔ اس نے جواب دیا کہ میرے بچے تین دن سے ایسے کھانے کی تمنا کر رہے تھے۔ آج اللہ تعالیٰ نے کچھ کشائش کر دی تو میں نے یہ کھانا تیار کیا پھر سو گیا میں نے رسول اللہ ﷺ کو خواب میں دیکھا کہ فرما رہے ہیں کہ ''تمہارا ایک بھائی مجھ سے اِسی کھانے کی آرزو کرتا ہے۔ اس میں سے اس کو بھی کھلانا''

Marfat.com

☆......میں نے شیخ ابوعبداللہ محمد بن ابی الارمان کو سنا کہ فرماتے تھے کہ میں مدینہ میں محراب فاطمی کے عقب میں تھا، شریف مکہ قاسمی عرب اُس کے پیچھے سوئے ہوئے تھے۔ وہ اُٹھ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ہمارے پاس مسکراتے ہوئے آئے۔ شمس الدین صواب خادم روضہ شریف نے اُن سے مسکرانے کا سبب دریافت کیا تو قاضی نے جواب دیا کہ میں فاقہ سے تھا، اپنے گھر سے نکل کر بیت فاطمہؓ میں آیا اور نبی ﷺ سے استغاثہ وعرض کیا کہ میں بھوکا ہوں، خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھے دودھ کا پیالہ عطا فرمایا میں نے وہ پی لیا اور سیراب ہو گیا۔ دیکھ لو یہ موجود ہے، اور اپنے منہ میں سے اپنے ہاتھ پر دودھ تھوک کر دکھایا۔ ہم نے مشاہدہ کیا کہ اُن کے منہ میں دودھ ہی تھا۔

☆......علامہ سمہودی نے بیان کیا کہ میں نے عبداللہ بن حسن فاطمی کو سنا کہ بیان کرتے تھے کہ مجھ سے عبدالقدار تیقینی نے حکایت کی کہ میں فقیروں کی طرح سفر کر رہا تھا، میں نے مدینہ منورہ میں حاضر ہو کر رسول اللہ ﷺ سے عرض کی اور بھوک کی شکایت کی، میں وہیں سو گیا، ایک نوجوان نے مجھے جگایا اور اپنے ساتھ لے گیا اُس نے ثرید کا ایک پیالہ اور کئی قسم کی کھجوریں اور بہت سے روٹیاں پیش کیں۔ میں نے کھانا کھایا اُس نے گوشت و نان سے توشہ دان بھر دیا۔ اور بیان کیا کہ میں چاشت کے بعد سویا ہوا تھا، کہ خواب میں رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ارشاد فرمایا کہ میں تمہیں یہ کھانا پہنچا دوں۔ حضور ﷺ نے مجھے تمہاری یہ جگہ بھی بتا دی تھی تم نے حضور ﷺ سے یہی تمنا کی تھی۔

☆......میں نے اپنے دوست علی بن ابراہیم بوصیری کو سنا کہ فرماتے ہیں عبدالسلام بن ابی القاسم سقلی ذکر کرتے ہیں کہ ایک ثقہ شخص (جس کا نام مجھے یاد نہیں آ رہا) نے مجھ سے بیان کیا کہ میں مدینہ منورہ میں تھا اور میرے پاس کچھ بھی نہ تھا۔ کمزور ہو گیا، ایک روز حجرہ شریف کے پاس آ کر عرض کی: یا رسول اللہ ﷺ! میں مصر کا رہنے والا ہوں پانچ ماہ سے آپ ﷺ کی خدمت میں ہوں، کمزور ہو گیا ہوں، یا رسول اللہ ﷺ! خدا سے دُعا فرمائیے کہ میرے پاس کوئی ایسا بندہ بھیج دیں جو مجھے پیٹ بھر کر کھانا کھلائے یا مجھے اپنے ساتھ لے جائے۔ میں یہ عرض کر کے منبر شریف کے پاس ہی بیٹھ گیا، ناگاہ ایک شخص حجرہ شریف میں داخل ہوا اُس نے کچھ کلام کیا اور کہا اے پروردگار! اے جدّ بزرگوار! پھر وہ میری طرف آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر باب جبرائیلؑ سے نکلا اور بقیع میں سے ہوتا ہوا ایک خیمے میں پہنچا۔ اس نے اپنے غلام و کنیز سے کہا کہ اپنے مہمان کے لیے کھانا تیار کرو۔ چنانچہ غلام لکڑیاں چن لایا اور کنیز نے اناج پیس کر روٹی پکائی۔ روٹی کے ساتھ گھی اور کھجوریں تھی۔ میں آدھی روٹی سے سیر ہو گیا۔ اُس نے آدھی روٹی اور دو صاع کھجوریں دیں۔ جب میں فارغ ہوا تو اُس نے میرا نام پوچھا، میں نے بتا دیا پھر مجھ سے کہا کہ تجھے خدا کی قسم! میرے جد بزرگوار کے پاس پھر شکایت نہ کرنا۔ کیونکہ اُنہیں ناگوار گزرتا ہے۔ آج سے بھوک کے وقت تیرا رزق تیرے پاس آ جایا کرے گا، یہاں تک سفر کے لیے تجھے کوئی ساتھ مل جائے۔ پھر اُس نے اپنے غلام سے کہا کہ ان کو حجرہ شریف میں پہنچا دو۔ جب میں غلام کے ساتھ بقیع میں آیا تو میں نے غلام سے کہا کہ اب تم لوٹ جاؤ میں پہنچ جاؤں گا

Marfat.com

جاؤں گا۔غلام بولا یا سیّدی میں تو آپ کو حجرہ شریف میں ہی پہنچا کر آؤں گا۔مبادا رسول اللہ ﷺ میرے آقا کو بتا دیں غرض وہ مجھے حجرہ شریف میں پہنچا کر واپس چلا گیا۔میں چار روز تک توشہ دان میں سے کھاتا رہا،پھر مجھے بھوک لگی تو وہی غلام مجھے کھانا دے گیا۔بعدازاں ایسا ہی ہوتا رہا کہ جب مجھے بھوک لگتی کھانا پہنچ جاتا۔

☆...... علامہ سمہودی خود اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ میں مسجد نبوی میں تھا مصر کے حاجیوں کا ایک قافلہ زیارت کے لیے آیا۔میرے ہاتھ میں خلوت کی کنجی تھی جس میں میری کتابیں تھیں ایک مصری عالم نے کہا کہ میرے ساتھ روضہ شریف میں چلو،جب میں واپس آیا تو مجھے کنجی نہ ملی میں نے ہر چند مختلف جگہوں میں تلاش کی مگر کنجی نہ ملی،یہ مجھ پر بہت ناگوار گزرا،کیونکہ اُس وقت مجھے کنجی کی سخت ضرورت تھی۔میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی:

''یا سیّدی!یارسول اللہ ﷺ!میری خلوت کی کنجی گم ہوگئی ہے مجھے اُس کی ضرورت ہے،میں آپ ﷺ کے در سے مانگتا ہوں۔''یہ عرض کر کے میں واپس آیا تو ایک لڑکے کو جسے میں نہ پہچانتا تھا خلوت کے قریب دیکھا،اُس کے ہاتھ میں کنجی تھی۔میں نے اُس سے پوچھا کہ تمہیں یہ کہاں سے ملی،اُس نے جواب دیا کہ آنحضرت ﷺ کے مواجہہ شریف کے پاس پڑی تھی۔میں نے وہاں سے اُٹھائی۔ (وفاالوفاء جز ثانی ص:۴۲۹)

﴿خادم کا انجام﴾ حافظ ابوالقاسم بن عساکر نے اپنی تاریخ میں بالاسناد نقل کیا کہ ابوالقاسم ثابت بن احمد بغدادی ذکر کرتے ہیں کہ ایک شخص نے مدینہ منور میں رسول اللہ ﷺ کی قبر شریف کے نزدیک نماز فجر کے لیے اذان دی اور اس میں ''الصلوٰۃ خیر من النوم'' کہا،خدام مسجد میں سے یہ الفاظ سن کر ایک نے اس کو تھپڑ مارا،تو اُس شخص (مؤذن) نے رو کر عرض کی:''آپ ﷺ کے حضور میرے ساتھ یہ سلوک کیا گیا۔''اُسی وقت اُس خادم پر فالج گرا،اُسے مسجد نبویؐ سے اُٹھا کر اس کے گھر پہنچایا گیا،پھر وہ تین سال بعد مر گیا۔

﴿بیماری سے نجات﴾ علامہ قسطلانی ''مواہب الدنیہ'' میں اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کئی سال مجھے بیماری لاحق رہی جس کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے۔میں نے ۲۸ جمادی الاوّل ۸۹۳ھ بمطابق (1453ء) رات مکہ مشرفہ میں نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کیا تو میں نے خواب میں ایک شخص کو دیکھا اُس کے پاس ایک کاغذ ہے،اس میں لکھا ہوا ہے کہ''اذن نبویؐ سے یہ احمد بن قسطلانی کی بیماری کی دواء ہے۔''جب میری آنکھ کھلی تو واللہ!میں نے اس بیماری کا نشان نہ پایا اور نبی کریم ﷺ کی برکت سے شفاء ہوگئی۔

☆...... علامہ یوسف نبہانی نقل کرتے ہیں کہ کثیر بن محمد بن رفاعہ نے بیان کیا کہ ایک شخص عبدالمالک بن سعید بن خیار بن جبیر کے پاس آیا اس نے اُس شخص کا پیٹ ٹٹولا اور کہا کہ تجھے لاعلاج بیماری ہے۔اُس نے پوچھا کیا بیماری ہے۔؟ ابن جبیر نے کہا کہ ذُبیلہ (پیٹ کی ایک بیماری کا نام ہے۔) یہ سن کر وہ لوٹ آیا اُس نے تین بار یوں دعا کی: اللہ! اللہ! اللہ! میرا پروردگار ہے،میں اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا،یااللہ!میں تیری بارگاہ میں تیرے

Marfat.com

نبی ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں، یا محمد! (ﷺ) میں آپ کے سامنے اور اپنے رب کی بارگاہ میں آپ ﷺ کا وسیلہ پیش کرتا ہوں کہ وہ اس بیماری میں مجھ پر ایسی رحمت کرے کہ جس سے کسی غیر کی زحمت سے مجھے بے نیاز کر دے۔ اس دعا کے بعد وہ شخص پھر ابن جبیر کے پاس آیا اُس نے اس کا پیٹ ٹٹولا تو کہا کہ تو تندرست ہو گیا ہے تجھے کوئی بیماری نہیں۔

☆...... شواہد الحق میں عبدالرحمٰن جزولی سے نقل کرتے ہیں، اُنہوں نے فرمایا کہ میری آنکھ ہر سال خراب ہو جایا کرتی تھی، ایک سال مدینہ میں میری آنکھ دکھنے لگی میں نے رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر فریاد کی: ''یا رسول اللہ! میں حضور ﷺ کی حمایت میں ہوں اور میری آنکھ دُکھ رہی ہے۔'' پس مجھے آرام آ گیا اور حضور ﷺ کی برکت سے اب تک مجھے آنکھ کی تکلیف نہیں ہوئی۔

﴿مصیبت سے نجات﴾ ابو عبداللہ سالم المعروف خواجہ نے بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا دریائے نیل کے ایک جزیرہ میں ہوں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک مگرمچھ مجھ پر حملہ کرنا چاہتا ہے، میں اُس سے ڈر گیا، ناگاہ ایک شخص جو میرے ذہن میں آئے (کہ وہ نبی کریم ﷺ ہیں) اُنہوں نے مجھ سے فرمایا کہ جب تو سختی میں ہو تو یوں پکارا کر: انا مستجیر بک یارسول اللہ ترجمہ: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے پناہ مانگنے والا ہوں'' اتفاق سے ان ہی ایام میں ایک نابینا شخص نے نبی کریم ﷺ کی زیارت کا اِرادہ کیا تو میں نے اُس سے اپنا خواب بیان کر دیا۔ اور کہہ دیا کہ جب تو کسی سختی میں مبتلا ہو تو یوں پکارا کر: انا مستجیر بک یارسول اللہ ترجمہ: ''یا رسول اللہ ﷺ! میں آپ سے پناہ مانگنے والا ہوں'' پھر وہ مقام رابغ میں پہنچا وہاں پانی کی قلت تھی، خدمت گار پانی کی تلاش میں نکلا راوی کا قول ہے کہ اس نابینا نے مجھ سے ذکر کیا کہ میرے ہاتھ میں مشک خالی رہ گئی میں پانی کی تلاش سے تنگ آ گیا ہوں، اسی اثناء میں مجھے تمہارا قول یاد آ گیا میں نے کہا انا مستجیر بک یارسول اللہ اسی حال میں ناگاہ ایک شخص کی آواز میرے کان میں پڑی کہ تو اپنی مشک بھر لے اور میں نے مشک میں پانی گرنے کی آواز سنی، یہاں تک کہ وہ بھر گئی۔

☆...... ابوالحسن علی بن مصطفیٰ عسقلانی ذکر کرتے ہیں کہ ہم بحر احزاب میں کشتی سے جدہ کو روانہ ہوئے، سمندر میں طغیانی آ گئی، ہم نے اپنا اسباب سمندر میں پھینک دیا جب ڈوبنے لگے تو ہم نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کرنے لگے۔ اور یوں پکارا: ''یا محمداہ! یا محمداہ!'' ہمارے ساتھ مغرب کا ایک نووارد شخص بھی تھا وہ بولا حاجیوں گھبراؤ مت تم بچ جاؤ گے، کیونکہ ابھی میں خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہوا ہوں، میں نے حضور ﷺ سے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کی اُمت آپ سے استغاثہ کر رہی ہے، حضور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا کہ: ''مدد کرو'' مغربی کا قول ہے کہ میں اپنی آنکھ سے دیکھ رہا تھا کہ حضرت صدیق اکبرؓ سمندر میں اُتر گئے اُنہوں نے کشتی کے پتوار پر اپنا ہاتھ ڈالا اور اُسے کھینچتے رہے یہاں تک کہ کشتی خشکی سے جا لگی۔ چنانچہ ہم صحیح سالم رہے۔

﴿جن کی حاضری﴾ علامہ قسطلانی نے ہی اپنا ایک اور واقعہ یوں ذکر کیا کہ ۸۸۵ھ بمطابق (1445ء) میں

Marfat.com

زیارت شریف کے بعد مصر کے سفر پر تھا کہ مکہ کے راستہ میں ہماری خادمہ غزالی حبشیہ پر کئی روز آسیب کا اثر رہا۔ اس بارے میں حبشیہ نے نبی کریم ﷺ سے استغاثہ کیا، خواب میں ایک شخص آیا جس کے ساتھ وہ جن تھا، اُس نے کہا کہ اس جن کو رسول اللہ ﷺ نے آپ کے پاس بھیجا ہے، میں نے اُس جن کی ملامت کی اور اُس سے حلف لیا کہ آئندہ خادمہ غزالی حبشیہ کے پاس نہیں آئے گا۔ میری آنکھ کھلی تو دیکھا کہ خادمہ پر آسیب کا کچھ اثر نہ تھا۔ گویا اُس کو قید سے رہا کر دیا گیا۔ وہ عافیت میں رہی یہاں تک کہ میں نے اس کو ۸۹۴ھ میں علیحدہ کر دیا۔

﴿مسجد بنانے کا حکم﴾ علامہ نبہانی شواہد الحق میں ''کتاب الارشادات الیٰ معرفۃ الزیارات'' سے نقل ہے کہ اُس کے مصنف شیخ ابوالحسن علی بن ابی بکر اساح الھروی (متوفی ۶۱۱ھ) کہتے ہیں کہ جزیرہ میں ایک شہر ''تونہ'' ہے وہاں مشہد نبی ﷺ اور مشہد علی المرتضیٰؓ موجود ہیں۔ میں نے جزیرہ والوں سے ان مشاہدات کی نسبت دریافت کیا کہ کیا یہ نبی ﷺ اور علی المرتضیٰؓ کے نام پر بنائے گئے ہیں۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ یہ قصہ طلب ہے، پھر ایک خوب صورت شیخ کو بلا کر بتایا گیا کہ یہ شخص جذام کے مرض میں مبتلا ہو گیا تھا، لوگوں نے اس کی بیماری سے ڈر کر اُسے جزیرہ کے ایک طرف نکال دیا تھا۔ ایک رات اُس نے ایسا غل مچایا کہ لوگ وہاں پہنچ گئے اور اسے صحت مند کھڑا ہوا دیکھا، جب اُس کا حال دریافت کیا تو اس نے بیان کیا کہ اس جگہ میں نے خواب میں نبی کریم ﷺ کو دیکھا کہ فرماتے ہیں: ''یہاں مسجد بناؤ'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں بیمار ہوں لوگ میری بات کا یقین نہیں کریں گے، حضور ﷺ نے ایک شخص کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا ''اے علیؓ اس کا ہاتھ پکڑ لو۔'' حضرت علیؓ نے اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا میں تندرست ہو کر کھڑا ہو گیا جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو۔ امام ابن نعمان فرماتے ہیں کہ میں نے اُس مسجد کو دیکھا ہے، ہمارے اُستاد حافظ دمیاطی و دیگر شیوخ اس قصے کا ذکر کرتے ہیں اور اس کو صحیح بتاتے ہیں۔ یہ قصہ وہاں مشہور ہے اور اس مسجد کو مسجد النبی کہتے ہیں۔

﴿الزام سے بریت ہے﴾ علامہ نبہانی اپنی کتاب ''سعادۃ الدارین'' میں خود اپنے استغاثہ کا قصہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ کسی ناخدا ترس دشمن نے میرے اُوپر ایسا افتراء (الزام) باندھا کہ سلطان عبدالحمید خان نے حکم دیا کہ مجھے معزول کر کے کسی دور علاقہ میں بھیج دیا جائے۔ یہ سن کر مجھے بے قراری ہوئی، جمعرات کا دن تھا، جمعہ کی رات میں نے ایک ہزار دفعہ استغاثہ پڑھا اور تین سو پچاس بار درود شریف پڑھا ''اللّٰھم صلّ علیٰ سیدنا محمّد وعلی آل سیدنا محمّد قد ضاقت حیلتی ادرکنی یارسول اللہ'' مجھے نیند آئی آخر رات بھر جاگا اور ہزار دفعہ درود شریف پڑھ کر حضور ﷺ سے استغاثہ کیا جمعہ کی شام ہی کو سلطان کی طرف سے تار آ گیا کہ مجھے بحال رکھا جائے۔ اللہ تعالیٰ نے سلطان کو نصرت دی۔

﴿قصیدہ بردہ شریف کی وجہ تسمیہ﴾ امام شرف الدین بوبصیری رحمۃ اللہ علیہ قصیدہ بردہ شریف کا سبب تصنیف یوں فرماتے ہیں:

''میں نے رسول اللہ ﷺ کی مداح میں بہت سے قصیدے لکھے، جن میں سے بعض وزیر، زین الدین یعقوب بن زبیر کی درخواست پر تصنیف کیے، بعد ازاں ایسا اتفاق ہوا کہ میں مرض فالج میں مبتلا ہو گیا، میرا نصف بدن بے کار

Marfat.com

ہوگیا، میرے جی میں آئی کہ حضور نبی کریم ﷺ کی مداح میں ایک اور قصیدہ لکھوں، چنانچہ میں نے یہ قصیدہ (بردہ شریف) تیار کیا اور بتوسل حضور اکرم ﷺ بارگاہ باری تعالیٰ میں اپنی عافیت کے لیے دُعا مانگی۔ اس قصیدے کو بار بار پڑھا اور آنحضرت ﷺ کے توسل سے دُعا کی اور سو گیا۔

خواب میں زیارت مبارک ہوئی حضور نبی کریم ﷺ نے اپنا دست شفاء میرے مفلوج حصہ پر پھیرا، اور اپنی چادر مبارک (بردہ) مجھ پر ڈال دی۔ آنکھ کھلی تو میں نے اپنے آپ کو تندرست وقوی پایا، میں نے اِس قصیدے کا ذکر کسی سے نہ کیا تھا مگر جب میں صبح کو اُٹھ کر گھر سے باہر نکلا تو راستے میں ایک درویش نے مجھ سے کہا کہ وہ قصیدہ مجھے عنایت فرمایئے جو رسول اللہ ﷺ کی مداح میں لکھا ہے میں نے کہا کہ آپ کون سا قصیدہ طلب فرما رہے ہیں۔ وہ بولے جو تم نے بحالت مرض لکھا ہے، اور اُس کا مطلع بھی بتا دیا اور یہ بھی فرمادیا کہ خدا کی قسم رات کو یہی قصیدہ میں نے دربار نبویؐ میں سنا ہے۔ جب یہ پڑھا جارہا تھا تو حضور نبی کریم ﷺ اس کو سن کر یوں جھوم رہے تھے جیسا کہ بادنسیم کے جھونکے سے میوہ دار درخت کی شاخیں جھومتی ہیں۔ حضور انور ﷺ نے اس کو پسند فرمایا اور پڑھنے والے پر ایک چادر ڈال دی۔ یہ سن کر میں (امام شریف الدین بوصیریؒ) نے وہ قصیدہ اس درویش کو دے دیا۔ اُس نے لوگوں سے ذکر کر دیا اور پھر یہ خواب مشہور ہوگیا۔ حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ نے ۶۹۴ھ بمطابق 1297ء میں وفات پائی وہ چادر مبارک امام صاحب نے بزرگ درویش کے تقاضہ پر اُنہیں عطا فرمائی تھی پھر ایک رات اس کا ذکر حضور نبی کریم ﷺ سے بحالت خواب کر دیا اور ایک مزید چادر مبارک آپ ﷺ سے حاصل کرنے کی استدعا کی جو آپ ﷺ نے قبول فرمائی۔ جب صبح ہوئی تو چادر مبارک حضرت امام شرف الدین بوصیری رحمۃ اللہ علیہ کے بستر پر موجود تھی۔

﴿دشمن سے نجات﴾ شیخ شمس الدین محمد بن محمد جزری شافعی اپنی مشہور کتاب ''حصن حصین من کلام سید المرسلین'' کے دیباچہ میں اپنے استغاثہ کر ذکر یوں فرماتے ہیں۔

''جب میں اس کتاب کی ترتیب وتہذیب پوری کر چکا تو مجھے ایسے دشمن (امیر تیمور) نے طلب کیا کہ اللہ کے سوا اس کو کوئی دور نہیں کر سکتا تھا۔ میں اس شخص سے چھپ کر بھاگ گیا اور اس کتاب کو میں نے اپنا حصن بنایا، میں نے حضور سیّد المرسلین ﷺ کو خواب میں دیکھا، میں حضور ﷺ کے بائیں جانب بیٹھا ہوا ہوں، حضور گویا فرما رہے ہیں کہ ''تو کیا چاہتا ہے۔؟'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میرے لیے اور مسلمانوں کے لیے دُعا کیجیے حضور ﷺ نے اپنے دونوں دست مبارک اُٹھائے میں دیکھ رہا تھا، آپ ﷺ نے دُعا مانگی، پھر دست مبارک چہرہ مبارک پر ملے یہ زیارت شب پنج شنبہ کو ہوئی اور شب یک شنبہ کو دشمن بھاگ گیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان احادیث کی برکت سے جو اس کتاب میں ہیں مجھے اور مسلمانوں کو دشمن سے نجات ملی۔'' انہوں نے ۷۳۴ھ بمطابق 1372ء میں وفات پائی۔

﴿نامۂ شفاء﴾ فقیہ ابو محمد اشبیلی نے اپنے کتاب ''فضیلت حج'' میں لکھا ہے کہ اہل غرناطہ میں سے ایک شخص کو ایسا مرض لاحق ہوگیا کہ اس کے علاج سے اطباء عاجز آ گئے اور شفاء سے مایوس ہوگئے۔ ابو عبداللہ بن ابی الخصال وزیر نے ایک

Marfat.com

نامہ بحضور نبی کریم ﷺ میں لکھا اور اس مریض کی شفاء کے لیے اشعار میں حضور ﷺ سے توسل کیا۔ پھر یہ نامہ کسی کے ہاتھ مدینہ منورہ بھیج دیا۔ جب وہ اشعار روضہ شریف پر پڑھے گئے تو بیمار اپنے وطن میں اسی وقت تندرست ہو گیا۔ نامہ لے جانے والے نے واپس آ کر اُسے دیکھا تو ایسا تندرست پایا کہ گویا وہ کبھی بیمار ہوا ہی نہ تھا۔

﴿قید سے رہائی﴾ ابومحمد عبداللہ بن محمد بن بغدادی جو اُندلس کا ایک نیک شخص تھا نے بیان کیا کہ اُندلس میں ایک شخص کا بیٹا قید ہو گیا وہ اپنے بیٹے کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرنے کے لیے اپنے شہر سے نکلا، راستہ میں اس کے ایک واقف نے پوچھا کہ کہاں جاتے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ سے فریاد کرنے جا رہا ہوں کہ رُومیوں نے میرے بیٹے کو گرفتار کر لیا ہے، تین سو دینار زر فدیہ طلب کیا ہے جس کی مجھ میں استطاعت نہیں اس واقف نے کہا نبی ﷺ سے استغاثہ ہر جگہ مفید ہے۔ مگر وہ نہ مانا اور مدینہ پہنچ گیا۔ روضہ شریف پر حاضر ہو کر اپنا حال عرض کیا اور حضور ﷺ سے توسل کیا پھر اس نے خواب میں دیکھا کہ نبی ﷺ فرما رہے ہیں کہ تم اپنے وطن واپس لوٹ جاؤ جب وہ اپنے شہر میں واپس آیا تو اپنے بیٹے کو موجود پایا، اُس سے حال دریافت کیا تو بیٹے نے کہا کہ فلاں رات کو مجھ کو اور بہت سے قیدیوں کو خدا تعالیٰ نے رہائی دی۔ وہ رات وہی رات تھی کہ جس رات اس کا باپ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔

............................❖❖❖............................

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت و رحمت

سورۃ انبیاء آیت نمبر ۱۰۷ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: وما ارسلنک الا رحمۃ اللعلمین
''اور نہیں بھیجا ہم نے آپ کو مگر سراپا رحمت بنا کر سارے جہانوں کے لیے۔''

اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب مکرم آنحضرت ﷺ کو جن کمالات سے متصف فرمایا وہ بلاشک وشبہ بے مثال اور بے نظیر ہیں۔ پھر اُن کمالات کو قرآن کریم کی آیات طیبہ میں جس انداز سے بیان فرمایا وہ بھی بے مثال و بے نظیر اور لاثانی ہیں۔ اس آیت کریمہ کی جامعیت نے اُس کو دیگر آیات سے ممتاز کر دیا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے محبوبؐ! جو کتاب مجید، دین حنیف، شریعت بیضاء، خلق عظیم ظاہری و باطنی، جسمانی و رُوحانی نعمتوں سے مالا مال کر کے ہم نے آپؐ کو مبعوث فرمایا ہے۔'' جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ آپ (ﷺ) سارے جہانوں کے لیے اپنوں اور بیگانوں کے لیے، دوستوں اور دشمنوں کے لیے سراپا رحمت بن کر ظہور فرمائیں۔''

علامہ راغب اصفہانی نے رحمت کی تشریح یوں کی ہے کہ رحمت رقت کو کہتے ہیں، جو اُس شخص پر احسان کرنے کا تقاضا کرے، جس پر رحمت کی جا رہی ہے۔ پھر فرماتے ہیں کہ صفتِ رحمت میں رقت نہیں کیونکہ وہ اس سے پاک ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو رحمت کے ہر دو مفہوم سے نوازا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''میں وہ رحمت ہوں جو اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو بطور تحفہ عطا فرمائی۔'' جبکہ کفار کے خلاف بدعاء کرنے کی التجا کی گئی تو رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ نے مجھے عذاب بنا کر نہیں بھیجا، بلکہ سراپا رحمت بنا کر مبعوث فرمایا ہے۔''

علامہ سیّد محمود آلوسی بغدادیؒ اس آیت کریمہ کی تفسیر بیان کرتے ہوئے رقمطراز ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کا تمام کائنات کے لیے رحمت ہونا اس اعتبار سے ہے کہ عالم امکاں کی ہر چیز کو حسب استعداد جو فیض الٰہی ملتا ہے وہ حضور رحمت اللعالمین ﷺ کے واسطہ ہی سے ملتا ہے۔ اس لیے نبی کریم ﷺ کا نور تمام مخلوقات سے پہلے پیدا فرمایا حدیث شریف

Marfat.com

میں ہے کہ اے جابرؓ! سب سے پہلے اللہ تعالیٰ نے تیرے نبیؐ کے نور کو پیدا فرمایا ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ دینے والا ہے اور میں (محمد ﷺ) اس کے رحمت کے خزانوں کو بانٹنے والا ہوں۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن حکیم کی سورۃ توبہ آیت نمبر ۱۲۸ میں فرمایا: ''بے شک تشریف لایا ہے تمہارے پاس ایک برگزیدہ رسولؐ، تمہاری تکلیف اس پر گراں گزرتی ہے۔ اس کو تمہاری ہدایت واصلاح کی خواہش ہے، وہ ایمان والوں پر شفقت رکھنے والا اور مہربان ہے۔''

حضور نبی کریم ﷺ پر وحی نازل ہوتی اور منافقین آپ ﷺ کی مجلس میں ہوتے تو اُن کا جی چاہتا کہ کسی بہانے سے بھاگ جائیں۔ انہیں (منافقین) کو قرآن پاک سے کوئی دلچسپی نہ تھی، دوسرے انہیں یہ بھی اندیشہ ہوتا کہ کہیں ایسی آیات کا نزول نہ ہو جائے کہ جن میں ان کو رُسوا کیا گیا ہو۔ اور اگر وہ مجلس سے یونہی اُٹھ کر چلتے ہیں تو ان کے نفاق کا راز فاش ہونے کا خطرہ بھی ہے۔ اسی لیے وہ ایک دوسرے کو آنکھوں سے اِشارے کرتے ہیں، پھر جب منافقین یہ دیکھتے ہیں کہ صحابہ کرامؓ اللہ تعالیٰ کا کلام سننے میں ایسے محو ہیں کہ انہیں دنیا ومافیہا کی خبر ہی نہیں تو اس وقت منافق خاموشی سے کھسکنا شروع کر دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جب اُنہوں نے میرے محبوب رسول اللہ ﷺ کی بارگاہ سے منہ موڑا تو ہم نے اُن کے دِلوں کو حق قبول کرنے سے موڑ دیا۔''

رسول اللہ ﷺ کے قلب رحیم پر ہر وہ بات گراں گزرتی ہے جس سے اولادِ آدم کو تکلیف پہنچتی ہو اور ہر وہ چیز جس سے تمہارا بھلا ہو اس کے لیے نبی کریم ﷺ خوش ہوتے ہیں۔ حسین بن فضل نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے دو ناموں کو محمد ﷺ کے سوا کسی نبی میں جمع نہیں فرمایا عبدالعزیز بن یحییٰ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کے نزدیک مسلمانوں کی فلاح و بہبود کے سوا کوئی چیز اہمیت نہیں رکھتی اگر بے سمجھ لوگ رسول کریم ﷺ کی تعلیم کو تسلیم نہ کریں اور اطاعت کو فرض نہ جانیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

''اے محبوبؐ تمہیں کیا تیرا نگہبان وہ اللہ ہے جو عرش اعظم کا مالک ہے''

حضور نبی کریم ﷺ کی شفقت ورحمت کے چند حقائق بغرض توصیف درج ذیل ہیں:

☆......جس روز آسمان پر آندھی یا بادل ہوتے تو رسول اللہ ﷺ کے چہرہ مبارک پر غم وفکر کے آثار نمایاں ہو جایا کرتے۔ جب بارش ہو جاتی تو آپ ﷺ خوش ہوتے اور چہرہ مبارک سے غمی کے اثرات غائب ہو جاتے۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ نے آپ ﷺ سے اس کا سبب دریافت کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''میں ڈرتا ہوں کہ مبادا (قوم عاد کی طرح) یہ عذاب ہو جو میری اُمت پر مسلط کیا گیا ہو۔ (مسلم شریف)

☆......حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یوں دعا مانگی:

''خدایا! جو شخص میری اُمت کے کسی کام کا والی اور متصرف بنایا جائے اور وہ اُن کو مشقت میں ڈالے، تُو اس والی کو مشقت میں ڈال اور جو شخص میری اُمت کے کسی کام کا والی بنایا جائے اور وہ اُن کے ساتھ نرمی کرے تو تُو اس والی

Marfat.com

کے ساتھ نرمی کر۔

☆...... رسول اللہ ﷺ جہاد کے بہت ہی مشتاق تھے۔ آپ ﷺ چاہتے کہ بار بار شہید ہو کر زندہ ہوتے رہیں، چونکہ اُمت میں جہاد ہر ایک پر واجب تھا کہ جہاد میں آپ ﷺ کے ساتھ نکلے، سورۃ توبہ آیت: ۱۲۰ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ”نہیں مناسب تھا مدینہ والوں کے لیے اور جو اُن کے اِرد گرد دیہاتی لوگ ہیں کہ پیچھے بیٹھ رہتے اللہ کے رسولؐ سے اور نہ یہ کہ متوجہ ہوتے اپنے نفسوں کی طرف اُن سے بے فکر ہو کر“ یعنی اہل ایمان کو یہ ہرگز مناسب نہیں کہ وہ تو آرام سے اپنے گھروں میں بیٹھے رہیں اور اللہ کا رسول ﷺ صعوبتیں برداشت کرتا رہے۔ موسم کی ناسازیوں کا مقابلہ کرتے ہوئے جہاد کی طرف پیش قدمی کرتے ہوں۔ پس جب بھی خلیفہ وقت جہاد عام کا حکم فرما دے تو سب مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ جہاد کے لیے نکل پڑیں۔

آپ ﷺ لشکر اسلام کے ساتھ بدیں خیال تشریف نہ لے جایا کرتے کہ اگر میں ہر فوج کے ساتھ جاؤں تو مسلمانوں کی ایک جماعت پیچھے رہ جائے گی، کیونکہ میرے پاس اتنے اُونٹ، گھوڑے نہیں کہ سب کو سوار کر کے ساتھ لے جاؤں اور نہ ہی ان میں خود اتنی استطاعت ہے کہ سوار ہو کر میرے ساتھ چلیں۔ اس طرح پیچھے رہ جانے والے گنہگار اور ناخوش و شکستہ دل ہوں گے۔ (صحیح مسلم)

☆...... حضرت عبداللہؓ بن عمروؓ بن عاص کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اللہ عزوجل کا قول حضرت ابراہیمؑ کی نسبت اور حضرت عیسیٰؑ کا قول تلاوت فرمایا پھر اپنے دونوں ہاتھ مبارک اُٹھا کر یوں دعا فرمائی: اللھم اُمتی، اُمتی (خدایا میری اُمت، میری اُمت) اور رحمت اللعالمین ﷺ رو پڑے اللہ تعالیٰ نے حضرت جبرائیلؑ کو حکم دیا کہ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور آپ ﷺ سے رونے کا سبب پوچھو (حالانکہ خدا کو خوب معلوم ہے۔) اور اللہ تعالیٰ نے حکم دیا اے جبرائیلؑ محمد (ﷺ) کے پاس جاؤ اور اُن سے کہہ دو ہم آپ ﷺ کو آپؐ کی اُمت کے بارے میں راضی کر دیں گے اور غمگین نہ کریں گے۔ (صحیح مسلم)

☆...... حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو مؤمن مر جائے اور مال چھوڑ جائے تو اس کے وارثوں کو خواہ کوئی ہوں ملنا چاہیے اور جو مومن قرض یا محتاج عیال چھوڑ جائے تو چاہیے کہ قرض خواہ یا اُس کے عیال میرے پاس آئیں کیونکہ میں ایسے متوفی کا ولی و متکفل ہوں۔ (صحیح مسلم)

☆...... آنحضرت ﷺ نے تین رات نماز تراویح اپنے اصحاب کرامؓ کو پڑھائی، چوتھی رات صحابہ کرامؓ بکثرت مسجد میں جمع ہو گئے اور آپ حضور ﷺ کی آمد کا انتظار کرتے رہے۔ مگر حضور ﷺ تشریف نہ لائے۔ نماز فجر کے بعد آپ ﷺ نے یہ فرمایا: ”تمہارا مسجد میں جمع ہونا مجھ پر پوشیدہ نہ تھا، لیکن میں ڈر گیا کہ کہیں تم اُس کے ادا کرنے سے عاجز آ جاؤ، اس طرح حضور ﷺ نے بعض افعال کو اس ڈر سے ترک کیا کہ کہیں وہ اُمت پر فرض نہ ہو جائیں۔ یہ آپ ﷺ کی شفقت ہی کا باعث تھا کہ دین اور دنیا میں اُمت کے لیے تخفیف و آسانی پیش نظر رہی۔ اللہ تعالیٰ کی

Marfat.com

طرف سے جب آپ ﷺ کو دو اَمروں پر اختیار دیا جاتا تو آپ ﷺ اُن میں سے آسان کو اختیار فرماتے۔ اس میں شرط یہ تھی کہ وہ آسان اَمر موجب گناہ نہ ہو۔ اگر اس میں گناہ کا ذرّہ بھی احتمال ہوتا تو حضور ﷺ سب سے بڑھ کر اس سے دُور رہنے والے تھے۔ (صحیح بخاری)

﴿نمازوں میں تخفیف﴾ شب معراج میں ۵۰ نمازیں فرض ہوئیں آپ حضور ﷺ رب العزت کی بارگاہ سے واپس تشریف لاتے ہوئے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ملاقات ہوئی، اُنہوں نے دریافت کیا کہ کیا حکم ملا، آپ ﷺ نے فرمایا کہ پچاس نمازوں کا حکم ہوا ہے۔ حضرت موسیٰؑ نے عرض کہ آپ ﷺ کی اُمت پچاس نمازیں ادا نہ کر سکے گی۔ اپنی اُمت پر سے بوجھ ہلکا کرائیں، چنانچہ آپ ﷺ رب العزت کی بارگاہ میں حاضر ہو کر نمازوں میں تخفیف کراتے رہے، یہاں تک کہ پانچ نمازیں فرض رہ گئیں۔ اسی سفر میں رمضان المبارک کے روزے بھی فرض ہوئے اور اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر یوں سلام بھیجا: ''اے نبیؐ! تم پر سلام اور اللہ تعالیٰ کی رحمت اور برکتیں'' اس کے جواب میں نبی کریم ﷺ نے عرض کی: ''یعنی سلام ہم پر اور اللہ کے نیک بندوں پر''

﴿آگ سے نجات﴾ حضرت جابرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، میرا حال اور میری اُمت کا حال اس شخص کی مثل ہے جس نے آگ روشن کی تو ٹڈیاں اور پروانے اس میں گرنے لگے، وہ ان ٹڈیوں اور پروانوں کو آگ سے ہٹاتا تھا، سو میں کمر سے پکڑ کر آگ سے بچانے والا ہوں، تم میرے ہاتھ سے چھوٹتے جاتے ہو۔ (یعنی آگ میں گرنا چاہتے ہو) (مسلم شریف)

﴿قیامت میں شفاعت﴾ روزِ قیامت مخلوق خدا یکے بعد دیگرے بغرض شفاعت انبیائے علیہم السلام کے پاس جائے گی، مگر وہ سب انبیاءؑ عذر پیش کریں گے، آخر کار وہ حضور ﷺ شفیع المذنبین، رحمت اللعالمینؐ کی خدمت میں حاضر ہوں گے آپ حضور ﷺ حمد و ثناء کے بعد سجدے میں گر پڑیں گے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا: اے محبوب! سر سجدے سے اُٹھائیے جو کچھ مانگیے دیا جائے گا۔ شفاعت کیجیے آپ ﷺ کی شفاعت قبول کی جائے گی۔ اس وقت آپ ﷺ یوں عرض کریں گے: ''یارب اُمتی، اُمتی'' اے میرے پروردگار ''میری اُمت، میری اُمت''۔ (صحیحین)

حضرت عمر فاروقؓ سے نقل کیا ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دن خطبے میں فرمایا کہ: ''اس اُمت میں ایک ایسا گروہ پیدا ہو گا جو عذاب قبر کی بھی تکذیب کرے گا اور شفاعت کا بھی اِنکار کرے گا۔''

علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ نے ۲۷ صحابہ کرامؓ سے حدیث شفاعت مروی ہونے کی تصدیق کی ہے لیکن ان صریح احادیث صحیحہ کے باوجود معتزلہ اور خوارج نے شفاعت کا اِنکار کیا ہے۔ اسی طرح علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث متواتر ہے پس بڑا بد بخت ہے وہ آدمی جو شفاعت کا منکر ہے

﴿کافروں پر رحمت﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے دُنیا میں تشریف آوری سے قبل پہلی اُمتوں میں نافرمانی پر عذاب الٰہی نازل ہوتا تھا۔ مگر حضور ﷺ کے وجود کی برکت سے کفار عذاب دُنیوی سے محفوظ رہے۔ جیسا کہ سورۃ الانفال کی آیت نمبر ۳۲ میں

Marfat.com

آیا: ''اور نہیں ہے اللہ تعالیٰ کہ عذاب دے اُنہیں حالانکہ آپ ﷺ تشریف فرما ہیں۔''

کفار نے دعویٰ کیا تھا کہ اے خدا اگر یہ دین اور رُسول حق ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا کر ہمیں ہلاک کر دے۔ اس کے باوجود غضب الٰہی حرکت میں نہ آیا اور نہ ہی کوئی ایسا عذاب اُتارا گیا جس سے وہ نیست و نابود ہوتے۔ عذاب کے طلب گاروں کو اللہ تعالیٰ نے عذاب میں مبتلا نہ کیا، ایسے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے میرے محبوب! جب تک تیرا وجود سراپا رحمت ان میں موجود ہے ان پر عذاب نہیں اُترے گا۔ تیرے سر پر رحمت اللعالمینی کا تاج رکھا ہوا ہے تیرے سایہ رحمت میں عصیان شعار سب کے لیے پناہ ہے ایک اور وجہ یہ بھی ہے کہ اُن میں تیرے ایسے غلام موجود ہیں جو ہر وقت میری بارگاہ اقدس میں سرنیاز خم کر کے طلب مغفرت کر رہے ہیں۔ کیا شان ہے کہ اللہ کے محبوب کی اور کیا عزت ہے اللہ کے نزدیک اس کے نیکوکار بندوں کی کہ اُن کی برکت سے کافر اور نافرمان بھی عذاب سے بچے ہوئے ہیں۔

اس ضمن میں چند واقعات جن کا ذکر پہلے ہو چکا ہے، یہاں صرف علامت کے طور پر رقم ہیں جیسے:

☆...... حضرت طفیلؓ بن عمرو جن کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا، اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا اور قبیلہ اوس کو دعوتِ اسلام دینے کے لیے حضور ﷺ کی اجازت سے اپنے قبیلہ میں آئے تو قبیلہ والوں نے دعوتِ اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ اس کی اطلاع حضرت طفیلؓ نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی اور یہ بھی استدعا کی کہ آپ ﷺ قبیلہ دوس کی ہلاکت کے لیے دعا فرمائیں۔ لیکن آپ ﷺ نے بددعا کی بجائے یہ دعا فرمائی: ''خدایا! قبیلہ اوس کو ہدایت دے اور اُن کو مسلمان کر دے۔''

☆...... طائف کے محاصرہ میں جو واقعات پیش آئے تو صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ سے قبیلہ ثقیف کے لیے بددعا فرمانے کی درخواست کی تو آپ ﷺ رحمت اللعالمین نے یوں دعا فرمائی: ''خدا میری قوم کا یہ گناہ معاف کر دے، کیونکہ وہ نہیں جانتے۔''

☆...... اسی طرح قریش نے بوجہ عناد ایمان لانے سے اِنکار کیا تو آنحضرت ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ''یا اللہ! اُن پر حضرت یوسف علیہ السلام کے سات سالوں کی طرح سات سال قحط لا۔'' چنانچہ ایسا ہی ہوا، نوبت یہاں تک پہنچی کہ قریش نے ہڈیاں اور مردار کھائے قحط کے ایام میں ابوسفیان خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی، یا محمد (ﷺ) آپ کی قوم ہلاک ہوگئی، اللہ سے یہ دعا کیجئے کہ اُن کی مصیبت دُور ہو جائے۔ پس حضور ﷺ رحمت اللعالمین نے دعا فرمائی اور قحط والی مصیبت جاتی رہی۔ (صحیح بخاری۔ تفسیر سورۃ الدخان)

حضرت ثمامہؓ بن اثال یمامی اسلام لا کر آنحضرت ﷺ کی اِجازت سے عمرہ کے لیے مکہ آئے، مشرکین میں سے کسی نے اُن سے کہا کہ تم ہمارے دین سے برگشتہ ہو گئے ہو، ثمامہؓ نے جواب دیا کہ میں نے دین محمدؐ جو خیر الادیان ہے اختیار کر لیا ہے اور کہا کہ خدا کی قسم! رسول اللہ ﷺ کی اِجازت کے بغیر غلہ کا ایک دانہ بھی تم تک نہ پہنچے گا۔ کیونکہ مکہ کا سارا غلہ یمامہ سے آیا کرتا تھا۔ چنانچہ یمامہ سے مکہ کو غلہ کی آمد بند ہوگئی اور قریش کو ''کال'' کا سامنا کرنا پڑ گیا۔ قریش مکہ نے

Marfat.com

صلہ رحمی کا واسطہ دے کر حضور نبی کریمﷺ کی خدمت میں لکھا کہ یمامہ سے مکہ آنے والے غلہ پر پابندی عائد نہ کی جاوے۔ پس حضورﷺ نے لکھ بھیجا کہ یہ پابندی (بندش) اُٹھا دو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ (سیرت ابن ہشام)

﴿عورتوں پر شفقت ورحمت﴾ دُنیا کے کسی مذہب میں والدین یا شوہر کے ترکہ میں عورت کو حقدار قرار نہیں دیا سوائے دین اسلام کے اللہ تعالیٰ نے دین اسلام میں وراثت سے متعلق قرآن پاک میں سورۃ النساء سے واضح احکامات وراثت عطا فرمائے، جن پر اہل اسلام عمل پیرا ہیں۔

☆...... دین اسلام میں عورت کو باپ، ماں، شوہر، بیٹا، بیٹی اور بھائی تک وراثت سے حق ملتا ہے جو مشروط ہیں حالات حاضرہ پر۔

☆......اسلام سے پہلے کثرت ازواج کی حد پر کوئی پابندی نہ تھی۔ اسلام نے ازواج کی حد کو چار تک محدود کر دیا اور شرط عائد کر دی بصورت فقدانِ عدل ایک پر ہی اکتفاء رکھا۔

☆...... حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ نے بیان کیا کہ رسول اللہﷺ کے عہد مبارک میں میری والدہ میرے پاس آئیں وہ ابھی تک ایمان نہ لائیں تھیں۔ میں نے حضور نبی کریمﷺ سے دریافت کیا کہ میری ماں کچھ مانگتی ہیں، کیا میں ان سے صلہ رحمی کروں، حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا: ''ہاں تو اپنی ماں سے صلہ رحمی کر''

☆...... سورۃ نساء آیت نمبر۱۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اور زندگی بسر کرو اپنی بیویوں کے ساتھ عمدگی سے'' حضورﷺ کا اِرشاد مبارک ہے: ''تم میں سے بہتر وہ ہے جو اپنے گھر والوں کے ساتھ عمدہ برتاؤ کرتا ہو'' خوشحال زندگی بسر کرنے کے لیے شوہر اور بیوی کے درمیان خوشگوار تعلقات کا ہونا ضروری ہے۔

☆...... آنحضرتﷺ مردوں کو عورتوں کی کج خلقی پر صبر کی وصیت فرماتے ہیں۔

''میں جو تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے برتاؤ کی وصیت کرتا ہوں، تم میری وصیت کو قبول کرو کیونکہ عورت استخوان پہلو سے پیدا کی گئی ہے اور استخوان پہلو میں سب سے ٹیڑھی اس چیز کا بالائی حصہ ہے اگر تم اس استخوان کو سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اور اسے چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی رہے گی۔ پس تم عورتوں کے بارے میں میری وصیت قبول کرو۔''

☆......آنحضرتﷺ کی شفقت عورتوں پر اِس قدر تھی کہ اگر آپﷺ نماز کی حالت میں کسی بچے کی رونے کی آواز سنتے تو اس کی ماں کی مشقت کے خیال سے نماز میں تخفیف فرماتے۔ (بخاری شریف)

☆......آنحضرتﷺ کے ایک سیاہ فام غلام جن کا نام بخشہ تھا وہ اُونٹوں کے آگے ہدّی پڑھا کرتے تھے۔ ایک بار سفر میں ازواج مطہراتؓ ساتھ تھیں، اُونٹ تیز چلنے لگے تو حضور نبی کریمﷺ نے فرمایا: یعنی بخشہ! ''دیکھنا شیشوں کو آہستہ لے چل'' (بخاری)

☆......ازدواجی زندگی میں اگر مرد کو طلاق کا حق حاصل ہے تو عورت کو خلع کا اختیار دے دیا گیا۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ نساء کی آیت نمبر ۷ میں عورتوں کے حقوق کا تعین فرمایا، جیسے:

Marfat.com

''مردوں کے لیے حصہ ہے اس سے جو چھوڑ گئے ماں، باپ اور قریبی رشتہ دار اور عورتوں کے لیے حصہ ہے ماں، باپ اور قریبی رشتہ دار اس ترکہ سے خواہ تھوڑا ہو یا زیادہ، یہ حصہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر ہے۔''

☆...... آنحضرت ﷺ نے عورتوں کے حقوق کے متعلق حجۃ الوداع کے خطبہ میں یوں ارشاد فرمایا: ''پس عورتوں کے معاملہ میں تم خدا سے ڈرو، کیونکہ تم نے اُن کو عہد خدا کے ساتھ لیا ہے''

☆...... آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں خواتین نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضور ﷺ کے ہاں ہر روز مردوں کا ہجوم رہتا ہے۔ آپ ﷺ ہمارے واسطے ایک خاص دن مقرر فرمائیں۔ عورتوں کی اِستدعا پر آپ ﷺ نے اُن کے لیے ایک خاص دن مقرر فرما دیا۔ عورتیں اس دن حاضر خدمت ہوتیں اور آپ ﷺ ان کو وعظ ونصیحت فرماتے۔ (بخاری)

﴿بیوگان، یتامیٰ ومساکین وبچوں پر رحمت وشفقت﴾ بیوگان ومساکین کی خبر گیری کا ثواب حضور نبی کریم ﷺ نے یوں بیان فرمایا: ''بیوگان ومساکین پر خرچ کرنے والا راہ خدا (جہاد وحج) میں خرچ کرنے والے کی مانند ہے۔'' (مشکوٰۃ)

☆...... حضرت انسؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ نے یوں دُعا فرمائی: ''خدایا! مجھے مسکین زندہ رکھ، مجھے مسکین موت دے اور قیامت کے دن میرا حشر غریبوں کے گروہ میں کر۔''

☆...... حضرت عائشہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ایسا کیوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''یہ دولت مندوں سے چالیس برس پہلے بہشت میں جائیں گے، اے عائشہؓ کسی مسکین کو اپنے دروازے سے نہ پھیرنا، گو نصف خرما ہی کیوں نہ ہو، اے عائشہؓ غریبوں سے محبت رکھ اور اُن کو اپنے نزدیک کر، خدا تجھے قیامت کے دن اپنے نزدیک کرے گا۔'' (ترمذی)

☆...... آپ ﷺ بچوں کو چومتے اور پیار فرماتے۔ ایک دن نبی کریم ﷺ اپنے نواسے حسنؓ بن علیؓ کو چوم رہے تھے، اقرعؓ بن حابس تمیمی آپ ﷺ کے پاس بیٹھے، وہ آپ حضور ﷺ سے عرض کرنے لگے کہ میرے دس لڑکے ہیں میں نے اُن میں سے کسی کو نہیں چوما۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''جو رحم نہیں کرتا، اُس پر رحم نہیں کیا جاتا۔''

☆...... رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں ایک بدو حاضر ہوا اور عرض کی کہ تم بچوں کو چومتے ہو، ہم نہیں چومتے یہ سن کر آپ حضور ﷺ نے فرمایا: ''جب اللہ تمہارے دل سے رحمت نکال لے تو میں کیا کر سکتا ہوں۔'' (صحیح بخاری)

☆...... یتیموں اور غریبوں پر آپ ﷺ بڑی شفقت فرماتے۔ چنانچہ یتیم کی خبر گیری کرنے والے کا درجہ بتانے کے لیے آپ ﷺ نے اُنگشت سبابہ ووسطیٰ کے درمیان کچھ کشادگی رکھ کر فرمایا اور میں یتیم کا متکفل ہوں خواہ یتیم اس کے رشتہ داروں میں سے ہو یا اجنبیوں میں سے ہو، بہشت میں یوں ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)

☆...... حضرت ابو امامہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص محض رضائے خدا کے لیے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہے، اس کے لیے ہر بال کے برابر جس پر اس کا ہاتھ پھرتا ہے نیکیاں ہیں اور جو کسی یتیم لڑکے یا لڑکی کے

Marfat.com

ساتھ اس کی کفالت کرتا ہے وہ بہشت میں ان دو اُنگلیوں (آپ ﷺ نے سبابہ و وسطی کو ملا کر اشارہ فرمایا) کی مانند ہوں گے۔ (مشکوٰۃ)

☆......آنحضور ﷺ کی خدمت میں ایک شخص نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرا دل سخت ہے، اس کا کیا علاج ہے؟ آپ رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا کہ یتیم کے سر پہ ہاتھ پھیرا کر اور مسکین کو کھانا کھلایا کر'' (مشکوٰۃ)

☆......حضرت اسماءؓ بنت عمیس زوجہ حضرت جعفر طیارؓ بیان کرتی ہیں کہ جس دن حضرت جعفرؓ غزوہ موتہ میں شہید ہوئے، رسول اللہ ﷺ میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا: ''اسماء! جعفر کے بچے کہاں ہیں۔؟'' میں نے بچوں کو اُن کی خدمت میں حاضر کر دیا۔ آپ حضور ﷺ نے اُنہیں اپنے سینے سے لگایا پھر آپ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور رونے لگے۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! شاید آپؐ کو جعفرؓ کی طرف سے کوئی خبر آئی ہے، فرمایا: ''ہاں وہ شہید ہو گئے ہیں۔'' یہ سن کر وہ چلانے لگیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''اسماء لغو نہ بول اور سینہ نہ پیٹ'' (طبقات ابن سعد)

☆......حضرت عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب کا بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی سفر سے تشریف لاتے تو اہل بیتؓ کے بچے آپ ﷺ کی خدمت میں لائے جاتے۔ ایک بار سفر سے تشریف لائے تو پہلے مجھے خدمت میں لے گئے، آپ ﷺ نے مجھے اپنے آگے سوار کر لیا، پھر حضرت فاطمہؓ کے بچوں میں سے ایک کو لایا گیا تو آپ ﷺ نے اُن کو اپنے پیچھے سوار کر لیا۔ اس طرح ایک سواری پر ہم تینوں مدینہ میں داخل ہوئے۔ (مشکوٰۃ)

☆......حضرت ابو رافعؓ بن عمرو غفاری کے چچا بیان کرتے ہیں کہ میں لڑکپن میں انصار کے نخلستان میں جایا کرتا اور درختوں پر ڈھیلے مارتا نخلستان والے مجھے پکڑ کر حضور ﷺ کی خدمت میں لے جاتے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''لڑکے! تو درختوں پر ڈھیلے کیوں مارتا ہے۔''؟ میں نے عرض کیا کہ کھجوریں کھانے کے لیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ڈھیلے نہ مارا کر، کھجوریں جو نیچے پڑی ہوں کھا لیا کر۔'' پھر آپ ﷺ نے میرے سر پر دست شفقت پھیرا اور یوں دُعا فرمائی: ''خدایا! اس کا پیٹ بھر دے۔'' (ابوداؤد)

☆......حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ فصل کا کوئی پھل پکتا تو لوگ اُسے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے پھر آپ ﷺ یہ دُعا پڑھتے: ''خدایا! ہمیں اپنے مدینہ میں اور اپنے پھل میں اور اپنے مد میں اور اپنے صاع میں برکت دے۔'' اس دُعا کے بعد جو بچے حاضر ہوا کرتے اُن میں سب سے چھوٹے بچے کو وہ پھل عنایت فرماتے۔ (صحیح مسلم)

☆......حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک عورت میرے پاس آئی، اس کے ساتھ اس کی دو بیٹیاں بھی تھیں۔ اس عورت نے مجھ سے کچھ مانگا، تو اس وقت میرے پاس ایک کھجور ہی تھی جو میں نے اُسے دے دی۔ عورت نے وہ کھجور دونوں بیٹیوں میں تقسیم کر دی اور پھر چلی گئی۔ رسول اللہ ﷺ گھر تشریف لائے تو میں نے یہ قصہ خدمت اقدس میں عرض

Marfat.com

کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس شخص کے ہاں لڑکیاں ہوں وہ اُن کی پرورش اچھی طرح کرے تو وہ آتش دوزخ اور اس کے درمیان حائل ہو جائیں گی۔ (صحیح بخاری)

اُم خالدؓ کے واقعات اُم خالد بنت خالد بن سعید بن عاص قرشیہ اُمویہ کے والدین ہجرت کر کے حبشہ چلے گئے، اُم خالد حبشہ ہی میں پیدا ہوئیں۔ پھر بچپن ہی میں مدینہ آ گئیں اُن کی شادی حضرت زبیرؓ بن العوام سے ہوئی اُن کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوا، جس کا نام خالد رکھا، اسی وجہ سے اُن کی کنیت اُم خالد ہوئی۔ اُن کا بیان ہے کہ ایک روز اپنے والد کے ہمراہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، میں نے اُس دن زرد رنگ کا کرتہ پہنا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دیکھ کر فرمایا: ''سنہ سنہ، حبشی زبان میں سنہ (خوبصورت) کو کہتے ہیں۔ میں خاتم النبیین ﷺ سے کھیلنے لگی، میرے باپ نے مجھے جھڑک دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کھیلنے دو، پھر تین بار فرمایا اس کو پہن کر پرانا کر'' (صحیح بخاری)

☆......اُم خالدؓ ہی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے پاس کپڑے آئے، اُن میں ایک سیاہ چادر بھی تھی۔ آپ حضور ﷺ نے حاضرین سے پوچھا کہ یہ چادر کس کو اُڑھاؤں، کسی نے جواب نہ دیا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُم خالدؓ کو لاؤ'' مجھے لے گئے تو آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے وہ چادر مجھے اُڑھائی اور دو دفعہ فرمایا: ''اسے پہن کر پرانی کرے'' آپ ﷺ چادر کی بوٹیاں دیکھ رہے تھے اور ہاتھ مبارک سے میری طرف اِشارہ کر کے فرماتے تھے: ''اُم خالدؓ یہ سنا ہے، یہ سنا ہے''

زندہ در گور کرنے کی ابتداء ایک بار قبیلہ ربیعہ پر اُن کے دشمنوں نے شب خون مارا، دشمن اُن کے سردار کی بیٹی کو اُٹھا کر لے گئے۔ بعد میں اُن کے درمیان صلح ہوگئی تو اُس لڑکی کو بھی واپس کر دیا گیا اور اُسے یہ اختیار دیا گیا کہ اگر وہ چاہے تو اپنے باپ کے ساتھ رہے اور اگر چاہے تو اسیری میں جس کے ساتھ رہی تھی اُس کے پاس واپس چلی جائے۔ اُس لڑکی نے اسیری میں رہنے والے شخص کے ساتھ رہنا پسند کیا۔ لڑکی کے باپ کو بڑا غصہ آیا اور اُس نے اپنے قبیلے میں یہ رسم جاری کر دی کہ جب کسی کے ہاں لڑکی پیدا ہو تو اُسے زندہ در گور کر دیا جائے۔ تاکہ آئندہ اُن کی رسوائی نہ ہو۔ پھر آہستہ آہستہ عرب کے دوسرے قبائل میں بھی یہ رواج پھیلتا چلا گیا۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ الانعام آیت :۱۵۱ میں فرمایا: ''اور نہ قتل کرو اپنی اولاد کو مفلسی (کے خوف) سے، ہم رزق دیتے ہیں تمہیں بھی اور انہیں بھی'' پھر سورۃ الممتحنہ آیت :۱۲ میں فرمایا: ''اور نہ اپنی اولاد کو قتل کریں''

☆......آنحضرت ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی کہ غزوات میں بچوں، عورتوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کرنا زمانہ جاہلیت میں عرب افلاس کے ڈر سے لڑکیوں کو زندہ در گور کر دیتے، ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا کہ، ہم جاہل اور بت پرست تھے، اپنی اولاد کو مار ڈالتے، میرے ہاں ایک لڑکی پیدا ہوئی، میں نے اُسے بلایا وہ خوشی خوشی میرے پیچھے ہو لی، تو جب میں نزدیک ہی اپنے اہل کے کنویں پر پہنچا تو میں نے اُس کا ہاتھ پکڑ کر کنویں میں گرا دیا۔ وہ ابّا، ابّا کہتی تھی یہ سن کر رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''یہ قصہ مجھے

Marfat.com

پھر سناؤ'' اُس شخص نے دُہرادیا تو آپ ﷺ اتنا روئے کہ آنسوؤں سے داڑھی مبارک تر ہوگئی۔(مسند دارمی)

☆......سورۃ التکویر آیت:۸ میں اِس رسمِ بد کے اِنسداد کے لیے فرمایا:''اور جب زندہ درگور بچی سے پوچھا جائے گا'' عہد جاہلیت میں عرب کئی قبیح سنگدلانہ رسمیں اَدا کیا کرتے، یہاں تک کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کردیتے تھے۔اس عمل پر وہ غمزدہ ہونے کی بجائے فخر اور تکبر کا اظہار کرتے۔

﴿غلاموں پر شفقت و رحمت﴾ آنحضرت ﷺ نے غلاموں کے آزاد کرنے کو موجب نجات فرمایا چنانچہ ارشاد پاک ہے: ''جو کوئی مسلمان غلام کو آزاد کرتا ہے، اس غلام کے ہر عضو کے مقابلہ میں اللہ تعالیٰ اس کا ایک عضو دوزخ کی آگ سے آزاد کردیتا ہے۔(مشکوۃ)

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے غلاموں کے حقوق کو غیر معمولی حیثیت عطا کی ہے۔اس ضمن میں آپ ﷺ کا فرمان مبارک ہے:''تمہارے غلاموں میں سے جو تمہارے موافق ہو اسے کھلاؤ اس میں سے جو تم کھاتے ہو، اور پہناؤ اس میں سے جو تم پہنتے ہو اور اُن میں سے جو تمہارے موافق نہ ہوں اُسے بیچ دو اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔''(مشکوۃ)

☆......حضرت ابو مسعودؓ انصاری نے بیان کیا کہ میں اپنے غلام کو مار رہا تھا کہ میں نے اپنے پیچھے سے یہ آواز سنی:''ابو مسعودؓ جان لے کہ تم کو جس قدر اس غلام پر اختیار ہے اس سے زیادہ خدا کو تم پر اختیار ہے'' میں نے مڑ کر جو دیکھا تو رسول اللہ ﷺ تھے میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ میں نے اس کو رضائے خدا کے لیے آزاد کردیا۔'' آپ حضور ﷺ نے فرمایا:''دیکھو اگر تم ایسا نہ کرتے تو دوزخ کی آگ تم کو جلاتی''(مشکوۃ)

☆......حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ میں نے ایک عجمی غلام کو برا بھلا کہا، غلام نے نبی کریم ﷺ سے شکایت کردی۔آپ ﷺ نے فرمایا:''ابوذر! تم میں جاہلیت ہے، وہ تمہارے بھائی ہیں۔خدا نے تم کو اُن پر فضیلت دی ہے، ان میں سے جو تمہارے موافق نہ ہو اُسے بیچ دو اور خلق خدا کو عذاب نہ دو۔'' (ابوداؤد)

☆......حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم خادم کو کتنی بار معاف کردیا کریں۔؟ آپ ﷺ خاموش رہے اُس شخص نے دوسری بار دریافت کیا، پھر بھی آپ ﷺ خاموش رہے تیسری بار دریافت کرنے پر فرمایا:''ہر روز ۷۰ بار معاف کردیا کرو۔''

☆......حضرت عبداللہؓ بن عمرؓ ہی سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ فرمایا کرتے تھے کہ:''جو شخص اپنے غلام کے منہ پر تھپڑ مارے، اُس کا کفارہ یہ ہے کہ اُسے آزاد کردے۔

☆......حضرت سویدؓ بن مقرن بیان کرتے ہیں کہ ہم سات بھائی تھے اور ہمارے ہاں صرف ایک خادمہ تھی۔ہم میں سے ایک نے خادمہ کے منہ پر تھپڑ مارا رسول اللہ ﷺ نے اس سے کہا کہ خادمہ کو آزاد کردو۔اُنہوں نے کہا کہ ہمارے ہاں صرف یہی ایک خادمہ ہے۔تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ:''وہ خدمت کرتی رہے یہاں تک کہ بے نیاز ہوجائیں اور جب ضرورت نہ رہے تو اُسے آزاد کردیں۔آنحضرت ﷺ کو غلاموں کی بہبود کا اس قدر خیال تھا کہ جب

Marfat.com

وفات شریف کا وقت عین قریب آ پہنچا تو آپ ﷺ یوں وصیت فرمار ہے تھے: الصلوٰۃ و ما ملکت ایمانکم ''نماز اور غلام'' (ابوداؤد)

﴿چوپاؤں پر شفقت ورحمت﴾ انسانوں پر تو اللہ تعالیٰ کے نبی کی شفقت ومحبت تھی ہی، چوپائے بھی آپ حضور ﷺ کی شفقت ورحمت سے پوری طرح فیض پار ہے تھے۔

☆......ایک روز آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے تو آپ ﷺ نے باغ میں ایک اُونٹ کو دیکھا اُونٹ نے بھی نبی کریم ﷺ کو دیکھکر رونا شروع کردیا۔ اُونٹ کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، آپ حضور ﷺ اُونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے پس گوش پر دست مبارک پھیرا، تو اُونٹ رُونے سے چپ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ: ''اس اُونٹ کا مالک کون ہے'' ایک انصاری نوجوان نے عرض کی کہ یہ اُونٹ میرا ہے حضور ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھ کو مالک بنایا ہے خدا سے نہیں ڈرتا؟'' اس (اُونٹ) نے میرے پاس شکایت کی ہے کہ تو اُسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرت استعمال سے تکلیف دیتا ہے۔ (ابوداؤد)

☆......ایک بار حضور نبی کریم ﷺ کا ایک دراز گوش پر گزر ہوا، اس کے چہرے پر داغ دیا ہوا تھا۔ آپ ﷺ نے دراز گوش کے چہرے پر داغ کو دیکھ کر یوں فرمایا: ''لعنت کرے اللہ اُس شخص کو جس نے اسے داغ دیا ہے۔ (مشکوٰۃ)

☆......رسول اللہ ﷺ کا ایک روز ایک اونٹ پر گزر ہوا، جس کی پیٹھ بھوک اور پیاس کے سبب پیٹ سے لگی ہوئی تھی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''ان بے زبان چوپاؤں کے بارے میں اللہ سے ڈرو۔ تم اُن پر سوار ہو، درآں حالیکہ سواری کے لائق ہوں اور اُن کو چھوڑ دو تا آنکہ وہ سوار ہونے کے لائق ہو جائیں۔ (مشکوٰۃ)

☆......حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ نے فرمایا: ''تم اپنے چوپاؤں کی پیٹھوں کو منبر نہ بناؤ، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو تمہارے تابع کیا ہے تا کہ وہ تم کو ایسے شہروں میں پہنچا دیں جہاں تم بغیر مشقت جان نہ پہنچتے اور تمہارے واسطے زمین بنائی اُس پر تم اپنی حاجتیں پوری کرو۔ (مشکوٰۃ)

☆......رسول اللہ ﷺ نے آداب سفر کے متعلق فرمایا کہ: ''جب فراغ سالی ہو اور گھاس بکثرت ہو تو تم سفر میں دن کو کسی وقت اُونٹو کو چھوڑ دیا کرو، تاکہ وہ چرلیں اور جب قحط سالی ہو تو اُن کو تیز چلاؤ تاکہ وہ اچھی حالت میں منزل مقصود پر پہنچ جائیں۔ ایسا نہ ہو کہ بصورت تاخیر وہ بھوک کے مارے کمزور ہو کر راستے ہی میں رہ جائیں۔ اور جب تم آخر شب میں کسی جگہ اُترو تو راستہ چھوڑ کر ڈیرہ ڈالو، کیونکہ رات کے وقت چوپائے اور حشرات الارض راستوں میں پھرا کرتے ہیں اور کھانے کی گری پڑی چیزیں اور ہڈیاں وغیرہ جو راستے میں پڑی ہوں کھایا کرتے ہیں۔ (صحیح مسلم)

☆...... حضرت ابوواقد قرشی روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے تو اس سے پہلے لوگ زندہ اُونٹوں کی کوہان اور بھیڑ بکری کی سیرین کا گوشت کھانے کے لیے کاٹ لیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''جو گوشت کسی زندہ چوپائے سے کاٹا جائے وہ مُردار ہے، کھانا نہ چاہیے۔'' (ترمذی)

Marfat.com

☆......حضرت ابن عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''ایک عورت ایک بلی کے سبب سے دوزخ میں گئی، جسے اُس نے باندھ کر رکھا اور کھانا نہ دیا اور نہ چھوڑا تا کہ حشرات الارض کو کھاتی'' (بخاری ومسلم)

☆......حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''ایک شخص راستہ میں چل رہا تھا، اُسے سخت پیاس لگی، ایک کنواں نظر پڑا تو اُس میں اُتر کر اس نے پانی پیا، پھر نکل آیا ناگاہ اُس نے ایک کتا دیکھا جو پیاس کے مارے زبان نکالے ہوئے تھا اور مٹی چاٹ رہا تھا۔ اُس شخص نے سوچا کہ کتے کو پیاس سے ویسی ہی تکلیف ہے جیسی مجھے تھی۔ اس لیے وہ کنویں میں اُتر پڑا اور اپنا موزہ پانی سے بھر کر اُسے اپنے منہ میں پکڑا یہاں تک کہ اُوپر چڑھ آیا اور کتے کو پانی پلایا خدا نے اُس کی قدر دانی کی اور اُسے بخش دیا۔ (بخاری ومسلم)

☆......آنحضرت ﷺ کی شفقتِ عام کا یہ عالم تھا کہ آپ ﷺ نے چوپاؤں کے باہم لڑانے وکسی جانور کو نشانہ بنانے وکسی چوپائے یا حیوان کو ہلاک کرنے اور حبس کرنے سے منع فرمایا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یارسول اللہ ﷺ کیا چوپاؤں میں ہمارے واسطے کچھ اجر ہے، آپ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''ہر ذی رُوح میں اجر ہے'' (ترمذی، مسلم، بخاری، نسائی)

﴿پرندوں اور حشرات الارض پر شفقت ورحمت﴾ حضرت عبدالرحمنؓ کے والد حضرت عبداللہؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے۔ آپ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے ایک پرندہ (زورک) کو دیکھا جس کے ساتھ اُس کے دو بچے بھی تھے۔ ہم نے دونوں بچوں کو پکڑ لیا زورک آئی اور اُترنے کے لیے اپنے بازو پھیلانے لگی۔ اتنے میں نبی کریم ﷺ تشریف لے آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس کے بچوں کو پکڑ کر کس نے دُکھ دیا ہے، اس کے بچے اسے واپس کردو۔'' پھر آپ ﷺ نے چیونٹیوں کا ایک گھر دیکھا جسے ہم نے جلا دیا تھا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ ''اِسے کس نے جلایا ہے؟'' ہم نے عرض کی کہ ہم نے جلایا ہے۔ اس پر آپ ﷺ نے فرمایا: ''آگ کے مالک (خدا) کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے۔'' (مرقاۃ، بحوالہ مسند بزاز)

☆......حضرت عثمانؓ بن حیان نے ایک پسو کو پکڑ کر آگ میں ڈال دیا، اس پر اُم درداءؓ نے کہا میں نے ابو درداءؓ سے سنا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''آگ کے مالک (خدا) کے سوا کوئی کسی کو آگ کا عذاب نہ دے۔''

☆......حضرت عامرؓ (تیرانداز) سے روایت ہے کہ ہم نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک شخص آیا جس پر کمبل تھا، اُس کے ہاتھ میں بھی کوئی چیز تھی جس کو اس نے کمبل میں لپیٹا ہوا تھا۔ اُس شخص نے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میرا گزر جنگل میں ہوا وہاں ایک پرندے کے بچوں کی آوازیں سنیں تو میں نے انہیں پکڑ لیا اور اپنے کمبل میں چھپا لیا۔ اُن کی ماں آئی اور میرے سر پر منڈلانے لگی، میں نے کمبل کو بچوں سے دور کردیا تو وہ اُن پر گر پڑی پھر میں نے اُن سب کو کمبل میں لپیٹ لیا اور وہ یہ میرے پاس ہیں۔ آپ حضور ﷺ نے فرمایا: ''ان کو رکھ دے'' میں نے اُن کو رکھ دیا۔ مگر اُن کی ماں نے اپنے بچوں کا ساتھ نہ چھوڑا۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم بچوں پر ماں کے رحم کرنے پر تعجب کرتے

Marfat.com

ہو، اُس ذات کی قسم جس نے مجھے حق دے کر بھیجا ہے تحقیق اللہ اپنے بندوں پر اُن بچوں کی ماں سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔ تُو اُن کو واپس لے جا اور اُن کی ماں سمیت وہیں رکھ دے جہاں سے انہیں پکڑا ہے۔'' پس وہ شخص اُن بچوں اور ان کی ماں کو اُسی جگہ واپس لے گیا جہاں سے پکڑ کر لایا تھا۔ (ابوداؤد)

﴿نباتات و جمادات پر رحمت﴾ آنحضرت ﷺ کی رحمت سے نباتات و جمادات بھی مستفید ہوئے آپ ﷺ کی بعثت سے زمین شرک وکفر کی نجاست سے پاک ہوئی، نورایمان کی روشنی ہر چہار طرف پھیل گئی، مسجدیں تعمیر ہونے لگیں، اذان مبارک میں اللہ تعالیٰ خالق کائنات اور اس کے رسول نبی آخرالزمان رحمۃ اللعالمین محمد مصطفےٰ ﷺ کا اسم مبارک ہر روز پانچ بار با آواز بلند پکارا جانے لگا۔ تولد پاک کے بعد شیاطین کا آسمان پر جانا بند ہو گیا۔

جب بارش نہ ہوتی تو لوگ حضور نبی کریم ﷺ کے وسیلہ سے دُعا کیا کرتے اور دُعا مستجاب ہوتی۔ حضور ﷺ خود بھی دُعا فرمایا کرتے تو باران رحمت نازل ہوتا۔ مردہ زمین زندہ ہو جاتی اور نباتات خوب اُگتیں، غرض آپ ﷺ کی رحمت سے دونوں عالم کو حصہ پہنچا ہے انسان کے علاوہ جنات بھی نبی کریم ﷺ کی دعوت سے دولت ایمان سے مشرف ہوئے۔

﴿تواضع و حسن معاشرت﴾ سورۃ اعراف آیت: ۱۹۹، اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''قبول کیجئے معذرت (خطا کاروں) سے اور حکم دیجئے نیک کاموں کا اور رُخ (انور) پھیر لیجئے نادانوں کی طرف سے'' آیت میں تین امور کے متعلق ہدایت فرمائی گئی، (۱) قصوروار معذرت طلب کرتا ہوا آپ (ﷺ) کے پاس آئے اُسے کمال فراخ دلی اور شفقت سے معاف کر دیجئے اور بدلہ وانتقام لینے پر اصرار نہ کیجئے، (۲) اچھی اور مفید چیزوں کے کرنے کا حکم لوگوں کو دیجئے، (۳) جاہل اور ناسمجھ لوگ اگر آپ (ﷺ) کو برا بھلا کہیں تو اُن سے اُلجھئے نہیں حسن اخلاق کے متعلق یہ جامع ترین آیت ہے

رسول اللہ ﷺ کے فرمان مبارک کو قرطبی نے لکھا جو حسن اخلاق سے متعلق ہے: ظاہر و باطن میں اخلاق کو اپنا شعار بناؤ، خوشنودی و ناراضگی میں عدل کرو، خوشحالی اور تنگدستی میں میانہ روی اختیار کرو۔ جو مجھ پر ظلم کرے اُس کو معاف کر دوں، جو قطع تعلق کرے اس سے صلہ رحمی کروں، اس کو دوں جو مجھے محروم رکھے، میری زبان گویا ہو تو ذکر الٰہی سے، حالت خاموشی میں اس کی آیتوں پر غور و فکر کروں اور میرے دیکھنے میں عبرت پذیری ہو۔

آنحضرت ﷺ سب سے زیادہ متواضع تھے۔ آپ حضور ﷺ کی تواضع کا یہ عالم تھا کہ بارگاہ الٰہی سے ایک فرشتے نے حاضر ہو کر عرض کی کہ آپ ﷺ کا پروردگار ارشاد فرماتا ہے کہ اگر آپ ﷺ چاہیں تو پیغمبری کے ساتھ بندگی اور فقر کو اختیار کریں اور اگر چاہیں تو نبوت کے ساتھ بادشاہت اور امیری لے لیں۔ تو آپ حضور ﷺ نے پیغمبری کے ساتھ بندگی کو پسند فرمایا، پھر اس کے بعد نبی کریم ﷺ نے تکیہ لگا کر کبھی کھانا نہ کھایا اور فرماتے: ''میں کھانا کھاتا ہوں جیسے بندہ کھایا کرتا ہے اور بیٹھتا ہوں جیسے بندہ بیٹھا کرتا ہے۔'' (مشکوٰۃ)

☆...... حضرت ابو امامہؓ کا بیان ہے کہ رسول اللہ ﷺ عصاء پر ٹیک لگائے ہوئے تھے کہ ہم آپ ﷺ کے ساتھ کھڑے ہو گئے۔ آپ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم کھڑے مت ہو جیسا کہ عجمی ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاتے

Marfat.com

ہیں۔(مشکوٰۃ)

☆.....حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک مسلمان اور یہودی میں جھگڑا ہو گیا، مسلمان نے کہا کہ قسم اُس ذات کی جس نے محمد ﷺ کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ یہودی نے کہا قسم ہے اُس ذات کی جس نے موسیٰ علیہ السلام کو تمام جہان والوں پر برگزیدہ کیا۔ اس پر مسلمان نے یہودی کو تھپڑ دے مارا۔ یہودی جناب پیغمبر خدا رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور مسلمان کا حال بیان کیا۔ آپ ﷺ نے مسلمان سے فرمایا: ''تم موسیٰ پر فضیلت نہ دو کیونکہ لوگ قیامت کے دن بیہوش ہو کر گر پڑیں گے۔ میں سب سے پہلے ہوش میں آؤں گا۔ ناگاہ موسیٰ علیہ السلام عرش کی ایک طرف کو پکڑے ہوئے ہوں گے۔ مجھے معلوم نہیں کہ اُن میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہوئے اور پھر ہوش میں آئے یا اُن میں سے ہوں گے جو بے ہوش ہونے سے مستثنیٰ رہے۔ (بخاری شریف)

☆..... حضرت عبداللہؓ بن الشخیر بیان کرتے ہیں کہ میں بنو عامر کے وفد میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، ہم نے کہا کہ آپ ﷺ ہمارے آقا ہیں، یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''آقا خدا ہے'' پس ہم نے کہا آپ ﷺ کے فضل وکرم میں ہم سب سے افضل ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم یہ کہو یا اس سے بھی کم کہو، دیکھنا شیطان تمہیں اپنا وکیل نہ بنا لے۔'' (مشکوٰۃ)

﴿عدی بن حاتم کا واقعہ﴾ عدی بن حاتم عیسائی تھے اور اپنی قوم کے سردار بھی تھے۔ مال غنیمت سے حسب قاعدہ چوتھا حصہ لیا کرتے، اُنہیں جب حضرت محمد ﷺ کی بعثت کی خبر پہنچی تو وہ ملک شام چلے گئے۔ اُن کی بہن پیچھے رہ گئیں، وہ گرفتار ہو کر بارگاہ رسالت میں لائی گئیں۔ اُنہوں نے آپ ﷺ رحمت اللعالمین کی خدمت میں عرض کی کہ آپ ﷺ مجھ پر رحم کریں۔ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ پر احسان کرے گا۔ آنحضرت ﷺ نے اُنہیں خوراک و پوشاک اور سواری دے کر اُس کی قوم کے ایک قافلہ کے ساتھ روانہ فرمایا۔ وہ شام میں اپنے بھائی عدی کے پاس پہنچ گئیں

عدی کو شک تھا کہ رسول اللہ ﷺ بادشاہ ہیں یا پیغمبر؟ اُن کی بہن نے مشورہ دیا کہ تم خود اُن کی خدمت میں حاضر ہو کر دیکھ آؤ چنانچہ عدی بن حاتم نے اپنا واقعہ یوں بیان کیا:

''میں جب مدینہ پہنچا تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبویؐ میں تشریف فرما تھے۔ میں نے سلام عرض کی، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ تم کون ہو؟ میں نے عرض کیا کہ میں عدی بن حاتم طائی ہوں۔ یہ سن کر آپ ﷺ کھڑے ہو گئے اور مجھے اپنے ساتھ گھر لے گئے۔ راستہ میں اچانک ایک بوڑھی عورت حاجت رسائی کے لیے حاضر خدمت ہوئی اس بوڑھی عورت نے آپ ﷺ کو روک لیا اور دیر تک کچھ عرض کرتی رہی۔ یہ صورت حال دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ بادشاہ نہیں ہیں۔ پھر ہم آپ ﷺ کے گھر پہنچے تو آپ ﷺ نے ایک تکیہ جو کھجور کی چھال سے بھرا ہوا تھا، میری طرف کیا اور فرمایا اس پر بیٹھ جاؤ، میں نے کہا نہیں آپ ﷺ تشریف رکھیے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم ہی اس پر بیٹھو۔ چنانچہ حسب الارشاد میں اس پر بیٹھ گیا۔ اور آپ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے۔ یہ دیکھ کر میں نے اپنے دل میں کہا بادشاہ کا یہ حال نہیں ہوا کرتا۔ پھر آپ ﷺ

Marfat.com

نے فرمایا: ''عدی بن حاتم! کیا تم رکوسی نہیں ہو؟'' میں نے عرض کی کہ ہاں، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تم غنیمت کا چوتھا حصہ نہیں لیتے؟'' میں نے عرض کیا کہ ہاں، آپ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تمہارے دین میں جائز نہیں۔'' میں ان باتوں سے سمجھ گیا کہ آپ ﷺ پیغمبر مرسل ہیں۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا: ''عدی شاید تم اس لیے دین اسلام میں شامل نہیں ہوتے کہ مسلمان غریب اور تعداد میں کم ہیں، اور ان کے دشمن زیادہ جو صاحب ملک و سلطنت ہیں۔ مگر عنقریب مسلمانوں میں مال کی وہ کثرت ہوگی کہ کوئی صدقہ لینے والا نہ ملے گا۔ اور تم عنقریب سن لوگے کہ ایک عورت اُونٹ پر سوار ہوکر قادسیہ سے مکہ میں پہنچ کر بیت اللہ کا حج کیا کرے گی اور اسے کسی کا ڈر نہ ہوگا۔ اور تم عنقریب سرزمین بابل میں سفید محلات پر مسلمانوں کے قبضہ کی خبر سن لوگے۔''

یہ سن کر میں اسلام لایا حضرت عدیؓ فرمایا کرتے تھے کہ ان تین پیشگوئیوں میں سے دوسری اور تیسری پوری ہو چکی اور پہلی پوری ہو کر رہے گی۔ (سیرت ابن ہشام)

☆......آنحضرت ﷺ اپنے اصحابؓ کو مداح میں مبالغہ کرنے سے منع فرماتے:

''میری مداح میں تم مبالغہ نہ کرو، جیسا کہ نصاریٰ نے ابن مریمؑ کی مداح میں کیا، مجھے اللہ کا بندہ اور اللہ کا رسول کہا کرو۔'' (مشکوٰۃ)

☆......اہل مدینہ کی لونڈیاں آپ حضور ﷺ کا ہاتھ مبارک پکڑتیں اور اپنے کاموں کے لیے جہاں چاہتیں لے جاتیں۔ (بخاری)

☆......حضور ﷺ بیماروں کی عیادت فرماتے، جنازے کے پیچھے چلتے، غلاموں کی دعوت قبول فرماتے، دراز گوش پر سوار ہوتے، اپنے پیچھے اوروں کو بٹھا لیتے۔ (شمائل ترمذی)

☆......غزوہ بدر میں تین تین مجاہدوں کے لیے ایک ایک اُونٹ تھا چنانچہ حضرت علیؓ وابولبابہ انصاریؓ رسول اللہ ﷺ کے عدیل تھے جب آنحضرت ﷺ کے اُترنے کی باری آتی تو دونوں عرض کرتے کہ آپ ﷺ نہ اُتریں، ہم آپ ﷺ کے بدلے پیدل چلتے ہیں۔ مگر آپ حضور ﷺ فرماتے کہ: ''تم مجھ سے زیادہ قوی نہیں ہو اور میں تمہاری نسبت اجر وثواب سے زیادہ بے نیاز نہیں ہوں'' (طبقات ابن سعد)

☆......آنحضرت ﷺ اپنے نعلین مبارک کو خود پیوند لگاتے، اپنے کپڑے آپ سی لیتے، اپنی بکری کا دودھ دوہ لیتے جب کوئی آپ ﷺ سے ملنے آتا تو اس کا احترام کرتے۔ یہاں تک کہ بعض وقت اپنی چادر مبارک اس کے لیے بچھا دیتے۔ آپ ﷺ جب کسی سے ملتے تو پہلے سلام کہتے۔ جب مصافحہ فرماتے تو اپنا ہاتھ پیچھے نہ ہٹاتے جب تک دوسرا شخص اپنا ہاتھ پیچھے نہ ہٹاتا اور اس سے اپنا روئے مبارک نہ پھیرتے یہاں تک کہ وہ پھیر لیتا۔ آپ ﷺ اپنے زانوؤں کو اپنے ہم نشین سے آگے بڑھا کر نہ بیٹھتے (مشکوٰۃ)

☆......آنحضور ﷺ نے ایک سفر میں اپنے اصحابؓ سے فرمایا کہ کھانے کے لیے ایک بکری ذبح کرلو۔ ایک نے کہا بکری

Marfat.com

ذبح کرنے کا کام میں کروں گا۔ دوسرے نے کھال اُتارنے کی ذمہ داری لی، پکانے کا کام تیسرے نے سنبھالا۔ آپ ﷺ نے لکڑیاں چُن کر لانے کا کام اپنے ذمہ لیا۔ صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ یہ کام ہم خود کر لیتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "میں جانتا ہوں کہ تم کر سکتے ہو، لیکن مجھے پسند نہیں کہ میں اپنے تئیں تم سے ممتاز کروں، چونکہ خدا تعالیٰ اس بندے کو پسند نہیں کرتا جو اپنے ساتھیوں سے ممتاز بنتا ہے۔" پھر اس کے بعد آپ ﷺ خود لکڑیاں چُن کر لائے۔ (طبری)

☆......آنحضرت ﷺ اپنے اصحاب کرامؓ کی دلجوئی کے لیے کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ فرماتے، ایک روز ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا، اور اپنی حاجت بیان کی وہ آپ ﷺ کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

"میں بادشاہ نہیں ہوں، میں ایک عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھیں۔"

☆......آنحضرت ﷺ کی خدمت میں شاہ حبشہ کا ایک وفد حاضر ہوا تو آپ ﷺ بذات خود اُن کی خدمت کرنے کے لیے کھڑے ہو گئے صحابہ کرامؓ نے عرض کی کہ ہم آپ ﷺ کی طرف سے خدمت کے لیے کافی ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "اُنہوں نے اپنے ملک میں ہمارے اصحابؓ کا اِکرام کیا تھا، اس لیے مجھے یہی پسند ہے کہ اُس اِکرام کا بدلہ خود دوں (مواہب الدنیہ)

☆......حضرت قیسؓ بن سعدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک روز رسول اللہ ﷺ ہمارے غریب خانہ پر تشریف لائے تو میرے والد نے آپ حضور ﷺ کی خاطر تواضع کی، کھانا تناول فرمانے کے بعد جب آپ ﷺ واپس آنے لگے تو میرے والد نے سواری کے لیے ایک دراز گوش تیار کیا۔ جس پر کمبل کا پلان ڈالا گیا۔ آپ ﷺ اُس پر سوار ہوئے، چلنے لگے تو میرے والد نے مجھ سے کہا کہ قیسؓ تو رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جا، اس لیے میں ساتھ ہو لیا۔ حضور ﷺ نے فرمایا: "کہ تو میرے ساتھ سوار ہو جا۔" میں نے بپاس اَدب انکار کر دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: "سوار ہو جا یا لوٹ جا" اس لیے میں واپس آ گیا۔ (ابوداؤد)

☆......آنحضرت ﷺ اُمت کی اِقتداء کے لیے کبھی کبھی خوش طبعی بھی فرمایا کرتے۔ حضرت انسؓ کا ایک چھوٹا بھائی (اخیافی) تھا۔ وہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر آتا تو اس کے ہاتھ میں ایک چڑیا ہوتی، جس سے وہ کھیلا کرتا۔ اتفاقاً وہ چڑیا مر گئی اس کے بعد جب وہ آپ ﷺ کی خدمت میں آتا تو آپ ﷺ خوش طبعی کے طور پر فرماتے: "وہ چڑیا کہاں گئی، اے ابوعمیرؓ"

☆......حضور ﷺ سے ایک شخص نے درخواست کی کہ اُسے سواری عنایت کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ: "میں تجھے اُونٹنی کے بچے پر سوار کراؤں گا۔" وہ شخص بولا میں اُونٹنی کے بچے کا کیا کروں گا۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: "اُونٹنیاں ہی اُونٹ جنتی ہیں۔" یعنی ہر اُونٹ اُونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

☆......آنحضرت ﷺ سے ایک روز ایک عورت جو قرآن پڑھا کرتی تھی، نے عرض کی کہ آپ ﷺ دُعا کریں کہ میں

Marfat.com

بہشت میں داخل ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''کوئی بوڑھی عورت جنت میں داخل نہ ہوگی۔'' اُس عورت نے اس کا سبب پوچھا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو قرآن نہیں پڑھتی، اس میں اللہ تعالیٰ نے یوں فرمایا ہے: ''نیک بیویاں جب جنت میں داخل ہوں گی تو ان کی خلقت بالکل بدلی ہوئی ہوگی، گو کہ دنیا میں وہ خوش نہ تھیں اور مرتے وقت وہ بالکل بوڑھی ہوگئی تھیں لیکن جنت میں داخل ہوتے وقت وہ پھر جوان ہوں گی مجسم حسن و رعنائی ہوں گی اور کنواری بنا کر انہیں جنت میں داخل کیا جائے گا۔'' (سورۃ الواقعہ آیت: ۳۶،۳۵)

اس ضمن میں حضرت اُم سلمہؓ کے عرض کرنے پر حضور ﷺ نے فرمایا:

''اے اُم سلمہؓ ان سے مراد وہی بیویاں ہیں'' اگرچہ وفات کے وقت وہ بالکل بوڑھی تھیں، ان کے بال سفید تھے، بینائی کمزور تھی، آنکھیں میلی کچیلی رہتیں، لیکن جب وہ جنت میں داخل ہوں گی تو ساری ہم عمر ہوں گی۔

☆......ایک بدوی جن کا نام زاہرؓ تھا، وہ بدشکل تھے، لیکن جنگل سے سبزی، پھل وغیرہ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا کرتے اُن کی واپسی پر آنحضرت ﷺ اُنہیں شہد کی اشیاء وغیرہ دے دیا کرتے۔ آپ حضور ﷺ کو اُن سے محبت تھی اور فرمایا کرتے تھے کہ: ''زاہر ہمارا دوستائی ہے اور ہم اس کے شہری ہیں۔''

ایک روز آپ ﷺ بازار کی طرف نکلے تو دیکھا زاہر اپنی متاع بیچ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے اس کی پیٹھ کی طرف سے جا کر اُن کی آنکھوں پر اپنا دست مبارک رکھ دیا اور اُن کو گود میں لے لیا۔ وہ بولے کون ہے؟ مجھے چھوڑ دو اُنہوں نے مڑ کر دیکھا تو نبی کریم ﷺ تھے ایسے میں زاہرؓ نے اپنی پیٹھ اور بھی حضور ﷺ کے سینہ سے (بغرض تبرک) لپٹانے لگے۔ حضور ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ہے، جو ایسے غلام کو خریدے! وہ بولے یا رسول اللہ ﷺ! اگر آپ بیچتے ہیں تو آپ ﷺ مجھے کم قیمت پائیں گے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو خدا کے نزدیک گراں قدر ہے'' (ترمذی)

☆......حضرت محمودؓ بن ربیع انصاری خزرجی پانچ سال کے تھے۔ آنحضرت ﷺ اُن کے گھر تشریف لے گئے، اس گھر میں کنواں تھا آپ ﷺ نے ڈول میں سے اُس کنویں کا پانی پیا اور پانی کی ایک کلی (بطریق مزاح) حضرت محمودؓ کے چہرے پر ماری کلی کی برکت سے اُن کو وہ حافظہ عطا ہوا کہ ہر بات اُنہیں خوب یاد رہتی۔

﴿سخاوت وایثار﴾ آنحضرت ﷺ نے کبھی کسی کے سوال کو رد نہیں فرمایا، اگر موجود ہوتا تو عطا فرماتے بصورت دیگر قرض لے کر بھی عطا فرماتے یا وعدہ فرماتے۔

ایک بار ایک سائل آپ ﷺ کی خدمت میں آیا، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میرے پاس کوئی چیز نہیں، مگر یہ کہ مجھ پر قرض کر لے، جب ہمارے پاس کچھ آئے گا تو ہم ادا کر دیں گے۔'' ایسے میں حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا، یا رسول اللہ ﷺ! خدا نے آپؐ کو اس چیز کی تکلیف نہیں دی اُن کی یہ بات آپ ﷺ کو پسند نہ آئی، ایسے میں انصار میں سے ایک شخص بولا، یا رسول اللہ ﷺ! عطا کیجئے، یہ سن کر آپ ﷺ نے تبسم فرمایا اور آپ ﷺ کے رُوئے مبارک پر تازگی اور خوشحالی پائی گئی۔ پھر فرمایا: ''اِسی کا مجھے اَمر کیا گیا ہے۔'' (بخاری)

Marfat.com

شریف)

☆......حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس بحرین سے مال لایا گیا، جس کی مقدار اب تک لائے گئے مال میں سب سے زیادہ تھی۔ یہ مال ایک لاکھ درہم تھا جو حضرت علاءؓ بن حضرمی نے بحرین کے خراج میں سے بھیجا تھا اور یہ بحرین سے آنے والا پہلا خراج تھا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا: ''اس مال کو مسجد میں ڈال دو۔'' پھر آپ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو اس مال کے پاس بیٹھ گئے اور مال تقسیم فرمانے لگے۔ آپ ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ آئے اور عرض کی: ''یارسول اللہ ﷺ! مجھے اس مال سے دیجئے! کیونکہ جنگ بدر کے دن میں نے فدیہ ادا کر کے اپنے آپ کو اور عقیل بن ابوطالب کو آزاد کرایا تھا۔'' یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا: ''لے لو'' حضرت عباسؓ نے دونوں ہاتھوں سے مال اپنے کپڑے میں ڈال لیا، پھر اُٹھانے لگے تو نہ اُٹھا سکے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! آپ کسی سے فرمادیں کہ اُٹھا کر مجھ پر رکھ دے۔ آپ حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''میں کسی سے اُٹھانے کو نہیں کہتا'' حضرت عباسؓ بولے، آپؐ خود اُٹھا کر مجھ پر رکھ دیں۔ تو حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں اسے نہیں اُٹھاتا۔'' پس حضرت عباسؓ نے اس مال میں سے کچھ مال نکال دیا، پھر اُسے اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور روانہ ہو گئے۔ حضور ﷺ اُن کی طرف دیکھتے رہے، یہاں تک کہ وہ غائب ہو گئے۔ حضور ﷺ نے اُن کی طمع پر تعجب فرمایا۔ (بخاری شریف)

☆......حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ایک روز صفوان بن اُمیہ نے آنحضرت ﷺ سے بکریوں کا سوال کیا، جن سے دو پہاڑیوں کا درمیانی جنگل پُر تھا آپ ﷺ نے وہ سب بکریاں صفوان کو دے دیں۔ صفوان بن اُمیہ نے اپنی قوم میں جا کر کہا: ''اے میری قوم! تم اِسلام لاؤ، اللہ کی قسم محمد (ﷺ) ایسی سخاوت فرماتے ہیں کہ فقر سے نہیں ڈرتے۔''

☆......حضرت سعید بن مسیبؒ روایت کرتے ہیں کہ صفوان بن اُمیہ نے کہا رسول اللہ ﷺ حنین کے دن سے مجھے مال عطا فرمانے لگے، حالانکہ آپ ﷺ میری نظر میں مبغوض ترین خلق تھے۔ پس آپ ﷺ مجھے عطا فرماتے رہے، یہاں تک کہ میری نظر میں محبوب ترین خلق ہو گئے۔ (جامع ترمذی)

☆......حضرت جبیر بن مطعمؓ بیان کرتے ہیں کہ جب میں اور دیگر لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حنین سے بعد تقسیم غنائم واپس آرہے تھے تو بادیہ نشین عرب حضور انور ﷺ سے لپٹ گئے، وہ بھی حنین کے مال غنیمت میں سے مانگتے تھے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ آپ ﷺ کو بحالت اِضطرار ایک ببول کے درخت کے نیچے لے گئے۔ اس درخت میں آپ ﷺ کی چادر مبارک پھنس گئی تو آپ ﷺ ٹھہر گئے اور فرمایا: ''مجھے میری چادر دے دو۔'' اگر میرے پاس اس جنگل کے درختان ببول کے پتوں جتنے چوپائے ہوتے تو اُن کو تمہارے درمیان تقسیم کر دیتا۔ پھر تم مجھ کو بخیل نہ پاتے اور نہ دروغ گو اور بزدل۔'' (بخاری)

☆......حضرت ابوذرؓ کا بیان ہے کہ ایک روز میں پیغمبر خدا ﷺ کے ساتھ تھا، جب آپ ﷺ نے کوہِ اُحد کو دیکھا تو فرمایا:

Marfat.com

''اگر یہ پہاڑ میرے لیے سونا بن جائے تو پسند نہیں کروں گا کہ اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس تین راتوں سے زیادہ رہ جائے۔ بجز اس دینار کے جسے میں اَدائے قرض کے لیے رکھ چھوڑوں'' (بخاری)

☆......ایک روز آنحضرت ﷺ نمازِ عصر کا سلام پھیرتے ہی دولت خانہ میں تشریف لے گئے اور پھر جلد ہی واپس پہنچ گئے۔ صحابہ کرامؓ کو تعجب ہوا، آپ ﷺ نے فرمایا:

''مجھے نماز میں خیال آ گیا کہ صدقہ کا کچھ سونا گھر میں پڑا ہے، مجھے پسند نہ آیا کہ رات ہو جائے اور سونا گھر میں پڑا رہے، اس لیے گھر جا کر اُسے تقسیم کرنے کے لیے کہہ آیا ہوں۔'' (بخاری)

☆......حضور نبی کریم ﷺ سے بعض اَوقات ایسا بھی ہوتا رہا کہ آپ ﷺ نے کسی شخص سے ایک چیز خریدی اور اُس کی قیمت چکا دینے کے بعد وہ چیز اسی کو یا کسی دوسرے شخص کو عطا فرما دیتے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے جابر بن عبداللہؓ سے ایک اُونٹ خریدا پھر وہی اُونٹ اُن کو بطور ہدیہ عنایت فرمایا۔ اسی طرح ایک روز آپ ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ سے ایک شتر کا بچہ خریدا، پھر وہ شتر کا بچہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ کو عطا فرما دیا۔ (بخاری)

☆......حضرت بلالؓ آپ حضور ﷺ کے خزانچی بھی تھے۔ ایک روز عبداللہ ہوازنی نے حضرت بلالؓ سے رسول اللہ ﷺ کے خزانے کا حال پوچھا، تو اُنہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ نہ رہتا تھا۔ بعثت سے وفات شریف تک یہ کام میری تحویل میں تھا۔ جب کوئی ننگا بھوکا مسلمان آپ ﷺ کے پاس آتا تو آپ ﷺ مجھے حکم فرماتے تو میں کسی سے قرض لیتا اور چادر خرید کر اُڑھاتا اور کھانا کھلاتا۔

ایک روز ایک مشرک مجھے ملا، کہنے لگا بلالؓ میرے ہاں گنجائش ہے، میرے سوا کسی اور سے قرض نہ لیا کر، پھر میں نے ایسا ہی کیا، ایک روز وضو کر کے اَذان دینے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ وہ مشرک تاجروں کی ایک جماعت کے ساتھ آ رہا ہے۔ اس نے مجھ سے کہا: او حبشی، میں نے کہا، لبیک، پھر اس نے ترش ہو کر میری نسبت سخت اَلفاظ بولے، اس نے کہا کہ وعدہ میں صرف چار روز باقی ہیں، اگر اس مدت میں تو نے میرا قرضہ ادا نہ کیا تو تجھے غلام بنا کر بکریاں چروایا کروں گا۔ یہ سن کر مجھے فکر ہوئی، رسول اللہ ﷺ نمازِ عشاء پڑھ کر دولت خانہ میں تشریف لے گئے میں وہیں حاضر خدمت ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ! میرے ماں باپ آپ ﷺ پر فدا، وہ مشرک جس سے میں قرض لیا کرتا تھا، اُس نے مجھے ایسا ایسا کہا آپ ﷺ کے پاس اَدائے قرض کے لیے کچھ موجود نہیں اور نہ ہی میرے پاس کچھ بچا۔ وہ مجھ کو فضیحت کرے گا آپ ﷺ اِجازت دیں تو میں بھاگ کر مسلمانوں کے کسی قبیلے میں جا رہوں، جب ادائے قرض کے لیے خدا سامان کر دے گا تو واپس آ جاؤں گا۔ غرض میں اپنے گھر آ گیا، تلوار، تھیلا، جوتا اور ڈھال اپنے سرہانے رکھ لیے۔ صبح کاذب ہوتے ہی میں چلنے لگا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک شخص دوڑتا آ رہا ہے اور کہتا ہے بلالؓ، بلالؓ، رسول اللہ ﷺ تجھے یاد فرما رہے ہیں میں حاضر خدمت ہوا تو دیکھتا ہوں کہ چار لدے ہوئے اُونٹ بٹھائے ہوئے ہیں۔ میں اجازت لے کر حاضر خدمت ہوا آپ ﷺ نے فرمایا: ''مبارک ہو اللہ تعالیٰ نے اَدائے قرض کا سامان کر دیا۔ تم نے چار اُونٹ بیٹھے ہوئے دیکھے ہوں

Marfat.com

گے۔" میں نے عرض کیا کہ جی حضور۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ اُونٹ حاکم فدک نے بھیجے ہیں، غلہ اور کپڑے جو اُن پر ہیں تمہاری تحویل میں ہیں، ان کو بیچ کر قرض اُدا کرو۔"

میں نے تعمیل ارشاد کی، پھر میں مسجد میں آیا اور رسول اللہ ﷺ سے سلام عرض کیا، آپ ﷺ نے اُدائے قرض کا حال دریافت فرمایا کہ کچھ بچ تو نہیں رہا میں نے عرض کیا کہ ہاں کچھ بچ بھی رہا ہے فرمایا مجھے اس سے سبکدوش کرو، جب تک یہ ٹھکانے نہ لگے میں گھر نہیں جاؤں گا۔ آپ ﷺ جب نماز عشاء سے فارغ ہوئے تو مجھے بلا کر اُس بقیہ مال کا حال پوچھا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ خدا نے آپ کو سبکدوش کر دیا، لیکن کچھ مال ابھی بھی میرے پاس ہے کیونکہ کوئی سائل نہیں ملا۔ آپ حضور ﷺ نے وہ شب مسجد میں ہی گزاری۔ دوسرے روز نمازِ عشاء کے بعد مجھے پھر بلایا تو میں نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو مکمل طور پر سبکدوش کر دیا ہے۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے تکبیر کہی اور خدا کا شکر اُدا کیا، کہ مبادا موت آجائے اور وہ مال میرے پاس ہو (ابوداؤد)

............❖❖❖............

Marfat.com

شجاعت وقوت، عزم واستقلال

آنحضرت ﷺ کی قوت بدنی سب سے زیادہ تھی۔ غزوات میں جہاں بڑے بڑے دلاور و بہادر بھاگ جایا کرتے، لیکن آپ ﷺ ثابت قدم رہا کرتے۔ چنانچہ جنگ اُحد میں جب مسلمانوں کو قدرے ہزیمت ہوئی تو آپ حضور ﷺ اپنے جگہ پر قائم رہے، دشمنوں پر مسلسل تیر پھینکتے رہے جب گھمسان کا رَن پڑتا تو صحابہ کرامؓ حضور ﷺ کی آڑ میں پناہ ڈھونڈا کرتے اور ہم میں سے بہادر وہ ہوتا جو آپ ﷺ کے ساتھ دشمن کے مقابل کھڑا رہتا۔ (مسلم)

غزوہ احزاب میں جب صحابہ کرامؓ خندق کھود رہے تھے تو ایک جگہ زمین ایسی سخت ظاہر ہوئی کہ سب عاجز آ گئے۔ آپ ﷺ سے عرض کیا گیا تو بذات شریف خندق میں اُترے اور ایک کدال ایسا مارا کہ وہ سخت زمین ریگِ رواں کا ایک ڈھیر بن گئی۔ (بخاری)

اسی طرح جنگ حنین میں بھی چند جاں نثار آپ ﷺ کے ساتھ رہ گئے تھے اس حالت میں بھی آپ ﷺ نے اسی پر اکتفاء نہ کیا کہ اپنی جگہ پر قائم رہ کر مدافعت فرمائیں بلکہ اپنی خچر کو بار بار ایڑھ لگا کر دشمن کی طرف بڑھانا چاہا۔

رُکانہ بن عبد قریش میں سب سے طاقتور پہلوان تھا۔ وہ حضور نبی کریم ﷺ سے ملا، آپ ﷺ نے اس سے فرمایا: ''رُکانہ کیا تو خدا سے نہیں ڈرتا اور میری دعوتِ اسلام کو قبول نہیں کرتا۔'' رُکانہ نے کہا اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ جو کچھ آپ ﷺ فرماتے ہیں وہ سچ ہے تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آؤں۔ یہ سن کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''اگر میں تجھے کشتی میں پچھاڑ دوں تو کیا تو مان جائے گا کہ میں جو کچھ کہتا ہوں سچ ہے۔'' وہ بولا ''ہاں''، آپ ﷺ نے رکانہ کو پکڑتے ہی چاروں شانے چت گرا دیا۔ پھر دوبارہ کشتی لڑی گئی تو آپ ﷺ نے رُکانہ کو دوسری بار بھی پچھاڑ دیا۔ اس پر اُس نے کہا:

''محمد (ﷺ) آپ کا مجھے پچھاڑنا عجیب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو خدا سے ڈرے اور مجھ پر ایمان لائے تو میں اس سے بھی عجیب اُمر دکھا سکتا ہوں۔'' چنانچہ حضرت رکانہ فتح مکہ کے بعد ایمان لے آئے۔ (سیرت ابن ہشام)

اسی طرح آپ ﷺ نے ابوالاسود جمحی کو پچھاڑا تھا، وہ ایسا طاقت ور تھا کہ اُونٹ کی کھال پر کھڑا ہو جاتا دس جوان اس کھال کو اس کے پاؤں کے نیچے سے نکال لینے کی کوشش کرتے، وہ چمڑا پھٹ جاتا مگر اس کے پاؤں کے نیچے سے کھال

Marfat.com

نہ نکال سکتے تھے۔ اُس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا: ''اگر آپ (ﷺ) مجھے کشتی میں پچھاڑ دیں تو میں آپ ﷺ پر ایمان لے آؤں گا۔'' آپ ﷺ نے اُسے بھی پچھاڑ دیا مگر وہ بدبخت ایمان نہ لایا۔ (مواہب الدنیہ)

﴿ زُہد ﴾ آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک میں زُہد کا وصف بھی کمال درجہ کا تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے اہل بیتؓ نے کبھی دو روز مسلسل جو کی روٹی سیر ہو کر نہ کھائی۔ یہاں تک کہ آپ ﷺ اس دنیا سے پردہ فرما گئے۔ (مشکوٰۃ)

☆..... حضرت عائشہؓ کا ہی بیان ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو میرے گھر کے طاق میں سوائے آدھ پیمانہ جو کے اور کچھ بھی نہ تھا۔ (بخاری)

☆..... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کے وصال کے وقت آپؐ کی زرہ ایک یہودی کے پاس ۳۰ صاع جَو کے عوض گروی تھی، جو آپ ﷺ نے اہل و عیال کے نفقہ کے لیے حاصل کیے تھے۔ (بخاری)

☆..... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کسی غزوہ کے لیے تشریف لے گئے، میں آپ ﷺ کی واپسی کا انتظار کیا کرتی تھی، ہمارے ہاں ایک رنگین فرش تھا میں نے اُسے چھت کے ایک شہتیر پر لپیٹ دیا، جب آپ ﷺ غزوہ سے واپس تشریف لائے تو میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا ''السلام علیک یا رسول اللہ ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ، سب ستائش خدا کے لیے ہے جس نے آپ ﷺ کو شرف و بزرگی بخشی۔'' میں نے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک پر کراہت کے آثار پائے۔ آپ ﷺ نے اُس فرش کو پھاڑ ڈالا اور فرمایا: ''خدا نے جو کچھ ہمیں دیا ہے اُس کے بارے میں ہمیں یہ حکم نہیں دیا کہ اینٹ، پتھر کو پہنادیں۔'' پس میں نے اُس فرش کے دو تکیے بنا لیے اور اُن میں کھجور کی چھال بھر دی۔ حضور ﷺ نے اُس پر اعتراض نہ فرمایا۔

☆..... حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ہمارے ہاں ایک پردہ تھا، جس پر پرندوں کی تصویریں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''اے عائشہؓ اس کو بدل ڈالو، کیونکہ جب میں اس کو دیکھتا ہوں تو دُنیا یاد آتی ہے۔'' (مشکوٰۃ)

☆..... آنحضرت ﷺ کا یہ زُہد اختیاری تھا۔ اللہ تعالیٰ نے تو زمین کے خزانوں کی کنجیاں آپ ﷺ پر پیش کیں آپ ﷺ کی ہمتِ عالی نے عبودیت و زُہد کو پسند فرمایا آپ ﷺ فرماتے ہیں: ''میرے پروردگار نے مجھ سے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو تیرے واسطے وادی مکہ کو سونا بنادوں۔'' مگر میں نے عرض کیا: ''اے میرے پروردگار! میں یہ نہیں چاہتا بلکہ یوں چاہتا ہوں کہ ایک دن سیر ہو کر کھاؤں اور دوسرے روز بھوکا رہوں۔ جب بھوکا رہوں تیرے آگے زاری و عاجزی کروں اور جب سیر ہو جاؤں تو تیری حمد و تیرا شکر ادا کروں۔''
(مواہب الدنیہ، طبرانی، جامع ترمذی)

☆..... حضور ﷺ کو نمایاں فتوحات، بے شمار مال غنیمت آنے کے باوجود خود زُہد کی زندگی بسر فرماتے، یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کا وصال شریف ہوا تو بدن مبارک پر صرف کملی اور تہبند تھا۔ کملی میں پیوند پر پیوند لگے ہوئے تھے۔ تہبند کا

Marfat.com

کپڑا بھی پیوندوں کی کثرت سے موٹا ہو گیا تھا۔ (بخاری)

﴿خوف وعبادت﴾ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے معرفت الٰہی کا علم سب سے زیادہ عطا کیا تھا۔ بدیں وجہ آپ ﷺ سب سے زیادہ خدا ترس اور عبادت کرنے والے تھے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فرمایا: ''قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، اگر تمہیں معلوم ہوتا جو مجھے معلوم ہے تو تم البتہ زیادہ روتے اور تھوڑا ہنستے۔ (بخاری)

☆......آپ ﷺ کی عبادت کا یہ عالم تھا کہ کثرت قیامِ شب کے باعث آپ ﷺ کے پاؤں مبارک پر وَرم آ جاتی ایسے میں صحابہ کرامؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ یہ تکلیف ومحنت کیوں اُٹھاتے ہیں، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے تمام گناہ بخش دیئے ہیں۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' (شمائل ترمذی)

☆......حضرت عائشہ صدیقہؓ فرماتی ہیں: ''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ تمام رات نماز میں کھڑے رہے اور قرآن مجید کی ایک ہی آیت کو مسلسل پڑھتے رہے۔'' (شمائل ترمذی)

☆......حضرت حذیفہؓ بن یمان کا بیان ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو رات کے ایک حصے میں نماز پڑھتے دیکھا، آپ ﷺ یوں پڑھا کرتے تھے: اللہ اکبر تین بار۔ ذوالملک والجبروت والکبریاء والعظمۃ پھر دُعائے استفتاح پڑھتے بعد ازاں آپ ﷺ نے سورۃ فاتحہ کے بعد سورۃ بقرہ پڑھ کر رکوع کیا۔ آپ ﷺ کا رکوع طوالت میں مانند قیام تھا اور رکوع میں ''سبحان ربی العظیم'' پڑھتے پھر آپ ﷺ نے رکوع سے سر اُٹھایا تو آپ ﷺ کا قومہ مانند رکوع کے تھا اور آپ ﷺ اس میں ''ربنا لک الحمد'' پڑھتے تھے۔ پھر آپ ﷺ نے سجدہ فرمایا آپ ﷺ کا سجدہ مانند قومہ تھا، آپ ﷺ سجدہ میں ''سبحان ربی الاعلیٰ'' اور ''ربّ الغفر لی، ربّ الغفر لی'' پڑھتے آپ ﷺ دو سجدوں کے درمیان مانند سجدہ کے بیٹھتے اس طرح آپ ﷺ نے چار رکعتیں ادا فرمائیں اور اُن میں سورۃ بقرہ، آل عمران، نساء، مائدہ اور انعام ختم کیں۔ (ابوداؤد)

☆......حضرت عبداللہؓ بن الشخیر روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا خوف الٰہی کمال درجہ کا تھا۔ ایک روز میں نے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کی سعادت پائی، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ نماز پڑھ رہے ہیں اور رُونے کے سبب آپ ﷺ کے شکم مبارک سے تابنے کی دیگ کے جوش کی مانند آواز آ رہی ہے۔ (ترمذی)

☆......رسول اللہ ﷺ سے متعلق اُن کی عبادت گزاری کے عمل کو بیان کرنا ممکن ہی نہیں، اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب نبی کریم ﷺ کی عبادت گزاری کو دیکھتے ہوئے قرآن پاک کی سورۃ مزمل آیت اوّل میں فرمایا: ''اے چادر لپیٹنے والے! رات کو (نماز کے لیے) قیام فرمایا کیجئے، مگر تھوڑا، نصف رات یا کم کر لیا کریں، اس سے بھی تھوڑا سا۔'' اللہ تعالیٰ نے اپنے پیارے محبوب ﷺ کو یا ایہا المزمل کے خطاب سے نوازا اس نوازش کا سبب کیا ہے، اس بارے میں حضرت ابن عباسؓ کا یہ قول ہے: ''کہ جب غار حرا میں جبرائیلؑ نے خدمت اقدس میں حاضر ہو کر ''اقراء'' کا فرمان رَبی سنایا تو اُس حیرت انگیز واقعہ سے خوف اور دہشت سی طاری ہوگئی اور جسم مبارک لرزنے لگا، اسی حالت

Marfat.com

میں حضور نبی کریم ﷺ اپنے گھر تشریف لائے اور حضرت خدیجہؓ سے فرمایا: زملونی، زملونی (مجھے چادر اُڑھا دو، مجھے چادر اُڑھا دو) جب حضور ﷺ چادر لپیٹ چکے تو جبرائیلؑ فوراً حاضر ہوئے اور پھر ''یاایہا المزمل'' کے خطاب سے وحی کا آغاز کیا۔'' اہل عرب کا یہ دستور ہے کہ جب کسی کے ساتھ لطف ومحبت کا اظہار کرنا ہو تو جس حالت میں وہ ہو اسی سے اسم مشتق کر کے اس کو خطاب کرتے ہیں۔ عارف کامل حضرت خواجہ یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ نے اس آیت مذکورہ کا یوں ترجمہ کیا ہے:

''اے آراستہ بالباس پیغمبری! رسالت کی خلعت فاخرہ زیب تن فرمانے والے''

پس اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی بندگی وعبادت کے پیش نظر اُنہیں یہ اختیار عطا فرمادیا کہ تھوڑا سا وقت آرام بھی فرمایئے، پھر تھوڑے وقت کا تعین یوں فرمایا یعنی نصف رات، لیکن نصف شب میں اگر تھوڑی سی کمی یا تھوڑی سی زیادتی (یا اضافہ) ہو جائے تو کوئی مضائقہ نہیں۔

﴿امانت وعدل﴾ رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عادل وامین تھے۔ عالم طفولیت سے ہی جب مائی حلیمہؓ نے آپ ﷺ کو پہلے پہل گود میں لیا تو آپ ﷺ نے صرف داہنی چھاتی سے دودھ پیا اور دوسری چھاتی اُن کے شیر خوار بچے کے لیے چھوڑ دی۔ (ابو یعلی طبرانی)

☆...... رسول اکرم ﷺ غنائم حنین تقسیم فرما رہے تھے تو ذوالخویصرہ ''راس الخوارج'' نے کہا کہ، یارسول اللہ! عدل کیجئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تجھ پر افسوس، میں اگر عدل نہ کروں تو اور کون کرے گا۔! اگر میں عادل نہیں تو تُو نا اُمید وزیاں کار ہے''

☆...... آنحضرت ﷺ نے ایک شخص سے کچھ کھجوریں اُدھار لیں، جب اس نے تقاضا کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''آج ہمارے پاس کچھ نہیں، مہلت دیجئے کہ کچھ آجائے تو اَدا کردوں۔'' یہ سن کر وہ بولا، آہ! بے وفائی۔ اس پر حضرت عمر فاروقؓ کو غصہ آگیا آپ ﷺ نے فرمایا: ''عمرؓ! صاحب حق ایسا ویسا کہا کرتا ہے'' پھر آپ ﷺ نے حضرت خولہ بنت حکیم انصاریہ سے کھجوریں منگوا کر اُس شخص کے حوالہ کیں۔ (معجم صغیر طبرانی)

☆...... حضرت ابو محذورہ اسلمیؓ کا بیان ہے کہ مجھ پر ایک یہودی کا چار درہم قرض تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب رسول اللہ ﷺ غزوہ خیبر کا اِرادہ فرما رہے تھے۔ یہودی نے قرض کی واپسی کا تقاضا کیا تو میں نے اُس سے مہلت مانگی، اس نے مہلت نہ دی اور مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے دو بار فرمایا: ''اس کا حق ادا کرو۔'' میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ آپ مہم خیبر کا اِرادہ فرمارہے ہیں، شاید ہمیں وہاں سے کچھ مال غنیمت ہاتھ آجائے آپ ﷺ نے فرمایا: ''اُس کا حق ادا کرو'' آپ حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کسی بات کے لیے تین بار فرمادیتے تو پھر کوئی عذر قبول نہ کیا جاتا، میرے بدن پر ایک تہبند اور عمامہ تھا، چنانچہ میں نے قرض خواہ یہودی سے کہا اس تہبند کو مجھ سے خرید لو، چنانچہ اُس نے میرا تہبند چار درہم میں خرید لیا۔

Marfat.com

☆......حضرت سرقؓ ایک صحابی تھے جب اُن سے اس نام کی وجہ تسمیہ پوچھی گئی تو کہنے لگے کہ ایک بدو دواُونٹ لے کر آیا میں نے وہ اُونٹ خرید لیے اور رقم لانے کے بہانے سے اپنے گھر میں داخل ہوا، گھر کے عقبی دروازے سے نکل گیا، پھر اُونٹوں کو فروخت کر کے اپنی حاجت پوری کر لی، میرا خیال تھا کہ بدو جا چکا ہوگا، لیکن جب میں گھر آیا تو دیکھا وہ بدو میری اِنتظار میں تھا۔ اب وہ مجھے پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں لے گیا اور سارا واقعہ بیان کیا۔ آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ: ''تم نے ایسا کیوں کیا۔؟'' میں نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ میں نے اُونٹوں کو بیچ کر اپنی حاجت رَوائی کی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''بدو کو قیمت ادا کردو'' میں نے پھر عرض کیا کہ میرے پاس کچھ نہیں آپ ﷺ نے فرمایا: ''تو سرق ہے'' پھر بدو سے فرمایا کہ: ''تم اس (سرق) کو بیچ کر اپنی قیمت پوری کرلو''

چنانچہ لوگوں نے اس سے میری قیمت پوچھنا شروع کر دی، وہ بدوی اُن سے کہتا تھا کہ تم کیا چاہتے ہو۔؟ لوگوں نے کہا کہ ہم اس کو خرید کر آزاد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر بدوی نے کہا میں تمہاری نسبت ثواب کا زیادہ مستحق وخواہاں ہوں۔ پھر اُس نے مجھ سے کہا کہ جاؤ میں نے تم کو آزاد کر دیا۔ (مستدرک حاکم)

☆......خاندان بنو مخزوم کی ایک عورت نے چوری کی، مقدمہ رسالت مآب نبی کریم ﷺ کی خدمت میں لایا گیا، قریش نے چاہا کہ وہ ''حد'' سے بچ جائے اُنہوں نے حضرت اُسامہ بن زیدؓ سے جو رسول اللہ ﷺ کے محبوبِ خاص تھے، درخواست کی کہ آپ سفارش کیجئے، چنانچہ اُسامہؓ نے رسول اللہ ﷺ سے سفارش کی۔ آپ حضور ﷺ نے فرمایا:

''کیا تم حد میں سفارش کرتے ہو، تم سے پہلے لوگ (بنی اسرائیل) اسی سبب سے تباہ ہوئے کہ وہ غریبوں پر حد جاری کرتے اور امیروں کو چھوڑ دیتے خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (ﷺ) بھی ایسا کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔''

(صحیح بخاری)

☆......رسول اللہ ﷺ ایک روز غنیمت تقسیم فرما رہے تھے، ایک شخص آیا وہ آپ ﷺ پر جھک گیا، آپ ﷺ نے کھجور کی سوکھی شاخ سے (جو آپ ﷺ کے دست مبارک میں تھی) اُس کو ذرا سا ''ٹھوکا'' دیا۔ جس سے اُس شخص کے منہ پر خراش آ گئی۔ تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''تم مجھ سے قصاص لے لو۔'' اُس شخص نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ میں نے معاف کر دیا۔ (ابوداؤد)

☆......ایک بار رسول اللہ ﷺ کے بدن مبارک پر ایک قطری موٹا جوڑا تھا۔ پسینہ مبارک سے وہ جوڑا بوجھل ہو جاتا ایک یہودی کے ہاں شام سے کپڑے آئے تو حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا کہ آپ ﷺ کسی کے ہاتھ اُس یہودی سے ایک جوڑا لباس قرض منگوا لیں۔ جب آپ ﷺ کا آدمی یہودی کے پاس پہنچا تو اُس نے کہا: ''میں سمجھا مطلب یہ ہے کہ میرا مال بلادام یونہی اُڑا لیں گے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس نے جھوٹ کہا، اُسے معلوم ہے کہ میں سب سے زیادہ پرہیز گار اور سب سے زیادہ امانت کے اَدا کرنے والا ہوں۔''

☆......حضرت علیؓ روایت کرتے ہیں کہ ایک بار ابوجہل نے آنحضرت ﷺ سے کہا ہم تم کو جھوٹا نہیں کہتے، لیکن جو کتاب

Marfat.com

(شریعت) تم لائے ہو اس سے ہم انکار کرتے ہیں۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ پر سورۃ الانعام آیت :۳۳ نازل فرمائی: "وہ تجھ کو جھوٹا نہیں کہتے لیکن ظالم خدا کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں۔"

☆...... آنحضرت ﷺ کو اعلان نبوت کا حکم آیا تو آپ ﷺ نے کوہِ صفا پر چڑھ کر پکارا تو قریش جمع ہو گئے آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا: "بتاؤ اگر میں تم سے یہ کہوں کہ وادی مکہ سے سواروں کا لشکر تمہیں تخت وتاراج کرنا چاہتا ہے تو کیا تمہیں یقین آجائے گا۔" وہ بولے ہاں، کیونکہ ہم نے آپ ﷺ کو سچ بولتے سنا ہے۔

☆...... آپ ﷺ نے تبلیغ دین کا فرض نہایت دیانتداری سے انجام دیا۔ آپ ﷺ شب وروز تبلیغ اسلام میں مصروف رہے۔ قرآنی آیات پڑھ کر سناتے، جب رات کی تاریکی پھیل جاتی اور ہر طرف سناٹا چھا جاتا تو رسول مکرم ﷺ بارگاہِ الٰہی میں حاضر ہوتے کبھی دست بستہ کھڑے ہو کر، کبھی سر بسجود ہو کر نہایت سوز وگداز سے اپنی قوم کی ہدایت کے لیے اِلتجائیں کرتے، اس کے باوجود قریش کی ہٹ دھرمی میں اِضافہ ہی ہوتا رہا۔ جس کی وجہ سے آپ ﷺ کی طبیعت ملول رہنے لگی تو اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "اے نبی (ﷺ) تم کیوں رنجیدہ خاطر اور ملول کیوں رہتے ہو، آپؐ نے اپنا فرض اَدا کر دیا، یہ اُن کی عقل کا قصور ہے کہ وہ حق کو قبول نہیں کر رہی، تم چاہتے ہو کہ اُن میں سے کوئی بھی گمراہ نہ ہو، سب ہدایت یافتہ ہو جائیں اور ایسا کرنا ہمارے لیے مشکل نہیں، ہم اُنہیں ایسی نشانی دِکھانے پر قادر ہیں جس کو دیکھ کر اُن کی گردنیں جھک جائیں اور اسلام قبول کرنے کے سوا اُن کے پاس کوئی چارہ کار نہیں۔"

﴿حسن عہد وفا﴾ حضرت ابورافعؓ ایک قبطی غلام تھے وہ مکہ میں رہتے تھے اُنہوں نے بیان کیا کہ قریش نے مجھے سفیر بنا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجا۔ جب میں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو میرے دِل نے اسلام کی صداقت کو تسلیم کر لیا۔ میں نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: "یا رسول اللہ ﷺ میں واللہ! کبھی قریش کے پاس لوٹ کر نہ جاؤں گا۔" یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: "میں عہد شکنی نہیں کرتا اور نہ قاصدوں کو اپنے پاس روکتا ہوں، تم لوٹ جاؤ اگر وہاں بھی تمہارے دِل میں صداقت اسلام رہی تو واپس آجانا۔" ابورافعؓ کا قول ہے کہ میں واپس چلا گیا، پھر دوبارہ نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر ایمان لایا۔ (ابوداؤد)

☆...... آنحضرت ﷺ عہد شکنی کو بہت برا تصور فرماتے آپ ﷺ نے فرمایا جو شخص کسی غیر مسلم معاہد (ذمی) کو قتل کرے گا وہ بہشت کی بُو نہ سونگھے گا۔ حالانکہ جنت کی مہک چالیس سال کی مسافت سے آئے گی۔

☆...... حضرت عبداللہ بن ابی الحمساءؓ بیان کرتے ہیں کہ میں نے بعثت سے پہلے نبی کریم ﷺ سے کوئی چیز خریدی، اس کی قیمت میں سے کچھ میرے ذمے باقی رہا۔ میں نے آپ ﷺ سے وعدہ کیا کہ میں باقی قیمت لے کر اسی جگہ آپ ﷺ کے پاس آتا ہوں۔ چنانچہ میں چلا گیا اور اپنا وعدہ بھول گیا۔ تین راتوں کے بعد مجھے یاد آیا، میں بقیہ رقم لے کر آیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ حضور نبی کریم ﷺ اسی جگہ بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: "اے نوجوان! بے شک تو نے مجھے مشقت میں ڈال دیا۔ (ابوداؤد)

Marfat.com

عفت وحیاء حضور نبی کریم ﷺ کی پاک دامنی کا ذکر کس زبان سے کیا جائے۔ عالم کائنات میں آپ ﷺ عفت وحیاء کے کوہ پیکر تھے آپ ﷺ نے کبھی کسی خاتون کو جس کے آپ ﷺ مالک نہ تھے کبھی نہیں چھوا۔ حیاء وہ وصف ہے جس کے ذریعے انسان قبیح شرعیہ کے اِرتکاب سے بچتا ہے۔ اس ضمن میں حضرت ابوسعید خدریؓ نے بیان کیا کہ: ''رسول اللہ ﷺ پردہ والی دوشیزہ سے زیادہ حیاء والے تھے۔'' جب آپ ﷺ کسی اَمر کو ناپسند فرماتے تو ہم اُسے آپ ﷺ کے چہرہ مبارک سے پہچان لیا کرتے تھے'' (شمائل ترمذی)

...................❖❖❖...................

Marfat.com

معجزات نبوی ﷺ

............❖❖❖............

زمانۂ جاہلیت میں بھی فصاحت وبلاغت میں عرب قوم کا وہ مقام تھا جو کسی اور قوم کو نصیب نہ ہوا۔ وہ محافل ومجالس میں فی البدیہہ خطبے پڑھ دیا کرتے، اعلیٰ مقاصد کے حصول میں سحر بیانی سے کام لیتے۔ اس فن سے وہ بزدل کو دلیر، بخیل کو سخی، ناقص کو کامل، گمنام کو نامور اور مشکل معاملات کو آسانی میں تبدیل کرنے میں مہارت رکھتے تھے۔ مداح سے شریف اور ہجو سے وضیع بنا دیتے۔ فصاحت وبلاغت سے ہی کینہ دیرینہ کو دلوں سے دُور کر دیتے اور بیگانوں کو اپنا بنا لیتے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ دُنیائے سخن کے ہم مالک ہیں اور میدانِ فصاحت وبلاغت کے وہی شہسوار ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا سب سے اعلیٰ ترین معجزہ آنحضرت ﷺ پر نزول قرآن پاک ہے۔ جو تا قیامت قائم رہے گا اور جو ہر دور میں لاکھوں بلکہ کروڑوں مسلمانوں کے دل ودماغ میں محفوظ ہے۔ جس کی ادائیگی میں حفاظ کرام تو کیا عام قاری بھی زیر زبر کی غلطی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ یہ امر بذات خود ایک معجزہ ہے خالق کائنات نے سب سے پہلے حضور نبی کریم ﷺ کا نور مبارک پیدا فرمایا، اس کے بعد قلم بنایا، پھر کائنات کی تخلیق کا سلسلہ جاری ہوا۔ قرآنی احکامات کے مطابق آیات کا ترجمہ تحریر ہے:

☆...... ''کیا اُنہیں یہ کافی نہیں کہ ہم نے آپ (ﷺ) پر اُتاری ہے کتاب (قرآن حکیم) جو اُنہیں پڑھ کر سنایا جاتا ہے، اے حبیبؐ! یہ کس نشانی اور معجزہ کا مطالبہ کر رہے ہیں کیا قرآن حکیم سے بڑھ کر بھی کوئی نشانی اور کوئی دوسرا معجزہ اُنہیں درکار ہے، اگر یہ لوگ اس سے نصیحت قبول نہیں کرتے تو پھر کسی معجزے سے انہیں ہدایت پانے کی کوئی اُمید نہیں۔'' (سورۃ العنکبوت، آیت:۵۱)

☆...... ''بڑی (خیر) وبرکت والا ہے وہ جس نے اُتارا الفرقان اپنے محبوب بندے پر تاکہ وہ بن جائے سارے جہان والوں کو (غضب الٰہی) سے ڈرانے والا۔'' (سورۃ الفرقان، آیت:۱)

☆...... اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''پس میں قسم کھاتا ہوں اُن چیزوں کی جنہیں تم دیکھتے ہو اور جنہیں تم نہیں دیکھتے، بے شک یہ قول ہے ایک عزت والے رسول کا اور یہ کسی شاعر کا کلام نہیں لیکن تم بہت کم ایمان لاتے ہو اور نہ ہی یہ کسی کاہن کا قول ہے تم لوگ

Marfat.com

بہت کم توجہ کرتے ہو بلکہ یہ نازل شدہ ہے رَبّ العالمین کا، اگر وہ خود گھڑ کر بعض باتیں ہماری طرف منسوب کرتا تو ہم اُن کا دایاں ہاتھ پکڑ لیتے اور کاٹ دیتے اس کی رگِ دل پھر تم میں سے کوئی بھی ہمیں روکنے والا نہ ہوتا اور بے شک یہ تو ایک نعمت ہے پرہیز گاروں کے لیے اور ہم خوب جانتے ہیں کہ تم میں سے بعض جھٹلانے والے ہیں اور یہ بات باعث حسرت ہوگی کفار کے لیے اور بے شک یقیناً یہ حق ہے پس اے حبیب (ﷺ) آپ تسبیح کریں اپنے رَبّ کی جو عظمت والا ہے" (سورۃ الحاقہ آیت ۳۸ تا ۵۳)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جس کی نبوت کو ہم معجزات اور دلائل سے ثابت کر دیں وہ اپنے رب کے کلام میں ہرگز ملاوٹ نہیں کر سکتا، ایسا ہرگز ہرگز نہیں ہوتا اور اگر بخیال کفار نبی سے یا کسی پیغمبر سے ایسا ہو جائے تو عذابِ الٰہی بلا توقف اُسے فنا کے گھاٹ اُتار دیتا ہے غیرتِ خداوندی اپنے مقربین سے اس قسم کی غلطی کو برداشت نہیں کرتی۔

☆......"کہہ دو اگر اکٹھے ہو جائیں سارے انسان اور سارے جن اس بات پر کہ لے آئیں اس قرآن کی مثل تو ہرگز نہیں لا سکیں گے اس کی مثل، اگر چہ وہ ہو جائیں ایک دوسرے کے مددگار۔" (سورۃ بنی اسرائیل آیت:۸۸)

یہ اعجاز اللہ تعالیٰ نے قرآن کو عطا کیا اور قرآن نازل فرمایا نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس پر تو ثابت ہو گیا کہ قرآن پاک کی کوئی مثل نہیں، جب قرآن پاک کی کوئی مثل نہیں تو جس پر یہ قرآن اُتارا گیا اُس کی بھی کوئی مثل نہیں، وہ رحمت اللعالمین نبی آخر الزمان ﷺ ہیں۔

☆......"کیا کفار کہتے ہیں کہ اس نے یہ قرآن خود گھڑ لیا ہے، آپ (ﷺ) فرمایئے (اگر ایسا ہے) تو تم بھی لے آؤ دس سورتیں اس جیسی گھڑی ہوئی۔" (سورۃ ہود آیت:۱۳)

کفار کے دہرائے جانے والے اعتراض کہ "یہ کلام الٰہی نہیں" کے جواب میں کہ تم ملک سخن کے بادشاہ ہو فصاحت و بلاغت میں تمہارا سکہ چلتا ہے سب مل کر ایسا کلام بنا کر دکھاؤ اگر سارا کلام نہیں بنا سکتے تو صرف دس سورتیں ہی بنا کر دکھا دو۔

☆......اور نہیں ہے یہ قرآن کہ گھڑ لیا گیا ہو (اللہ تعالیٰ کی وحی آئے بغیر) بلکہ یہ تو تصدیق کرنے والا ہے اُس وحی کی جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہے اور الکتاب کی تصدیق ہے، ذرہ شک نہیں اس میں کہ یہ رَبّ العالمین کی طرف سے اُتری ہے، کیا یہ (کافر) کہتے ہیں کہ اس (محمدؐ) نے خود گھڑ لیا ہے اسے، آپ (ﷺ) فرمایئے پھر تم بھی لے آؤ ایک سورۃ اس جیسی اور (امداد کے لیے بلا لو) جن کو تم بلا سکتے ہو۔" (سورۃ یونس آیت:۳۷،۳۸)

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "نبیوں میں کوئی بھی نبی نہیں مگر یہ کہ معجزات میں سے اُسے ایسا معجزہ عطا ہوا کہ جس کی صفت یہ ہے کہ اسے دیکھ کر لوگ ایمان لائیں اور سوائے اس کے نہیں کہ مجھے جو معجزہ عطا ہوا وہ وحی ہے جو اللہ تعالیٰ نے میری طرف بھیجی ہے، اس لیے میں اُمید کرتا ہوں کہ قیامت کے دن میں اُمت کے لحاظ سے ان سے زیادہ ہوں گا"۔ (متفق علیہ)

Marfat.com

خلاصہ کلام یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی نبوت قرآن مجید پر مبنی ہے اور قرآن مجید مجموعۂ معجزات ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ کی تمام زندگی قرآن کریم کے متعین کردہ اصولوں کے مطابق بسر ہوئی اس لیے حضور نبی کریم ﷺ کی حیات مبارکہ بلا شک وشبہ معجزہ ہے۔

﴿رُوحِ انور و مادۂ اطہر﴾ حضور نبی کریم ﷺ کا نور انُ پُر انوارُ الانبیاء تھا اور جسم مبارک کا مادہ بھی بہت لطیف ترین تھا۔ حضرت کعب اَحبارؓ سے منقول ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو پیدا کرنا چاہا تو حضرت جبریلؑ کو حکم دیا کہ سفید مٹی لاؤ۔ تعمیل حکمِ ربّی میں جبریلؑ بہشت کے فرشتوں کے ساتھ زمین پر اُترے اور آپ ﷺ کی قبر شریف والی جگہ سے مٹھی بھر کر خاک سفید چمکتی دمکتی اُٹھا لائے، پھر اس مشت خاک کو بہشت کے چشمہ تسنیم کے پانی سے گوندھا گیا یہاں تک کہ وہ خاک پاک سفید موتی کی مانند ہوگئی جس کی بڑی شعاعیں تھیں۔ پھر فرشتے اُسے لے کر عرش وکرسی کے گرد آسمانوں اور زمین پر پھرے، یہاں تک کہ تمام فرشتوں نے آپ ﷺ کی رُوح انور اور مادۂ اطہر کو آدم علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے پہچان لیا ایسا معجزہ کسی نبی/رسول کے لیے رُونما نہیں ہوا۔

اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اپنے محبوب حضور نبی کریم ﷺ کے نور کو اُن کی پشت مبارک میں بطور ودیعت رکھا، چنانچہ اس نور کے اَنوار حضرت آدم علیہ السلام کی پیشانی پر ایسے نمایاں تھے جیسے آفتاب آسمان میں اور چاند اندھیری رات میں حضرت آدمؑ سے عہد لیا گیا کہ یہ نورِ انوار پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوا کرے۔ اسی لیے جب حضرت آدمؑ، حضرت حواؑ سے مقاربت کا اِرادہ کرتے تو اُنہیں پاک اور پاکیزہ ہونے کی تاکید فرماتے یہاں تک کہ وہ نور حضرت حواؑ کے رحم میں منتقل ہوگیا۔ اس وقت جو انوار حضرت آدمؑ کی پیشانی میں تھے وہ انوار حضرت حواؑ کی پیشانی میں نمودار ہوگئے۔ ایامِ حمل میں حضرت آدمؑ نے بپاس تعظیم واَدب حواؑ سے مقاربت ترک کر دی۔ یہاں تک کہ حضرت شیث علیہ السلام پیدا ہوئے تو وہ نور اُن کی پشت میں منتقل ہوگیا۔ یہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کرامت تھی، کہ حضرت شیثؑ اکیلے پیدا ہوئے، جبکہ مائی حواؑ کے اِسی بطن سے بعد میں جوڑا جوڑا پیدا ہوتا رہا جو لڑکی اور لڑکا ہوتے تھے۔ اس طرح یہ نورِ پاک پاک پشتوں سے پاک رحموں میں منتقل ہوتا ہوا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد حضرت عبداللہؓ تک پہنچا پھر یہ نور آپ حضور ﷺ کی والدہ حضرت آمنہؓ کے رحم پاک میں منتقل ہوا۔ اسی نور کے ذریعے حضور ﷺ کے تمام آباؤ اَجداد نہایت حسین وجمیل اور مرجع خلائق ہوئے۔ اِسی نور کے وسیلہ سے حضرت آدمؑ کی توبہ قبول ہوئی، اِسی نور کے وسیلے سے نوحؑ کی کشتی طوفان سے محفوظ رہی، اِسی نور کے باعث آتش نمرود ٹھنڈی ہوئی اور اِسی نور کے وسیلہ سے حضرت اسماعیلؑ کی قربانی منظور ہوئی۔

﴿بچپن کے معجزات﴾ آپ محمد (ﷺ) بوقت ولادت بدن مبارک پاکیزہ، تیز بوئے کستوری کی مانند خوشبودار، ختنہ کیے ہوئے، ناف بریدہ، چہرہ چودھویں کے چاند کی طرح نورانی، آنکھیں قدرت الٰہی سے سرگیں، شانوں کے درمیان مہر نبوت درخشاں تھی۔ ستارے جھک کر آپؐ کے قریب آگئے، ان کے نور سے حرم شریف کی زمین اور ٹیلے روشن ہوگئے۔ ملک شام کے قیصری محل نظر آئے، شیطان کا آسمانوں پر جانا بند ہوا، آسمانوں کی حفاظت شہاب ثاقب سے کر دی گئی۔ مدائن میں

Marfat.com

محل کسریٰ پھٹ گیا اور اس کے چودہ کنگرے منہدم ہوگئے، فارس کے آتش کدے سرد پڑ گئے، کوشش کے باوجود آگ نہ جلی۔ بحیرہ ساوہ جہاں شرک و بت پرستی ہوا کرتی وہ بالکل خشک ہوگیا۔ کوفہ و شام کے درمیان وادی سماوا کی ندی جو خشک پڑی تھی لبالب بہنے لگی۔

تولد شریف کو ہوئے ابھی دو چار روز ہی گزرے تھے کہ قبیلے کی خواتین حضرت آمنہؓ کے پاس آئیں اور دریافت کیا کہ تم ساری رات چراغ روشن کیے رکھتی ہو، کیا بات ہے، جواب میں بی بی آمنہؓ نے فرمایا ایسی کوئی بات نہیں، دراصل کمرے میں روشنی چراغ کی نہیں بلکہ تولد شریف کے بعد آپ (ﷺ) کے پاکیزہ اور مطہر جسم سے نکلنے والی نور کی شعاؤں کی روشنی ہوتی ہے۔

حضرت مائی حلیمہؓ کا قبیلہ بنو سعد تھا، اس وقت وہاں سخت قحط تھا مگر مائی حلیمہؓ کے مویشی سیر ہو کر آتے اور خوب دودھ دیتے، رضاعت کے دوران بھی بادل آپؐ پر سایہ کیے رکھتا۔

﴿شق صدر﴾ آپ (ﷺ) کی عمر مبارک اڑھائی، تین سال کے درمیان ہوگی تو پہلی بار آپؐ کا سینہ مبارک چاک کیا گیا، دوسری بار 581ء عیسوی میں شیطان کے وسوسوں سے محفوظ رکھنے کے لیے سینہ مبارک کو کھولا گیا مقصد یہ تھا کہ بچپن ہی سے اَخلاق حمیدہ پرورش پائیں اور کامل ترین اَوصاف پر جوان ہوں۔ تیسری مرتبہ 610ء میں جب آپ کی عمر مبارک تقریباً ۴۰ سال ہو چکی تھی غار حراء میں بعثت کے وقت ایسا ہی واقعہ ہوا۔ تاکہ آپ ﷺ وحی کے بوجھ کو برداشت کر سکیں اور چوتھی بار 620ء میں بر موقع شب معراج میں بھی سینہ مبارک کو شق کیا گیا تاکہ آپ ﷺ مناجات کے لیے تیار ہو جائیں۔ آپ ﷺ کی ولادت مبارک والے سال جزیرہ نما عرب میں بچوں کی پیدائش ہوئی تو تمام بچے لڑکے پیدا ہوئے۔ ملک بھر میں کسی لڑکی کی پیدائش نہ ہوئی۔ صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں بنی آدم کے بہترین طبقات سے بھیجا گیا ہوں، ایک قرن بعد دوسرے قرن کے یہاں تک کہ میں اس قرن سے ہوا جس سے کہ ہوا۔'' صحیح حدیث مسلم میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے کنعانہ کو برگزیدہ بنایا اور کنعانہ میں سے قریش کو اور قریش میں سے بنی ہاشم کو اور بنی ہاشم میں سے ''مجھ'' کو برگزیدہ بنایا۔ حدیث ترمذی شریف میں باسند حسن آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کیا تو ''مجھ'' کو ان کے سب سے اچھے گروہ میں بنایا، پھر قبیلوں کو چُنا تو ''مجھ'' کو سب سے اچھے قبیلہ میں بنایا پھر گھروں کو چُنا تو ''مجھے'' ان کے سب سے اچھے گھر میں بنایا۔ پس ''میں'' رُوح و ذات اور اصل کے لحاظ سے اُن سب سے اچھا ہوں

''اور یاد کرو جب لیا اللہ تعالیٰ نے انبیاءؑ سے پختہ وعدہ کہ قسم ہے تمہیں اس کی جو دوں میں تم کو کتاب اور حکمت سے، پھر تشریف لائے تمہارے پاس وہ رسول جو تصدیق کرنے والا ہو ان (کتابوں) کو جو تمہارے پاس ہیں، تو تم ضرور ایمان لانا اس پر اور ضرور مدد کرنا اس کی (پھر فرمایا) کیا تم نے اِقرار کیا؟ اور اُٹھا لیا تم نے اس پر میرا بھاری ذمہ۔ سب نے عرض کی ہم نے اِقرار کیا (اللہ نے فرمایا) تو گواہ رہنا اور میں (بھی) تمہارے ساتھ گواہوں میں سے ہوں۔'' (سورۃ آل عمران:۸۱)

آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک نبی سے پختہ وعدہ لیا کہ اگر اس کی زندگی میں سرور دو

Marfat.com

عالم ﷺ تشریف فرما ہوں تو اس نبی پر لازم ہے کہ وہ حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لا کر آپ ﷺ کی اُمت میں شمولیت کا شرف حاصل کرے اور ہر طرح سے حضور نبی کریم ﷺ کے دین کی تائید و نصرت کرے، پھر تمام انبیاءؑ نے یہی عہد اپنی اپنی اُمتوں سے لیا۔ اس عہد کی تکمیل سفر معراج کے دوران ہوئی جب تمام انبیائے کرامؑ نے حضور نبی کریم ﷺ کی امامت میں مسجد اقصیٰ میں نماز ادا فرمائی۔ پھر آسمانوں کی سیر، انبیاءؑ سے ملاقات، سدرۃ المنتہیٰ تک اور پھر اس سے آگے مقام لامکاں تک جانا ایسے میں آپ ﷺ کے معجزات کی اِنتہا نہیں تو پھر کیا ہے۔۔

﴿شق القمر﴾ آنحضرت ﷺ کے معجزہ شق القمر کا ذکر قرآن مجید کی سورۃ القمر آیت نمبر ا، اور ۲ میں یوں بیان کیا گیا ہے: ''قیامت قریب آ گئی اور چاند شق ہو گیا اور اگر وہ کوئی نشانی دیکھتے ہیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ بڑا زبردست جادو ہے''

شق القمر قیامت کی نشانیوں میں سے ہے یہ ایک معجزہ جسے کفار نے دیکھا اور نظر انداز کیا، اس معجزہ کو دیکھ کر کہا کہ یہ سحر مسمر ہے صحیح بخاری و مسلم میں یہ قصہ مذکور ہے کہ رات کے وقت قریش نے نبی کریم ﷺ سے کوئی نشانی طلب کی جو آپ ﷺ کی نبوت پر شاہد ہو، پس آپ ﷺ نے اُن کو یہ معجزہ دیکھایا اس معجزے کے راوی حضرات علیؓ، ابن مسعودؓ، حذیفہؓ، ابن عمرؓ، ابن عباسؓ اور انس رضی اللہ عنہم ہیں۔ ان میں سے چار صحابہ کرامؓ نے بچشم خود دیکھا کہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا، ایک ٹکڑا ایک پہاڑ پر دوسرا ٹکڑا دوسرے پہاڑ پر تھا۔

علامہ قرطبی نے حضرت ابن عباسؓ سے نقل کیا کہ ایک بار مشرک اکٹھے ہو کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اگر آپ ﷺ سچے نبی ہیں تو چاند کے دو ٹکڑے کر کے دکھائیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''اگر میں ایسا کر دوں تو کیا تم ایمان لے آؤ گے۔؟'' وہ بولے ضرور۔۔۔ یہ رات چاند کی چودھویں رات تھی اللہ تعالیٰ کے پیارے رسول ﷺ نے اپنے رَبّ سے عرض کی کہ کفار سے جو وعدہ کیا ہے اُسے پورا کرنے کی طاقت عطا فرما، چنانچہ چاند دو ٹکڑے ہو گیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس وقت مشرکین کے نام لے لے کر فرمایا اے فلاں۔۔ اے فلاں اشہدوا اپنی آنکھوں سے دیکھ لو اور اس بات پر گواہ رہنا تمہاری خواہش پوری کر دی گئی ہے

حضرت ابن مسعودؓ کہتے ہیں کہ کفار نے جب اِس عظیم معجزے کو دیکھ لیا تو ایمان لانے کی بجائے اُنہوں نے کہا ''ہذا من سحر'' ابن ابی کبشہ کے بیٹے کی نظر بندی کا اثر ہے اس نے تمہاری آنکھوں پر جادو کر دیا ہے پھر اُنہوں نے کہا کہ چند دِنوں تک قافلوں کی آمد ہونے والی ہے اُن کی آمد پر ہم اُن سے اس کے متعلق بھی پوچھیں گے؟ پس وہ قافلے مکہ آئے اور ان سے پوچھا گیا کہ فلاں رات کو تم نے چاند شق ہوتے ہوئے دیکھا تو قافلہ والوں نے اِس اَمر کی تصدیق کی۔ لیکن کفار مکہ پھر بھی ایمان نہ لائے۔ یہ حدیث بڑے جلیل القدر صحابہؓ نے بیان فرمائی ہے یہ معجزہ ہجرت سے پانچ سال قبل 617ء میں رونما ہوا (مسند ابی داؤد شریف مطبوعہ دائرۃ المعارف حیدر آباد دکن)

﴿ردّ الشمس﴾ صہبا ایک مقام کا نام ہے جو خیبر کے نزدیک واقع ہے حضرت اسماء بنت عمیسؓ فرماتی ہیں کہ صہبا کے

Marfat.com

مقام پر نبی کریم ﷺ کی طرف وحی آ رہی تھی، ایسے میں آپ ﷺ کا سر مبارک حضرت علیؓ کی گود میں تھا۔ اور حضرت علیؓ نے نمازِ عصر بھی ادا نہ کی تھی، جبکہ نبی کریم ﷺ نے نمازِ عصر ادا فرمائی تھی اور آفتاب غروب ہو گیا تھا۔ آپ ﷺ نے حضرت علیؓ سے دریافت فرمایا کہ کیا تم نے نمازِ عصر پڑھ لی، تو حضرت علیؓ نے ٹپکتے آنسوؤں کے ساتھ عرض کی کہ نہیں۔۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، یا اللہ! یہ تیرے رسولؐ کی طاعت میں تھا۔ پس تو (اللہ) آفتاب کو واپس لا۔ حضرت اسماءؓ فرماتی ہیں کہ میں نے آفتاب کو دیکھا کہ غروب ہو گیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ سورج غروب ہو کے نکل آیا اور اس کی شعائیں پہاڑوں اور زمین پر پڑنے لگیں۔ (دلائل النبوۃ)

﴿مُردوں کو زِندہ کرنا﴾ امام بیہقی نے ''دلائل النبوۃ'' میں روایت کی ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ایک شخص کو دعوتِ اسلام دی، اس شخص نے جواب دیا کہ میں آپ ﷺ پر ایمان نہیں لاتا یہاں تک کہ میری بیٹی زِندہ کی جائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا، مجھے اس کی قبر دکھا۔۔ اُس شخص نے آپ ﷺ کو اپنی بیٹی کی قبر دکھائی تو آپ ﷺ نے اُس لڑکی کا نام لے کر پکارا، لڑکی نے قبر سے نکل کر کہا ''لبیک وسلامک'' پس نبی ﷺ نے فرمایا کیا تو پسند کرتی ہے کہ دُنیا میں، پھر واپس جائے، لڑکی نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ قسم ہے اللہ کی میں نے اللہ کو اپنے والدین سے بہتر پایا، اور اپنے لیے آخرت کو دُنیا سے اچھا پایا۔

﴿تغیر وتبدل کے واقعات﴾ نبی کریم ﷺ کے استعمال میں جو اشیاء آئیں، جن کو آپ ﷺ کے دستِ مبارک نے چھوا، اُن کی حقیقت اور ماہیت اور صورت ہی بدل گئی، یہاں ایسے ہی چند واقعات درج ہیں:

☆......ایک رات مدینہ کے لوگ ڈر گئے (جیسے کوئی دشمن یا چور) آ گیا ہو، ایسے میں آنحضرت ﷺ نے حضرت ابوطلحہؓ کا گھوڑا لیا جو سُست رفتار اور سرکش تھا آپ ﷺ نے اُس پر بغیر زین کے سوار ہو کر اکیلے ہی جنگل کی طرف تشریف لے گئے، آپ ﷺ کے پیچھے مدینہ کے لوگ بھی جنگل کی طرف نکل پڑے آنحضرت ﷺ دُور تک گئے واپسی پر مدینہ کے لوگ راستہ میں ملے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''ڈرو نہیں'' اور گھوڑے کی نسبت فرمایا کہ ہم نے اُسے دریا کی مانند تیز رفتار پایا، پھر اس کے بعد وہ گھوڑا ایسا تیز رَو بن گیا کہ کوئی دوسرا گھوڑا اُس سے آگے نہ بڑھ سکتا تھا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حضرت اُم مالکؓ ایک کُپی میں گھی بطور ہدیہ بھیجا کرتی تھیں ایک روز حضور ﷺ نے فرمایا کہ: ''اس کُپی کو نہ نچوڑنا'' یہ فرما کر حضور نبی کریم ﷺ نے وہ کُپی اُم مالکؓ کو واپس دے دی۔ اُنہوں نے یہ دیکھا کہ کُپی گھی سے بھری ہوئی ہے۔ اُم مالکؓ کے لڑکے نان خورش مانگتے تو وہ کُپی میں سے گھی استعمال کر لیتی تھیں مگر اُس کُپی میں گھی بدستور قائم رہتا، ایک بار اُم مالکؓ نے اس کُپی کو نچوڑ لیا تو وہ خالی ہو گئی۔

☆......اُم اَوس بہزویہ نے ایک کُپی میں گھی ڈال کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بطور ہدیہ بھیجا۔ آپ ﷺ نے اُسے قبول فرمایا اور کُپی میں سے گھی نکال لیا اور اُم اَوس کے لیے دُعائے برکت فرمائی، کُپی واپس فرما دی جب اُم اَوس نے اس کُپی کو دیکھا تو وہ گھی سے بھری ہوئی پائی اُنہیں خیال آیا کہ حضور نبی کریم ﷺ نے ہدیہ قبول نہیں فرمایا، اس لیے وہ فریاد کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ حضور ﷺ کے فرمان کے مطابق صحابہ کرامؓ نے حضرت اُم اَوس کو

Marfat.com

حقیقت حال سے آگاہ کر دیا۔ اس کے بعد کپی میں سے آنحضرت ﷺ کی بقیہ عمر مبارک اور خلافت حضرات ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کے دور میں گھی استعمال کرتی رہیں، حتیٰ کہ حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے درمیان جنگ تک۔ (الاصابہ بحوالہ طبرانی)

☆......ایک شب آنحضرت ﷺ نماز عشاء کی ادائیگی کے لیے گھر سے تشریف لائے، اندھیری رات تھی اور بارش بھی ہو رہی تھی، آپ ﷺ نے قتادہ بن نعمانؓ کو دیکھا۔ ایسے میں قتادہؓ نے عرض کی کہ حضور ﷺ میں نے خیال کیا کہ نمازی کم ہوں گے اس لیے میں نے چاہا کہ نماز میں شامل ہو جاؤں آنحضرت ﷺ نے نماز سے فارغ ہو کر حضرت قتادہؓ کو کھجور کی ایک ڈالی عطا کی اور فرمایا کہ یہ ڈالی تمہارے دس ہاتھ آگے اور دس ہاتھ پیچھے روشنی کرے گی۔ جب تم گھر پہنچو تو اس میں ایک سیاہ شکل دیکھو گے تو اس کو مار کر نکال دینا۔ کیونکہ وہ شیطان ہے۔ پس جو حضور ﷺ نے فرمایا ویسا ہی ظہور پذیر ہوا۔ (شفاء شریف، مسند امام احمد)

☆......جنگ بدر کے دوران لڑتے ہوئے حضرت عکاشہؓ کی تلوار ٹوٹ گئی وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضور نبی کریم ﷺ نے اُنہیں ایک لکڑی عطا فرمائی۔ حضرت عکاشہؓ نے اس لکڑی کو ہاتھ میں لے کر دشمن پر چلایا تو وہ ایک سفید مضبوط لمبی تلوار بن گئی جس سے اُنہوں نے پھر سے قتال شروع کر دیا۔ اُس تلوار کا نام ''عون'' تھا۔ اس کے بعد بھی یہ تلوار حضرت عکاشہؓ جہاد میں استعمال کرتے رہے۔ حضرت عکاشہؓ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دور حکومت میں شہادت پائی۔ (سیرت ابن ہشام)

☆......حضرت عبداللہ بن جحشؓ کی تلوار جنگ اُحد میں ٹوٹ گئی، تو آنحضرت ﷺ نے کھجور کی ایک شاخ اُنہیں عطا فرمائی وہ شاخ خرما اُن کے ہاتھ میں تلوار بن گئی۔ جس کے ساتھ اُنہوں نے جنگ کی، پھر لڑتے لڑتے شہید ہو گئے۔ اس تلوار کو ''عرجون'' کہتے تھے۔ (الاستیعاب، الاصابہ)

☆......حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات بے شمار ہیں بلکہ آپ ﷺ کی حیات مبارکہ ہی سراپا معجزات ہے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کے لیے کھجور کے جو پودے آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے لگائے تھے وہ پودے ایک ہی سال کے اندر ثمر دار ہو گئے تھے۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے جس بانجھ بکری کے تھنوں پر اپنا دست مبارک پھیر دیا وہ دودھ دینے لگی۔ اس قسم کا پہلا واقعہ دورانِ سفر ہجرت پیش آیا تھا۔ اسی طرح گنجے کے سر پر دست شفاء پھیرا تو اُس کے سر پر بال اُگ آئے۔

﴿بچوں کی شہادت﴾ معرض بن عیقب یمانی نے بیان کیا کہ میں نے حجۃ الوداع اُدا کیا اس کے بعد مکہ کے ایک گھر میں داخل ہوا، میں نے اس گھر میں رسول اللہ ﷺ کو تشریف فرما پایا، وہاں آپ ﷺ کا ایک معجزہ دیکھنے میں آیا۔ اہل یمامہ میں سے ایک شخص اس گھر میں آپ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک نومولود بچہ لایا، جس کی عمر ابھی تک ایک دن بھی مکمل نہ ہوئی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اس بچے سے پوچھا: ''اے بچے! میں کون ہوں۔'' وہ بچہ بولا ''آپ ﷺ اللہ کے رسول ہیں۔'' آپ

Marfat.com

حضور ﷺ نے فرمایا تو نے سچ کہا، اللہ تجھے برکت دے۔'' پھر اس کے بعد اس بچے نے کلام نہ کیا، یہاں تک کہ وہ جوان ہوگیا، ہم اُسے ''مبارک الیمامہ'' کہا کرتے تھے۔ (مواہب الدنیہ، امام بیہقی)

☆......حضرت شمر بن عطیہ تابعی نے اپنے بعض شیوخ سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کی خدمت میں اپنے جوان بیٹے کو لے کر حاضر ہوئی اس عورت نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ میرے اس بیٹے نے جب سے وہ پیدا ہوا ہے کلام نہیں کیا۔ پس رسول اللہ ﷺ نے اُس لڑکے سے پوچھا: ''میں کون ہوں'' لڑکے نے جواب دیا: ''آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں''(سبحان اللہ) (زرقانی، مواہب الدنیہ)

﴿بیماروں کے لیے شفاء﴾ حضرت فدیک بن عمر السلامانی کی دونوں آنکھیں سفید ہوگئی تھیں، اور وہ کچھ بھی نہ دیکھ سکتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے دَم فرما دیا، پھر وہ ایسے بینا ہوئے کہ اَسّی برس کی عمر میں سوئی میں دھاگہ ڈال سکتے تھے۔ (مصنف ابن ابی شیبہ، بغوی و بیہقی، طبرانی وابونعیم)

☆......امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر کیا کہ حضرت معاذ بن عفراءؓ کی بیوی کو برص کی بیماری تھی خاتون نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضری دی آپ ﷺ نے اپنا عصاء مبارک اُس خاتون کے بدن پر پھیر دیا پس وہ مرض جاتا رہا۔

☆......ایک صحابیؓ کے ہاتھ میں ایک ایسی گلٹی تھی کہ اُونٹ کی مہار نہ پکڑ سکتے تھے، رسول اللہ ﷺ نے ایک تیر طلب فرمایا اور گلٹی پر پھیر دیا۔ تو وہ گلٹی کافور ہوگئی۔ (خصائص کبریٰ، سیوطی)

☆......حضرت اسماءؓ بنت ابوبکرؓ کے سر اور چہرہ پر وَرم آ گئی تھی، رسول اللہ ﷺ نے اپنے دستِ شفاء کو کپڑے پر سے اُن کے چہرے اور سر پر رکھا اور دُعا فرمائی تو وَرم جاتا رہا۔ (خصائص کبریٰ، سیوطی)

☆......حضرت حبیب بن یسارؓ ذکر کرتے ہیں کہ میں ایک غزوہ میں آنحضرت ﷺ کے ساتھ گیا، میری گردن پر ایک ضرب شدید لگی کہ میرا بازو لٹک پڑا، میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے اپنا لعاب دہن لگا دیا اور بازو کو اپنی جگہ پر چسپاں کر دیا، وہ فوراً استعمال کے قابل ہوگیا پھر میں نے ضرب شدید لگانے والے کو قتل کر دیا۔ (خصائص کبریٰ، سیوطی)

☆......حضرت عبداللہ بن رواحہؓ نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی ڈاڑھ کے درد کی شکایت کی، نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے رخسار کی اُس جگہ پر رکھا جہاں درد تھا اور دُعا فرمائی۔ ابھی آپ نبی کریم ﷺ نے اپنا دستِ مبارک میرے رُخسار کی اس جگہ جہاں درد تھا سے اُٹھایا بھی نہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے شفاء دے دی۔ (خصائص کبریٰ، سیوطی)

☆......حضرت جرہدؓ بائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دائیں ہاتھ سے کھاؤ، اُنہوں نے عرض کی کہ دائیں ہاتھ میں کچھ شکایت ہے جس کے سبب دائیں ہاتھ سے کھایا نہیں جاتا۔ نبی کریم ﷺ نے اُن کے اس ہاتھ پر دَم فرمایا، اس کے بعد حضرت جرہد کو پھر عمر بھر یہ شکایت نہ ہوئی۔ (خصائص کبریٰ، سیوطی)

Marfat.com

﴿طعام قلیل کو کثیر بنا دینا﴾ حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ غزوہ احزاب کے لیے ہم خندق کھود رہے تھے۔ایک مقام پر سخت زمین آ گئی تو ہم نے آپ ﷺ سے زمین کی کیفیت کے متعلق عرض کی تو آپ حضور ﷺ نے فرمایا: ''میں خندق میں اُترتا ہوں'' پھر آپ ﷺ کھڑے ہوئے تو ہم نے دیکھا کہ بھوک کی شدت سے آپ ﷺ نے شکم مبارک پر پتھر باندھا ہوا تھا۔ایسے میں ہم نے بھی تین دن سے کچھ نہ کھایا تھا۔حضور علیہ السلام نے کدال لیا اور زمین پر مارا تو وہ سخت زمین ریگ رواں کا ڈھیر بن گئی۔

میں نے حضور ﷺ کی یہ حالت دیکھی تو اپنی بیوی کے پاس گیا اور اس سے کہا کہ تیرے پاس کھانے کی کوئی چیز ہے، میری بیوی نے ایک تھیلی نکالی جس میں تقریباً ساڑھے تین صاع جَو تھے ہمارے گھر میں ایک پلا ہوا بکری کا بچہ بھی تھا میں نے اُسے ذبح کیا میری بیوی نے جو پیس لیے پھر گوشت دیگ میں ڈال دیا اس کے بعد میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور چپکے سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہم نے ایک بکری کا بچہ ذبح کیا ہے اور میری بیوی نے ایک صاع یعنی ساڑھے تین کلو جَو پیسے ہیں آپ ﷺ مع چند اصحاب کے تشریف لائیں، یہ سن کر نبی کریم ﷺ نے آواز دی، اے اہل خندق! جابرؓ نے ضیافت تیار کی ہے، پھر نبی کریم ﷺ نے مجھ سے فرمایا: ''تم میرے آنے تک دیگ نہ اُتارنا اور خمیر کو نہ گوندھنا۔'' پھر جب آپ ﷺ تشریف لائے تو میری بیوی نے آپ ﷺ کے سامنے خمیر نکالا، آپ ﷺ نے اس خمیر میں اپنے دہن مبارک کا لعاب ڈال دیا اور دُعائے برکت فرمائی، پھر آپ ﷺ دیگ کی طرف تشریف لائے اُس میں بھی لعاب دہن ڈال دیا اور اُسی طرح دُعائے برکت فرمائی، پھر میری بیوی سے فرمایا: ''روٹی پکانے والی کو بلا کہ تیرے ساتھ روٹی پکائے تم دیگ میں سے گوشت کفگیر کے ساتھ نکالنا اور دیگ کو چولہے پر سے نہ اُتارنا راوی کا بیان ہے کہ اہل خندق کی تعداد تقریباً ایک ہزار تھی، مجھے اللہ کی قسم کہ سب کھا چکے یہاں تک کہ اُسے باقی چھوڑ گئے اور واپس چلے گئے مگر دیگ اُسی طرح جوش مار رہی تھی اور خمیر اسی طرح پکایا جا رہا تھا۔ (صحیح بخاری، مسلم)

☆......حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا غزوہ تبوک کے دن لوگوں کو بھوک لگی ہوئی تھی، حضرت عمرؓ نے بھوک کی شکایت آپ ﷺ سے کی تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جس کے پاس بچا ہوا توشہ ہے وہ لے آئے، پھر صحابہ کرامؓ اپنا بچا ہوا توشہ لے کر آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اس توشہ میں چینہ، چھوہارے، اور روٹیوں کے ٹکڑے وغیرہ شامل تھے۔یہاں تک کے فرش پر تھوڑا سا توشہ جمع ہو گیا۔پس رسول اللہ ﷺ نے دُعائے برکت فرمائی پھر فرمایا کہ: ''اپنے اپنے برتنوں میں ڈال کر لے جاؤ'' چنانچہ صحابہ کرامؓ اپنے برتنوں میں ڈال کر لے گئے یہاں تک کہ اُنہوں نے لشکر میں کوئی برتن ایسا نہ چھوڑا جسے توشہ سے بھر نہ لیا گیا ہو۔راوی حضرت ابوہریرہؓ کا بیان ہے کہ تمام لشکر نے پیٹ بھر کر کھانا کھایا اور کھانا بچ بھی رہا۔پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''میں گواہی دیتا ہوں اس اَمر کی کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں اور اِس اَمر کی کہ میں اللہ کا رسول ہوں''

☆......حضرت عبدالرحمٰنؓ بن ابی بکر صدیقؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ ۱۰۳، صحابہؓ تھے۔آپ ﷺ نے

Marfat.com

پوچھا: ''کیا تمہارے پاس طعام ہے'' ایک شخص کے پاس ایک صاع (ساڑھے تین کلو) طعام تھا۔ جو گوندھا گیا، پھر ایک مشرک دراز قد بکریاں ہانکتا ہوا آیا، آپ ﷺ نے اس سے ایک بکری خرید لی، پھر اُسے ذبح کیا، آپ ﷺ کے حکم سے بکری کا کلیجہ بھونا آپ ﷺ نے اُس بُھنے ہوئے کلیجہ کی ایک ایک بوٹی سب کو تقسیم فرمائی، پھر گوشت کو پیالوں میں ڈالا گیا سب حاضرین نے سیر ہو کر کھانا کھایا اور بچے ہوئے کھانے کو اُونٹوں پر رکھ لیا۔ اس واقعہ میں دو معجزے پنہاں ہیں ایک تکثیر کلیجہ دوسرے تکثیر صاع و گوشت

☆......حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میں بھوک کی شدت کی وجہ سے اپنے پیٹ کو زمین سے لگا لیا کرتا تھا اور کبھی پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتا، ایک دن میں اُس راستے میں بیٹھ گیا جہاں سے رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرامؓ گزرا کرتے تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ پاس سے گزرے تو میں نے اُن سے قرآن کی آیت پوچھی اُنہوں نے آیت تو بتا دی، مگر اور کوئی توجہ نہ دی۔ پھر اسی راستہ سے حضور نبی کریم ﷺ کا گزر ہوا تو اُنہوں نے میری حالت دیکھ کر تبسم فرمایا، اور فرمایا کہ میرے پیچھے پیچھے چلے آؤ۔ آپ ﷺ دولت خانہ پر تشریف لے گئے وہاں آپ ﷺ نے دیکھا کہ ایک پیالہ دودھ سے بھرا ہوا موجود ہے۔ آپ ﷺ نے دریافت فرمایا یہ دودھ کیسا ہے۔؟ جواب ملا کہ یہ ہدیہ ہے مجھ سے فرمایا اہل صفہ کو بلاؤ آپ حضور ﷺ کے پاس صدقہ آتا تو اسے اہل صفہ کے لیے بھیج دیتے اور اس میں سے خود کچھ نہ کھاتے اگر ہدیہ آتا تو اہل صفہ کو بلا کر اس میں شریک کر لیتے۔ میں نے اپنے جی میں کہا کہ اتنے دودھ میں اہل صفہ کا کیا ہوگا۔ اس کا میں زیادہ مستحق تھا مگر تعمیل ارشاد سے چارہ نہ تھا۔ میں نے اُن سب کو بلا لیا نبی کریم ﷺ نے مجھے وہ دودھ بھرا پیالہ دیا اور فرمایا کہ ان کو پلاؤ، میں ایک ایک کر کے پلاتا رہا، یہاں تک کہ سب سیر ہو گئے۔ آپ حضور ﷺ نے پیالہ لے کر اپنے دست مبارک پر رکھا اور میری طرف دیکھ کر مسکرائے پھر فرمایا ابو ہریرہؓ! ''میں اور تم دونوں باقی ہیں۔'' میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ آپ نے سچ فرمایا۔ آپ ﷺ نے مجھے بیٹھ جانے کا حکم دیا اور دودھ پینے کو فرمایا، میں نے ایسا ہی کیا، پھر آپ ﷺ نے فرمایا اور پیؤ، یہاں تک کہ آپ ﷺ بار بار حکم فرماتے رہے اور میں دودھ پیتا رہا حتیٰ کہ میرے پیٹ میں گنجائش نہ رہی۔ اس کے بعد آپ ﷺ نے دودھ نوش فرمایا۔ (صحیح بخاری)

☆......حضرت ابو ہریرہؓ کا بیان ہے کہ میں چند کھجوریں آنحضرت ﷺ کی خدمت میں لایا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ ان میں دُعائے برکت فرمائیں۔ آپ ﷺ نے دستِ مبارک میں کھجوریں لے کر دُعائے برکت فرمائی اور فرمایا کہ لو ان کو اپنے توشہ دان میں رکھ لو، جس وقت ان میں سے کچھ لینا چاہو تو ہاتھ ڈال کر نکال لیا کرنا، توشہ دان کو نہ جھاڑنا۔ میں نے ان میں سے اتنے اتنے وسق راہِ خدا میں دے دیا اور اُن میں سے خود بھی کھاتے رہے اور دوسروں کو بھی کھلاتے رہے۔ وہ توشہ دان میری کمر سے جدا نہ ہوتا تھا یہاں تک کہ جب حضرت عثمانؓ کی شہادت کا دن آیا تو وہ توشہ دان گم ہو گیا۔ (مشکوٰۃ بحوالہ ترمذی)

Marfat.com

☆......حضرت جابرؓ بن عبداللہؓ انصاری کا بیان ہے کہ میرے والد اُحد کے دن شہید ہو گئے تھے، اُنہوں نے چھ بیٹیاں اور بہت سا قرض چھوڑا جب کھجوروں کے توڑنے کا وقت آیا تو میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا: ''یارسول اللہ ﷺ! آپ کو معلوم ہے کہ میرا باپ اُحد کے دن شہید ہو گیا اور بہت سا قرض واجب الاداء چھوڑ گیا تھا میں چاہتا ہوں کہ قرض خواہ آپ ﷺ کی زیارت کریں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''تم جاؤ اور ہر قسم کی کھجوروں کا ڈھیر لگا دو۔'' میں نے تعمیل ارشاد کی اور آپ ﷺ کو بلانے آیا، جب قرض خواہوں نے آپ ﷺ کو دیکھا تو مجھے اور تنگ کرنے لگے۔ پھر آپ ﷺ سب سے بڑے ڈھیر کے گرد تین بار پھرے اور بیٹھ گئے اور فرمایا کہ قرض خواہوں کو بلاؤ آپ ﷺ ماپ کر اُن کو دیتے رہے یہاں تک کہ میرے باپ کی امانت اللہ نے اُدا کر دی حالانکہ میں اس پر راضی تھا کہ اللہ تعالیٰ میرے باپ کی امانت اُدا کر دے خواہ میری بہنوں کے لیے ایک کھجور بھی نہ بچے۔ مگر اللہ کی قسم! وہ تمام ڈھیر سالم رہے میں نے اس ڈھیر کو دیکھا جس پر رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے تھے اس میں ایک کھجور بھی کم نہ ہوئی تھی۔ (بخاری شریف)

☆......حضرت جابرؓ ذکر کرتے ہیں کہ ایک بدوی نے آنحضرت ﷺ سے طعام کا سوال کیا۔ نبی کریم ﷺ نے اُسے آدھا وسق جو (دومن پینتیس سیر) عنایت فرمائے۔ وہ اور اُس کی بیوی بچے اور اس کے مہمان کھاتے رہے۔ اور وہ غلہ کم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ ایک روز اس بدوی نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی اِطلاع دی، آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تو اس کو نہ ماپتا تو عمر بھر کھاتے رہتے اور وہ غلہ کم نہ ہوتا۔''

(صحیح مسلم)

☆......حضرت انسؓ بن مالک کا بیان ہے کہ ابوطلحہؓ (والد حضرت انسؓ) نے اُم سلیم (والدہ انسؓ) سے کہا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ میں بھوک کی شدت سے ضعف کے آثار دیکھے ہیں، کیا گھر میں کچھ ہے اُم سلیمؓ نے جَو کی چند روٹیاں کپڑے میں لپیٹ کر میرے ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں بھیجیں، میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، آپ ﷺ اصحابؓ کے ہمراہ مسجد میں تشریف فرماتے تھے آپ ﷺ نے اصحابؓ سے فرمایا تم اُم سلیمؓ کے گھر چلو تو میں گھر میں پہلے پہنچ گیا اور اپنے والد سے صورتحال بیان کر دی۔ چنانچہ ابوطلحہؓ نے راستہ ہی میں رسول اللہ ﷺ کا اِستقبال کیا جب حضور ﷺ ہمارے گھر میں داخل ہوئے تو فرمایا: ''ماحضر لے آؤ'' آپ ﷺ کے ارشاد سے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے اُن پر کچھ گھی نچوڑا گیا پھر حضور ﷺ نے دعاء فرمائی اور اصحابؓ میں سے دس کو طلب کیا وہ سیر ہو گئے پھر اور دس کو طلب کیا اسی طرح ستر یا اسی اصحابؓ نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ (بخاری شریف)

﴿اجابت دُعاء﴾ حضور اکرم ﷺ کے بے شمار معجزات میں سے ایک معجزہ یہ بھی ہے کہ آپ ﷺ جو دُعا فرماتے وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں مقبول و منظور ہوتی۔ اس نوعیت کی چند مثالیں حدیث کی مشہور کتب بخاری، مسلم، ترمذی اور دلائل ابی نعیم و دلائل بیہقی اور طبرانی سے لی گئی ہیں:

Marfat.com

☆......حضرت انسؓ بن مالکؓ کی ماں نے حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ انسؓ آپ ﷺ کا ادنیٰ خادم ہے، اس کے حق میں دُعائے خیر فرمائیں، پس آپ ﷺ نے یوں دعا فرمائی: ''یا اللہ! تو اس کے مال اور اولاد کو زیادہ کر، اور جو نعمت تو نے اُسے دی ہے اس میں برکت دے۔''

ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اُس کی عمر زیادہ کر اور بہشت میں میرا رفیق بنا۔ یہ دُعا ایسی قبول ہوئی کہ حضرت انسؓ کے باغ میں کھجوروں کے درخت سال میں دو دفعہ پھل دینے لگے اور ان کی اولاد سو سے زیادہ ہوگئی حضرت انسؓ نے ۹۹ سال عمر پائی وہ آخر عمر میں فرمایا کرتے تھے کہ مجھے اُمید ہے کہ حسبِ دُعائے مصطفیٰ ﷺ میں بہشت میں بھی آپ ﷺ کا رفیق ہوں گا۔

☆......حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کے حق میں حضور نبی کریم ﷺ نے دُعا فرمائی کہ ''اللہ تجھے برکت دے'' اس دُعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کو تجارت میں اس قدر منافع دیا کہ جب وہ فوت ہوئے تو ان کے ترکہ میں سونا کلہاڑیوں سے کھود کر نکالا گیا۔ ان کی چار بیویاں تھیں، ہر ایک کو ۸۰ ہزار دینار ملے اُنہوں نے وصیت کی تھی کہ ایک ہزار گھوڑے، پچاس ہزار دینار فی سبیل اللہ خیرات کر دیئے جائیں۔ یہ علاوہ اُن صدقات کے تھا جو اُنہوں نے اپنی زندگی میں کیے۔ اپنی زندگی میں اُنہوں نے ایک ہی دن میں تیس غلام آزاد کیے اور ایک مرتبہ ۷۰۰، اُونٹوں کا کارواں مال واسباب سے لدا صدقہ دے دیا۔ اسی طرح ایک دفعہ اپنا نصف مال راہ خدا میں دیا پھر چالیس ہزار درہم، چالیس ہزار دینار، پانچ سو گھوڑے اور پانچ سو اُونٹ صدقہ کیے۔

☆......جنگ اُحد میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص حضور نبی کریم ﷺ کے آگے پیچھے ہوتے ہوئے تیر چلا رہے تھے اور یوں کہہ رہے تھے، یا اللہ! یہ تیرا تیر ہے اس سے تو اپنے دشمن کو ہلاک کر ایسے میں حضور نبی کریم ﷺ یہ فرما رہے تھے: ''یا اللہ! اس کا نشانہ درست کر دے اور اس کی دُعا قبول کر لے۔'' آپ حضور نبی کریم ﷺ کی دُعا سے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص مستجاب الدعوات بن گئے۔ جو دُعا کرتے قبول ہوتی اور جو تیر پھینکتے وہ کبھی خطا نہ ہوتا۔

☆...... آنحضرت ﷺ نے دُعاء فرمائی کہ یا اللہ! اسلام کو عمرؓ بن خطاب یا عمرو بن ہشام (ابوجہل) کے ساتھ عزت دے۔ یہ دُعا حضرت عمرؓ کے حق میں قبول ہوئی وہ ایمان لائے اور اس دن سے اسلام کو عزت وغلبہ حاصل ہوا۔

☆......حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ کے حق میں حضور ﷺ نے دُعا فرمائی تھی کہ: ''یا اللہ! اس کو دین میں فقیہ بنا دے'' اس دعا کی برکات سے حضرت ابن عباسؓ رئیس المفسرین اور حبر الامۃ کے لقب سے مشہور ہوئے۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص میری اس دُعا کے تمام ہونے تک اپنا کپڑا بچھائے رکھے گا وہ میری حدیث میں سے کبھی کچھ نہ بھولے گا۔'' حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے پاس ایک کملی کے سوا کوئی کپڑا نہ تھا، میں نے کملی ہی بچھا دی۔ یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی دُعا تمام کی، پھر میں نے کملی لپیٹ کر اپنے سینے سے لگالی

Marfat.com

قسم ہے اُس ذات کی جس نے آنحضرت ﷺ کو حق دے کر بھیجا ہے میں آپ ﷺ کی احادیث کو آج تک نہیں بھولا۔ (مشکوۃ بحوالہ صحیحین)

☆......حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے عرض کیا، یارسول اللہ ﷺ میں اپنی ماں کو دعوتِ اسلام دیتا ہوں، مگر وہ قبول نہیں کرتیں آپ ﷺ دُعا فرمائیں، حضور ﷺ نے دُعا فرمائی وہ ایمان لے آئیں

☆......حضرت ثابت بن زیدؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرا ایک پاؤں لنگڑا ہے۔ زمین پر نہیں لگتا۔ نبی کریم ﷺ نے میرے حق میں دُعا فرمائی تو وہ پاؤں صحیح ہو گیا اور دوسرے پاؤں کی طرح برابر زمین پر لگنے لگا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ کی دُعا کی برکت سے حضرت عروہؓ جو چیز بھی خریدتے خواہ وہ مٹی ہی کیوں نہ ہو اس میں نفع ہی ہوتا

☆......بوقت ہجرت سراقہ بن مالک گھوڑے پر سوار ہو کر آپ حضور ﷺ کے تعاقب میں نکلا، ایک مقام پر آپ ﷺ کے قافلہ ہجرت سے چند نیزے دُور رہ گیا تو آپ ﷺ نے دعاء فرمائی: ''یا اللہ! تو جس طرح چاہے ہمیں بچا'' اس دُعا کے بعد سراقہ کا گھوڑا پیٹ تک زمین میں دھنس گیا، ایسے میں سراقہ نے آپ ﷺ سے اِلتجا کی کہ اس مصیبت سے میری نجات کے لیے دُعا فرمائیں۔ چنانچہ آپ ﷺ نے دُعا فرمائی اور سراقہ کو اس مصیبت سے نجات ملی۔

☆......جیسا کہ لغوی طور پر یثرب کے معنی و مفہوم بیماری کے ہیں حضور نبی کریم ﷺ کی دُعا کی برکت سے شہر مدینہ منورہ کو وباء طاعون کی بیماری سے اللہ تعالیٰ نے محفوظ فرما دیا۔

☆......ایک بار مکہ قحط کی زد میں تھا، قریش رزق سے تنگ تھے ابوسفیان نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ یا محمد (ﷺ) آپ ﷺ کی قوم ہلاک ہوگئی اللہ سے دُعا کیجئے کہ قحط دُور ہو جائے۔ پس آپ ﷺ نے دُعاء فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے اہل مکہ پر قحط کی مصیبت کو دُور فرما دیا۔ (صحیح بخاری)

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے کسریٰ پرویز کو دعوتِ اسلام کا جو خط لکھا تھا اس نے وہ خط پڑھ کر پھاڑ دیا تھا۔ جب آپ ﷺ نے یہ سنا تو فرمایا کہ: ''اس کا ملک پارہ پارہ ہو جائے'' چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ فارس سے ''اکاسرہ'' کی سلطنت ہمیشہ کے لیے جاتی رہی۔

☆......حکم بن ابی العاص نے حضور نبی کریم ﷺ کے ساتھ اِستہزاء کرنے کے لیے اپنا منہ ٹیڑھا کر لیا۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ: ''اِسی طرح رہے'' چنانچہ وہ کج دہان ہی رہا، یہاں تک کہ مر گیا۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے محکم بن جثامہ کو ایک سریہ میں بھیجا تھا، جس کا عامر بن الاضبط کو امیر بنایا، جب وہ ایک وادی کے درمیان پہنچے تو محکم نے عامر کو دھوکے سے قتل کر دیا۔ جب نبی کریم ﷺ کو یہ خبر ملی تو آپ ﷺ نے دُعاء فرمائی:

''محکم کو زمین قبول نہ کرے۔'' اس دُعاء کے سات دن بعد محکم مر گیا جب اس کو دفن کیا گیا تو زمین نے اس کو

Marfat.com

پھینک دیا اس طرح کئی بار ہوا مگر زمین نے قبول نہ کیا۔ آخر اس کی میت کو ایک غار میں پھینک دیا اور اس پر پتھروں کی دیوار بنادی گئی۔

☆...... حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ایک بار مدینہ میں قحط پڑا، جمعے کا دن تھا نبی کریم ﷺ منبر مبارک پر جلوہ افروز تھے کہ ایک بادیہ نشین عرب حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ ﷺ ہمارے مال ہلاک ہوگئے اور بال بچے بھوکے مر رہے ہیں، آپ ﷺ ہمارے حق میں دُعا فرمائیں۔ بادیہ نشین کی یہ اِلتجا سن کر آپ ﷺ نے اپنے دست مبارک اُٹھائے تو اس وقت آسمان پر کوئی بادل نہ تھا قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے آپ ﷺ نے ابھی ہاتھ اُٹھائے ہی تھے کہ پہاڑوں کی مثل بادل اُٹھا پھر آپ ﷺ منبر سے اُترے بھی نہ تھے کہ بارش شروع ہوگئی اور بارش کا پانی حضور ﷺ کی ریش مبارک سے نیچے گرنے لگا۔ اس طرح آئندہ جمعہ تک بارش ہوتی رہی، پھر وہی بادیہ نشین آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی: ''یا رسول اللہ ﷺ ہمارے مکان گر گئے'' آپ ﷺ نے ہاتھ اُٹھا کر دُعا فرمائی: ''یا اللہ! ہمارے گرد مینہ برسا اور ہمارے مکانات سے دُور رکھ۔''

☆...... غزوہ تبوک کا واقعہ شدید موسم گرما میں پیش آیا۔ جس کے باعث پیاس کی شدت انتہا کو پہنچ گئی تھی۔ ایسے میں حضرت ابوبکر صدیقؓ نے حضور نبی کریم ﷺ سے عرض کی کہ دُعا فرمائیے، چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ کی دُعا سے پانی برسا اور مسلمانوں نے اپنے برتن بھر لیے پھر جو دیکھا تو یہ بارش حدود لشکر سے متجاوز نہ تھی۔

﴿نجران کے عیسائیوں کے ساتھ مباہلہ﴾ نجران ایک شہر کا نام ہے، جو مکہ معظمہ سے جانب یمن واقع ہے۔ اس شہر کے آباد کرنے والے کا نام نجران بن زید بن یشجب بن یعرب تھا، اس زمانے میں یہ شہر عیسائی مذہب کا سب سے بڑا مرکز تھا جس کے ساتھ ۷۳ گاؤں وابستہ تھے یہاں سے ۶۰ افراد پر مشتمل ایک وفد مدینہ منورہ آیا عصر کے بعد وہ مسجد نبویؐ میں داخل ہوئے تو اُن کی نماز کا وقت ہوگیا تھا۔ مسجد نبویؐ میں اُنہوں نے مشرق کی جانب رُخ کر کے نماز اَدا کی صحابہ کرامؓ نے اُنہیں منع کرنا چاہا تو نبی کریم ﷺ نے تالیف قلوب اور توقع اِسلام کو مدنظر رکھ کر اُن سے تعارض کرنے سے منع فرمایا، اس وفد میں چوبیس کا تعلق اشراف سے تھا حضور نبی کریم ﷺ نے اُنہیں دعوت اسلام دی تو انہوں نے دعوتِ اسلام کو قبول نہ کیا، بلکہ بحث وتکرار پر اُتر آئے۔ ایسے میں اللہ تعالیٰ نے سورۃ آل عمران کی آیات نمبری ۵۹ تا ۶۱ نازل فرمائیں، جن کا ترجمہ وتفصیل درج ہے: ''اور نصیحت حکمت والی بے شک مثال عیسیٰؑ کی اللہ تعالیٰ کے نزدیک آدمؑ کی مانند ہے، بنایا اُسے مٹی سے پھر فرمایا اُسے ہو جا، تو وہ ہوگیا۔ (اے سننے والے) یہ حقیقت (کہ عیسیٰؑ انسان ہیں) تیرے رب کی طرف سے (بیان کی گئی) ہے، پس تو نہ ہو جا شک کرنے والوں سے۔ پھر جو شخص جھگڑا کرے آپ (ﷺ) سے اس بارے میں اس کے بعد کہ آ گیا آپؐ کے پاس (یقینی) علم، تو آپ کہہ دیجیے کہ آؤ بلائیں اپنے بیٹوں کو بھی اور تمہارے بیٹوں کو بھی، اپنی عورتوں کو بھی اور تمہاری عورتوں کو بھی، اپنے آپ کو بھی اور تم کو بھی پھر بڑی عاجزی سے (اللہ کے حضور) اِلتجا کریں پھر بھیجیں اللہ تعالیٰ کی لعنت جھوٹوں پر۔''

عیسائی حضرت عیسیٰؑ کو خدا کا بیٹا مانتے ہیں جبکہ قرآن پاک نے اس کی واضح تردید فرمادی ہے۔ حضرت آدمؑ کا

Marfat.com

نہ کوئی باپ تھا اور نہ کوئی ماں، عیسائی اگر آدمؑ کو انسان مانتے ہیں تو پھر عیسیٰؑ کو خدا یا خدا کا بیٹا کیوں بنا رکھا ہے۔ دونوں انبیاءؑ کی پیدائش یکساں ہے، ہر دو قدرت کاملہ کی جلوہ گری ہیں۔ عیسائیوں میں کئی ایسے فرقے گزرے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کو اللہ کا بندہ مانتے ہیں۔ اُنہوں نے کبھی حضرت عیسیٰؑ کو نہ کبھی خدا مانا اور نہ اس کا بیٹا، اللہ تعالیٰ نے الحق من ربک یعنی حضرت عیسیٰؑ انسان ہیں تیرے رَبّ کی طرف سے اللہ تعالیٰ کے فرمان میں کوئی شک وشبہ نہیں۔ بنی نجران کے وفد نے دعوتِ توحید کو قبول نہ کیا اور اپنے عقیدہ تثلیث پر اڑے رہے تو اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو اُن سے مباہلہ کرنے کا حکم فرمایا۔ مباہلہ کا مفہوم یہ ہے کہ فریقین نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کے دربار میں یہ دُعا کریں کہ اُن میں سے جو جھوٹا ہو اس پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

چنانچہ حضور نبی کریم ﷺ حضرت امام حسینؓ کو اُٹھائے اور حضرت حسنؓ کو اُنگلی سے پکڑ کر تشریف لائے اور آپ حضور ﷺ کے پیچھے خاتون جنتؓ اور ان کے پیچھے حضرت علیؓ حیدر کرار آئے، حضور نبی کریم ﷺ نے وفدِ نجران کو مباہلہ کی دعوت دی۔ جب اُنہوں نے یہ نورانی چہرے دیکھے تو اُن کے لاٹ پادری (اُسقف) نے کہا کہ اے وفدِ نجران! اگر تم نے ان سے مباہلہ کیا تو یاد رکھو کہ تمہارا نام ونشان تک مٹ جائے گا۔ چنانچہ عیسائیوں نے صلاح مشورہ کے لیے مہلت چاہی اور دوسرے روز مباہلہ کرنے سے اِنکار کر دیا، جزیہ ادا کرنے کے لیے تیار ہو گئے اور صلح کر لی۔ یہ واقعہ 631ء بمطابق ۱۰ سال ہجری میں پیش آیا۔

حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے اہل بیتؓ سے فرمایا کہ جب میں دُعا کروں تم آمین کہنا۔ ابو حارثہ نے اہل بیتؓ کو دیکھ کر اپنے ساتھیوں سے کہا: ''میں وہ صورتیں دیکھتا ہوں کہ اگر خدا سے دُعا کریں تو پہاڑی اپنی جگہ سے ٹل جائے، تو بے شک اُن کی دعا سے ٹل جائے گی۔ اس لیے تم مباہلہ نہ کرو، ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ اور رُوئے زمین پر قیامت تک کوئی عیسائی نہ رہے گا۔ اللہ کی قسم تمہیں اس کی نبوت معلوم ہو چکی ہے اور تمہارے صاحب (عیسیٰؑ) کے بارے میں قول فیصل لایا ہے، اللہ کی قسم جس قوم نے پیغمبر سے مباہلہ کیا تو وہ ہلاک ہو گئیں۔'' (زرقانی علی المواہب)

آنحضرت ﷺ نے اس واقعہ کے متعلق فرمایا: ''اگر وہ مباہلہ کرتے تو بندر اور سور بن جاتے، اور یہ جنگل اُن پر آگ برساتا، اللہ نجران اور اس کے باشندوں کو تباہ کر دیتا یہاں تک کہ کوئی پرندہ بھی درخت پر باقی نہ رہتا۔''

اُنگلیوں سے چشموں کی طرح پانی کا جاری ہونا حضرت سالمؓ بن ابی الجعد، حضرت جابرؓ سے روایت کرتے ہیں کہ حدیبیہ کے دن لوگوں کو پیاس لگی، نبی کریم ﷺ کے پاس ایک چھاگل تھی آپ ﷺ نے اس سے وضو فرمایا تو لوگ پانی کے لیے آپ ﷺ کی طرف دوڑے، آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہیں کیا ہوا'' اُنہوں نے عرض کی کہ آپ ﷺ کی چھاگل کے پانی کے سوا ہمارے پاس نہ وضو کرنے کو پانی ہے نہ پینے کو، ایسے میں آپ ﷺ نے اپنا دست مبارک چھاگل پر رکھا پس آپ ﷺ کی اُنگلیوں سے چشموں کی طرح پانی نکلنے لگا۔ ہم نے پیا اور وضو کیا میں نے حضرت جابرؓ سے پوچھا تم حدیبیہ کے دن کتنے تھے، حضرت جابرؓ نے جواب دیا ہم ڈیڑھ ہزار تھے، اگر ڈیڑھ لاکھ بھی ہوتے تب بھی وہ پانی کفایت کرتا۔ (صحیح بخاری)

Marfat.com

حیوانات کی طاعت اور کلام

جس طرح انسان حضور نبی کریم ﷺ کی شریعت کے مطیع اور مسخر ہیں، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حیوانات کو بھی آپ حضور ﷺ کا مطیع بنایا۔ ایسے ہی چند واقعات درج ہیں۔

اُونٹ کی شکایت وسجدہ حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ انصار میں سے ایک شخص کے ہاں ایک اُونٹ تھا، اُونٹ کا مالک اس سے آب کشی کیا کرتا، اُونٹ سرکش ہو گیا، اُونٹ کا مالک نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہمارے ہاں ایک اُونٹ ہے جس سے ہم آب کشی کرتے ہیں اب وہ سرکش ہو گیا ہے، اپنی پیٹھ پر پانی نہیں اُٹھاتا۔ ہماری کھیتی اور کھجوریں سوکھ رہی ہیں آپ ﷺ نے فرمایا کہ ''اُٹھو'' تو وہ آپ ﷺ کے ساتھ ایک باغ میں داخل ہوئے وہاں وہ اُونٹ باغ میں موجود تھا۔ آپ ﷺ اُس اونٹ کی جانب رواں نہ ہوئے تو وہاں موجود لوگوں نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! یہ اُونٹ کاٹنے والے کتے کی مانند ہو گیا ہے۔ ہمیں ڈر ہے کہ کہیں آپ ﷺ کو گزند نہ پہنچے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''مجھے اس سے کوئی ڈر نہیں۔''

جب اُونٹ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو اُونٹ آپ ﷺ کی طرف آیا یہاں تک کہ آپ ﷺ کے آگے سجدے میں گر گیا، آپ حضور ﷺ نے اُونٹ کی پیشانی کے بال پکڑ لیے پھر وہ ایسے مطیع ہوا کہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا یہاں تک کہ آپ ﷺ نے اس کو کام پر لگا دیا۔

اصحابؓ نے آپ ﷺ سے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ یہ حیوان لاعقل آپ ﷺ کو سجدہ کرتا ہے اور ہم عقل والے ہیں اس لیے ہم اس کی نسبت آپ ﷺ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: ''انسان سزاوار نہیں کہ دوسرے انسان کو سجدہ کرے۔ اگر ایک انسان کا دوسرے انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے، کیونکہ خاوند کا عورت پر بڑا حق ہے'' (مسند احمد ونسائی)

ایسا ہی ایک اور واقعہ حضرت عبداللہؓ بن جعفرؓ سے روایت ہے کہ ایک بار آپ ﷺ ایک انصاری کے باغ میں تشریف لے گئے، آپ ﷺ نے اس باغ میں ایک اُونٹ کو دیکھا، اس اُونٹ نے بھی رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا تو وہ رو

Marfat.com

پڑا، اور اس کی دونوں آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ رسول اللہ ﷺ اس اُونٹ کے پاس تشریف لے گئے اور اس کے پیش گوش پر اپنا دست مبارک پھیرا جب وہ چُپ ہو گیا تو آپ ﷺ نے دریافت فرمایا: ''اس اُونٹ کا مالک کون ہے''؟ انصار میں سے ایک نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ اُونٹ میرا ہے آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس چوپائے کے بارے میں جس کا اللہ نے تجھے مالک بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتا۔ اُونٹ نے میرے پاس شکایت کی کہ تو اُسے بھوکا رکھتا ہے اور کثرت استعمال سے تکلیف دیتا ہے۔'' (ابوداؤد شریف)

﴿بکری کی طاعت وسجدہ﴾ حضرت انسؓ بن مالکؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ ایک انصار کے باغ میں داخل ہوئے آپ ﷺ کے ہمراہ حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور انصار کے کچھ لوگ بھی تھے، اسی باغ میں ایک بکری بھی تھی۔ بکری نے رسول اللہ ﷺ کو سجدہ کیا حضرت ابوبکرؓ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ اس بکری کی نسبت ہم آپ ﷺ کو سجدہ کرنے کے زیادہ سزاوار ہیں تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میری اُمت کو جائز نہیں کہ ایک دوسرے کو سجدہ کرے۔ اگر ایک کا دوسرے کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں حکم دیتا کہ عورت اپنے خاوند کو سجدہ کرے۔'' (دلائل حافظ ابونعیم، امام احمد، بزاز)

اُم معبد کی بکری کمزور ولاغر ہونے کے باعث ریوڑ کے ساتھ نہ جاسکتی تھی اور دودھ بھی نہ دیتی تھی۔ حضور نبی کریم ﷺ نے سفر ہجرت کے دوران اُم معبد کی اجازت سے اُس لاغر بکری کے لیے دُعا فرمائی اور اس کی پشت پر دست رحمت پھیرا تو بکری نے دودھ اُتار لیا جو آپ ﷺ نے دوہا اور ہمسفر قافلہ ہجرت والوں کو دودھ پلایا خود بھی نوش فرمایا اور اُم معبد کو بھی پلایا، اس کے بعد ایک اور برتن اس بکری کے دودھ سے بھر کر ابو معبد کے لیے چھوڑا۔ (مشکوٰۃ شریف)

﴿بھیڑیئے کی شہادت وطاعت﴾ حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک بھیڑیا بکریوں کے ریوڑ میں گھس آیا اور ایک بکری کو پکڑ لیا۔ چرواہے نے بھیڑیئے کا پیچھا کیا اور اس بکری کو بھیڑیئے سے چھڑوا لیا۔ بھیڑیا ریت کے ایک ٹیلے پر کتے کی طرح بیٹھ گیا اور اپنی دُم کو اپنے پاؤں کے درمیان کر لیا اور بولا، میں نے رزق کا قصد کیا جو اللہ نے مجھے دیا اور میں نے اس سے لے لیا۔ پھر تو نے اسے مجھ سے چھین لیا۔ چرواہے نے کہا کہ خدا کی قسم! میں نے آج کی طرح کسی دن بھیڑیئے کو کلام کرتے نہ دیکھا نہ سنا۔ بھیڑیئے نے کہا ایسے ہی عجیب تر ایک شخص (حضرت محمد ﷺ) کا حال ہے جو نخلستانِ مدینہ میں تمہیں خبر دیتا ہے، جو کچھ گزر چکا اور جو کچھ تمہارے بعد ہونے والا ہے۔ اور لوگ اس اُمی لقب نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔

حضرت ابوہریرہؓ کا قول ہے کہ وہ چرواہا یہودی تھا، اس نے جناب پیغمبر خدا ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس واقعہ کی خبر دی اور وہ مسلمان ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تصدیق فرمائی، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: ''اس طرح کے امور قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں۔ ایک شخص اپنے گھر سے نکلے، پس وہ واپس نہ آئے گا یہاں تک کہ اس کے ہر دو فعل کو اس کا تازیانہ بتائے گا کہ اس کی غیر حاضری میں اس کے اہل خانہ نے کیا عمل کیا۔ (مشکوٰۃ، خصائص کبریٰ، مسند احمد)

Marfat.com

حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک چرواہا بقول واقدی جس کا نام اہبانؓ بن اوس اسلمی تھا اُس کے ریوڑ میں سے ایک بھیڑیئے نے ایک بکری کو پکڑ لیا، چرواہا بکری اور بھیڑیئے کے درمیان حائل ہو گیا، بھیڑیا زبان حال سے بولا، کیا تو اللہ سے نہیں ڈرتا کہ میرے رِزق کے درمیان جو اللہ نے میرے قابو میں کر دیا ہے تو حائل ہے یہ سن کر چرواہے نے تعجب کیا کہ بھیڑیا انسان کی طرح کلام کرتا ہے، بھیڑیئے نے کہا دیکھو میں تمہیں اس سے بھی زیادہ حیران کن بات بتاتا ہوں، رسول اللہ ﷺ ''حرہ'' سنگلاخ زمینوں کے درمیان مدینہ میں لوگوں سے گزشتہ اُمتوں کا حال بیان فرما رہے ہیں اور وہ اس ''اُمی لقب'' نبی کا یہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان نہیں لاتے۔ یہ سن کر چرواہا اپنی بکریاں ہانک کر مدینہ آیا اور نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اس بھیڑیئے کا قصہ بیان کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''سچ ہے دیکھو دَرندوں کا انسان سے کلام کرنا قیامت کی نشانیوں میں سے ہے، قسم ہے اُس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے یہاں تک کہ دَرندے اِنسان سے کلام کریں گے اور اِنسان سے اس کے جوتے کا تسمہ اور اس کے کوڑے کا سرا کلام کرے گا اور انسان کو اس کی ران خبر دے گی جو اس کی بیوی نے اس کی غیر حاضری میں کیا۔ (مشکوٰۃ، ترمذی)

☆...... حضرت حمزہؓ بن اسید روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ایک شخص کے جنازے کے لیے نکلے تو دیکھا ایک بھیڑیا راستہ میں پاؤں پھیلا کر بیٹھا ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''یہ تم سے اپنا حصہ طلب کرتا ہے، اس کے لیے کچھ مقرر کرو۔'' صحابہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ﷺ آپ کی کیا رائے عالی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہر اُونٹ پر ہر سال ایک بکری۔'' عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ تو بہت ہے، پھر آپ ﷺ نے بھیڑیئے کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہاں سے جلدی چلے جاؤ، بھیڑیا یہ سن کر چلا گیا۔ (خصائل کبریٰ، بیہقی)

﴿شیر کی طاعت﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے آزاد کردہ غلام حضرت سفینہؓ کا بیان ہے کہ میں سمندر میں ایک کشتی پر سوار تھا۔ وہ کشتی ٹوٹ گئی تو میں اس کے ایک تختہ پر چڑھ بیٹھا، وہ تختہ ایک بن میں جا نکلا جس میں شیر رہتے تھے۔ ناگاہ ایک شیر آیا، میں نے اُسے دیکھا تو میں نے کہا، اے ابوالحارث! میں رسول اللہ ﷺ کا آزاد کردہ غلام سفینہ ہوں، یہ سن کر شیر دُم ہلاتا ہوا آیا اور میرے پہلو میں آ کر کھڑا ہو گیا، میں چلنے لگا تو شیر بھی میرے ساتھ چل پڑا یہاں تک کہ مجھے شیر نے راستہ پر ڈال دیا پھر اس شیر نے کچھ آوازِ خفی نکالی میں سمجھا کہ وہ مجھے وِداع کرتا ہے۔

(ابن سعد، مسند ابویعلی، بزاز، حاکم، بیہقی، ابونعیم)

﴿نباتات کا کلام، طاعت اور سلام وشہادت﴾ حضور نبی کریم ﷺ کے مطیع حیوانات ہی نہ تھے، بلکہ نباتات بھی فرمانبردار تھے۔ درختوں کا آپ ﷺ کی خدمت میں آنا، سلام کرنا اور آپ ﷺ کی رسالت پر شہادت دینا اَحادیث کثیرہ سے ثابت ہے۔

☆...... حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب میری طرف وحی بھیجی گئی تو جس پتھر اور درخت پر سے میرا گزر ہوتا وہ کہتا۔ ''السلام علیک یا رسول اللہ ﷺ'' (بزاز، حافظ ابونعیم)

Marfat.com

☆......حضرت ابن عمرؓ کا بیان ہے کہ ایک سفر میں ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھے، ایک بادیہ نشین آپ ﷺ کے سامنے آیا جب وہ نزدیک ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے اُس سے فرمایا کہ: ''کیا تو خدا کی وحدانیت اور محمد (ﷺ) کی رسالت کی گواہی دیتا ہے؟'' بادیہ نشین نے کہا کہ آپ ﷺ جو کچھ فرماتے ہیں اس پر کون شہادت دیتا ہے؟ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''یہ درخت'' پس آپ ﷺ نے اس درخت کو بلایا، حالانکہ وہ درخت وادی کے کنارے پر تھا۔ درخت زمین کو چیرتا ہوا سامنے آ کھڑا ہوا اس درخت سے آپ ﷺ نے تین بار شہادت طلب کی اور تینوں بار اُس درخت نے شہادت دی کہ واقعہ میں ایسا ہی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا پھر وہ درخت اپنے جگہ پر واپس چلا گیا۔ (مشکوۃ، مسند دارمی)

☆......حضرت جابرؓ فرماتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ سیر کی، ہم ایک فراخ وادی میں چلے گئے۔ رسول اللہ ﷺ قضائے حاجت کے لیے تشریف لے گئے۔ آپ ﷺ نے کوئی چیز نہ دیکھی جس سے پردہ کرلیں۔ وادی کے کنارے دو درخت دیکھے، پہلے آپ ﷺ ایک درخت کے نزدیک تشریف لے گئے تو درخت کی ایک شاخ کو پکڑ کر یوں ارشاد فرمایا: ''اللہ کے اِذن سے میری فرمانبرداری کر'' اس درخت نے آپ ﷺ کی ایسی فرمانبرداری کی جیسے نکیل والا اُونٹ شتربان کی فرمانبرداری کرتا ہے پھر آپ حضور ﷺ دوسرے درخت کے پاس تشریف لے گئے اور اس کی بھی ایک شاخ کو پکڑ کر فرمایا: ''اللہ کے اِذن سے دونوں مجھ پر مل جاؤ'' پس وہ دو درخت باہم مل گئے۔ حضرت جابرؓ کہتے ہیں کہ میں اپنے دل میں حیرت سے سوچنے لگا، میں نے جو نظر اُٹھائی کیا دیکھتا ہوں کہ نبی کریم ﷺ ہماری طرف آ رہے ہیں۔ پھر وہ درخت جدا، جدا ہو گئے اور ہر ایک اپنی اصلی حالت میں اپنے تنے پر قائم ہو گیا۔ (مسلم شریف، مشکوۃ شریف)

Marfat.com

جمادات کی طاعت اور تسبیح وسلام

☆......حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ مکہ میں تھا، ایک روز ہم مکہ کے نواح میں نکلے جو پہاڑ یا درخت آپ حضور ﷺ کے سامنے آتا وہ کہتا: ''السلام علیک یارسول اللہ''

(ترمذی شریف)

☆......حضرت ابوذر غفاریؓ کا بیان ہے کہ ایک روز میں دوپہر کے وقت نبی کریم ﷺ کے دولت خانہ پر حاضر ہوا تو آپ ﷺ تشریف نہ رکھتے تھے۔ میں نے خادم سے دریافت کیا تو اُس نے بتایا کہ آپ ﷺ اس وقت حضرت عائشہؓ کے گھر میں ہیں۔ چنانچہ میں وہاں آپ ﷺ کی خدمت میں پہنچا، اس وقت وہاں کوئی اور شخص موجود نہ تھا۔ مجھے گمان ہوا کہ حضور نبی کریم ﷺ حالتِ نزول وحی میں ہیں، میں نے آپ ﷺ کو سلام کیا، آپ ﷺ نے میرے سلام کا جواب دیا۔ پھر فرمایا: ''تجھے کیا چیز لائی''؟ میں نے عرض کی، اللہ اور اس کے رسولؐ کی محبت۔ پس آپ ﷺ نے مجھ سے فرمایا کہ ''بیٹھ جاؤ'' تو میں آپ ﷺ کے پہلو میں بیٹھ گیا۔ اس دوران نہ میں نے کچھ عرض کی، نہ آپ ﷺ نے مجھ سے کچھ فرمایا۔ کچھ لمحات بعد حضرت ابوبکرؓ تشریف لے آئے، اُن سے آپ ﷺ نے پوچھا: ''تجھے یہاں کیا چیز لائی'' اُنہوں نے عرض کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی محبت، پھر آپ ﷺ نے اُنہیں بیٹھنے کا اشارہ فرمایا، وہ ایک بلند جگہ پر نبی کریم ﷺ کے مقابل بیٹھ گئے۔ پھر حضرت عمرؓ آئے اُنہوں نے بھی ایسا ہی کیا اور رسول اللہ ﷺ نے بھی ویسا ہی فرمایا حضرت عمرؓ حضرت ابوبکرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے، پھر اسی طرح حضرت عثمانؓ آئے وہ حضرت عمرؓ کے پہلو میں بیٹھ گئے۔

اس کے بعد آنحضرت ﷺ نے سنگریزے لیے اور اُن سنگریزوں نے آپ ﷺ کے دست مبارک پر تسبیح پڑھی یہاں تک کہ آپ ﷺ کے ہاتھ میں شہد کی مکھی کی مانند آواز سنی گئی۔ پھر آپ ﷺ نے اُن سنگریزوں کو زمین پر رکھ دیا پس وہ سنگریزے چپ ہو گئے۔

Marfat.com

☆......حضرت امام باقرؒ فرماتے ہیں کہ ایک بار نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے تو حضرت جبرئیلؑ ایک خوان لائے جس میں (بہشت سے) انار اور انگور تھے۔ جب آپ ﷺ نے تناول فرمانے کے لیے اُن میں سے کچھ اُٹھایا تو پھلوں میں سے ''سبحان اللہ'' کی آواز آئی یہ تسبیح طعام بہت بار آپ ﷺ کے اصحابؓ سے بھی ظہور میں آئی۔ چنانچہ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں کہ بے شک ہم طعام کی تسبیح سنا کرتے تھے، جس حال میں کہ وہ کھایا جاتا تھا۔

☆......حضرت ابو اُسیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب سے فرمایا: ''ابوالفضل! کل تم اور تمہارے بیٹے اپنے مکان سے نہ جائیں یہاں تک کہ میں تمہارے پاس آؤں گا۔ کیونکہ مجھے تم سے ایک کام ہے'' پس اُنہوں نے آپ حضور ﷺ کا اِنتظار کیا یہاں تک کہ آپ ﷺ چاشت کے بعد تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''السلام علیکم'' تو جواب میں وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ فرمایا، آپ ﷺ نے فرمایا: ''میرے نزدیک ہو جاؤ'' تو وہ ایک دوسرے کے نزدیک ہو گئے۔ یہاں تک کہ جب وہ آپ حضور ﷺ کے متصل ہوئے تو آپ ﷺ نے اپنی چادر مبارک سے اُنہیں ڈھانپ لیا اور یوں دعا فرمائی: ''اے پروردگار! یہ میرا چچا اور میرے باپ کا بھائی ہے اور یہ میرے اہل بیت ہیں، تو ان کو دُوزخ کی آگ سے یوں چھپا لینا جیسا میں نے اُن کو اپنی چادر میں چھپا لیا ہے'' اس پر گھر کے آستانہ اور درو دیوار نے تین بار آمین کہی۔ (مواہب الدنیہ، حافظ ابونعیم، دلائل)

☆......حضرت انسؓ بن مالکؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ کوہ اُحد پر چڑھے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان، رضی اللہ عنہم بھی تھے۔ وہ پہاڑ ہلا تو آپ حضور ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے ٹھکرا کر فرمایا: ''تو ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نبیؐ اور صدیق اور دو شہید ہیں۔ (بخاری، احمد، ترمذی، حاکم)

☆......حضرت عثمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کوہِ شبیر پر تھے، آپ ﷺ کے ہمراہ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ اور میں بھی تھا۔ وہ پہاڑ ہلا، یہاں تک کہ اس کے پتھر دامن کوہ میں گر پڑے، آپ ﷺ نے اپنے پائے مبارک سے ٹھکرا کر فرمایا: ''اے شبیر! ساکن رہ کیونکہ تجھ پر نبیؐ اور صدیق اور دو شہید ہیں''

☆......حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمان و علیؓ و طلحہؓ و زبیر کوہ شبیر پر تھے وہ پہاڑ ہلا، ایک روایت میں تمام حضرات ''عشرہ مبشرہ'' کا ذکر بھی ہے اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ بوقت ہجرت قریش نے آپ ﷺ کی تلاش میں اپنے آدمی بھیجے تو کوہ شبیر نے کہا کہ یارسول اللہ ﷺ! اُتر یئے کیونکہ مجھے خوف ہے کہ وہ آپ ﷺ کو میری پشت پر قتل نہ کر دیں اور مجھے اللہ تعالیٰ عذاب دے۔ پس دوسرے پہاڑ حراء نے کہا یارسول اللہ ﷺ! آپ میری طرف آیئے۔ اصحاب عشرہ مبشرہ میں حضرت ابوبکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ، حضرت عثمان غنیؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت زبیرؓ، حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح، حضرت سعیدؓ بن زید، شامل ہیں۔

☆......حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ جس وقت نبی کریم ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تو حضور ﷺ مسجد کے ستونوں میں سے

Marfat.com

ایک درخت خرما کے خشک تنے سے پشت مبارک لگالیا کرتے۔ جب آپ حضور ﷺ کے لیے منبر بنالیا گیا اور آپ ﷺ اس پر رونق افروز ہوئے تو اس درخت خرما کے تنے (جس کے پاس آپ ﷺ خطبہ پڑھا کرتے تھے) نے فریاد کی یہاں تک کہ قریب تھا کہ وہ پارہ پارہ ہوجائے تو نبی کریم ﷺ منبر سے اُتر آئے اور اس تنے کو آپ ﷺ نے پکڑ کر اپنی آغوش مبارک میں لے لیا تو وہ تنا اُس بچے کی طرح رونے لگا جس کو چُپ کرایا جائے، یہاں تک کہ اس نے قرار پایا پھر نبی پاک ﷺ نے فرمایا: ''یہ اس لیے رویا جو ذکر یہ سنا کرتا تھا وہ اب اس سے محروم اور جدا ہوگیا'' اس ستون کے نالہ کرنے کی وجہ سے اسے ''حنانہ'' کہتے ہیں، یہ حدیث متواتر ہے۔ (بخاری، مشکوٰۃ)

☆......فتح مکہ کے روز نبی کریم ﷺ پہلے مسجد حرام میں داخل ہوئے، مہاجرین وانصار کی جمعیت ساتھ تھی، آپ ﷺ نے پہلے حجر اسود کو بوسہ دیا پھر طواف فرمایا اس کے بعد خانہ کعبہ میں جو ۳۶۰ بت رکھے ہوئے تھے حضور نبی کریم ﷺ نے اپنی چھڑی سے اُن بتوں کی طرف اشارہ فرماتے ہوئے یہ پڑھا ''آ گیا ہے حق اور مٹ گیا ہے باطل بے شک باطل تھا ہی مٹنے والا۔'' پھر آپ ﷺ نے اپنی چھڑی مبارک سے اشارہ فرما کر بتوں کو پیوست خاک کردیا۔

☆......بدر کے دن لڑائی میں جب شدت آ گئی تو حضور نبی کریم ﷺ نے سنگریزوں کی ایک مٹھی لی اور قریش کی طرف رُخ مبارک کر کے فرمایا شاہت الوجوہ (اوران کے چہرے بدشکل ہوگئے) پھر اُن کی طرف سنگریزوں بھری مٹھی پھینک دی۔ کفار کو شکست ہوئی، اس بارے میں سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۱۸ نازل ہوئی: ''اور نہیں پھینکا تو نے جس وقت کہ پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالیٰ نے پھینکا تھا۔''

☆......اسی طرح حنین کے دن جب حضور ﷺ کے ساتھ صرف چند صحابہؓ رہ گئے تو آپ ﷺ نے اپنے خچر سے اُتر کر ایک مشت خاک لی اور شاہت الوجوہ کہہ کر کفار کی طرف پھینک دی کوئی کافر ایسا نہ تھا جس کی آنکھوں میں وہ مٹی نہ پڑی ہو۔ پس وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔

Marfat.com

مغیبات پر مطلع ہونا

حضور نبی کریم ﷺ کے معجزات میں سے آپ ﷺ کا مغیبات پر مطلع ہونا اور غیوب ماضیہ اور مستقبلہ کی خبر دینا بھی شامل ہے۔ ذیل میں ایسی ہی چند آیات مبارکہ کی تفصیل درج ہے:

سورۃ بقرہ آیت نمبر ۱۴۳ : ''اور اسی طرح ہم نے بنا دیا تمہیں (مسلمانوں) بہترین اُمت تا کہ تم گواہ بنو لوگوں پر اور ہمارا رسول (محمد ﷺ) تم پر گواہ ہو'' اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کی اُمت کو ''اُمت وسط'' بنایا کیونکہ ہر چیز کا درمیانی حصہ ہی اُس کا عمدہ ترین حصہ ہوا کرتا ہے۔

☆......قیامت کے روز جب پہلے پیغمبروں کی اُمتیں اللہ کے حضور عرض کریں گی کہ ہمیں کسی نے پیغام ہدایت پہنچایا ہی نہیں تو اس وقت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی اُمت گواہی دے گی کہ یہ جھوٹ بول رہے ہیں، تیرے پیغمبروں نے تو تیرا پیغام حرف بہ حرف پہنچا دیا تھا وہ اعتراض کریں گے کہ تم تو اس وقت موجود ہی نہ تھے، پھر تم کیسے گواہ بن گئے، تو اُمت محمدی جواب دے گی کہ اے اللہ! ہمارے نبی کریم ﷺ نے ہمیں بتا دیا تھا کہ تم سے پہلے آنے والی اُمتوں کو ان کے پیغمبروں نے تبلیغ کا حق اَدا کر دیا تھا، پھر نبی کریم ﷺ گواہی دیں گے کہ میری اُمت سچ کہہ رہی ہے

☆......سورۃ آل عمران آیت نمبر ۴۴ میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''یہ واقعات (غیب) کی خبروں میں سے ہیں، ہم وحی کرتے ہیں اُن کی آپ (محمد ﷺ) کی طرف'' اس سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے بتانے سے نبی غیب کے علم کو جانتا ہے، جو نبوت کی قوی دلیل ہے۔

☆......سورۃ آل عمران ہی کی آیت نمبر ۱۷۹ میں یوں فرمایا: ''اور نہیں ہے اللہ (کی شان) کہ آگاہ کرے تمہیں غیب پر البتہ اللہ (غیب کے علم کے لیے) چن لیتا ہے اپنے رسولوں سے جسے چاہتا ہے، سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اگر تم ایمان لے آئے اور تقویٰ اختیار کیا تو تمہارے لیے اجرِ عظیم ہے''

☆......سورۃ نساء آیت نمبر ۱۱۳ میں ارشاد فرمایا: ''اُتاری ہے اللہ تعالیٰ نے آپ (محمد ﷺ) پر کتاب اور حکمت اور

Marfat.com

سیکھا دیا آپ کو جو کچھ بھی آپ نہیں جانتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا آپ پر فضل عظیم ہے"

☆......اسی طرح سورۃ ہود کی آیت نمبر ۴۹ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ: "یہ قصہ غیب کی خبروں سے ہے، جنہیں ہم وحی کر رہے ہیں آپ کی طرف، نہ آپ جانتے تھے اسے اور نہ ہی آپ کی قوم اس سے پہلے"

☆......سورۃ یوسف آیت نمبر ۱۰۲ میں فرمایا: "(اے حبیبؐ) یہ قصہ غیب کی خبروں میں سے ہے، جو ہم وحی کرتے ہیں آپ کی طرف اور آپ کے پاس نہیں تھے جب وہ متفق ہو گئے تھے اس بات پر درآں حالیکہ وہ مکر کر رہے تھے۔"

☆......سورۃ النجم آیت نمبر ۱۰ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "پس وحی کی اللہ نے اپنے (محبوب) بندے کی طرف جو وحی کی۔" یعنی جبرائیلؑ نے اللہ کے بندے (محمد ﷺ) کو وحی کی جو اللہ تعالیٰ نے جبرائیلؑ پر وحی کی تھی۔

﴿اخبار بالغیبات﴾ اس کی دو قسمیں ہیں، ایک جو قرآن مجید میں مذکور ہے دوسری وہ جو احادیث میں موجود ہے ان کی چند مثالیں اختصار کے ساتھ درج ہیں:

کفار پر اپنی اُمت کے غلبے کی خبر دینا حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کی طرف روانہ فرماتے ہوئے یہ فرمانا کہ "اس سال کے بعد تو مجھے نہیں پائے گا۔" حضرت عدی بن حاتمؓ کو راستے کے امن کی خبر دینا اور فرما دینا کہ اگر تیری زندگی دراز ہوئی تو دیکھ لے گا کہ ایک عورت حیرہ سے تنہا سفر کر کے خانہ کعبہ کا طواف کرے گی اور اسے خدا کے سوا کسی کا ڈر خوف نہ ہوگا۔ صحیفہ قریش جسے اُنہوں نے بحفاظت خانہ کعبہ کی چھت میں رکھا ہوا تھا اس کی نسبت تین سال کے بعد بتا دینا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کے سوا اس تمام تحریر کو دیمک چاٹ گئی ہے حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی نسبت فرمایا: اہل بیتؓ میں سے میری وفات کے بعد وہ سب سے پہلے میرے پاس پہنچیں گی۔ اُم المومنین حضرت زینبؓ کی نسبت یوں فرمایا کہ میری وفات کے بعد میرے ازواج میں سے سب سے پہلے جو مجھے ملے گی وہ دراز دست ہیں۔ اُبی بن خلف کی نسبت خبر دینا کہ وہ میرے ہاتھ سے قتل ہوگا۔ اصحمہ نجاشی کی موت کی خبر دینا جس دن اس نے حبشہ میں وفات پائی۔ شب معراج کی شب کے مناظر کا ذکر فرمانا اور کافروں کے حالات بتانا جو ملک شام کو بغرض تجارت گئے ہوئے تھے۔ غار ثور سے باہر تشریف لانے کے بعد مدینہ کے راستہ میں سراقہ بن مالک سے فرمانا کہ تجھے کسریٰ کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ خلفائے ثلاثہ حضرت عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ کی شہادت کی خبر دینا حضرت امیر معاویہؓ کی علالت کی خبر دینا حضرت عمار بن یاسرؓ سے فرما دینا کہ تجھے گروہ باغی قتل کرے گا۔ غزوہ اُحد میں خبر دینا کہ حضرت حنظلہؓ کو فرشتے غسل دے رہے ہیں۔ بدر کے دن میدان جنگ میں کفار قریش کے مرنے کی جگہوں کا الگ الگ نشان دینا کہ یہاں فلاں کافر مرے گا اور وہاں فلاں۔ جنگ بدر کے خاتمہ پر اپنے چچا حضرت عباسؓ کو بتا دینا کہ تم اپنی بیوی اُم الفضل کے پاس مکہ میں مال و زر چھوڑ کر آئے ہو۔ غزوہ بنی مصطلق سے واپسی کے وقت مدینہ منورہ کے قریب فرما دینا کہ یہ تیز ہوا ایک منافق رفاعہ بن زید بن القابوت کی موت کے لیے چلی ہے۔ حضرت اقرعؓ بن شفی المکی سے حالت بیماری میں فرما دینا کہ اس بیماری سے نہیں مرے گا بلکہ ملک شام میں ہجرت کرے گا اور وہیں وفات پائے گا اور رملہ میں دفن ہوگا۔ فتح مکہ کی تیاریوں کے وقت حاطبؓ بن ابی بلتعہ کے خط کی خبر دینا

Marfat.com

جو حضرت علیؓ اور دیگر اصحابؓ کو بتا دیا گیا تھا کہ اس حلیہ کی عورت اس خط کو لے کر جا رہی ہے، تم اسے فلاں مقام پر جا پکڑو گے۔ شام و مدینہ کے درمیان تبوک میں یہ فرما دینا کہ آج مدینہ میں حضرت معاویہؓ لیثی نے انتقال فرمایا اور پھر وہیں اس کی نماز جنازہ پڑھنا۔ کسریٰ و قیصر کے ہلاک ہونے اور فارس و روم کے فتح ہونے کی خبر دینا۔ لبید بن عاصم یہودی کے جادو کی خبر دینا۔ خلفائے بنو اُمیہ اور بنو عباس کے حالات کی خبر دینا۔ (حجاج) ظالم اور (مختار) کذاب کی خبر دینا۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی نسبت فرمانا کہ یہ بیت اللہ شریف کو بچائے گا یہاں تک کہ شہید ہو جائے گا۔ خوارج، رافضیہ، قدریہ و مرجیہ و زنادقہ کی خبر دینا۔ مومنین اور منافقین کے اسرار کی خبر دینا۔ حضرت اویس قرنیؓ کی خبر دینا۔ بنائے بغداد و بصرہ و کوفہ کی خبر دینا۔ امام ابوحنیفہ، مالک و شافعی رحمہم اللہ کی بشارت دینا یہ تمام امور اسی طرح وقوع پذیر ہوئے جیسے حضور نبی کریم رحمۃ اللعالمین ﷺ نے فرمایا تھا۔

﴿ایک سچا واقعہ﴾ سورۃ مائدہ کی آیت نمبر ۱۰ کے ضمن میں حضرت جابرؓ نے غزوہ ذات الرقاع جو ۴ ہجری میں وقوع پذیر ہوا بیان فرمایا کہ یہ آیت مذکور نازل ہونے سے قبل حضور نبی کریم ﷺ کی پاسبانی کیا کرتے تھے جب یہ آیت اُتری تو آپ ﷺ کی حفاظت موقوف کر دی گئی، آیت مذکورہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کی حفاظت کا وعدہ فرمایا یہود و نصاریٰ و مشرکین باوجود کینہ وعداوت کے آپ ﷺ کے قتل پر قادر نہ ہو سکے۔ حضور ﷺ وفات شریف کے بعد جسد مبارک کے ساتھ مرقد منور میں حقیقتاً زندہ ہیں، اس لیے یہ وعدہ قیامت تک پورا ہوتا رہے گا

آپ ﷺ کا غیوب ماضیہ اور مستقبلہ کی خبر دینے کے متعلق علامہ سمہودی رحمۃ اللہ علیہ متوفی ۹۱۱ ہجری، 1503ء کی کتاب ''وفا الوفاء'' سے صرف ایک واقعہ نقل ہے جس سے قارئین اندازہ لگا سکیں گے کہ وفات شریف کے بعد دشمنانِ اسلام نے ہمارے آقا، ہمارے مالک حضور، شہنشاہ دو عالم ﷺ کو کس طرح اذیت پہنچانا چاہی اور پھر کس طرح اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ پورا ہوا

سلطانِ عادل نورالدین محمود زنگی کے عہد میں نصاریٰ کے نفسوں نے اُنہیں ایک گمان (جسدِ اطہر کی توہین) پر آمادہ کیا۔ اُن کا خیال تھا کہ وہ پورا ہو جائے گا، جبکہ اللہ تعالیٰ اپنی روشنی پوری کیے بغیر نہیں رہتا سلطان رات کو تہجد اور وظائف پڑھا کرتا تھا، ایک شب نماز تہجد ادا کرنے کے بعد وہ سو گیا، خواب میں حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت ہوئی، حضور ﷺ نے سلطان کو دو سرخ رنگ شخصوں کی طرف اِشارہ کر کے فرمایا: ''میری مدد کرو اور مجھے ان سے بچا'' سلطان ڈر کر جاگ اُٹھا، پھر وضو کیا نماز پڑھی اور سو گیا پھر اُس نے وہی خواب دیکھا تو سلطان اُٹھا اور نوافل ادا کیے پھر تیسری بار وہی خواب دیکھا، ایسے میں سلطان جاگ گیا اور کہنے لگا ''نیند باقی نہیں رہی''۔ اس کا وزیر ایک صالح شخص تھا جس کا نام جمال الدین موصلی تھا سلطان نے اُسی وقت وزیر کو بلایا اور تمام ماجرا اُس سے کہہ سنایا وزیر نے عرض کی پھر تم کیسے بیٹھے ہو! اسی وقت مدینۃ النبی کی طرف روانہ ہو جاؤ اور اپنے خواب کو پوشیدہ رکھنا یہ سن کر سلطان نورالدین محمود زنگی نے بقیہ شب میں تیاری کی اور سبک رفتار سواریوں کے ساتھ سپاہ کو لے کر نکلے۔ وزیر موصوف نے بہت سامال و زر ساتھ لیا سولہ دن میں مدینہ پہنچے، شہر سے باہر سلطان نے غسل کیا پھر شہر

Marfat.com

میں داخل ہوا روضہ منورہ پر نماز پڑھی اور زیارت کی حیران تھا کہ کیا کیا جائے۔ جب اہل مدینہ مسجد نبوی میں جمع ہوئے تو وزیر نے لوگوں سے کہا کہ سلطان، حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کے ارادے سے آئے ہیں اور خیرات کے لیے اپنے ساتھ بہت سامال وزر لائے ہیں، جو یہاں کے رہنے والے ہیں اُن کے نام لکھوا س طرح تمام اہل مدینہ کے نام لکھے گئے سلطان نے سب کو حاضر ہونے کا حکم دیا پھر جو صدقہ لینے آتا تو سلطان اُسے بغور دیکھتا تا کہ وہ شکلیں جو نبی کریم ﷺ نے اُسے دکھائی تھیں پہچان سکے۔ جس میں وہ حلیہ نہ پاتا اُسے صدقہ دے کر کہتا کہ جاؤ یہاں تک کہ سب لوگ آ چکے سلطان نے پوچھا کیا کوئی باقی رہ گیا ہے، جس نے صدقہ نہ لیا ہو انہوں نے عرض کی کہ کوئی باقی نہیں رہا۔ سلطان نے کہا کہ غور وفکر کرو اس پر لوگوں نے کہا اور تو کوئی نہیں رہا مگر دو مغربی شخص جو کسی سے کچھ نہیں لیتے وہ پارسا اور دولت مند ہیں اور محتاجوں کو کثرت سے صدقہ دیتے ہیں یہ سن کر سلطان خوش ہو گیا اور حکم دیا کہ اُن دونوں کو میرے پاس لے آؤ چنانچہ وہ مغربی شخص لائے گئے سلطان نے اُنہیں وہی دو شخص پایا جن کی طرف نبی کریم ﷺ نے اشارہ فرمایا تھا۔ (میری مدد کر اور مجھے ان سے بچا) پس اُن سے پوچھا گیا کہ تم کہاں سے آئے ہو، اُنہوں نے کہا ہم دیار مغرب سے حج کرنے کے لیے آئے ہیں۔ اس لیے اس سال ہم نے نبی کریم ﷺ کی مجاورت اختیار کی ہے سلطان نے کہا مجھے سچ بتاؤ، مگر وہ اپنی بات پر قائم رہے پھر لوگوں سے پوچھا یہ کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں، عرض کیا کہ حجرہ شریف کے قریب رباط میں رہتے ہیں۔ یہ سن کر سلطان نور الدین محمود زنگی نے دونوں کو گرفتار کر لیا پھر اُن کے مکان میں آیا وہاں، بہت سامال، دو قرآن مجید اور وعظ ونصیحت کی کتابیں پائیں ان کے سوا اور کچھ نظر نہ آیا۔ اہل مدینہ نے اُن کی بڑی تعریف کی کہ وہ بڑے سخی اور فیاض ہیں، صائم الدہر اور روضہ شریف میں صلوٰۃ اور نبی ﷺ کی زیارت کے پابند ہیں وہ ہر صبح جنت البقیع کی زیارت کو جاتے ہیں۔ اور ہر شنبہ قباء کی زیارت کرتے ہیں۔ کسی سائل کا سوال ردّ نہیں کرتے، اُن کی فیاضی سے اس سال قحط میں مدینہ میں کوئی محتاج نہیں رہا یہ سن کر سلطان نے کہا سبحان اللہ اور اپنے خواب کو ظاہر نہیں کیا۔ سلطان بذات خود اس مکان میں پھرتا رہا پھر اُس نے ایک چٹائی جو اُٹھائی تو اس کے نیچے ایک تہہ خانہ دیکھا جو اُنہوں نے حجرہ شریف کی طرف کھود رکھا تھا۔ لوگ یہ منظر دیکھ کر ڈر گئے اُس وقت سلطان نے کہا: ''تم اپنا حال سچ سچ بتاؤ'' پھر اُنہیں بہت مارا پیٹا گیا، پس اُنہوں نے اقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں اور ہمیں نصاریٰ نے مغربی حاجیوں کے بھیس میں بھیجا ہے اور ہمیں بہت سامال دیا ہے تا کہ اس مال کے ذریعے حجرہ شریف تک پہنچنے اور جسد مبارک کے نکالنے کا حیلہ ووسیلہ ٹھہراؤ بھیجنے والے عیسائیوں کا وہم تھا کہ اللہ تعالیٰ اُن کو اس بات پر قادر کر دے گا اور وہ کریں گے جو شیطان نے اُنہیں سمجھایا تھا اس لیے وہ دونوں حجرہ شریف کے نزدیک (قریب) رباط میں اُترے تھے اُنہوں نے وہ کیا جو ذکر ہوا وہ رات کو کھودا کرتے دونوں کے پاس مغربیوں کے لباس کے مطابق ایک ایک چمڑے کی تھیلی تھی جو مٹی ہوتی ہر ایک اپنی تھیلی میں ڈال لیتا اور دونوں بقیع کی زیارت کے بہانے نکل جاتے۔ وہ مٹی قبروں پر پھینک آتے۔ کچھ مدت وہ اسی طرح کرتے رہے جب کھودتے کھودتے حجرہ شریف کے نزدیک پہنچ گئے تو آسمان میں گرج پیدا ہوئی، بجلی چمکی اور ایسا زلزلہ عظیم پیدا ہوا کہ گویا پہاڑ جڑ سے اُکھڑ گئے ہیں۔ پھر اُسی رات کی صبح سلطان نور الدین محمود زنگی آ پہنچا جب دونوں نے اعتراف جرم کر لیا اور

Marfat.com

سلطان کے ہاتھ پر اُن کا حال ظاہر ہوگیا تو سلطان نے اعتراف کیا کہ اللہ کی عنایت سے یہ کام اُس سے لیا گیا۔ ایسے میں سلطان بہت رویا پھر اُن دونوں مجرموں کی گردن زنی کا حکم دیا۔ پس وہ اس جالی کے نیچے قتل کیے گئے جو حجرہ شریف سے قریب بقیع سے متصل ہے۔ پھر سلطان نورالدین محمود زنگی نے بہت سی رانگ منگوائی اور تمام حجرہ شریف کے گرد پانی تک ایک بڑی خندق کھدوائی وہ رانگ (سیسہ) پگھلائی اور اس سے خندق بھر دی۔ اس طرح حجرہ شریف کے گرد پانی کی تہہ تک رانگ کی دیوار تیار ہوگئی۔ اس کے بعد سلطان نورالدین محمود زنگی اپنے دارالسلطنت کی جانب روانہ ہوگیا۔ جاتے ہوئے اس نے حکم دیا کہ نصاریٰ کمزور کردیئے جائیں اور کوئی کافر عامل نہ بنایا جائے بایں ہمہ اس نے حکم دیا کہ محاصل چونگی تمام معاف کردیئے جائیں۔ یہ واقعہ ۵۵۷ھ بمطابق 1162ء میں پیش آیا۔

علامہ جمال الدین محمد وتری، جن کا انتقال ۷۴۱ھ بمطابق 1378ء میں ہوا۔ اُنہوں نے اس واقعہ کو اختصار کے ساتھ یوں تحریر کیا کہ حجرہ شریف کے گرد خندق کھودنا اور اس میں رانگ کا پگھلا کر ڈالے جانے کا ذکر نہیں کیا۔ مگر اُنہوں نے وہ سال بتادیا جس سال یہ واقعہ رونما ہوا، اُنہوں نے بیان کرنے میں بعض تفاصیل سے اختلاف کیا چنانچہ جو فصیل اب مدینہ کے گرد ہے اس کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ سلطان نورالدین محمود زنگی بن اقستقد ۵۵۷ھ بمطابق 1162ء میں مدینہ پہنچا، اُس کے آنے کا سبب ایک خواب تھا جو اس نے دیکھا بعض لوگوں نے اس خواب کا ذکر کیا ہے علامہ لکھتے ہیں کہ اُنہوں نے یہ واقعہ فقیہ علم الدین یعقوب بن ابی بکر (جس کا باپ مسجد نبوی ﷺ کی آتش زدگی کی رات کو جل گیا تھا) سے سنا علم الدین نے روایت کی اُن اکابر سے جن سے وہ ملا سلطان نورالدین محمود زنگی نے ایک رات تین بار نبی کریم ﷺ کو خواب میں دیکھا ہر بار آپ ﷺ فرماتے اے محمود! ''مجھے ان دو سرخ رنگ شخصوں سے بچا'' اس لیے اُس نے صبح ہونے سے پہلے ہی اپنے وزیر کو بلایا اور یہ ماجرا سنایا وزیر نے کہا کہ مدینۃ النبی ﷺ میں اَمر حادث ہوا ہے، جس کے لیے سلطان کے سوا اور کوئی نہیں، پھر سلطان تیار ہوگیا اور ایک ہزار اُونٹ اور گھوڑے لے کر روانہ ہوا یہاں تک کہ اپنے وزیر کے ساتھ مدینہ میں داخل ہوا، لیکن اہل مدینہ کو خبر نہ ہوئی وہ زیارت کے بعد مسجد نبوی ﷺ میں بیٹھ گیا، حیران تھا کہ کیا کرے، وزیر نے کہا آپ اُن دو شخصوں کو دیکھ کر پہچان لیں گے، سلطان نے کہا ہاں پس تمام لوگوں کو خیرات کے لیے بلایا اور بہت سا سیم وزر اُن میں تقسیم کیا اور کہا کہ مدینہ میں کوئی باقی نہ رہ جائے۔ اس طرح کوئی باقی نہ رہا۔ مگر اہل اُندلس سے دو مجاور اس جانب جو نبی ﷺ کے حجرے کے آگے مسجد سے باہر، آلِ عمرؓ بن الخطاب کے گھر (جو اَب دَارُ العشرۃ کے نام سے مشہور ہے) اُترے ہوئے تھے۔ سلطان نے اُن کو خیرات کے لیے بلایا وہ نہ آئے اور کہنے لگے ہمیں ضرورت نہیں ہم کچھ نہیں لیتے سلطان نے اُن کے بلانے پر اِصرار کیا پس وہ لائے گئے جب سلطان نے اُنہیں دیکھا تو اپنے وزیر سے کہا یہی وہ دو شخص ہیں۔ پھر اُن کا حال اور ان کے آنے کا سبب دریافت کیا اُنہوں نے کہا ہم نبی کریم ﷺ کی مجاورت کے لیے آئے ہیں۔ سلطان نے کہا مجھ سے سچ سچ کہو، کئی بار یہی سوال کیا آخر مار پیٹ کی نوبت پہنچی اُنہوں نے اِقرار کیا کہ ہم عیسائی ہیں اور عیسائی بادشاہوں کے حکم سے یہاں آئے ہیں تاکہ حجرہ شریف سے جسدِ مبارک کو نکال کرلے جائیں۔ سلطان نے دیکھا کہ اُنہوں نے مسجد کے قبلہ رُو دیوار کے نیچے زمین دوز نقب لگائی ہوئی ہے اور حجرہ شریف کی طرف لے جارہے ہیں۔ جس مکان میں وہ رہا کرتے تھے اس میں ایک پرانا کنواں تھا جس میں

Marfat.com

کھودی ہوئی مٹی ڈال دیا کرتے تھے۔(اس طرح علم الدین یعقوب نے بالا سناد میرے پاس بیان کیا) پس اُس جالی کے پاس جو مسجد سے باہر حجرۂ نبی ﷺ کے مشرق میں ہے اُن کو وہاں قتل کر دیا گیا۔ پھر اُنہیں شام کے وقت آگ میں جلا دیا گیا اور سلطان نور الدین محمود زنگی سوار ہو کر ملک شام کی طرف روانہ ہو گیا۔

قیامت کی نشانیاں

قرآن مجید میں قیامت کا ذکر کثرت سے آیا ہے، جیسے یوم عظیم، یوم الجمع، یوم التلاق، یوم حساب، یوم آخر، یوم التغابن وغیرہ جن سورتوں میں قیامت کا ذکر آیا اُن میں سورۃ البقرہ، آل عمران، النساء، المائدہ، الانعام، الاحزاب، التوبہ، یونس، الرعد، ابراہیم، الحجر، الکہف، النمل، نور، روم، سباء، المومن، صؔ، الزخرف، الواقع، التغابن، التکویر، الانفطار، انشقاق، البروج وغیرہ سورۃ الواقعہ کا آغاز وقوع قیامت کے ذکر سے ہوا، اس دن نوع انسانی تین گروہوں میں تقسیم کر دی جائے گی۔ داہنی طرف والے، بائیں طرف والے اور سبقت لے جانے والے۔ محققین نے قیامت کی علامات کو تین حصوں میں تقسیم کیا ہے:

اوّل: حصہ میں وہ آثار شامل ہیں جو وقوع پذیر ہو چکے ہیں، جیسے نبی کریم ﷺ کا دُنیا سے پردہ فرمانا، حضرت عثمان غنیؓ کا شہید ہونا، تارتاریوں کا فتنہ، حجاز کی آگ، جھوٹے دجالوں کا دعویٰ رسالت کرنا، بیت المقدس اور مدائن کا فتح ہو جانا، سلطنت عرب کا زائل ہو جانا تین فسادات ایک مشرق، دوسرا مغرب اور تیسرا جزیرۃ العرب میں وقوع ہونا، کعبۃ اللہ سے حجر اسود کا اُٹھایا جانا، کثرت اموات کا ہونا، قتل، فتنوں اور زلزلے کی کثرت وغیرہ کا ہونا۔

دوم: ایسے آثار جو ظہور پذیر ہو چکے مگر زیادہ ہو رہے ہیں، جو تیسری قسم سے ملتے ہیں قسم دوم کے واقعات میں قاریوں کا فاسق ہونا، عابدوں کا جاہل ہونا، قاریوں کی کثرت اور فقہا کی قلت، چاند کا بڑا ہونا حتیٰ کہ یہ کہا جائے کہ چاند دوسری رات کا ہے۔ بارش کا کثرت سے ہونا جبکہ پیداوار کا کم ہو جانا، اُمراء میں اضافہ اور امینوں کی کمی، فاسقوں کا سردار قبیلہ بننا اور فاجروں کا حاکم بازار بن جانا۔ مومن کا اپنے قبیلہ میں نقد (عربوں کی ضرب المثل ہے) جس کے معنی ہیں کہ جو ایک قسم

Marfat.com

کی بدشکل بکری ہوتی ہے، جس کے ہاتھ پاؤں (ٹانگیں) چھوٹی چھوٹی ہوتی ہیں، جو ذلت میں ضرب المثل ہے ماحاصل یہ ہوا کہ نقد سے زیادہ ذلیل۔ تجارت کی کثرت، عورت اور مرد (میاں اور بیوی) کا شریک تجارت ہونا۔ قطع رحم کرنا، کتابوں کی کثرت اور علماء کی قلت، جھوٹی گواہی کا ظاہر ہونا، امانت کو غنیمت سمجھنا، زکوٰۃ کو تاوان خیال کرنا، علم دین کو دنیا کی خاطر حاصل کرنا، حقوق والدین پورے نہ کرنے کی کثرت بڑوں کی عزت نہ ہونا چھوٹوں پر رحم نہ کیا جانا، اولادِ زنا کی کثرت، اُونچے محلوں پر فخر کرنا، مسجدوں میں دُنیا کی باتیں کرنا، نماز پڑھانے کے لیے مسجدوں میں اماموں کا نہ ملنا، بغیر شروط و ارکان نماز پڑھنا مسجدوں کی آرائش کرنا، مسجدوں کو راستے بنانا، قریبی لڑکی سے بوجہ مفلسی نکاح نہ کرنا اور کسی دولت مند لڑکی سے نکاح کرلینا، ناحق مال کھانا، حلال روپیہ کا نہ پایا جانا، سائل کا محروم رہنا، اسلام کا غریب ہونا، لوگوں میں کینہ و بغض کا ہونا، عمریں کم ہونا، پھلوں کا کم ہوجانا، جھوٹے کو سچا اور سچے کو جھوٹا جاننا، فائدہ حاصل کرنے کے لیے منافقانہ مدح کرنا، خطباء کا جھوٹ بولنا، لوگوں کا راستوں میں چوپاؤں کی طرح مجامعت کرنا جہاد نہ کرنا، نجومیوں کو سچا ماننا، قضاء وقدر کو حق نہ جاننا، حکام کا ظلم کرنا، مرد کا عورت یا دوسرے مرد سے لواطت کرنا، مالداروں کی تعظیم کرنا، کبیرہ گناہوں کو حلال جاننا، سود اور رشوت کھانا، درندوں کے چمڑوں کے فرش بنانا، ریشم پہننا، علم کا اُٹھ جانا، جہالت، زنا اور شراب نوشی کرنا، امین کو خائن اور خائن کو امین سمجھنا، گانے والی لونڈیوں کو رکھنا، آلات لہو (گانے بجانے کے آلات) کو حلال سمجھنا، حدود شرعیہ کا جاری نہ ہونا، عہد کو توڑنا، عورتوں کا مردوں اور مردوں کا عورتوں سے مشابہت کرنا، آخر اُمت کا اوّل اُمت کو برا کہنا، مردوں کو عمامے (عجمیوں کی طرح تاج) پہنانا، قرآن کو تجارت بنانا، مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرنا، جوا کھیلنا، باجے بجانا، کم تولنا، جاہلوں کو حاکم بنانا، مسجدیں بنانے پر فخر کرنا، مردوں کی قلت عورتوں کی کثرت، یہاں تک کہ ایک مرد پچاس عورتوں کا کفیل ہوگا۔ وغیرہ وغیرہ

سوم: تیسرے درجے میں قیامت کے اُن آثار کا ذکر کیا گیا جن کے بعد قیامت آجائے گی۔ یہ آثار یکے بعد دیگرے پے در پے آئیں گے۔ امام مہدی کا آغاز، مسیح الدجال کا نکلنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا آسمان سے اُترنا، یاجوج وماجوج کا ظاہر ہونا، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، ایک عجیب چوپائے کا نکلنا، لوگوں کا بت پرستی کرنا، قرآن کا اُٹھایا جانا، ایک ہوا کا نکلنا جو ہر مومن کی رُوح قبض کرلے گی۔ یمن وقصر عدن سے ایک آگ کا نکلنا جو لوگوں کو محشر کی طرف ہانک کرلے جائے گی۔ چند اہم واقعات کا مختصر جائزہ:

﴿حجاز کی آگ﴾ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ ایک آگ حجاز کی زمین سے نکلے گی جو بصرہ میں اُونٹوں کی گردنیں روشن کردے گی۔''

اس پیش گوئی کے مطابق وہ آگ سرزمین حجاز سے ہوئی۔ پہلے زلزلے آئے، جمادی الاوّل ۶۵۴ ہجری بمطابق 1256ء کی آخری تاریخ کو مدینہ منورہ میں کئی دفعہ زلزلہ آیا جو معمولی سکیل کا تھا۔ پھر جمادی الثانی سہ شنبہ کو شدید زلزلہ آیا۔ جو شب کے تہائی حصہ میں سب نے محسوس کیا۔ سب لوگ خوف زدہ ہوگئے زلزلوں کا سلسلہ روز جمعہ تک جاری رہا۔ زلزلے کی آواز آسمانی بجلی کی کڑک سے زیادہ تھی، در و دیوار ہل گئے تھے۔ اٹھارہ بار زلزلہ آیا جمعہ کو قبل از دوپہر زلزلہ

Marfat.com

رُک گیا، پھراسی روز دو پہر کو مدینہ منورہ سے قریباً ایک منزل جانب شرق آگ نمودار ہوئی آسمان کی طرف کثیر دُھواں اُٹھا، جس نے اُفق کو گھیر لیا، رات ہوئی تو آگ کے شعلے بلند ہونے لگے آگ ایسا منظر پیش کر رہی تھی جیسے وہ ایک بڑا شہر ہو جس کے گرد ایک فصیل ہو اور اُس فصیل پر کنگرے بُرج اور مینار ہوں، آگ کو دیکھ کر اہل مدینہ خوف زدہ ہو گئے۔

قاضی سنان حسینی نے بیان کیا کہ "میں امیر مدینہ عزیز الدین بن متیف شیما کے پاس گیا اور اُن سے کہا کہ عذاب نے ہمیں گھیر لیا ہے، اللہ سے رجوع کر" یہ سن کر اُس نے اپنے تمام غلام آزاد کر دیئے اور لوگوں کے مظالم اُن کو واپس کر دیئے، پھر وہ اپنے قلعے سے نکل کر حرم شریف میں آیا اور تمام اہل مدینہ خواتین اور بچوں سمیت جمعہ اور ہفتہ کی شب وہاں گزاری، لوگ ننگے سر اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے اور گڑ گڑا کر دعائیں مانگتے اور نبی رحمت ﷺ سے پناہ مانگ رہے تھے۔

قطب قسطلانی مکہ میں موجود تھے انہوں نے بیان کیا کہ یہ آگ بڑھتی چلی آ رہی تھی یہاں تک کہ حرہ اور وادیٔ شظات کے متصل آ پہنچی وادی شظات کے ایک طرف وادی حمزہؓ سے گزر کر حرم نبی ﷺ کے مقابل ٹھہر گئی۔ اس آگ کے شعلے اس قدر تیز تھے کہ جو اس کے راستہ میں حجر و شجر آتا جلا کر نیست و نابود کر دیتی۔ اللہ تعالیٰ کے کرم اور حضور اکرم ﷺ کی تربت شریف کی برکت سے یہ آگ حرم شریف سے باہر رہی۔ وہاں سے پیچھے ہٹ کر آگ نے اپنا رُخ جانب شمال کر لیا۔ یہ آگ باون (52) دن تک روشن رہی، آگ مکہ، ینبوع اور تیماء سے دکھائی دیتی تھی۔ مؤرخین کے خیال میں یہ آگ چار فرلانگ لمبی (880 گز) اور چار میل (7040 گز) چوڑی اور ڈیڑھ قامت (3 گز) عمیق وادی میں چلتی تھی۔ آگ کی حرارت سے پتھر رانگ کی مانند پگل گئے تھے۔ وادی کے آخر میں حرہ کے منتہا کے نزدیک پگلے ہوئے پتھر جمع تھے، اُن پگھلے ہوئے پتھروں کے آثار آج بھی باقی ہیں۔

امام نووی محدث و مؤرخ جو اس زمانہ میں حیات تھے، انہوں نے 676ھ میں وفات پائی اس آگ کی نسبت شرح صحیح مسلم، کتاب الفتن صفحہ ۳۹۳ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

"اور تحقیق ہمارے زمانے میں (۶۵۴ھ) میں ایک آگ نکلی اور وہ نہایت بڑی آگ تھی جو مدینہ کے مشرقی پہلو حرہ کے پیچھے نکلی شام اور باقی شہروں کے تمام باشندوں میں بطریق تواتر اس کا علم ہوا اور مجھے اہل مدینہ میں سے ایک شخص نے خبر دی جس نے اس آگ کو دیکھا۔"

علامہ تاج الدین سبکی متوفی ۷۷۱ھ بمطابق 1368ء طبقات الشافعیۃ الکبریٰ، جلد پنجم صفحہ ۱۱۲۶ میں لکھتے ہیں کہ جب ماہ جمادی الآخر ۶۵۴ھ کی پانچویں تاریخ ہوئی تو مدینہ کے قرب میں اس آگ کا ظہور ہوا، اس سے دو رات پہلے ایک بڑی آواز سنی گئی، پھر ایک بڑا زلزلہ آیا، قریظہ کے قریب حرہ میں یہ آگ ظاہر ہوئی، اہل مدینہ اپنے گھروں میں اس آگ کو دیکھتے تھے۔ آگ کی روئیں پانی کی طرح جاری ہوئیں اور پہاڑ آگ بن کر رواں ہوئے یہ آگ حاجیوں کی راستہ عراق کی طرف روانہ ہوئی پھر ٹھہر گئی اور زمین کو کھانے لگی رات کے آخری حصہ سے چاشت کے وقت تک اس میں

Marfat.com

ایک بڑی آواز تھی لوگوں نے نبی کریم ﷺ سے مدد طلب کی اور گناہ ترک کر دیئے یہ آگ ایک مہینے سے زیادہ روشن رہی یہ وہی آگ ہے جس کی خبر جناب رسول کریم ﷺ نے دی تھی۔ جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا تھا کہ:

''قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ سرزمین حجاز سے ایک آگ نکلے گی جس سے بصرے میں اُونٹوں کی گردنیں روشن ہو جائیں گی۔''

﴿تاتاریوں کا فتنہ اور حادثہ بغداد﴾ ''میری اُمت کے لوگ ایک پست زمین پر اُتریں گے جس کا نام بصرہ ہوگا، یہاں ایک دریا ہوگا جس کو دجلہ کہیں گے، اس دریا پر ایک پل ہوگا بصرہ کے باشندے بکثرت ہوں گے، اس شہر کا شمار مسلمانوں کے بڑے شہروں میں سے ہوگا۔ قیامت سے قبل یہاں قنطوراء کی اُولاد آئے گی، جن کے چہرے فراخ اور آنکھیں چھوٹی ہوں گی وہ دریا کے کنارے آباد ہوں گے۔ بصرہ کے باشندے تین گروہوں میں تقسیم ہو جائیں گے، ایک گروہ بیل گاڑیوں میں سوار ہو کر بیابان میں چلا جائے گا اور وہ ہلاک ہو جائے گا۔ دوسرا گروہ اپنی جان کی اَمان کا طالب ہوگا لیکن وہ بھی ہلاک ہو جائے گا۔ تیسرا گروہ اولاد کو پس پشت ڈال دے گا اور ان سے لڑے گا وہ حقیقی شہید ہوں گے۔''

(مشکوۃ، کتاب الفتن، باب الملاحم فصل ثانی)

قنطوراء ایک لونڈی کا نام ہے، جس کے مالک حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے۔ اس کی نسل کو تاتاری کہا جاتا ہے اور اُن ہی کو ترک کہتے ہیں۔ ترک لوگ لڑائی کے لیے بصرہ میں نہیں آئے بلکہ وہ بغداد میں آئے ماضی بعید میں اور حال میں یہ ایک بڑا شہر ہے، جس کے قریب دریائے دجلہ بہہ رہا ہے۔ دریا پر ہی یہاں ایک پل ہے جبکہ بصرہ کے نزدیک دریا نہیں ہے پس حدیث میں بصرہ کا ذکر اس لیے ہے کہ بغداد کی نسبت بصرہ قدیم شہر ہے جس کے مضافات میں وہ گاؤں اور مواضعات تھے جن سے شہر بغداد کی تشکیل ہوئی علاوہ ازیں بغداد کے قریب ایک گاؤں کا نام بصرہ بھی تھا، جو بغداد میں ہی شامل ہو گیا تھا۔

(مشکوۃ، کتاب الفتن، باب الملاحم)

یہ پیش گوئی ۶۵۶ھ بمطابق 1254ء ماہ محرم میں پوری ہوئی جب چنگیز خان تاتاری کے پوتے ہلاکو خان نے بغداد پر لشکر کشی کی اس کا تاریخی پس منظر یوں بیان کیا گیا کہ بغداد پر خاندان عباسیہ کا آخری حکمران مستعصم باللہ مسند خلافت پر متمکن تھا اس کا وزیر مؤید الدین محمد بن علی العلقمی عالم فاضل مگر رافضی تھا اس نے عباسی حکومت کے خلاف تاتاریوں کو بغداد پر حملہ کی دعوت دی

ادھر ہلاکو کے دربار میں حکیم نصیر الدین طوسی بھی رافضی تھا، اس نے ابن علقمی کی رائے کی تائید کی اور ہلاکو کو بغداد پر حملہ کرنے کے لیے تیار کر لیا۔ پھر ہلاکو نے بغداد پر حملہ کر دیا اسلامی لشکر کی سربراہی کا فرض رُکن الدین دویدا نے ادا کیا جبکہ ہلاکو کے لشکر کا سردار تاجو تھا دونوں کا آمنا سامنا بغداد سے باہر ہوا بغدادیوں کو شکست ہوئی کچھ تہ تیغ ہوئے کچھ دریائے دجلہ کے پانی میں ڈوب گئے، جو بچے وہ بھاگ گئے ہلاکو کا سپہ سالار دجلہ کے مغربی کنارے پر اُترا ہلاکو نے بغداد کے مشرق سے حملہ کیا اور شہر کو گھیر لیا۔

Marfat.com

خلیفہ کے وزیر ابن علقمی نے صلح کا مشورہ دیا اور کہا کہ میں تاتاریوں کے ساتھ صلح کی شرائط قائم کرنے کے لیے جاتا ہوں وزیر مذکور نے مذاکرات کے بعد واپس آ کر بیان کیا کہ، اے امیر المومنین ہلاکو کی دلی خواہش ہے کہ وہ اپنی بیٹی کا نکاح آپ کے بیٹے امیر ابو بکر سے کر دینا چاہتا ہے۔ وہ آپ کو منصب خلافت پر بھی قائم رکھنا چاہتا ہے اس کے بدلے وہ آپ سے اپنی اطاعت تسلیم کروانے کا خواہشمند ہے، اس کے بعد وہ اپنا لشکر لے کر واپس چلا جائے گا۔ اس طرح مسلمان خون ریزی سے بچ جائیں گے اور آپ کی حکومت بھی قائم رہے گی۔

خلیفہ معتصم باللہ نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور خلیفہ کے وزیر ابن علقمی نے ہلاکو کو اس تجویز کی منظوری سے مطلع کر دیا۔ علماء اور فقہاء سب شہزادے کی رسم نکاح میں شامل ہوئے تو انہیں سازش کے تحت قتل کر دیا گیا۔ اسی طرح خلیفہ کے حاشیہ نشینوں کو بھی طلب کر کے موت کے گھاٹ اُتار دیا۔ اس کے بعد خلیفہ کی ساری اولاد کو تاتاریوں نے قتل کر دیا۔ پھر ہلاکو نے رات کے وقت خلیفہ کو بلایا اور امور سلطنت اور دیگر معاملات کے متعلق معلومات حاصل کیں ہلاکو کو بتایا گیا کہ اگر خلیفہ کا خون گرایا گیا تو دنیا میں تاریکی پھیل جائے گی اور تیرا ملک بھی تباہ و برباد ہو جائے گا۔ کیونکہ خلیفہ بغداد نبی کریم ﷺ کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد میں سے ہیں۔ اور اُن کی حیثیت دنیا میں خلیفۃ اللہ کی ہے

ہلاکو نے خلیفہ بغداد کو ۸ محرم ۶۵۶ھ میں ایک بوری میں بند کر کے ہتھوڑوں سے مار ڈالا۔ کچھ کا خیال یہ ہے کہ اُسے لاتوں سے مارا گیا خلیفہ کے امیروں میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑا کہتے ہیں کہ مقتولینِ بغداد کی تعداد کا تخمینہ ۱۸ لاکھ بتایا گیا۔ خلیفہ کے حرم کی بے آبروئی کی گئی اور خلیفہ کا محل ایک عیسائی کو دے دیا، مسجدوں میں شراب بہادی گئی، اعلانیہ اذان دینے کا سلسلہ بند کر دیا، تاتاریوں نے شہر بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی۔

﴿کعبہ شریف کی حجابت﴾ اس میں حضور نبی کریم ﷺ کی تین پیش گوئیاں شامل ہیں پہلی یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے عثمانؓ بن طلحہ سے فرمایا تھا کہ: ''ایک دن یہ کنجی میرے ہاتھ میں ہوگی۔'' پس فتح مکہ کے دن یہ پیش گوئی ثابت ہوئی دوسری یہ کہ حضور نبی کریم ﷺ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ: ''قریش ہلاک و ذلیل ہونے کی زندگی کے بجائے عزت پائیں گے۔'' فتح مکہ کے دن ایسا ہی ہوا قریش نے اسلام میں داخل ہو کر حیات طیبہ حاصل کی اور عزت پائی۔ اُن کی ذلت کی زندگی کا خاتمہ ہوا بتوں کے آگے سر جھکانے کی ذلت سے نجات ملی اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا شرف حاصل ہوا۔ تیسری پیش گوئی یہ تھی کہ حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت عثمانؓ بن طلحہ کو خانہ کعبہ کی کنجی دیتے وقت فرمایا کہ: ''یہ کنجی ہمیشہ تمہارے پاس رہے گی، ظالم کے سوا کوئی تم سے نہ چھینے گا'' چودہ سو سال سے زائد عرصہ گزرنے کے بعد بھی یہ کنجی عثمانؓ بن طلحہ کے ہی خاندان میں چلی آ رہی ہے

Marfat.com

اُمت پر حضور نبی کریم ﷺ کے حقوق

قرآن مجید سے واضح ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ کی نبوت ورسالت پر ایمان لانا فرض ہے۔اس ضمن میں قرآن مجید سے چند آیات کا ترجمہ پیش ہے:

☆ ...... ''تم کو پیغمبرؐ کی پیروی کرنی بہتر ہے (یعنی) اُس شخص کو جسے خدا (سے ملنے) اور روز قیامت (کے آنے) کی اُمید ہو اور وہ خدا کا کثرت سے ذکر کرتا ہو۔'' (سورۃ الاحزاب، آیت:۲۱)

☆ ...... ''اے پیغمبرؐ! لوگوں سے کہہ دو کہ اگر تم خدا کو دوست رکھتے ہو تو میری پیروی کرو، خدا بھی تمہیں دوست رکھے گا اور تمہارے گناہ معاف کر دے گا۔'' (سورۃ آل عمران، آیت:۳۱)

☆ ...... ''پیغمبرؐ مومنوں پر ان کی جانوں سے بھی زیادہ حق رکھتے ہیں اور پیغمبر کی بیویاں اُن کی مائیں ہیں۔''

(سورۃ الاحزاب، آیت:٦)

☆ ...... ''اور جو شخص اللہ اور اس کے پیغمبر پر ایمان نہ لائے تو ہم نے ایسے کافروں کے لیے آگ تیار کر رکھی ہے۔''

(سورۃ فتح، آیت:۱۳)

☆ ...... ''سو جو چیز تم کو پیغمبر دیں وہ لے لو، اور جس سے منع کریں (اُس سے) باز رہو اور خدا سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ سخت عذاب دینے والا ہے۔'' (سورۃ الحشر، آیت:۷)

☆ ...... حضرت صدیق اکبرؓ نے اپنی وفات سے کچھ دیر پہلے اپنی صاحبزادی حضرت عائشہؓ سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کے کفن میں کتنے کپڑے تھے۔اور حضور ﷺ کا وصال کس دن ہوا؟ اس سوال کی وجہ یہ تھی کہ خلیفہ اوّل کی خواہش تھی کہ کفن اور یوم وصال میں بھی حضور نبی کریم ﷺ کی موافقت نصیب ہو جائے۔

حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ جس اُمر پر عمل فرمایا کرتے تو میں اُسے کیے بغیر نہ چھوڑتا۔اگر مجھ سے کوئی اُمر چھوٹ جاتا تو مجھے ڈر ہوتا کہ کہیں سنّت رسول اللہ ﷺ سے منحرف نہ ہو جاؤں، اس لیے میں نے پوری

Marfat.com

کوشش کی کہ سنت رسولؐ پر مکمل عمل کیا جائے۔

☆......حضرت ابوہریرہؓ کا گزر ایک مقام سے ہوا جہاں ایک جماعت کے لوگ بیٹھے تھے۔ اُن کے سامنے بھنی ہوئی بکری رکھی تھی۔ جماعت والوں نے آپؓ کو دعوت طعام دی تو آپؓ نے کھانے سے اِنکار کر دیا، اور فرمایا نبی کریم ﷺ دُنیا سے رحلت فرما گئے تو اُن کے بعد جو کی روٹی پیٹ بھر کر نہ کھائی۔ (بخاری شریف)

☆......حضرت زیدؓ بن اسلم سے روایت ہے کہ میں نے حضرت عمرؓ بن خطاب کو دیکھا کہ وہ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے۔ بوسہ دینے کے بعد اُنہوں نے حجر اسود کو دیکھا اور فرمایا، اگر میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے نہ دیکھا ہوتا تو میں بھی تجھ کو بوسہ نہ دیتا۔ (بخاری)

☆......حضرت عباسؓ کا مکان مسجد نبویؐ سے ملحق تھا۔ اُن کے مکان کا پرنالہ مسجد میں آنے جانے والے نمازیوں کے سروں پر پڑتا تھا۔ بارش کا پانی پرنالے سے گرتا تو نمازیوں کے کپڑے بھیگ جایا کرتے۔ نمازیوں نے خلیفہ دوم سے شکایت کی تو حضرت عمرؓ نے وہ پرنالہ اُکھاڑ دیا۔ حضرت عباسؓ گھر پر موجود نہ تھے، جب واپس آئے تو پرنالے کے اُکھاڑے جانے کی خبر ملی، پھر حضرت عباسؓ خلیفہ کے پاس پہنچے اور اُنہیں بتایا کہ اللہ کی قسم! اس پرنالے کو رسول اللہ ﷺ نے خود اپنے دست مبارک سے میری گردن پر سوار ہو کر لگایا تھا۔ یہ سن کر حضرت عمر فاروقؓ خلیفہ دوم نے جواب دیا کہ ''آپ میری گردن پر سوار ہو کر اس پرنالے کو اُسی جگہ لگا دیں جہاں یہ پہلے تھا'' پھر ایسا ہی ہوا۔

☆......حضرت عبداللہؓ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک شخص کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی دیکھی، آپ حضور ﷺ نے اُس شخص کے ہاتھ سے وہ انگوٹھی نکلوا کر پھینک دی۔ اور فرمایا: ''کیا تم میں سے کوئی چاہتا ہے کہ آگ کی انگاری اپنے ہاتھ میں ڈالے''؟، پھر حضور نبی کریم ﷺ وہاں سے تشریف لے گئے، آپ ﷺ کے جانے کے بعد اُس شخص سے کہا گیا کہ وہ اپنی انگوٹھی کو اُٹھالے اور فروخت کر کے فائدہ حاصل کر لے۔ لوگوں کی یہ بات سن کر انگوٹھی کے مالک نے کہا اللہ کی قسم! میں اس انگوٹھی کو کبھی نہ لوں گا۔'' (بخاری و مسلم)

﴿علامات حُبِّ صادقین﴾ رسول کریم ﷺ نے قرآن سے محبت رکھنے کی یہ نشانی فرمائی کہ ہمیشہ قرآن کی تلاوت کی جائے، اس کے معانی و مفہوم کو سمجھا جائے اور احکامات پر عمل کیا جائے۔ رسول اللہ ﷺ سے محبت رکھنے کی علامت آپ ﷺ کی سنت سے محبت رکھنا ہے۔

☆......حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ ﷺ میرے نزدیک میری جان اور میری اولاد سے زیادہ پیارے ہیں۔ جب میں اپنے گھر میں ہوتا ہوں اور مجھے آپ ﷺ یاد آتے ہیں تو میں جب تک آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ ﷺ کو دیکھ نہ لوں تو مجھے صبر نہیں آتا اور پھر جب میں اپنی موت کو یاد کرتا ہوں تو یقین کرتا ہوں کہ آپ ﷺ انبیاءؑ کے ساتھ بلند مرتبہ میں اُٹھائے جائیں گے اور میں جب جنت میں داخل ہوں گا تو اَدنیٰ درجے میں ہونے کے سبب مجھے ڈر ہے کہ آپ ﷺ کو نہ دیکھ سکوں گا۔

Marfat.com

یہ سن کر آنحضور ﷺ نے اُسے کوئی جواب نہ دیا، یہاں تک کہ حضرت جبرائیلؑ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ کا یہ پیغام دیا: ''اور جو کوئی اللہ اور اس کے رسولؐ کی فرمانبرداری کرے، ان لوگوں کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا اور پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں اور نیکوں کے ساتھ، اور یہ اچھے رفیق ہیں۔'' (سورۃ نساء، آیت: ۶۹)

☆......حضرت عبداللہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! اُس شخص کے متعلق کیا فرماتے ہیں جو اُس قوم سے محبت رکھتا ہے جس کو اُس نے دیکھا بھی نہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''انسان قیامت کے دن اُن لوگوں کے زُمرے اُٹھے گا جن سے وہ محبت رکھتا ہے۔'' (مشکوٰۃ)

☆......حضرت سلمیٰؓ خادمہ رسول اکرم ﷺ اپنے گھر پر موجود تھیں، حضرت حسنؓ بن علیؓ، عبداللہؓ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ بن ابی طالب اکٹھے ہو کر حضرت سلمیٰؓ کے گھر آئے اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اُن کے لیے وہ کھانا تیار کریں جس کو رسول کریم ﷺ پسند فرمایا کرتے تھے اور خوش ہو کر تناول فرماتے۔ مائی صاحبہ نے حضرت حسنؓ سے کہا بیٹا! آج تم اس کھانے کو پسند نہ کرو گے، حضرت حسنؓ نے اصرار کیا تو حضرت سلمیٰؓ نے جَو کا آٹا ایک ہنڈیا میں چڑھا دیا، اس میں روغن زیتون اور کالی مرچیں اور زیرہ ڈال دیا۔ کھانا پک گیا تو اُن حضرات کے سامنے رکھ کر مائی سلمیٰؓ نے کہا کہ: ''رسول اللہ ﷺ اس کھانے کو پسند فرمایا کرتے تھے۔''

☆...... حضرت انسؓ نے بیان کیا کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ قیامت کب ہوگی۔؟ آپ ﷺ نے فرمایا: ''کہ تجھ پر افسوس ہے کہ تو نے اس دن کے لیے کیا تیاری کی۔'' اُس شخص نے عرض کی کہ اس نے کچھ بھی تیار نہیں کیا البتہ وہ خدا اور اس کے رسول ﷺ سے محبت رکھتا ہے۔ یہ سن کر رسول کریم ﷺ نے فرمایا: ''تو اس کے ساتھ ہوگا جس سے تو محبت رکھتا ہے۔'' (طبرانی)

☆......صحابہ کرامؓ نے حضور ﷺ کی محبت میں اپنا ملک چھوڑا، عزیز و اقارب سے رشتہ اُلفت توڑا، جہاد کیا، خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کے لیے دشمنان اسلام کو خواہ وہ رشتہ دار ہی تھے، اُنہیں قتل کیا یا قتل کرنے کا اِرادہ کیا۔ حضرت ابوعبیدہؓ بن جراح نے اپنے والد (جراح) کو جنگ بدر میں قتل کیا۔ (طبرانی)

☆......عبداللہؓ بن ابی نے نبی کریم ﷺ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ اپنے باپ اُبی کو آپ ﷺ کی اجازت سے قتل کرنے کا اِرادہ رکھتا ہے۔ لیکن آپ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ کو ایسا کرنے سے منع فرمایا۔

☆......اسی طرح حضرت عمر فاروقؓ نے جنگ بدر میں اپنے ماموں عاص بن ہشام بن مغیرہ بن مخزومی کو قتل کر دیا تھا۔ (ابن ہشام)

☆......جنگ بدر میں یہ واقعہ بھی پیش آیا کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے بیٹے عبدالرحمٰن جو اس وقت تک ایمان نہ لائے تھے، مبارز طلبی ہوئی تو خود حضرت ابوبکر صدیقؓ اور ان کے بیٹے عبدالرحمٰن کا آمنا سامنا ہو گیا، ایک مرحلہ پر عبدالرحمٰن اپنے والد پر حاوی ہوئے۔ جب حضرت عبدالرحمٰن ایمان لے آئے تو اس واقعہ کا تذکرہ ہوا، حضرت عبدالرحمٰن نے اپنے والد سے عرض کی کہ جنگ بدر میں آپ میری تلوار کے نیچے تھے لیکن میں نے آپؓ کو چھوڑ دیا

Marfat.com

تھا۔ یہ سن کر حضرت ابو بکر صدیقؓ بولے! عبدالرحمٰن اگر تو میری تلوار کے نیچے آ جاتا تو میں تجھے قتل کر دیتا۔

☆......جنگ بدر میں حضرت علیؓ و حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ بن حارث نے عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ کو جوان کے گھرانے کے افراد میں سے تھے قتل کیا۔

☆......حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ ایک درزی نے رسول اللہ ﷺ کو دعوت طعام دی، کھانا اُس درزی نے خود تیار کیا، میں بھی حضور ﷺ کے ساتھ شریک ہوا۔ جَو کی روٹی اور شوربہ حضور ﷺ کے آگے لایا گیا جس میں کدو اور نمکین خشک کیا ہوا گوشت شامل تھا۔ میں نے حضور ﷺ کو دیکھا کہ پیالے کے اطراف سے کدو کی قاشیں تلاش کرتے تھے۔ اس لیے میں نے اس دن کے بعد سے کدو کو ہمیشہ ہمیشہ پسند کیا۔

☆......امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ایک روایت کا ذکر آیا کہ حضور سرور عالم کدو پسند فرماتے تھے۔ مجلس میں ایک شخص نے کہا (انا ما احبہ) ''میں اس کو پسند نہیں کرتا'' یہ سن کر امام موصوف نے تلوار کھینچ لی اور فرمایا: ''تجدید ایمان کرو، ورنہ میں تجھے ضرور قتل کر دوں گا۔''

جو لوگ حضور نبی کریم ﷺ سے سچی محبت کرنے والے ہوتے ہیں اُن کی کچھ نشانیاں اور مخصوص علامات بھی ہوتی ہیں جیسے: ذکر مصطفیٰ ﷺ کثرت سے کرنا، دُرود شریف بکثرت پڑھنا، احادیث مبارکہ اور حیات مطہرہ کا ذکر کرتے رہنا زیارت مصطفیٰ ﷺ کے اشتیاق میں سرگرداں رہنا، ایسا اشتیاق جیسا کہ حضرت بلالؓ اور ابو موسیٰؓ کا تھا۔ آپ ﷺ کے اقوال و افعال اور آپ ﷺ کی بتائی ہوئی سنّت پر پابندی سے عمل کرنا آنحضرت ﷺ سے ایسی محبت کرنا کہ دنیا کی ہر چیز آپ ﷺ کی محبت پر قربان کر دی جائے۔ آنحضور ﷺ کی تعظیم و تکریم دل و جان سے اور نہایت ادب سے کرنا۔

﴿تعظیم و توقیر﴾ حضور نبی کریم ﷺ کی تعظیم و تکریم قرآن پاک کی سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۴ میں یوں بیان کی گئی: ''اے ایمان والو! تم ''راعنا'' نہ کہو، بلکہ کہو ''اُنظرنا'' اور بغور سنو اور کافروں کے لیے دردناک عذاب ہے'' مفہوم یہ ہے کہ جب صحابہ کرامؓ کسی ارشاد گرامی کو اچھی طرح نہ سمجھ سکتے تو عرض کرتے راعنا، اے حبیب اللہ ہم پوری طرح سمجھ نہ سکے۔ ہمارے لیے رعایت فرماتے ہوئے ہمیں دوبارہ سمجھا دیجئے لیکن یہود کی زبان (عبرانی) میں یہ لفظ گستاخی اور بے اَدبی کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کی عزت و تعظیم کا یہاں تک پاس رکھا کہ اس لفظ کا استعمال ہی ممنوع فرما دیا۔ جس میں گستاخی کا شائبہ تک بھی ہو۔ امام قرطبی کے مطابق ایسے الفاظ کا استعمال بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں ممنوع ہے۔ امام مالک نے تو ایسے شخص کو حد قذف لگانے کا حکم دیا ہے۔ راعنا کی جگہ ''اُنظرنا'' (ہماری طرف نگاہ لطف فرمایئے) کہا کرو۔ یہ لفظ ہر قسم کے احتمالات فاسدہ سے پاک ہے'' واسمعو'' کا حکم دے کر یہ تنبیہ فرما دی کہ جب میرا رسول ﷺ تمہیں کچھ سنا رہا ہو تو ہمہ تن گوش ہو کر سنا کرو تا کہ اُنظر کہنے کی نوبت ہی نہ آئے۔ شانِ نبوت کے خلاف ہے کہ تم ایک بات بار بار دریافت کرو۔ یہ کمال ادب اور انتہائے تعظیم ہے جس کی تعلیم خالق کائنات نے غلامان مصطفیٰ ﷺ کو دی۔

نبی کریم ﷺ کی تعظیم و توقیر کے متعلق سورۃ الحجرات کی ابتدائی آیات (۱ تا ۵) میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

Marfat.com

☆ ......"اے ایمان والو! اللہ اور اس کے رسولؐ سے آگے نہ بڑھو اور اللہ سے ڈرو بے شک اللہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔"

☆ ......"اے ایمان والو! تم اپنی آواز نبی (ﷺ) کی آواز سے اُونچی نہ کرو اور ان سے اُونچی آواز میں بات نہ کرو، جیسا کہ تم ایک دوسرے سے کرتے ہو، ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال اکارت جائیں اور تمہیں خبر نہ ہو۔"

☆ ......"بے شک جو لوگ رسول اللہ (ﷺ) کے پاس اپنی آوازیں پست کرتے ہیں وہی ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے پرہیز گاری کے لیے جانچا ہے، اُن کے لیے معافی اور بڑا ثواب ہے۔"

☆ ......"بے شک وہ لوگ جو آپ حجروں سے باہر سے پکارتے ہیں اُن میں سے اکثر عقل نہیں رکھتے۔"

☆ ......"اور اگر وہ صبر کرتے یہاں تک آپ (ﷺ) باہر تشریف لاتے اُن کے پاس تو یہ اُن کے لیے بہتر ہوتا اور اللہ تعالیٰ غفور الرحیم ہے۔"

سورۃ الحجرات کی پہلی آیت کا مفہوم امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی مکرم ﷺ کا مقام عالی اور شان رفیع سورۃ محمد کی آیت نمبر ۲۸ میں بیان کیا گیا کہ "وہ رسول ہیں جن کی رسالت کے ہم گواہ ہیں۔" جس کے دین کو تمام اَدیان پر غلبہ حاصل ہوگا، اُن کے غلام اُن صفات جلیلہ سے متصف ہیں جن کا ذکرِ خیر سابقہ الہامی کتب میں بھی موجود ہے اس سورۃ میں رسول ذی شان حضرت محمد ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، جب تعمیل حکم کی خُو پختہ ہوگی تو محبت کی نعمت مرحمت فرمائی جائے گی۔ اور جب محبوب خداوند ذوالجلال کے عشق کی شمع فروزاں ہوگی تو حرم کبریائی تک جانے والا سارا راستہ منور ہو جائے گا۔ قول وعمل میں سرورِ عالم ﷺ سے سبقت نہ کرو اگلی آیت میں تعلیم دی جارہی ہے گفتگو کرنے کے آداب بتائے، کہ اگر تمہیں وہاں شرف باریابی نصیب ہو جائے اور ہمکلامی کی سعادت بھی میسر آجائے تو یہ خیال رہے کہ تمہاری آواز اللہ تعالیٰ کے محبوب کی آواز سے بلند نہ ہونے پائے۔

جب یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی تو حضرت عمر فاروقؓ نے آہستہ آہستہ کلام کرنے کو اپنا معمول بنالیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! مجھے اُس ذات کی قسم جس نے آپ ﷺ پر یہ قرآن نازل فرمایا، میں تادم واپسیں حضور ﷺ سے آہستہ آہستہ بات کروں گا۔ جب کوئی وفد حضور ﷺ سے ملاقات کے لیے مدینہ طیبہ میں آتا تو حضرت صدیق اکبرؓ وفد کی طرف ایک خاص آدمی بھیجتے جو انہیں حاضری کے آداب سکھاتا۔ اور اَدب واحترام ملحوظ رکھنے کی تلقین کرتا۔ اس آیت کے نزول کے بعد صحابہ کرامؓ جو پہلے ہی سراپا اَدب واحترام تھے وہ مزید محتاط ہو گئے۔ آیت نمبر ۴ کا مفہوم ہے کہ مکہ کے لوگ معمولی نوشت وخواندگی سے بھی محروم تھے، تہذیب ومعاشرت کے آداب سے بے بہرہ جبکہ صحرانشین بدوؤں کی حالت تو اور بھی زیادہ ناگفتہ بہ تھی۔ اس آیت میں آداب سکھائے گئے، جن پر عمل کرنا نہایت ضروری ہوا۔ آیت نمبر ۵ اُن کی غیر شائستہ حرکت پر سرزنش کے بعد انہیں بتایا جارہا ہے کہ اُن کے لیے یہ بہتر تھا کہ وہ حضور ﷺ کا انتظار کرتے، یہاں تک کہ نبی کریم ﷺ قیلولہ فرمانے کے بعد خود باہر تشریف لاتے۔ ایسے میں وہ لوگ زیارت کی سعادت حاصل کرتے اور اپنے احوال کو بھی بیان کر سکتے اور حضور نبی کریم ﷺ کے جودوکرم سے سیراب بھی ہوتے۔

Marfat.com

اسی ضمن میں حضرت ابوعبیدہ جو ایک بلند پایہ عالم تھے اُنہوں نے فرمایا: ”میں نے کبھی کسی اُستاد کے دروازے پر دستک نہیں دی بلکہ اُن کا انتظار کیا کرتا۔ جب اُستاد از خود تشریف لاتے تو اُن سے استفادہ حاصل کرتا۔“ آنحضرت ﷺ کی تعظیم و توقیر کا سلسلہ از ابتداء تا اختتام دنیا جاری رہے گا۔ حضرت اسحاق جنہوں نے ۳۹۲ھ بمطابق 963ء میں وفات پائی، اُنہوں نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ کے وصال کے بعد صحابہ کرامؓ میں آپ حضور ﷺ کا ذکر مبارک ہوتا تو سامعین خشوع و انکساری کا خوب اظہار کرتے۔ حالت یہ ہوتی کہ اُن کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہو جایا کرتے، فراق محبوب ﷺ میں رونا اُن کا معمول تھا، کیفیت فراق کا یہ سلسلہ تا قیامت جاری رہے گا۔

﴿آنحضرت ﷺ کا اَدب﴾ یہاں ایسے واقعات درج کیے جا رہے ہیں، جن سے بخوبی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کرامؓ کس کس انداز سے حضور نبی کریم ﷺ کا اَدب اور تعظیم بجالاتے تھے۔ سب سے پہلے سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۲۳ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

”اہل ایمان میں ایسے جواں مرد ہیں جنہوں نے سچ کر دکھایا جو وعدہ اُنہوں نے اللہ سے کیا تھا، اُن میں سے کچھ اپنی زندگی پوری کر چکے اور بعض انتظار کر رہے ہیں۔ اُن کے رویے میں ذرا تبدیلی نہیں آئی۔“

☆...... حضرت مصعبؓ بن عمیر ایک مالدار باپ کے لاڈلے بیٹے تھے۔ خوش پوش، زرق برق لباس زیب تن رکھتے، ناز و نعم میں پرورش پائی۔ اللہ تعالیٰ کی نظر کرم سے سب کچھ چھوڑ کر دربار مصطفیٰ ﷺ کی غلامی اختیار کر لی۔ نبی کریم ﷺ نے اُنہیں معلم و مبلغ مقرر فرمایا حضرت مصعبؓ کی تبلیغی سرگرمیوں کے باعث قبیلہ اَوس اور خزرج کے کئی سردار مشرف با اسلام ہوئے۔ جنگ اُحد میں دیگر غلامان حبیب کبریا کی طرح شوق شہادت جھومتے ہوئے داد شجاعت دینے لگے۔ کیف و مستی کا یہ عالم تھا کہ اپنے تن بدن کا کوئی ہوش نہ تھا۔ صرف اسلام کا پرچم بلند رکھنے کی دھن لگی تھی۔ زخموں سے چور ہو کر گرے اور جام شہادت نوش فرمایا۔ اختتام جنگ کے بعد آپ ﷺ اُن کی نعش کے قریب پہنچے تو حضرت مصعبؓ بن عمیر کے لیے دُعا فرمائی۔: ”میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی جانب یہ لوگ قیامت تک شہید ہیں، پس ان کے پاس آؤ، ان کے مزارات کی زیارت کرو، اس ذات پاک کی قسم، جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، قیامت تک جو بھی اُنہیں سلام کرے گا وہ جواب دیں گے۔“

☆...... حضرت سعد بن نضر کو غزوہ بدر میں شریک نہ ہونے کا بڑا ملال تھا، جنگ اُحد میں شرکت فرمائی، افواہ پھیل گئی کہ حضور ﷺ شہید ہو گئے ہیں۔ بعض مسلمان شکستہ دل ہو کر بیٹھ رہے حضرت انسؓ اُن کے قریب سے گزرے، اُن کو مایوس دیکھ کر فرمایا، یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو، اور رسول پاک ﷺ کے بعد زندہ رہ کر کیا کرو گے۔ پھر تلوار بے نیام کی اور دشمن پر ٹوٹ پڑے، زبان مبارک سے یہ الفاظ ادا فرما رہے تھے: ”اے سعد بن نضر کے ربّ کی قسم! مجھے جنت کی خوشبو آ رہی ہے اور یہ خوشبو کوہِ اُحد کے پیچھے سے آ رہی ہے“ یہاں تک کہ وہ شہید ہو گئے۔ اُنہیں ۸۰ سے زائد زخم آئے، اُن کا کوئی عضو بھی سلامت نہ بچا تھا کہ اُن کی پہچان ہو سکے، ایسے میں اُن کی ہمشیرہ نے اُن کی اُنگلیوں

Marfat.com

کے پورے دیکھ کر پہچان لیے

☆ ......حضرت عائشہ صدیقہؓ کا بیان ہے کہ میں نے حدیث وکلام میں حضرت فاطمۃ الزہراؓ سے بڑھ کر کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مشابہ نہیں دیکھا، جب حضور ﷺ کی خدمت میں آتیں تو آپ ﷺ اُن کے لیے کھڑے ہو جاتے اور مرحبا کہہ کر اُن کو چومتے اور اپنی جگہ پہ بٹھاتے۔ اور جب حضور ﷺ اُن کے ہاں تشریف لے جاتے تو حضرت فاطمۃ الزہراؓ آپ ﷺ کے لیے کھڑی ہو جاتیں اور آپ ﷺ کا دست مبارک پکڑ کر مرحبا کہتیں اور اپنی جگہ پر بٹھاتیں۔ جب مرض الموت میں وہ حضور ﷺ کی خدمت میں آئیں تو حضور ﷺ نے اُنہیں مرحبا کہا اور اُن کو چوما۔

☆ ......ایک بار دو یہودی مجلس نبوی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، اُنہوں نے آپ ﷺ سے نو (۹) ظاہر نشانیاں دریافت کیں، آپ ﷺ نے وہ نشانیاں بیان فرما دیں تو اُن دونوں نے آپ ﷺ کے دونوں ہاتھ مبارک اور دونوں پاؤں مبارک کو بوسہ دیا اور اقرار کیا کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ﷺ پیغمبر ہیں۔ (ابن ماجہ)

☆ ......حضرت اسلعؓ بن شریک نے بیان کیا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی اُونٹنی کا کجاوا کسا کرتے تھے سردی کا موسم تھا غسل کی حاجت تھی، بپاس تعظیم وادب اُنہوں نے ایک دوسرے شخص سے کجاوا کسوایا۔ اس کے بعد ٹھنڈے پانی کو گرم کروا کر غسل کیا اور رسول اللہ ﷺ اور ان کے احباب کے ساتھ جا ملے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے اسلع آج کجاوا اپنی جگہ سے کیوں ہل گیا'' تو عرض کی یارسول اللہ ﷺ کجاوا میں نے نہیں کسا بلکہ ایک انصاری سے کسوایا ہے۔ آپ ﷺ نے سبب دریافت فرمایا تو عرض کی کہ مجھے غسل کی حاجت تھی، اس لیے کجاوا انصاری سے کسوالیا تاکہ آپ ﷺ کے سفر روانگی میں تاخیر نہ ہو۔

☆ ......حضور نبی کریم ﷺ ایک روز حضرت ابوہریرہؓ سے ملے تو وہ پیچھے ہٹ گئے اور وہاں سے چلے گئے۔ پھر واپس حاضر خدمت ہوئے تو آپ ﷺ نے پوچھا تم کہاں چلے گئے تھے۔ میں نے عرض کیا، مجھے غسل کی حاجت تھی آپ ﷺ نے فرمایا: ''مومن پلید نہیں ہوتا۔''

☆ ......حضرت ابوہریرہؓ نے ہی بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ حذیفہؓ بن یمان سے ملے تو مصافحہ کرنے لگے، حذیفہؓ پیچھے ہٹ گئے اور عذر پیش کیا کہ مجھے غسل کی حاجت ہے۔ یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: ''مسلمان جب اپنے بھائی سے مصافحہ کرتا ہے تو اس کے گناہ یوں دُور ہو جاتے ہیں، جیسا کہ درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں۔ جب وہ ایک دوسرے سے سلام کرتے ہیں تو اللہ اُن پر ۱۰۰ رحمت نازل فرماتا ہے۔'' جن میں سے ۹۹ اس کے لیے ہیں جو اُن دونوں میں زیادہ بشاش وکشادہ رُو اور نیکوکار اور اپنے بھائی کی حاجت روائی میں احسن ہو۔''

☆ ......ایک روز قبیلہ اسلم کے کچھ لوگ تیر اندازی کا مقابلہ کر رہے تھے کہ وہاں سے رسول اللہ ﷺ کا گزر ہوا۔ اس وقت حضرت مجحنؓ بن ادرع، حضرت فضلہؓ بن عبید اسلمی سے مقابلہ تیر اندازی میں مصروف تھے۔ آنحضرت ﷺ نے

Marfat.com

فرمایا: ''اے بنی اسماعیل! تم تیراندازی کرو، کیونکہ تمہارا باپ تیرانداز تھا، تم تیر پھینکتے جاؤ۔ میں (ﷺ) ابن ادرع کے ساتھ ہوں۔ یہ سن کر حضرت فضلہؓ بن عبید اسلمی نے اپنے ہاتھ سے کمان پھینک دی اور عرض کی: ''جس حال میں حضور نبی کریم ﷺ ابن ادرع کے ساتھ ہیں، میں اس کے ساتھ تیر نہیں پھینکتا، کیونکہ جس کے ساتھ آپ ﷺ ہیں وہ مغلوب نہیں ہوسکتا۔''

☆......نبی کریم ﷺ جب قرآن کی تلاوت فرماتے تو مشرکین اذیت رسانی کی غرض سے آپ ﷺ کے نزدیک جانے کی کوشش کرتے، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے مشرکین کے سامنے پردہ ڈال دیتا اور وہ حضور ﷺ کو نہ دیکھ سکتے۔

حضرت اسماءؓ بنت ابی بکرؓ سے مروی ہے کہ جب ''سورۃ لہب'' نازل ہوئی اور ابولہب کی بیوی اُم جمیل نے سنی تو غصے سے بھری ہوئی حضور ﷺ کی تلاش میں حرم کعبہ کی طرف آئی، حضرت ابوبکر صدیقؓ نے دیکھا تو عرض کی، میرے آقا وہ گستاخ آرہی ہے، ایسا نہ ہو کہ بدزبانی کرے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: ''لن ترانی'' وہ مجھے ہرگز نہ دیکھ سکے گی۔ اور سورۃ بنی اسرائیل کی آیت نمبر ۴۵ تلاوت فرمائی چنانچہ وہ آئی حضور ﷺ اُسے نظر ہی نہ آئے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے گستاخانہ باتیں کرکے چلی گئی۔

''ترجمہ۔'' اور جب آپ (ﷺ) پڑھتے ہیں قرآن کو تو ہم (حائل) کر دیتے ہیں آپؐ کے درمیان اور اُن کے درمیان، جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ایک پوشیدہ پردہ جو آنکھوں سے نہاں ہوتا ہے''۔

☆......حضرت کعبؓ سے مروی ہے کہ حضور ﷺ جب کفار کی نظروں سے اُوجھل ہونا چاہتے تو ان تین آیتوں میں سے تلاوت فرماتے: ان جعلنا علی قلوبھم اکنۃ. الایۃ (کھف) اُولئک الذین طبع اللہ علی قلوبھم (النحل) افرایت من اتخذ اللہ ہواہ (جاثیہ)

ہجرت کی رات جب کفار نے کاشانہ اقدس کا محاصرہ کیا تھا تو حضور ﷺ نے سورۃ یٰسین کی پہلی آیتیں **فاغشینھم فھم لا یبصرون** تک پڑھتے ہوئے تشریف لائے اور کفار کو خبر تک نہ ہوئی۔

Marfat.com

عبداللہ بن اُبیّ اور اس کی منافقت

منافق نفق سے ماخوذ ہے جس کا معنی سرنگ ہے وجہ یہ بیان کی گئی کہ لومڑی اپنے بل کے دو راستے رکھتی ہے، ان دونوں راستوں سے دخول وخروج کا کام لیتی ہے مکہ مکرمہ میں دو ہی قسم کے لوگ آباد تھے، کافر اور مومن منافق کا وہاں کوئی وجود نہ تھا، جبکہ یثرب (مدینہ طیبہ) میں حالات مختلف تھے۔ یہاں اَوس اور خزرج قبیلے کے بیشتر افراد مشرف با اسلام ہونے کے بعد اور مہاجرین کے وہاں آ جانے کی وجہ سے اسلام ایک عظیم قوت اختیار کر چکا تھا۔ عرب کی تاریخ میں اَوس وخزرج قبائل کی دشمنی مشہور ہے۔ مسلسل خانہ جنگی کے باعث دونوں قبیلے کمزور ہو گئے تھے۔ وہ صلح وامن کی زندگی گزارنے کے خواہشمند تھے لیکن اُن میں کوئی ایسی شخصیت موجود نہ تھی جو دونوں قبیلوں کے لیے قابل قبول ہو۔

عبداللہ بن اُبی خزرجی ایک ایسے قائد کی حیثیت سے اُبھرا جس کی قیادت پر دونوں قبیلے متفق ہو گئے، چنانچہ اُس کی تاج پوشی کی رسم ادا ہونے والی تھی اور ایک زرگر تاج پوشی کا تاج تیار کر رہا تھا۔ اسی دوران یثرب کی فضا میں اسلام کے اثرات بڑی قوت اور وسعت سے پیدا ہونے لگے۔ عقبیٰ کی پہلی بیعت عمل میں آئی قبیلہ خزرج کے آدمیوں کو حضور نبی کریم ﷺ نے دعوتِ اسلام دی تو ان میں سے چھ آدمیوں نے اسلام قبول کر لیا۔ اگلے ہی سال بیعت ہونے والے اصحاب کے ساتھ حضرت مصعب بن عمیرؓ بن ہاشم بن عبد مناف کو حضور نبی کریم ﷺ نے تعلیم اسلام دینے کے لیے قبیلہ خزرج میں بھیجا، قبیلے کے سرداران سعد بن معاذ اور اسد بن حضیر ایمان لے آئے تو سارا قبیلہ اسلام لے آیا۔

جب عبداللہ بن اُبیّ اور اس کے حواریوں کو اس کا علم ہوا تو اُن کے غم وغصہ کی کوئی حد نہ رہی، عبداللہ کو یقین ہو گیا کہ اُس کی تاج پوشی کی رسم اب کبھی ادا نہ ہو سکے گی۔ یثرب کے مسلمانوں میں اوس اور خزرج کے رؤساء بھی شامل تھے ایسے میں مکہ سے مسلمانوں کی ہجرت کا سلسلہ شروع ہو گیا، کچھ عرصہ بعد حضور نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی اور یثرب تشریف لے آئے۔ آپ حضور ﷺ کی یثرب میں آمد کے بعد شہر کا نام "مدینۃ النبی ﷺ" ہو گیا۔

حضور نبی کریم ﷺ سے مسلمانوں کی والہانہ محبت دیکھ کر عبداللہ بن اُبیّ اور اُس کے حواریوں نے کلمہ شہادت بھی پڑھ لیا، نمازوں میں بھی حاضر ہونا شروع کر دیا، لیکن حضور نبی کریم ﷺ اور اسلام کے بارے بغض وعناد کے جذبات

Marfat.com

وقت کے ساتھ ساتھ شدت اختیار کرتے چلے گئے۔اس گروہ کی ہمیشہ یہ کوشش رہی کہ مسلمانوں میں کوئی فتنہ کھڑا کر کے ان کی منظم جماعت میں انتشار پیدا کیا جائے، تا کہ اوس اور خزرج مسلمانوں سے الگ ہو جائیں اور حضور نبی کریم ﷺ سے مایوس ہو کر عبداللہ بن اُبی کو اپنا قائد اور رئیس تسلیم کرلیں۔عبداللہ بڑا عیار شخص تھا وہ ہمیشہ اپنی جھوٹی عقیدت کو بڑے زور دار الفاظ میں ادا کرتا تا کہ اس کے دل کا کھوٹ لوگوں پر عیاں نہ ہو۔وہ بروز جمعہ جب مدینہ اور مضافات کے لوگ (مسلمان) حضور نبی کریم ﷺ کی معیت میں نماز جمعہ ادا کرنے کے لیے جمع ہوتے تو یہ عبداللہ بن اُبی بھرے مجمع میں یہ اعلان کرتا:

''بھائیو! یہ اللہ کے رسول ہیں جو ہمارے درمیان جلوہ فرما ہیں ان کی ذات سے اللہ نے ہمیں عزت اور شرف بخشا ہے، آپ لوگ دل وجان سے ان کی تائید کریں اور ان کے ہر اشارے کو ہوش اور گوش سے سنا کریں اور جو حکم دیں اس کی تعمیل کیا کریں۔''

اس کے باوجود عبداللہ بن اُبی کے دل میں چھپا بغض ظاہر ہو ہی جایا کرتا تھا ایک بار نبی کریم ﷺ تشریف لے جا رہے تھے راستہ میں آمنا سامنا ہو گیا تو اُس نے بڑی بدتمیزی کا مظاہرہ کیا، حضور نبی کریم ﷺ نے سعد بن عبادہؓ (سردار قبیلہ) کو بلا کر عبداللہ کی بدتمیزی سے آگاہ کیا۔

﴿جنگ اُحد کا واقعہ﴾ اُحد جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین میل کے فاصلہ پر واقع ہے، قریش مکہ نے جنگ بدر میں شکست فاش کھائی تھی جس کی وجہ سے وہ جذبہ انتقام میں جل رہے تھے۔یہودی قبیلہ بنی قینقاع نے عہد شکنی کی تو حضور نبی کریم ﷺ نے ان کی گوشمالی کے لیے چڑھائی کا ارادہ فرمایا۔عبداللہ بن اُبی ان کی حمایت کے لیے تیار ہو گیا اور اعلان کیا کہ بنی قینقاع میں ۷۰۰ مرد جنگجو ہیں جو اُس کے حلیف ہیں اور یہ کہ وہ اس کے اشارہ پر سر بکف میدان میں آ کودتے ہیں۔قریش مکہ تین ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ پر حملہ کرنے کے لیے آگے بڑھ رہے تھے، ان کے مقابلہ میں مسلمان مجاہدین کی تعداد صرف ایک ہزار تھی، ان میں بھی عبداللہ بن اُبی کے حواریوں کی تعداد ۳۰۰ تھی جب حضور نبی کریم ﷺ لشکر اسلام کو لے کر میدان اُحد کی طرف روانہ ہوئے تو عبداللہ بن اُبی اپنے ۳۰۰ حواریوں کو لے کر لشکر اسلام سے الگ ہو گیا اور مدینہ منورہ واپس لوٹ آیا۔میدان جنگ سے اپنے حواریوں کو لے کر الگ ہو جانا مسلمانوں کے صبر کی سب سے بڑی آزمائش تھی۔اَب مسلمانوں پر اس منافق کا نفاق واضح طور عیاں ہو گیا تھا۔

جنگ اُحد کے بعد نماز جمعہ کے لیے لوگ مسجد میں جمع ہوئے تو حسب معمول اُس منافق نے وہی جملے دہرائے جو وہ ہر جمعہ کو دہرایا کرتا تھا۔ایک مومن نے اُسے جھڑک دیا، کمبخت بیٹھ جا، تمہیں ایسی باتیں اب زیب نہیں دیتیں۔عبداللہ نے اس بات کو اپنی توہین سمجھا اور مسجد سے نکل گیا۔اس نے اپنی اس حرکت بد پر معافی مانگنے سے بھی انکار کر دیا۔

﴿غزوہ بنونضیر کا واقعہ﴾ اس غزوہ کی وجہ یہ تھی کہ حضرت عمرو بن اُمیہ نے قبیلہ بنی عامر کے دو آدمی قتل کر دیئے تھے جن کا خون بہا واجب الاداء تھا۔معاہدہ کے مطابق بنونضیر پر ایک حصہ خون بہا عائد ہوتا تھا، اس ایک حصہ خون بہا کے

Marfat.com

مطالبہ کے لیے نبی کریم ﷺ اپنے اصحاب کے ہمراہ بنونضیر میں تشریف لے گئے۔ بنونضیر نے خون بہا قبول کیا اور اَدائیگی خون بہا کے لیے مہلت طلب کی، اس دوران آپ ﷺ اپنے اصحاب کے ساتھ ایک بالا خانے کی دیوار کے سائے میں ٹھہر گئے۔ اُدھر بنی نضیر نے سازش تیار کی کہ عمرو بن حجاش یہودی کوٹھے کی چھت سے چکی کا پاٹ آپ ﷺ پر گرا دے اس سازش کا آپ حضور ﷺ کو علم ہوگیا اور آپ ﷺ معہ اپنے اصحاب کے بخیریت مدینہ تشریف لے آئے

اس دوران قریش نے بنونضیر کو کہلا بھیجا کہ آپ ﷺ کو نعوذ باللہ قتل کردو، ورنہ ہم خود آ کر تمہارا بھی استحصال کریں گے، پھر بنونضیر نے آپ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ ۳۰ آدمیوں کو لے کر آئیں ہم بھی اپنے احبار کو بلالیں گے اور اگر ہمارے احبار نے آپ ﷺ کے پیغام کی تائید کردی تو ہمیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا۔ چونکہ بنونضیر بغاوت پر آمادہ تھے اس لیے آپ حضور ﷺ نے فرمایا: ''تم ایک معاہدہ لکھ دو، میں تم پر اعتبار نہیں کر سکتا۔'' بنونضیر نے معاہدہ لکھنے سے اِنکار کردیا تو آپ ﷺ نے ایک یہودی قریظہ سے تجدید معاہدہ کے لیے تحریر کرالیا، لیکن بنونضیر نے پھر بھی معاہدہ نہ کیا بالآخر اُنہوں نے آپ حضور ﷺ کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ آپ ﷺ تین آدمی لے کر آئیں، ہم بھی اپنے تین عالم لے آتے ہیں۔ آپ حضور ﷺ نے یہ تجویز منظور فرمائی اور بنونضیر کی جانب روانہ ہونے لگے تو آپ ﷺ کو ایک صحیح ذریعہ سے معلوم ہوگیا کہ بنونضیر تلواریں باندھ کر لڑنے کو تیار ہیں۔ عبداللہ بن اُبی رَئیس المنافقین نے بنونضیر کو کہلوا بھیجا کہ بنو قریظہ تمہارا ساتھ دیں گے اور یہ کہ میں خود دو ہزار آدمی لے کر تمہاری مدد کو پہنچوں گا۔ یہ سب خیالات غلط ثابت ہوئے اور بنو قریظہ نے بھی اُن کا ساتھ نہ دیا۔

اسلامی لشکر نے بنونضیر کے قلعے کا پندرہ دن تک محاصرہ جاری رکھا، قلعہ کے گرد نخلستان تھا جو جنگی کاروائی میں باعث رکاوٹ ہوا، لہٰذا عسکری مصلحت کے تحت کچھ درخت کٹوا دیئے گئے بنونضیر پسپا ہوئے اور مدینہ سے نکل جانے پر آمادہ ہوگئے، اس شرط پر کہ اُنہیں اپنا مال واسباب جس قدر وہ اُونٹوں پر لے جاسکتے ہوں، وہ لے جانے کی اجازت دی جائے، پھر بنونضیر نے اپنے گھروں کو چھوڑ دیا، ان میں یہودیوں کے معزز روساء سلام بن ابی الحقیق، کنانہ بن احمر ربیع اور حی بن اخطب یہ سب خیبر چلے گئے اور کچھ ملکِ شام کی جانب۔ بنونضیر اگرچہ ذلت کے ساتھ مدینہ سے نکالے گئے تھے لیکن اُنہوں نے وطن بدری کے موقع پر جشن کا سا دھوکہ دیا وہ اُونٹوں پر سوار باجے بجاتے، مطربہ عورتیں دف بجاتیں اور گاتے گاتیں تھیں۔ عروہ بن الورد حبشی مشہور شاعر کی بیوی کو یہود نے خرید لیا تھا جو اُن کے ساتھ تھی۔ اُنہوں نے جاتے ہوئے پچاس زرہیں، پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں چھوڑیں۔ عبداللہ بن اُبیّ اور اس کے ساتھیوں کی منافقت مسلمانوں پر واضح ہو چکی تھی لیکن مصلحت وقت کا تقاضا تھا کہ اُن کو کلیتاً اسلام سے خارج کرنے کا اعلان نہ کیا جائے۔

غزوہ بنی مصطلق یا مریسیع ۲ شعبان ۵ ہجری میں پیش آیا، المصطلق مغلوب ہوئے جو قبیلہ خزاعہ کی ایک شاخ تھی اور وہ مریسیع کے مقام پر آباد تھی۔ اُنہوں نے مدینہ پر حملہ کی تیاری کی تو آپ ﷺ کو اطلاع ہوگئی، پھر فریقین میں آمنا سامنا ہوا تو بنو مصطلق ۱۰ مقتول میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے، مسلمانوں کو بہت سا مال غنیمت ہاتھ آیا۔ اس مقام پر قیام

Marfat.com

کے دوران ایک ناخوشگوار واقعہ پیش آیا جو حضرت عمرؓ کے ساتھ آئے ہوئے ایک شخص جہجاہ بن ابن مسعود غفاری اور ایک انصاری کے درمیان کنویں سے پانی لینے کے موقع پر پیش آیا۔ ان دونوں میں جھگڑا ہوا بات بڑھ گئی دونوں نے اپنے اپنے ساتھیوں کو پکارا، ایسے میں حضور نبی کریم ﷺ نے اس بھڑکتی آگ کو ٹھنڈا فرمایا، فتنہ فساد کے شعلے سرد پڑ گئے، انصاری نے جہجاہ کو معاف کر دیا اور معاملہ رفع دفع ہو گیا۔

اس واقعہ سے منافقین حسد کی جو چنگاریاں اپنے سینے میں لیے ہوئے تھے وہ چنگاریاں بھڑک اُٹھیں پھر وہ ایک ایک کر کے عبداللہ بن اُبیّ کے پاس آئے اور اس سے ناراضگی کا اظہار کرنے لگے، وہ تو پہلے ہی غصہ سے بھرا بیٹھا تھا وہ پھٹ پڑا اور کہنے لگا یہ سب تمہارے اعمال کا نتیجہ ہے اب اس کا مزہ چکھو۔ تم نے مہاجروں کو اپنی آنکھوں پر بٹھا لیا اور اپنے گھروں کے دروازے کھول دیئے، پھر اس نے عربوں کی مشہور ضرب المثل بیان کی کہ ''اپنے کتے کو پال کر موٹا کرو تا کہ وہ تمہیں ہی کاٹنے لگے۔'' اس نے کہا مجھے مدینہ جانے دو پھر تم تماشہ دیکھنا۔ اگر ہم مدینہ واپس پہنچ گئے تو بخدا عزت والا وہاں سے ذلیل کو نکال دے گا۔ اس وقت اس محفل میں حضرت زیدؓ بن ارقم موجود تھے، یارائے ضبط نہ رہا تڑاخ سے بولے:

''بخدا تو ذلیل ہے، تو قلیل ہے تو اپنی قوم میں مبغوض ہے اور ہمارے آقا محمد ﷺ کو خداوند رحمٰن نے عزتیں بخشی ہیں اور اہل ایمان ان سے والہانہ محبت کرتے ہیں۔''

ابن اُبیّ بولا خاموش ہو جاؤ میں تو مذاق کر رہا تھا، حضرت زیدؓ بن ارقم غصہ سے کانپتے ہوئے بارگاہ رسالت مآبؐ میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ کہہ سنایا۔ حضور نبی کریم ﷺ کو یہ سن کر بڑی کوفت ہوئی، رُخ انور کا رنگ بدل گیا۔ حضرت عمر فاروقؓ کو اس واقعہ کا علم ہوا خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی میرے آقا مجھے اجازت مرحمت فرمائیں کہ اس منافق کا سرتن سے جدا کر دوں، اگر اس کا قتل کرنا مصلحت کے خلاف ہے تو انصار میں سے معاذ بن جبلؓ یا عبادؓ بن بشر یا سعد بن معاذؓ یا محمدؓ بن مسلمہ کو حکم فرمایئے کہ وہ اس کا سر قلم کر دیں۔ اللہ کے محبوب ﷺ نے فرمایا: ''ایسا نہ کرو لوگ کہیں گے کہ محمد (ﷺ) اپنے ساتھیوں کو قتل کر رہا ہے۔'' اس کے بعد حضور نبی کریم ﷺ نے فوراً کوچ کرنے کا حکم دیا اور تیس گھنٹے تک مسلسل سفر جاری رکھا۔ اس تیز ترین سفر کا مقصد یہ تھا کہ مریسیع کے کنوئیں سے پانی لینے پر جو سانحہ پیش آیا تھا اُس سے لوگوں کی توجہ ہٹ جائے۔ انصار نے عبداللہ بن اُبیّ سے کہا کہ وہ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی مانگے۔ ابن اُبی نے کہا کہ تم نے کہا اُن پر ایمان لا، میں ایمان لے آیا، تم نے کہا اپنے مال کی زکوٰۃ دو، میں نے زکوٰۃ بھی ادا کر دی، اب تو بس یہ کسر رہ گئی ہے کہ میں محمد ﷺ کو سجدہ کروں۔ یہ سن کر سارے انصار غصہ میں آ گئے اور پھر جب یہ لشکر مدینہ میں داخل ہونے لگا تو عبداللہ ابن اُبی کا لڑکا جس کا نام بھی عبداللہؓ ہی تھا، اُس نے اپنی تلوار کو بے نیام کر لیا اور اپنے باپ کے راستہ میں کھڑا ہو گیا اور بولا اے باپ! تو نے کہا کہ مدینہ پہنچ کر عزت والا ذلت والے کو مدینہ سے نکال دے گا، اب تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ عزت والا کون ہے اور ذلیل کون ہے خدا کی قسم! تم اس وقت تک مدینہ میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک حضور نبی کریم ﷺ تمہیں مدینہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ دے دیں۔

Marfat.com

اسی طرح غزوۂ تبوک کے موقع پر بارہ، تیرہ منافقوں نے مل کر یہ تجویز کی کہ شب کی تاریکی میں جب نبی کریم ﷺ سفر کر رہے ہوں اور جیسے ہی وہ کسی کھائی کے دہانے پر پہنچیں تو اُنہیں دھکا دے کر کھائی میں گرا دیا جائے، شب کی تاریکی میں منافقین گھات لگا کر بیٹھ گئے ایسے میں آپ ﷺ کی اُونٹنی کی نکیل حضرت حذیفہؓ بن یمان ہاتھ میں پکڑے آگے آگے چل رہے تھے، اُن کے پیچھے حضرت عمارؓ تھے۔ جب یہ قافلہ ایک کھائی کے نزدیک پہنچا جہاں پہلے سے بارہ تیرہ منافقین اپنا چہرہ چھپائے راستہ روک کر بیٹھے تھے، حضور نبی کریم ﷺ نے اُنہیں دیکھ کر ایک عتاب آلود آواز سے للکارا تو وہ خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے، اُن کے بھاگنے پر نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''یہ ازلی بد بخت ہیں، قیامت تک یہ منافق ہی رہیں گے۔'' یہ سن کر حضرت حذیفہؓ اور عمارؓ نے عرض کی یا رسول اللہ ! آپ ان لوگوں کے قتل کا حکم کیوں نہیں صادر فرماتے، تو آپ ﷺ نے فرمایا:

''میں اس بات کو ناپسند کرتا ہوں کہ عرب یہ کہیں کہ محمد (ﷺ) ایک قوم کو اپنے ساتھ لے کر لڑتا ہے اور اب غالب آ گیا تو اس قوم کو قتل کرنا شروع کر دیا۔'' پھر اللہ سے عرض کی: ''اے اللہ! اُنہیں دبیلہ کا تیر مار'' صحابہؓ نے عرض کی یارسول اللہ! دبیلہ کیا ہے؟ فرمایا: ''یہ آگ کا شعلہ ہے جو اُن کی رگِ دل پر پڑے گا اور اُنہیں ہلاک کر دے گا۔'' (ابن اثیر)

منافقین اور مشرکین کے متعلق سورۃ فتح آیت نمبر ۶ میں ارشاد باری تعالیٰ ہے کہ:

''اور عذاب میں مبتلا کر دے منافق مردوں اور منافق عورتوں، مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو جو اللہ کے بارے میں برے گمان رکھتے ہیں ان ہی پر بڑی گردش اور ناراض ہوا ہے اللہ تعالیٰ، اور انہیں دور کر دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے اُن کے لیے جہنم اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے''

﴿حکم ربّی اور منافق﴾ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی سورۃ النساء کی آیات ۶۱، ۶۲، ۶۳ اور ۶۷ میں فرمایا، ترجمہ ہے ''اور جب کہا جائے گا اُنہیں کہ آؤ اس (کتاب) کی طرف جو اُتاری ہے اللہ نے اور آؤ رسول پاک (ﷺ) کی طرف تو آپ (ﷺ) دیکھیں گے منافقوں کو کہ منہ موڑ لیتے ہیں اور آپ (ﷺ) سے روگردانی کرتے ہیں پس کیا حال ہوتا ہے جب پہنچتی ہے اُنہیں مصیبت اور ان (کرتوتوں) کے جو آگے بھیجے ہیں اُن کے ہاتھوں نے، پھر حاضر ہوتے ہیں آپ کے پاس اُٹھاتے ہیں (کہتے ہیں بخدا) نہیں قصد کیا تھا ہم نے مگر بھلائی اور باہمی مصالحت کا، یہ لوگ ہیں خوب جانتا ہے اللہ تعالیٰ جو کچھ ان کے دلوں میں ہے، (اے حبیبؐ) چشم پوشی فرمایئے ان سے اور نصیحت کرتے رہیے اُنہیں اور کہیے اُنہیں تنہائی میں ایسی بات جو موثر ہو۔'' تو اُس وقت ہم بھی عطا فرماتے اُنہیں اپنے پاس سے اجر عظیم''۔

منافقین کی اس سرکشی کے بعد اللہ تعالیٰ اپنے پیارے حبیب ﷺ کو اُن سے مواخذہ نہ کرنے اور اُن کی اصلاح وہدایت کے لیے کوشاں رہنے کی تلقین فرما رہے ہیں۔ اسی لیے تو حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا تھا: ''میرے رب نے مجھے آداب واخلاق کی تعلیم دی ہے اور خوب دی ہے۔'' فرمایا: اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہر مومن پر فرض ہے اور اس کے رسول کی اطاعت کرو۔ جس نے رسول کی اطاعت نہ کی اس نے اللہ کی اطاعت نہ کی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے رحمتِ مجسم! اگر یہ

Marfat.com

دنیا بھر کے قصور کر کے نادم اور تائب ہو کر تیرے حضور حاضر ہوں تو تیرا ہاتھ میری بارگاہ جود وعطا میں اُٹھے گا تو تیرے ربّ کی رحمت اُن کو مایوس نہیں کرے گی اور توبہ قبول کرلی جائے گی۔ سورۃ النساء آیت نمبر ۱۳۸ میں فرمایا: ''خوشخبری سنادو منافقوں کو کہ بلاشبہ اُن کے لیے دردناک عذاب ہے'' پھر آیت نمبر ۱۴۰ میں آیا: ''اور تحقیق اُتارا ہے اللہ تعالیٰ نے تم پر (یہ حکم) کتاب میں کہ جب تم سنو اللہ کی آیتوں کو کہ انکار کیا جارہا ہے اور اُن کا مذاق اُڑایا جارہا ہے تو مت بیٹھو اُن کفر واستہزاء کرنے والوں کے ساتھ، یہاں تک کہ وہ مشغول ہوجائیں کسی دوسری بات میں، ورنہ تم بھی ان ہی کی طرح ہوگے، بے شک اللہ تعالیٰ اکٹھا کرنے والا ہے سب منافقوں اور سب کافروں کو جہنم میں مزید آیت نمبر ۱۴۳ میں فرمایا: ''ڈانواں ڈول ہو رہے ہیں کفر وایمان کے درمیان نہ ادھر کے نہ اُدھر کے اور جس کو گمراہ کردے اللہ تعالیٰ تو ہرگز نہ پائے گا تُو اس کے لیے ہدایت کا راستہ آیت نمبر ۱۴۵ میں آیا کہ: ''بے شک! منافق سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے دوزخ (کے طبقوں) سے اور ہرگز نہ پائے گا تو ان کا کوئی مددگار۔'' دوزخ کے سات درجے ہیں جو یکے بعد دیگرے پستی کی جانب جاتے ہیں جن کے نام یہ ہیں: جہنم، لظی، حطمہ، سعیر، سقر، جحیم اور حاویہ۔ منافق سب سے نچلے طبقہ میں ہوں گے جو حاویہ ہے یہ بہت ہی برا ٹھکانا ہے۔

﴿ایک منافق﴾ ثعلبہ بن حاطب ایک منافق تھا، اُس نے نبی کریم ﷺ سے دُعا چاہی کہ اُسے کشائش ہو، فرمایا: کہ تھوڑا جس کا شکر اُدا ہوسکے بہتر ہے بہت سے، کہ غفلت لادے پھر آیا لگا عہد کرنے اگر مجھ کو مال ہو تو میں بہت خیرات کروں اور غفلت میں نہ پڑوں

نبی کریم ﷺ نے وعدہ فرمایا تو اس کو بکریوں میں برکت ملی، یہاں تک کہ مدینہ کے جنگل سے کفایت نہ ہوئی، نکل کر گاؤں جارہا، جمعہ اور جماعت سے محروم ہوا

حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا کہ ثعلبہ کا کیا ہوا، لوگوں نے حال بیان کیا، ثعلبہ خراب ہوا پھر زکوٰۃ کا وقت آیا، سب دینے لگے اُس نے کہا یہ تو مال بھرنا گویا جزیہ ہے، بہانے بنا کر ٹال دیا، پھر حضور نبی کریم ﷺ کے لیے مال لایا زکوٰۃ میں سے تو آپ حضور ﷺ نے قبول نہ فرمایا آپ حضور ﷺ کے بعد حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اپنی خلافت میں اس کی زکوٰۃ نہ لیتے، خلافت عثمانیہ میں مرگیا۔ سورۃ توبہ میں حکم نازل ہوا تھا کہ ثعلبہ منافق مرے گا۔ اُسے توبہ نصیب نہ ہوگی، چنانچہ پھر یہی ہوا

﴿منافق کی نماز جنازہ پڑھنے کی ممانعت﴾ سورۃ توبہ آیت نمبر ۸۴ میں آیا: ''اور نہ پڑھیے نماز جنازہ کسی پر ان سے جو مر جائے کبھی اور نہ کھڑے ہوں اس کی قبر پر بے شک اُنہوں نے کفر کیا اللہ کے ساتھ اور اس کے رسول کے ساتھ اور وہ مرے اس حالت میں کہ وہ نافرمان تھے۔'' اگلی آیت نمبر ۸۵ میں فرمایا: ''اور نہ تعجب میں ڈالیں آپ کو اُن کے مال اور ان کی اولاد'' آیت نمبر ۸۶ میں حکم ہوا کہ: ''اور جب نازل کی جاتی ہے کوئی سورۃ (جس میں حکم ہوتا ہے) کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور جہاد کرو اللہ کے رسول کے ہمراہ تو اجازت طلب کرنے لگتے ہیں آپ سے جو طاقت والے ہیں ان میں سے اور کہتے

Marfat.com

ہیں رہنے دیجیے تاکہ ہوں ہم پیچھے بیٹھنے والوں کے ساتھ۔'' اس کے ساتھ ہی آیت نمبر ۸۷ میں یہ فرمایا: ''کہ انہوں نے یہ پسند کیا کہ ہو جائیں پیچھے رہنے والوں کے ساتھ اور مہر لگا دی ان کے دلوں پر تو وہ کچھ نہیں سمجھتے''

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ جب عبداللہ بن اُبی مرض الموت میں مبتلا ہوا تو حضور نبی کریم ﷺ اس کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے اُس نے آپ ﷺ سے اِلتماس کی کہ جب وہ مرجائے تو آپ ﷺ اس کی نماز جنازہ پڑھائیں اور اس کی قبر پر تشریف فرما ہوں

عبداللہ بن اُبیّ نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک شخص کو بھیجا اور عرض کی کہ کفن کے لیے اپنی قمیص مرحمت فرمائی جاوے حضور ﷺ نے اس شخص کو اپنی اُوپر والی قمیص عطا فرمائی، اُس نے دوبارہ گزارش کی کہ اُسے وہ قمیص چاہیے جو آپ ﷺ کے جسم مبارک کو چُھو رہی ہے، اس وقت حضرت عمر فاروقؓ محفل میں موجود تھے اُنہوں نے عرض کی یارسول اللہ ﷺ اس گندے اور ناپاک کو اپنی قمیصِ پاک کیوں مرحمت فرماتے ہیں؟ آپ ﷺ نے حقیقت سے پردہ اُٹھایا اور فرمایا

''اے عمرؓ! اس کافر اور منافق کو میری قمیص کچھ نفع نہیں پہنچائے گی بلکہ قمیص کے دینے میں حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عمل کی وجہ سے دس ہزار آدمیوں کو مشرف بہ اسلام کر دے گا۔ منافقوں کا ایک انبوہِ کثیر ہر وقت عبداللہ کے پاس عیادت کے لیے موجود رہتا تھا۔ حاضرین نے دیکھا کہ نابکار ساری عمر مخالفت کرنے کے بعد اپنی بخشش اور نجات کے لیے آپ ﷺ کی قمیص کا سہارا لے رہا ہے تو اُن کی آنکھوں سے غفلت کے پردے اُٹھ گئے اور اُن پر یہ واضح ہو گیا کہ آپ ﷺ کی شفاعت کے بغیر بخشش کی منظوری ممکن نہیں۔ حالتِ یاس میں آپ ﷺ کا دامن پکڑنے کی بجائے اب ہم کیوں نہ ایمان لے آئیں اور سچے دل سے اپنے سابقہ گناہوں کی معافی مانگ لیں اور اُن کی شفاعت کے مستحق ہو جائیں۔ چنانچہ اُسی دن ایک ہزار منافق اس قمیص مبارک کی برکت اور قمیص والے کے حسن خلق سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔

عبداللہ بن اُبی مر گیا، اس کا بیٹا جو مخلص مسلمان تھا وہ آپ ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور اپنے باپ کی موت کی اِطلاع دی، حضور ﷺ نے فرمایا: اس کا جنازہ پڑھ اور اُسے دفن کر آؤ، اُس نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ آپ خود کرم فرمائیں آپ ﷺ پیکر عفو و عنایت نے انکار نہ کیا، اُٹھے اور اس کی نماز جنازہ پڑھنے کے لیے روانہ ہونے لگے، ایسے میں حضرت عمر فاروقؓ نے پھر گزارش کی یارسول اللہ! اللہ اور رسول کے اِس دشمن کی نماز جنازہ نہ پڑھیے، اس وقت سورۃ توبہ کی آیت نمبر ۸۴ نازل ہوئی، جبرائیلؑ نے نبی کریم ﷺ کا دامن پکڑ لیا اور اللہ تعالیٰ کا وہ حکم سنایا، جس کا پہلے ذکر ہو چکا۔

حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ حضور نبی کریم ﷺ جمعہ کے روز خطبہ دینے کے لیے کھڑے ہوئے تو فرمایا: ''اے فلاں اُٹھو یہاں سے نکل جاؤ تم منافق ہو، اے فلاں نکل جاؤ تم منافق ہو، چنانچہ اُن کے نام لے لے کر نکال دیا گیا اور ان کو رسوا کیا گیا یہ پہلا عذاب تھا، دوسرا عذاب قبر میں ہوگا۔ اس حدیث مبارکہ سے واضح ہو گیا کہ اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اپنے محبوب ﷺ کو منافقین کا علم دے دیا تھا اسی لیے جمعہ کے روز ان کے نام لے لے کر نکل جانے کا حکم فرمایا۔ دُنیا کی رسوائی اور قبر کے عذاب کے بعد قیامت کا ابدی عذاب بھی ہوگا۔

﴿مسجد ضرار کا قضیہ﴾ مسجد ضرار کا قضیہ بڑی اہمیت کا حامل ہے، ہوا یوں کہ بنی خزرج کے ایک شخص ابو عامر نے عیسائی مذہب قبول کر لیا تھا وہ ترک دنیا کر کے راہب بن گیا، یثرب اور گردو نواح میں اس کی پارسائی کی بڑی شہرت ہوگئی تھی۔ جب حضور نبی کریم ﷺ یثرب تشریف لائے تو اس عیسائی راہب کو محسوس ہوا کہ اب لوگوں کی توجہ اس کی جانب سے ہٹتی جارہی ہے اور اُس کے عقیدت منداُسے چھوڑ کر شمعِ رسالتؐ کے پروانے بنتے جارہے ہیں حضور نبی کریم ﷺ نے اُسے دعوت اسلام دی تو اس نے سوال کیا کہ آپ ﷺ کون سا دین لے کر آئیں ہیں؟

حضور ﷺ نے فرمایا: ''دین ابراہیمی'' یہ سن کر وہ راہب کہنے لگا کہ آپ ﷺ نے اس دین میں بہت سی باتیں اپنی طرف سے شامل کردی ہیں حضور ﷺ نے اس کی غلط فہمی دُور کرنے کی کوشش فرمائی لیکن وہ بضد رہا، جوش میں آ کر اس کی زبان سے نکلا: ''ہم میں سے جو جھوٹا ہو خدا اُسے اپنے وطن سے دُور غربت اور تنہائی میں ہلاک کردے۔''

حضور ﷺ نے فرمایا (آمین)

راہب ابو عامر نے جنگ بدر سے لے کر غزوہ حنین تک قریش مکہ سے مل کر اسلامی لشکر سے جنگ کی۔ اُسے گمان تھا کہ جب وہ میدان میں پہنچے گا تو اس کے پرانے عقیدت منداُسے دیکھ کر اس کی طرف آجائیں گے۔ لیکن اس کے بلانے پر بھی اس کے عقیدت منداس کے پاس نہ آئے اور اُسے ''فاسق'' کہہ کر بلایا، اس طرح اس کی اُمیدوں پر پانی پھر گیا۔ لشکر اسلام نے ہوازن اور ثقیف کے مشہور تیر اندازوں کو بھی شکست دے دی تو راہب کو یقین ہوگیا کہ جزیرۃ العرب میں اب ایسی کوئی طاقت نہیں جو لشکر اسلام کا مقابلہ کر سکے۔ اس کے بعد اس نے ایک نئی چال چلی وہ قیصر رُوم کے ساتھ دوستانہ تعلقات رکھتا تھا چنانچہ وہ شام کی طرف چلا گیا اس نے قیصر کو مسلمانوں کے خلاف اُکسایا۔ قیصر نے مدینہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا اس دوران ابو عامر نے منافقین کو خطوط لکھے کہ وہ ایک مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں جہاں وہ تنہائی میں مسلمانوں کے خلاف سازشیں تیار کر سکیں چنانچہ قباء کی بستی میں مسجد قباء کے نزدیک ہی اُنہوں نے ایک مکان نما مسجد تعمیر کرلی پھر منافقین حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی یارسول اللہ! (ﷺ) قباء کی بستی میں ایک ہی مسجد ہے، رات کے اندھیرے میں اور برسات کے موسم میں بوڑھوں اور کمزور لوگوں کو وہاں جانے میں بڑی دِقت ہوتی ہے، اس لیے ہم نے ایک مسجد بنائی ہے، آپ ﷺ ازراہ مہربانی اس مسجد کا افتتاح ایک نماز پڑھا کر فرما دیں تاکہ وہ بابرکت ہوجائے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اب تبوک کا سفر درپیش ہے واپسی پر اگر اللہ تعالیٰ نے چاہا تو دیکھا جائے گا۔'' پھر آپ ﷺ تبوک سے واپس تشریف لا رہے تھے اللہ تعالیٰ نے اُسی وقت حضرت جبرئیلؑ کو حکم دیا کہ جاؤ اور میرے رسول (ﷺ) کو میرا یہ پیغام پہنچا دو جبرئیلؑ اللہ کا حکم جو سورۃ توبہ کی آیات نمبر ۱۰۶ اور ۱۰۷ میں آیا لے کر حاضر خدمت اقدس ہوئے حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو حکم دیا کہ اس مسجد کو جا کر پیوند خاک کردیں اور اُسے آگ

Marfat.com

لگادیں۔ چنانچہ حکم نبوی کی تعمیل ہوئی۔

کفار اور منافقین کا کہنا نہ ماننا سورۃ احزاب کا آغاز اللہ تعالیٰ اپنے محبوب نبی کریم ﷺ سے مخاطب ہو کر فرمایا رہا ہے: ''اے نبی! ڈرتے رہیے اللہ تعالیٰ سے اور نہ کہنا مانیے کفار اور منافقین کا بے شک اللہ تعالیٰ خوب جاننے والا اور دانا ہے''

سورۃ مذکور کی آیات نمبر ۱۲، اور ۱۳ میں پھر منافقوں کا ذکر فرمایا گیا: ''اور اس وقت کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ تھا کہ نہیں وعدہ کیا تھا ہم سے (فتح) کا اللہ اور اس کے رسول نے مگر صرف دھوکہ دینے کے لیے اور یاد کرو جب کہتی پھرتی تھی اُن سے ایک جماعت کہ اے یثرب والو تمہارے لیے اب یہاں ٹھہرنا ممکن نہیں، تو لوٹ چلو اور اجازت مانگنے لگا ان سے ایک گروہ نبی کریم (ﷺ) سے یہ کہہ کر ہمارے گھر بالکل غیر محفوظ ہیں حالانکہ وہ غیر محفوظ نہ تھے اُن کا ارادہ محض فرار تھا۔''

منافقین میں سے ایک شخص بشیر بن معتب مسلمانوں میں خوف وہراس پھیلانے کے علاوہ اُنہیں مشورہ دیا کرتا تھا کہ میدان جنگ کو چھوڑ کر اپنے گھروں کو لوٹ جاؤ، اور کہتا کہ مٹھی بھر مسلمان قیصر و کسریٰ کا کیا مقابلہ کریں گے دشمن کا پروپیگنڈا کسی حد تک اثر پذیر ہوا جن کے دلوں میں نفاق تھا اور وہ بزدل و کمزور تھے، اُنہوں نے جہاد سے بچنے کے لیے مختلف حیلے بہانوں سے کام لیا، حالانکہ اُنہیں کوئی خطرہ نہ تھا۔ یہی وہ لوگ تھے جو پہلے پہل بڑے بڑے دعوے کیا کرتے اور خدا کی قسمیں کھایا کرتے تھے، ہم اسلام کے لیے جان و مال قربان کر دیں گے اُن کا گمان تھا کہ جو وعدے اُنہوں نے خدا سے کیے تھے اُنہیں بھلا دیا جائے گا اور ان سے کسی قسم کی باز پرس نہ ہوگی۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''اے محبوب! (ﷺ) ان سے کہیں کہ اگر تم موت و قتل سے بچنے کے لیے میدان جنگ سے بھاگ جانا چاہتے ہو تو تمہارے جیسا نادان اور کوئی نہیں۔ یاد رکھو موت کا مزا ہر جاندار کو چکھنا ہے، میدان جنگ سے بچ جانے کی صورت میں ہمیشہ زندہ نہیں رہو گے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم دن بھر ایک آدھ چکر میدان کارزار میں لگاتے بھی ہو تو اللہ تعالیٰ تمہاری چالوں کو خوب جانتا ہے''

سورۃ الاحزاب کی آیت نمبر ۴۸ میں فرمایا: ''اور نہ کہنا مانو کافروں اور منافقوں کا اور نہ پرواہ کرو ان کی اذیت رسانی کی اور بھروسہ رکھو اللہ پر'' سورۃ ہذا کی آیت نمبر ۶۰ و ۶۱ میں فرمایا: ''اگر منافق اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے اور جن کے دلوں میں بیماری ہے اور شہر میں جھوٹی افواہیں اُڑانے / پھیلانے والے تو ہم آپ (ﷺ) کو مسلط کر دیں گے اُن پر پھر وہ نہ ٹھہر سکیں گے آپ (ﷺ) کے پاس مدینہ طیبہ میں مگر چند روز وہ بھی اس حال میں کہ ان پر لعنت برس رہی ہوگی جہاں پائے جائیں گے پکڑ لیے جائیں گے اور جان سے مار ڈالے جائیں گے۔'' آیت کریمہ میں منافقوں جن کے دلوں میں کھوٹ اور جھوٹی افواہیں پھیلانے والوں کے متعلق فرمایا گیا کہ اگر وہ اپنی حرکات بد سے باز نہ آئے تو اے محمد (ﷺ) ہم آپ ﷺ کو اُن پر مسلط کر دیں گے۔ پھر آپ ﷺ اُن پر حاوی ہو جائیں گے۔ اور وہ مدینہ طیبہ میں نہ رہ سکیں گے، البتہ جو چند روز آپ ﷺ کے شہر مقدس میں رہ سکیں اس دوران اللہ کی لعنت ان پر پڑتی رہے گی ایسے لوگ مسلمانوں کو جہاں ملیں گے اُنہیں پکڑ لیا

Marfat.com

جائے گا اور انہیں قتل کر دیا جائے گا۔

اسی طرح سورۃ الحدید کی آیت نمبر ۱۲ میں فرمایا: ''جس روز آپ (ﷺ) دیکھیں گے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو کہ ضوفشانی کر رہا ہوگا اُن کا نور اُن کے آگے بھی اور اُن کے دائیں جانب بھی (مومنوں) تمہیں مژدہ ہو آج اُن باغوں کا بہہ رہی ہیں جن کے نیچے نہریں تم ہمیشہ وہاں رہو گے یہ وہ عظیم الشان کامیابی ہے'' اس کے بعد آیت نمبر ۱۳ میں فرمایا: ''اُس روز کہیں گے منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان والوں سے اے نیک بختو، ہمارا بھی انتظار کرو ہم بھی روشنی حاصل کرلیں تمہارے نور سے۔ (اُنہیں) کہا جائے گا لوٹ جاؤ پیچھے کی طرف اور (وہاں) نور تلاش کرو۔ پس کھڑی کر دی جائے گی اُن کے اور اہل ایمان کے درمیان ایک دیوار جس کا ایک دروازہ ہوگا اُس کے باطن میں رحمت اور اُن کے ظاہر کی جانب عذاب ہوگا۔'' اس سے اگلی آیت نمبر ۱۴ میں پھر فرمایا: ''منافق پکاریں گے اہل ایمان کو کیا ہم تمہارے ساتھ نہ تھے، کہیں گے بے شک لیکن تم نے اپنے آپ کو خود فتنوں میں ڈال دیا اور (ہماری تباہی کا) انتظار کرتے رہے اور شک میں مبتلا رہے اور دھوکہ میں ڈال دیا تمہیں جھوٹی اُمیدوں نے یہاں تک کہ اللہ کا فرمان آ پہنچا اور دھوکہ دیا تمہیں شیطان نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں'' منافقین سے متعلق ہی آیت نمبر ۱۵ میں آیا کہ: ''لیکن آج تم سے نہ فدیہ وصول کیا جائے گا اور نہ کفار سے تم (سب کا) ٹھکانہ آتش جہنم ہے وہ تمہاری رفیق ہے اور بہت بری جگہ ہے لوٹنے کی۔

مذکورہ آیات کی وضاحت میں کہا گیا کہ روز محشر مومنوں کی شان میں اُن کے آگے اور اُن کے دائیں جانب نور ہوگا جو ان کے اعمال کی وجہ سے نور ضوفشاں ہوگا مومنوں کے نور کے متعلق احادیث کتب میں ہے کہ بعض مومنوں کے نور سے مدینہ اور عدن کی طویل مسافت جگمگا رہی ہوگی جبکہ بعض مومنوں کے نور سے مدینہ اور صفاء کا درمیانی علاقہ روشن ہو رہا ہوگا۔ کچھ ایسے مومن بھی ہوں گے جن کے نور سے اُن کے قدم رکھنے کی جگہ روشن ہوگی۔ حضرت ابودرداءؓ اور حضرت ابوذر غفاریؓ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''روز قیامت تم سب سے پہلے مجھے سجدہ کی اجازت دی جائے گی اور سب سے پہلے مجھے ہی سجدہ سے سر اُٹھانے کا اِذن ملے گا۔ میں آگے پیچھے دائیں بائیں دیکھوں گا تو ساری اُمتوں سے اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔'' ایک شخص نے عرض کی کہ اللہ کے نبی! (ﷺ) اُمتوں کے اس ہجوم میں حضور ﷺ اپنی اُمت کو کیسے پہچانیں گے، فرمایا: ''میں اُن کو پہچان لوں گا اُن کے ہاتھ اور پاؤں وضو کے اَثر سے چمک رہے ہوں گے، یہ چیز کسی دوسری اُمت میں نہ پائی جائے گی۔ میں اُن کو پہچان لوں گا کیونکہ اُن کے نامۂ اعمال اُن کے دائیں ہاتھ میں دیئے جائیں گے۔ میں اُن کو اس نشانی سے پہچان لوں گا جو اُن کے چہروں پر ہوگی، میں اُنہیں اُس نور سے پہچان لوں گا جو ان کے سامنے ضوفشانی کر رہا ہوگا۔''

منافق مرد و زن کے چاروں طرف گھپ اندھیرا ہوگا، اُن کی نجات کے تمام راستے بند ہوں گے، ایسے منافق اہل ایمان سے درخواست کریں گے کہ اپنا نورانی چہرہ ہماری طرف بھی تو کر دو تاکہ نورانی چہرے کی روشنی میں ہم بھی چل سکیں، اُنہیں کہا جائے گا پیچھے لوٹ کر جاؤ اور وہاں سے نور تلاش کرو جب وہ پیچھے مڑیں گے تو اہل ایمان اور منافقوں کے

Marfat.com

درمیان ایک دیوار قائم کردی جائے گی، اُس کے دروازوں کے اندرونی جانب جو جنت کی طرف ہوگی جبکہ باہروالی جانب جو دوزخ کی طرف ہوگی وہ عذاب والی ہوگی، جب دیوار چُن دی جائے گی تو اہل جنت منافقوں کی نظروں سے اُوجھل ہوجائیں گے وہ زور زور سے پکاریں گے کیا ہم دنیا میں تمہارے ساتھ نہ تھے آج تم نے ہمارا ساتھ چھوڑ دیا، جیسے پہلے کبھی آشنا ہی نہ تھے۔

پھر اہل ایمان اُنہیں یہ جواب دیں گے کہ بظاہر تو ہم تمہارے ساتھ تھے لیکن تم خوب جانتے ہو کہ تمہارے باطن میں کیا پنہاں تھا کفار اور منافقین دونوں ایمان سے محروم ہوتے ہیں۔ اس لیے دونوں کی سزا کی نوعیت یکساں ہے، لہٰذا اُس کے لیے مغفرت ہے اور نہ بخشش۔ اُن کے لیے آگ ہی مناسب مقام ہے۔

❖❖❖

Marfat.com

حضرت محمد ﷺ بحیثیت سپہ سالار اعظم

آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں کل ۷۴ غزوات وسرایہ وقوع پذیر ہوئے۔ یہ سلسلہ ۲ ہجری مطابق 623ء میں شروع ہوا، غزوات کی تعداد ۲۷ ہے جن میں سے ۹ میں قتال ہوا، جو یہ ہیں۔ بدر، اُحد، مریسیع، خندق، قریظہ، خیبر، مکہ، حنین اور طائف باقی ۴۷ جنگیں اور سرایہ ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ تین وجوہات کی بناء پر امیر لشکر (سپہ سالار) کی حیثیت سے ممتاز ہیں۔ اوّل حضور اکرم ﷺ کے تمام غزوات اسلام کی تبلیغ، ارکان اسلام کے تحفظ اور انسانی آزادی کی تائید وحمایت کی خاطر ہوئے۔ دوسرے کسی بھی فوجی کمانڈر کو اپنی فوج کی حمایت یا اکابرین قوم کی پشت پناہی حاصل ہوتی ہے۔ جبکہ حضور ﷺ نے خود ہی نئی قوم (اُمۃ) کی تشکیل فرمائی۔ جذبہ جہاد اور قومی حریت پیدا کرنے کے لیے خود سپہ سالاری کے فرائض سرانجام دیئے۔ تیسری اہم بات یہ تھی کہ آپ ﷺ حد درجہ بلند ہمت اور عزم وثبات کے پیکر تھے۔ آپ ﷺ نے کبھی مصلحتوں کی خاطر دین کے اصولوں کو قربان نہیں کیا۔

دُنیا کا کوئی جرنیل آپ ﷺ کی عسکری صفات کے سایہ تک بھی نہ پہنچ سکا۔ آپ ﷺ نے اپنی عظیم ترین شخصیت اور اعلیٰ کردار کی بدولت جو لشکر مجاہدین تیار کیا اور جو جنگیں لڑیں اُن کی اہمیت عظمت اور حکمت عملی کو موجودہ دور کے غیر مسلم فوجی جرنیلوں نے بھی تسلیم کیا۔

اسلامی نکتہ نظر کے مطابق جنگ وقتال اُس وقت جائز ہے جب تبلیغ دین یا امن وامان برقرار رکھنے یا مملکت کی نظریاتی سرحدوں کی حفاظت کے لیے لڑی جائے۔ اسلام ہی وہ واحد دین ہے جس نے یہ درس دیا کہ دوران جنگ دشمنوں سے شرافت اور اخلاق سے پیش آیا جائے۔ آپ ﷺ نے دوران جنگ سابقہ وحشیانہ ظلم اور ظالمانہ حرکات کی بجائے دشمن کے ساتھ حسن سلوک کا سبق دیا۔ بچوں، بوڑھوں اور خواتین کو تحفظ دینے کا حکم فرمایا۔

Marfat.com

فاتح لشکر کو صرف اُن لوگوں کے قتال کی اجازت تھی جو عملاً لشکر اسلام کے خلاف شریک جنگ ہوتے تھے۔ جبکہ عورتوں، بچوں، بوڑھوں، بیماروں، زخمیوں، اندھے، لولے، لنگڑے، پاگل، گوشہ نشین اور عبادت گزاروں کا احترام کرنے کی ہدایت تھی۔ دورِ جاہلیت میں لاشوں کی بے حرمتی کی جایا کرتی تھی، حضور نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں کو دشمن کی لاشوں کی بے حرمتی کرنے سے منع فرمایا اور یہ حکم بھی صادر فرمایا کہ معاہدہ طے کرنے کے بعد بدعہدی نہ کی جائے۔ مال غنیمت میں خیانت سے بھی روکا گیا۔ ناک، کان یا دیگر اعضاء کے کاٹنے کی سختی سے ممانعت کی گئی۔

فوجی اصلاحات حضور نبی کریم ﷺ کی آمد سے قبل زمانہ جاہلیت میں جب فوج دشمن کے مقابلہ کے لیے روانہ کی جاتی تو گانے گا کر باجے بجا کر رُخصت کی جایا کرتی۔ راستہ میں کوئی مسافر ملتا تو اسے لوٹ لیا جاتا کھیتوں کو تباہ و برباد کر دیا جاتا۔ حضور رسالت مآب ﷺ نے ان باتوں کی سختی سے ممانعت فرمائی۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارا اس طرح وادیوں اور گھاٹیوں میں منتشر ہو جانا (نظم وضبط) برقرار نہ رکھنا شیطانی فعل ہے۔'' حضور ﷺ نے غزوات میں نت نئے اور جدید طریقے جنگی حکمت عملی کی مناسبت سے اختیار فرمائے۔

☆...... جنگ بدر میں دشمن کی فوج لشکر اسلام کے مقابلہ میں تین گنا زیادہ تھی۔ سب سے پہلے دونوں لشکروں کے نمایاں ترین بہادروں کا آمنے سامنے مقابلہ کرایا، پھر حملہ آور ہونے کا طریقہ اختیار کیا، اس حکمت عملی سے قریش کی فوج پر غلبہ حاصل ہوا۔ اس غزوہ میں اللہ تعالیٰ سے تائید غیبی بھی طلب فرمائی، جس میں مجاہدین کی امداد واعانت فرشتوں نے کی۔

☆...... غزوہ اُحد میں تیر اندازوں پر مشتمل ایک دستہ علیحدہ لشکر کے پیچھے تعینات فرمایا بوقت ضرورت اچانک حملہ آور ہو کر دشمن کو شکست دینے میں آسانی ہو۔

☆...... غزوہ ذی قرد میں قبیلہ غطفان کے لوگوں کو ایک تنگ درّہ میں پناہ لینے پر مجبور کر دیا۔ ایسی صورت میں حضرت سلمہؓ بن اکوع نے حضور ﷺ کی خدمت میں اِستدعا پیش کی کہ اگر اُنہیں ایک سو سوار مل جائیں تو وہ قبیلہ غطفان کے تمام لوگوں کو گرفتار کر کے آپ حضور ﷺ کی خدمت میں پیش کر سکتا ہوں۔ یہ سن کر حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''جب تو قابو پا جائے تو نرمی سے کام لے۔''

☆...... خیبر فتح ہوا تو حضور ﷺ نے اپنی سپاہ سے فرمایا: ''ٹھہرو ý□ý□! یہ سن کر فوج رُک گئی، پھر آپ ﷺ نے خیبر اور اس کے مکینوں کے لیے دعا فرمائی:

''اے پروردگار! سات آسمانوں کے درمیان اُن چیزوں کے جن پر آسمانوں نے سایہ ڈالا ہے اور پروردگار زمین کے اور اُن چیزوں کے جن کو زمین نے اُٹھایا ہوا ہے اور پروردگار شیطانوں کے اور اُن کے جن کو شیطانوں نے گمراہ کیا ہے اور پروردگار ہواؤں کے اور اُن چیزوں کی جن کو ہوائیں اُڑا لے جاتی ہیں، ہم تجھ سے اس بستی اور بستی والوں اور بستی کی چیزوں کی خیر مانگتے ہیں اور اس بستی اور بستی والوں اور بستی کی چیزوں کے شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔'' آپ

Marfat.com

حضور ﷺ کا یہ معمول تھا کہ جب کسی مفتوحہ بستی میں داخل ہوتے تو یہی دُعا مانگتے رُوئے زمین پر کسی فوجی جنرل نے مفتوحہ علاقے کے لوگوں اور بستیوں کی عافیت کے لیے کبھی دُعا نہیں کی۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے اپنے دو ہزار ساتھیوں سمیت ۷ ہجری میں عمرہ کی سعادت حاصل کی اور مکہ میں تین روز قیام فرمایا۔ آپ ﷺ کی حکمت عملی اور عسکری صلاحیتوں کے ثمرات کے نتیجہ میں حضرت خالدؓ بن ولید جنھوں نے بعد میں ملک شام کو فتح کیا اور حضرت عمروؓ بن العاص جو فاتح مصر تھے، اُنھوں نے اسی سال اسلام قبول کیا۔

☆......قریش مکہ نے صلح حدیبیہ کی خلاف ورزی کی تو نبی کریم ﷺ نے مکہ پر عسکری تیاریاں شروع کر دیں جو خفیہ تھیں۔ ان تیاریوں کی اطلاع حاطبؓ بن ابی بلتعہ نے قریش مکہ کو بذریعہ ایک خاتون تحریری طور پر کر دی، اس مخبری کی اطلاع حضور نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہو گئی۔ مخبری کا خط برآمد ہونے پر حضرت حاطبؓ کو طلب کیا اور مخبری کا سبب دریافت فرمایا۔ حضرت حاطبؓ نے عرض کی کہ میرے اہل خانہ مکہ میں ہیں، میں نے قریش کی خوشنودی حاصل کرنے کی غرض سے ایسا کیا تا کہ قریش میرے اہل و عیال سے نرمی کا برتاؤ کریں۔ حضرت عمرؓ نے حضرت حاطبؓ کا یہ بیان سن کر نبی کریم ﷺ سے اُس کا سر قلم کرنے کی اجازت چاہی تو آپ ﷺ نے حضرت حاطبؓ کو غداری کے اس اِلزام سے بری کر دیا اور فرمایا: ''اے عمرؓ! تجھے معلوم نہیں کہ وہ بدری ہے۔'' یہ حکمت عملی آئندہ جنگی معرکوں پر اثر انداز ہونے کے لیے اور بدر کے شہداء اور غازیوں کے احترام میں فرمائی تھی۔ یہ ایک اعلیٰ سپہ سالار کی صفت ہے۔

☆......مکہ فتح ہوا تو نبی کریم ﷺ نے اِعلان عام فرمایا کہ جو ہتھیار ڈال دے یا ابوسفیان کے گھر پناہ لے یا مسجد حرام میں داخل ہو جائے یا اپنے دروازے بند کر لے تو اس کو امان دی جائے گی۔

☆......قریش مکہ نے ہجرت سے قبل نبی کریم ﷺ اور اُن کے ساتھیوں سے جو سلوک کیا، وہ سب کو یاد تھا۔ قریش خوف زدہ تھے کہ اب اُن کے ساتھ کیا سلوک ہو گا۔ کوہ صفا پر قریش کا ہجوم جمع ہو گیا، آپ حضور ﷺ نے تمام قریش کے لیے عفو عام کا اِعلان فرمایا، صرف ۹ یا ۱۰ بدنصیب تھے جن کے لیے حکم ہوا تھا کہ وہ جس کسی کو جہاں ملیں اُنہیں قتل کر دیا جائے۔ حضور ﷺ کے بے مثال حسن سلوک نے قریش کو ایسا متاثر کیا کہ وہ سب مشرف بہ اسلام ہو گئے قبائل عرب نے بھی قریش کی تقلید میں دین اسلام قبول کر لیا۔ اس عسکری حکمت عملی سے تبلیغ دین کا راستہ کشادہ ہو گیا۔

﴿جنگی قیدیوں سے سلوک﴾ حضور نبی کریم ﷺ نے تمام جنگی قیدیوں کے ساتھ نہایت اچھا سلوک کیا، بدر کے ۷۰ گرفتار ہونے والوں میں سے بعض سے فدیہ لے کر اور بعض کو چند شرائط پہ جیسے ہر قیدی مدینہ کے دس دس افراد کو لکھنا پڑھنا سکھا دے تو اُسے رہا کر دیا جائے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اسیران بدر کو قتل کرنے کا مشورہ دیا کہ ہر صحابی اپنے رشتہ دار اسیر کو قتل کرے، لیکن حضور نبی کریم ﷺ رحمۃ اللعالمین نے اُن کی اس تجویز سے اتفاق نہ کیا، ان اسیران میں جو لوگ بالکل مفلس اور جاہل تھے اُنہیں فدیہ لیے بغیر ہی رہا کر دیا گیا۔

Marfat.com

☆......جنگ احزاب میں مدافعت کا جو طریقہ استعمال ہوا وہ اسلام میں پہلا طریقہ کار تھا۔ صحابہؓ کے مشورہ سے مدینہ کے اَطراف میں خندق کی کھدائی کی گئی جس کی وجہ سے قریش مدینہ پر حملہ نہ کر سکے۔ اللہ تعالیٰ نے موسمی حالات سے بھی آپﷺ اور مسلمانوں کی مدد فرمائی۔

☆......بوقت ہجرت مدینہ منورہ میں یہودی آباد تھے۔ تجارتی لین دین اور دیگر کاروبار پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ حضور نبی کریمﷺ نے مدینہ پہنچنے کے فوراً بعد سب سے پہلے یہودیوں کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کو ''میثاق مدینہ'' کہتے ہیں، جس کی تفصیل پہلے بیان ہو چکی ہے اس معاہدہ کی وجہ سے یہودیوں کو ہمیشہ کے لیے مدینہ سے رُخصت ہونا پڑا۔ یہ ایک دُور اندیشی کی اعلیٰ ترین مثال ہے۔

☆......آپﷺ کے رُعب اور دبدبہ کا یہ عالم تھا کہ ۵ ہجری میں بنو غطفان نے مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاری کی تو آپﷺ تقریباً چار سو صحابہؓ کے ہمراہ مقابلہ کے لیے روانہ ہوئے۔ لشکرِ اسلام ذات الرقاع کے مقام پر پہنچا تو بنو غطفان کو اطلاع ہوگئی پھر اُن پر ایسا غلبہ طاری ہوا کہ وہ اپنے گھروں اور اپنے اہل و عیال کو چھوڑ کر پہاڑیوں میں چھپ گئے۔ حضورﷺ نے نہ اُن کا تعاقب فرمایا اور نہ ہی اُن کے بال بچوں کو کوئی تکلیف پہنچائی۔

☆......دومۃ الجندل اس مقام پر دشمن کی فوج جمع تھی حضورﷺ دس ہزار مجاہدین کو لے کر نکلے تو آپﷺ کی آمد کی خبر سن کر کفار منتشر ہو گئے۔ آپﷺ کے رُعب اور دبدبہ کی یہ ایک مثال تھی۔

☆......مریسیع کی جنگ میں اسلام کو فتح نصیب ہوئی، کفار میدان جنگ میں ۱۰ لاشیں چھوڑ کر بھاگ گئے، جبکہ اُن کے چھ سو افراد کو قیدی بنا لیا گیا۔

☆......آنحضرتﷺ فتح مکہ کے دوران شہر میں داخل ہونے سے قبل رات کو اپنی فوج کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وسیع علاقہ میں الگ الگ آگ جلائی جائے۔ جب ایسا کیا گیا تو ابو سفیان اور اس کے ساتھی خوف زدہ ہو گئے، اہل مکہ کے حوصلے بھی پست ہو گئے۔ اس عسکری چال نے مکہ فتح کر لیا اور کوئی قتال نہ ہوا۔ البتہ کفار نے دو مسلمان شہید کر دیئے، جواب میں حضرت خالدؓ بن ولید نے کفار کے ۱۳، لوگ قتل کیے۔ یہ واقعہ فتح مکہ کے دوران پیش آیا۔

☆......فتح مکہ کے موقع پر اہل مکہ سے درگزر کرنا ایک جرنیل کی اعلیٰ عسکری صلاحیتوں کا ثبوت ہے۔

☆......حنین اور اوطاس کے معرکوں سے مال غنیمت کی کثیر مقدار حاصل ہوئی تو آپﷺ نے نو مسلموں کو زیادہ حصہ عطا فرمایا تا کہ غیر مسلموں کو بھی اسلام کی طرف مائل کیا جائے۔

اسیران جنگ اور غنائم کی تقسیم کے ۱۰ دن بعد بنو ہوازن کے لوگ آپﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اُنہوں نے آپﷺ کی ابتدائی پرورش اور دودھ پلانے کے واقعات بیان کیے تو آپﷺ نے بنو ہوازن کے تمام اسیران کو آزاد کر دیا، پھر اس قبیلے نے اسلام قبول کر لیا۔ اس مرحلہ پر چھ سو سے زائد اسیران جنگ کو رہا فرمایا۔

☆......خیبر کی حکمت عملی میں دو ماہرین راہ (گائیڈ) کو بلایا گیا جو لشکر کو راستہ بتاتے، وہ لشکرِ اسلام کو ایسے راستہ سے لے

Marfat.com

گئے کہ وہ مدینہ یعنی شمال کی جانب کی بجائے شام کی جانب سے حملہ آور ہوسکیں تا کہ یہود خیبر کو شام کی جانب بھاگنے کا راستہ نہ مل سکے۔اور مزید یہ کہ بنو غطفان اور یہود کے درمیان مسلم لشکر حائل ہو جائے اور وہ ایک دوسرے کی مدد نہ کرسکیں۔

☆......آپ ﷺ نے کبھی شب خون نہیں مارا، خیبر پر نماز فجر اوّلین وقت میں ادا کر کے حملہ فرمایا، خیبر کے تمام قلعوں پر مسلمانوں نے قبضہ کرلیا، اموال غنیمت بکثرت ملے اس سے قبل مسلمان آسودہ حال نہ تھے فتح خیبر کے بعد مسلمانوں کو آسودگی حاصل ہوئی اور پیٹ بھر کر کھجوریں کھانے لگے۔

☆......خیبر کی نصف پیداوار کی شرط پر مصالحت ہوئی جو آپ ﷺ نے قبول فرمائی۔جبکہ فدک کی سرزمین خالصتاً آپ ﷺ کے لیے مخصوص ہوئی، کیونکہ مسلم لشکر نے یہاں گھوڑے اور اونٹ نہیں دوڑائے تھے۔

☆......وادی القریٰ سے جو مال غنیمت ہاتھ آیا اُسے آپ ﷺ نے تقسیم فرما دیا۔البتہ زمین اور کھجوروں کے باغات کو یہود کے پاس ہی رہنے دیا اور پیداوار کا نصف حصہ حاکمی لینے پر معاملہ طے ہوا۔

☆......تیماء کے یہودیوں کو مسلم لشکر کے فتوحات کی خبر ہو چکی تھی، کوئی محاذ آرائی نہ ہوئی آپ ﷺ نے اُن کی صلح کی پیش کش کو قبول فرمایا، شرائط خیبر اور وادی القریٰ کے یہودیوں جیسی ہی تھیں۔

☆......حضور نبی کریم ﷺ نے ۷ ہجری بمطابق 628ء میں ملحقہ ریاستوں کے سربراہان کو تبلیغ اسلام کے سلسلہ میں خطوط تحریر فرمائے اور ایک مُہر تیار کروائی جو چاندی کی انگوٹھی پر کندہ تھی، جس پر اُوپر ''اللہ'' درمیان میں ''رسول'' اور نیچے ''محمد'' (ﷺ) کے الفاظ تحریر تھے۔سربراہان مملکت کو جو خطوط ارسال کیے جاتے اُن پر یہ مُہر مقدس ثبت کی جایا کرتی تھی۔

اس طرح آپ ﷺ نے اہل مکہ، یہودیوں اور دیگر اقوام کے ساتھ جس حُسن اخلاق اور ہمدردی کا مظاہرہ کیا وہ ایک اعلیٰ سربراہ کی ذہانت اور دُور اندیشی کی نمایاں مثال ہے۔جس کے باعث جزیرۃ العرب میں اِسلام کا بول بالا ہوا اور گرد و نواح کے علاقوں میں دین اسلام پھیلا۔

..........❖❖❖..........

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کا نظام حکومت

حضور نبی کریم ﷺ کے اِقتدار کا عرصہ محققین نے 8155 دن شمار کیا ہجرت کے بعد اسلامی مملکت کی بنیاد رکھی گئی۔ سب سے پہلا معاہدہ مسلمانوں اور یہود مدینہ کے درمیان پہلی ہجری میں ہوا، جسے میثاق مدینہ کا نام دیا گیا۔ اس معاہدے کو غیر مسلم متعصب مؤرخین نے بھی خراج تحسین پیش کیا، اسلامی حکومت کی ضروریات محدود تھیں اِس لیے تمام شعبہ جات ابتدائی شکل میں تھے جن کی تکمیل خلفائے راشدینؓ کے عہد میں ہوئی۔ تاہم اس عہد کا سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ عرب میں طوائف الملوکی اور اِنتشار کا خاتمہ ہوا۔ اس کی جگہ ایک منظم حکومت کی داغ بیل ڈالی گئی۔ سارے قبائل نے ایک قوم کی شکل اِختیار کر لی اور اسلامی اخوت کی بنیاد رکھی۔ ذیل میں عہد رسالتؐ مآب ﷺ کے نظام حکومت کے شعبوں کا مختصر جائزہ پیش ہے۔

انتظامیہ اسلامی نظام حکومت میں اِقتدار اعلیٰ کا مالک واحد ولاشریک اللہ تعالیٰ ہے۔ جبکہ رسول کریم ﷺ کی حیثیت دنیا میں اللہ کے نائب کی ہے تاہم رسول کریم ﷺ کو کلی اختیارات حاصل تھے۔ آپ ﷺ بیک وقت حاکم، مقنن، سالار عساکر اور منصف اعلیٰ بھی تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے کوئی حکم اپنی مرضی سے صادر نہیں فرمایا، ہر حکم احکام الٰہی کی منشاء کے مطابق ہوتا اس کے علاوہ ہر معاملہ میں صحابہؓ سے مشورہ بھی فرماتے

مسجد نبویؐ عہد رسالتؐ میں مسجد نبویؐ سے مرکزی دفتر کا کام لیا جاتا۔ امور سلطنت مسجد میں ہی سرانجام پاتے۔ مسلمانوں کے عام اجلاس اور مجلس مشاورت کی نشستیں اسی جگہ منعقد ہوتیں

کتابت وحی نزول وحی کی کتابت کا کام بعض صحابہ کرامؓ کے ذمہ تھا۔ وحی کے ساتھ اس کے الفاظ کو قلم بند کرنا اُن کے فرائض میں شامل تھا۔ اُنہیں ''کاتب وحی'' کہا جاتا حضرت زیدؓ بن ثابتؓ کے علاوہ کاتبوں میں حضرات اُبی بن کعبؓ، علیؓ اور عثمانؓ کے علاوہ دیگر بھی شامل ہیں۔

Marfat.com

﴿رسل و رسائل﴾ حکام اور مبلغین کو فرامین جاری کرنے، سلاطین اور عمائدین عرب کے ساتھ خط وکتابت کرنے کے لیے ایک مستقل شعبہ قائم کیا گیا۔ حضرت زیدؓ بن ثابت اور امیر معاویہؓ اس شعبہ میں کام کرتے تھے۔

﴿مُہر نبویؐ﴾ یہ مُہر حضرت حنظلہؓ بن ربیع کی تحویل میں ہوا کرتی تھی جاری شدہ اَحکامات پر مُہر نبویؐ ثبت کی جایا کرتی تھی۔

﴿ریکارڈ آفس﴾ حضرت زبیرؓ بن العوام اور رجیم بن صامت زکوٰۃ اور صدقات کی آمدنی کا حساب رکھتے تھے۔ حذیفہؓ بن یمان کھجوروں کے محاصل کا تخمینہ تیار کرتے، حسن بن نمیر اور مغیرہ بن شعبہ لوگوں کے درمیان لین دین کے معاملات کا ریکارڈ رکھتے۔ منعقب بن ابی فاطمہ مالِ غنیمت کا حساب رکھنے پر مامور تھے۔

﴿صوبائی نظام﴾ صوبائی انتظام کی ابتداء مرحلہ وار عمل میں آئی، مدینہ منورہ کو مملکت اسلامیہ کے صدر مقام (دارالخلافہ) کا شرف حاصل ہو چکا تھا۔ جو صوبے تشکیل دیئے گئے اُن میں مکہ، نجران، یمن، حضرموت، تہامہ، علاقہ بنوکندہ، عمان اور بحرین شامل تھے۔ صوبے کے نگران کو حاکم کہا جاتا، وہ صوبے میں امن وامان قائم رکھنے کا ذمہ دار ہوتا اور فوج کا انچارج بھی۔ صوبوں کے لیے الگ الگ محصل (کلکٹر) کی تقرری کا پہلا حکم نامہ ۹ ہجری بمطابق 630ء میں جاری ہوا۔

﴿عدلیہ﴾ حضور نبی کریم ﷺ مملکت اسلامیہ کے منصف اعلیٰ (چیف جسٹس) تھے۔ ملک کا آئین قرآن وسنت پر مبنی تھا، عدلیہ کو درج ذیل شعبوں میں تقسیم کیا گیا:

افتاء...... یہ شعبہ لوگوں کو مفت قانونی مشورے دیتا، آپ ﷺ مدینہ کے خود قاضی بھی تھے، جبکہ آپ ﷺ کے علاوہ نامور صحابہؓ بھی فتویٰ دیا کرتے۔

قضاء...... یہ شعبہ لوگوں کے مقدمات کا فیصلہ کیا کرتا، ہر صوبے کا الگ الگ قاضی مقرر تھا۔ جبکہ حضرت علیؓ اور حضرت معاذؓ بن جبل کو یمن کا قاضی مقرر کیا گیا، کیونکہ وہاں مقدمات کی کثرت تھی۔

پولیس...... محکمہ پولیس کی بنیاد حضور نبی کریم ﷺ نے رکھی۔ سب سے پہلے سعدؓ بن قیس کو پولیس کے فرائض اور نظم وضبط پر عملدرآمد کرنے کی ذمہ داری سونپی گئی۔

احتساب......اس وقت احتساب کا کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ البتہ حضور نبی کریم ﷺ خود بازار تشریف لے جاتے، ناپ تول کے پیمانوں اور اشیائے خرید وفروخت کا معائنہ فرماتے اور لوگوں سے صوبائی حکام کے متعلق بازپرس فرماتے۔

﴿فوج﴾ حضور نبی کریم ﷺ اسلامی فوج کے سپہ سالار اعظم تھے۔ عہد رسالتؐ کی تمام اہم جنگوں (غزوات) میں شرکت فرمائی جن کی تعداد ۲۷ ہے۔ سریہ کے لیے صحابہ کرامؓ سے سپہ سالار (امیر) کا انتخاب کیا جاتا فوج نظم وضبط کا نمونہ تھی مالِ غنیمت کی شرعی تقسیم ہوتی لڑنے والوں کی کوئی تنخواہ مقرر نہ تھی۔ مالِ غنیمت کا ۴/۵ حصہ فوج میں تقسیم کر دیا جاتا، پیادہ کو ایک حصہ جبکہ سوار کو تین حصے ملتے۔ بعض مہمات میں خواتین بھی شامل ہوئیں جو

Marfat.com

زخمیوں کی مرہم پٹی کرتیں اور زخمیوں کو پانی پلاتیں۔خندق کھودنے کا طریقہ بھی رائج ہوا،جنگی ہتھیاروں میں نیزے، برچھے،تلواریں، تیر وکمان، ڈھالیں،خود اور زرہ بکتر قابل ذکر ہیں۔بعض صحابہؓ کو قلعہ شکن اسلحہ کے استعمال کی تربیت حاصل کرنے کے لیے یمن بھی بھیجا گیا۔

ذرائع آمدن عہدرسالت مآب ﷺ میں ذرائع آمدن ذیل تھے:

مال غنیمت، زکوٰۃ،نقد رقوم، سونا،چاندی،عشر، کل پیداوار کا ۱/۱۰ حصہ،آبپاش زمین کی پیداوار کا ۱/۵ احصہ،صدقات، جزیہ،یہ غیر مسلم سے اُن کی حفاظت کے عوض لیا جاتا تھا۔جزیہ کے متعلق قرآن مجید کی سورۃ توبہ کی آیت نمبر۲۹ میں ہے کہ :''یہاں تک کہ دیں وہ جزیہ اپنے ہاتھ سے اس حال میں کہ وہ مغلوب ہیں۔'' بوڑھے،اپاہج،عورتیں، بچے اور راہب اس سے مستثنیٰ تھے۔غیر مسلم رعایا سے خراج وصول کیا جاتا خراج بحصہ نصفی کل پیداوار کا حاکم کو ادا کیا جاتا تھا۔

تحصیلداران زکوٰۃ کا تقرر ۹ ہجری ماہ محرم کا چاند طلوع ہو چکا تھا تو آپ ﷺ کو اطلاع ملی کہ قبیلہ بنوتمیم نے قبائل کو بھڑکا کر جزیہ کی اَدائیگی سے روک دیا دیگر کئی مفتوحہ علاقوں میں بھی یہودیوں نے جزیہ اور خراج کی اَدائیگی سے انکار کر دیا تھا۔حضور نبی کریم ﷺ کو مدینہ کی حکومت کا اقتدار اعلیٰ حاصل ہو چکا تھا گو کہ اسلامی نظام حکومت ابھی ابتدائی مراحل میں تھا،لیکن آپ ﷺ نے واجباتِ سرکار کی وصولی کے لیے ایک جامع پروگرام مرتب فرمایا۔چنانچہ آپ ﷺ نے وصولی کے لیے عمّال (تحصیلداران) کے تقرر کے احکامات جاری فرمائے،جن کی تفصیل یہ ہے:

عمّال کے نام	قبیلہ جس سے واجبات وصول کرنا تھے
۱.....عُیَینہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنوتمیم
۲.....یزید بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی اسلم اور بنی غفار
۳.....عباد بن بشیر اشہلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنی سلیم اور بنی مزینہ
۴.....رافع بن مکیث رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قبیلہ جُہینہ
۵.....عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنوفرازہ
۶.....ضحاک بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنوکلاب
۷.....بشیر بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنوکعب
۸.....ابن اللتبیہ ازدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنوذبیان
۹.....مہاجر بن ابی اُمیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	شہر صنعاء
۱۰.....زیاد بن لبید رضی اللہ تعالیٰ عنہ	حضرموت

Marfat.com

۱۱......عدی بن حاتم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	قبیلہ طے، بنو اسد
۱۲......مالک بن نویرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنو حنظلہ
۱۳......زبرقان بن بدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنو سعد (کی ایک شاخ)
۱۴......قیس بن عاصم رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بنو سعد (کی دوسری شاخ)
۱۵......علاء بن حضرمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ	بحرین کا علاقہ
۱۶......علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ	نجران کا علاقہ

واجبات کی وصولی کرنے والوں کو عربی میں عمال کہا جاتا تھا دورِ حاضر میں اُن کا عہدہ تحصیلداران کے برابر ہے، وہ واجبات سرکار کی وصولی کے ذمہ دار ہوا کرتے تھے، نادہندگان کے خلاف اسلامی قوانین کے مطابق کاروائی کرنے میں مجاز تھے۔ بحوالہ سورہ توبہ آیت نمبر 60 زکوٰۃ تو صرف ان لوگوں کے لیے ہے جو فقیر، مسکین اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والے ہیں اور جن کی دلداری مقصود ہے نیز گردونوح کو آزاد کرانے اور مقروضوں کے لیے اور اللہ کی راہ میں مسافروں کے لیے سب فرض اللہ کی طرف سے اور اللہ سب کچھ جاننے والا دانا ہے۔''

❖❖❖

Marfat.com

حضور نبی کریم ﷺ کے ایک دن کے معمولات

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کا بیان ہے کہ میں نے اپنے والد بزرگوار سے دریافت کیا کہ رسول اللہ ﷺ کا جو وقت اپنے دولت خانہ میں گزرتا تھا آپ ﷺ اس میں کیا کیا کام سرانجام فرماتے تھے۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ نے فرمایا کہ:

''جب رسول اللہ ﷺ گھر میں داخل ہوتے تو گھر میں قیام کے وقت کو تین حصوں میں تقسیم فرما لیتے، ایک حصہ اللہ کی عبادت کے لیے، دوسرا حصہ اپنے اہل کے ساتھ اور تیسرا حصہ اپنی ذات اقدس کے لیے۔ پھر اپنے ذاتی حصہ کو اپنے اور عام لوگوں کے درمیان گزارتے خواص صحابہؓ جو دولت خانہ پر حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے آپ ﷺ ان کی وساطت سے عوام کو جو دولت خانہ پر حاضر نہ ہوا کرتے تھے اَحکام تبلیغ فرماتے اور نصیحت و ہدایت کی کوئی بات عام و خواص سے پوشیدہ نہ رکھتے۔ اُمت کے حصہ اوقات میں آپ ﷺ کا طریقہ یوں تھا کہ اہل فضل کو ترجیح دیتے تاکہ حاضر خدمت ہو کر افادۂ عام کریں اور حصہ اُمت میں بقدر حاجات دینیہ تقسیم فرماتے اہل فضل میں سے کسی کو ایک مسئلہ دین دریافت کرنا ہوتا تو کسی کو دو اور بعض کو بہت سے مسائل کے حل کی ضرورت ہوتی پس آپ ﷺ اُن اصحابؓ حاجات کی طرف توجہ فرماتے اور اُن کو وہ ہی امور دریافت کرنے دیتے جن میں ان کی اور اُمت کی بہبود ہوتی حضور ﷺ اُن کے مناسب حال احکام بیان فرماتے۔ اس کے بعد آپ ﷺ حاضرین مجلس سے اِرشاد فرماتے کہ تمہیں چاہیے کہ بقیہ اُمت کو جو حاضر نہیں یہ احکام پہنچادو اور تاکید فرماتے کہ جو لوگ مثلاً عورتیں، بیمار یا غائب وغیرہ اپنی حاجتیں مجھ تک نہ پہنچا سکیں، تم اُن کے مسائل مجھ پر پیش کرو۔ فرمایا جو شخص کسی کی حاجت بادشاہ تک پہنچاتا ہے جو وہ خود نہیں پہنچا سکا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے قدم پل صراط پر قائم رکھے گا۔ اِسی طرح کے ضروری و مفید امور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا کرتے تھے۔ جن امور میں کوئی فائدہ نہ ہوتا ان کی شنوائی نہ ہوتی۔ سائل و مسئول دولت خانہ پر خدمت اقدس میں حاضر ہوتے اور

Marfat.com

استفادہ حاصل کرتے اور لوگوں کے رہبر بن کر نکلتے۔

حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے اپنے والد بزرگوار سے پوچھا کہ آنحضرت ﷺ کا جو وقت گھر سے باہر گزرتا تھا، آپ ﷺ اس میں کون سے امور سرانجام دیتے تھے؟ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ اکثر خاموش رہتے، بجز مفید وضروری اَمر کے لب کشائی نہ فرماتے۔ آپ ﷺ لوگوں کو حسن اخلاق سے اپنا گرویدہ بناتے آپ ﷺ ہر قوم کے بزرگ کی عزت فرماتے اور اُن کو ان کی قوم کا سردار بناتے، آپ حضور ﷺ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے، مگر کشادہ روئی اور حسن خلق میں سے کسی سے دریغ نہ کرتے اپنے اصحابؓ کی خبر گیری فرماتے، مریض کی عیادت، مسافر کے لیے دُعا اور میت کے لیے استغفار فرماتے۔ اپنے خواص اصحابؓ سے لوگوں کے حالات دریافت فرماتے تا کہ ظالم سے مظلوم کا بدلہ لیں آپ ﷺ اچھی بات کی تحسین فرماتے اور اس کی تائید کرتے اور بری بات کی برائی ظاہر فرماتے آپ ﷺ معتدل حال میں رہے، اس میں اختلاف نہ ہوتا لوگوں کی تعلیم و تربیت سے غافل نہ ہوتے۔ آپ ﷺ ہر حال میں (جمیع الانواع عبادات) کے لیے مستعد رہتے تھے۔ حق سے کوتاہی نہ کرتے اور نہ حق سے تجاوز فرماتے۔ جو لوگ اِستفادہ کے لیے آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر رہتے وہ ''خیر الناس'' ہوتے۔ آپ ﷺ کے نزدیک سب سے اَفضل وہ ہوتا جو سب مسلمانوں کا خیر خواہ ہوتا اور مرتبہ میں آپ ﷺ کے نزدیک سب سے بڑا وہ ہوتا جو محتاجوں کی غمخواری کرنے والا اور مہماتی امور میں اپنے بھائیوں کی مدد کرنے والا ہوتا

امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے والد بزرگوار سے آنحضرت ﷺ کی مجلس کا حال دریافت کیا تو اُنہوں نے فرمایا کہ:

حضور ﷺ کا مجلس سے اُٹھنا اور مجلس میں بیٹھنا بغیر ذکر الٰہی نہ ہوتا جب آپ ﷺ کسی مجلس میں رونق افروز ہوتے تو جو جگہ خالی پاتے وہیں بیٹھ جاتے اور دوسروں کو بھی یہی فرماتے۔ جو لوگ آپ ﷺ کے پاس بیٹھتے تو آپ ﷺ اُن میں سے ہر ایک کو حسب حال کشادہ روئی اور تعلیم و تفہیم سے بہرہ وَر فرماتے۔ آپ ﷺ کا ہر جلیس یہ سمجھتا کہ آپ ﷺ کے نزدیک مجھ سے زیادہ کوئی بزرگ نہیں۔ جو شخص آپ ﷺ کے پاس بیٹھتا یا کسی حاجت کے لیے آپ ﷺ سے کلام کرتا تو آپ ﷺ اس کے ساتھ اسی حالت میں ٹھہرے رہتے یہاں تک کہ وہ خود واپس ہو جاتا۔ جو شخص آپ ﷺ سے کسی حاجت کا سوال کرتا آپ ﷺ اس کی حاجت پوری فرماتے یا اس سے کوئی نرم بات کرتے۔ (وعدہ فرماتے) یا فلاں سے ہمارے ذمہ قرض لے لو۔ آپ ﷺ کی کشادہ روئی اور حسن خلق تمام لوگوں کے لیے عام تھا۔ آپ ﷺ (بلحاظ شفقت) سب کے باپ ہوئے آپ ﷺ کی مجلس، علم وحیاء وامانت وصبر کی مجلس ہوا کرتی تھی۔ مجلس میں آوازیں بلند نہ ہوا کرتیں اور نہ ہی کسی کی آبرو ریزی ہوتی مجلس نبویؐ میں سب کی حیثیت مساوی تھی۔ ہاں بلحاظ تقویٰ بعض کو بعض پر فضیلت حاصل تھی۔ مسافر اور اجنبی کے حق میں رعایت فرماتے (شمائل ترمذی، باب ماجاء فی تواضع رسول ﷺ)

﴿حضور نبی کریم ﷺ کے طبعی امور﴾ سرکار دو عالم ﷺ سب سے بڑے سخی تھے۔ سائل کو کبھی خالی نہ لوٹایا، کچھ نہ

Marfat.com

ہونے کی صورت میں نرمی سے سمجھا دیتے۔ اور فرماتے پھر کسی وقت آنا تو لے جانا۔ آپ حضور ﷺ بات کے سچے تھے، تمام معاملات میں سب کا خیال رکھتے اور سہولت اختیار فرماتے۔ ابن سعد نے بیان کیا کہ جب کوئی شخص آپ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اور آپ ﷺ اس کو خوش و خرم دیکھتے تو اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیتے تاکہ اُنسیت ہو جائے ابن سعد نے ہی یہ بھی بیان کیا کہ جب کوئی ایسا شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتا اُس کا نام آپ ﷺ کو محبوب نہ ہوتا تو اس شخص کا نام تبدیل فرما دیتے۔ اُن ہی کی روایت میں ہے کہ جب کوئی شخص آپ ﷺ کے پاس مال زکوٰۃ اس غرض سے لاتا، تاکہ مستحقین میں تقسیم فرمادیں تو آپ ﷺ مال و زر لانے والے کو دُعا دیتے: ''اے اللہ اس فلاں شخص پر رحم فرما''

جب کبھی آپ ﷺ کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو دروازے کے سامنے کھڑے نہ ہوتے، دائیں یا بائیں جانب کھڑے ہوتے اور گھر والوں کی اطلاع کے لیے فرماتے: ''السلام علیکم'' ابن قیم نے لکھا کہ اگر آپ ﷺ رات کو کسی کے گھر تشریف لے جاتے تو ایسی معتدل آواز سے سلام فرماتے کہ جاگنے والا سن لیتا اور سونے والا نہ جاگتا۔ (ابوداؤد)

حضور نبی کریم ﷺ جب چلتے تو نیچی نگاہ سے زمین کی طرف دیکھتے، مجمع کے ساتھ چلتے تو سب سے پیچھے ہوتے مگر کوئی سامنے آجاتا تو آپ ﷺ پہلے سلام کرتے، بیٹھتے تو عاجزانہ انداز سے، کھانا کھاتے تو غریبوں اور مسکینوں کی طرح بیٹھ کر خاص مہمانوں کی مہمان نوازی خود بنفس نفیس فرماتے۔ (زادالمعاد)

نشر الطیب کے حوالہ سے آپ حضور ﷺ اکثر اوقات خاموش رہتے، بلاضرورت کلام نہ فرماتے، کسی بات میں کسی کام میں سختی نہ فرماتے، آنے والے کی قدر فرماتے، خلاف شرع بات کرنے والے کو روک دیتے، بصورت دیگر وہاں سے خود اُٹھ کر چلے جاتے۔ اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت کی بڑی قدر فرماتے، کسی چیز کے ٹوٹ جانے یا بگڑ جانے پر ناراض نہ ہوتے البتہ اگر کوئی بات دین کے خلاف ہوتی تو آپ ﷺ کو سخت غصہ آتا۔ جب کسی سے ناراضگی کا اظہار فرماتے تو چہرہ مبارک کو اُس کی جانب سے دوسری طرف پھیر لیتے، لیکن زُبان مبارک سے کچھ نہ کہتے اور جب خوش ہوتے تو نگاہیں نیچی فرما لیتے، شرمیلے ایسے جیسے شرمیلی کنواری لڑکی۔ آپ ﷺ کسی شخص کے چہرہ کو نظر جما کر نہ دیکھتے اور نہ ہی کبھی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھا اگر کسی شخص کو آپ ﷺ کے ہاتھوں سے تکلیف پہنچ جاتی تو آپ ﷺ اس شخص کو بلا تکلف بدلہ لینے کا حق عطا فرماتے۔

اگر کوئی غریب شخص، باندی یا بڑھیا آپ حضور ﷺ سے بات کرنا چاہتی تو آپ ﷺ ان کو سننے کے لیے راستہ کے ایک کنارے کھڑے ہو جاتے بیمار ہوتا تو اس کی بیمار پرسی فرماتے، جنازہ ہوتا تو اُس میں شمولیت فرماتے۔ (ابن سعد)

آپ حضور ﷺ کے مزاج میں اس قدر تواضع تھی کہ اپنی اُمت کو اس کی تاکید فرمائی کہ:

''مجھ کو میرے درجہ سے زیادہ نہ بڑھاؤ'' (زادالمعاد)

آپ ﷺ جب صحابہ کرامؓ سے ملتے تو اُن سے مصافحہ فرماتے اور دُعا فرماتے اور جب آپ ﷺ کو کسی کا نام معلوم نہ ہوتا اور اس کو بلانا ہوتا تو آپ ﷺ فرماتے: ''یا عبداللہ'' (نسائی شریف)

حضور نبی کریم ﷺ سب کی دلجوئی فرماتے، ایسا برتاؤ نہ کرتے جس سے کوئی گھبرا جائے، ظالموں اور شریروں کے

Marfat.com

ساتھ خوش اسلوبی سے اپنا بچاؤ بھی کرتے مگر سب کے ساتھ خوش اخلاقی اور خندہ پیشانی سے پیش آتے ۔ ہر کام کو منظم طریقہ سے سرانجام دیتے، اُٹھتے، بیٹھتے خدا کو یاد فرماتے، کسی محفل میں تشریف لے جاتے تو جہاں بھی جگہ ملتی وہیں تشریف فرما ہو جاتے ۔ اگر بات کرنے والے کئی افراد ہوتے تو آپ ﷺ باری باری رُخ مبارک اُن کی طرف فرما کر بات کرتے ۔ (نشر الطیب)

حضرت عائشہؓ سے مروی ہے کہ کوئی شخص بھی خلق میں آنحضرت ﷺ جیسا نہ تھا۔ آپ ﷺ کو کوئی صحابی بلاتا یا گھر کا کوئی فرد تو آپ ﷺ جواب میں ''لبیک'' ہی فرمایا کرتے ۔ حضور ﷺ تین دن سے پہلے تلاوت قرآن مجید ختم نہ فرماتے عبادت نافلہ چھپ کرادا فرماتے تاکہ اُمت پر اس قدر عبادت کا کرنا شاق نہ ہو۔ (زاد المعاد)

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کسی سے اپنا چہرہ مبارک نہ پھیرتے، جب تک وہ شخص اپنا چہرہ خود نہ پھیر لیتا اور اگر کوئی خاموشی سے اپنی بات کہنا چاہتا تو آپ ﷺ اپنا کان مبارک اُس شخص کی طرف کر دیتے ۔ جب بات ختم ہو جاتی تو پھر آپ ﷺ اپنا کان مبارک ہٹاتے آپ حضور ﷺ کی زبان مبارک سے وہ بات نکلتی جس سے ثواب ملے ایسی خبر گیری فرماتے ہر شخص سمجھتا کہ حضور نبی کریم ﷺ اس کے ساتھ سب سے زیادہ محبت رکھتے ہیں۔ (نشر الطیب)

حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ جب فکر مند ہوتے تو آسمان کی طرف سر مبارک اُٹھا کر دیکھتے اور جب زیادہ گریہ وزاری اور دُعا کا انہماک بڑھ جاتا تو فرماتے ''یا حی یا قیوم'' (ترمذی شریف)

نیک کام کو شروع فرماتے تو پھر اُس کو ہمیشہ یاد رکھتے۔ (ابوداؤد شریف)

Marfat.com

عظمت قرآن

❖❖❖

قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے لغت قریش میں نازل فرمایا اس مقدس کتاب کے الفاظ وحروف کلام عرب کی جنس سے ہیں۔ انواع کلام (قصائد، خطب، رسائل اور محاورہ) میں سے کسی سے نہیں ملتے۔ بایں ہمہ سب انواع کے محاسن کا جامع ہے اہل عرب انواع چہارگانہ کے سوا کوئی اور اسلوب وطرز نہ جانتے تھے اور نہ ہی وہ کسی نئے طرز میں کلام کر سکتے تھے۔ پس ایک عجیب نرالے اسلوب کا آنحضرتﷺ کی زبان پہ جاری ہو جانا عین اعجاز ہے۔

قرآن مجید کی سورۃ النحل آیت ۱۰۳ کا ترجمہ ہے: ''اور ہم خوب جانتے ہیں کہ وہ کہتے ہیں کہ اُنہیں تو یہ قرآن ایک انسان سکھاتا ہے (حالانکہ اُس شخص کی زبان جس کی طرف یہ تعلیم قرآن کی نسبت کرتے ہیں عجمی ہے) اور یہ قرآن فصیح وبلیغ عربی زبان میں ہے۔''

اس آیت فضیلہ نے کفار کے اس الزام کہ قرآن پاک کی تعلیم حضور نبی کریمﷺ کو 'بلعام لوہار' سکھاتا ہے، کوئی کہتا بنی مغیرہ کے ایک غلام ''یعش'' سے سیکھتے ہیں، کوئی ''عیش'' اور ''جبر'' کو اُستاد ظاہر کرتا۔ حسن اتفاق مذکورہ اشخاص سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جس کی مادری زبان عربی ہو، یہ سارے عجمی تھے اور سارے غلام تھے اور اُن میں سے اکثر بگوشہ اسلام ہو چکے تھے۔ ان کے کافر آقا ان پر سخت ظلم کرتے، لیکن اُن کے پاؤں نہ ڈگمگائے۔ اگر یہ معلم ہوتے اور قرآن سکھانے والے ہوتے تو اُنہیں حضور نبی کریمﷺ پر ایمان لا کر اپنے آپ کو سنگدل آقاؤں کے ظلم وستم برداشت کرنے کی کیا ضرورت تھی۔؟

سورۃ یونس کی آیت :۵۸ میں ارشاد فرمایا: ''اے حبیبؐ! آپ فرما دیجئے یہ کتاب محض اللہ تعالیٰ کے فضل اور اس کی رحمت سے نازل ہوئی ہے، پس چاہیے کہ اس پر خوشی منائیں یہ بہتر ہے ان تمام چیزوں سے جن کو وہ جمع کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام کی عظمت کو سورۃ یوسف کی آیت :۱۱۱ میں فرمایا: ''اور یہ قرآن ہر چیز کی تفصیل ہے، اور سراپا ہدایت ورحمت ہے اُس قوم کے لیے جو ایمان لاتے ہیں۔''

Marfat.com

اسی طرح سورۃ الکہف آیت: ۵۴ فرمان باری تعالیٰ ہے: ''اور بے شک ہم نے طرح طرح سے بار بار بیان کی ہیں اس قرآن میں لوگوں کے لیے ہر قسم کی مثالیں اور انسان ہر چیز سے بڑھ کر جھگڑالو ہے''

ولید بن مغیرہ کے متعلق پہلے ذکر آچکا کہ ایام حج میں عرب کے تمام علاقہ سے لوگ مکہ آیا کرتے تھے، تو وہ مدعی نبوت (حضرت محمد ﷺ) کی نسبت دریافت کریں گے، لہٰذا تم سب ان کے متعلق ایک رائے قائم کرلو، قریش نے مختلف آراء پیش کیں لیکن ولید نے یکے بعد دیگرے تمام کی تردید کردی اور کہا کہ: ''اللہ کی قسم! اس کے کلام میں بڑی حلاوت ہے، اس کے کلام کی اصل مضبوط جڑ والا درخت خرما ہے اور اس کی فرع پھل ہے، ان باتوں میں سے جو تم کہو گے وہ ضرور پہچان لی جائے گی، قریب تر قول یہ ہے کہ تم کہو وہ تو جادوگر ہے، ایسا کلام لایا ہے جو جادو ہے وہ اس کلام سے باپ بیٹے، بھائی بھائی، میاں بیوی، خویش واقارب میں جدائی ڈال دیتا ہے۔''

ایک روز آپ ﷺ مسجد الحرام میں اکیلے تشریف فرما تھے۔ ایسے میں قریش نے اپنے سردار عتبہ بن ربیعہ کو آپ ﷺ کی خدمت میں روانہ کیا۔ قریش کے سردار نے آپ ﷺ پر کئی باتیں کیں اور عرض کی کہ ان میں سے ایک بات پسند فرمالیں، تو آپ حضور ﷺ نے اس کے جواب میں سورۃ حم سجدہ کے شروع کی آیتیں تلاوت فرمائیں۔ عتبہ نے قریش سے جاکر کہا کہ میں نے ایسا کلام سنا کہ اس کی مثل کبھی نہیں سنا۔ اللہ کی قسم! وہ شاعر نہیں، نہ جادوگر، نہ کہانت، اے گروہ قریش! میرا کہا مانو اُس شخص کو کرنے دو جو وہ کرتا ہے، اس سے الگ ہو جاؤ، اللہ کی قسم! میں نے جو کلام اُس سے سنا ہے اس کی بڑی عظمت وشان ہے اگر عرب اس کو مغلوب کر بھی لیں تو تم غیر کے ذریعے اس سے بچ گئے اور اگر وہ عرب پر غالب آ گیا تو اس کا مالک تمہارا مالک ہے اور اس کی عزت تمہاری عزت ہے اور تم اس کے سبب سے خوش نصیب ہو جاؤ گے۔

حضرت ابوذر غفاریؓ فرماتے ہیں میرا بھائی انیس بکریاں چرایا کرتا تھا ایک روز اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے مکہ میں کام ہے، تم بکریوں کی حفاظت کرنا انیس مکہ پہنچ گیا کچھ دیر بعد واپس آیا میں نے پوچھا تو نے کیا کام کیا، وہ بولا میں مکہ میں ایک شخص سے ملا جو کہتا ہے کہ: ''میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں'' لوگ اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ وہ شاعر ہے، کاہن ہے، جادوگر ہے چونکہ انیس خود ایک بڑا شاعر تھا کہنے لگا: ''اللہ کی قسم! میں نے کاہنوں کا کلام سنا، لیکن اس کا کلام کاہنوں کا کلام نہیں، اللہ کی قسم! میں نے اس کے کلام کو شعر کی تمام اقسام کے ساتھ مقابلہ کیا میرے بعد کسی سے یہ نہ بن پڑے گا کہ کہے گا، کلام شاعر ہے۔ اللہ کی قسم! وہ نبی سچے ہیں اور کافر بے شک جھوٹے ہیں۔''

اس حدیث کے اس حصہ کے بعد مذکور ہے کہ یہ سن کر حضرت ابوذر غفاریؓ مکہ میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور ایمان لائے۔ پھر جب وہ اپنے بھائی انیسؓ کے پاس واپس آئے تو ان کے اسلام کی خبر سن کر حضرت انیسؓ اور ان کی والدہ بھی ایمان لے آئے، پھر تینوں اپنی قوم غفار میں گئے تو آدھی قوم ایمان لے آئی۔ جب نبی کریم ﷺ نے ہجرت فرمائی اور مدینہ میں سکونت اختیار کی تو باقی قوم غفار بھی ایمان لے آئی اسی طرح قبیلہ بنو اسلم بھی

Marfat.com

ایمان لے آیا۔اس پر حضور ﷺ نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ قبیلہ غفار کو بخش دے اور قبیلہ اسلم کو سلامت رکھ۔''

ابن سعد نے ''طبقات سعد'' میں بروایت یزید بن رومان اور محمد بن کعب اور شعبی اور زُہری وغیرہ سے روایت کیا ہے کہ بنی سلیم میں سے ایک شخص جس کا نام قیس بن نسیبہ تھا وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس نے آپ ﷺ کا کلام سنا اور کئی باتیں دریافت کیں۔آپ ﷺ نے ان کا جواب دیا قیس نے وہ سب کچھ یاد کر لیا۔پھر آپ ﷺ نے اُسے دعوت اسلام دی تو وہ ایمان لے آیا اور اپنی قوم میں جا کر کہنے لگا:

''بے شک میں نے روم کا دربار، فارس کا زمزمہ اور عرب کے اشعار، کاہن کی کہانت اور ملوک حمیر کا کلام سنا مگر محمد ﷺ کا کلام اُن کے کلام میں سے کسی سے نہیں ملتا۔اس لیے تم میرا کہا مانو اور اس سے بہرہ ور ہو جاؤ۔اس طرح بنو سلیم فتح مکہ کے ساتھ مقام قدید میں حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اسلام لائے۔ان کی تعداد ۷۰۰ بتائی گئی۔ان میں عباس بن مرداس اور انس بن عباس بن رعل اور راشد بن عبدربہ شامل تھے۔

﴿ترتیب قرآن مجید﴾ ترتیب قرآن کے سلسلہ میں یہ بات سب کو معلوم ہونی چاہیے کہ موجودہ ترتیب و تکمیل بعد کے لوگوں کی دی ہوئی نہیں، بلکہ خود اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے تحت نبی ﷺ نے ہی قرآن کو اس طرح مرتب فرمایا قاعدہ یہ تھا کہ جب کوئی سورت نازل ہوتی تو آپ ﷺ اُسی وقت اپنے کاتبوں میں سے کسی کو طلب فرماتے اور اس کو ٹھیک ٹھیک املاء کرانے کے بعد ہدایت فرما دیتے کہ یہ سورت فلاں سورہ کے بعد اور فلاں سورہ سے پہلے رکھی جائے۔اس طرح اگر قرآن کا کوئی حصہ نازل ہوتا جس کو مکمل سورت بنانا پیش نظر نہ ہوتا تو آپ ﷺ ہدایت فرما دیتے کہ اسے فلاں سورہ میں فلاں مقام پر درج کیا جائے۔پھر اِسی ترتیب میں آپ ﷺ نماز میں خود بھی اور دوسرے مواقع پر قرآن مجید کی تلاوت فرماتے۔صحابہ کرامؓ بھی اسی ترتیب کے مطابق یاد کرتے لہٰذا یہ ایک ثابت شدہ تاریخی حقیقت ہے کہ قرآن مجید کا نزول جس روز مکمل ہوا، اُسی روز اس کی تکمیل بھی ہوئی، جو اس کا نازل کرنے والا ہے وہ ہی اس کا مرتب کروانے والا ہے جن کے قلب مبارک پر قرآن مجید نازل کیا گیا اُن ہی کے دست مبارک سے اسے مرتب بھی کرا دیا۔اس کی تکمیل میں کسی کو مداخلت کی مجال نہ تھی۔

﴿حفظ قرآن﴾ نماز ابتداء سے ہی مسلمانوں پر فرض ہوئی اور تلاوت قرآن نماز کا جزو لاینفک ہوا، اس لیے نزول قرآن کے ساتھ ہی مسلمانوں میں حفظ قرآن کا سلسلہ جاری ہو گیا۔جیسے جیسے نزول قرآن ہوتا، مسلمان اسے ساتھ ہی ساتھ یاد بھی کرتے رہے۔اس طرح قرآن کی حفاظت کا انحصار کھجور کے پتوں، ہڈی اور جھلی کے ٹکڑوں پر ہی نہ تھا، جو نزول کے ساتھ ہی بیسیوں، سینکڑوں دِلوں پر نقش ہو جاتا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے پردہ فرمانے کے بعد جب عرب میں اِرتداد کا طوفان اُٹھا تو اس کے فرو کے لیے صحابہ کرامؓ کو سخت خون ریز لڑائیاں لڑنا پڑیں ان معرکوں میں ایسے صحابہ کرامؓ جن کو پورا پورا قرآن حفظ تھا اُن کی کثیر تعداد شہید ہوئی، ان حالات میں حضرت عمرؓ کو خیال آیا کہ قرآن کی حفاظت کے معاملہ میں صرف ایک ذریعہ پر اعتماد کر لینا مناسب

Marfat.com

نہیں، بلکہ اَلواحِ قلب کے ساتھ ساتھ قرطاس ابیض پر بھی محفوظ کر لینے کا انتظام ہونا چاہیے۔ چنانچہ اس کام کی ضرورت اُنہوں نے حضرت اَبوبکر صدیقؓ پر واضح کی حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کچھ تامل کے بعد اس تجویز سے اتفاق کیا۔ چنانچہ حضرت زید بن ثابتؓ انصاری جو رسول اللہ ﷺ کے دور میں نوشت وتحریر کا فریضہ انجام دیتے تھے اُنہیں اس خدمت پر فائز کیا گیا۔ طریقہ یہ تجویز ہوا کہ ایک طرف تو وہ عام لکھے ہوئے اجزا جمع کر لیے جائیں جو نبی کریم ﷺ نے چھوڑے ہیں، دوسری طرف صحابہ کرامؓ میں سے بھی جس کے پاس قرآن یا اس کا کوئی حصہ لکھا ہوا ہے وہ ان سب سے لے لیا جائے، پھر حفاظ کرام سے بھی مدد لی جائے اور ان تینوں ذرائع کو متفقہ شہادت پر کامل صحت کا اطمینان کرنے کے بعد قرآن کا ایک ایک لفظ مصحف میں ثبت کیا جائے۔ اس تجویز کے مطابق قرآن مجید کا ایک نسخہ تیار کر کے اُم المومنین حضرت حفصہؓ کے ہاں رکھ دیا گیا۔ پھر لوگوں کو عام اجازت دے دی گئی جو چاہے اس کی نقل کرے اور جو چاہے اس سے تقابل کر کے اپنے نسخے کی تصحیح کر لے۔

قرآن مجید کا نزول اس زبان میں ہوا تھا جو مکہ میں قریش کے لوگ بولتے تھے، لیکن ابتداء میں اس امر کی اجازت دی گئی تھی کہ دوسرے علاقوں اور قبیلوں کے لوگ اپنے لہجے اور محاورے کے مطابق اسے پڑھ لیا کریں۔ کیونکہ اس طرح معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ صرف عبارت ان کے لیے ملائم ہو جاتی تھی۔ لیکن رفتہ رفتہ جب اسلام پھیلا اور عرب کے لوگوں نے ریگستان سے نکل کر دنیا کے ایک بڑے حصے کو فتح کر لیا اور دوسری قوموں کے لوگ بھی دائرہ اسلام میں آنے لگے اور بڑے پیمانے پر عرب وعجم کے اختلاط سے عربی زبان متاثر ہونے لگی اور یہ اندیشہ پیدا ہو گیا کہ اب بھی اگر دوسرے لوگوں کے محاورے اور لہجوں کے مطابق قرآن پڑھنے کی اجازت باقی رہی تو اس سے طرح طرح کے فتنے کھڑے ہو جائیں گے۔ عرب وعجم کے اختلاط سے جن لوگوں کی زبان بگڑے گی وہ اپنی بگڑی ہوئی زبان کے مطابق قرآن میں تصرف کر کے اس کے حسنِ کلام کو بگاڑ دیں گے۔

اِن وجوہات کی بناء پر حضرت عثمان غنیؓ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے یہ طے کیا کہ تمام ممالک اسلامیہ میں صرف اسی معیاری نسخہ قرآن کی نقول شائع کی جائیں جو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے حکم سے ضبط تحریر میں لایا گیا تھا اور باقی تمام دوسرے لہجوں اور محاروں پر لکھے ہوئے مصاحف کی اشاعت ممنوع قرار دے دی جائے۔

آج جو قرآن آپ کے ہاتھوں میں ہے وہ ٹھیک اسی مصحف صدیقیؓ کے مطابق ہے، جس کی نقول حضرت عثمانؓ نے سرکاری اہتمام سے تمام بلادِ اسلامیہ میں بھجوائی تھیں۔ اِس وقت بھی دنیا میں متعدد مقامات پر قرآن کے وہ مستند نسخے موجود ہیں۔

Marfat.com

قرآن مجید کے قدیم ترین نسخے

خلیفہ سوئم حضرت عثمان غنیؓ کے دورِ حکومت میں بعض کے مطابق چار اور چند کے مطابق سات نسخے بعد تصدیق شائع ہوئے۔ اُن ہی مصدقہ نسخوں میں سے قرآن مجید کا ایک نسخہ رُوس کے شہر تاشقند میں ہے مذکورہ نسخہ کی تاریخ یوں بیان کی گئی کہ پہلے یہ نسخہ شام کے شہر دمشق، جو خاندان بنواُمیہ کے دورِ حکومت میں اسلامی دارالخلافہ تھا، یہ وہاں پایا جاتا تھا۔ امیر تیمور لنگ نے دمشق پر حملہ کر دیا اور فتح یاب ہوا، ایک فاتح کی حیثیت سے اس نے شہر دمشق کو خوب لوٹا اور بہت سا قیمتی ساز و سامان اس کے ہاتھ آیا۔ لیکن اس مال غنیمت میں جو سب سے زیادہ قیمتی اور نادر چیز اس کے ہاتھ آئی وہ یہ نسخہ قرآن مجید تھا، وہ واپسی پر اپنے ہمراہ تاشقند لے آیا۔ بیسویں صدی عیسوی میں رُوسیوں نے ثمرقند فتح کر لیا تو روسی کمانڈر نے یہ نسخہ ثمرقند سے سینٹ پیٹرلیس برگ (لینن گراڈ) منتقل کر دیا۔

پہلی جنگ عظیم کے بعد زارِ روس کی حکومت ختم ہوگئی، کیمونسٹوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا تو کچھ رُوسی باشندے کیمونسٹوں کے ساتھ رہنا نہ چاہتے تھے، چنانچہ ایسے رُوسی باشندے دنیا کے دیگر ممالک میں چلے گئے۔ اُن ہی لوگوں میں رُوس کے جنرل علی اکبر بھی تھے۔ زارِ روس کے قتل کے وقت جنرل علی اکبر وہاں موجود تھے اُن کا کہنا تھا کہ اُنہوں نے ایک فوجی دستہ بھیجا کہ شاہی محل پر قبضہ کر لو۔ قبضہ کی کاروائی میں فوج نے شاہی کتب خانہ میں لوٹ مار مچا دی، جنرل علی اکبر نے فوج کو حکم دیا تھا کہ شاہی کتب خانہ میں حضرت عثمانؓ کا جو قرآن مجید کا نسخہ موجود ہے اسے فوراً لے آو، فوجی دستے نے حکم کی تعمیل کی، آفیسر انچارج نے قرآن مجید کا مذکورہ نسخہ جنرل علی اکبر کو پیش کر دیا۔ جنرل علی اکبر خود ریلوے اسٹیشن پر گئے اور اسٹیشن ماسٹر سے ایک انجن طلب کیا جو اُنہوں نے مہیا کر دیا، جنرل نے قرآن مجید کا وہ نسخہ اُس انجن میں رکھا اور انجن ہی میں اپنے چند آدمیوں کو بغرض حفاظت بٹھا دیا۔ اور انجن ڈرائیور کو حکم دیا کہ نہایت تیزی سے ترکستان پہنچ جاو اس عمل کی کیمونسٹ کمانڈر کو چند گھنٹے بعد اطلاع ملی تو اُس نے تعاقب میں ایک ریل کا انجن اور کچھ افسروں کو بھیجا، لیکن اب کافی دیر ہو چکی تھی۔ آخرکار یہ قرآن مجید کا نسخہ تاشقند پہنچ گیا۔

کیمونسٹ دورِ حکومت میں روسیوں نے قرآن مجید کا وہ قدیم ترین نسخہ اپنے قبضے میں لے لیا جو اب تاشقند میں موجود ہے زارِ روس کے دَور میں مذکورہ نسخہ کا فوٹو لے کر ایک گز لمبی تقطیع پر کل پچاس نسخے چھپوائے گئے اُن میں سے چند نسخے معروف مصری محقق ڈاکٹر حمید اللہ صاحب نے اپنی اشاعت ششم میں بعنوان ''خطبات بہاولپور'' کے نام سے 1999ء میں ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد سے شائع ہوئی۔ وضاحت کی کہ اُنہوں نے اس قسم کے چند نسخے خود دیکھے ہیں۔

ان میں سے ایک نسخہ امریکہ، ایک نسخہ انگلستان، ایک نسخہ کابل اور ایک نسخہ مصر کے کتب خانوں میں موجود ہے

Marfat.com

اور ایک نسخہ استنبول (ترکی) میں بھی موجود پایا گیا۔ مصر اور استنبول کے نسخوں کا مائیکروفلم ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے پاس موجود ہے استنبول والا نسخہ توپ کابی سرائے میوزیم میں محفوظ ہے جو استنبول ہی میں واقع ہے ڈاکٹر صاحب نے بیان کیا کہ یہ نسخہ اُنہوں نے بذات خود دیکھا ہے جس میں سورۃ بقرہ کی آیت کے الفاظ ''فسیکفیکھمُ اللّٰہ'' کے الفاظ پر سرخ دھبے پائے جاتے ہیں، کہا گیا کہ یہ حضرت عثمانؓ کے خون کے دھبے ہیں۔

تیسرا نسخہ انڈیا آفس لائبریری لنڈن میں موجود ہے، جس کا فوٹو ڈاکٹر حمید اللہ صاحب کے پاس موجود ہے، جس پر سرکاری مہریں لگی ہیں اور لکھا ہے کہ یہ حضرت عثمانؓ کا قرآنی نسخہ ہے۔ ڈاکٹر موصوف نے لکھا کہ ان نسخوں کے خط اور تقطیع میں کوئی فرق نہیں۔ ان نسخوں کو کاغذ کی بجائے جھلی پر تحریر کیا گیا بہر حال کچھ بھی ہو البتہ یہ بات قابل فخر ہے کہ مذکورہ بالا نسخوں اور آج کے مستعملہ قرآنی نسخوں میں کوئی فرق نہیں پایا گیا۔ یہ امر بھی قابل ذکر ہے کہ حضرت عثمان غنیؓ نے مسلمانوں کو اختلاف سے بچانے کے لیے مکہ معظمہ کے تلفظ والے قرآن کو نافذ کیا۔ مکہ معظمہ کی عربی زبان اب ساری دنیائے اسلام میں نافذ ہے اور مروّج ہے

﴿قرآن مجید کا اعجاز﴾ قرآن مجید بلاشک وشبہ ایک زندہ معجزہ ہے انبیائےؑ سابقین کو جو معجزے عطاء ہوئے وہ وقتی اور مقامی نوعیت کے تھے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو معجزہ ید بیضاء اور عصاء دونوں ہی وقتی تھے۔ اُن معجزوں کو اس وقت کے ہی لوگوں نے دیکھا لیکن جو لوگ وہاں موجود نہ تھے وہ نہ دیکھ سکے صرف اُن کا ذکر ہی باقی ہے۔ اُن کے بعد حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل ہونے والی کتاب تورات اور انجیل اپنی اصلی حالت میں موجود نہیں، حضرت عزیرؑ نے تورات کو اپنی یادداشت کے مطابق تحریر کیا، وہ آج کے دور میں ''عہد نامہ قدیم'' کے نام سے معروف ہے۔ انجیل بھی چار مختلف حضرات لوقا، مرقس، یوحنا اور متی کی مرتب کردہ ہے۔ اصل انجیل کا کوئی پتہ نہیں صرف اور صرف قرآن مجید ہی وہ کتاب ہے جو چودہ سو سال سے اصل حالت میں موجود ہے۔

قرآن مجید کو لاکھوں حفاظ کرام نے اپنے سینہ میں اللہ تعالیٰ کی عنایت سے محفوظ کر لیا۔ پورے قرآن مجید کے کسی بھی لفظ کو بلحاظ قرأت زیر کو زبر اور پیش کو الف نہیں پڑھا جا سکتا۔ اس عمل کو اللہ تعالیٰ نے کلام پاک کا ابدی معجزہ قرار دیا۔ اس معجزہ کا ذکر سورۃ عنکبوت آیت نمبر ۵۰،۴۹ میں یوں فرمایا: ''تم جو نشانیاں (معجزہ) طلب کرتے ہو تو یہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہے، بجائے خود ایک معجزہ ہے''

قرآن مجید قیامت تک رہنے والا معجزہ ہے، جو نہ واقعاتی ہے اور نہ ہی وقتی بلکہ آفاقی ہے۔ کتابِ مقدس کا عرصہ نزول ۲۲ سال ۵ ماہ ۱۴ دن پر محیط ہے۔ لوح محفوظ میں قرآن مجید تحریر ہے، جس میں کتاب مقدس کا نام ''قرآن مجید'' ہی لکھا ہے۔

محققین نے قرآن مجید کی آیات کو جمع کیا تو مکی، مدنی، بصری اور شامی شمار کے مطابق آیات کی تعداد 6170 سے لے کر 6666 شمار کی گئیں مگر دورِ حاضر کی تحقیقات کے مطابق قرآن مجید کی کل آیات کی تعداد 6346 محسوب کی

Marfat.com

گئیں ہیں۔ان آیات کا مجموعہ 19 ہوا۔اسلام میں اس ہندسہ کو ایک غیر معمولی اہمیت حاصل ہے۔جیسا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ کی تعداد 19 پہلی وحی کے الفاظ کی تعداد بھی 19 کل سورتیں 114 کو 19 پر تقسیم کیا جائے تو حاصل ضرب 6 ہوگا۔اللہ تعالیٰ نے زمین اور آسمانوں کی تخلیق 6 دن میں ہی فرمائی۔قرآن مجید کی سب سے طویل ترین سورت البقرہ اور اس کی آیت نمبر 282 قرآن مجید کی طویل ترین آیت ہے اور سب سے مختصر سورت الکوثر ہے۔قرآن مجید کو سات منزلوں میں تقسیم کیا گیا ہے،اسی طرح قرآن مجید کی سات قراءت ہیں۔

﴿اصحاب کہف سے متعلق غار کی تحقیق﴾ قرآن مجید کی سورت الکہف میں اصحاب کہف (غار والے) بتایا گیا۔ روا ینا ایک غار کا نام ہے، جو ترکی کے شہر اِلپسس میں واقع ہے۔جو "اصحاب کہف" کے نام سے مشہور ہوگیا۔اُنیسویں صدی میں ماہرین آثار قدیمہ نے اُردن کے شہر بطرا میں کھدائی کی تو ایک نیا شہر دریافت ہوا وہاں سے ملنے والے کتبوں سے معلوم ہوا کہ اُس شہر کا نام "رقیم" تھا قرآن مجید میں بھی اصحاب کہف کے ساتھ رقیم کا لفظ آیا، غار کے متعلق یہ تصریح ہے: "اور تو دیکھے گا سورج کو جب وہ طلوع ہوتا ہے تو ان کے غار کے دائیں جانب جھکتا ہوا گزرتا ہے۔اور جب غروب ہوتا ہے تو بائیں جانب کترا کر گزرتا ہے اور وہ لوگ غار کے اس کشادہ حصہ میں تھے"

ماہر آثار قدیمہ "رفیق دجانی" نے جب ان تصریحات کی روشنی میں غار کے آثار وقرائن کا جائزہ لیا تو اس کے عین مطابق پایا۔جبکہ ترکی کے غار پر یہ تصریحات منطبق نہیں ہوتیں۔غار کے اندر سے "ٹرومین" کے زمانے کے سکے ملے ہیں۔یہ واقعہ ٹرومین کے دور کا واقعہ ہے۔مزید برآں غار کی کھدائی اور صفائی میں ایک جبڑا بھی ملا ہے۔جس میں ایک نوکیلا دانت ہے اور چار داڑھیں محفوظ حالت میں ہیں۔تحقیق سے یہ جبڑا کتے کا ثابت ہوا ہے۔یہی وہ کتا تھا جو اصحاب کہف کا کتا ہوا کرتا تھا۔چودہ سو سال پہلے غار والوں کے متعلق جو کچھ بتایا گیا اس کا اِس طرح ٹھیک ٹھیک درست ثابت ہونا کیا اس بات کی دلیل نہیں کہ واقعی قرآن مجید ایک حیرت انگیز محکم کتاب ہے۔

﴿بلحاظ الفاظ قرآن کا نصف﴾ سورۃ الکہف کی اہمیت مسلمہ ہے اس کی نمایاں خصوصیات میں یہ بھی ہے کہ قرآن پاک کے تمام الفاظ کا نصف لفظ "ولیتلطف" اسی سورت کی آیت نمبر ۱۹ میں آیا۔چار جنتی حیوان جو جنت میں داخل ہوں گے اُن میں حضرت اسماعیل علیہ السلام کے بدلے ذبح ہونے والا جانور (مینڈھا) حضرت یونس علیہ السلام کو نگل جانے والی وہ مچھلی جس نے بعد میں آپ کو ساحل پر اُگل دیا تھا۔حضرت صالح علیہ السلام کی وہ اُونٹنی (نافرمان قوم نے اس اُونٹنی کی چاروں ٹانگیں کاٹ دی تھیں پھر اُن پر سخت عذاب الٰہی نازل ہوا تھا۔) قطمیر اصحاب کہف کے ساتھ غار میں رہنے والے کتے کا ذکر اسی سورۃ الکہف میں ہے۔

Marfat.com

قرآن مجید اور علم ریاضی

عرصہ قبل کی تحقیقات اور عمیق مطالعہ سے قرآن مجید کی بے شمار خصوصیات کا محققین نے انکشاف کیا۔ پتہ چلا کہ اللہ کی اس کتاب میں باقاعدہ ایک ریاضیاتی نظام موجود ہے۔ جیسا کہ بیان ہوا کہ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے الفاظ کا مجموعہ 19 ہے اور ''بسم اللہ الرحمٰن الرحیم'' قرآن مجید کا سرنامہ ہے

حضور نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی کا نزول 12 فروری 610ء عیسوی کو ہوا سورۃ العلق کی پہلی پانچ آیات تاریخ مذکورہ ہی کو نازل ہوئیں، جن کے الفاظ کی تعداد 19 ہے، دوسری وحی کے الفاظ 38 جو سورۃ القلم سے ہیں۔ تیسری وحی سورۃ المزمل کے 57 الفاظ کے ساتھ نازل ہوئی اور چوتھی وحی کے الفاظ 76 ہیں جو سورۃ المدثر سے متعلق ہیں، جس کا نزول 26 جولائی 632ء کو ہوا۔ حتیٰ کہ اسلام کے الفاظ میں 19 کا ہندسہ ایک غیر معمولی اہمیت کا حامل ہے۔ لفظ اسلام قرآن مجید میں 19 بار آیا، قرآن مجید میں ایک دوسرے کے برعکس یا مترادف ناموں یا چیزوں کو یکساں تعداد میں بیان کیا گیا مثلاً قرآن مجید میں دُنیا کا ذکر 115 بار آیا تو آخرت کا ذکر بھی 115 بار ہی ہوا۔ زندگی کا ذکر 145 مرتبہ تو موت کا ذکر بھی 145 بار ہی آیا۔ قوم مکہ کا ذکر 50 بار تو پیغمبروں کا ذکر بھی 50 بار ہی ہوا۔ سختی کا ذکر 114 بار ہوا تو صبر کی تلقین بھی 114 بار ہی کی گئی۔

عقل انسانی کو مزید حیران کرنے والا وہ طریقہ جس کے ذریعے خشکی اور تری کے متعلق معلومات حاصل ہوتی ہیں، مثلاً سمندر کا ذکر قرآن مجید میں 32 بار آیا اور خشکی کا ذکر 13 بار۔ حسابی فارمولے کے مطابق 32 اور 13 کو جمع کریں مجموعہ: 45 ہے۔ اب سمندر اور خشکی کا فیصد نکال لیں تو سمندر یعنی پانی 71.111111 اور خشکی 28.888889 جدید سائنس نے ثابت کردیا ہے کہ زمین پر پانی 71.111 اور زمین کے حصہ پر خشکی 28.889 ہے

Marfat.com

ھذا آخر الکلام

فی سیرۃ خیر الانام، علیہ الف الف تحیۃ وسلام، رَبِّ تَقَبَّلْ مِنِّی ھٰذِہِ الْھَدِیَّۃَ الطَّفِیفَۃَ لِجَنَابِ حَبِیبِکَ الْخَصِیبِ عَلَیْہِ اُلُوفُ الصَّلٰوۃِ وَالتَّحِیَّۃِ، وَاجْعَلْھَا اِلٰی حُصُوْلِ رِضَاکَ وَنَیْلِ شَفَاعَتِہٖ وَسِیْلَۃً، اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنِی مِنَ الْمُتَّبِعِینَ لِشَرِیعَتِہٖ الْمُتَّصِفِینَ بِمَحَبَّتِہِ الْمُھْتَدِیْنَ بِھَدْیِہٖ وَسِیْرَتِہٖ، وَتَوَفَّنِیْ عَلٰی سُنَّتِہٖ وَمِلَّتِہٖ وَلَا تَحْرِمْنِیْ فَضْلَ شَفَاعَتِہٖ، وَاحْشُرْنِیْ فِیْ اَتْبَاعِہِ الْغُرِّ الْمُحَجَّلِیْنَ، وَاَشْیَاعِہِ السَّابِقِیْنَ وَاَصْحَابِ الْیَمِیْنِ، اَللّٰھُمَّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَلِشُیُوْخِیْ وَلِسَائِرِ الْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُ، بِرَحْمَتِکَ یَارَحْمٰنُ یَارَحِیْمُ یَاغَفَّارُ یَاوَھَّابُ، ھٰذَا اٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِنَا وَمَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَاَزْوَاجِہٖ وَذُرِّیَّتِہٖ وَاَوْلِیَاءِ اُمَّتِہٖ وَاَتْبَاعِہٖ اَجْمَعِیْنَ

25 محرم الحرام 1436 ہجری
18 نومبر 2014 عیسوی
6 مگھر 2071 بکرمی

.... ❖ ختم شد ❖ ....

Marfat.com

Marfat.com